جنّ وشیاطین نظرِ بد اور جادو کی حقیقت

اور

رُقیہ مُروّجہ کے مُنکرات

جلد اوّل

تالیف

مُحمّد مُقیم فیضی

صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی

جن وشیاطین، کہانت وجادو، ان کے جدید مظاہر، نفسیاتی بیماریوں، علاجی تدابیر، رقیہ مروجہ اوراس کی بدعات ومنکرات پر شرعی ہدایات وتعلیمات سے مبرہن ومدلل ایک مبسوط کتاب

جن وشیاطین، نظر بد اور جادو کی حقیقت

اور

رقیہ مروجہ کے منکرات

(جلد اول)

تالیف

محمد مقیم فیضی

ناشر

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

حقوق طبع محفوظ ہیں

نام کتاب	:	جن وشیاطین، نظر بد اور جادو کی حقیقت اور رقیہ مروجہ کے منکرات
جلد	:	اول
مؤلف	:	محمد مقیم فیضی
کمپوزنگ	:	محمد شعیب الرحمٰن (صوبائی جمعیت ممبئی)
صفحات	:	912
ایڈیشن	:	اول
اشاعت	:	۳/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ - ۱/دسمبر ۲۰۱۹ء
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی:

14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070۔

فون:022-26520077

- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ:

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتناگری-415709۔

فون:02356-264455

فہرست مضامین

فہرست مضامین	3
پیش لفظ	27
مقدمہ	30
جن جادو اور کہانت وغیرہ کے متعلق کچھ اہم حقائق	43
جنوں کا تعارف قرآن وسنت کی روشنی میں	45
جنوں کی حقیقت	45
جنوں کی اصل	45
کب پیدا ہوئے	45
لغت عرب میں جنوں کے نام	46
جنوں کی قسمیں	46
جنوں کے وجود کے دلائل	47
گدھے اور کتے جنوں کو دیکھتے ہیں	48
شیطان اور جن	49
اس کا نام ابلیس رکھنے کی وجہ	50
شیطان ایک مخلوق ہے	50
شیطان کی اصل	50
کیا شیطان ہی جنوں کی اصل ہے؟	51
جنوں کا کھانا پینا ؟	51
شیطان کے کھانے پینے کا طریقہ	53
کیا جنات شادی کرتے ہیں؟	54
آیت سے ایک نادرست استدلال	55
نہایت قابل غور	57
مصطفی عدوی بھی جنسی تعلقات کے منکر ہیں	61
جن وانس کے درمیان نکاح اور توالد کا امکان؟	64
نکاح کے امکان پر ایک روایت اور اس پر بحث	64
جنیہ سے شادی کے دعوے پر ابن عربی کی تکذیب	64
علامہ ذہبی کا تبصرہ	65
نادیدہ شخصیت کا جماع محض وسوسہ ہوتا ہے	65
جنوں کے دوست راقیوں کے پاس جانا حرام ہے	66
انسانی خواتین کے ساتھ جنات کی ہمبستری پر...	67
امام مالک کی طرف منسوب ایک ضعیف اور...	69
امام ابن تیمیہ کی عجیب وغریب بات	70
ہماری گزارشات	70
جن وانس کے نکاح پر ایک ضعیف حدیث	71
ماوردی کا بصیرت افروز کلام	71
خلاصۂ کلام	72
ہماری بات	73
انسانوں کا جوڑا صرف انسانوں ہی کو بنایا گیا ہے	73
امکان ہے مگر جواز نہیں	75
شادی کے محال ہونے پر علامہ آلوسی...	76
جو کسی جنیہ سے شادی کا مدعی ہوتا تھا	77
نتیجۂ بحث	77

ایک دلچسپ حکایت	77
نہ من تنہا دریں میخانہ مستم	78
راقیوں کا انداز تخویف	78
ایک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی	78
شیاطین کی موت؟	79
ان کی عمر کتنی ہوتی ہے؟	80
جنوں کے رہنے اور پائے جانے کے مقامات	80
شیطانوں کی نشست گاہیں	81
جنات کے جانور	81
کچھ حیوانات جن کے ساتھ شیاطین ہوا کرتے ہیں	82
شیطانوں کی شکل وصورت بدنما ہوتی ہے	82
شیطان کی دو سینگیں ہوتی ہیں	83
جنات کی قدرتیں اور صلاحتیں	84
حرکت وانتقال میں تیز رفتاری	84
فضائی پروازوں میں انسانوں پر ان کی سبقت	84
ایک جاہلی خرافات کی تردید	86
فن تعمیر اور صنعت وحرفت کی لیاقت	87
آلات جدیدہ کی ایجاد میں جنوں کی سبقت	87
تشکل (کسی اور کی شکل بنالینے) کی صلاحیت	87
شیطان کے ساتھ ایک دلچسپ واقعہ	88
شیاطین حیوانوں کی شکل میں بھی آتے ہیں	89
گھروں کے سانپ	90
کچھ ضروری تنبیہات	92
کیا سارے ہی سانپ جنوں میں سے ہیں...	92
علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں	93
شیطان خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے	93
ان کی کمزوری اور عاجزی	94
اللہ کے نیک بندوں پر ان کا قابو نہیں چلتا ہے	94
شیطانی غلبے کے متعلق ایک نکتہ	95
اور وہ کبھی کبھی مومنوں پر بھی..	96
ایک پر لطف قصہ	96
اہل علم بھی گمراہ ہو سکتے ہیں	97
اللہ کے کچھ بندوں سے شیطان کا خوفزدہ ہونا...	99
شیطان کو زیر کرنے والی چیز قوت ایمانی ہے	99
قرین کیا ہے؟	100
حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں کی تسخیر	101
حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق یہود کا جھوٹ	103
جنات معجزات کے اظہار سے عاجز ہیں	104
شیاطین خواب میں بھی رسول اللہ ﷺ کی شکل میں نہیں آسکتے ہیں	105
شیطان رسول ﷺ کے نام پر دھوکا...	105
وہ فضا کی وسعتوں میں معینہ حدود...	106
وہ کوئی بند دروازہ یا جس پر اللہ کا نام...	106
جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہوتے ہیں	107
جنوں کی غایت تخلیق	107
جہنم کا عذاب جنوں کو بھی لاحق ہوگا	108

مومن جن جنت میں جائیں گے 108
جنات شرعی ذمہ داری... 109
ایک شبہہ اوراس کا جواب 109
رب اور جنوں کے درمیان کوئی نسبی تعلق نہیں ہے 110
ان تک اللہ کی وحی کیسے پہنچتی ہے؟ 111
محمد ﷺ کی رسالت عام ہے 112
اور جنوں کے ایک گروہ نے قرآن سنا تو... 112
قرآن سننے والے جنوں کا قصہ 113
جنوں کے وفود 114
ان کا انسانوں میں دعوت کا کام کرنا 116
بھلائی کا حکم کرنا اور مسلم کے حق میں شہادت دینا 117
صالحیت اور فساد میں ان کے درجات 117
شیطان کی طبیعت اور مزاج 118
کیا شیطان بھی مسلمان ہوتا ہے؟ 119
شیطان اور انسان کی دشمنی 119
شیطان سے چوکنا رہنے کی ہدایت... 121
شیطان کی دشمنی اٹل اور لازوال ہے 122
شیطان کے اغراض ومقاصد 122
دور کا ہدف 122
قریب کے نشانے 123
بندوں کو شرک وکفر میں ملوث کردینا 123
کفر نہیں تو بدعتیں... 123
کفر و بدعت نہیں تو گناہ ہی سہی... 124
ان کی صفوں میں عداوت اور نفرت کا بیج... 124
زن وشوہر کے درمیان نفرت پیدا کرنے میں... 125
وہ ہر شر اور برائی کی تلقین کرتا ہے 125
بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکنا 125
نیکیوں کو فاسد کرنا اور بگاڑ دینا 127
رحمان کی ہر مخالفت شیطان کی اطاعت ہے 128
شیطان کا طریقۂ کار 130
انسانوں کو گمراہ کرنے کے شیطانی حربے 130
غفلت ونسیان 130
بہ تدریج گمراہ کرنا 131
بندے سے بھلائی کی باتیں فراموش کرادیتا ہے 131
محبت اور چاہت کے راستے سے آتا ہے... 133
وسوسہ 134
گناہوں اور خطاؤں کو مزین کرنا 135
باطل کو مزین کرنا اور سنوارنا 135
حرام چیزوں کو وہ نام دینا جو لوگوں کو محبوب ہوں 138
قصہ آدم میں شیطان نے.. 138
رسول گرامی کی حکیمانہ تربیت کا ایک نمونہ 140
عورتیں شیطان کا خصوصی جال اور پھندا ہیں 141
تخویف (ڈرانا) 142
تسویف (ٹال مٹول) 143
معصیت کی تلقین اور ہدایات 143
اکسانا 143

حیرت	144
اظہار براءت وبیزاری..	144
افراط وتفریط	145
دون ہمتی اور سستی پیدا کرتا ہے	146
مسلمان کی نیند کو طویل کرنے کی کوشش	147
شیطان انسان کے کان میں پیشاب بھی کر دیتا ہے	147
وعدے اور توقعات	150
انسان سے اظہار خیر خواہی	150
بنی اسرائیل کے ایک راہب کا قصہ..	151
دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنا	155
شیطان کے متعلق ایک عالم کی بصیرت	157
شراب، جواء، انصاب اور ازلام	158
شراب نوشی آفتوں کا سرچشمہ ہے	159
شراب نوشی کی محفل اور غیر ارادی ہنگامے	159
نشے کی ترنگ میں یوں بھی ہوتا ہے	160
مجسموں کی تعظیم ایک بدعت	161
تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا	162
سحر (جادو)	162
انسان کی کمزوریاں	163
اللہ کا ذکر شیطان کو پیچھے ہٹا دیتا ہے	164
مزاج کی تیزی شیطان کی معاون ہوتی ہے	164
شیطان کن چیزوں سے انسان کو ہلاک کرتا ہے ؟	164
عورتیں اور دنیا کی محبت	165
دنیا کی محبت سارے فساد کی جڑ ہے	165
ماموارت میں سستی ولا پرواہی..	166
انسانی نفس تک شیطان کی رسائی..؟	167
شیطانی وسائل	167
جدال (بیجا بحث ومباحثہ)..	167
مسلمانوں میں جھگڑے لگانا..	169
فضول خرچی	169
اشیاء کے نام بدل دینا	170
عریانیت اور چھپانے کے مقامات کی نمائش	171
گانا اور موسیقی	171
گانے سے متعلق ابن قیم کا ایک بصیرت افروز کلام	172
اللہ کی تخلیق کو بدل دینا	174
جنوں اور شیطانوں کی طرف سے اذیتیں..	175
رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی کوشش	175
نیند میں پریشان کرنا اور مسلمان کو غمزدہ کر دینا	178
خوابوں کی قسمیں	178
خوابوں کے متعلق مسلمان کا موقف	179
جب خواب اچھے ہوں	180
اگر خواب ناپسندیدہ ہوں	180
گھروں میں آگ لگوا دینا	181
موت کے وقت شیطان کا انسان پر مسلط ہو جانا..	181
بچے کی پیدائش کے وقت اسے اذیت دینا	181
مس (چھونے) کی شرح	182

مریم اور ان کے بیٹے شیطان سے محفوظ کیوں؟	182
ایک صحابی جنھیں شیطان سے محفوظ کر دیا گیا تھا	182
طاعون کی بیماری	183
حضرت ایوب علیہ السلام کو ایذا رسانی	183
انسان کا قتل	184
دیگر امراض	184
صرع (دماغی دورے)	185
بنی آدم کے کھانے میں شریک ہونا..	185
شیطان سے اپنے اموال کی حفاظت..	186
بائیں ہاتھ سے کھانا پینا..	187
اور کھڑے ہو کر پینا بھی	187
گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ..	187
شیطانی صلاحیتوں کی محدودیت	188
قائد معرکہ	188
گمراہ گری میں شیطان کا تجربہ	189
شیطان کی فوج	190
اس کے جنات فوجی	190
ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے	190
انسانوں میں سے اس کے اولیاء	191
اس کی چالبازی اور اپنے اولیاء کا ساتھ چھوڑ دینا	192
شیطان کے اولیاء اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں	193
شکوک وشبہات سے مسلح کر کے..	194
جنگ اور قتال پر بھی آمادہ کر دیتا ہے..	194
وہ ہمیشہ مومنوں کو اپنے اولیاء سے ڈراتا رہتا ہے	194
اور اس کے اولیاء کی جمعیت بہت بھاری ہے	195
شیاطین کا دیگر شکلوں میں ظاہر ہونا	195
اور منصور حلاج بھی ایک جادوگر تھا	196
شیطانی مدد کا ایک اور نمونہ	196
ایک ڈاکو بھی ہوا میں اڑتا تھا	196
شیطان کا ایک اور ولی	196
شرم تم کو مگر نہیں آتی..	197
اپنے دوستوں کے لئے چوریاں بھی کرتے ہیں..	198
شیطان سب سے پہلے نماز پر ہاتھ صاف کرتا ہے	198
ابلیس کی شاطرانہ چالیں	198
شیطان یوں سبز باغ دکھاتا ہے..	199
اہل بدعت کے کشف والہام میں شیطان..	200
شیاطین جن کی خدمت کرنے والے..	200
رجال غیب	201
جنوں سے کام لینے کا حکم	203
انسانوں کے ساتھ جنوں کے مختلف احوال ہیں	203
شیطان کو پیدا کرنے کی حکمت	204
شیطان کے خلاف مجاہدہ کرنے سے..	205
بندوں کا گناہوں سے خوفزدہ ہونا	205
اللہ تعالیٰ نے اسے سامان عبرت بنا دیا	205
بندوں کو جانچنے اور آزمانے کا ذریعہ بنایا ہے..	206
اضداد کی تخلیق سے کمال قدرت کا اظہار	207

ضد سے ضد کا حسن ظاہر ہوتا ہے 207
اس کے ذریعہ آزمائش تکمیل شکر کی راہ ہے 207
ابلیس کی تخلیق میں بازار عبودیت کا قیام ہے 207
عجائب قدرت اور آیات کا ظہور مرتب ہوا ہے.. 208
آگ سے پیدا کرنا ایک آیت اور نشانی ہے.. 208
اس کے اسماء کے متعلقات کا ظہور 208
اس کے تمام ملک اور عموم تصرف کے آثار کا ظہور 208
ابلیس کا وجود اللہ تعالیٰ کے کمال حکمت کا مظہر ہے 209
روکنے اور پست کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد 209
بندوں پر اپنے حلم وصبر کا اظہار فرماتا ہے.. 209
اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے.. 212
اللہ سبحانہ اپنے اولیاء کا ملجا وماوی بننا چاہتا ہے.. 215
آخر دہر تک بقائے ابلیس کی حکمت؟ 217
بندوں کا امتحان 217
اسے اس کے سابقہ اعمال صالحہ.. 217
اسے مہلت اس لئے دی ہے تاکہ.. 217
اسے اس لئے باقی رکھا ہے تاکہ.. 218
انبیاء کی موت ان کی عزت افزائی کا ذریعہ.. 219
بنی آدم کو ہلاک و برباد کرنے میں 220
شیطان کس حد تک کامیاب ہوا ہے؟ 220
ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھایئے 222
شیطان سے فیصلہ کن معرکہ آرائی میں فتح کس کی؟ 222
شیطان کے ساتھ معرکہ آرائی میں مومن کے اسلحے 224
بیداری، ہشیاری اور احتیاط 224
کتاب وسنت کی پابندی 224
اللہ سے التجا کرنا اور اس کی پناہ میں آنا 226
ہمزات الشیاطین کا مطلب 227
استعاذہ کے چند مقامات کا ذکر 228
بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت استعاذہ 228
غصے کے وقت استعاذہ 228
جماع کے وقت استعاذہ 229
کسی منزل پر اترتے وقت استعاذہ.. 229
گدھے کے رینکنے کے وقت استعاذہ 230
تلاوت قرآن کے وقت استعاذہ 230
اس استعاذہ کی حکمت 230
بال بچوں کے لئے استعاذہ 232
استعاذہ کرنے والوں کے لئے سب سے اچھا تعوذ 233
شیطان کو مغلوب کرنے کا ایک آسان نسخہ 233
ایک شبہ 234
مسجد میں داخلے کے وقت استعاذہ 235
نماز میں وسوسہ پیدا ہوتے وقت استعاذہ 235
خواب میں ناپسندیدہ چیز دیکھنے پر استعاذہ 236
بیجا بحث وتکرار اور جھگڑے کے وقت استعاذہ 236
اللہ کے ذکر میں منہمک ہونا 237
جماعت المسلمین کے ساتھ جڑے رہنا 237
نماز باجماعت 238

فرقوں میں نجات کا راستہ جماعت ہے	238
سفر میں جماعت کی اہمیت	238
مجلس میں یکجائی اور اجتماعیت کا اہتمام	239
شیطان سے محفوظ رہنے میں ''بسم اللہ'' کے اثرات	239
جب جانور پھسل جائے	240
گھر سے نکلتے وقت	241
جماع کے وقت	241
بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت..	241
قرآن کی تلاوت سے بھی شیطان بھاگتا ہے	242
اس باب میں کچھ آیتوں کی تخصیص	242
سورۂ بقرہ	243
آیت الکرسی	243
اذان اور اقامت سے شیطان بھاگتا ہے	243
نماز میں صف بندی اور شیطان	245
سجود سہو اور شیطان	246
تشہد میں انگشت شہادت کا اشارہ	247
وہ اوقات جن میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے	248
وہ اوقات جن میں شیاطین منتشر ہوتے ہیں	248
قیلولہ	249
غروب آفتاب یعنی آغاز شب کا وقت	249
شیطانی منصوبوں اور پھندوں کی قلعی کھولنا	249
شیطان کی مخالفت	250
کھڑے ہو کر پانی پینے سے شیطان..	251
شیطان اور قیلولہ	251
فضول خرچی شیطانی کام ہے	251
یہ بھی فضول خرچی ہے	251
زمین پر گر جانے والا لقمہ اور شیطان	252
شیطانوں کی سواریاں اور شیطانوں کے گھر	252
جوئے میں استعمال ہونے والے گھوڑے..	253
جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے	254
جماہی لینا	254
توبہ واستغفار	255
شیطان کی گمراہ گری، رب کی مغفرت..	255
مگر شیطان کے اولیاء کا حال	256
اس التباس اور غموض کا خاتمہ کر دیجیے..	256
بھلی بات کرنے کی ہدایت	257
جنات اور اڑن طشتریاں	258
اڑن طشتریوں کے متعلق ہمارا فیصلہ	259
روحوں کو حاضر کرنے کا عمل..	261
امام ابن تیمیہ کے زمانے کا ایک جعلساز فرقہ	262
(قبقبق) کو اپنے دام فریب کا شکار کیا..	262
واسطہ بننے والا شخص فریبی اور عیار ہوتا ہے	263
پیشگی ساز باز	263
اس کام کے لئے جنوں اور شیطانوں کی مدد لینا	263
روحوں کی حاضری کا دعوی قدیم ہے	264
روحوں کی حاضری سے متعلق ایک ہمعصر کا تجربہ	264

تجربے کی ابتدا 265
فریب دہی کیسے شروع ہوئی؟ 266
موضوع میں ہونے والی پیش رفت 267
کون تھے وہ ملاقاتی؟ 267
میرے شعور کے بیدار ہونے کی ابتدا 268
حقیقت کا انکشاف 269
خاتمہ 270
ان تنظیموں کی سنگینی 271
یہ اللہ تعالیٰ سے آزادی کا شیطانی مشن ہے 271
یہ سب شیطانی کھیل ہے 273
کیا روحوں کو حاضر کرنا ممکن ہے ؟ 273
روح کو حاضر کرنے کے متعلق اسلام کا موقف ؟ 274
ایک شبہ اور اس کا جواب 275
اپنے پیروکاروں کو بے یارومددگار چھوڑ دینا 276
پیٹر گاڈوین نامی شخص کا قصہ 276
کہانی کی شروعات 277
عینی شاہدین کیا کہتے ہیں؟ 278
روحوں کا اعتماد کھودینے والے پیٹر گاڈوین.. 279
اس واقعے پر ہمارا تبصرہ 279
امام ابن تیمیہ اڑتے ہوئے آئے.. 280
دیگر مشائخ کی اڑان 280
شیاطین اپنی فطرت سے باز نہیں آتے 280
جنات اور علم غیب 281
غیب کی تعریف اور اس سے آگاہی کا شوق.. 282
غیب کی تعریف 282
انسان کے اندر غیب سے آگاہی کا اشتیاق.. 283
رسالتوں نے اس نفسیاتی طلب کی تکمیل کی.. 283
غیبی امور کے حصول میں رسولوں کا طریقہ 284
انسان اور معرفت غیب..؟ 286
علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے 287
اور یہ مفاتح الغیب وہی ہیں.. 287
کہانت وعرافت 287
مدعیان غیب کے القاب 287
غیبی امور کی معرفت کے لئے کاہنوں کے طریقے 289
شیطان سے کاہنوں کے تعلقات اور.. 290
عرافت اور کہانت کے نمونے 291
یونانیوں اور مصریوں کے کاہن 291
شیطانی وحی کے وقت طاری ہونے والی کیفیت.. 293
عربوں کے کاہن 294
کاہن لوگ علاج معالجے کا کام بھی کیا کرتے تھے 295
عربوں کی کاہنات 295
شق وسطیح کی خبریں 296
شاہ یمن کا خواب اور شق وسطیح کا امتحان 296
سطیح کی بیان کردہ تعبیر 297
شق وسطیح کی تعبیر میں یکسانیت 298
شیطانی وحی سے حاصل ہونے والے مصادر 299

خلیفہ معتصم کی شاندار فتح اور نجومیوں کی فضیحت 300
بغداد کے متعلق نجومیوں کی جھوٹی پیشینگوئی 302
قاہرہ کے متعلق بھی ایک جھوٹی پیشینگوئی 303
نجومی کے علی الرغم حضرت علی کا اقدام قتال.. 304
ایک اور جھوٹی پیشینگوئی 304
دنیا کے خاتمے کی پیشینگوئی 305
دور جدید میں بھی کہانت اور علم نجوم کا بول بالا ہے 305
یورپ کے دجال عربوں کی جیب خالی کرانے.. 306
امریکی صدر، ان کی بیگم اور کاہنہ جوان کو یگلی 306
اس دنیا میں دیوانے ہزاروں ہیں 306
الیکٹرونک نجومی 307
نجومیوں کی انجمن 308
عرب ممالک میں بھی نجومیوں کا سکہ چلتا ہے 308
نجومیوں کا بے بنیاد دعویٰ 308
کچھ پیشینگوئیاں جھوٹ اور فریب ثابت ہوئیں.. 309
دعوے ہی دعوے 310
پیشینگوئیوں میں سیاسی رجحانات کی ہمنوائی 311
سیاستداں اپنے سیاسی مفادات کے لئے نجومیوں 311
بعض اوقات کاہنوں کی باتوں کے سچ نکلنے کا راز ؟ 312
نصوص حدیثیہ میں ان قرآنی نصوص کی وضاحت 314
رسول گرامی کی نظر میں کاہن بے وقعت ہوتے ہیں 316
مدعیان غیب سے متعلق اسلامی احکام 317
کاہن اور عراف غیب نہیں جانتے ہیں 317
کسی کے متعلق غیب جاننے کا عقیدہ باطل ہے.. 318
کاہن کے پاس جانے والے کی نماز.. 318
کاہنوں اور عرافوں کی تصدیق کفر ہے 318
کاہنوں کے متعلق علماء اسلام کی آراء 319
کہانت کے نام پر عیاری اور ٹھگی.. 322
ایک نبی کے خط کھینچنے والی حدیث.. 323
عرافوں اور کاہنوں سے بطور امتحان سوال کرنا؟ 323
نجومی 324
ایک شبہ 324
جواب 324
شیطانوں کو عاجز کر دینے والا ایک دلچسپ قصہ 325
کاہن شیطان کے رسول اور پیغمبر ہوتے ہیں 326
ان کے متعلق امت کے فرائض وواجبات 327
جادو اور جادوگروں سے متعلق اسلام کا موقف 328
سحر (جادو) کی تعریف 330
نظر بندی اور تخییل 330
شیاطین کی مدد سے حاصل ہونے والا جادو 330
جادو کے حصول کے لئے ستاروں سے تخاطب.. 331
جادو کی حقیقت 332
منکرین تاثیر سحر کے دلائل 335
پہلی دلیل کا جواب 336
دوسری دلیل کا جواب 336
مثبتین کے دلائل 337

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں	337
حافظ ابن قیم رحمہ اللہ..	338
علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ..	339
قرآنی دلائل	339
جادو سیکھنے کے دو مصادر	341
جادو کی تاثیر مطلق نہیں ہے	345
مؤثر افعال دو طرح کے ہوتے ہیں	345
احادیث کے دلائل	346
عجوہ کھجور کھانے سے جادو سے حفاظت..	347
نظربد کے اثرات	347
نظربد کے شدید اثر کا ایک واقعہ..	348
نظربد کی تاثیر پر ابن قیم کی بحث	348
جادوگر شیاطین کی مدد لیتے ہیں	352
غیبی امور میں ایک مومن کا فریضہ	356
جادوگر اپنی جادوگری سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے؟	356
شیطان کی مدد شر پسندوں کو ہی حاصل ہوتی ہے	357
شیطان کی تان شرک پر ٹوٹتی ہے	359
شیطان بڑا مزاج شناس ہے	359
بتوں کے اندر بھی شیاطین بولتے ہیں	360
عالم ارواح کے نام پر دھوکہ	360
جھوٹے مدعیان نبوت پر شیاطین کا نزول..	360
پہلا مدعی جس نے نزول ارواح کا دعویٰ کیا تھا..	361
ابن عربی پر نازل ہونے والی روحیں	361
شیطانوں کی صلاحیتوں کا علم صرف..	361
شیاطین کا علم	362
شیاطین کچھ پیدا کرنے سے قاصر ہیں	364
شیاطین کی صلاحیتوں پر پھر سے ایک سرسری نظر	364
جنات کے اندر دوا اور علاج کی صلاحیت	364
شیطانوں کی عاجزی کے میدان	365
ایک شبہ اور اس کا جواب	365
جواب	365
سانپوں اور اژدھوں کا جادو..	366
کچھ الگ رائیں	366
اس کی دو دوسری تفسیریں	367
طہران کے آسمان پر خمینی کی تصویریں	367
پھر وہی بات کہ جن وشیاطین کی صلاحیتیں محدود..	369
جادو کے عمل میں جادوگر کا کردار	369
انسان جادوگر کیسے بنتا ہے؟	371
کچھ فریب خوردہ لوگ اور ان کے بے بنیاد دعوے	371
یہ سب شیطانی تدلیس وتلبیس ہے	373
حاصل مطالعہ	374
جادوگر کے اندر پائی جانے والی لازمی شرطیں	375
خود کو شیطان کے ہاتھ فروخت کردے..	375
تمام ادیان کا دشمن بن جائے	375
انسان ریاضت کے بغیر جادوگر نہیں بن سکتا ہے	376
اللہ کے کلام کو نجاست سے لکھنا اور شرکیہ منتر پڑھنا	376

دین کی بے حرمتی اور غلاظت پسندی	376
شیاطین کے پائے جانے کے مقامات	377
جادوگر نجس اور گندے رہتے ہیں	378
اولیاءِ شیطان کی پہچان	378
زنا اور قتل جیسے بھیانک جرائم کا ارتکاب	379
مہلک گناہ اور جنسی شذوذ	379
شیطان کے ساتھ اگریمنٹ	381
جادوگروں کا اظہار زہد وتقویٰ محض فریب ہے	382
ایک سابق جادوگر کا اعترافِ حقیقت	383
سحر مجازی یا مصنوعی جادوگری	383
سحر مجازی اور سحر تخییل کے درمیان فرق	383
سحر مجازی کے کچھ نمونے	385
ان پرندوں کا راز جو بیت المقدس کے قبے میں..	386
روشنی کا فریب	387
مقناطیس کا جادو	387
مریضوں کو شفا دینا	387
ایک قصہ حسین بن منصور حلاج کا..	388
زرنب نامی ایک حیوان کا افسانہ	391
مردے کو زندہ کرنے کا تماشا	391
بند برتن کے اندر دھواں بھرنے کا کھیل	392
جادوگر گورے چہرے کو سیاہ کردیتا ہے	392
مختلف رنگوں کا تماشا	393
وہ شعبدے بازی..	393
مقتول کو زندہ کرنے کا کھیل	394
ایسا ہی ایک اور کھیل	394
چلتی گھڑی کو روک دینے کا تماشا	394
کچھ اور تماشے	395
ایک بنگلہ دیشی جادوگر اور اس کے کرتب	395
دواؤں، غذاؤں اور کپڑوں کے خواص کا استعمال	396
لگائی بجھائی کرکے بگاڑ پیدا کرنا..	398
لگائی بجھائی کی تاثیر کا ایک قصہ	398
جادوگروں اور جادوگری کی زمینی حقیقت..	401
جادو اور جادوگری سے متعلق کچھ اہم باتیں	417
تاثیر سحر کے بیان میں بعض علماء کا افسوسناک رویہ	418
اسلام میں جادو اور جادوگروں کا حکم؟	419
اسلام میں جادو سیکھنے اور سکھانے کا حکم	419
مطلوب پر آیت کی دلالت کے وجوہ	420
سحر مجازی کا حکم	421
جادو سیکھنے کے وجوب یا استحباب کا قول	424
اس مذہب کے حامیوں کے دلائل کا خلاصہ	425
اس مذہب کے ماننے والوں کی تردید	425
نجوم سے وابستہ جادو کا حکم	429
غیر مسلموں کے یہاں جادوگر کی سزا	432
خازوق کی سزا	432
بطریق تشبیح موت سے دوچار کرنا	432
سب سے بھیانک اور وحشیانہ عقوبت	433

ایک لرزہ خیز عقوبت	435
جادو کے نام پر بے قصوروں پر ظلم	435
اسلام میں جادوگر کی سزا	437
دلائل	438
ساحر کے وجوب قتل کے دلائل	438
فریق دوم کے دلائل	442
عقوبت ساحر کے متعلق تحقیقی بات	443
ساحر کی توبہ	445
سورۂ بقرہ کی آیات سحر کی تفسیر	446
آیت کا شان نزول	447
قصہ ہاروت وماروت میں افسانوی باتیں	455
شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے ارشادات	459
دور جدید کی کہانت اور اس کی تطبیقات	463
امورِ غیبیہ میں وحی الٰہی سے رہنمائی لینے والے	464
امورِ غیبیہ میں عقلی گھوڑے دوڑانے والے	464
تاحیات ظلمتوں میں سرگرداں لوگ	465
عرفان یا باطنی معرفت	466
معرفت غنوصیہ (Gnosticism)	466
اشراقی معرفت	467
علم الاسرار یا سری معرفت	467
معرفت لدنیہ	468
علم حقیقت	468
اس علم کی تعریف	469
باطنی معرفت کا مصدر	469
خوابوں کی دنیا میں رہنے والے لوگ	472
حالت عرفان تک پہنچنے کے طریقے	473
دور جدید اور اس کے نئے فریب	474
باطنی عرفان سے حاصل معرفت کی تفسیر	475
علامہ ابن قیم کا ایک بصیرت افروز کلام	475
مصدر کی تعیین کا ضابطہ	476
یہ خود فریبی بھی کیا چیز ہے !!	476
شاخ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا	477
حصول علم سے کنارہ کشی کی دعوت	477
فریب خوردگی کی انتہاء	478
طریقۂ محمدیہ کی روشنی اور جہالت کے کرشمے	479
خبردار ! خبردار !	479
باطنی معرفت ابلیس کا ایک ہتھیار	480
قرآن فہمی کا نیا طریقہ یا الحاد وکہانت کی تازہ مہم ؟	480
نیا جال لائے پرانے شکاری	481
مشرق کے وثنی فلسفوں کی مقبولیت کے اسباب	483
مشرقی فلسفوں کو فروغ دینے والے مغربی ادارے	484
مغرب میں منظم روحانی تحریکوں کا دور	485
تحریک کا مقصد	485
امریکا کا ایسالن انسٹیٹیوٹ	487
تحریک عصر جدید	487
ٹریننگ اور علاجی پروگراموں کی کثرت	490

مشرقی فلسفیانہ معتقدات کے نمایاں اصول وقواعد 493
اس بات کا اعتقاد کہ وجود کی اصل "ایک کلی" ہے 493
(ین / یانگ) کا اعتقاد.. 495
عناصر خمسہ اور ان کی کونی تاثیرات کا اعتقاد 497
جسم اثیری (Astral body) کا اعتقاد 499
توانائی کے فلسفے میں چکروں کی اہمیت 500
منتروں کی اہمیت 501
چکروں کی تعداد میں اختلاف 501
جسم اثیری اور چکروں کی شرح 502
شراب سے پہلے سرور 502
بے بنیاد فلسفہ اور فکری انارکی 503
عقل اور جسم سے آزادی ہی غایت حیات ہے 504
فکری توانائی کا ضیاع اور بے فیض سرگرمیاں 504
بلند بانگ دعوے اور بہلاوے 504
خوابوں اور فریب کی دنیا 505
اصطلاحات سے دھوکہ 506
بے خودی بے سبب نہیں غالب 506
وثنی فلسفوں کو مسلمان کرنے کی کوشش 507
فلسفی اصولوں کے حامل تدریب کے پروگرام 508
یہ وہی فلسفیانہ توانائی ہے 509
توانائی پر ایمان ناگزیر ہے 510
ایمان وعقیدے سے بے نیازی کی تحریک 511
مشرکانہ فلسفوں کی سائنسی تفسیریں 512
مغالطہ 512
تحولی وعمیق تنفس کا پروگرام.. 514
خالق کائنات سے قربت کا خودساختہ ذریعہ 515
اس وقت کی باتیں جب ماں کے پیٹ میں تھے 515
تربیت لینے والی ایک محترمہ کا تجربہ 515
ماورائی استغراق ومراقبہ (گیان دھیان) 516
ماورائی طریقۂ مراقبہ کا موجد 517
مراقبے کا طریقہ اور مزعومہ نتائج 517
ریکی Reiki 518
ریکی اور وحدت الوجود کا عقیدہ 519
ریکی کا موجد 520
پھر یوسوی گرو بن گیا 520
شفا اور علاج کی معجزانہ قوت کا دعویٰ 520
ریکی ہر درد کی دوا ہے 521
مسلم ٹریزوں کی فریب دہی 521
میکروبیوٹک Macrobiotic 522
میکروبیوٹک کی کرامات کے تشہیری دعوے 522
میکروبیوٹک کی مشہور علمبردار (مریم نور)... 523
یہاں بھی اسی مشرکانہ توانائی کا راج ہے 523
کراماتی غذاؤں کے ساتھ فلسفے بھی کھائیے 523
یوگا Yoga 524
تائی جی قوان Taijiquan 527
قی گونگ Qigong 528

فنگ شوئی : Feng Shui 530
توانائی کے حصول کے لئے مقررہ اصول 531
عالم عرب پر بھی جدیدیت کا نشہ طاری ہے 532
ہونا : Huna 533
پرانا سے علاج : Pranic Healing 534
رنگوں سے علاج 536
نفیس پتھروں اور کریسٹل سے شفاء طلبی 537
پتھروں کی تاثیر ایک مشرکانہ عقیدہ 537
ہر پجاری کا اپنا بت ہر قسمت کا اپنا ستارہ 538
پتھروں کا سب سے اہم وظیفہ 538
میرے صنم تیرے صنم جدا جدا 539
حجر پرستی پر سائنس کا غلاف 539
اہرامی توانائی سے استشفاء وعلاج 539
رنگا رنگ ہرم کے رنگا رنگ کرشمے 540
گرافولوجی : Graphology 541
اعصابی لسانی پروگرامنگ کے کورسس 543
خط الزمن (وقت کی لکیر) سے علاج 545
وہمی لوگ اور وہمی طریقے اور پاگلوں کی جنت 546
آگ کے انگاروں پر چلنا 547
نفسیاتی آزادی کا پروگرام 548
وہی وہمی توانائی اور گھسے پٹے فلسفے 549
گرو کے آگے چیلے کے اجتہادات 549
امراض کا فلسفیانہ نقطۂ نظر 549
نقلی علاج کا اثر 549
تحقیق کا نتیجہ 551
گمراہ کن فلسفہ، مبالغہ آمیز تصورات اور.. 552
پیرا سائکالوجی اور اس سے متعلق علوم 556
دنیا میں پیرا سائکالوجی پر ریسرچ کے مراکز 557
سائنسی دنیا نے ان کے علمی دعووں کو مسترد کر دیا ہے 558
یہ وہی کھوٹے سکے ہیں جو رد کئے جا چکے ہیں 559
غیبی موثرات کی معرفت.. 559
انسانوں سے فرشتوں کا رابطہ 560
اعمال کی نگرانی اور نامۂ اعمال کی ترتیب 560
نگہبانی اور حفاظت 560
روح قبض کرنے والے فرشتے 560
جن وشیاطین اور انسان 561
اللہ عز وجل کے حکم سے انسان کی مدد کرنا 562
بلاواسطہ اعانت 562
اللہ کی فوجیں 562
ملائکہ بھی اللہ کے فوجی ہیں 562
بندوں کے لئے جنوں کی تسخیر... 563
جنات کی رضا کارانہ امداد 563
مومن اور کافر 563
اعانت کے مختلف رنگ اور مختلف مقاصد 564
موضوع سے متعلق اہم باتیں 564
اس حقیقت کو گرہ سے باندھ لیجئے 565

ان کا مادی شکل میں ظاہر ہونا 565
ایک اہم نکتہ 566
فتنوں سے حفاظت میں علمی بصیرت کی اہمیت 568
الہام ووسوسہ 568
الہام اور وسوسے کے درمیان تفریق کا پیمانہ ؟ 569
غیب پر ایمان رکھنے والوں کی امتیازی شان 569
غیب پر ایمان نہ رکھنے والوں کا علمی افلاس.. 570
قوائے نفس (نفس کی قوتوں اور طاقتوں) کا اعتقاد 571
انسان کی متنوع قوتیں 571
پچھلی نسل بھی گمراہی میں اگلی نسل کی روش پر 572
مزعومہ قوتوں اور ادعائی واقعات کی حقیقت 573
اسلامی تعلیمات میں درست رہنمائی موجود ہے 574
عقل باطن کا اعتقاد 574
اپنے ماننے والوں کے نزدیک باطنی عقل کی حقیقت 576
جونگ کا نیا تصور 576
باطنی عقل کی مزعومہ صلاحیتیں 577
اس سراب کے پیچھے بھاگنے والوں کی کثرت 578
اٹکل کو علم اور شریعت کا جامہ پہنانے کی کوشش 578
جسم اثیری کا اعتقاد 580
جدید وثنی اداروں کی سرگرمیوں کے اثرات 580
ستاروں کی تاثیر یا کونی توانائی کا اعتقاد 583
تدبیر کائنات کی خودساختہ تفسیریں 584
باطل عقائد اور خرافات کی نشر واشاعت... 585
علاج کے نام پر گمراہی کی تجارت 588
گھروں کی روحانی ترتیب کا فریب 588
ایمانی بصیرت کے فائدے.. 588
نتیجہ بحث اور حاصل کلام 591
نحوست اور بدشگونی 594
تطیر وتشاؤم کی تعریف 594
ہر قوم میں بدشگونی کے اپنے اپنے انداز ہیں 595
ہندوستان بھی بدشگونی میں کسی سے پیچھے نہیں 596
بدشگونی اور بدفالی کی سنگینی 599
ذہن میں کوئی بدشگونی کی بات آہی جاتی ہے ؟ 600
بدشگونی کسی درست بنیاد پر قائم نہیں ہوتی ہے 602
دنوں اور گھڑیوں کو منحوس سمجھنے کے متعلق.. 603
بدشگونی کا علاج 604
ایک صحیح دعا اور کفارہ 605
نحوست تین چیزوں میں ہے 605
علامہ نووی کا ارشاد 606
قاضی کی رائے 607
بدشگونی اسی کو لاحق ہوتی ہے جو اس کا قائل ہوتا ہے 607
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق 607
دوسرے گروہ کی رائے 609
موضوع زیر بحث میں علامہ البانی کی رائے 611
نحوست کے پیش کردہ نمونے 613
گھر چھوڑ دینے والی حدیث کے متعلق.. 613

مذکورہ حدیث کے متعلق ابن القیم کی شرح	614
منحوس طیارہ (ہوائی جہاز)	616
منحوس کار	616
نحوست زدہ محل	617
کسی چیز میں بدشگونی کا خیال باطل ہے	618
ایک ایسی دعا جو ان تینوں کی نحوست کو..	619
فال	619
فال اور بدشگونی میں فرق	621
بدشگونی سے متعلق ابن قیم کے اہم ارشادات	621
قصہ ایک توہم پرست حاکم کا	623
ابوالقاسم زجاجی فرماتے ہیں	624
ابتلاء وآزمائش	625
ابتلاء کا لغوی واصطلاحی معنی	626
ابتلا وآزمائش کی دو قسمیں ہوتی ہیں	627
تکلیف دہ چیزوں سے آزمائش ضرور ہوگی	627
مصیبتوں کے فائدے	628
مصائب کے ذریعہ مومن کے صبر کا امتحان..	628
ان سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ انسان کمزور ہے	628
مصیبتیں گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں..	628
آدمی دنیا ہی کی طرف نہ جھک پڑے	629
مصائب اور آزمائشوں کی ایک عظیم ترین حکمت	629
کبھی غموں پر ثواب ملتا ہے اور کبھی غم مذموم ہوتا ہے	630
آزمائش اللہ کی سنت ہے	631
شیخ سعدی کی تفسیر	631
مصیبتوں میں خاص اجر ہوتا ہے	632
مصیبت کے بعد نعمت قابل قدر ہوتی ہے	632
مصیبتوں سے نعمتوں کی تذکیر ہوتی ہے	633
مصیبت غفلتوں کا خاتمہ کرتی ہے	633
بلاؤں سے اخلاص کا امتحان ہوتا ہے	634
مصیبتوں سے حصول اجر کا موقع ملتا ہے	634
مصیبتیں باہمی تعاون کا موقع فراہم کرتی ہیں	635
مومن کی زندگی میں صبر کی اہمیت	636
صبر کا لغوی معنی	636
صبر کا اصطلاحی معنی	636
صبر کی قسمیں	637
صبر کے درجات	638
قرآن وسنت میں صبر کی فضیلت اور اس کی ترغیب	639
صبر کی منافی چیزوں سے باز رہنے کا حکم	640
اس آیت پر خصوصی تدبر	640
مصابرہ	640
مصابرہ کے متعلق علماء کے اقوال	641
سنت نبوی میں صبر کی فضیلت اور ترغیب	644
حدیث کی شرح	645
اچانک ٹوٹ پڑنے والی مصیبت کا رنگ	646
بینائی جانے پر صبر	646
ابن بطال کی شرح	647

مومن کے ہر معاملے میں بھلائی ہے 647
ابن عثیمین کی شرح 647
صبر کے متعلق سلف کے اقوال 649
ایمانی بصیرت ایسی ہوتی ہے 649
بلاؤں پر صبر کے متعلق قرآنی اخبار وہدایات 650
ابتلا وآزمائش کے ہر رنگ پر صبر کی تعلیم 650
موت ایک اٹل حقیقت ہے 650
نیکی اور تقویٰ کے خود ساختہ تصورات 651
رسول رحمت کی دلجوئی.. 651
باطل کی ہیکڑی وطنطنے 652
صبر مومن کا ہمہ وقتی اور دائمی ہتھیار ہے 653
ثبات قدمی، کثرت ذکر، اطاعت اللہ ورسول 653
پیر کنعاں کی روداد غم 653
جب خلیل اللہ کے اس پوتے کو.. 654
انبیاء اور ان کے ماننے والوں کو سدا فتنوں کا سامنا 654
امام کائنات کو دنیا کی حقیقت سمجھائی جا رہی ہے 656
حج، قربانی، ایک الہ کی بندگی.. 656
اقامت صلاۃ کے ساتھ امر بالمعروف ونھی عن المنکر 657
اس یقین کے ساتھ صبر کرو کہ اللہ کا وعدہ حق ہے 657
آپ کا کام صبر ہے سو کئے جایئے 657
آزمائش بہر حال ہو کر رہے گی 658
عمل اللہ تعالیٰ کو بہر صورت مطلوب ہے 658
بڑوں کی ابتلا وآزمائش میں بڑا نمونہ ہے 659
سب سے شدید بلاؤں کا سامنا انبیاء کو ہوتا ہے 659
سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام 660
شر پسندوں کا استہزا 660
تکذیب اور دیوانگی کا طعنہ 661
تہدید اور دھمکی 661
اس ابتلاء کا سبق 661
بیوی کی نافرمانی 662
اولاد کی سرکشی 662
بیٹے کو بچانے کی التجا پر اللہ تعالیٰ کا عتاب 663
صبر اپنی انتہا کو پہنچا.. 663
ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام 664
سب سے پہلے گھر کی مخالفت کا سامنا.. 664
آتش کفار رب کے خلیل پر گلزار ہوئی 665
ایک خدائی خوار سے مناظرہ اور حق کی فتح 665
اللہ کے لئے ہجرت اور ترکِ وطن 666
ایک اور امتحان اور نیک بیوی کی کرامت 667
بیوی بچوں کو بیابان میں چھوڑ دینے کا حکم الٰہی 667
آزمائشوں میں ثبات قدمی.. 668
حضرت موسیٰ علیہ السلام 669
ولادت سے پہلے قتل کا فرمان.. 669
قومی بے بسی کا المناک ماحول 670
غیر ارادی خطا پر ملک سے فرار کی مجبوری 670
بے داغ شباب اور بیمثال قوت.. 670

آگ لینے گئے اور پیمبری مل گئی..	671	فتنوں کے نقیب	686
جب لاٹھی سانپ بن گئی	671	بلند حوصلہ داعی	687
بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا	671	نیک نامی رہائی سے زیادہ عزیز	687
حجت کے باوجود سرکار دربار کے مظالم..	672	مثالی اعلیٰ ظرفی اور انوکھی کشادہ دلی	688
غایت درجہ الجھی ہوئی نفسیات کی قوم..	672	امام الانبیاء محمد بن عبداللہ علیہ الصلاۃ والسلام..	688
حضرت ایوب علیہ السلام	673	بچپن اور یتیمی کا درد	688
آشائسوں کے اعلیٰ ترین ماحول سے..	673	جوانی اور اخلاقی رفعت	688
شیطان کی چالیں	677	روحانی خلا کا احساس اور غارِ حرا کی خلوتیں	688
حضرت ایوب پر سونے چاندی کی برسات	679	رفیقہ حیات خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	689
خدمت کا بدلہ کوڑے نہیں ہوتے..	679	جگر گوشۂ آمنہ کے سر پر امامت کبریٰ کا تاج	689
حضرت یونس علیہ السلام	680	سید البشر کی کڑی آزمائش	690
عذاب ٹالنے کی کامیاب تدبیر	680	دعوت وتبلیغ کی خارزار راہیں	690
برگزیدہ قیدی اور انوکھا قید خانہ	681	عزیز ترین ہستیوں کی وفات کا غم	691
ندامت اور فریاد	681	حرب وضرب اور رزم گاہوں کے امتحان	691
مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت	682	کافروں کی یلغاریں اور منافقوں کی سازشیں	692
اس دعا کی خاص فضیلت	682	ایک رؤوف ورحیم مربی	692
اگر وہ تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے..	683	جان لیوا حملوں کی سازشیں اور بیماریاں	692
یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے	684	عبودیت کا وہ مقام بلند جہاں تک..	692
حضرت یوسف علیہ السلام	684	مومن کی زندگی میں عقیدہ قضاء وقدر کی اہمیت	693
حسد کی کارفرمائی اور دل نازک..	684	ندامت اور توبہ	695
اور یوسف بازارِ مصر میں بک گئے..	685	مومن کے لئے راہ عمل	695
پدر کی آنکھوں کا تارا چشم زلیخا کا نور..	685	شیطانی چالوں کے ہزار رنگ	695
اور ایمان جیت گیا	685	ایک جامع حدیث اور اس کی شرح	696

خوئے تسلیم ورضا پیدا کر 697
فوت شدہ چیزوں پر حسرت کے بجائے.. 698
خیراور ثواب کی راہیں بہت ہیں 700
اسلام کی نگاہ میں قضاء وقدر کی حقیقت 701
تقدیر پر ایمان کے ارکان یا درجات 701
لغوی اعتبار سے قضاء وقدر کا معنی 703
شرعی اعتبار سے قضاء وقدر کی تعریف 703
کیا قضاوقدر کے درمیان کچھ فرق بھی ہے ؟ 703
دین میں ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) کا مقام 704
تقدیر پر ایمان کے ارکان 704
مرتبۂ علم 704
مرتبۂ کتابت 705
مرتبۂ ارادہ ومشیئت 705
مرتبۂ خلق 706
تقدیر کے مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑانے.. 706
عقیدۂ قضاوقدر پر ایمان کے اثرات 707
تقدیر پر ایمان عمل ونشاط کا محرک 708
خلاف حقیقت پروپیگنڈہ 708
حقیقت قضاوقدر سے ناواقفیت 708
داخلی اسباب میں سے ایک سبب 708
تقدیر پر ایمان رکھنے والے سلف کے کارنامے 709
تقدیر پر ایمان کا مطلب ترک اسباب نہیں 709
تقدیر کے مسئلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت 711
ایمان بالقدر نے صحابہ وتابعین کو معزز کیا 711
یہ ایمان نہیں جہالت اور کج فہمی ہے 712
تقدیر پر ایمان سے اپنی حیثیت کی شناخت ہوتی ہے 712
تقدیر پر ایمان بے اعتدالیوں سے بچاتا ہے 712
ایمان بالقدر بہت سی مذموم خصلتوں سے بچالیتا ہے 713
ایمان بالقدر شجاعت اور عزیمت پیدا کرتا ہے 714
مگر منافقوں کا نقطۂ نظر الگ ہوتا ہے جو انھیں.. 715
مومن معاملہ فہم، سچا اور کھرا ہوتا ہے 716
صحابہ کی تربیت ایمان بالقدر پر ہوئی تھی 716
ایمان بالقدر سے استقامت پیدا ہوتی ہے 718
تقدیر پر ایمان رب سے رشتہ مضبوط کردیتا ہے 718
رب سے معافی مانگنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے 718
ایمان بالقدر سے اعلان حق کی جرأت پیدا ہوتی ہے 718
توکل علی اللہ اہمیت وحقیقت 720
توکل کا لغوی معنی 720
توکل کا اصطلاحی معنی 722
اسباب کو بروئے کار لانا توکل کے منافی نہیں ہے 722
توکل اور اتکال وتواکل کے درمیان 723
توکل وتفویض کے درمیان 725
توکل اور ثقہ کے درمیان 726
قرآن کریم میں وارد مقامات توکل 727
أنبیاء علیہم السلام کے توکل کے نمونے 729
اللہ پر اعتماد کامل کا اظہار 730

مجھے اللہ بچائے گا	730
غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے	730
حضرت ہود علیہ السلام کا توکل	731
حضرت نوح علیہ السلام کا توکل	732
حضرت یعقوب علیہ السلام	732
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت ایمانی اور توکل	733
مومن آل فرعون کے متعلق ارشاد ہوتا ہے	733
جب موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنا معاملہ..	734
توکل کے فوائد وثمرات	734
اللہ کی مدد	734
شیطان رجیم سے حفاظت	734
شجاعت وجوانمردی	735
مجھے عرش والے سے حیا آتی ہے	735
رزق کی ضمانت وکفالت	735
صدق ایمان کی دلیل ہے	736
اللہ تعالیٰ کی کفایت وحمایت کے حصول کا ذریعہ ہے	736
کس نے اس پر توکل کیا اور وہ... ؟	737
توکل کرنے والوں کو محبت الٰہی کا حصول ہوتا ہے	737
توکل کا سب سے عظیم ثمرہ تو اللہ کی جنت ہے	737
توکل صرف اللہ ہی پر کیا جاتا ہے	739
توکل اور اسباب کے متعلق کچھ اہم باتیں	739
توکل اسباب کو بروئے کار لانے کے منافی نہیں ہے	739
اسباب کو بروئے کار لایا جائے...	740
اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ...	740
صلاۃ استخارہ اہمیت اور حقائق	741
صلاۃ استخارہ کی اہمیت کے تین خاص پہلو ہیں...	743
استخارہ کی اہمیت پر ابن قیم کا بصیرت افروز کلام	745
صلاۃ استخارہ کا طریقہ اور اس کی دعا	746
دعا استخارہ کب پڑھی جائے ؟	748
استخارہ کن چیزوں میں کیا جائے ؟	748
دوسرے کی طرف سے صلاۃ استخارہ پڑھنے کا حکم	749
استخارہ کے بعد خواب طلب کرنے کا ایک بدعتی طریقہ	749
اوہام، وسوسوں، اور ضعف توکل کی سنگینی	752
عقیدے کے مسائل پر اہم ترین حدیث	754
ایک قابل تدبر دعا	757
بیماریوں کے دور کرنے میں اللہ سے قلبی تعلق کا اثر	763
جادو اور خبیث روحوں کا اثر کمزور لوگوں پر ہوتا ہے	763
رسول اکرم پر ہونے والے جادو کے ذریعہ اعتراض	765
مزید کچھ باتیں جو قابل توجہ ہیں	765
دماغی دورہ اور اس کے اسباب	766
دماغی دورے کے اسباب...	766
حافظ ابن حجر کے نزدیک صرع کی تعریف	767
جنوں کے اثر سے صرع کا ثبوت	767
سنت کے دلائل	769
حافظ ابن حجر کی نظر میں ام زفر کا دورہ...	770
جن زدگی کی صریح دلیل	770

جن زدگی کی دوسری دلیل 771
صحابی کی شرح حدیث سے جن زدگی کا ثبوت 772
عقلی دلائل 773
اہل یورپ کے نظریات میں انحراف کی وجہ 774
(دماغی دوروں) اور بیماریوں کے طبی اسباب 774
صرع (دماغی دورے) کی دو قسمیں ہیں 774
جنوں کی طرف سے ہونے والے صرع کے اسباب 775
جنوں کو انسانوں پر مسلط ہونے کا موقع... 775
حالت غضب 776
جہاں تک خوف کی بات ہے 776
خوف کب محسوس ہوتا ہے 777
مافوق الاسباب طور پر کسی خفیہ چیز سے ڈرنا 777
خوف کی مشکل کے لئے دواء شافی 777
خوف کا ایک سبب گناہ اور معصیتیں بھی ہوتی ہیں 779
ایمانی قوت شیطان کو کمزور کر دیتی ہے 780
کافر اور مومن کے شیطان کا فرق 781
شیطان کو مغلوب کرنے کا شرعی طریقہ 782
مومن سے شہوتوں میں غرق ہو جانے کا اندیشہ نہیں 782
دل کی اہمیت 783
اسی لئے ابتلا و آزمائش کا مقام دل ہی ہوتا ہے 783
شیطان کو انسان پر داخلہ کیسے ملتا ہے؟ 786
شیاطین اہل بدعت کے ساتھ خوب کھیلتے ہیں 787
دماغی امراض کے چند مادی اسباب 789
چند بیماریوں کی تفصیلات جن میں 790
حد سے بڑھا ہوا رنج وغم (Depression) 790
ڈپریشن کی علامات 790
ڈپریشن کے اسباب 791
خارجی اسباب 791
داخلی اسباب 791
قلق، بے چینی اور پریشانی کی مسنون دعائیں 792
طبی معالجہ 794
قلق واضطراب (Anxiety) 794
قلق (Anxiety) کی علامتیں 795
قلق کے اسباب 795
اللہ کا ذکر، اہمیت اور مفہوم 796
قلق کا علاج 796
خوف اور اس کا علاج 796
روزی کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے 796
مارنے والا اللہ ہے اور موت کا وقت مقرر ہے 797
خوشحالی اور بدحالی اللہ ہی کے ہاتھ ہے 797
چاہتوں کی تکمیل کے فطری تقاضے 797
قلبی سکون اور اطمینان کے شرعی ذرائع 798
ہسٹیریا (Hysteria) 798
بغاوت کے رجحانات 799
الکٹرونک گیمس دماغی دورے کا سبب بنتے ہیں 799
طبی دوروں کے مریضوں کو نمایاں کرنے والی علامات 800

سب سے خطرناک بیماری جو اکثر لاعلاج رہتی ہے 801
وہم کے متعلق ایک دوسرے ماہرِ فن کا بیان 803
اس جادو کے کھولنے کا طریقہ... 803
کھانے پینے میں کئے گئے جادو کا ازالہ 805
اس مسحور کے جادو کا ازالہ جس پر طلسمات... 806
مزید کچھ نفسیاتی بیماریوں اور ان کے اسباب کا بیان 807
نفسیاتی امراض کے اسباب 808
مہیا یا مستعد عوامل 808
معجّل عوامل 808
جسمانی عوامل 808
نفسیاتی عوامل 808
معاشرتی عوامل 809
مزمن اور استمراری عوامل 809
نفسیاتی امراض کیسے پیدا ہوتے ہیں ؟ 809
نفسیاتی بیماریوں کے کچھ عمومی اعراض اور علامتیں 810
انشقاق نفسی اور ذہنی امراض 811
انشقاق نفسی یا جنون المراہقہ کے اعراض 811
شدید مغالطے اور واہمے (Delusions) 812
مظلوم ہونے کے واہمے 812
عظمت کے واہمے 812
مرجعیت کے واہمے 812
ادراک حسی کا اضطراب (Hallucination) 812
سلوک میں اضطراب 813
خبط ، سنک (Mania) 813
خرف (مخبوط الحواسی یا سٹھیایا) Dementia 814
خرف کے اعراض 814
هذیان (Delirium) : سرسام 815
ہذیان (Delirium) کے اعراض 815
صرع (Epilepsy) 816
ایک اعصابی بیماری... 816
صرع کی قسمیں 817
وسواس قہری 818
وسواس قہری کے اعراض 819
وسواسی افکار (Obsessive thoughts) 819
قہری افعال یا معمولات (Compulsion) 819
دہشت یا وحشت (Phobia) 820
فوبیا کی اساسی طور پر تین قسمیں ہیں 820
نشے کی لت اور عقل پر اثر ڈالنے والی اشیاء کا غلط استعمال 821
جنسی تشخص کا اضطراب 821
طب نفسی کے وسائل علاج کا استعمال 822
دوا (Drug) 822
انٹی ڈپریشن (دافع رنج دوائیں) 823
مزاج میں استحکام اور توازن پیدا کرنے والی دوائیں 824
دافع قلق دوائیں(anti anxiety drugs) 824
نفسیاتی امراض کے علاج کا شرعی حکم 826
غیر دوائی نفسیاتی معالجے 828

برقی تحریک کے ذریعہ علاج	829
برقی علاج سب سے مامون طریقہ علاج ہے	830
شرعی اعتبار سے جائز ہے...	830
اس طریقہ علاج کے مریضوں کو فوری امداد کی ضرورت	830
برقی علاج کو (داغنے) والے علاج پر قیاس نہیں کیا جا سکتا	831
نفسیاتی علاج	831
نفسیاتی علاج (Psychotherapy) کا شعبہ	831
نفسیاتی علاج کی تعریف	832
نفسیاتی علاج کے مقاصد	832
نفسیاتی علاج کے طریقے	833
نفسیاتی علاج کا شرعی حکم	833
چند قابل توجہ باتیں	833
مفید اور غیر مفید میں تمیز	834
نفسیاتی تجزیہ کی قابل اعتراض باتیں	834
سیگمنڈ فریڈ کے طریقہ علاج کا سقم	834
علاج میں پائی جانے والی شرعی مخالفتوں سے گریز	834
علاج میں منصوص طور پر حرام چیزوں سے اجتناب	835
موسیقی کے ذریعہ علاج	835
میوزک کے ذریعہ علاج کے متعلق ابن باز کا فتوی	836
سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ	837
مقناطیسی تنویم کے ذریعہ علاج	837
مقناطیسی تنویم کی تعریف	837
طریقہ تنویم	839
مقناطیسی تنویم کے ذریعہ علاج کا شرعی حکم	839
علامہ البانی کے فتوے میں مقناطیسی تنویم کا ذکر	840
تنویم مقناطیسی کے متعلق ڈاکٹر خالد کا فتوی	842
طبی تنویم میں کوئی حرج نہیں مگر نام بدل دینا چاہیے	843
دماغی آپریشن کے ذریعہ علاج	844
آپریشن سے علاج کا شرعی حکم	844
اسباب کا استعمال اور اس کی شرطیں	845
لغوی اعتبار سے سبب کا معنی	845
سبب کا اصطلاحی معنی	845
کسی بھی سبب کی تین حالتیں ہوتی ہیں	846
ان اسباب کی مثالیں جو شریعت میں حرام ہیں	846
اسباب کے متعلق بعض علمائے امت کے اقوال	851
اسباب کا ایک شرک	852
امراض کے متعلق شرعی نقطۂ نظر اور دوا علاج کا حکم	853
مرض کی تعریف	856
امراض کی قسمیں	856
دلوں کی بیماری کی دو قسمیں ہیں	856
ایک مسلمان کے نزدیک مرض کی کیا حیثیت ہوتی ہے	858
سزا دنیا ہی میں دے دینا اللہ کی رحمت کا مظہر ہے	859
بیماریاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں	859
بیماری رتبے اور درجے کا سبب ہے	862
دوا علاج کا حکم	863
طب کی قسمیں	865

دلوں کا طب اور ان کا علاج	865
طب جسمانی	865
دوا علاج کا شرعی حکم	865
دعا سب سے نفع بخش علاج ہے	866
بلا کے ساتھ دعا کے تین حالات ہیں	867
جو دعا سے علاج کا منکر ہے اسے دوا سے بھی...	868
قرآنی آیات اور سورتوں کے خواص	869
خواص کا لغوی معنی	869
خواص کی اصطلاحی تعریف	869
خواص قرآن اور فضائل قرآن میں باہمی تعلق	870
خواص اور خصائص کے درمیان فرق	871
قرآنی خواص کی انواع	872
خواص کی عمومی انواع	872
اسماء وحروف کے خواص	872
اعداد کے خواص	873
معدنیات کے خواص	873
نباتات کے خواص	873
اقلیموں اور ملکوں کے خواص	873
کواکب اور برجوں کے خواص	874
قرآن کریم کے خواص	874
قرآنی خواص کی قسمیں	874
قرآنی خواص پر تحریر کردہ کتابیں	874
علاج میں قرآن کریم کے خواص سے استفادہ	886
قرآن کریم کے خواص توقیفی ہیں یا اجتہادی	886
علامہ البانی کی ایک بصیرت افروز تحریر	902
نصیحت	906
آخری بات	907
چلتے چلتے...	912

پیش لفظ

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد خاتم النبيين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔ أما بعد!

امت کی اصلاح؛ سعادت مندی کا عظیم عمل، رضاء الٰہی اور نجاتِ دارین کا ذریعہ ہے، اسی کے لئے انبیاء مبعوث کئے گئے، کتابیں نازل کی گئیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا نظام مقرر کیا گیا، وارثین انبیاء، علماء حق اور مصلحین کا سلسلہ قائم ہوا، تاکہ علم نبوت یعنی کتاب وسنت کے نور سے شرک وبدعت، اوہام وخرافات کے ساتھ ہر طرح کی اعتقادی وعملی تاریکیوں کو دور کرنے کا کام کریں۔ **"يَحمِلُ هذا العِلمَ مِن كلِّ خَلَفٍ عُدُولُه، ينفُونَ عنه تحريفَ الغالِين، وانتحالَ المُبطِلِين، وتأويلَ الجاهلِين"۔**

علماء کو بصیرت وفراست، دردمندیِ خلق الٰہی، جذبۂ اصلاح ودعوت اور خشیت وانابت میں اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے، وہ حق وباطل بخوبی گہرائی سے پہچانتے ہیں، اسی لئے حق سے میلان وانحراف کے حالات میں وہ ثابت قدم اور سلامت رہتے ہیں، ان کی حیثیت علم ویقین میں پہاڑ جیسی ہوتی ہے، جو ہر طرح کے طوفان میں اپنی جگہ ثابت اور اٹل رہتا ہے، شبہات کی موجیں بھی انہیں شکوک واضطراب میں مبتلا نہیں کرسکتیں۔

علماء ہر زمانے، ہر قوم میں رہے اور قیام قیامت تک رہیں گے، وہ دلائل وبرہان کی قوت سے غالب رہیں گے اور برابر فساد وبگاڑ میں اصلاح ورہنمائی کا کام کرتے رہیں گے: **" لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللَّهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ"۔** (صحیح مسلم: ۱۰۳۷)

علماء کتاب وسنت کے ساتھ سلف کے عقیدہ ومنہج، ان کے علم وعمل کا گہرا علم رکھتے ہیں، وہ کتاب وسنت کو صحابہ اور ان کے سچے متبعین کے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں، قرآن انہیں کی زبان میں اترا اور قرآن اپنے پورے تقاضوں کے ساتھ جن کی زندگی میں ڈھل گیا تھا ان سے براہ راست فیض لینے والے تھے، اسی لئے ہر دور کے ائمہ ومصلحین دین کے ہر مسئلہ ومعاملہ میں جو طریقہ سلف نے اختیار نہیں کیا اسے اختیار کرتے ہیں نہ ہی قبول کرتے ہیں، امت کی اصلاح کے لئے ان کا موقف دو ٹوک ہوتا ہے، جس طریقے سے امت کے اولین کی اصلاح ہوئی تھی اسی طریقے سے بعد والوں کی بھی اصلاح ہوسکتی ہے۔ **"لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها"۔**

علماء اثبات نے عقیدہ ومنہج میں اصلاح اور دعوت الیٰ اللہ کے لئے کوئی نیا طریقہ، نئی شکل اختیار کرنا تو دور کی بات اس کا

نظریہ بھی مسترد کردیا، حتی کہ امت کو دوبارہ سربلندی اور غلبہ حاصل ہو اس کے لئے بھی علماء نے بدلائل کتاب وسنت اسلام خالص اور سنت کی طرف رجوع کو لازم ٹھہرایا ہے۔

موجودہ دور میں بہت سارے فتنوں کے ساتھ جن وشیاطین، نظربد، جادو، ٹونا کی دہشت اور خوف عام کیا گیا اس کے لئے نت نئے طریقے نکالے گئے، جب کہ یہ ہر دور کا مسئلہ رہا ہے، ہر دور میں ان کا وجود، ان سے حفاظت، ان سے نجات کا چیلنج رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان فتنوں سے بچنے اور نکلنے کا وہی طریقہ صحیح، موثر اور کامیاب ہے جسے قرآن وسنت نے دیا ہے، جسے ہمارے اسلاف اور علماء ربانیین نے اختیار کیا۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ شیاطین کے اثرات، سحر اور نظربد وغیرہ کے علاج کے نام پر امت میں غیرمسلموں تک کا طریقہ اور دورجاہلیت کی روش عام ہے، سلفی کہلانے والوں کے یہاں بھی معتدبہ تعداد میں اس مسئلہ میں منکرات ہیں۔ شرعی رقیہ کے نام پر غیر شرعی رقیے کا رواج ہے، جہالت میں ایمان واعتقاد کی بربادی کا لاشعوری طور پر کام چل رہا ہے: "إِنَّمَا تُنْقَضُ عُرَى الإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً إذا نشأ في الإسلامِ من لا يعرِفُ الجاهِلِيّةَ"۔

علم واصول سے بے بہرہ لوگوں کے ہاتھوں اصلاحِ امت وعقیدہ کے نام پر ہر میدان میں کھیل جاری ہے، اس سے پورا دین تباہ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہی حفاظت واصلاح فرمانے والا ہے۔

راقیوں کی ایک بڑی تعداد ہے اور بڑھتی جارہی ہے، جو ملک کے اکثر حصوں میں رقیہ کو پیشہ بنا کر اس کے لئے تفرغ اختیار کئے ہوئے ہیں جگہ جگہ سینٹر بھی قائم ہو رہے ہیں، ایسا اپنے ملک میں بیس پچیس سال پہلے نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے آج سے دو دہائی قبل ممبرا شہر میں پہلی بار دیکھا، یہاں ایک فریبی راقی بن کر آیا، ریاض کے علماء سے رقیہ کا عمل سیکھا ہے اس بات کا جھانسہ دے کر کچھ اچھے سلفی نوجوانوں کو بہکانے میں کامیاب ہوگیا۔ ان سے ایک جگہ حاصل کر کے وہاں رقیہ سینٹر قائم کرلیا، ہمارے نوجوان رقیہ کو اصلاحِ عقیدہ کا بڑا ذریعہ سمجھ بیٹھے لیکن سلف کی راہ چھوڑ کر اصلاح کے دعویدار امت کی اصلاح کیا کریں گے؟ خود بدعقیدگی اور فساد کا شکار ہوجائیں گے، اور واللہ ایسے ہی ہوا۔ جب نوجوانوں نے قریب سے اس عیار راقی کے یہاں کہانت دیکھی، غیب کا دعویٰ دیکھا، گھروں خاندانوں میں فتنے پھیلاتے حتی کہ اخلاق ومروت سے گری حرکتیں دیکھیں، شیاطین سے استعانت کا عمل دیکھا، تو خود انہیں شباب نے اسے اپنے دیئے ہوئے سینٹر سے بے دخل کیا اور اس کے فسادات سے بالخصوص ممبرا کو بچانے کے لئے پوری صلاحیت لگادی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔

حالانکہ میں نے ان بھائیوں کو سنتے ہی منع کیا تھا کہ یہ ہمارے سلف کا طریقہ تھا نہ ان کے سچے پیروکار اہل علم نے علاج اور اصلاحِ عقیدہ کے نام پر اسے پیشہ بنایا، نہ رقیہ کا یہ طریقہ ان میں تھا نہ کوئی راقی کی حیثیت سے معروف ہوا، خیر اب یہی ہمارے

بھائی اپنی استطاعت بھر پیشہ ور راقیوں سے لوگوں کو خبر دار کر رہے ہیں ۔فللّٰہ الحمد۔

اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ تقاضہ کے باوجود- ہمارے سلف اور ان کے سچے پیروکار علماء نے رقیہ کا موجودہ مروجہ طریقہ کیوں نہیں اپنایا تھا؟ جبکہ امت کی اصلاح اور ان میں پھیلی بدعقیدگی کے ازالہ اور ان کو نفع رسانی کے لئے بعد والوں سے وہ زیادہ فکرمند اور کام کرنے والے تھے، اس لئے ہمارا راستہ اس مسئلہ میں بھی سلف سے مختلف نہیں ہونا چاہئے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے اہل علم و دعاۃ اور دیگر مقتدر علماء سے پیش آمدہ مسائل میں تبادلۂ خیال کرتی رہتی ہے، حتی الامکان تقاضوں پر کام بھی کرتی ہے، رقیہ مروجہ کے فسادات کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت تھی کہ جن وشیاطین، نظر بد رقیہ شرعیہ، رقیہ کے متعلقات، اور رقیہ مروجہ کے منکرات پر ایک علمی دستاویز پیش کی جائے، بالآخر فاضل جماعت شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے جو اپنی مسلکی و منہجی غیرت اور علمی و فقہی بصیرت میں معروف ہیں، یہ ذمہ داری اٹھائی اور رات دن ایک کر کے ان مسائل پر مفصل اور مبسوط کتاب دو جلدوں میں تیار کی ۔فجزاہ اللہ خیرا۔

رقیہ کی شرعی حیثیت کے تعارف اور رقیہ مروجہ کے رد میں حسب تقاضہ علماء کی ایک بڑی تعداد پوری ایمانداری سے کام کر رہی ہے، یہاں بھی ہر طرح سے ساتھ ہے، جن کا نام بنام ذکر نہیں کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، ان کے علم و عمل میں مزید برکت عطا فرمائے ۔کچھ معروف اہل علم کی طرف سے رقیہ کے پیشہ بنانے اور اس کے لئے تفرغ اور سینٹر قائم کرنے کی ضرورت پر زور بھی دیا جاتا ہے ۔خیر اختلاف کس مسئلہ میں نہیں ہے، یہاں بھی اختلاف ہے، لیکن آدابِ اختلاف اور اختلاف سے بچنے کے اسباب کیا ہیں علماء نے بہت تفصیل سے لکھا ہے، ہمیں اسے بغور پڑھنا چاہئے اور اللہ سے راہِ سلف کی توفیق مانگنی چاہئے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبۂ نشر واشاعت سے اس اہم علمی دستاویز کی اشاعت پر ہم سب سے پہلے اللہ کی توفیق پر اس کے شکر گذار ہیں اس کے بعد شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ اور دیگر علماء جماعت جن کی فکرمندی، غیرت وتعاون سے یہ کام ہوا ان کے بھی شکر گذار ہیں، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو امت و جماعت کے حق میں مفید بنائے اور اس اہم سلسلہ کی اشاعت میں اللہ تعالیٰ سارے معاونین کے تعاون کو قبول فرمائے۔

وصلى الله على نبينا محمد وصحبه وسلم

خادم جماعت

عبدالسلام سلفی

(صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

۲۷ رستمبر ۲۰۱۹ء

۲۷ رمحرم ۱۴۴۱ھ

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ، وَ نَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ، فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ: فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾

[آل عمران:١٠٢]۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

[النساء:١]۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَـٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

[الاحزاب:٧٠-٧١]۔

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

رسول گرامی علیہ الصلاۃ والسلام نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ آغاز اسلام کی طرح پھر سے اس پر غربت کا زمانہ آئے گا،علم اٹھ جائے گا، جہالت کا دور دورہ ہوگا، فتنے شب تار کے ٹکڑوں کی مانند اٹھیں گے اور پے در پے آئیں گے، امت اقوام گزشتہ بالخصوص یہود ونصاریٰ کی پیروی کرے گی ،شرک وبدعات کی گرم بازاری ہوگی ، یہاں تک کہ بعض قبیلوں کی خواتین ذوالخلصہ بت کے اردگرد طواف کریں گی اور امت میں لات وعزی کی پوجا ہوگی ،فرقے بنیں گے، مدعیان نبوت پیدا ہوں گے، دجالوں کا خطرہ درپیش ہوگا،خوارج گروہ درگروہ صدی بہ صدی نکلتے رہیں گے، گمراہ کرنے والے ائمہ اٹھیں گے، بڑا خون خرابہ ہوگا، نہ قاتل کو قتل کرنے کی وجہ معلوم ہوگی نہ مقتول کو قتل ہونے کی علت سے آگاہی ہوگی، بے عقلی عام ہوگی مگر ہر شخص خود کو عقلمند سمجھتا ہوگا،خواتین میں بے پردگی کے نت نئے روپ ہوں

گے، بے حیائی اور فحاشی عام ہوجائے گی، گانے بجانے اور گانا گانے والیوں کا غلبہ ہوگا (یعنی ناچ گانے کا کلچر معاشرے کی شناخت بن جائے گا) دین میں سطحیت پیدا ہوجائے گی پڑھنے لکھنے والے بہت ہوں گے مگر دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہوں گے، امت کی منصبی ذمہ داریوں پر نااہلوں کی کثرت ہوگی، دینی اصولوں پر چلنے کے بجائے ہوائے نفس کی پیروی ہوگی، آخرت کے کاموں سے دنیا مطلوب ہوگی، مسجدوں کے حلقوں میں دین کے بجائے دنیا کے چرچے ہونے لگیں گے، علماء کی پیشوائی ختم ہوجائے گی، دینی رہنمائی کا فریضہ جہال انجام دیں گے اور امت کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اس لئے گمرہی اور بے راہ روی عام ہوجائے گی۔ گویا اس طرح غربت اسلام مستحکم ہوجائے گی۔

آج غربت کے مظاہر جابجا نظر آرہے ہیں، زندگی کے ہر شعبے میں جہالت کی حکمرانی ہے، پتہ نہیں کب کہاں سے کون سا فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا اور بہت سے نوجوان اور غیر نوجوان اس کے لئے نوالۂ تر ثابت ہوں گے اور اہل علم کی کافی توانائی اور وقت اس کے پیچھے لگ جائے گا! امارت کا فتنہ، خوارج کا فتنہ، انکار حدیث کا فتنہ، تحریکیوں کا فتنہ، خود ساختہ مصلحین کا فتنہ تو ہم داخلی طور پر جھیل چکے ہیں، اہل تقلید کا فتنہ، خرافاتیوں کا فتنہ، فرق باطلہ کے فتنوں کے مختلف روپ بھی ہم نے اپنے اسی شہر اور ملک میں دیکھے ہیں اور اللہ کی توفیق سے ان کا سامنا بھی کیا ہے، دیگر اقوام کے فتنے ان پر مستزاد ہیں (وقانا الله شرها)۔

اب جماعت میں ایک نیا فتنہ جنوں شیطانوں اور ان کے راقیوں کا اٹھ کھڑا ہوا ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے، اس کا آغاز جنوبی ہند سے ہوا ہے، ممکن ہے شخصی طور پر اور بہت ہی محدود پیمانے پر کچھ لوگ اس پیشے میں رہے ہوں مگر اس سے پہلے اس نے وبائی شکل نہیں اختیار کی تھی، نہ جماعت میں ایک نفع بخش تجارت کے طور پر اس کا شہرہ تھا، رقیہ سنٹروں کا تو تصور بھی نہیں تھا، یہ فتنہ پہلے پہل سمندر پار سے جنوبی ہند کے پیشہ ور راقیوں کے ذریعہ ہی ہندوستان میں داخل ہوا ہے۔ اس کے بعد کچھ مخیر حضرات نے ازراہ ہمدردی وثواب دعوتی اغراض کے تحت ان سنٹروں کی سرپرستی شروع کی جو یقیناً ان راقیوں کی مارکیٹنگ اور تشہیری مہم سے متاثر ہوئے تھے، مگر ان کے ذہن میں ان منکرات اور بدعتوں اور استحصالی سرگرمیوں کا تصور بھی نہیں تھا جو ان کے پیچھے آنے والی تھیں، اس ضمن میں ایک بڑا المیہ یہ ہوا کہ بعض معروف اہل علم نے اس سنگین اور حساس ترین قضیے کا بالکل سرسری تصور قائم کرتے ہوئے جس کا اعتقاد، آبرو اور مال واخلاق سے گہرا تعلق تھا، اور صرف

ایک خیر کے پہلو کو دیکھتے ہوئے رقیہ کو پیشہ بنانے اور رقیہ سنٹر کھولنے کے جواز کا فتوی دے دیا جسے دین کے نام پر دنیاداری کرنے والے لے اڑے، اور ان کے پیچھے کچھ نیک جذبات رکھنے والے سادہ لوح حضرات بھی اس میدان میں چلے آئے اور اس عمل کو انہوں نے دعوت، جہاد اور خدمت خلق کے ساتھ کمائی کا ایک صالح اور حلال ذریعہ تصور کیا اور اس میں جو شرور اور فتنے تھے ان کے ذہن میں بھی ان کا کوئی تصور نہیں تھا مگر بعد میں ان کا سامنا کر کے بہت تھوڑے سے لوگ اس سے تائب ہوئے اور اکثریت شیطانی تزئین اور فریب کاریوں کا شکار ہو کر ان کی عادی ہوتی گئی بلکہ فتنوں ہی میں انہیں لطف آنے لگا، وہ اس پیشے کا مخلصانہ دفاع کرنے لگے اور مجادلہ بالباطل کے عادی ہوتے چلے گئے۔

یقیناً یہ کام کبھی بھی میری نگاہ میں مستحسن نہیں رہا کہ رقیہ اور دعا کو پیشہ بنالیا جائے مگر پہلے میرے سامنے بھی ان سرگرمیوں کا کوئی عمیق جائزہ تھا جو راقیوں اور رقیہ سنٹروں کے ذریعہ انجام دی جاتی ہیں نہ ان کے بارے میں تفصیلات سے مجھے آگاہی ہوئی تھی مگر مسلسل کچھ ایسے واقعات سامنے آئے جن کی وجہ سے میں چونکنے پر مجبور ہو گیا اور میں نے اپنے رہوار تحقیق کی باگ اس جانب موڑ دی، کتابیں پڑھیں، مضامین کا مطالعہ کیا، راقیوں سے گفتگو کی، مریضوں اور ان کے متعلقین سے حالات سنے، رقیہ سنٹروں کا دورہ کرنے والوں اور وہاں کام کرنے والوں سے باتیں کیں، مختلف اہل علم اور دعاۃ سے تبادلۂ خیال کیا، اور بہت سے لوگوں نے خود آگے بڑھ کر کہانیاں سنائیں اور ان سارے ذرائع سے جو صورت حال میرے سامنے آئی اس نے مجھے سخت حیرت زدہ کر دیا۔

مملکت سعودی عرب کے شعبہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کے سربراہ شیخ عبدالعزیز السند صاحب کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق جو اس کتاب میں بھی موجود ہیں راقی حضرات بہت سی اعتقادی خرابی کا باعث ہوتے ہیں وہ اپنی ایسی تشہیر اور مارکیٹنگ کرتے ہیں جس سے آدمی اللہ تعالیٰ سے امیدیں وابستہ کرنے اور قرآنی تاثیر پر اعتماد کرنے کے بجائے راقی ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اور اس کی اندھی عقیدت میں گرفتار ہو کر دیوانہ وار اس کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہے، یہ لوگ اپنی فتوحات ایسے گناتے ہیں کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، جبکہ ان میں سے ایک بڑی تعداد انتہائی کم پڑھے لکھے اور جاہلوں کی ہوتی ہے جنھیں شرعی احکام کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، بس وہ کمائی دیکھ کر اس میدان میں اتر جاتے ہیں، اس شعبے میں جنوں سے استعانت عام ہے جو یقینا شرک، وسیلہ شرک اور ناجائز وحرام

ہے، عورتوں کے ساتھ خلوت اور اس سے وابستہ تمام منکرات بیشتر راقیوں میں پائے جاتے ہیں۔ رقیہ سے تجارت اور مریضوں کے استحصال کے نت نئے طریقے وجود میں آ گئے ہیں، خواتین راقیوں کو مسیحا جان کر اپنے تمام گھریلو معاملات ان کے سامنے رکھ دیتی ہیں اور جاہل راقیوں کے مشوروں سے بھانت بھانت کی خانگی مشکلات اور جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

بریدہ کے شیخ عبدالکریم بن صالح الحمید صاحب اپنی کتاب **بيان الأدلة النقلية والعقلية في الفرق بين الرقية الشرعية والرقية التجارية**... میں اس بات پر سخت افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ لوگوں نے رقیہ کو حرفت وتجارت بنا لیا ہے اور پیسہ کمانے کے لئے طرح طرح کے حیلے اپناتے ہیں، جبکہ اس شعبے میں نااہلوں کی کثرت ہے اچھے لوگ بہت تھوڑے ہیں، وہ مریض پر دم کرنے اور ادویہ پر پھونکنے کی مبالغہ آمیز اور بھاری قیمت وصول کرتے ہیں، جس کاغذ کی قیمت ربع ریال نہیں ہوتی وہ اس پر رقیہ لکھنے کی قیمت پانچ سو ریال وصول کرتے ہیں! کچھ لوگ پانی کے برتن تجویز کرتے ہیں، پھر ان پر دم کر کے ان کی قیمت سے بہت مہنگا فروخت کرتے ہیں گویا وہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں جو اللہ کے حکم سے اندھوں اور سفید داغ والوں کو شفا دے دیا کرتے تھے! (جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کچھ فروخت نہیں کرتے تھے)، ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنی دکانوں پر پردیسی دربان بیٹھا رکھے ہیں، جو وہاں آنے والے ہر شخص سے پانچ ریال (داخلہ فیس!) وصول کرتے ہیں، اور یہ رقیہ کی اجرت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ تو بالکل الگ چیز ہوتی ہے، کچھ لوگ زعفران ملے پانی پر دم کر دیتے ہیں، اور ایک لکڑی اس میں بھگا بھگا کر کاغذ پر لکیریں بنا دیتے ہیں، اس پر ایک حرف بھی لکھا نہیں جاتا ہے، اور لفافے میں بند کر کے وہ کاغذ فروخت کر دیتے ہیں! ان میں کچھ لوگ طول میں قد آدم ورق لاتے ہیں اور اس پر آیتیں لکھ دیتے ہیں، جس کا نام بدن رکھا گیا ہے، پھر اس کی قیمت آٹھ سو پچاس ریال مقرر کی جاتی ہے، یہ سب لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کی تدبیریں اور دین میں حیلہ سازی ہے... اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دین کا حلیہ بگاڑ دینے کی ایک شکل اور اس کے روئے زیبا کے حسن وجمال کی تخریب ہے... ان میں سے بعض لوگوں کے متعلق بڑی بھیانک چیزیں سننے میں آ رہی ہیں، ہمیں ان میں سے کچھ لوگوں کے متعلق یہ سننے کو ملا ہے کہ وہ خواتین کے بالائی حصے کے نازک مقامات پر ہاتھ پھیرتے ہیں، یہاں تک کہ درد کے نام پر اور جن کو گرفت میں لینے کی دعویداری کے ساتھ ان کے مقام خاص پر بھی دست درازی کرتے ہیں! بلکہ خود کچھ عورتیں ہی اس کا شکوہ کرتی

پھرتی ہیں کہ یہ سب ان کے ساتھ گزر چکا ہے، واللہ! یہ تو ایک ہولناک منکر ہے، اور جو ایسا کرتا ہے اس کی خباثت اور بد نیتی میں کوئی شک نہیں ہے۔

ایک دو نہیں عرب کے متعدد علاقوں اور خطوں کے علماء کی تحریریں آپ کو اسی کتاب میں پڑھنے کو مل جائیں گی جو اس بات کو پختہ کردیتی ہیں کہ یہ شعبہ منکرات اور بدعات سے بھرا پڑا ہے اور رقیہ کے نام پر ایک گھناؤنا کاروبار چل رہا ہے، جن زدہ مریضوں کی تعداد تو بہت کم ہے مگر عقیدہ واخلاق میں ابلیس زدہ مریضوں کی تعداد ان گنت و بیشمار ہے، جب اسلامی مملکت اور مسلم ممالک کا یہ حال ہے بالخصوص سعودی عرب کا جہاں کی حکومت اس سلسلے میں کافی حساس ہے، علماء کی کثرت ہے، معاشرہ باغیرت ہے، اسلامی تعلیمات عام ہیں تو پھر ہمارے ملک ہندوستان میں منکرات وبدعات اور اعتقادی خرابیوں کے کتنے روپ ہو سکتے ہیں ان کا تصور ہی دشوار ہے!

الحمدللہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر اور اس کے سارے دعاۃ اس سلسلے میں کافی حساس ہیں اور ان منکرات کو اپنے خطبوں اور تقریروں میں مرکزی طور پر یا ضمنی طور پر موضوع بحث بناتے رہتے ہیں اس سلسلے میں ممبئی میں موجود نمایاں حیثیت کے حامل اہل علم کا ایک اجتماع بھی ہوا تھا جس میں تقریباً دس اساتذہ ودعاۃ نے شرکت کی تھی اور (باستثناء واحد جنھوں نے تحقیق کے مرحلے میں ہونے کا عذر رکھا تھا) متفقہ طور پر اس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ شرعی نقطہ نظر سے رقیہ کو پیشہ بنانا اور اس کے لئے خود کو فارغ کرنا منکر اور بدعت ہے، اسی تسلسل میں جب ہم لوگوں نے اس پروگرام سے پہلے اور بعد میں بھی تقریریں کیں، تحریریں شائع کیں، گروپ ڈسکشن کی شکل میں بھی موضوع سے متعلق مفاسد کو واضح کرنے کی کوشش کی تو عام طور پر راقیوں کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا، انھوں نے اپنے پیشے کا نہایت جارحانہ دفاع کیا، اور اس مہم میں شریک اہل علم کو اپنی بدزبانیوں کا نشانا بنایا، کسی نے مناظرے کی دعوت دی، کوئی مباہلہ کرنے پر آمادہ تھا، کوئی کوسنے اور صلواتیں سنا رہا تھا غرض جو کچھ ہوسکا انھوں نے کہا سنا۔ اسی ضمن میں ایک راقی نے یہ بھی کہا کہ لو انہیں دیکھو! یہ جانے کس دنیا سے آئے ہیں، اگر ہم رقیہ نہ کریں تو مریضوں کا کیا ہوگا؟ وہ کہاں جائیں گے؟ پھر جناب نے راقیوں کی عادت کے مطابق اپنی فتوحات گنائیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ہم نہ جانے کتنے مدنیوں اور فیضیوں کا رقیہ کر چکے ہیں! اس پر مجھے ایسا لگا کہ شاید اس میں بڑا مبالغہ ہے، آخر کون مدنی یا فیضی اس قدر نادان یا سطحی ہوسکتا ہے جو ان لوگوں سے رقیہ کرائے گا؟ یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ ان راقیوں میں اکثریت جاہلوں اور کم

پڑھے لکھوں کی ہے، اگر اس شعبے میں فارغین مدارس ہیں بھی تو علمی سطح پر ان کی حیثیت بہت کمتر ہے، (إلا ماشاء اللہ) اور ان راقیوں میں سے بہت بڑی تعداد عملی اور اخلاقی اعتبار سے کافی پسماندہ ہے۔ اور ان میں سے اکثر کمسن، نوعمر و نوخیز لڑکے ہیں۔

ان پر اپنے ماحول کا پورا پورا اثر ہے، کوئی ان میں شہ زوری کا پیشہ کرتا تھا جسے ممبئی کی زبان میں دادا گیری کہتے ہیں، کوئی ڈراموں میں بھانڈ کا کردار ادا کرتا تھا، کوئی رکشا ڈرائیور تھا، کوئی پینٹر تھا، کوئی نومسلم تھا کمائی کے مختلف ذرائع آزمانے کے بعد اس سبزہ زار میں چلا آیا، کوئی خرافی تھا سلفیت کی دنیا میں نووارد تھا، کوئی بطال تھا کچھ کام کاج سجھائی نہیں دیتا تھا، اسے کسی راقی کی خدمت اور صحبت کا موقع مل گیا تو راقی بن گیا، کوئی کسی مسجد کا خادم تھا، کچھ حفاظ مسجد کے امام تھے، قلیل تنخواہ پر گزر بسر واقعی بہت مشکل تھی، یہاں آتے ہی وارے نیارے ہونے لگے۔

ایک صاحب اچھے خاصے پڑھے لکھے اور دیندار ہیں انھوں نے بتایا کہ آج مجھے خود پر بڑا تعجب ہوتا ہے، اور سخت ندامت بھی ہوتی ہے کہ وہم کا شکار ہوکر میں نے کیسے کیسے لوگوں سے اپنا رقیہ کرایا اور ان پر اعتماد کیا جبکہ آج غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہ تو علمی اور عملی ہر اعتبار سے مفلس تھے بلکہ امر واقعہ ہے کہ وہ ہم جیسے لوگوں سے بھی فروتر تھے، پھر بھی ہم نے انہیں اتنا بڑا درجہ دیا اور ان کے سامنے نیازمندی ظاہر کی، آج یقیناً بڑی شرمندگی ہوتی ہے، ان میں سے کچھ لوگوں نے ہمارے خاندان میں فساد پیدا کرنے اور جھگڑے کھڑے کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ایک کو دوسرے کے خلاف متہم کیا کہ اسی نے تم پر کچھ کیا کرایا ہے، وہ تو ہمارے فلاں صاحب سمجھدار تھے ورنہ بڑی تباہی مچتی، ایک راقی کے بارے میں انھوں نے بتایا جس کے متعدد نوجوان گرویدہ تھے اور جس نے اپنی مارکیٹنگ سے ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھادی تھی کہ رقیہ کا پیشہ دعوت إلی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے، سعودی ریٹرن تھا، خود کو مشائخ کا شاگرد بتاتا تھا، مگر اس نے ایسی گھناؤنی حرکتیں شروع کردیں کہ بہت جلد اس کی حقیقت ان نوجوانوں پر آشکارا ہوگئی، وہ سب اس سے متنفر ہوگئے، وہ ماہ رمضان میں رقیہ نہیں کرتا تھا۔ شاید اس ماہ مبارک میں اس کے شیاطین اس کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے۔ کہتا تھا: جنوں سے مدد لینے میں کیا مضائقہ ہے، یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی انسان کسی انسان سے مدد لیتا ہے؟ پھر لوگوں نے اسے عقیدت سے کالی مائی اور ہندو دیوی دیوتاؤں کا نام لیتے ہوئے بھی سنا، بالآخر اس سے بیزار ہوگئے۔

انہیں صاحب نے بتایا کہ ایک راقی نے ان سے کہا: بڑی سخت ضرورت آن پڑی ہے، لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیے فراہم کر دیجیے گو زکاۃ ہی کی رقم کیوں نہ ہو! سبحان اللہ حسن طلب قابل ملاحظہ ہے! انھوں نے ہی ایک نکتہ یہ سجھایا کہ اکثر راقی حضرات قرآن غلط پڑھتے ہیں اور تصحیح کی کوشش بھی نہیں کرتے، ممکن ہے اس طرح انہیں شیطانوں کی مدد حاصل ہوتی ہو، آج میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر واقعی کسی پر کوئی اثر ہو بھی تو اس کا راقیوں کے پاس جانا بالکل غلط ہے، اس کا صرف ایک ہی درست راستہ اور طریقہ یہ ہے کہ اللہ سے رجوع کیا جائے اور اذکار اور دعاؤں کی پابندی کی جائے۔ انتھی

بات لمبی ہوگئی، جب اس راقی نے مذکورہ دعویٰ کیا تو مجھے یقین نہیں آیا مگر جب معاشرے اور اس کے حالات کے جائزے کی مہم شروع ہوئی تو اس سلسلے میں حیرت انگیز انکشافات ہوئے، چھوٹے موٹے مولویوں کی بات تو ایک طرف رہی۔

علماء ومشائخ کی ایک خاصی تعداد پیشہ ور راقیوں کی گرویدہ نظر آئی، یہ وہ اہل علم تھے جن کی علمی عظمت اور علو قدر ومنزلت کا لوہا دنیا مانتی ہے، جن کا شمار فقہاء امت میں ہوتا ہے، جو نازک اور دقیق ترین دینی مسائل کی شرح کرتے ہیں، جو عظیم کتابوں کے مصنف ہیں اور امت کے رہنما و پیشوا تسلیم کئے جاتے ہیں۔

مجھے زیادہ تعجب اس بات پر ہوا جو آج تک ختم نہیں ہو سکا اور یہی بات سوال بن کر اکثر میرے ذہن کو مشغول کر دیتی ہے کہ یہ اعلیٰ رتبہ مشائخ اور عبقری اساتذہ (راقیوں کے مقابلے میں) جن کی علمی برتری میں تو کوئی شک وشبہ نہیں بلکہ دونوں میں ثری اور ثریا جیسی نسبت ہے اور عملی اعتبار سے بھی ان شاء اللہ وہ ان پیشہ ور راقیوں سے بدرجہا بہتر ہوں گے ان کی دعاؤں، التجاؤں اور رقیوں میں تو کوئی اثر نہ ہو اور جو علمی اعتبار سے سچ مچ مفلس ہوں اور جن کے اعمال واخلاق کا بھی کچھ ٹھکانا نہ ہو وہ لوگوں کے جنات بھگاتے پھریں، جادو اتارنے میں انہیں اتھارٹی سمجھا جائے اور نظر بد کے علاج کے متخصص ٹھہرائے جائیں اور انہیں کے رقیے کارگر ثابت ہوں؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اور ان عزت مآب اور عالیجناب راقیوں میں سے بعض کا اپنے شہر میں ذاتی رقیہ سنٹر ہے جہاں روزانہ ان کا دربار لگتا ہے اور خلقت کا انبوہ کثیر وہاں جمع ہوتا ہے، اگر اپنے شہر سے باہر جانا ہو تو ہوائی اخراجات اور قیام وطعام کے نفقات کے علاوہ ایک ایک ویزٹ پر پچاس پچاس ہزار روپے تک وصولی کی خبریں ہیں۔

ہمیں ان مشائخ کی فقہی بصیرت اور علمی نکتہ سنجیوں کا برملا اعتراف ہے، اور ہم دلی طور پر ان کے قدردان ہیں، مگر وہ نکھری ہوئی سلفیت جو ان کی تحریروں اور تقریروں میں نظر آتی ہے ہم اسے یہاں بھی دیکھنے کے خواہشمند ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اگر وہ اس مسئلے پر اپنی معہود سنجیدگی اور علمی وقار کے ساتھ غور فرمائیں گے تو وہ پوری آب وتاب کے ساتھ یہاں بھی روشن ہو جائے گی۔

ایک فاضل بزرگ کے متعلق جو بلا مبالغہ سیکڑوں علماء کے استاذ ہوں گے یہ خبر ملی کہ اپنی تشخیص اور رقیہ کرانے کے لئے ایک ایسے شخص کو بلاتے تھے جو اپنی لڑکی کے ذریعہ حاضرات کا عمل کرتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ رقیہ (جھاڑ پھونک) کو پیشہ بنانے اور رقیہ سنٹروں کی وبا اس قدر تیزی کے ساتھ پھیلتی جارہی ہے کہ اگر ان پر توجہ نہ دی گئی تو بہت جلد جماعت میں اعتقادی خرابیاں، توہم پرستی، شخصیت پرستی، جنوں شیطانوں کا تقرب اور نہ جانے کون کون سے منکرات ایک بڑا چیلنج بن جائیں گے اور ان کے لئے مہم چلانی پڑے گی۔ جی ہاں ہمارے اس ملک میں بھی آسیبی علاج کے نام پر خواتین کی تیل مالش ہوتی ہے، جن کی تلاش میں سارے جسم کی تفتیش کی جاتی ہے، کچھ لوگ خواتین کی پنڈلیاں گرم پانی سے دھوتے ہیں، مرقیات راقیوں کے ساتھ فرار ہو چکی ہیں، راقی کی دوسری یا تیسری زوجہ ہونے کے لئے منکوحہ خواتین کی بالجبر و بالاکراہ طلاقیں بھی ہو چکی ہیں، کچھ کرنے کرانے کے نام پر رشتے داریوں میں عداوتیں جاگ اٹھی ہیں گھرانے اجڑ گئے ہیں، حیرت تو یہ ہے کہ بعض دینی مدارس بھی جنوں کا مسکن اور آسیب زدہ ٹھہرائے جا چکے ہیں اور وہاں کے ذمہ داروں نے راقیوں سے وہ وہ تماشے کرائے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔

بعض راقی حضرات رقیہ سنٹروں کے لئے اتنے سرگرم اور پرجوش ہیں کہ وہ لوگوں کو مسجدیں اور مدرسے بنانے کے بجائے رقیہ سنٹروں کے قیام کی ترغیب دیتے ہیں۔ راقیوں کی ٹریننگ کے لئے کیمپ لگائے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اندھوں میں کانا راجا بنے انہیں رقیہ کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔ جو لوگ علانیہ اجرت لیتے ہیں وہ تو ظاہر ہیں اور جو علانیہ نہیں لیتے، مفت علاج کی تشہیر کرتے ہیں ان کے پاس حصول زر کے ایسے ایسے حیلے اور وسیلے ہیں کہ کوئی بھی باذوق شخص ان کے حسن طلب کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کوئی لغزش نادر ہو تو اس کے لئے عذر تلاش کیا جا سکتا ہے مگر جب کوئی لغزشوں اور خطاؤں کی دکان کھول کر بیٹھ جائے تو پھر اسے معذور نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے، اس کے لئے تو تادیبی کارروائیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

بعض اہل علم نہایت سادگی سے یہ بات کہہ دیتے ہیں اور راقی حضرات بھی زور شور سے اس کی مارکیٹنگ کرتے ہیں کہ رقیہ کو پیشہ بنانے اور رقیہ سنٹروں کے قیام سے دعوت و اصلاح کا کام ہوتا ہے، لوگوں کی تعویذیں اتروائی جاتی ہیں، لوگوں کو پیروں فقیروں کے پاس جانے سے روکا جاتا ہے، درگاہوں اور مزاروں کا چکر لگانے سے بچایا جاتا ہے، اور ایسا اور ویسا کیا جاتا ہے، ہماری نظر میں یہ سب باتیں فریب نفس اور تلبیس ابلیس کے قبیل سے ہیں، کیونکہ عملی طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ راقی حضرات شیاطین کے لئے نہایت آسان ٹارگیٹ ثابت ہوتے ہیں اور وہ ان سے بری طرح کھیلتے ہیں، وہ ان سے طرح طرح کی سطحی اور بچکانہ حرکتیں کراتے ہیں، اپنی تدریجی ترتیبات سے ان کے ذہن میں یہ خیال پختہ کردیتے ہیں کہ وہ بہت بڑے شیخ اور اولیاء اللہ میں سے ہیں اور کار خیر اور خدمت خلق کا ایسا کام کررہے ہیں جو تمام عبادتوں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی فائق ہے، آپ کے ہاتھوں بہت سے مظلوموں کا بھلا ہوتا ہے، نہ جانے کتنے لوگ تائب ہوتے ہیں، حتی کہ سرکش اور بڑے بڑے کافر جن بھی آپ کے ہاتھوں مسلمان ہوجاتے ہیں۔

یہی کھیل وہ جھاڑ پھونک کرانے والوں کے ساتھ بھی کھیلتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے اہل حدیث گھرانے کے لوگوں کو ان مجاہد سلفیوں سے رقیہ کرانے کے بعد اوجھاؤں اور پادریوں کا رخ کرتے بھی دیکھا گیا ہے۔ تعویذ گنڈے اتارنے کا یہ عمل محض وقتی ہوتا ہے، اور جب وہ یہاں سے نامراد واپس جاتے ہیں تو مزید تعویذیں زیادہ سرگرمی اور جوش کے ساتھ اپنے اوپر چڑھا لیتے ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ نہایت بودا اور کمزور ہوتا ہے جو سلفی راقیوں کی بے بنیاد تشخیص اور علاجی کاوشوں سے مزید بودا اور پوپلا ہوجاتا ہے۔

یہ حضرات عقائد کی اصلاح نہیں کرسکتے ان سے عقیدے کی پختگی رخصت ہوجاتی ہے، غیر اللہ سے وابستگی بڑھ جاتی ہے، قرآنی تاثیر کے بجائے راقیوں کی تاثیر کا اعتقاد مستحکم ہوجاتا ہے، عزت آبرو سے کھلواڑ عام ہوجاتا ہے، برائیوں کی قباحت دلوں سے رخصت ہوجاتی ہے، توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی اور جنوں شیطانوں کا خوف تو اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اچھے خاصے لوگ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ ایک صاحب نے بیان کیا کہ جب سے وہاں رقیہ سنٹر کھلا ہے لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کسی کے سردی زکام پر ہفتہ دس دن گزر جاتا ہے تو اس کے دل میں یہی خیال بار بار آتا ہے کہ کہیں میں جادو یا نظر بد کا شکار تو نہیں ہوں، کوئی اوپری بلا تو مجھ پر مہربان نہیں ہوگئی ہے؟ چلو رقیہ سینٹر والوں سے تشخیص کرا کے اطمینان کرلیتے ہیں، اور یہ راقی حضرات اپنی اٹکلوں سے امراض روحانی کی

تشخیص میں بڑے ماہر اور تیز وطرار واقع ہوئے ہیں، اللہ کے فضل سے کچھ نہ کچھ نکال ہی دیتے ہیں، ایک صاحب کو پیٹ میں تکلیف تھی تو ایک لال بجھکڑ قسم کے راقی صاحب نے جادو تشخیص کر کے ایک ہی مجلس میں انہیں بسلری کی تین بوتلیں پلا دیں جس سے انہیں مرنا جینا لگ گیا اور ہاسپٹل میں پچاس ہزار دیکر جان چھوٹی۔ ایک رقیہ سنٹر میں کام کر کے تائب ہو جانے والے نوجوان نے بتایا کہ جن دنوں ہم رقیہ سنٹر پر کام کرتے تھے ان دنوں مجھ پر اور میرے گھر والوں پر بھی جنوں اور شیطانوں کا خوف اس قدر طاری رہتا تھا کہ اگر ہمارے گھر میں کوئی بلی آ کر برتن بھی گرا دیتی تو ہم سمجھتے کہ جنات کا حملہ ہو گیا ہے۔

وہ بھی کیا دن تھے کہ دوڑاتے تھے گھوڑے بحر میں
اب تو پتہ بھی کھڑکتا ہے تو ڈر جاتے ہیں لوگ

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: **''لن يصلح آخر هذه الأمة إلابما صلح به أولها''** اس امت کے پچھلوں کی اصلاح بھی انہیں چیزوں سے ہوگی جن سے اگلوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

غور فرمایئے! رسول اللہ ﷺ کے معاشرے میں جب دعوت اسلام کا آغاز ہوا تو کاہنوں، جادوگروں، پیروں فقیروں کا دور دورہ نہیں تھا، جنوں اور شیطانوں کی سرگرمیاں اپنے شباب پر نہیں تھیں، جھاڑ پھونک کرنے والے اور تعویذ گنڈوں کا بیوپار کرنے والے نہیں تھے؟ یقینا تھے اور پوری آن بان کے ساتھ تھے اور عوامی عقیدت اور امید وبیم کے رشتے بڑے شدومد کے ساتھ ان سے وابستہ تھے مگر رسول اللہ ﷺ کو دعوت واصلاح کا یہ طریقہ کیوں سجھائی نہیں دیا کہ لوگوں کو داعی ومعلم اور مجاہد فی سبیل اللہ بنانے کے بجائے راقی بنا دیتے؟

اگر دعوت واصلاح کا یہی مناسب طریقہ ہوتا تو آپ ضرور صدیق وفاروق جیسے بزرگوں، اور ذوالنورین اور اسد اللہ اور عشرہ مبشرہ جیسے سخیوں، فیاضوں، سورماؤں اور تقویٰ شعاروں کو یہ حکم دیتے کہ آپ میں سے کچھ لوگ راقی بن جائیں، کچھ رقیہ سینٹر بنائیں، کچھ جنوں سے دو دو ہاتھ کریں، کچھ لوگ پانی پھونک کر بیچیں تاکہ جو مہاجرین اور فقراء مدینے میں جمع ہو رہے ہیں اس کی آمدنی سے ان کا گھر بسایا جائے اور ان کے کھانے پینے کا سامان کیا جائے، کچھ لوگ آیتیں پڑھ پڑھ کر جنوں کو جلاتے بھی رہیں، اور مسلمان جنوں کو آپ یہ حکم فرماتے کہ صاحبو اس کار خیر میں اپنے انسانی بھائیوں کا ہاتھ بٹاؤ، شعبۂ سراغرسانی بھی تمہیں سنبھال لو اور لوگوں کے جادو اور نظر بد کی کھوج لگاؤ اور ہر ایک کے اندر تہہ تک پہنچ کر اس میں چھپے شیطان کی خبر لاؤ، پلیٹیں لکھ لکھ کر لوگوں کو ان کا پانی پلوایا جاتا اور

نہلوایا جاتا، جیسے آپ نے نظر بد کے سلسلے میں حکم فرمایا تھا۔

تعجب ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ اگر گھر میں کوئی سانپ نکلے تو اسے تین دن تک متنبہ کرو اگر چوتھی بار نظر آئے تو مار دو کیونکہ کچھ جن مسلمان ہو گئے ہیں۔ جبکہ ایک صحابی اسی سلسلے میں اپنی جان سے بھی جا چکے تھے، مگر آپ کو یہ نسخہ نہیں معلوم ہو سکا کہ پانی پر فلاں فلاں آیتیں پڑھ کر پورے گھر میں اس کا چھڑکاؤ کر دو سارے جنات بھاگ جائیں گے پھر تین دن تنبیہ کے بکھیڑے کی ضرورت نہیں رہے گی؟

نہیں صاحب نہیں! دعوت واصلاح کا یہ طریقہ انبیائی طریقہ نہیں ہے اور دو چار مثالیں اس کی ایجابیات کی ہیں تو سیکڑوں مثالیں سلبیات کی ہیں، اصلاح کا طریقہ تو وہی توحید کی حقیقت کو ذہنوں میں روشن کرنا اور ایمانی دقائق سے روشناس کرانا ہی ہے، وہی اتباع کتاب وسنت کا ذوق جگانا ہے۔ اور انہیں اصولوں پر تربیت واصلاح کا کام ہوگا جن سے صدیق وفاروق اور ابن مسعود وابن جبل تیار کئے گئے تھے۔ جن سے عکرمہ بن ابی جہل اور خالد بن ولید کو روشنی ملی تھی۔ جن سے ابوسفیان اور وحشی بن حرب کی اصلاح ہوئی تھی (رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْجَمِيْعِ)۔

ہمارے اس ملک میں، اور خود ہماری جماعت میں رقیہ اور راقیوں سے متعلق کوئی منہجیت، ضابطہ بندی، نگرانی، وسیع پیمانے پر بیداری پیدا کرنے کی تحریک یا سرگرمی نہ ہونے کی وجہ سے، نیز علماء کے تساہل اور حالات کا درست مطالعہ اور تجزیہ نہ ہونے کی وجہ سے منکرات اور بدعات میں آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے اور روز نئی کہانیاں سننے کو ملتی ہیں، اسی پس منظر میں یہ کتاب لکھی گئی، اگر اس میں ہم نے کسی بزرگ سے کسی مسئلے میں اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ ہم ان کی علمی یا اخلاقی عظمت کے منکر ہیں یا ان کی شان میں کوئی گستاخی کر رہے ہیں کیونکہ انہیں سے یہ منہج ہم نے سیکھا ہے کہ ''كُلٌّ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَ يُرَدُّ إِلَّا...'' رسول اللہ ﷺ کے سوا سبھی کی کچھ باتیں قابل اخذ اور کچھ باتیں قابل رد ہوتی ہیں۔

اور اگر کسی کی بھی ذات سے منسوب اپنی نظر میں کسی خطا کا اظہار کیا ہے تو اس کے پیچھے بھی ان شاء اللہ محض جذبۂ نصح وخیر خواہی ہے، کبھی کبھی اپنے ہی بدن کا میل نکالنے کے لئے مانجھا یا جھانوا کا استعمال کرنا پڑتا ہے جس میں ایک گونا سختی تو ہوتی ہی ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ یہ کتاب رقیہ مروجہ کی بدعات ومنکرات اور شرعی مخالفتوں کی وضاحت کی لئے لکھی گئی ہے مگر چوں کہ اس کا تعلق جن وشیاطین اور جادو، کہانت ونظر بد وغیرہ سے بھی ہے اور انہیں کے نام پر اس رقیے کی گرم بازاری بھی ہے اس لئے شرعی تعلیمات کی روشنی میں ان کے متعلق بھی تفصیلات

پیش کردی گئی ہیں جن میں شیاطین کی چالوں، ان کی صلاحیتوں اور انہیں مغلوب کرنے کی شرعی تدبیروں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، ایمانیات اور اعتقادات سے متعلق بھی کچھ اہم ہدایات اور تعلیمات کا تذکرہ کیا گیا ہے، نیز نفسیاتی بیماریوں کے متعلق تفصیلی معلومات درج کی گئی ہیں کیونکہ معاشرے میں جن وشیاطین کی طرف منسوب بیماریوں میں سے اکثر اعصابی، نفسیاتی اور دماغی وجسمانی بیماریاں ہوتی ہیں جنھیں غلطی سے آسیب زدگی کا نتیجہ سمجھ لیا جاتا ہے، ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ نہ ہم جنوں اور شیطانوں کی ضرر رسانیوں اور جادو کی تاثیر کے منکر ہیں نہ رقیہ شرعیہ کا انکار کرتے ہیں بلکہ شرعی تعلیمات کے مطابق انھیں تسلیم کرنے کے ساتھ اس ضمن میں ہونے والی مبالغہ آرائیوں اور بدعات ومنکرات کے مخالف ہیں۔

اسی لئے اس کتاب میں تشخیص سے لیکر علاج تک بہت سی بدعتوں اور شرعی مخالفتوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور اس سلسلے میں قرآن وسنت کے نصوص اور اقوال سلف سے اپنی باتوں کو مبرہن کرنے کے ساتھ ساتھ ہر مسئلے سے متعلق بڑے بڑے معاصر علماء کے فتاوے اور ان کی گرانقدر آراء بھی پیش کردی گئی ہیں۔ کتاب کا حجم نہ چاہتے ہوئے بھی بے تحاشا بڑھتا گیا ہے یہاں تک کہ اس کی تکمیل دو جلدوں میں ہوئی ہے اس کے باوجود بہت سی بحثیں مجھے اب بھی تشنہ لگتی ہیں۔ اور کتاب کی ترتیب بھی دلجمعی اور ارتکاز کے ماحول میں نہیں ہوسکی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے شہر کا مزاج بڑا ہنگامہ پرور ہے، اس کے علاوہ ملازمت پیشہ لوگوں کو روزانہ لمبی مسافتیں طے کرنی پڑتی ہیں خود ہمارا تین گھنٹہ تو معمول کے مطابق اور کبھی چار گھنٹہ بھی آمد ورفت میں ضائع ہوجاتا ہے، عوامی سواریوں کی مشقتیں اس پر مستزاد ہوتی ہیں، دعوتی اسفار، تنظیمی ذمہ داریاں، خطبے اور دروس کی مصروفیات یہ سب وقت طلب ہیں اور ذہنی مشغولیتوں کا سبب بنتی ہیں۔ باقی اس کتاب پر جو محنت صرف ہوئی ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جو عملی طور پر اس طرح کی مشقوں سے گزر چکے ہیں۔

اس حقیقت کا بھی اعتراف ضروری ہے کہ ہمیں اپنی بے بضاعتی کا احساس ہے اگر اخوان اہل علم میں سے کسی نے یہ فریضہ انجام دیا ہوتا تو یقیناً اس کا محصول زیادہ اچھا ہوسکتا تھا، مگر اب جہد المقل پیش خدمت ہے، اگر اس سے کچھ فائدہ محسوس ہو تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اگر کوئی خطا پائیں تو برادرانہ نشاندہی فرمائیں، علمی نقد کا ہمیشہ استقبال رہے گا اور اصلاح کے لئے ان شاء اللہ ہمہ وقت تیار پائیں گے۔ اگر مزید بحث کی گنجائش ہوگی تو اپنی گزارشات پیش کی جائیں گی۔ **وَمَا تَوْفِيْقِي إِلَّا بِاللّٰهِ**۔

یقیناً اس کتاب کی طلب اور اس کی تکمیل کی حوصلہ افزائی میں بہت سے اخوان کا نام آتا ہے -اللہ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ مگر اس کی تحریک صوبائی جمعیت کے امیر مولانا عبدالسلام صاحب سلفی نے کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد انہیں کی تسہیل ورعایت اور برادرانہ تشجیع سے آج یہ کتاب اس مرحلے تک پہنچ سکی ہے،اور ایسی بہت سی حسنات ان شاءاللہ ان کے نامۂ اعمال میں ہیں، دعوت واصلاح اور جماعت کی شیرازہ بندی میں ان کا کردار بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں خیر کی توفیق کے ساتھ لمبی سے لمبی عمرعطا فرمائے۔اور نیکیوں کی قبولیت کے ساتھ توفیق مزید سے نوازے۔جن لوگوں نے اس کتاب کی تیاری اور طباعت واشاعت تک کے مرحلے میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے بالخصوص دفتر کے رفقائے کار اور دیگر تمام احباب کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ان کے لئے دنیا میں صحت وعافیت،خوشحالی وبرکت،علم وعمل کی توفیق اور آخرت میں مغفرت ورفع درجات کے لئے دعا گو ہوں۔اللہ تعالیٰ میری، میرے والدین اور جملہ متعلقین، اساتذہ ومشائخ اور تمام مومنوں کی مغفرت فرمائے اور ہم میں سے جو لوگ زندہ ہیں جب تک زندہ رہیں دین اسلام پر استقامت کے ساتھ جینے کی توفیق دے اور سب کو حسن خاتمہ سے نوازے۔(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِ الْعَالَمِيْنَ۔

جن جادو اور کہانت وغیرہ کے متعلق کچھ اہم حقائق

جنوں اور شیطانوں کے متعلق عام لوگوں کی معلومات بالکل سطحی قسم کی ہے، اس لئے ان کے بارے میں غلط فہمی اور غلط مفاہیم بھی عام ہیں، جہاں کچھ ملحد اور عقلانی قسم کے لوگ جنوں کے وجود ہی کے منکر ہیں، وہیں کچھ دوسرے لوگ انہیں مطلق العنان اور لامحدود صلاحیتوں کا مالک جانتے ہیں، اور ان سے خائف رہتے ہیں، ان کی خوشنودی کے لئے قسم قسم کی تدبیریں کرتے ہیں، اور کچھ لوگ انہیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بھی بنا لیتے ہیں، اس سلسلے میں بڑے افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے، دیگر اقوام تو ایک طرف رہے، خود مسلمانوں میں اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بلکہ بہت سے اہل علم بھی ان کے متعلق درست موقف تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس ضمن میں قرآن وسنت کی رہنمائی کے متعلق یا تو معلومات نہیں ہے یا پھر انہیں اس کا چنداں اہتمام ہی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات ہر مسلمان کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ شیطان انسان کا کھلا اور ازلی دشمن ہے اور اس دشمنی کو وہ پورے اخلاص کے ساتھ نبھائے جاتا ہے اور کسی صورت نچلا نہیں بیٹھتا ہے۔

پھر یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ ایک انسان اپنے دشمن کے متعلق معلومات ہی نہ رکھتا ہو یا غلط معلومات رکھتا ہو، نہ اس کے اوصاف سے آگاہ ہو، نہ اسے اس کی قدرتوں، صلاحیتوں اور امکانات ہی کا پتہ ہو، تو پھر آخر وہ اس کا مقابلہ کیسے کرسکتا ہے جو ناگزیر ہے اور اس سے کسی طرح کوئی مفر بھی نہیں ہے؟ ایسی صورت میں یقیناً وہ خود کو اس کی چالوں سے نہیں بچا سکتا ہے جس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ آسانی کے ساتھ مغلوب ہوجائے گا اور ہزیمت سے دوچار ہوگا۔ حالانکہ یہ بہت ممکن ہے کہ وہ اس سے کئی گنا کمزور ہو اور وہ محض اپنے حریف کی غفلت اور نادانی کی وجہ سے میدان مار لیتا ہو اور اس پر چھایا رہتا ہو۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مدمقابل کی طاقت وقوت کے مبالغہ آمیز اندازے قائم کرکے اس سے مرعوب اور ذہنی طور پر بھی شکست خوردہ رہتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس یا کچھ اور ہوتی ہے اور صحیح معلومات اور درست تدبیروں سے بازی آسانی کے ساتھ پلٹ سکتی ہے۔

پھر یہ بھی عقلمندی کا تقاضا کب ہے کہ انسان اپنے اردگرد بسنے والی دیدہ یا نادیدہ مخلوقات سے آگاہ نہ رہے جبکہ ان کے ساتھ اس کا تعلق یا رابطہ کسی نہ کسی شکل میں ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی دوستی یا دشمنی اور فوائد یا نقصانات سے دوچار بھی ہوتا رہتا ہے؟

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن امور کی تہہ تک پہنچنے کے لئے ایمان باللہ سے عاری بندے حیران وسرگرداں رہتے ہیں اور خیالات واوہام کے بیابانوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں اللہ عزوجل کی مہربانی سے مومن بندے ان امور میں پوری طرح بابصیرت رہتے ہیں اور کامل اعتماد کے ساتھ ایک روشن شاہراہ حیات پر گامزن رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں ہمیں اس دنیا میں بسنے والی دیدہ مخلوقات کے ساتھ تعامل کی رہنمائی فرمائی ہے اور عقل سلیم کو وہ طور طریقے الہام کردئے ہیں جن سے کام لے کر بندہ ان سے استفادہ کرسکتا ہے اور ان کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے اسی طرح اس نے ہمیں قرآن وسنت کے ذریعہ ان غیبی اور نادیدہ مخلوقات کے متعلق بھی وافر معلومات مہیا فرمادی ہیں جن سے ہمیں سابقہ پڑتا رہتا ہے اور ان کی فطرت اور صلاحیتوں سے بھی آگاہ کردیا ہے اور ان میں جو شری ہیں ہمیں ان کے شر سے محفوظ رہنے اور انہیں مغلوب کرنے کی تدبیریں بھی بتادی ہیں۔

عالم جن وشیاطین بھی ہمارے لئے ایک نادیدہ عالم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے متعلق ساری ضروری معلومات فراہم کردی ہے جس کی روشنی میں ہم اس مخلوق سے اچھی طرح عہدہ برآ ہوسکتے ہیں اور اللہ کی توفیق سے اس کے متعلق پوری بصیرت کے ساتھ اپنا لائحہ عمل طے کرسکتے ہیں۔ اسی لئے ہم ذیل میں جن وشیاطین سے متعلق قرآن وسنت میں وارد نصوص کا مناسب ذخیرہ آپ کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کررہے ہیں کہ آپ ان شاء اللہ اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔

❀ ❀ ❀

جنوں کا تعارف قرآن وسنت کی روشنی میں

- **جنوں کی حقیقت :**

جنوں کا تعلق ایک عالم دیگر سے ہے جو فرشتوں اور انسانوں کے عالم سے مختلف ہے، البتہ انسان اور جنات کے درمیان قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں عقل وادراک کی صفت سے متصف ہیں، اور دونوں کے اندر راہ خیر وشر کے اختیار کی قدرت اور صلاحیت پائی جاتی ہے۔

- **انہیں جن کیوں کہا جاتا ہے :**

جِنّ کا معنی چھپنا اور تاریک ہونا ہے، اور چونکہ جن نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل ہوتے ہیں اسی لئے انہیں جن کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ [الاعراف:۲۷]۔

''وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔''

- **جنوں کی اصل :**

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے :

﴿وَٱلْجَآنَّ خَلَقْنَٰهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ ٱلسَّمُومِ﴾ [الحجر:۲۷]۔

''اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا''۔

اور ﴿وَخَلَقَ ٱلْجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ﴾ [الرحمن:۱۵]۔

''اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''**خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ**''

''فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، اور جنات آگ سے، اور آدم اس چیز سے پیدا ہوئے ہیں جو تمہیں بتادی گئی ہے''۔

- **کب پیدا ہوئے :**

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جنوں کی پیدائش انسانوں سے پہلے ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ مِن صَلْصَـٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾ وَٱلْجَآنَّ خَلَقْنَـٰهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ ٱلسَّمُومِ﴾ [الحجر:٢٦-٢٧]۔

''یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے، پیدا فرمایا ہے اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا''۔

● لغت عرب میں جنوں کے نام :

ابن عبدالبر فرماتے ہیں : اہل کلام اور زبان کے ماہرین کے نزدیک جنوں کے مختلف درجات ہیں :

۱۔ جب خالص جن کا بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں جن ہے۔

۲۔ جب انسانوں کے ساتھ رہنے والا مراد لیتے ہیں تو اسے عامر کہتے ہیں جس کی جمع عمار ہوتی ہے۔

۳۔ اگر اس کا تعلق بچوں کو نشانا بنانے والے جنوں سے ہو تو انہیں ارواح کہا جاتا ہے۔

۴۔ اور اگر وہ خبیث و سرکش ہو جائے تو اسے شیطان کہتے ہیں۔

۵۔ پھر جب اس کا معاملہ اس سے بھی آگے بڑھ جائے اور اس کی سنگینیوں میں اضافہ ہو جائے تو اسے عفریت کہتے ہیں۔

● جنوں کی قسمیں :

اسی ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ :

''اَلْجِنُّ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ : صِنْفٌ يَطِيْرُ فِي الْهَوَاءِ، وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَكِلَابٌ، وَصِنْفٌ يَحُلُّوْنَ وَ يَظْعَنُوْنَ''

''جنوں کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم ہوا میں اڑتی ہے، دوسری قسم سانپوں اور کتوں کی شکل میں ہے، اور تیسری قسم پڑاؤ ڈالنے اور کوچ کرنے والے جنوں کی ہے''[1]۔

لوگوں کی ایک مختصر تعداد نے جنوں کے وجود کا کلی انکار بھی کیا ہے، اور کچھ مشرکین اس بات کے مدعی ہیں کہ جنوں سے مراد ستاروں کی روحیں ہیں[2]۔

---

① طبرانی، حاکم، بیهقی في الاسماء والصفات بسند صحیح، صحیح الجامع:٣/٨٥۔

② مجموع الفتاوىٰ:٢٤/٢٨٠۔

اور فلاسفہ کے ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ جن سے مراد انسانی نفس کے اندر شر کے رجحانات اور اس کی خبیث قوتیں ہیں جیسا کہ ملائکہ سے مراد ان کے اندر موجود خیر کے رجحانات ہیں ①۔

اور دور جدید کا ایک فریق اس بات کا مدعی ہے کہ جن سے مراد یہی جراثیم اور بیکٹیریا ہیں جن کا انکشاف جدید سائنس نے کیا ہے۔

ان مکذبین کی سب سے بڑی حجت یہی ہے کہ ان کے پاس جنوں کے وجود کا علم نہیں ہے، جبکہ عدم علم کوئی دلیل نہیں ہوا کرتا ہے، ② اور کسی عقلمند آدمی کے لئے یہ بڑی قبیح بات ہے کہ اسے جس چیز کے وجود کا علم نہ ہو وہ سرے سے اس کی نفی ہی کر دے، اور اللہ تعالیٰ نے اسی پر تو کافروں کو لتاڑا ہے :

﴿بَلۡ كَذَّبُواْ بِمَا لَمۡ يُحِيطُواْ بِعِلۡمِهِۦ﴾ [یونس:۳۹]۔

''بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے''۔

اور یہ جدید ایجادات جن کے متعلق آج کوئی مکابرہ نہیں کر سکتا ہے کیا سیکڑوں سال پہلے کے انسان کو اگر کوئی راست باز شخص ان چیزوں کے وجود کی خبر دیتا تو اس کے لئے ان کے حصول کے امکان کی نفی کا کوئی جواز تھا؟

اور وہ آوازیں جو اس کائنات میں ہر جگہ بکھری ہوئی تھیں اور ہم انہیں نہیں سن پاتے تھے تو وہ اس بات کی دلیل تھی کہ ان کا وجود ہی نہیں ہے، یہاں تک کہ جب ہم نے ریڈیو ایجاد کیا اور اس نے ان آوازوں کو اخذ کرنا شروع کیا جنھیں ہم نہیں سنتے تھے تب ہم نے اس کی تصدیق کی؟

حق بات یہی ہے کہ عالم جن عالم ملائکہ و بشر سے الگ ایک تیسرا عالم ہے، اور جنات عقل و شعور اور وہ قوت ادراک رکھنے والی ایک مخلوق ہیں، وہ کوئی اعراض اور جراثیم نہیں ہیں، بلکہ مکلف اور مامور و منہی شخصیات ہیں۔

• جنوں کے وجود کے دلائل :

۱۔ تواتر :

تمام انبیاء کی خبریں اس سلسلے میں متواتر ہیں اور مسلمانوں کے علاوہ اہل کتاب بھی ان کے وجود کو تسلیم کرتے

---

① مجموع الفتاوی: ۳۴۶/۴۔

② اور بخاری کی وہ روایت ان کے لئے حجت نہیں بن سکتی جس میں ابن عباس نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنوں سے خطاب اور گفتگو کی تھی۔ ان کا یہ انکار محض دو بدو گفتگو کا انکار ہے، جنوں کے وجود کا انکار نہیں ہے، جبکہ ابن عباس کے سوا دیگر صحابہ اس کا اثبات کرتے ہیں مثلاً ابن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بدو گفتگو کا اثبات کرتے ہیں۔ اور جس نے یاد کیا وہ نہ یاد رکھنے والے پر حجت ہے۔

ہیں، اور مشرکین بھی ان کے وجود کا اثبات کرتے ہیں، بس کچھ شاذ قسم کے لوگ ہیں جو ان کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔ قرآن وحدیث میں کثرت سے نصوص ان کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

۳۔ مشاہدہ اور رویت :

بہت سے لوگوں نے قدیم وجدید ادوار میں ان کا مشاہدہ کیا ہے اور ان کی باتیں سنی ہیں، گو وہ انہیں جن کے نام سے نہیں جانتے بلکہ انہیں روحوں، یا رجال غیب یا فضائی شخصیات کا نام دیتے رہے ہیں...

ایک جلیل القدر محدث حضرت اعمش اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہمارے پاس ایک جن آیا کرتا تھا، تو میں نے اس سے کہا : تمہاری سب سے مرغوب غذا کیا ہے؟ اس نے کہا: چاول، بیان کرتے ہیں : تب ہم نے اسے چاول پیش کیا، اور مجھے یہ نظر آتا تھا کہ لقمے اٹھائے جارہے ہیں مگر اٹھانے والا کوئی نہیں دکھائی دیتا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا، کیا تمہارے یہاں بھی یہ بدعتیں پائی جاتی ہیں جو ہمارے یہاں موجود ہیں؟ اس نے کہا : ہاں پائی جاتی ہیں، میں نے کہا : تم میں روافض کا کیا حال ہے؟ جواب ملا : وہ ہم میں بدترین لوگ ہیں۔

ابن کثیر اس قصے کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں : اس سند کو ہم نے اپنے شیخ ابوالحجاج مزی پر پیش کیا تو انھوں نے فرمایا : اعمش تک یہ سند صحیح ہے۔ [①]

۴۔ ان کی اصل جس سے وہ پیدا کئے گئے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صاف صاف یہ بات بتادی ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جنات آگ سے اس لئے دونوں کی اصل میں فرق واضح ہے، اور اس سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو جنات اور ملائکہ میں فرق نہیں کرتے ہیں۔

● گدھے اور کتے جنوں کو دیکھتے ہیں :

اگرچہ ہم جنوں کو نہیں دیکھ پاتے ہیں مگر کچھ مخلوقات ایسی ہیں جو انہیں دیکھتی ہیں مثلاً گدھے اور کتے انہیں دیکھتے ہیں، چنانچہ مسند احمد اور سنن ابوداود میں بسند صحیح حضرت جابر سے مرفوعا روایت ہے کہ :

''إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ وَنَهِيقَ الْحُمُرِ بِاللَّيْلِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ ، فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ''۔

''جب تم رات میں کتوں کا بھونکنا اور گدھوں کا رینکنا سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ یہ سب وہ چیزیں

---

① تفسیر ابن کثیر : سورۂ جن : آیت : كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا۔

دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے ہو"۔ ①

اور یہ کوئی غرابت اور تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ سائنس دانوں نے بھی اس بات کی تحقیق کر لی ہے کہ کچھ مخلوقات کو ایسی چیزیں دیکھ لینے کی قدرت حاصل ہے جو ہم نہیں دیکھ سکتے ہیں، چنانچہ شہد کی مکھی غیر مرئی شعاعوں کو بھی دیکھ سکتی ہے، اسی لئے اسے ابر کی حالت میں بھی آفتاب نظر آجاتا ہے، اور الّو تاریک رات کی ظلمت میں بھی چوہے کو دیکھ لیتا ہے...

شیطان اور جن

وہ شیطان جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کثرت سے فرمایا ہے عالم جن سے تعلق رکھتا ہے، اپنے ابتدائے امر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا اور آسمان میں فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا، جنت میں داخل ہوتا تھا، پھر اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی، جب اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کرے تو اس نے کبر ونخوت اور غرور وحسد کی وجہ سے انکار کر دیا، اور اس کے نتیجے میں راندۂ درگاہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

- لغت عرب میں شیطان کا اطلاق ہر متمرد اور سرکش کے لئے ہوتا ہے، اور اس مخلوق کو بھی شیطان اسی لئے کہا گیا کہ اس نے اپنے رب سے تمرد اور سرکشی کا مظاہرہ کیا تھا۔

اور اسے طاغوت بھی کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُقَـٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يُقَـٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱلطَّـٰغُوتِ فَقَـٰتِلُوٓا۟ أَوْلِيَآءَ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۖ إِنَّ كَيْدَ ٱلشَّيْطَـٰنِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ [نساء:٧٦]۔

"جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے"۔

خاص یہی لفظ بیشتر امتوں کے یہاں معروف ہے جیسا کہ عقاد نے اپنی کتاب "ابلیس" میں بیان کیا ہے، اور اسے طاغوت اس لئے کہا گیا کیونکہ وہ اپنی حد سے تجاوز کر گیا تھا اور اپنے رب سے تمرد اور سرکشی کا مظاہرہ کیا تھا، اور

① ابوداود: ۵۱۰۳ / روایت صحیح ہے۔

خود کو معبود ٹھہرالیا جس کی پرستش کی جاتی ہے۔

- **اس کا نام ابلیس رکھنے کی وجہ :**

یہ مخلوق اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکی ہے، اسی لئے اللہ نے اس کا نام (ابلیس) رکھا ہے

اور لغت عرب میں ''بَلَس'' اسے کہتے جس کے اندر کوئی بھلائی نہ ہو، اور اُبلس اسے کہتے ہیں جو مایوس اور حیران ہو جاتا ہے۔

اور سلف کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ نافرمانی سے پہلے اس کا نام (عزازیل) تھا، مگر اس کی صحت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، کیونکہ وہ کسی مستند اور قابل اعتماد مرجع سے منقول نہیں ہے۔

- **شیطان ایک مخلوق ہے :**

شیطان سے متعلق قرآن وسنت کے بیان کردہ حقائق کا مطالعہ کرنے والے سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی ہے کہ وہ ایک مخلوق ہے جس کے اندر عقل وشعور اور ادراک وحرکت کی صلاحیت موجود ہے...اور جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے کہ وہ انسان کے حیوانی غرائز کی نمائندگی کرنے والی ایک شری قوت ہے کہ جب وہ انسان کے دل پر حاوی ہو جاتی ہے تو اسے اعلیٰ روحانی قدروں سے پھیر دیتی ہے تو حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ①

شیطان کی اصل :

یہ بات پہلے ہی بیان کی جا چکی ہے کہ شیطان کا تعلق جنوں سے ہے، اور قرآن وسنت کے دلائل اس سلسلے میں صاف ہیں، اور جو لوگ اسے ملائکہ میں شمار کرتے ہیں ان کی بات نادرست اور قرآن وسنت کے خلاف ہے اور ان کے پاس چند شبہات کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے۔

- **حسن بصری فرماتے ہیں :** ابلیس پلک جھپکنے کی مقدار بھی کبھی فرشتوں میں سے نہیں تھا۔ ②
- **اور ابن تیمیہ کی تحقیق یہ ہے کہ :** شیطان اپنی صورت کے اعتبار سے تو فرشتوں میں سے تھا، مگر اپنی اصل کے اعتبار سے اور مثال کے اعتبار سے اس کا فرشتوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ③

---

① دائرة المعارف الحديثة ص:۳۵۷۔

② البداية والنهاية ۱/۷۹۔

③ مجموع الفتاویٰ: ۴/۳۴۶۔

- **کیا شیطان ہی جنوں کی اصل ہے یا ان میں سے ایک ہے ؟**

ہمارے پاس ایسے صریح نصوص موجود نہیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ شیطان ہی جنوں کی اصل ہے یا ان میں سے ایک ہے، گو آخر الذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے :

﴿... إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلْجِنِّ ﴾ [الکھف:٥٠]۔

''یہ جنوں میں سے تھا''۔

- **اور ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ جس طرح آدم انسانوں کی اصل ہیں ویسے ہی شیطان جنوں کی اصل ہے۔**[1]

- **یہی رائے حضرت حسن کی بھی ہے۔**

حافظ ابن کثیر نے ابن جریر طبری کے حوالے سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

''مَا كَانَ اِبْلِيْسُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَطُّ، وَ إِنَّهُ لَأَصْلُ الْجِنِّ كَمَا أَنَّ آدَمَ أَصْلُ الْإِنْسِ''

''ابلیس پلک جھپکنے کی مقدار بھی کبھی فرشتوں میں سے نہیں تھا، اور یقینا جس طرح آدم انسانوں کی اصل ہیں اسی طرح ابلیس جنوں کی اصل ہے''۔

ابن کثیر فرماتے ہیں : حسن تک یہ اسناد صحیح ہے اور بالکل یہی بات عبدالرحمان بن زید بن اسلم نے بھی کہی ہے۔[2]

علامہ البانی نے بھی حضرت حسن سے اس روایت کو صحیح بتایا ہے۔[3]

- مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان بزرگوں کا مستند کیا ہے۔

- **جنوں کا کھانا پینا ؟**

جنات اور شیطان بھی جو انہیں میں سے ہے کھاتے پیتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں استنجا کے لئے پتھر (کے ڈھیلے) لانے کا حکم دیا اور فرمایا :

---

① دیکھئے: مجموع الفتاوی: ۴/ ۲۳۵-۲۴۶۔

② تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۴۰۔

③ دیکھیے: السلسلة الضعيفة: ۹۱۰ کے تحت۔

''وَلَا تَأْتِيْنِيْ بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثَةٍ'' ''اور دیکھنا میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا''۔

اور جب بعد میں حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے ہڈی اور گوبر لانے کی ممانعت کی وجہ پوچھی تو انھوں نے فرمایا :

''هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ وَنِعْمَ الْجِنُّ ، فَسَأَلُونِي الزَّادَ ، فَدَعَوْتُ اللَّهَ لَهُمْ أَنْ لَا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا''۔

''وہ دونوں جنوں کی غذا ہیں، میرے پاس نصیبین کا ایک وفد آیا تھا۔اور وہ بڑے اچھے جنات تھے۔انھوں نے مجھ سے اپنی غذا کا سوال کیا تو میں نے ان کے لئے اللہ سے دعا کی کہ جس ہڈی یا گوبر سے ان کا گزر ہو اس پر انہیں غذا مل جائے''۔ ①

اور سنن ترمذی میں بسند صحیح روایت ہے کہ :

''لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ، وَلَا بِالْعِظَامِ، فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ''۔

''دیکھنا گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے بھائی جنوں کی غذا ہے''۔ ②

اور صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''أَتَانِي ، دَاعِي الْجِنِّ ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، قَالَ : فَانْطَلَقَ بِنَا ، فَأَرَانَا آثَارَهُمْ ، وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ ، وَسَأَلُوهُ الزَّادَ ، فَقَالَ : لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ، ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ، يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا ، وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا ، فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ''

''میرے پاس جنوں کا نمائندہ آیا تو میں اس کے ساتھ چلا گیا اور ان کے سامنے قرآن پڑھا، بیان کرتے ہیں : پھر وہ ہمیں لے گئے اور ان کے نشانات اور ان کی آتشوں کے نشانات ہمیں دکھائے، اور ان لوگوں نے ان سے اپنی غذا کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا : ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھوں میں آتے ہی تمہارے لئے گوشت بن جایا کرے گی، اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کا چارہ ہوگی، اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا : دیکھنا ان سے استنجا نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے بھائیوں کی غذا ہے''۔ ③

① بخاری:۳۸۶۰۔ ② صحیح الجامع:۲/ ۱۵۴۔

③ حدیث نمبر : ۶۸۷۔

● جب ہمیں جنوں کی غذا کو خراب کرنے سے روک دیا گیا ہے تو پھر انسانوں کی غذا برباد کرنا تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

● شیطان کے کھانے پینے کا طریقہ :

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اور آپ نے ہمیں اس سلسلے میں اس کی مخالفت کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ''

''جب تم میں کا کوئی شخص کھانا کھائے تو اسے چاہئے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے کھائے، اور جب پئے تو بھی داہنے ہاتھ سے پئے، کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا بھی ہے''۔ ①

اور مسند امام احمد میں ہے :

''مَنْ أَكَلَ بِشِمَالِهِ أَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ وَمَنْ شَرِبَ بِشِمَالِهِ شَرِبَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ''

''جو شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے شیطان بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاتا ہے، اور جو اپنے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے شیطان بھی اس کے ساتھ پینے میں شریک ہوتا ہے''۔ ②

اور مسند میں یہ بھی ہے کہ :

''إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ , قَالَ الشَّيْطَانُ : لا مَبِيتَ لَكُمْ وَلا عَشَاءَ ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ , قَالَ الشَّيْطَانُ : أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ , قَالَ : أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ''

''جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے، اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے : یہاں تمہارے لئے نہ رات گزارنے کا ٹھکانا ہے نہ شب کا کھانا ہے۔ اور جب گھر میں یوں داخل ہوتا ہے کہ اندر آتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا، اور کھانا کھاتے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے : تمہیں رات گزارنے کا ٹھکانا اور شب کا کھانا بھی مل گیا۔ اور اس کی تخریج مسلم نے کی ہے''۔ ③

① مسلم : ۲۰۲۰۔ ② احمد : ۲۴۴۷۹۔
③ مسلم : ۲۰۱۸ ، احمد : ۱۴۷۲۹۔

لہٰذا ان نصوص سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ شیاطین کھاتے پیتے ہیں۔

- اور جس طرح انسانوں کو وہ سارے گوشت کھانے سے روکا گیا ہے جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسی طرح مومن جنوں کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس ہڈی کو غذا مقرر کیا ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہوا سے ان کے لئے مباح نہیں ٹھہرایا ہے، اور جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو ایسا کھانا کافر جنوں یعنی شیطانوں کے لئے باقی رہے گا، کیونکہ شیطان ہر اس کھانے کو حلال کر لیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسی لئے بعض علماء اس بات کی جانب گئے ہیں کہ مردہ جانور شیطان کی غذا ہوتا ہے؛ کیونکہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہوتا ہے۔

اور ابن قیم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول :

﴿إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ﴾ [المائدة:۹۰]۔

''شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں''۔

سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نشہ آور چیز شیطان کا مشروب ہوا کرتی ہے، کیونکہ وہ اس مشروب کو پیتا ہے جسے اس کے دوستوں نے اس کے حکم سے تیار کیا ہوتا ہے، اور وہ اس کی تیاری میں ان کا شریک ہوتا ہے، اس لئے اس کے پینے، اور اس کے گناہ اور سزا میں بھی وہ ان کا شریک ہوتا ہے۔

کیا جنات شادی کرتے ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے ؟

ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ جنات بھی شادی بیاہ کیا کرتے ہیں اور بعض علماء نے اہل جنت کی بیویوں سے اس پر استدلال کیا ہے جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ :

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ [الرحمان:۵۶] ''جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا''۔

اور صاحب ''**لوامع الأنوار البهية**'' نے ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جو محل نظر ہے اور اس میں آیا ہے کہ :

''جنوں کے یہاں بھی ایسے ہی بچے پیدا ہوتے ہیں جیسے بنی آدم کے یہاں ہوتے ہیں اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہے''۔

اسے ابن ابی حاتم نے اور ابو الشیخ نے ''العظمة'' میں قتادہ سے روایت کیا ہے۔ اب یہ حدیث خواہ صحیح ہو یا نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ آیت اس ضمن میں صریح ہے کہ جنات بھی ہمبستری کیا کرتے ہیں، اور یہی دلیل

ہمارے لئے کافی ہے۔

- **حضرت شعبی فرماتے ہیں :** ایک شخص نے مجھ سے پوچھا : کیا ابلیس کی کوئی بیوی بھی ہے؟ میں نے اس سے کہا بھائی یہ ایسی شادی ہے جس میں میں شریک نہیں تھا، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ قول :

﴿أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِى﴾ [الكهف:٥٠]۔

''کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟''۔

یاد آیا اور اس سے مجھے معلوم ہوا کہ (اس کی بیوی ہے کیونکہ) ذریت تو بیوی ہی سے ہوا کرتی ہے، تب میں نے اس سے کہا کہ ہاں اس کے بیوی ہے''۔ ①

آیت : ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ سے ایک نادرست استدلال

- بعض لوگوں نے اسی آیت سے دنیا میں جنوں اور انسانوں کے ذکور واناث میں ہمبستری پر استدلال کیا ہے جو متعدد احتمالات کی وجہ سے درست نہیں معلوم ہوتا ہے :
- اس آیت میں کہیں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ یہی دنیا کی عورتیں ہوں گی، اور اس بات کا امکان موجود ہے کہ وہ دنیا کی عورتوں سے الگ اہل جنت کے لئے پیدا کی ہوئی خاص عورتیں ہوں۔
- اگر وہ یہی عورتیں بھی ہوں تو بھی جنت کی صلاحیتوں پر دنیا کی صلاحیتوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کی ایک مثال یوں سمجھیے کہ دنیا میں موجود بصارت سے کوئی بھی شخص خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا ہے مگر اہل جنت وہاں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکیں گے اور یہی ان کے لئے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔
- علامہ البانی رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ آیت میں حور عین مراد لیا ہے اور جنات اور انسان کے درمیان ہمبستری کے وقوع پر اس آیت سے استدلال کو مسترد کر دیا ہے ②۔

---

① اضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن: ۱۲۲/۴، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے : عالم الجن فی ضوء الکتاب والسنة للدکتور عبدالکریم نوفان عبیدات ص:۴۳۔۴۴۔

② دیکھیے : موسوعة الالبانی فی العقیدة : ۱۲۲۹۔

- **امام ابن قیم نے بھی ان سے حور عین ہی مراد لیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں :**

''میں کہتا ہوں : ظاہر قرآن یہی ہے کہ یہ عورتیں دنیا کی عورتیں نہیں ہوں گی بلکہ وہ حوروں میں سے ہوں گی حور عین ہوں گی، اور جہاں تک دنیا کی خواتین کی بات ہے تو ان سے تو انسانوں نے ہمبستری کی ہے، اور جنات کی عورتوں کے ساتھ جنوں نے ہمبستری کی ہے، اور آیت اسی پر دلالت کرتی ہے۔

ابو اسحاق فرماتے ہیں : آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جنات بھی ایسے ہی جماع کرتے ہیں جیسے انسان جماع کرتے ہیں اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ ان حوروں میں سے ہوں گی جو جنت میں پیدا کی گئی ہیں ...الخ[①]

- **بیضاوی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں :**

''انسیات کو کسی انسان نے چھوا ہے نہ جنیات کو کسی جن نے اور اس آیت میں دلیل ہے کہ جنات بھی جماع کرتے ہیں''۔[②]

- **ابو سعود صاحب فرماتے ہیں :**

''مطلب یہ ہے کہ انسیات کو کسی انسان نے چھوا نہ جنیات کو کسی جن نے''۔[③]

- **تفسیر مظہری میں مجاہد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ :**

''معنی یہ ہے کہ انسیات سے کسی انسان نے جماع کیا نہ جنیات سے کسی جن نے''۔[④]

- **علامہ شوکانی فرماتے ہیں :**

واحدی نے کہا : مفسرین فرماتے ہیں : ان سے پہلے کسی نے ان سے وطی کی ہوگی، نہ ان کے اوپر آیا ہوگا، نہ ان سے جماع کیا ہوگا۔

مقاتل فرماتے ہیں : اس لئے کہ وہ جنت ہی میں پیدا کی گئی ہوں گی۔[⑤]

- اگرچہ سلف کی تفسیر میں طمث کا معنی جماع کے ذریعہ افتضاض ہی کیا گیا ہے تاہم لغوی اعتبار سے وہ مجرد چھونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور طبری نے بسند صحیح مجاہد سے چھونے کا ہی معنی بیان کیا ہے۔[⑥]

---

① حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح : ۲۲۲۔ باب ۵۳۔
② انوار التنزیل و اسرار التأویل: ۵/ ۱۷۴۔
③ تفسیر ابو السعود : ۸/ ۱۸۵۔
④ التفسیر المظهری : ۹/ ۱۵۹۔
⑤ فتح القدير: ۵/ ۱۴۰۔
⑥ دیکھیے : التفسیر المسبور۔

نہایت قابل غور

- رسول اللہ ﷺ نے اس طرف ذرا بھی اشارہ نہیں فرمایا کہ جن وانس کے مرد وخواتین کے درمیان ہمبستری کا رشتہ قائم ہوسکتا ہے جبکہ یہ معاملہ انتہائی نازک اور خطرناک تھا اور اگر اس کا واقعی کوئی امکان یا وجود تھا تو اس کے متعلق احکامات اور ہدایات ناگزیر تھیں۔ کیونکہ جن وانس کے باہمی تعامل کے ادنیٰ سے ادنیٰ واقعات کے سلسلے میں شریعت کی رہنمائی اور فراہم کردہ معلومات موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے :

- ■ یہ خبر دی گئی کہ شیطان انسان کے ساتھ رات گزارتا ہے، اس کے کھانے پینے میں شریک ہوتا ہے اور اسے اس سے باز رکھنے کی تدبیر یہ ہے۔
- ■ جنات انسانوں کی شرمگاہوں کو دیکھتے ہیں اور اس سے بچنے کے لئے فلاں عمل کرو۔
- ■ شیطان ہر انسانی مولود کو کچو کے لگاتا ہے۔
- ■ شیطان کی ایذا رسانی سے بچے کو محفوظ رکھنے کے لئے جماع سے قبل خصوصی دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔
- ■ بچوں کو شیطانوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے آغاز شب میں انہیں باہر بھیجنے سے منع کیا گیا ہے۔
- ■ یہ بتایا گیا کہ شیطان انسان کو مادی اور حسی طور پر نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے ان سے محفوظ رہنے کے لئے صبح وشام کی دعائیں بتائی گئی ہیں۔
- ■ یہ بھی خبر دی گئی کہ شیاطین انسان کو خبطی اور پاگل بنا سکتے ہیں اور یہ سلسلہ موت تک چلتا ہے اور اس سے بچنے کی دعا یہ ہے۔
- ■ جنات سانپ بن کر گھروں میں آتے ہیں اور انسانوں کو قتل بھی کر سکتے ہیں۔
- ■ شیطان انسان کی رگوں میں دوڑ سکتا ہے۔
- ■ شیطان اور جنات مختلف شکلوں میں آسکتے ہیں۔

- مگر ان خبروں اور ہدایات وتعلیمات میں کہیں بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ جنات وشیاطین بنی آدم کی خواتین کے ساتھ جماع بھی کرتے ہیں اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے اور ان سے اولادیں بھی ہوتی ہیں اور بکثرت ہوتی ہیں۔
- اگر واقعی ایسا ہوسکتا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ ان جوڑوں کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کے درمیان اگر جماع

کا وقوع ہوگا تو اس کا شمار زنا میں ہوگا یا نہیں؟ اگر بچہ تولد ہوگا تو وہ کس کے کھاتے میں جائے گا؟ جبکہ انسانوں میں اثبات نسب کے شرعی ضابطے تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

● کچھ بزرگ اس بات کے قائل ہیں کہ ان کے درمیان نکاح بھی ہوتا ہے، اور بعض لوگ اس نکاح کے جواز کے بھی قائل بتائے جاتے ہیں، توسوال یہ اٹھتا ہے کہ :

■ اس کے لئے دینی کفاءت لازم ہوگی کہ نہیں کیونکہ کسی مسلمان مرد یا خاتون کو کسی مشرک کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں ہے، ایسے ہی شرعی اعتبار سے کسی فاسق وفاجر سے یا فاسقہ وفاجرہ سے کسی صالحہ یا صالح کا نکاح درست نہیں ہے تب اس بات کا فیصلہ کیسے ہوگا؟ کیا اس کے لئے محض فلاں جن صاحب دامت برکاتھم کا اقرار اور دعویٰ ہی کافی سمجھا جائے گا؟

■ نکاح میں جنیہ کا ولی کیسے طے ہوگا؟ گواہ انسانوں میں سے ہوں گے یا جنات ہوں گے؟

■ طلاق، ظہار، لعان، ایلاء، خلع اور فسخ وغیرہ کے مسائل کیسے طے ہوں گے؟ نان نفقے کے مسائل کیسے حل ہوں گے؟ ① جس کا پانی سبقت کرے گا بچہ اسی پر جائے گا، اگلے بزرگوں کی بھی کوئی خصلت یا شباہت بچے میں آسکتی ہے، پھر اس کی پرورش کیسے ہوگی؟ وہ جنات ہوگا یا انسان؟ یا پھر ان کے ملاپ سے کوئی نئی نسل وجود میں آئے گی جیسے ٹٹو پیدا ہوگیا ہے یا اور جانور پیدا ہورہے ہیں.. وغیرہ وغیرہ ڈھیر سارے سوالات ہیں جن سے مذکورہ نظریات کے حامل بزرگوں میں سے کسی نے تعرض نہیں کیا ہے ②۔

■ یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ اکثر علماء نے اس بات کی وضاحت کر رکھی ہے کہ جو یہ کہے گا کہ میں کسی جن کے بتانے سے غیبی باتیں بتاتا ہوں وہ کاہن ہے اور ایسا شخص کافر ہوتا ہے تو کیا جن صاحب کی زوجۂ محترمہ بھی اگر اپنے شوہر نامدار کے ذرائع سے خبر رسانی کا فریضہ انجام دیں گی تو ان کا بھی شمار انہیں میں سے ہوگا؟ حاصل گفتگو یہ ہے کہ یہ توصرف ایک نمونہ ہے جبکہ اس ضمن میں بہت سے سوالات ایسے ہیں جو تشنۂ جواب ہیں۔

---

① سیوطی نے **الأشباہ والنظائر** میں اس طرح کے کچھ سوال اٹھائے ہیں مگر نکاح کے عدم جواز کی بات کرتے ہوئے ان کے جواب سے تعرض نہیں کیا ہے پھر دیکھا کہ سیوطی صاحب نے امام مالک سے مروی ایک بے بنیاد فتوے کے سامنے کمان ڈال دی ہے اور زرہ بکتر اتار کر رکھ دیا ہے اور ایسے ہی دیگر فقہاء نے بھی کیا ہے۔

② پھر دیکھا کہ کچھ لوگوں نے فرمایا ہے کہ جو مخنث پیدا ہوتے ہیں وہ اسی طرح کے وصال کے نتیجے میں وجود میں آتے ہیں، اسی طرح معذور بچے بھی اسی زمرے میں شامل ہیں، اور اس سلسلے میں ضعیف اور نا قابل اعتبار حدیثیں بھی وارد ہیں۔

- **علامہ سیوطی نے ایک اور دلچسپ موضوع چھیڑ دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ :**

اگر کوئی جن کسی انسیہ سے وطی کرے تو اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

سیوطی صاحب فرماتے ہیں :

''ہمارے اصحاب نے تو اس کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ ہاں بعض حنفیہ اور حنابلہ سے وارد ہے کہ :

اس پر غسل واجب نہیں ہے، کیونکہ ایلاج (شرمگاہ کا شرمگاہ میں داخل ہونا) اور انزال متحقق ہی نہیں ہوتا ہے، اس لئے وہ بلا انزال خواب کی طرح ہے۔

سیوطی صاحب فرماتے ہیں :

اور یہی بات ہمارے قواعد پر بھی جاری ہے۔ ①

اب سوال یہ ہے کہ اس وطی اور جماع کا مطلب کیا ہوا اور اس سے بچہ کیسے ہوگا ؟

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا !

ہم پھر سے اسی طرف آتے ہیں کہ جب رسول گرامی علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسے نازک مسئلے میں کچھ ارشاد نہیں فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے یہ کوئی مسئلہ یا قضیہ تھا ہی نہیں اور اس طرح کے واقعات کا کوئی وجود اور امکان ہی نہیں تھا اسی لئے آپ نے اس سلسلے میں کچھ نہیں فرمایا۔

- صحابہ کے سامنے بھی اس طرح کا کوئی وجود یا امکان نہیں آیا تھا، نہ ان کے ذہن میں ایسا کوئی تصور تھا، اسی لئے اس سلسلے میں کوئی روایت کسی بھی صحابی سے کسی قابل اعتماد ذریعے سے مروی نہیں ہے۔ ②

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت زیر بحث میں کنوارا پن زائل کرنے کا معنی وارد ہے مگر انھوں نے دور یا قریب کہیں سے یہ اشارہ نہیں دیا کہ بنی آدم کی خواتین جنوں کے لئے یا جنوں کی خواتین انسانوں کے لئے قابل استعمال ہیں اور ان کے درمیان زن وشو کے تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں ایسا کوئی تصور موجود ہی نہیں تھا۔

---

① الأشباه والنظائر: ۱/ ۲۵۷۔

② اس موضوع پر کچھ مرفوع اور موقوف روایتیں وارد ضرور ہوئی ہیں مگر وہ سب ضعیف اور غیر معتبر ہیں یا بعض لوگوں نے ایسی روایتوں سے استدلال کیا ہے جو ان کی مراد کی دلیل نہیں بن سکتی ہیں، ان میں محض تعسف سے کام لیا گیا ہے۔

اسی لئے ضمرہ بن حبیب طائی [1] نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ :

''جنوں کے لئے جنیات اور انسانوں کے لئے انسیات ہوں گی''۔ [2]

اور قرطبی نے قشیری سے یہ صراحت بھی نقل کی ہے کہ جنات انسان کی عورتوں کے ساتھ دنیا میں وطی نہیں کرتے ہیں۔ [3]

- سب سے پہلے بزرگ جن سے یہ نکتہ وسیع پیانے پر چلایا گیا ہے مشہور تابعی حضرت مجاہد ہیں، مگر اللہ کا شکر ہے کہ ان سے یہ روایت صحیح نہیں ہے اور غیر معتبر ذرائع سے نشر ہوئی ہے، ورنہ یہ سوال ضرور اٹھتا کہ کیا حضرت مجاہد کے پاس کوئی سائنٹفک ذریعہ ایسا تھا کہ اس سے انھوں نے وہ طریقہ بھی معلوم کرلیا جس سے شیطان کسی عورت سے ہمبستری کرسکتا ہے؟ (ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کی روایت میں اس جماع کی حیثیت مستقل نہیں ہے بلکہ جن صاحب کی یہ سرگرمی اس خاتون کے شوہر نامدار کی ساجھے داری میں ہوتی ہے جو اپنے حرکت وعمل کے آغاز میں بسم اللہ نہیں پڑھتا ہے!) یا پھر حضرت مجاہد کو اس غیبی قضیے کی معلومات اوپر سے حاصل ہوئی ہے؟ ایسی صورت میں ان سے یہ سوال ضرور ہونا چاہیے تھا کہ جناب آپ کا مستند کیا ہے اور یہ معلومات آپ تک کہاں سے پہنچی ہے؟

مگر حیرت ہے کہ کسی نے یہ سوال نہیں کیا اور اچھے خاصے نامور اہل علم نے ایک مسلمہ قضیے کے طور پر اس روایت کو آگے بڑھانا شروع کردیا !

- پھر ایک روایت امام مالک کی طرف بھی اس کے امکان، وجود حتی کہ جواز کی بھی منسوب ہوئی اور ان کے نام پر بھی اس قضیے کو اچھالا گیا مگر الحمدللہ کہ وہ روایت بھی غیر معتبر اور منکر ثابت ہوئی جیسا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

مگر بعد میں بعض علماء کی بے احتیاطی سے یہ قضیہ بہت سے لوگوں کے یہاں مسلمات میں سے قرار پا گیا اور وہ اس کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ اس کے مقابل کبار اہل علم کا ایک گروہ اس دعوے کو منکر ٹھہراتا تھا اور اسے مسترد کرتا آیا ہے اور جو لوگ اس طرح کا دعویٰ کرتے تھے کہ انھوں نے کسی جنیہ سے شادی کرلی ہے وہ انہیں دیوانہ سمجھتے، یا کذاب گردانتے تھے اور بعض محدثین تو ان سے روایتیں لینا بھی بند کردیتے تھے اور انہیں متروک کردیا جاتا تھا۔

---

[1] ضمرہ بن حبیب ابوعتبہ تابعین میں سے ہیں اور انہیں ائمہ حدیث نے ثقہ ٹھہرایا ہے۔ دیکھیے: تهذيب الكمال للمزی میں ان کا ترجمہ۔

[2] دیکھیے: تفسیر طبری، ابن کثیر، قرطبی وغیرہ اور دیگر کتب تفسیر بھی۔

[3] تفسیر قرطبی: ۱۵۶/۲۰۔

مصری عالم فضیلۃ الشیخ مصطفی عدوی صاحب بھی جن وانس کے درمیان جنسی تعلقات کے منکر ہیں

- مذکورہ بالا سطور تحریر کر چکا تھا کہ مصر کے سلفی عالم شیخ مصطفی عدوی کی تفسیر نظر سے گزری جس کا عنوان ہے :

''الرد على شبهة أن بإمكان الجني افتضاض بكارة الانسية''

''اس شبہ کی تردید کہ کسی انسانی خاتون کی بکارت زائل کرنا جن کے لئے ممکن ہے''۔

جس میں تقریباً اختصار کے ساتھ وہی باتیں کہیں گئی ہیں جو میں نے عرض کی ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیے :

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد : ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ [الرحمن:٥٦]۔

مطلب یہ ہے کہ ان سے قبل نہ کسی انسان نے ان سے ہمبستری کی ہوگی نہ کسی جن نے

﴿فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ [الرحمن:٥٧]۔

یہاں ایک مسئلہ اٹھایا گیا ہے، حالانکہ اس کے اٹھانے کا درحقیقت کوئی معنی نہیں ہے، مگر چونکہ اس کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے میں بھی سرسری طور پر اسے پیش کر دیتا ہوں، اور وہ مسئلہ حسب ذیل ہے : کیا جن کسی انسیہ (انسانی خاتون) کی بکارت زائل کر سکتا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے، اس کا کوئی تصور ہے کہ کوئی جن کسی انسیہ کا کنوارا پن دور کر سکتا ہے، اس کی بکارت زائل کر سکتا ہے، اس پر زیادتی کرتے ہوئے اس کی آبروریزی کر سکتا ہے یا یہ چیز متصور نہیں ہے؟ حقیقت یہی ہے کہ یہ اس طرح کے مسائل میں سے ہے جن کا وجود عہد رسول ﷺ میں ممکن تھا؟ ۔ کیونکہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے عہد میں جنات بھی موجود تھے اور خواتین اور دوشیزائیں بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھیں۔ مگر اس کے باوجود کسی بھی کیس اور واقعے میں یہ بات منقول نہیں ہوئی کہ نبی ﷺ نے ایسی کوئی بات سنی ہو، نہ ایسا کچھ وارد ہے کہ آنحضرت صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے اس ضمن میں کوئی فتوی ہی صادر فرمایا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کبھی یہ چیز وارد نہیں ہوئی کہ کسی خاتون کا کنوارا پن کسی جن نے زائل کیا ہو، جی ہاں ! ایسا کچھ کسی حال میں وارد نہیں ہوا ہے، نہ ایسا ہی کچھ آیا ہے کہ کسی ایسی عورت سے جس پر زنا کی تہمت لگی ہو اس کے اس عذر پر کہ اس کا حمل کسی جن کی زیادتی کا نتیجہ ہے، یا کسی جن نے میرا کنوارا پن مجھ سے چھین لیا ہے۔

حد کو ساقط کر دیا گیا ہو، اور اس طرح کی باتوں سے حد کو ساقط بھی نہیں کیا جاتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ اس باب میں جو وارد ہوا ہے جسے کسی پہلو سے اس سلسلے میں پیش کیا جا سکتا ہے وہ یہی ہے کہ نبی ﷺ نے مستحاضہ کے متعلق جس کا حیض جاری رہتا ہے اور وہ صاف نہیں ہو پاتی ہے اور اس کے خون میں مسلسل ریزش ہوتی ہی رہتی ہے فرمایا تھا کہ :

''ذَاکَ رَکْضَةٌ مِنْ رَکَضَاتِ الشَّيْطَانِ'' ''وہ شیطان کی ایک مار کی وجہ سے ہوتا ہے''۔

مگر اس خبر کی اسناد میں ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل ہیں، اور اکثر علماء کے یہاں راجح یہی ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہیں۔ ①

لہٰذا اس تفصیل کی بنیاد پر دنیا میں کسی جن کے ذریعہ انسیہ کی بکارت زائل کرنے کی کوئی چیز ثابت نہیں ہے، اور یہیں سے یہ مسئلہ بھی صاف ہو جاتا ہے کہ انسان کی جنیہ کے ساتھ اور جن کی انسیہ کے ساتھ شادی کے متعلق بھی کوئی خبر ہرگز ثابت نہیں ہے۔

اور سلیمان علیہ السلام کے متعلق جو وارد ہے یا ملکہ سبا کے بارے میں جسے یہ لوگ بلقیس کہتے ہیں جو کچھ آیا ہے، اور یہ کہ اس کا باپ جن تھا اور اس کی ماں انسانوں میں سے تھی تو ان میں سے کوئی بھی بات کسی حال میں ثابت نہیں ہے، اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت اثر میں بھی اس کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے، اور رسول ﷺ کے صحابہ سے بھی میرے علم میں ایسی کوئی چیز وارد نہیں ہوئی ہے۔

پھر جو لوگ جنیہ سے انسان کی شادی کے جواز کے قائل ہیں ان میں سے کچھ لوگ اسی آیت کو حجت بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ : ''مفہوم مخالف اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ جن بھی کبھی جماع کرتا ہے''۔

مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے متعلق ایسی کوئی چیز وارد نہیں ہے اس لئے ہم اس کی نفی کرتے ہیں، بلکہ اس مسئلے سے تعرض ہی نہیں کرتے ہیں، مگر اللہ کی مرضی کہ یہ مسئلہ اٹھا ہی دیا گیا۔ ②

ایک سوال کے جواب میں مزید فرماتے ہیں :

سوال : جن سے انسان کے شادی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب : رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایسا کچھ وارد نہیں ہے کہ کسی عفریت نے کسی خاتون سے بیاہ رچایا ہو، یا کسی صحابی نے کسی عفریتہ کو شرف زوجیت بخشا ہو، اس لئے اس ضمن میں بحث ہی فضول ہے اور اس کا کچھ مطلب نہیں ہے، اور

① اس حدیث پر گفتگو اپنی جگہ پر قدرے تفصیل سے آئی ہے اور اس میں کہیں بھی جماع کے ذریعہ خون نکالنے کی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔

② دیکھیے : سلسلة التفسير لمصطفى العدوي۔ مکتبہ شاملہ۔

اگر سیوطی جیسے کچھ علماء نے اس مسئلے کو نہ اٹھایا ہوتا تو ہم سرے سے اس سے تعرض ہی نہیں کرتے، اور بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول : ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ [الرحمن:٥٦]۔

سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جن کے لئے جماع ممکن ہے، ہاں ! اگرچہ جن کے لئے جماع ممکن ہے، مگر آیت میں شادی کا جواز نہیں ہے۔

اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد :

﴿ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا﴾ [الانعام:١٢٨]۔

سے بھی استدلال کیا ہے۔

جبکہ آیت کی تفسیر رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سیرت سے ہی ہو جاتی ہے، لہٰذا استمتاع سے مراد جماع اور معاشرت نہیں ہے، بلکہ اللہ بچائے! شرک و کفر کا استمتاع مراد ہے۔ ①

- **ایسے ہی ایک سوال آیا کہ :**

جرائد اور مجلّات میں یہ مسئلہ کثرت سے پیش ہو رہا ہے کہ جن عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ جماع کر رہا ہے، کیا یہ صحیح ہے ؟

جواب دیتے ہیں کہ :

''کیا واقعی جن عورتوں کے ساتھ جماع کرتا ہے ؟ میں نے تو عہد رسول میں کسی جن کے متعلق یہ بات دیکھی نہ سنی، اور جو اس کا اثبات کرتا ہوا اس پر لازم ہے کہ وہ ہمارے سامنے کوئی ایسی دلیل پیش کرے جس سے ثابت ہو کہ جن خواتین کے ساتھ جماع کرتا ہے۔

اور آیت ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ [الرحمن:٥٦]۔ کو صحابہ کے افعال کی روشنی میں اور ان واقعات کی روشنی میں سمجھنا چاہیے جو عہد رسول ﷺ میں پیش آئے تھے...

مگر حقیقت یہ ہے کہ عہد رسول ﷺ میں صحابیات میں سے کوئی خاتون ایسی نہیں پائی گئی جس کے ساتھ کبھی کسی جن نے ہمبستری کی ہو ! ...''۔ ②

❁❁❁

---

① حوالہ مذکور۔

② حوالہ مذکور۔

جن وانس کے درمیان نکاح
اور توالد کا امکان؟
نکاح کے امکان پر ایک روایت اور اس پر بحث

''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكْثُرَ فِيْكُمْ أَوْلَادُ الْجِنِّ مِنْ نِسَائِكُمْ، وَيَكْثُرُ نَسَبُهُمْ فِيْكُمْ حَتَّى يُجَادِلُوْكُمْ بِالْقُرْآنِ؛ حَتَّى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ''

''قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تمہارے درمیان تمہاری عورتوں سے جنوں کی اولاد کی کثرت نہ ہوجائے، اور ان کا نسب (یا ان کی نسبت) تمہارے درمیان زیادہ نہ ہوجائے حتی کہ وہ تمہارے ساتھ قرآن کے ذریعہ اس حد تک مناظرہ ومباحثہ کریں گے کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں گے''۔

مذکورہ بالا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کی جاتی ہے، حالانکہ وہ لائق اعتبار نہیں ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ اپنی کتاب :

''السلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة'' میں : (نمبر ۵۷۷۶ کے تحت ج ۱۲ ص ۶۰۱)

میں فرماتے ہیں :

''یہ روایت سخت منکر ہے''اس کی تخریج ابوبکر کلاباذی نے ''مفتاح المعانی''(ق ۱/۳۸۱) میں کی ہے۔اس کے بعد انھوں نے اس کی سند پر اپنی عادت کے مطابق مکمل گفتگو کی ہے۔ بعدہ فرماتے ہیں :

ایک جنیہ سے شادی کے دعوے پر
ابن عربی کی تکذیب[1]

فائدہ : ذہبی نے ''میزان'' میں امام تقی الدین ابن دقیق العید کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا : میں نے اپنے شیخ ابو محمد عبد السلام سلمی (یعنی عز الدین) کو فرماتے ہوئے سنا : ۔اور اس وقت ذکر ابن عربی

[1] یہ سرخیاں میں نے صرف توجہ مبذول کرانے کے لئے لگائی ہیں اور ایسا اس کتاب میں اقتباسات کے درمیان بکثرت کیا گیا ہے۔

طائی۔[مشہور صوفی] کا چھڑا ہوا تھا کہ :

''وہ تو بڑا ابرا شیخ ہے، شیعہ ہے کذاب ہے۔ میں نے ان سے عرض کیا : وہ کذاب (بڑا جھوٹا) بھی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا : بالکل ہے۔ ہم نے دمشق میں جنوں سے شادی کے موضوع پر مذاکرہ کیا تو ابن عربی نے کہا : یہ چیز محال ہے، کیونکہ انسان ایک جسم کثیف اور جنات ایک روح لطیف ہے، اور کثیف جسم لطیف روح سے ہرگز مربوط نہیں ہوسکتا ہے، پھر کچھ ہی دنوں کے بعد میں نے دیکھا کہ جناب کا سر پھوٹا ہوا ہے! اور صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنیہ سے شادی رچالی تھی جس سے مجھے تین اولادیں ہوئیں، پھر ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ میں نے اسے غصہ دلا دیا، اور اس نے ایک ہڈی سے مجھے مار دیا جس کے نتیجے میں یہ سر پھوٹ گیا، اور محترمہ یوں چلی گئیں کہ پھر اس کے بعد میں نے انہیں نہیں دیکھا۔''

- **علامہ ذہبی کا تبصرہ :**

علامہ ذہبی رحمہ اللہ عزبن عبدالسلام صاحب کی شیخ ابن عربی کی تکذیب کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ محی الدین صاحب نے جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا ہوگا؛ البتہ خلوتوں اور بھوک نے ان کے اندر فساد، خیال کا غلبہ اور ایک طرح کا جنون سا پیدا کر دیا تھا''۔

اس فائدے کے ذکر کرنے کا مقصد قارئین کرام کو یہ یاد دلانا ہے کہ اہل علم انسان اور جنات کے درمیان شادی کے امکان پر سخت نکیر فرمایا کرتے تھے؛ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کی طبیعتوں اور مزاجوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، حتی کہ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرتا تھا وہ اسے کذب یا ایک طرح کے جنون سے متہم گردانا کرتے تھے، اور ان دونوں میں سے جو شیریں ہے وہ بھی کڑوا ہے۔

عورت کے ساتھ نادیدہ شخصیت کا جماع محض وسوسہ ہوتا ہے

اور ہم آج اس زمانے میں بعض عورتوں سے جو یہ سنا کرتے ہیں کہ جب وہ اپنے بستر زوجیت پر آرام فرما ہوتی ہیں تو انہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی نادیدہ شخصیت ان کے ساتھ مجامعت کر رہی ہے، تو یہ بس شیطان کا ایک وسوسہ اور بنی انسان کے ساتھ اس کا تلاعب ہی ہے، اور انسانوں سے جن نکالنے کا پیشہ اختیار کرنے والے کچھ لوگ

اس حالت کا اچھی طرح استحصال کرتے ہیں اور موقع کا فائدہ اٹھا لیتے ہیں، اور اس درمیان میں لوگ ۔تلاوت قرآن ومعوذات۔ کے علاوہ ایسے ایسے کام کرتے ہیں جو سنت میں وارد نہیں ہیں، مثلاً جن سے مکالمہ اور اس سے بعض خفیہ امور کے متعلق سوال کرنا، ان سے ان کے دین ومذہب کے متعلق استفسار کرنا! اور جو جو باتیں وہ بتاتے ہیں ان سب کی تصدیق کرنا! جبکہ ان کا تعلق عالم غیب سے ہے، انسان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ ان کے مومن اور کافر کی الگ الگ شناخت کر سکے، اور یہ جان سکے کہ کون ان میں سچا ہے اور کون جھوٹا؟

جنوں سے دوستی کرنے والے راقیوں کے پاس جانا حرام ہے

اور جب نبی ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے اور ان کی تصدیق کرنے سے روک دیا ہے؛ کیونکہ یہ لوگ جنوں سے دوستی کرتے ہیں، اور جنات چوری چھپے (فرشتوں کی کوئی بات اچک کر) انسانوں میں سے اپنے دوستوں تک وہ بات پہنچا دیتے ہیں اور (صحیح میں وارد حدیث کے مطابق) وہ لوگ ان میں سو سے زائد جھوٹ کی آمیزش کر دیتے ہیں۔

میں (البانی) کہتا ہوں :

جب ان کے پاس جانا حرام ہے، تو انسانوں میں سے ان کے ان دوستوں کے پاس جانا تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا جو براہ راست جنوں کو مخاطب کرتے ہیں اور ان سے کام لیتے ہیں، اور وہ ان کے کچھ مفادات کی تکمیل کر دیتے ہیں، تاکہ انہیں اللہ کی راہ سے بہکا دیں؛ جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہوا کرتا تھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض افراد کی پناہ لیتے تھے، سو اُن لوگوں نے اُن جنات کی سرکشی اور بڑھا دی''۔

انسانی خواتین کے ساتھ جنات کی ہمبستری پر دلالت کرنے والی ایک روایت اور اس کا حال

اس کے بعد علامہ البانی رحمہ اللہ نے (۵۷۷۷) نمبر کے تحت حسب ذیل حدیث بیان کی ہے جو مجاہد پر موقوف ہے:

''إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ وَلَمْ يُسَمِّ؛ انْطَوَى الْجَانُّ عَلَى إِحْلِيْلِهِ، فَجَامَعَ مَعَهُ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ :

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ [الرحمن: ۷۴]۔''

''جب کوئی شخص بسم اللہ پڑھے بغیر (بیوی سے) جماع کرتا ہے تو جنات اس کے قضیب کی نوک سے لپٹ جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی جماع کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس قول: (''ان کو ہاتھ نہیں لگایا کسی انسان یا جن نے اس سے قبل'') سے یہی مراد ہے''۔

اس موقوف روایت کے متعلق علامہ فرماتے ہیں کہ :

منکر و مقطوع ہے۔ اس کی تخریج ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر (۸۸/۲۷) میں کی ہے۔

اس کے بعد حسب عادت اس کی سند پر طویل گفتگو کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں :

یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ اس (سلسلہ) میں میرا اس اثر کو اپنی شرط پر نہ ہونے کے باوجود وارد کرنا محض اس لئے ہے کہ میں اس پر مجبور ہو گیا تھا کہ اس کی تخریج کے ساتھ اس کے بے بنیاد اور کمزور ہونے کی نشاندھی کر دوں؛ کیونکہ میں نے بعض علمائے مفسرین اور دیگر اہل علم کو دیکھا کہ انھوں نے بطور مسلمات کے اس روایت کو بیان کیا ہے؛ مثلاً : قرطبی نے اپنی (جامع) (۲۸۹/۱۰) میں، شوکانی نے ''فتح القدیر'' (۲۳۳/۳) میں، آلوسی نے ''روح المعانی'' (۱۱۹/۱۴) میں اسے بیان کیا ہے اور اسی سے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کی ہے جس میں اس نے ابلیس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

﴿...وَشَارِكْهُمْ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ﴾ [الاسراء: ۶۴] ''اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا''۔

بلکہ حافظ ابن حجر نے بھی ''فتح الباری'' (۲۲۹/۹) میں یہی کیا ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول: (تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا) کی تفسیر میں جو بیوی سے ہمبستری کی دعا کے ضمن میں وارد ہے آخر

میں فرمایا ہے کہ :

''اور کہا گیا : اس کی ماں کے ساتھ جماع کرنے میں اس کے باپ کے ساتھ شریک ہو کر اسے نقصان نہیں پہنچائے گا جیسا کہ مجاہد سے وارد ہے...(پھر انھوں نے مذکورہ اثر کو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے) : اور شاید سب جوابوں میں یہی جواب اقرب ہے''۔

میں (البانی) کہتا ہوں :

اور ان کا بصیغہ جزم یہ فرمانا کہ (جیسا کہ وارد ہوا ہے...) اس کی سند کی حالت کے مخالف ہے! جبکہ حافظ پر واجب یہ تھا کہ وہ اصطلاح میں مقرر اصول کے مطابق (جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے) کے الفاظ میں اسے ذکر کرتے، اور جیسا کہ خود ان کی غالب عادت ہے، مگر ہر انسان کی طبیعت ان پر غالب آ گئی، جبکہ کمال فقط اللہ ہی کو سزاوار ہے...

مزید یہ کہ اگر یہ اثر مجاہد سے صحیح بھی ہوتا تو بھی انہیں پر موقوف ہوتا، اور اس میں حجت بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی، اور اگر انھوں نے اسے مرفوعاً بیان کیا ہوتا تو وہ روایت مرسل ہوتی، اور مرسل روایت محدثین کے یہاں ضعیف ہوتی ہے۔ بالخصوص اس طرح کے عجیب وغریب غیبی معاملات میں۔ اور یہ سب باتیں اس وقت ہوتیں جب سند ان تک صحیح ہوتی، مگر جبکہ وہ مقطوع اور ضعیف وبے بنیاد ہے تو پھر اس کے متعلق کیا عرض کریں؟!

اور علامہ آلوسی نے اپنے حسب ذیل ارشاد سے اس کی تردید کا بھی اشارہ دیا ہے؟ فرماتے ہیں : ''پھر یہ دعویٰ کہ بسم اللہ نہ پڑھنے پر جن بشر کی بیویوں سے ان کے شوہروں کے ساتھ ساتھ جماع کرتا ہے تمام علماء کے نزدیک غیر مسلّم ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد : ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ﴾ [الاسراء: ۶۴]۔

مراد کے متعلق نص نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اور انھوں نے جو تعمیم (یعنی تمام علماء) کی بات کی ہے تو وہ ذکر کردہ سابقہ تفصیل کے مخالف ہے، اور جناب ایک دوسرے وہم کا بھی شکار ہوئے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے مجاہد کا اثر حسن کی طرف بھی منسوب کر دیا ہے۔ یعنی حسن بصری کی طرف۔ انھوں نے دونوں کو ایک ساتھ جوڑ دیا ہے...

امام مالک کی طرف منسوب ایک ضعیف اور عجیب وغریب روایت جس کی وجہ سے بہت سے لوگ راہ حق وصواب سے دور ہوئے

پھر علامہ آلوسی صاحب ایک اور غرابت کا بھی شکار ہوئے ہیں؛ وہ فرماتے ہیں :

''بسم اللہ نہ پڑھنے والے شوہر کے ساتھ جماع میں شامل ہوئے بغیر کسی انسان (خاتون) کے ساتھ جنات کے جماع کرنے کے امکان میں کوئی شک نہیں ہے، اور اس پر ابوعثمان سعید بن داود زبیدی کی روایت دلالت کرتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ :

یمن کے کچھ لوگوں نے امام مالک کے پاس خط بھیج کر جنوں سے نکاح کے متعلق سوال کیا، اور اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ یہاں جنوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ حلال کی چاہت رکھتا ہے؟ (!) تو انھوں نے فرمایا : مجھے دینی اعتبار سے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لگتا ہے؛ مگر اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی عورت حاملہ پائی جائے، اور اس سے پوچھا جائے کہ تیرا شوہر کون ہے؟ تو وہ جواب دے کہ وہ تو جنوں میں سے ہے! اس طرح تو اسلام میں فساد پھیل جائے گا''۔

اور امام مالک کے اس اثر سے امکان مذکور پر ان کے استدلال میں وجہ غرابت یہ ہے کہ وہ - میرے نقد کے مطابق - سند ومتن دونوں اعتبار سے باطل ہے۔

سند تو اس لئے کہ.... اور متن یوں کہ میں اسے امام مالک کی فقہ سے بہت بعید جانتا ہوں کہ وہ کسی انسیہ (انسانی خاتون) سے جنات کی شادی کے متعلق یہ کہیں کہ (مجھے دینی اعتبار سے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لگتا ہے)! اور یہ بات اس لئے کہتا ہوں کہ شروط نکاح میں - جیسا کہ معلوم ہے - کم از کم دینی کفاءت بھی شامل ہے، کیونکہ کسی مسلم عورت کا کسی کافر سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ فاسق کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے، تب آخر اس عورت کے ولی اور گواہوں کو بھی یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ جن اس کا کفو ہے، جبکہ وہ لوگ اسے پہچانتے ہی نہیں ہیں؟! کیونکہ وہ ان کے سامنے پیغام دینے والے ایک خوبصورت آدمی کی شکل میں ظاہر ہوگا، اور قرآنی نص کے مطابق اس کی حقیقی شکل میں اسے دیکھنا ممکن ہی نہ ہوگا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کوئی دوسری انسانی یا حیوانی شکل دھار کر آئے، تب اس وقت دونوں کی خلقت کے مزاج

میں اختلاف کے ساتھ زوجین کے درمیان معروف احکام : طلاق، ظہار اور نفقہ وغیرہ کی تطبیق کیونکر ہوگی؟ اللہ کی قسم یہ تو اغرب الغرائب (عجیب وغریب ترین بات) ہے کہ اس طرح کی باطل چیز بلکہ سطحی بات کی حقیقت علامہ آلوسی پر کیسے مخفی رہ گئی؟ اللہ انہیں بخشے اور ہمیں بھی معاف فرمائے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عجیب وغریب بات

اور ان سب سے عجیب وغریب بات تو امام ابن تیمیہ کی ہے جو انھوں نے رسالہ ''**ایضاح الدلالة في عموم الرسالة**'' (ص ۱۲۵) مجموعۃ الرسائل المنیر یہ میں کہی ہے کہ :

''کبھی انسانوں اور جنوں میں بھی شادی ہوجاتی ہے اور ان کے درمیان اولاد بھی ہوتی ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے اور معروف ہے''۔

میں کہتا ہوں : ہاں؛ یہ چیز بعض کمزور سوجھ بوجھ اور بودی عقل والی عورتوں کے نزدیک معروف ہے، مگر پہلی بات تو یہ ہے کہ توالد (اولاد پیدا ہونے) کی شرعی اور عقلی دلیل کہاں ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ شادی کے جواز کی شرعی دلیل کیا ہے؟! یہ سب دور از کار باتیں ہیں جن کی کوئی دلیل نہیں ہے!

اور سابقہ حدیث کے تحت عز بن عبد السلام اور ذہبی نے جنیہ خاتون سے شادی اور اس سے تین اولاد ہونے کے متعلق ابن عربی صوفی کے دعوے پر جو نکیر کی ہے وہ آپ کو ہمارے تذکرے سے معلوم ہو چکی ہے!!! اور آنے والی حدیث کے تحت جو مجاہد کے اس اثر اور سابقہ حدیث کی طرح انس وجن کے درمیان شادی کی خرافات کی تصدیق پر معاون احادیث میں سے ایک ہے ابن عربی کے دعوے کو باطل کر دینے والا مازری کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔ انتھی

ہماری گزارشات

آپ دیکھ رہے ہیں کہ علامہ البانی نے روایت پر نکیر کے ضمن میں جن علماء کی تردید کی ہے وہ سب کے سب ائمہ فن، عظیم فقہاء اور بابصیرت ناقدین ہیں؛ مگر ایک خار دار مسئلے میں ایک ضعیف اثر کو روایت پر داد تحقیق دئے بغیر اور اسے بحث وتمحیص کے لازمی مراحل سے گزارے بغیر کس طرح مسلمات کے طور پر پیش فرما رہے ہیں اور ایک اہم ترین غیبی مسئلے کے اثبات میں اسی کو بنیاد ٹھہراتے ہیں۔ اور بعض لوگ تو محض عوام میں رائج کسی فکر یا ادعا کو کسی متفق علیہ قضیے کی طرح پیش فرما رہے ہیں، حالانکہ انہیں لوگوں نے یہ اصول ہم تک پہنچایا ہے کہ کسی بات کو بلا دلیل

اور بلا تحقیق قبول نہ کیا جائے بالخصوص ایسے نازک غیبی مسئلے میں تجربات کو بنیاد نہ بنایا جائے، کیونکہ غیبی امور کا فیصلہ نص کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے۔

اسی لئے یہ ایک زریں اصول ہے جسے ہر وقت پیش نگاہ رہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص کی کچھ باتیں قابل اخذ اور کچھ باتیں قابل رد ہوتی ہیں خواہ وہ کیسا ہی دانا اور کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو! نیز ہمیں اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ منسوبات کو بلا تحقیق مسلمات کی طرح پیش کرنا ایک فاش غلطی ہے۔

جن وانس کے نکاح اور توالد پر دلالت کرنے والی ایک ضعیف حدیث

اس کے بعد انھوں نے (۵۷۷۸) کے تحت حسب ذیل حدیث بیان کی ہے :

''كَانَ أَحَدُ أَبَوَيْ بِلْقِيْسَ جِنِّيًا'' ''بلقیس کے والدین میں سے کوئی ایک جن تھا''۔

پھر اس پر منکر ہونے کا حکم لگاتے ہوئے اس کی تخریج کرنے والوں کا تذکرہ کیا ہے اور حسب عادت اس کی سند پر بحث کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ روایت اور اس جیسی دوسری روایتوں کے متعلق جو بلقیس کے بارے میں آئی ہیں غالب یہی ہے کہ وہ اسرائیلیات میں سے ہیں، اور ابوحیان نے اپنی تفسیر ''**البحر المحيط**'' (۷/۶۷) میں اس اثر کا معنی بیان کرنے کے بعد اسی کی جانب اشارہ کیا ہے:

''اور لوگوں نے اس کے قصے کو ایسی باتوں سے طول دیا ہے جو قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث شریف سے''۔

ماوردی کا بصیرت افروز کلام

بلقیس کی ماں کے جنیہ ہونے کا قول مستنکر ہے

اور ماوردی فرماتے ہیں : ''یہ کہنا کہ بلقیس کی ماں جنیہ تھی عقلی اعتبار سے مستنکر ہے؛ کیونکہ دونوں جنسوں میں تباین اور ان کی طبیعتوں میں اختلاف ہے اور ان دونوں کے احساسات جدا جدا ہیں؛ اس لئے کہ آدمی تو جسمانی ہوتا ہے اور جن روحانی ہوتا ہے، اور آدمی تو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ جن آگ کے شعلے سے بنا ہے، اور اس تباین کے ساتھ دونوں کا امتزاج ممتنع اور اس اختلاف کے ساتھ تناسل (نسل کا وجود میں آنا) محال ہے''۔

● قرطبی نے (۱۳/ ۲۱۲) میں اس عبارت کو ان سے نقل کرنے کے بعد اس کی تردید ان الفاظ میں کی ہے جن میں کوئی دم خم نہیں ہے، فرماتے ہیں :

''اس سلسلے میں جو خبر آئی ہے اس کے ساتھ ہی عقل بھی اسے محال نہیں ٹھہراتی ہے''۔

میں (البانی) کہتا ہوں :

''ہاں عقل اسے محال نہیں ٹھہراتی ہے مگر اس کا ادراک بھی نہیں کر سکتی ہے بلکہ اسے مستبعد ٹھہراتی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے، لہٰذا اسے ماننے اور تسلیم کرنے کے لئے صحیح وصریح نص کی ضرورت ہے، اور جس خبر کی طرف انھوں نے اشارہ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، اور وہ حضرت ابو ہریرہ کی یہی حدیث ہے''۔

پھر انھوں نے مجاہد کے اسی اثر کی طرف اشارہ کیا جس کی تخریج اس سے قبل کی گئی ہے اور آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ مذکورہ اثر منکر ہے، نیز انھوں نے قرآن کے اس نص ﴿...وَشَارِكْهُمْ فِي ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ﴾ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور اثر مذکور کے تحت اس کے متعلق علامہ آلوسی کا جواب بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آلوسی نے صراحت کے ساتھ حدیث ترجمہ پر نکیر کی ہے؛ چنانچہ اسے اور ابوحیان کے سابقہ قول کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

''جس بات پر اعتماد ہونا چاہیے وہ یہی ہے کہ خبر صحیح نہیں ہے''۔ اس کے بعد ابوحیان کا سابقہ قول ذکر کیا ہے اور اس پر حسب ذیل اضافہ فرمایا ہے :

''...جو بھی حکایتیں بیان کی گئی ہیں ان کا شمار خرافات میں کرنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ انس وجن کے درمیان اس شادی کے واقع ہونے کو فرض کر لینے کے بعد جس کے متعلق کہا جا رہا ہے ظاہر یہی ہے کہ اس کے متعلق سوال کرنے والے کو طمانچہ لگایا جائے کیونکہ اس کی حماقت اور جہالت یہ ہے کہ پھر ان کے درمیان اولاد نہیں ہوگی''۔

میں کہتا ہوں : (طمانچہ لگایا جائے...) سے ان کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ سیاق میں سائل کا تذکرہ نہیں آیا ہے! لہٰذا اس پر غور ہونا چاہیے۔

علامہ البانی کی گفتگو یہیں پر ختم ہو گئی ہے۔

● **خلاصۂ کلام :**

علامہ کی اس طویل گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ان کے نزدیک عقلاً اور شرعاً کسی طور پر نہ تو جن وانس کے درمیان شادی کی گنجائش ہے نہ ان کے درمیان اولاد پیدا ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

ہماری بات

ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔ مگر بہت سے اہل علم نے انس وجن کے درمیان دوطرفہ طور پر شادی کے امکان، جواز اوران کے ملاپ کے نتیجے میں توالد وتناسل پر بڑی لمبی لمبی بحثیں کی ہیں بلکہ اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی گئی ہیں مگر امکان اور جواز کے قائلین نے نہ عقلی طور پر اطمینان بخش کوئی دلیل پیش کی ہے نہ شرعی طور پر اس کے دلائل پیش کئے ہیں صرف ضعیف ومنکر اور موضوع قسم کی روایتیں اور احوال سے استدلال کیا گیا ہے۔ میں نے جب امام مالک کا مذکورہ فتوی پڑھا تو حیرت زدہ رہ گیا تھا کہ ایک طرف تو صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ دونوں کے درمیان ملاپ ہوسکتا ہے اور دینی اعتبار سے اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے اور دوسری طرف فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اگر کسی خاتون کے یہاں بچے کی ولادت ہو اور اس سے پوچھا جائے کہ اس بچے کا باپ کون ہے تو وہ جواب دے کہ وہ تو جنوں میں سے ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب آپ شادی کی اجازت دیتے ہیں اور اس کا امکان بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر اگر کسی ثقہ خاتون نے اپنے بچے کا باپ حضرت جن کو بتایا تو آپ کہتے ہیں اس سے اسلام میں فساد پھیل جائے گا؟ آخر اس عجیب وغریب فقاہت کے متعلق کیا عرض کیا جائے۔ مگر وہ تو بھلا ہو علامہ البانی کا کہ انھوں نے تحقیق سے یہ ثابت کر دیا کہ مذکورہ روایت سند اور متن دونوں اعتبار سے باطل ہے اور اس بات پر اطمینان ہوا کہ اس قدر عالی مقام امام سے ایسی سطحی باتوں کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔ والحمدللہ.

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا جوڑا صرف انسانوں ہی کو بنایا ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا جوڑا صرف انسانوں ہی میں سے بنایا ہے کہ انہیں میں کے مرد اور عورت آپس میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوتے ہیں، اور ان میں باہمی طور پر الفت ومودت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں کے ملاپ کے نتیجے میں نسل انسانی کی بقا کا نظام بنایا گیا ہے، ان سب باتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں صاف صاف بیان کردیا ہے۔

- اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اس بات کا احسان جتایا ہے کہ اس نے ہمارا جوڑا ہماری ہی جنس سے پیدا کیا

ہے، ہماری عورتیں بھی بشر ہی ہوتی ہیں، اور اسی جنس کے دونوں افراد میں محبت اور رحمت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، اور انہیں کی ذریت سے اس زمین کو آباد کیا گیا ہے۔

فرماتا ہے :

﴿وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا وَجَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَزۡوَٰجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةٗ﴾ [النحل:۷۲]۔

’’اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے‘‘۔

اور فرماتا ہے :

﴿وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنۡ خَلَقَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا لِّتَسۡكُنُوٓاْ إِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُم مَّوَدَّةٗ وَرَحۡمَةًۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الروم:۲۱]۔

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں‘‘۔

- **شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ آیت :**

﴿وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا وَجَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَزۡوَٰجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةٗ﴾ [النحل:۷۲]۔

’’اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے‘‘۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بنی آدم پر اس بابت احسان عظیم جتایا ہے کہ اس نے ان کا جوڑا انہیں میں سے پیدا کیا ہے، انہیں کی جنس اور شکل میں پیدا کیا ہے، اگر وہ ان کا جوڑا کسی دوسری نوع سے پیدا کردیتا تو پھر باہمی طور پر الفت ومحبت اور رحمت کا جذبہ نہیں پیدا ہوسکتا تھا، مگر یہ اس کی رحمت ہی ہے کہ اس نے بنی آدم ہی میں مذکر ومونث بنادئے ہیں اور اناث (عورتوں) کو ذکور (مردوں) کا جوڑا بنادیا ہے، اور یہ عظیم ترین احسان ہے، اسی طرح یہ چیز اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نشانیوں میں سے بھی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تنہا اللہ جل وعلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔

اور اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ یہ چیز اس کی عظیم نعمت ہے اور اس کا تعلق اس

کی آیات اور نشانیوں سے ہے، مثلاً فرماتا ہے :

﴿وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الروم:۲۱]۔

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں''۔

اور فرماتا ہے :

﴿أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِىٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ ٱلزَّوْجَيْنِ ٱلذَّكَرَ وَٱلْأُنثَىٰٓ﴾ [القیامۃ:۳۶-۳۹]۔

''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؟ پھر وہ لہو کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے''۔

اور :

﴿هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ [الاعراف:۱۸۹]۔

''وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے''۔ ①

امکان ہے مگر جواز نہیں

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بہت سے علماء نے اس کے وقوع کے امکان کو تو تسلیم کیا ہے مگر ان میں کی اکثریت جن وانس کے درمیان نکاح کے عدم جواز کی قائل ہے۔

علامہ شنقیطی فرماتے ہیں :

''کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت سے مجھے کسی ایسے نص کا علم نہیں ہوا ہے جو انس وجن کے درمیان نکاح کے جواز پر دلالت کرتا ہو، بلکہ آیات کے ظواہر سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ عدم جواز پر ہی دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ : ﴿وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا﴾ [النحل:۷۲]۔

① اضواء البیان:۲/۴۱۲۔

میں اللہ تعالیٰ بنی آدم پر یہی احسان جتا تا ہے کہ اس نے ان کے جوڑے انہیں کے نوع وجنس سے پیدا کئے ہیں جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے ان کی بیویوں کو ایسے جداگانہ طرز پر نہیں بنایا ہے جیسا تباین اور اختلاف انس وجن کے درمیان پایا جاتا ہے، اور یہ چیز ظاہر ہے، اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا ہے کہ :

﴿وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [الروم:۲۱]۔

اور اس کا یہ فرمانا کہ تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں احسان جتانے کے ضمن میں ہے جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس نے ان کی جنس کے علاوہ سے ان کی بیویاں پیدا نہیں کی ہیں''۔ ①

انس وجن کے درمیان شادی کے محال ہونے پر علامہ آلوسی کا ایک عمدہ کلام

● علامہ آلوسی کا اس موضوع پر ایک نہایت عمدہ کلام ہے جس کا تذکرہ شیخ مشہور حسن سلمان صاحب نے کیا ہے، وہ لکھتے ہیں :

آلوسی نے اس کے وقوع (یعنی جن وانس میں شادی کے وقوع) کے محال ہونے کے متعلق ''**روح المعاني**'' (۱۸۹/۱۹) میں ایک بہت ہی نفیس کلام پیش کیا ہے جسے میں نے اپنے شیخ البانی حفظہ اللہ (اب رحمہ اللہ) پر انہیں کی طلب پر پڑھا تھا، اور یہ وہی تھے جنھوں نے اس کی طرف میری رہنمائی بھی فرمائی تھی؛ **فجزاه الله خيرا**۔

انھوں نے اس پر صاد کرتے ہوئے اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا تھا؛ اس کی عبارت حسب ذیل ہے :

● مالک سے مروی سابقہ قصہ کی تضعیف کے بعد انھوں نے فرمایا :

''بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر جنیہ کو انسان سے حمل ٹھہر جائے؛

تو کیا وہ اپنی لطافت پر باقی رہتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل رہے گی؟

اور اس کا حمل اپنی کثافت کی وجہ سے دکھائی دے گا؟

① اضواء البیان : ۴۳/۳۔

یا حمل بھی اسی کی طرف لطیف ہوگا اور دونوں میں سے کوئی نظر نہیں آئے گا؟
پھر جب اس کا وقت پورا ہو جائے گا تو حمل کثیف ہو جائے گا اور تمام بنی آدم کی طرح ظاہر ہوگا،
یا وہ اپنی مدت حمل میں بنی آدم کی عورتوں ہی کی شکل میں رہے گی؟
اور بچے کو اسی میں غذا ملتی رہے گی اور وہ اسی کی غذا پر جو اس کے اندر پہنچتی ہوگی پروان چڑھے گا؟
اور یہ ساری شقیں استبعاد سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے''۔

جو کسی جنیہ سے شادی کا مدعی ہوتا تھا محدثین اسے ترک کر دیتے تھے

اور ذہبی نے ''سیر'' (۴/۴۵۹) میں ایک بڑی دلچسپ بات بیان کی ہے جو بواسطہ طحاوی ہے کہ ہم سے یونس بن عبدالاعلی نے بیان فرمایا کہ یغنم بن سالم ہمارے پاس مصر آئے تو میں ان کے پاس گیا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ : میں نے ایک جنیہ خاتون سے شادی کر لی ہے، تو میں دوبارہ ان کے پاس نہیں گیا۔ [1]

- **نتیجۂ بحث :**

حقیقت یہ ہے کہ انس وجن کے درمیان ہمبستری کا وقوع ممکن ہے نہ عقلی اور نقلی اعتبار سے اس کا کوئی ثبوت ہے، اور اس طرح کی جو شکایتیں کہیں کہیں سامنے آتی ہیں ان کا تعلق وسوسوں اور تخیلات کی شدت اور نفسیاتی بیماریوں سے ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب.**

ایک دلچسپ حکایت یہ تمہارے نہیں جن کے بچے ہیں

اس موقع پر مجھے ایک مولوی صاحب کی بیان کردہ حکایت یاد آ گئی۔ انھوں نے فرمایا کہ ہمارے محلے میں ایک راقی صاحب ہیں - جو اپنا شمار صحیح العقیدۃ اور صحیح المنہج لوگوں میں کراتے ہیں۔ ایک بار ان کے پاس ایک صاحب

[1] فتح المنان في جمع كلام شيخ الاسلام ابن تيمية عن الجان:۴۲۹۔

اپنی بیوی کی شکایت لے کر گئے کہ محترمہ مجھے اپنے قریب نہیں آنے دیتی ہیں، لات مار کر بستر سے گرادیتی ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ میاں! تمہاری بیوی پر ایک جن عاشق ہے اور یہ تینوں بچے جو تمہارے یہاں ہیں وہ اسی کے ہیں اور وہی تمہیں اس کے قریب نہیں جانے دیتا ہے۔ اس کے لئے تمہیں زبردست عمل کرانے کی ضرورت ہے۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم

اور اس طرح کا یہ کوئی تنہا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس جیسے متعدد واقعات سننے اور پڑھنے کو ملے۔

اس لئے یہاں ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مسئلے کا بھی جائزہ علمی دلائل کی روشنی میں لے لیا جائے جس کے نتیجہ میں مذکورہ بالا سطور لکھی گئیں جنہیں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

راقیوں کا انداز تخویف

اور جن مولوی صاحب نے مذکورہ واقعہ بیان کیا ہے انہیں کی روایت ہے کہ مبینہ راقی صاحب سے کسی بات پر ان کی کہا سنی ہوگئی تو انھوں نے فرمایا کہ چپ چاپ اپنی راہ لو ورنہ تمہارے گھر میں جنات گھسادوں گا تب تمہیں پتہ چلے گا۔ اور یہ راقی صاحب بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے : پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔

اور جنات کے مسلط کر دینے یا گھسا دینے کا یہ دعویٰ نادر نہیں تھا بلکہ دیگر راقیوں سے بھی ایسی باتیں سنی گئی ہیں۔ اور دیگر لوگوں کو بھی اس طرح کی دھمکیوں کے تجربات ہو چکے ہیں۔ اور یہ ان کے مزعومہ علم وفضل، تقویٰ طہارت، اور اللہ والے ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اسی لئے کہتا ہوں : قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ایک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، مسجد حسن کوسہ ممبرا میں معمول کے مطابق فجر کے بعد درس دے رہا تھا کہ اثنائے کلام یہی موضوع زیر بحث آ گیا میں نے کہا جن وانسان کے درمیان ہمبستری کا نہ کوئی عقلی ثبوت ہے نہ نقلی تاہم بڑے بڑے لوگ اس مسئلے میں راہ صواب سے دور جا پڑے ہیں، ایسے ہی جن زدگی کے بارے میں بڑے مبالغے سے کام لیا جاتا ہے، نفسیاتی اور اعصابی مریضوں کو بھی بے دریغ اور بلا تامل جن زدہ ٹھہرا دیا جاتا ہے، اگر کوئی مریض اجنبی یا نامانوس زبان میں بولنے لگے تو اسے لامحالہ آسیب زدہ بتایا جاتا ہے حالانکہ یہ جن زدگی کا کوئی یقینی اور ثابت

پیمانہ نہیں ہے گو اس کے احتمال کا بھی انکار نہیں ہے۔ کم وبیش ایسی ہی باتیں اس وقت میں نے پیش کی تھیں، اس پر ایک مولوی صاحب جو ہمارے قدیم شناسا ہیں اور ایک عرصے سے خلیجی ممالک میں زندگی گزار آئے ہیں اور ہماری نگاہ میں بھلے آدمی ہیں میری اس گفتگو پر شدید ردعمل ظاہر کرنے لگے اور مجلس ہی میں گرم گفتاری شروع کردی، کہنے لگے بڑے بڑے علماء اس کے قائل ہیں، تجربات اس کے شاہد ہیں، جن انسانی خاتون کے ساتھ بیشک جماع کرتا ہے اور مذکورہ آیت کا ورد کرنے لگے اور کہنے لگے ڈاکٹر اشقر صاحب بھی اس کے قائل ہیں میں نے کہا پھر سے جا کر آپ ان کی تحریر پڑھ لیں اور اس موضوع پر سنجیدگی کے ساتھ تجدید مطالعہ فرمائیں اور علامہ البانی وغیرہ کی تحریروں پر بھی نظر ڈال لیں مگر آں بزرگ محترم اپنے آپے میں نہیں آئے۔ لوگوں نے سمجھا بجھا کر اس وقت معاملہ رفع دفع کرایا اور بعد میں وہ یہی کہتے پھرے کہ صاحب یہ تو جن زدگی ہی کے منکر ہیں۔

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!

اگر آپ اس سلسلے میں شیخ اشقر صاحب کی تحریر پڑھیں تو ان کے اسلوب میں آپ کو محتاط انداز صاف نظر آجائے گا جو اثبات سے زیادہ نفی کی طرف مائل ہے گو آخر میں اس آیت کے ضمن میں انھوں نے مزاج عام کے مطابق بھی ایک بات کہہ دی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی تحریر میں کوئی دوٹوک بات نہیں پائی جاتی ہے، اور اگر پائی بھی جاتی تو دلائل کے بغیر کب مقبول ٹھہرتی؟

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است

- **شیاطین کی موت؟**

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جنوں اور شیطانوں کو بھی موت آتی ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں:

﴿كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٖ ۝٢٦ وَيَبۡقَىٰ وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو ٱلۡجَلَٰلِ وَٱلۡإِكۡرَامِ ۝٢٧ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ [الرحمان: ۲۶-۲۸]۔

''زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''۔

- اور صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حسب ذیل دعا پڑھا کرتے تھے:

''أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ، الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِي لاَ يَمُوتُ، وَالجِنُّ وَالإِنْسُ يَمُوتُونَ''

''تیری عزت والی ذات کی پناہ چاہتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ ذات کہ جسے موت نہیں آئے

گی اور جنوں اور انسانوں سب کو موت آتی ہے''۔ ①

- **ان کی عمر کتنی ہوتی ہے ؟**

اس کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں ہے، ہاں ابلیس ملعون کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ وہ قیام قیامت تک باقی رہے گا:

﴿قَالَ أَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ ۝١٤ قَالَ إِنَّكَ مِنَ ٱلۡمُنظَرِينَ﴾ [الاعراف: ۱۴-۱۵]۔

''اس نے کہا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی''۔

مگر دیگر افراد کے متعلق کچھ پتہ نہیں ہے کہ ان کی عمریں کتنی ہوا کرتی ہیں۔ البتہ وہ انسانوں سے زیادہ لمبی عمر والے ہوا کرتے ہیں، اور ان کی موت کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ :

- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عزی (وہ درخت جس کی عرب پرستش کیا کرتے تھے) کی شیطانہ کو قتل کر دیا تھا۔ ②
- اور مدینہ کے ایک صحابی نے اس جنات کو قتل کر دیا تھا جو سانپ کی شکل میں ان کے گھر کے اندر موجود تھا۔

جنوں کے رہنے اور پائے جانے کے مقامات اور ان کی موجودگی کے اوقات

جنات بھی اسی روئے زمین پر آباد ہیں جہاں ہم رہتے سہتے ہیں، اور عام طور پر ان کے ٹھکانے ویرانوں اور بیابانوں میں اور نجاست کے مقامات مثلاً بیت الخلاء، استنجا خانوں، کچرا گھروں وغیرہ میں اور قبرستانوں میں ہوا کرتے ہیں، اسی لئے ۔بقول ابن تیمیہ۔ وہ مشائخ جو شیطانوں سے مربوط ہوتے ہیں اکثر ان مقامات پر پائے جاتے ہیں جہاں شیطانوں کے بسیرے ہوتے ہیں، اور احادیث میں حمام میں نماز پڑھنے کی ممانعت اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ اس میں نجاست پائی جاتی ہے، اور وہاں شیطانوں کا بسیرا ہوتا ہے، اور مقبرے میں بھی نماز پڑھنا منع ہے کیونکہ وہ شرک کا ذریعہ ہے، اور یہ بھی امکان ہے کہ وہاں شیاطین موجود رہتے ہوں۔

اور یہ شیاطین عام طور پر ایسے مقامات پر موجود ہوا کرتے ہیں جہاں وہ فساد اور بگاڑ کا کام کر سکتے ہوں جیسے بازار وغیرہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :

---

① بخاری : ۷۳۸۳ ، مسلم : ۲۷۱۷۔

② دیکھیے : عزی کا قتل النسائی فی الکبری بسند حسن : ۱۱۴۸۳، ومسند ابی یعلی : ۹۰۲/ اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

''لَاتَکُوْنَنَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَوَّلَ مَنْ تَدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ یَّخْرُجُ مِنْھَا، فَإِنَّھَا مَعْرِکَۃُ الشَّیْطَانِ، وَبِھَا یَنْصِبُ رَأْیَتَہُ''۔

''اگر ہو سکے تو تم سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والے نہ بننا نہ سب سے آخر میں نکلنے والے بننا، کیونکہ وہ شیطان کے معرکے کا مقام ہے اور وہیں وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے''۔ ①

- شیاطین لوگوں کے گھروں میں بھی شب بسری کیا کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر، قرآن کی تلاوت بالخصوص سورۂ بقرہ اور آیۃ الکرسی کی تلاوت انہیں بھگا دیا کرتی ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بتایا ہے کہ شیاطین رات کی آمد پر بڑی تعداد میں نکلتے ہیں اور پھیل جایا کرتے ہیں، اس لئے آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس وقت ہم اپنے بچوں کو گھروں میں روکے رکھیں۔ ②
- شیاطین اذان سن کر بھاگتے ہیں، ان کے اندر اس کی آواز سننے کی تاب نہیں ہوتی ہے۔
- اور ماہ رمضان میں شیاطین کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

• شیطانوں کی نشست گاہیں :

شیاطین کو دھوپ چھاؤں والی جگہوں میں بیٹھنا پسند ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور اس کے متعلق بتایا ہے کہ یہ شیطان کی مجلس ہے۔

''نَھَی أَنْ یَّجْلِسَ بَیْنَ الضَّحِ وَالظِّلِّ وَقَالَ : مَجْلِسُ الشَّیْطَانَ''③

• جنات کے جانور :

جنوں کے اپنے جانور بھی ہوا کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں وارد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غذا کا سوال کیا تھا، تو آپ نے فرمایا تھا : ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ تمہارے لئے ہے، تمہارے ہاتھوں میں آتے ہی وہ گوشت بن جایا کرے گی، اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کا چارہ ہوگی۔

---

① اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر : ۲۴۵۱۔

② یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

③ یہ صحیح حدیث ہے، سنن وغیرہ میں مروی ہے دیکھیے : صحیح الجامع: ۶۸۲۳۔

• کچھ حیوانات جن کے ساتھ شیاطین ہوا کرتے ہیں :

اونٹ بھی انہیں جانوروں میں سے ایک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''إِنَّ الْإِبِلَ خُلِقَتْ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ، وَ إِنَّ وَرَاءَ كُلِّ بَعِيْرٍ شَيْطَانًا''

''یقینا اونٹوں کو شیطانوں سے پیدا کیا گیا ہے اور ہر اونٹ کے پیچھے ایک شیطان ہوا کرتا ہے''۔

(اسے سعید بن منصور نے اپنے سنن میں بسند حسن مرسل روایت کیا ہے)۔ ①

اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے سے روکا ہے، چنانچہ مسند احمد اور سنن ابوداود میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''لَا تُصَلُّوْا فِيْ مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِيْنِ، وَصَلُّوْا فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ...''

''اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز نہ پڑھا کرو کیونکہ وہ شیطانوں میں سے ہیں، اور بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ وہ برکتوں والی ہوا کرتی ہیں...''۔

اور سنن ابن ماجہ میں بسند صحیح وارد ہے کہ :

''وَلَا تُصَلُّوْا فِيْ أَعْطَانِ الْإِبِلِ، فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ''

''اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز نہ پڑھا کرو کیونکہ وہ شیطانوں سے پیدا کئے گئے ہیں''۔

• ان احادیث سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اونٹوں کے باڑوں میں نماز سے روکنے کی علت ان کے پیشاب اور مینگنیوں کی نجاست ہے، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب پاخانے پاک ہوتے ہیں۔

• شیطانوں کی شکل وصورت بدنما ہوتی ہے :

یہ بات تو تمام ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہے کہ شیطانوں کی شکل وصورت قبیح اور بدنما ہوا کرتی ہے، اور جہنم کی تہہ میں جو شجر زقوم اگتا ہے اس کے پھلوں کو اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ شیطانوں کی زشت روئی اور ان کی بدنما شکل وصورت معلوم زمانہ ہے :

﴿إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِىٓ أَصْلِ ٱلْجَحِيمِ ۝٦٤ طَلْعُهَا كَأَنَّهُۥ رُءُوسُ ٱلشَّيَـٰطِينِ﴾ [الصافات: ٦٤-٦٥]۔

① صحیح الجامع : ٢/٥٢۔

''بے شک وہ درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں''۔

- قرون وسطی میں نصاری شیطان کی تصویر ایک سیاہ رو شخص کی شکل میں بنایا کرتے تھے جس کے بھالو کے بالوں جیسی داڑھی اور بلند پلکیں ہوا کرتی تھیں، شعلہ اگلتا ہوا منہ ہوتا تھا۔ اور وہ سینگوں کھروں اور دم والا بھی ہوتا تھا۔ [1]

• شیطان کی دو سینگیں ہوتی ہیں :

صحیح مسلم میں ابن عمر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ''

''اپنی نماز کے لئے طلوع آفتاب کا وقت رکھو نہ اس کے غروب کا، کیونکہ وہ شیطان کی دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے''۔

اور بخاری و مسلم نے انہیں سے روایت کیا ہے کہ :

''إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ''

''جب سورج کا گوشہ یا گولہ طلوع ہو تو اس کے غائب ہونے تک نماز ترک کئے رکھو، اور اپنی نمازوں کے لئے طلوع اور غروب آفتاب کی جستجو نہ رکھو، کیونکہ وہ شیطان کی دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے''۔

اور معنی یہی ہے کہ مشرکوں کے کچھ گروہ طلوع و غروب آفتاب کے وقت اس کی عبادت اور اسے سجدے کیا کرتے ہیں، اور شیطان اسی وقت مذکورہ جہت میں کھڑا ہو جایا کرتا ہے، تا کہ ان لوگوں کی عبادت اسی کے لئے ہوا کرے۔

اور ہمیں ان دونوں وقتوں میں نماز سے منع کر دیا گیا ہے، البتہ یہ صحیح ہے کہ ان وقتوں میں اگر کوئی سبب والی نماز درپیش ہو تو پھر اس کی ادائیگی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، وہ جائز ہے، مثلاً تحیۃ المسجد وغیرہ، ہاں مطلق نفل نمازیں جائز نہیں ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''لاتحینوا'' اس وقت کا قصد نہ رکھو، اور جن احادیث میں شیطان کی سینگ کا ذکر آیا ہے ان میں سے ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل حدیث بھی ہے، بیان کرتے ہیں:

---

[1] دائرة المعارف الحديثه : ٣٥٧۔

’’رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ : هَا إِنَّ الفِتْنَةَ هَا هُنَا، إِنَّ الفِتْنَةَ هَا هُنَا ، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ‘‘

’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں : ’’دیکھنا فتنہ بیشک یہیں ہے، بیشک فتنہ یہیں ہے جہاں شیطان کی سینگ طلوع ہوتی ہے‘‘۔ ①

اور جہاں شیطان کی سینگ طلوع ہوتی ہے سے مراد مشرق کی جہت ہے۔

جنات کی قدرتیں اور صلاحیتیں

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو وہ قدرت عطا کی ہے جو بشر کو عطا نہیں کی ہے، اور ان میں سے کچھ صلاحیتوں کا بیان اللہ تعالیٰ نے ہم سے کر دیا ہے جو حسب ذیل ہیں :

- **حرکت وانتقال میں تیز رفتاری :**

قرآن میں وہ واقعہ مذکور ہے جس میں ایک عفریت جن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو، ملکہ یمن کا تخت صرف اتنے وقت میں بیت المقدس تک لے آنے کی پیشکش کی تھی جتنے میں وہ اپنی نشست برخواست کرتے :

﴿قَالَ عِفۡرِيتٞ مِّنَ ٱلۡجِنِّ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبۡلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَۖ وَإِنِّي عَلَيۡهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٞ ٣٩ قَالَ ٱلَّذِي عِندَهُۥ عِلۡمٞ مِّنَ ٱلۡكِتَٰبِ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبۡلَ أَن يَرۡتَدَّ إِلَيۡكَ طَرۡفُكَۚ فَلَمَّا رَءَاهُ مُسۡتَقِرًّا عِندَهُۥ قَالَ هَٰذَا مِن فَضۡلِ رَبِّي...﴾ [النمل:۳۹-۴۰]۔

’’ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں، یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار، جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔ جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے...‘‘

- **فضائی پروازوں میں انسانوں پر ان کی سبقت :**

فضا سے ان کا تعلق بہت پرانا ہے، وہ آسمان کے اگلے حصے تک چڑھ کر وہاں کی خبریں چوری چوری سنا کرتے تھے تاکہ انہیں واقعات کا علم ان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ہو جایا کرے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

① مسند احمد:۵۱۰۹، بخاری:۳۲۷۹۔

بعثت ہوئی تو آسمان کی پہرے داری کی چوکسی بڑھادی گئی:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا ٱلسَّمَآءَ فَوَجَدْنَٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝٨ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَٰعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ ٱلْـَٔانَ يَجِدْ لَهُۥ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ [الجن:٨-٩]۔

''اور ہم نے آسمان کوٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کن سوئیاں لینے کی کیفیت اپنی احادیث میں واضح فرمائی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ :

إِذَا قَضَى اللَّهُ الأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ المَلاَئِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ - يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ - فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ، قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ، قَالُوا لِلَّذِي قَالَ: الحَقَّ، وَهُوَ العَلِيُّ الكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هَكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ - وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ، وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ اليُمْنَى، نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ - فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ المُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلَى صَاحِبِهِ فَيُحْرِقَهُ، وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ، إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ، حَتَّى يُلْقُوهَا إِلَى الأَرْضِ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الأَرْضِ - فَتُلْقَى عَلَى فَمِ السَّاحِرِ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُصَدَّقُ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، يَكُونُ كَذَا وَكَذَا، فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا؟ لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ.

''جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے ارشاد پر فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے اپنے پروں کو یوں مارتے ہیں جیسے چکنے پتھر پر مارے جانے والی زنجیر ہو، اللہ تعالیٰ اس حکم کو سب تک پہنچاتا ہے، پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ سب عرض کرتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں اس نے بجا فرمایا ہے، اور وہ بلند و بالا ہے، تب کن سوئیاں لینے والے اسے سن لیتے ہیں، اور یہ کن سوئیاں لینے والے یوں ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے اوپر، اور سفیان نے اس کا وصف بیان کیا، اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر کشادہ کر کے کھڑی کرلیا، پھر کبھی تو شعلہ کن سوئیاں لینے والے کو اپنے رفیق تک بات پہنچانے سے پہلے ہی آلیتا ہے اور اسے جلادیتا ہے، اور کبھی اسے نہیں بھی لگتا ہے اور وہ مذکورہ بات

اپنے اگلے ساتھی کو بتانے میں کامیاب ہوجاتا ہے جو اس کے نیچے ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس بات کو زمین تک پہنچادیتے ہیں، اور کبھی سفیان فرماتے تھے: یہاں تک کہ وہ سلسلہ زمین پر جاکر ختم ہوتا ہے، پھر وہ بات ساحر کے منہ میں ڈال دی جاتی ہے، اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے، پھر اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور کہتے ہیں: کیا اس نے فلاں اور فلاں دن اس کی اور اس کی خبر نہیں دی تھی، اور ہم نے اسے حق پایا تھا؟ (یہ سچائی) اس بات کے متعلق ہوتی ہے جو آسمان میں سنی گئی تھی۔ ①

- **ایک جاہلی خرافات کی تردید:**

آسمان سے ایک شعلہ سا لپک کر کہیں جا گرتا ہے، جب یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ایک ستارہ ہوتا ہے جس سے شیاطین کو مارا جاتا ہے تو خود بخود اس جاہلی خرافات کی تردید ہوگئی جو اہل جاہلیت کے یہاں منقول ہوتی چلی آرہی تھی، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ کے ایک انصاری صحابی نے بتایا کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثنا میں ایک تارہ ٹوٹا اور آسمان روشن ہوگیا، تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب اس طرح ستارا ٹوٹتا تھا تو آپ لوگ جاہلیت کے زمانے میں اس کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، ہم کہا کرتے تھے: آج رات کو کوئی عظیم آدمی پیدا ہوا ہے، اور کوئی عظیم شخصیت فوت ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں ٹوٹا کرتا ہے، بلکہ ہمارا رب جس کا نام بابرکت اور بلند ہے جب کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو حاملین عرش تسبیح بیان کرنے لگتے ہیں، پھر اس سے ملے ہوئے آسمان والے بھی تسبیح کرتے ہیں، یہاں تک کہ تسبیح کا یہ سلسلہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتا ہے، پھر حاملین عرش سے متصل آسمان والے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انہیں اس کے ارشاد کے متعلق بتاتے ہیں۔ بیان کیا: پھر ایک آسمان والے دوسرے آسمان والے سے خبر معلوم کرتے ہیں یہاں تک کہ خبر اس آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی وقت جن اسے لے اڑتے ہیں، اور اپنے اولیاء کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں، اور وہ اسی سے مارے جاتے ہیں، پھر جو بات بعینہ وہی ہوتی ہے وہ تو سچی ہوتی ہے، مگر وہ لوگ اس میں آمیزش اور اضافہ کردیتے ہیں۔ ②

---

① اسے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، نمبر: ۴۷۰۱۔

② اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے: ۲۲۲۹۔

فن تعمیر اور صنعت وحرفت کی لیاقت :

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ اس نے حضرت سلیمان کے لئے جنوں کو مسخر کردیا تھا جو ان کے لئے بہت سارے کام ایسے کیا کرتے تھے جن میں مہارت، ذہانت اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے :

﴿وَمِنَ ٱلْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِۦ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ ٱلسَّعِيرِ ﴿١٢﴾ يَعْمَلُونَ لَهُۥ مَا يَشَآءُ مِن مَّحَٰرِيبَ وَتَمَٰثِيلَ وَجِفَانٍ كَٱلْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَٰتٍ﴾ [سبا:١٢-١٣]۔

''اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کردیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولھوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں''۔

• آلات جدیدہ کی ایجاد میں جنوں کی سبقت :

اور شاید (ریڈیو اور ٹیلیوژن) جیسی چیزوں کا اکتشاف انھوں نے پہلے ہی کرلیا ہے، کیونکہ امام ابن تیمیہ نے (مجموع الفتاوی:١١/٣٠٩) میں بیان کیا ہے کہ بعض شیوخ نے جن کا جنوں سے رابطہ تھا انہیں یہ بتایا ہے کہ :

''جنات پانی اور شیشے جیسی چمکتی ہوئی کوئی چیز اسے دکھایا کرتے تھے اور جو خبریں اسے مطلوب ہوتی تھیں وہ اسی میں اس کے سامنے انہیں پیش کردیتے تھے، بیان کیا کہ پھر میں لوگوں کو وہ باتیں بتایا کرتا تھا، اور وہ میرے متعلقین اور ساتھیوں میں سے ان لوگوں کی باتیں مجھ تک پہنچایا کرتے تھے جو مجھ سے مدد کے طلبگار ہوا کرتے تھے، اور میں انہیں جو جواب دیتا تھا وہ میرا جواب ان تک پہنچادیا کرتے تھے''۔

• تشکل (کسی اور کی شکل بنالینے) کی صلاحیت :

جنوں کے اندر مختلف قسم کے حیوانوں اور انسانوں کی شکل بنالینے کی صلاحیت پائی جاتی ہے، ذہن نشین رہے کہ بدر کے دن شیطان نے مشرکوں سے کامرانی اور مدد کا وعدہ کیا تھا، اور اسی کے متعلق آیت :

﴿وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ ٱلْيَوْمَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَإِنِّى جَارٌ لَّكُمْ﴾ [انفال:٤٨]۔

''جبکہ ان کے اعمال کو شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب

نہیں آسکتا میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں''۔

نازل ہوئی تھی۔

مگر جب دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی اور اس نے آسمان سے فرشتوں کو اترتا دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگا :

﴿فَلَمَّا تَرَآءَتِ ٱلۡفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيۡهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيٓءٞ مِّنكُمۡ إِنِّيٓ أَرَىٰ مَا لَا تَرَوۡنَ إِنِّيٓ أَخَافُ ٱللَّهَۚ وَٱللَّهُ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ﴾ [انفال:۴۸]۔

''لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''۔

شیطان کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک دلچسپ واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایک پر لطف واقعہ گزر چکا ہے جسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکاۃ کا محافظ مقرر کیا تھا، اس وقت میرے پاس کوئی آنے والا آیا اور لگا غلہ بھرنے، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ قسم اللہ کی میں تو تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا، اس نے کہا : صاحب! میں محتاج ہوں، مجھ پر بچوں کی ذمہ داری ہے اور سخت پریشان حالی کا سامنا ہے، فرماتے ہیں : تب میں نے اسے چھوڑ دیا، پھر صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا : میاں ابو ہریرہ! آج رات تمہارے اسیر کا ماجرا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! اس نے سخت محتاجی اور بچوں کی ذمہ داری کا تذکرہ کیا تو میں نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا تھا، فرمایا : دیکھنا بالیقین اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے اور وہ ضرور واپس آئے گا، تب میں سمجھ گیا کہ وہ ضرور آئے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ وہ واپس آئے گا، لہٰذا میں اس کا انتظار کرنے لگا، پھر وہ آگیا اور غلہ بھرنے لگا، میں نے اسے پھر پکڑ لیا اور کہا کہ میں تو تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر کے ہی چھوڑوں گا؛ اس نے کہا : مجھے چھوڑ دو میں محتاج اور صاحب عیال ہوں، دوبارہ نہیں آؤں گا، میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا : ہاں بھائی ابو ہریرہ! تمہارے اسیر نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! اس نے سخت محتاجی ظاہر کی اور اہل وعیال کا رونا رویا تو میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا :

نہیں صاحب اس نے آپ سے جھوٹ کہا ہے، وہ پھر آئے گا، لہٰذا میں نے تیسری بار اس کا انتظار کیا، پھر وہ آیا اور غلہ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تو ضرور تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے جاؤں گا، یہ تیسری بار ہے کہ تو کہتا ہے اب نہیں آؤں گا مگر پھر تو واپس آجاتا ہے! اس نے کہا : مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تمہیں فائدہ پہنچائے گا، میں نے کہا : وہ کیا؟ اس نے کہا : جب تم اپنے بستر پر آنا تو آیت الکرسی پڑھ لینا : ﴿ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ﴾ یہاں تک کہ آیت ختم ہو جائے، تب اللہ کی طرف سے تم پر ایک محافظ مقرر رہے گا، اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا، تب میں نے اسے چھوڑ دیا، پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہو تمہارے اسیر نے رات کیا کیا؟ میں نے عرض کیا : اللہ کے رسول! اس نے کہا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا، لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا : وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ : جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ''ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ'' شروع سے آیت کے آخر تک پڑھ لینا، اور اس نے مجھ سے کہا کہ اللہ کی طرف سے تم پر ایک محافظ مقرر رہے گا، اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آئے گا، ۔اور وہ لوگ تو خیر کے شدید ترین حریص رہا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : آگاہ رہو کہ اس نے تم سے سچ کہا ہے حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے، میاں ابو ہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ تم تین دن سے کس سے مخاطب ہوتے ہو؟ عرض کیا : نہیں، آپ نے فرمایا : وہ شیطان ہے''۔[1]

- یقیناً وہ شیطان ان کے سامنے کسی انسان کی شکل میں آیا ہوگا۔
- **شیاطین حیوانوں کی شکل میں بھی آتے ہیں :**

اور شیاطین اور جنات کبھی کسی حیوان کی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، اونٹ، گدھا، گائے، کتا یا بلی بن کر بھی آتے ہیں۔

خاص طور سے کالے کتوں کی شکل اپناتے ہیں؛ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ کالے کتے کا نمازی کے سامنے سے گزرنا نماز کو قطع کر دیتا ہے، اور اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ کالا کتا شیطان ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

''کالا کتا کتوں کا شیطان ہوا کرتا ہے، اور جنات اکثر اسی کی صورت دھارتے ہیں، اسی طرح کالی بلی کی شکل

① بخاری : ۲۳۱۱ ، نسائی فی الکبریٰ : ۷۲۹۔

بھی اپناتے ہیں؛ کیونکہ سیاہی دیگر رنگوں کے مقابلے میں شیطانی قوتوں کی زیادہ جامع ہوتی ہے، اور اس میں حرارت کی قوت ہوتی ہے"۔ ①

• گھروں کے سانپ :

جنات سانپوں کی شکل میں بھی لوگوں کے سامنے آیا کرتے ہیں، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈر سے گھروں کے سانپوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی ایسا جن ہو جو مسلمان ہو گیا ہو، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "مدینے میں جنوں کا ایک گروہ مسلمان ہو چکا ہے، اس لئے جو بھی ان آباد کاروں میں سے کچھ کو دیکھے تو تین دنوں تک اسے خبردار کرے، پھر بھی اگر وہ اس کے سامنے آئے تو وہ اسے قتل کر دے؛ کیونکہ وہ شیطان ہے"۔

اور ایک صحابی نے گھروں کے سانپوں میں سے ایک سانپ کو مار ڈالا تو وہ خود بھی اسی میں ہلاک ہو گئے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ :

"أَنَّ أَبَا السَائِبْ دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي بَيْتِهِ، قَالَ: فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، فَجَلَسْتُ أَنْتَظِرُهُ حَتَّى يَقْضِيَ صَلَاتَهُ، فَسَمِعْتُ تَحْرِيكًا فِي عَرَاجِينَ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا حَيَّةٌ فَوَثَبْتُ لِأَقْتُلَهَا، فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنِ اجْلِسْ فَجَلَسْتُ فَلَمَّا انصَرَفَ أَشَارَ إِلَى بَيْتٍ فِي الدَّارِ، فَقَالَ: أَتَرَى هَذَا الْبَيْتَ؟، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: كَانَ فِيهِ فَتًى مِنَّا حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ: فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَنْدَقِ، فَكَانَ ذَلِكَ الْفَتَى يَسْتَأْذِنُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْصَافِ النَّهَارِ، فَيَرْجِعُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَأْذَنَهُ يَوْمًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " خُذْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ فَإِنِّي أَخْشَى عَلَيْكَ قُرَيْظَةَ "، فَأَخَذَ الرَّجُلُ سِلَاحَهُ ثُمَّ رَجَعَ، فَإِذَا امْرَأَتُهُ بَيْنَ الْبَابَيْنِ قَائِمَةً، فَأَهْوَى إِلَيْهَا الرُّمْحَ لِيَطْعُنَهَا بِهِ، وَأَصَابَتْهُ غَيْرَةٌ، فَقَالَتْ لَهُ: اكْفُفْ عَلَيْكَ رُمْحَكَ وَادْخُلِ الْبَيْتَ حَتَّى تَنْظُرَ مَا الَّذِي أَخْرَجَنِي، فَدَخَلَ فَإِذَا بِحَيَّةٍ عَظِيمَةٍ مُنْطَوِيَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ، فَأَهْوَى إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ فَانْتَظَمَهَا بِهِ، ثُمَّ خَرَجَ فَرَكَزَهُ فِي الدَّارِ، فَاضْطَرَبَتْ عَلَيْهِ، فَمَا يُدْرَى أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الْحَيَّةُ أَمْ الْفَتَى، قَالَ: فَجِئْنَا إِلَى

① مجموع الفتاویٰ : ۱۹/ ۵۲ ۔

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ، وَقُلْنَا ادْعُ اللَّهَ يُحْيِيهِ لَنَا، فَقَالَ: " اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ "، ثُمَّ قَالَ: " إِنَّ بِالْمَدِينَةِ جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوا، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا، فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ، فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ"

''حضرت ابوسائب حضرت ابوسعید کے پاس ان کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، بیان کرتے ہیں : میں بیٹھا ان کا انتظار کرنے لگا کہ وہ اپنی نماز پوری کرلیں، اسی درمیان میں نے گھر کے ایک گوشے میں کھجور کی خشک ٹہنیوں کے درمیان تحریک محسوس کی، تو ادھر متوجہ ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ ایک سانپ ہے، میں اچھل کر کھڑا ہوا کہ اسے مار ڈالوں، کہ انھوں نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ، لہٰذا میں بیٹھ گیا، پھر جب وہ فارغ ہوئے تو محلے کے ایک گھر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا : کیا تم یہ گھر دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا : ہاں دیکھ رہا ہوں، انھوں نے فرمایا: ہمیں میں سے ایک نوجوان جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اس میں رہا کرتا تھا، بیان کیا: پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کی طرف نکلے، تب وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرکے اپنی بیوی سے ملنے جایا کرتا تھا، پھر جب اس نے ایک دن ان سے اجازت مانگی تو انھوں نے فرمایا : ''اپنا اسلحہ لئے جاؤ مجھے تمہارے متعلق بنی قریضہ کا ڈر ہے، لہٰذا اس نوجوان نے اپنا ہتھیار لے لیا، پھر واپس چل پڑا، پھر اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی دونوں دروازوں کے درمیان کھڑی ہے، تب اس نے اپنی بیوی پر نیزہ تان لیا کہ اس سے اس پر وار کردے، اسے غیرت آ گئی تھی، یہ حالت دیکھ بیوی نے کہا: اپنا نیزہ پیچھے رکھو، اور گھر کے اندر جا کر دیکھ لو کہ کس چیز نے مجھے باہر کر دیا ہے، پھر جب وہ اندر گیا تو دیکھا کہ بڑا سا سانپ بستر پر کنڈلی مارے بیٹھا ہے، پھر اس نے اس کی طرف نیزہ بڑھایا اور اسی میں اسے پرو لیا، اور باہر نکل آیا اور اسے صحن میں گاڑ دیا، وہ اسی پر تلملاتا رہا، پھر معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون پہلے مرا: وہ سانپ یا نوجوان؟ بیان کرتے ہیں: پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان سے یہ ماجرا بیان کیا، اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ اسے ہمارے لئے زندہ کردے۔ تو آپ نے فرمایا : ''اپنے ساتھی کے لئے دعائے مغفرت کرو''، اس کے بعد فرمایا: مدینے میں کچھ جن ایسے ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں، لہٰذا جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین دنوں تک اسے تنبیہ کرو، پھر اگر اس کے بعد بھی وہ تمہارے سامنے آئے تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ شیطان ہے''۔ (1)

(1) مسلم : ٢٢٣٦۔

• کچھ ضروری تنبیہات :

۱- ان حیوانات کے قتل کی ممانعت کا یہ حکم صرف سانپوں کے ساتھ خاص ہے، دیگر کا یہ حکم نہیں ہے۔

۲- اور سارے سانپوں کا بھی یہ حکم نہیں ہے؛ بلکہ ان سانپوں کا ہے جنھیں ہم گھروں میں دیکھیں باقی سانپ اس حکم میں داخل نہیں ہیں، اور جو سانپ ہمیں گھروں کے باہر نظر آئیں تو ہمیں انہیں مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۳- جب ہم گھروں کے سانپوں کو دیکھیں تو انہیں خبردار کریں یعنی گھروں سے نکل جانے کا حکم دیں، مثلاً یوں کہیں کہ : میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اس گھر سے نکل جاؤ، اور ہم سے اپنا شر دور کرلو ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔

پھر اگر وہ تین دنوں کے بعد دکھائی دے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

۴- اسے تین دن کے بعد قتل کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس طرح ہمیں یقین ہو جائے گا کہ وہ کوئی مسلمان جن نہیں ہے، اس لئے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو گھر چھوڑ کر چلا جاتا۔ پھر اگر وہ حقیقی سانپ ہو تو وہ تو قتل کا مستحق ہے ہی، اور اگر کافر و سرکش جن ہو تو بھی وہ قتل کا مستحق ہے، کیونکہ وہ گھر والوں کی ایذا رسانی اور تخویف کا سبب بنا ہے۔

۵- گھروں کے سانپوں میں سے ایک قسم مستثنیٰ ہے، اسے خبردار کئے بغیر ہی قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت لبابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

"لَا تَقْتُلُوا الجِنَّانَ ، إِلَّا كُلَّ أَبْتَرَ ذِي طُفْيَتَيْنِ ، فَإِنَّهُ يُسْقِطُ الوَلَدَ ، وَيُذْهِبُ البَصَرَ فَاقْتُلُوهُ"۔

"گھروں میں رہنے والے سانپوں کو نہ قتل کرو مگر ہر چھوٹی دم والے دو دھاری سانپ کو قتل کر دو، کیونکہ وہ بچے کو ساقط کر دیتا ہے اور بینائی لے جاتا ہے لہٰذا اسے قتل کر دو"۔

• کیا سارے ہی سانپ جنوں میں سے ہیں یا ان میں سے کچھ ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

"اَلْحَيَّاتُ مَسْخُ الْجِنِّ صُوْرَةً، كَمَا مُسِخَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ مِنْ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ"

"صورتاً سانپ جنوں کا مسخ ہیں، جیسے کہ بنی اسرائیل میں کچھ لوگ بندروں اور سوروں میں مسخ کر دئے گئے تھے"۔ ①

---

① اسے طبرانی نے اور ابوالشیخ نے "العظمة" میں بسند صحیح روایت کیا ہے، دیکھئے الاحادیث الصحیحة ۳/۱۰۴، دیکھئے : عالم الجن والشیاطین للأشقر : ۳۰-۳۱۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''وَاعْلَمْ أَنَّ الْحَدِيْثَ لَا يَعْنِيْ أَنَّ الْحَيَّاتِ الْمَوْجُوْدَةَ الْآنَ هِيَ مِنَ الْجِنِّ الْمَمْسُوْخِ، وَإِنَّمَا يَعْنِيْ أَنَّ الْجِنَّ وَقَعَ فِيْهِمْ مَسْخٌ إِلَى الْحَيَّاتِ، كَمَا وَقَعَ فِي الْيَهُوْدِ مَسْخُهُمْ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ، وَلَكِنَّهُمْ لَمْ يَنْسُلُوْا كَمَا فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ : "إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِمَسْخٍ نَسْلًا وَلَا عَقِبًا، وَقَدْ كَانَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ قَبْلَ ذٰلِكَ''

''یہ بات سمجھ لیجیے کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ موجودہ سانپ مسخ شدہ (بدلے ہوئے) جنوں میں سے ہیں، بلکہ اس کا مطلب بس یہی ہے کہ جنوں میں بھی سانپوں (کی ہیئت میں بدل جانے) کا مسخ ایسے ہی ہوا ہے جیسے یہود مسخ کر کے بندر اور سور بنا دئے گئے تھے، مگر ان کی نسل نہیں چلی تھی جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسخ کی کوئی نسل اور پیڑھی نہیں چلائی ہے، اور بندر اور سور پہلے بھی پائے گئے ہیں''۔ ①

- **شیطان ابن آدم کے اندر خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے :**

صحیح بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ''

''بیشک شیطان انسان کے خون کی رگوں میں دوڑتا ہے''۔

اور صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت حیی سے روایت ہے؛ بیان کرتی ہیں کہ :

''كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ، ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنْ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا سُوءًا أَوْ قَالَ شَيْئًا''۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے تو میں ایک رات ان سے ملاقات کو آئی، اور ان کے ساتھ باتیں کرتی رہی، پھر

---

① الصحيحة : ۴/۴۳۹-۴۴۰، اور آخر الذکر حدیث کے لئے دیکھیے : احمد، مسلم عن ابن مسعود، صحیح الجامع : ۱۸۰۷۔

جب میں واپس جانے کو اٹھی تو آپ بھی مجھے واپس کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔اور ان کا مسکن اسامہ بن زید کے گھر میں تھا۔ پھر انصار کے دو آدمی وہاں سے گزرے، جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی رفتار بڑھادی، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اپنی جگہ پر رکے رہو، یہ صفیہ بنت حی ہیں، ان دونوں نے کہا: اے اللہ کے رسول سبحان اللہ!! (یعنی یہاں کسی شبہے کی گنجائش کب ہے؟) آپ نے فرمایا: بیشک شیطان ابن آدم کے خون کی رگوں میں دوڑتا ہے، اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی شر نہ ڈال دے یا فرمایا: کوئی چیز نہ ڈال دے"۔

- **ان کی کمزوری اور عاجزی:**

جنوں اور شیطانوں میں کچھ پہلو قوت وطاقت کے ہیں تو کچھ پہلو کمزوریوں کے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ كَيْدَ ٱلشَّيْطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ [النساء:۷۶] "یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے"۔

یہاں ہم انہیں میں سے کچھ پہلوؤں کی نشاندہی کرنے جارہے ہیں جن کی معرفت ہمیں اللہ اور اس کے رسول کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے:

- **اللہ کے نیک بندوں پر ان کا قابو نہیں چلتا ہے:**

رب سبحانہ وتعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت نہیں دی ہے کہ وہ لوگوں کو مجبور کردے اور انہیں زبردستی کفر وضلال پر لے آئے:

﴿إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا﴾ [الاسراء:۶۵]۔

"میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں۔ تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے"۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُۥ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِٱلْءَاخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِى شَكٍّ﴾ [سبا:۲۱]۔

"شیطان کا ان پر کوئی زور (اور دباؤ) نہ تھا مگر اس لئے کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ظاہر کردیں ان لوگوں میں سے جو اس سے شک میں ہیں"۔

- اس کا مطلب یہی ہے کہ شیطان کو انسانوں پر نہ تو حجت وبرہان کے اعتبار سے غلبے کی راہ عطا کی گئی ہے نہ قدرت اور طاقت کے اعتبار سے۔اور شیطان بھی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِى لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ

مِنۡهُمُ ٱلۡمُخۡلَصِينَ ﴾ [الحجر:۳۹-۴۰]۔

''(شیطان نے) کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے ہیں''۔

- وہ بس انہیں بندوں پر مسلط ہوتا ہے جو اس کی فکر سے متفق ہوتے ہیں اور برضا و رغبت اس کی پیروی کرتے ہیں :

﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطَٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡغَاوِينَ ﴾ [الحجر:۴۲]۔

''میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں''۔

- اور قیامت کے دن شیطان اپنے ان پیروکاروں سے کہے گا جنھیں اس نے گمراہ اور برباد کیا ہوگا :

﴿وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيۡكُم مِّن سُلۡطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوۡتُكُمۡ فَٱسۡتَجَبۡتُمۡ لِي ﴾ [ابراہیم:۲۲]۔

''میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں، ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی''۔

اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ إِنَّمَا سُلۡطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوۡنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشۡرِكُونَ ﴾ [النحل:۱۰۰]۔

''ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں''۔

اس کے غلبے کی صورت بس یہی ہے کہ وہ انہیں بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے، اور اس طرح ان پر قابو پاتا ہے کہ وہ انہیں کفر وشرک پر اکساتا ہے، اور اس کے لئے انہیں بے تاب کردیتا ہے اور اس روش کو کسی قیمت پر ترک نہیں کرنے دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿أَلَمۡ تَرَ أَنَّآ أَرۡسَلۡنَا ٱلشَّيَٰطِينَ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ تَؤُزُّهُمۡ أَزّٗا ﴾ [مریم:۸۳]۔

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب اکساتے ہیں''۔

- **شیطانی غلبے کے متعلق ایک نہایت ہی اہم اور قابل توجہ نکتہ :**

شیطان کو اپنے اولیاء پر جو غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ حجت و برہان سے عاری ہوا کرتا ہے، بس وہ تو اس کی دعوت ہی پر اس کے زیر دام آجاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی باتیں خود ان کی خواہشات اور اغراض کے موافق ہوتی ہیں، لہٰذا وہ اپنے خلاف خود ہی شیطان کی مدد کرتے ہیں، اور اپنے دشمن کی موافقت اور پیروی کرکے اسے اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں، پھر جب وہ اس کے سامنے خود کردہ طور پر بے بس ہوجاتے ہیں اور رضا کارانہ طور پر

اس کے اسیر ہو جاتے ہیں تو پھر بطور سزا اسے ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

تب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک شیطان کو کسی بندے پر غلبہ نہیں عطا فرماتا ہے جب تک کہ وہ خود ہی اس کی پیروی اور شرک کر کے اپنے خلاف اس کے لئے راہ ہموار نہیں کر دیتا ہے، جب یہ صورت پیدا ہوتی ہے تب اللہ تعالیٰ اسے بندے پر غلبہ اور تسلط عطا کر دیتا ہے۔

- **اور وہ کبھی کبھی مومنوں پر بھی ان کے گناہوں کی وجہ سے مسلط کر دیا جاتا ہے :**

چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ :

''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ مَعَ الْقَاضِيْ مَالَمْ يَجُرْ، فَإِذَا جَارَ تَبَرَّأَ مِنْهُ وَ أَلْزَمَهُ الشَّيْطَانَ''

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک قاضی (جج) کے ساتھ ہوتا ہے جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے، اور جب وہ ظلم کر بیٹھتا ہے تو پھر وہ اس سے بیزاری کا اظہار کر دیتا ہے، اور اس کے ساتھ شیطان کو چمٹا دیتا ہے''۔ ①

- **ایک پرلطف قصہ :**

حضرت ابوالفرج ابن الجوزی نے حضرت حسن بصری کے حوالے سے ہمارے لئے ایک پرلطف قصہ بیان فرمایا ہے، اور اپنی صحت سے قطع نظر اس کے اندر اس تصور کو ابھارا گیا ہے کہ انسان اگر اپنے دین میں اللہ کے لئے مخلص ہو تو اسے شیطان کو مغلوب کرنے کی کس قدر قوت اور صلاحیت حاصل ہوتی ہے، اور جب انسان گمراہ اور منحرف ہو جاتا ہے تو شیطان اسے کس طرح پچھاڑ دیتا ہے؟

حضرت حسن فرماتے ہیں : ایک درخت اللہ کے سوا پوجا جاتا تھا، پھر ایک شخص اس کی طرف آیا اور کہنے لگا میں ضرور اس درخت کو کاٹ پھینکوں گا، پھر وہ اللہ کے لئے غضبناک ہو کر اسے کاٹنے چل پڑا، راستے میں ابلیس ایک انسان کی شکل میں اس سے آ کر ملا، اور کہنے لگا : تم چاہتے کیا ہو؟ اس نے کہا : میں اس درخت کو کاٹ دینا چاہتا ہوں جو اللہ کے سوا پوجا جا رہا ہے۔ اس نے کہا : جب تم خود اسے نہیں پوجتے ہو تو پھر اگر دوسرے لوگ اسے پوجتے ہیں تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ اس نے کہا : میں تو اسے کاٹ کر ہی رہوں گا۔ تب شیطان نے اس سے کہا : ارے میاں کیا تمہیں اس کی چاہت نہیں جس میں خود تمہارا فائدہ ہو؟ دیکھو! تم اسے نہ کاٹو اور تمہیں روزانہ صبح صبح اپنے تکیے کے نیچے دو دینار مل جایا کریں گے، شیطان نے کہا : میں تمہارے لئے اس کا ضامن

---

① اسے حاکم اور بیہقی نے بسند حسن روایت کیا ہے، دیکھئے : صحیح الجامع : ۱۳۰/۲ نمبر : ۱۸۲۷۔

ہوں۔اس بات پر وہ واپس چلا گیا،اور جب صبح ہوئی تو دینار اسے اپنے تکیے کے نیچے مل گئے، پھر جب دوسرے دن صبح ہوئی تو اسے کچھ نہیں ملا، تب پھر وہ غضبناک ہو کر اسے کاٹنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، اس وقت شیطان اسی صورت میں اس کے سامنے آیا اور کہنے لگا : تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا : میں اس درخت کو کاٹ دینا چاہتا ہوں جو اللہ کے سوا پوجا جا رہا ہے، اس نے کہا : تم غلط کہتے ہو، تمہارے لئے اس کی کوئی سبیل نہیں ہے، پھر جب وہ اسے کاٹنے کے لئے آگے بڑھا تو شیطان نے اسے دے مارا اور اس کا گلا اس قدر گھونٹا کہ لگتا تھا اسے مار ہی ڈالے گا، اس نے کہا : جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں شیطان ہوں، تم پہلے اللہ کے لئے غضبناک ہو کر نکلے تھے، اس لئے تمہارے خلاف میرے پاس کوئی راستہ نہیں تھا، پھر میں نے تمہیں دو دیناروں کا جھانسہ دیا، اور تم نے اپنا ارادہ بدل دیا، پھر جب تم ان دو دیناروں کے لئے غضبناک ہو کر نکلے تو مجھے تم پر غلبہ عطا کر دیا گیا۔①

اہل علم جب دنیا دار یا کج فہم ہو جائیں تو وہ بھی گمراہ ہو سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمارے لئے ایک ایسے شخص کا قصہ بیان فرمایا ہے جسے اس نے اپنی آیات سے نوازا تھا اور وہ ان کے علم و معرفت سے بہرہ اندوز ہوا تھا، پھر جب اس نے ان سب کو ترک کر دیا تو اللہ نے شیطان کو اس پر مسلط کر دیا، اور اس نے اسے بہکایا اور گمراہ کر دیا اور وہ ایسا فسانہ عبرت بن گیا جس کے قصے بیان کئے جاتے ہیں، اور اس کی حکایت کا سلسلہ چل پڑا ہے :

﴿وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ٱلَّذِىٓ ءَاتَيْنَٰهُ ءَايَٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ ٱلشَّيْطَٰنُ فَكَانَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَٰهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُۥٓ أَخْلَدَ إِلَى ٱلْأَرْضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ۚ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ ٱلْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ ٱلْقَوْمِ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا ۚ فَٱقْصُصِ ٱلْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الاعراف:۱۷۵-۱۷۶]۔

''اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند

① تلبیس ابلیس : ۴۳۔

مرتبہ کردیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں''۔

اور یہ بات تو واضح ہے کہ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے حق کو جان کر اس کا انکار کیا اور کفر کا مرتکب ہوا، جیسے وہ یہودی جو یہ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے بھیجے ہوئے رسول ہیں مگر اس کے باوجود ان کے منکر ہیں۔

- مگر یہاں جو شخص مراد ہے اس کے متعلق بعض لوگوں نے کہا کہ وہ بلعام بن باعورا ہے جو پہلے نیک تھا پھر کفر کا مرتکب ہوا اور کہا گیا کہ اس سے مراد امیہ بن أبی صلت ہے جو زمانۂ جاہلیت کے عبادت گزاروں میں سے تھا، اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پایا تھا، مگر حسد کے مارے ان پر ایمان نہیں لایا کیونکہ وہ خود ہی اپنے نبی مبعوث ہونے کا امیدوار تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی بھی نص ایسا نہیں ہے جو ہمارے سامنے بالتحدید آیت میں مراد شخصیت کی نشاندہی کرسکے۔ اور یہ صنف (جسے آیات دی جاتی ہیں پھر بھی وہ کفر کر بیٹھتی ہے) ایک ایسی صنف ہے جس میں ایک گونا شیطان کی مشابہت پائی جاتی ہے، کیونکہ شیطان نے حق کی معرفت کے بعد کفر کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے لوگوں سے اپنی امت کے متعلق خوف لاحق تھا۔

- **کم فہم قرآن خواں :**

حافظ ابویعلی نے حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَّ مَا أَتخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ ، وَكَانَ رِدْءً لِلْإِسْلَامِ ، غَيَّرَهُ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ ، فَانْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ، وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ ، وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ ، قَالَ : قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ ، الْمَرْمِيُّ أَمِ الرَّامِي ؟ قَالَ : بَلِ الرَّامِي''۔

''مجھے تمہارے متعلق جن چیزوں کا خوف ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جس نے قرآن پڑھا، یہاں تک کہ جب اس پر اس کی رونق نظر آنے لگی، اور وہ اسلام کا معاون ہوگیا تو اس نے اللہ کی مشیئت کے مطابق اس میں تبدیلی کی پھر وہ اس سے نکل گیا اور اس نے اسے پس پشت ڈال دیا، اور اپنے پڑوسی کے خلاف تلوار لے کر چل پڑا اور اس پر شرک کی تہمت دھردی، بیان کرتے ہیں : میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول : ان دونوں

میں سے کون زیادہ شرک کا مستحق ہے، تہمت لگانے والا یا جس پر تہمت لگائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا : ''بلکہ تہمت لگانے والا زیادہ مستحق ہے''۔ ①

• اللہ کے کچھ بندوں سے شیطان کا خوفزدہ ہونا اور راہ فرار اختیار کرنا :

جب بندہ اسلام میں مستحکم ہوجاتا ہے، ایمان اس کے دل میں راسخ ہوجاتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حدود کے پاس ٹھہر جانے والا بن جاتا ہے تو شیطان اس سے ڈرنے لگتا ہے اور راہ فرار اختیار کرتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفْرَقُ مِنْكَ يَا عُمَرُ'' ''اے عمر! شیطان آپ سے ڈرتا ہے''۔ ②

اور اسی میں یہ بھی فرمایا ہے کہ :

''إِنِّى لَأَنْظُرُ إِلىٰ شَيَاطِيْنِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ''

''یقیناً میں دیکھتا ہوں کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان عمر سے بھاگتے ہیں''۔ ③

• شیطان کو زیر کرنے والی چیز قوتِ ایمانی ہے :

یہ چیز صرف حضرت عمر کے ساتھ خاص نہیں ہے، کیونکہ جس کا بھی ایمان قوی ہوتا ہے وہ شیطان کو مغلوب کرلیتا ہے اور اسے خوار رکھتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے :

''إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُنْضِيْ شَيَاطِيْنَهُ كَمَا يُنْضِيْ أَحَدُكُمْ بَعِيْرَهُ فِي السَّفَرِ''

''یقیناً مومن اپنے شیطانوں کو ایسے قابو میں رکھتا ہے جیسے تم میں کا کوئی شخص سفر میں اپنے اونٹ کو قابو میں رکھتا ہے''۔ ④

• اور کبھی بات اس حد تک بھی پہنچ جاتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے ساتھ لگے رہنے والے قرین پر اس قدر اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ اس کا فرمانبردار ہوجاتا ہے۔

---

① ابن کثیر فرماتے ہیں : یہ سند عمدہ ہے ، دیکھیے تفسیر ابن کثیر : ۲۵۲/۳ ، الصحیحة : ۳۲۰۱۔

② اسے احمد اور ترمذی اور ابن حبان نے بسند صحیح روایت کیا ہے ، صحیح الجامع : ۷۲/۲، ۱۶۵۴۔

③ اسے ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا ہے ، صحیح الجامع : ۳۲۹/۲، ۲۴۹۶۔

④ اسے احمد نے روایت کیا ہے، اور البانی نے الصحیحه : ۳۵۸۶/ میں اسے وارد کیا ہے۔ ابن کثیر (البداية: ۷۳/۱) میں اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں : اور اپنے شیطان کو قابو میں رکھتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی پیشانی پکڑ لیتا ہے اور اسے مغلوب ومقہور کردیتا ہے، جیسا کہ اونٹ کے ساتھ اس وقت کیا جاتا ہے جب وہ بھاگ نکلتا ہے پھر اس پر قابو پالیا جاتا ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إلا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ ، وَقَرِيْنُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ , قَالُوا : وَإِيَّاكَ ؟ قَالَ : وَإِيَّايَ إِلاَّ أَنَّ اللَّه أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلا يَأْمُرنِي إِلاَّ بِخَيْرٍ''۔

''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جنوں میں سے اس کا ایک قرین لگا دیا گیا ہے، اور ایک فرشتوں کا قرین ہے، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا : ہاں میرے ساتھ بھی لگا ہوا ہے، البتہ اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے اس لئے وہ مجھے صرف بھلائی کی تلقین کرتا ہے''۔ [1]

اور امام احمد نے ابن عباس سے ایک ایسی سند سے روایت کیا ہے جو صحیح کی شرط پر ہے کہ :

''وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانِنِيْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ''

''مگر اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے (یا فرمانبردار ہو گیا ہے)''۔

اور مسلم میں حضرت عائشہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ :

''وَلٰكِنَّ رَبِّيْ أَعَانِنِيْ عَلَيْهِ حَتّٰى أَسْلَمَ''

''مگر میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی ہے یہاں تک کہ وہ فرمانبردار ہو گیا ہے''۔

قرین کیا ہے؟

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''قرین وہ شیطان ہوتا ہے جو اللہ عزوجل کے حکم سے انسان پر مسلط ہوتا ہے، اسے بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور بھلائی سے روکتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا :

﴿ٱلشَّيۡطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلۡفَقۡرَ وَيَأۡمُرُكُم بِٱلۡفَحۡشَآءِۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغۡفِرَةٗ مِّنۡهُ وَفَضۡلٗاۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ﴾ [البقرہ:٢٦٨]۔

''شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے''۔

---

[1] احمد : ٣٦٤٨ ، مسلم : ٢٨١٤۔

مگر جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل واحسان سے کسی بندے کو قلب سلیم اور صدق دلی سے نواز دیتا ہے جو اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہوتا ہے، آخرت کا طالب ہوتا ہے، دنیا پر اللہ کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قرین کے مقابلے کے لئے بندے کی مدد فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ (قرین) اس کو اغوا کرنے سے عاجز ہوجاتا ہے، اسی لئے انسان کو چاہیے کہ جب اس پر شیطان کا حملہ ہوتو وہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [الاعراف:۲۰۰]۔

''اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے''۔

شیطان کے حملے (وسوسے) سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کو ترک طاعت کا حکم دے یا گناہوں کا ارتکاب کرنے پر آمادہ کرے، لہٰذا جب کبھی اپنے نفس کے اندر ترک طاعت کا رجحان پائیں تو یہ شیطان کی طرف سے ہوگا یا برائیوں اور گناہوں کی طرف جھکاؤ ہونے لگے تو یہ بھی شیطان ہی کی طرف سے ہوتا ہے، اس لئے فوراً اس سے اللہ کی پناہ مانگ لیں اللہ عزوجل آپ کو اس سے پناہ دے دے گا''۔[1]

• حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں کی تسخیر:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت سلیمان کے لئے جن چیزوں کو مسخر کیا تھا انہیں میں جن وشیاطین بھی شامل تھے، وہ لوگ ان کے حسب منشا ان کے لئے کام کیا کرتے تھے، اور وہ ان میں نافرمانوں کو سزا بھی دیتے تھے اور قید بھی کردیا کرتے تھے:

﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ﴾ [ص:۳۶-۳۸]۔

''پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کردیا اور آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے نرمی سے پہنچا دیا کرتی تھی اور (طاقت ور) جنات کو بھی (ان کا ماتحت کردیا) ہر عمارت بنانے والے کو اور غوطہ خور کو اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے''۔

---

[1] مجموع فتاوى ورسائل العثيمين: ۱۷/۴۲۷۔

اور سورۂ سبا میں فرمایا :

﴿وَمِنَ ٱلْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِۦ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ ٱلسَّعِيرِ ﴿١٢﴾ يَعْمَلُونَ لَهُۥ مَا يَشَآءُ مِن مَّحَٰرِيبَ وَتَمَٰثِيلَ وَجِفَانٍ كَٱلْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَٰتٍ﴾ [سبا:۱۲-۱۳]۔

''اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کردیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں''۔

اور اس طرز کی تسخیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کے نتیجے میں تھی جو انھوں نے اپنے رب سے مانگی تھی : ﴿وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ﴾ [ص:۳۵]۔

''مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی (شخص) کے لائق نہ ہو''۔

اور اسی دعا نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو اس جن کو باندھنے سے باز رکھا تھا جو آپ کے چہرے پر مارنے کے لئے آگ کا شعلہ لیکر آیا تھا، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابودردا سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے، تو ہم نے انہیں کہتے ہوئے سنا :

''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْکَ'' ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

اس کے بعد فرمایا :

''أَلْعَنُکَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ'' ''میں تجھے اللہ کی لعنت سے ملعون کرتا ہوں''۔

تین بار اور اپنے ہاتھ کو یوں پھیلایا جیسے کچھ پکڑتے ہوں، پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ! ہم نے آپ کو نماز میں کچھ کہتے ہوئے سنا ہے جو آپ کو اس سے پہلے کہتے ہوئے نہیں سنا کرتے تھے، اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا تھا، تو آپ نے فرمایا : اللہ کا دشمن ابلیس میرے منہ پر مارنے کے لئے آگ کا شعلہ لیکر آیا تھا، تب میں نے تین بار کہا :

''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْکَ'' ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

پھر میں نے کہا :

''أَلْعَنُکَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ'' ''میں تجھے اللہ کی پوری لعنت سے ملعون کرتا ہوں''۔

پھر بھی وہ پیچھے نہیں ہٹا، تب میں نے ارادہ کیا کہ لاؤ اسے پکڑ لوں، واللہ اگر ہمارے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو وہ بندھا ہوا ہوتا جس سے مدینے کے بچے کھیل رہے ہوتے۔ ①

اور یہ صورت حال ایک سے زائد بار پیش آئی، چنانچہ صحیح مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ، جَعَلَ يَفْتِكُ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، وَإِنَّ اللَّهَ أَمْكَنَنِي مِنْهُ فَذَعَتُّهُ، فَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى جَنْبِ سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتَّى تُصْبِحُوا تَنْظُرُونَ إِلَيْهِ أَجْمَعُونَ أَوْ كُلُّكُمْ، ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، فَرَدَّهُ اللَّهُ خَاسِئًا ''۔

''آج رات ایک عفریت جن تیزی سے میری طرف ٹوٹا تاکہ میری نماز کاٹ دے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دیا اور میں نے اس کا گلا دبا کر اسے خاک پر دے مارا، اور چاہا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب کے سب یا کل کے کل اسے دیکھ لو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کا قول :

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ﴾ [ص:۳۵]۔

''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی (شخص) کے لائق نہ ہو''۔

یاد آ گیا، پھر اللہ نے اسے ذلیل وخوار کر کے لوٹا دیا''۔ ②

- **حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق یہود کا جھوٹ :**

یہودی اور ان کے پیروکار لوگ جو جادو کے واسطے سے جنوں سے کام لیتے ہیں یہ دعوی کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام بھی اسی کے زور پر جنوں سے کام لیا کرتے تھے، اور علمائے سلف میں سے کئی لوگوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو شیطانوں نے جادو اور کفر کی کتابیں لکھیں اور انہیں ان کی کرسی کے نیچے ڈال دیا، اور یہ کہنے لگے کہ حضرت سلیمان انہیں کے زور پر جنوں سے کام لیا کرتے تھے، پھر ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر یہ حق اور جائز نہ ہوتا تو حضرت سلیمان اسے عمل میں نہ لاتے، اسی پر اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیت نازل فرمائی :

---

① مسلم : ۵۴۲۔

② بخاری : ۴۶۱ ، مسلم : ۵۴۱۔

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾[البقرۃ:۱۰۱]۔

''جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا، ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے ڈال دیا، گویا جانتے ہی نہ تھے''۔

اس کے بعد اس بات کی وضاحت فرمائی کہ وہ لوگ ان چیزوں کے پیروکار تھے جسے شیاطین حضرت سلیمان کے عہد میں پڑھا کرتے تھے اور حضرت سلیمان کو جادو اور کفر سے بری ٹھہرایا :

﴿وَٱتَّبَعُوا۟ مَا تَتْلُوا۟ ٱلشَّيَٰطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَٰنَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُوا۟...﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا مگر شیطانوں نے کفر کیا تھا''۔

• جنات معجزات کے اظہار سے عاجز ہیں :

جنات اس طرح کے معجزات پیش کرنے سے عاجز ہیں جس طرح کے معجزات کا ظہور رسولوں کے ہاتھوں اپنی لائی ہوئی رسالت کی سچائی کی دلیل کے طور پر ہوا کرتا تھا۔

• قرآنی تردید :

لہٰذا جب کچھ کافروں نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن تو شیطانوں کی کارستانی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ ٱلسَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ﴾[الشعراء:۲۱۰-۲۱۲]۔

''اس قرآن کو شیطان نہیں لائے نہ وہ اس کے قابل ہیں، نہ انہیں اس کی طاقت ہے بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں''۔

• قرآن کا چیلنج :

اور اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کے متعلق انسانوں اور جنوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا :

﴿قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ

كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٖ ظَهِيرٗا ﴾[الاسراء:۸۸]۔

''کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں''۔

شیاطین خواب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں نہیں آسکتے ہیں

شیاطین اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل بنا کر خواب میں آئیں۔ چنانچہ ترمذی نے بسند صحیح اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :

''مَنْ رَآنِيْ فَإِنِّيْ أَنَا هُوَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَّتَمَثَّلَ بِيْ''

''جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا تو وہ میں ہی ہوں، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا ہے''۔ ①

اور یہ حدیث صحیحین میں ان الفاظ میں وارد ہے کہ :

''مَنْ رَآنِيْ فَقَدْ رَأَي الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَيْطَانَ لَا يَتَزَيَّ بِيْ''

''جس نے مجھے (خواب میں دیکھا) اس نے سچ دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا ہے''۔ ②

شیطان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر دھوکا ضرور دے سکتا ہے

ان احادیث سے ظاہر یہی ہے کہ شیطان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی شکل نہیں بنا سکتا ہے، مگر اس بات میں کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی شکل میں ظاہر ہو کر اس بات کا دعویٰ کردے کہ وہ رسول اللہ ہے۔ اس لئے اس حدیث کو اس بات کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے کہ جسے بھی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے کوئی شخصیت دکھائی دے حقیقت میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دیکھا ہے، یہ بات صرف اسی صورت میں درست ہوسکتی ہے جب کسی نے اسی حلیے کے مطابق انہیں دیکھا ہو جیسا حلیہ ان کا کتب احادیث میں ہمارے

---

① ترمذی : ۲۲۸۰ ، صحیح الجامع : ۶۲۵۲۔

② صحیح الجامع : ۶۲۵۳-۶۲۵۴۔

لئے بیان کیا گیا ہے، ورنہ بہت سے لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صورت کی مخالف شکل میں دیکھا جو کتب ثقات میں مروی ہے۔

- حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں صحابہ کے علاوہ جزم کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا ہے، لہٰذا اگر خواب میں کوئی شخصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے نظر آتی ہے اور وہ کوئی حکم دیتی ہے تو اسے ضرور قرآن وسنت پر پیش کیا جائے اور ان کی موافقت کے بغیر اس پر ہرگز عمل نہ کیا جائے۔

• وہ فضا کی وسعتوں میں معینہ حدود کو تجاوز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَٰمَعۡشَرَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ إِنِ ٱسۡتَطَعۡتُمۡ أَن تَنفُذُواْ مِنۡ أَقۡطَارِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ فَٱنفُذُواْۚ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلۡطَٰنٖ ۝٣٣ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝٣٤ يُرۡسَلُ عَلَيۡكُمَا شُوَاظٞ مِّن نَّارٖ وَنُحَاسٞ فَلَا تَنتَصِرَانِ﴾ [الرحمان: ۳۳-۳۵]۔

''اے گروہ جنات وانسان! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو! بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے''۔

ہر چند کہ ان کے اندر تیز رفتاری اور حرکت وانتقال کی قدرتیں اور صلاحیتیں موجود ہیں مگر ان کے لئے بھی حدود مقرر ہیں جنھیں وہ تجاوز نہیں کرسکتے ہیں، ورنہ ہلاکت ان کا مقدر ہوگی۔

• وہ کوئی بند دروازہ یا جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو نہیں کھول سکتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں ہمیں یہی خبر دی ہے۔ فرماتے ہیں :

''أَجِيْفُوْا الْأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا أُجِيْفَ عَلَيْهِ''

''دروازے بند کرلیا کرو اور ان پر اللہ کا نام لے لیا کرو، کیونکہ شیطان کوئی ایسا دروازہ نہیں کھولتا ہے جسے بند کردیا گیا ہو''۔[1]

اور متفق علیہ حدیث میں ہے :

---

[1] اسے ابوداود، احمد، ابن حبان اور حاکم نے بسند صحیح روایت کیا ہے، **الجامع الصحیح** : ۱/۲۲۹ نمبر : ۶۲۰۔

’’وَأَغْلِقُوا الأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا ، وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، وَلَوْ أَنْ تَعْرِضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ‘‘

’’دروازوں کو بند کردو اور اللہ کا نام لو کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا ہے، اپنی چھاگلوں کا منہ باندھ دیا کرو، اور اللہ کا نام لے لیا کرو، اور اپنے برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو اور اللہ کا نام لے لیا کرو، گو ان پر کوئی بھی چیز رکھ دو، اور اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو‘‘۔ ①

اور مسند احمد میں ہے :

’’أَغْلِقُوْا أَبْوَابَكُمْ، وَ خَمِّرُوْا آنِيَتَكُمْ وَ أَوْكُوْا أَسْقِيَتَكُمْ، وَأَطْفِئُوْا سُرُجَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَلَا يَكْشِفُ غِطَاءً، وَ لَا يَحُلُّ وِكَاءً‘‘

’’اپنے دروازے بند کرلیا کرو، اپنے برتن ڈھانپ دیا کرو، اپنی چھاگلوں کا منہ باندھ دیا کرو، اپنے چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان کوئی بند دروازہ کھولتا ہے، نہ کوئی ڈھکن اٹھاتا ہے، نہ کوئی بندھن کھولتا ہے‘‘۔ ②

جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہوتے ہیں

- **جنوں کی غایت تخلیق :**

اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے تحت انسانوں کو پیدا کیا ہے اسی مقصد کے لئے اس نے جنوں کو بھی پیدا فرمایا ہے :

﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[الذاریات:۵۶]۔

’’میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں‘‘۔

اس بنیاد پر جن بھی اوامر و نواہی کے مکلف ہیں، ان میں سے جو اللہ کی اطاعت کرے گا اللہ اس سے راضی ہوگا اور اسے جنت میں داخل کردے گا، اور جو اس کی نافرمانی اور سرکشی کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اس پر بہت سے نصوص دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کافر جنوں اور انسانوں کو لتاڑتے ہوئے بطور زجر و توبیخ فرمائے گا :

---

① الجامع الصحیح : ۲۷۰/۱ نمبر : ۷۶۴۔

② احمد : ۱۴۲۲۸۔

﴿يَٰمَعۡشَرَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ أَلَمۡ يَأۡتِكُمۡ رُسُلٞ مِّنكُمۡ يَقُصُّونَ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتِي وَيُنذِرُونَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هَٰذَاۚ قَالُواْ شَهِدۡنَا عَلَىٰٓ أَنفُسِنَاۖ وَغَرَّتۡهُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا وَشَهِدُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ أَنَّهُمۡ كَانُواْ كَٰفِرِينَ﴾ [الانعام:۱۳۰]۔

’’اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے، جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا اور یہ لوگ اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے‘‘۔

ان آیات میں اس بات کی صاف صاف دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت جنوں کو بھی پہنچی تھی، اور ان کے پاس بھی ڈرانے والے اور تبلیغ کرنے والے آتے تھے۔

جہنم کا عذاب جنوں کو بھی لاحق ہوگا

اور حسب ذیل آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جہنم کا عذاب جنوں کو بھی لاحق ہوگا اور وہاں وہ سزا یاب ہوں گے :

﴿قَالَ ٱدۡخُلُواْ فِيٓ أُمَمٖ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِكُم مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ فِي ٱلنَّارِۖ﴾ [الاعراف:۳۸]۔

’’اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی، ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ‘‘۔

﴿وَلَقَدۡ ذَرَأۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِۖ﴾ [الاعراف:۱۷۹]۔

’’اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کئے ہیں‘‘۔

﴿لَأَمۡلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلۡجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجۡمَعِينَ﴾ [السجدۃ:۱۳]۔

’’میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کردوں گا‘‘۔

مومن جن جنت میں جائیں گے

اس بات کی دلیل حسب ذیل آیت ہے کہ مومن جن جنت میں جائیں گے :

﴿وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ ۝٤٦ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ [الرحمان:۴۶-۴۷]۔

''اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''۔

یہاں خطاب جن وانس دونوں سے ہے، کیونکہ سورہ کی ابتدا میں دونوں سے گفتگو کی گئی ہے، اور سابقہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن جنوں پر اس بات کا احسان جتایا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور اگر یہ چیز انہیں حاصل نہ ہونے والی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان پر اس کا احسان نہ جتاتا۔

ابن مفلح اپنی کتاب الفروع میں فرماتے ہیں :

فی الجملہ جن بھی اجماعی طور پر مکلف ہیں، ان کے کافر بالاجماع جہنم میں جائیں گے اور ان کے مؤمن جنت میں، اس پر امام مالک وشافعی کا اتفاق ہے، یہ نہیں ہوگا کہ وہ چوپایوں کی طرح خاک میں مل جائیں گے، اور یقینا ان کے مومنوں کا ثواب دوزخ سے نجات کی شکل میں ہوگا، امام ابوحنیفہ، لیث بن سعد اور ان سے اتفاق رکھنے والے اس معاملے میں اختلاف رکھتے ہیں، اور پہلے مسلک کا ظاہر یہی ہے کہ وہ بقدر ثواب جنت میں دوسروں کی طرح ہوں گے، برخلاف ان لوگوں کے جو اس بات کے قائل ہیں کہ وہ اس میں نہ کھائیں گے نہ پئیں گے، جیسا کہ مجاہد کا ارشاد ہے، یا وہ جنت کے گوشے میں یعنی اس کے اردگرد رہیں گے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں.

جنات کی تکلیف (شرعی ذمہ داری) بھی انہیں کے ساخت کے اعتبار سے ہے

ابن حامد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ : ''تکلیف اور عبادات میں جن بھی انسانوں ہی کی طرح ہیں''۔ ①

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی (۴/ ۲۳۳) میں فرماتے ہیں : ''جن اصول وفروع دونوں میں اپنے اعتبار سے مامور ہیں، کیونکہ وہ اپنی تعریف وحقیقت کے اعتبار سے انسانوں کے مماثل نہیں ہیں، مگر وہ امر ونھی اور تحلیل وتحریم کے ذریعہ جنس تکلیف میں انسانوں کے شریک ہیں، اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں مجھے مسلمانوں کے درمیان نزاع کی کوئی خبر نہیں ہے''۔

- **ایک شبہہ اور اس کا جواب :**

بعض لوگ ایک شبہہ وارد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ لوگ تو اس بات کو مانتے ہیں کہ جنات آگ سے پیدا

① لوامع الأنوار : ۲۲۲-۲۲۳۔

کئے گئے ہیں، پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے کافروں کو آتش جہنم کی سزا دی جائے گی، اور کن سوئیاں لینے والوں کو آگ کے شعلے سے مارا جاتا ہے، تو جب وہ آگ ہی سے پیدا کئے گئے ہیں تو پھر آخر آگ ان پر اثر انداز کیسے ہوگی؟

- اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی اصل خلقت تو آگ سے ہوئی ہے مگر اب وہ آگ نہیں رہ گئے ہیں، کیونکہ اب وہ آگ کی مخالف مخلوق بن گئے ہیں، اس کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ انسان کو پیدا تو مٹی سے کیا گیا ہے، مگر اپنی پیدائش کے بعد وہ مٹی کی مخالف چیز بن گیا ہے، اگر آپ اسے مٹی کے ایک پختہ ٹکڑے سے ماریں تو ممکن ہے کہ وہ مر ہی جائے، اور اگر آپ اس پر مٹی پھینکیں تو اس سے اسے اذیت ہوتی ہے، اور اگر آپ اسے اس میں دفن کر دیں تو اس کا دم گھٹ جائے گا، حالانکہ اس کی پیدائش مٹی ہی سے ہوئی ہے مگر مٹی اسے اذیت دیتی ہے، ایسے ہی جنوں کا معاملہ بھی ہے۔

حاشا وکلا رب العزة اور جنوں کے درمیان کوئی نسبی تعلق نہیں ہے :

ہم نے جو بیان کیا کہ جنات اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق اور اس کے بندوں میں سے ایک طرح کے بندے ہیں جنھیں اس نے اپنی اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے، اور انہیں اپنی شریعت کا مکلف بنایا ہے، اس سے اس خرافات کی خود بخود تردید ہوجاتی ہے جو تصور کے انحراف، علم کے اضمحلال، اور کثرت جہل سے پیدا ہوتی ہے، ایسی ہی ایک احمقانہ بات یہودیوں اور مشرکین عرب کے یہاں شائع تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنوں کے سرداروں کو پیغام نکاح بھیجا اور ان میں شادی رچالی تھی، اور فرشتے اسی شادی کا پھل ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس خرافات کو بیان کر کے اس کا بطلان بھی واضح فرمادیا ہے :

﴿وَجَعَلُوا۟ بَيْنَهُۥ وَبَيْنَ ٱلْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ ٱلْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا عِبَادَ ٱللَّهِ ٱلْمُخْلَصِينَ﴾ [الصافات:۱۵۸-۱۶۰]۔

''اور ان لوگوں نے تو اللہ کے اور جنات کے درمیان بھی قرابت داری ٹھہرائی ہے، اور حالانکہ خود جنات کو معلوم ہے کہ وہ (اس عقیدہ کے لوگ عذاب کے سامنے) پیش کیے جائیں گے جو کچھ یہ (اللہ کے بارے میں) بیان کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بالکل پاک ہے سوائے! اللہ کے مخلص بندوں کے''۔

حافظ ابن کثیر ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :

''مجاہد فرماتے ہیں : مشرکوں نے کہا : فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بلند ہے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : تب ان کی مائیں کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا : جنوں کے سرداروں کی

بیٹیاں، اور مجاہد جیسی بات قتادہ اور ابن زید نے بھی کہی ہے...اور عوفی ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ : اللہ کے دشمنوں کا خیال یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور ابلیس دونوں بھائی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند ہے''۔

- **ان تک اللہ کی وحی کیسے پہنچتی ہے ؟**

چونکہ وہ مکلف ہیں اس لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تک اپنی وحی پہنچائے اور ان پر اپنی حجت قائم کرے، اب سوال یہ ہے کہ آخر یہ کام انجام کس طرح پاتا ہے؟ کیا جس طرح بشر کے رسول انہیں میں سے ہوتے ہیں اسی طرح جنوں کے رسول بھی انہیں میں سے ہوا کرتے ہیں، یا بشر کے رسول ہی ان کے بھی رسول ہوتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا قول :

﴿يَـٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ ...﴾ [الانعام: ۱۳۰]۔

''اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے''۔

اس بات پر تو دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھی رسول بھیجے ہیں، مگر اس میں اس بات کی صراحت نہیں پائی جاتی کہ وہ رسول جنوں میں سے تھے یا انسانوں میں سے، اس لئے کہ (مِّنكُمْ) تم میں سے کے لفظ میں دونوں احتمال پایا جاتا ہے؛ یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ ہر جنس کے رسول انہیں میں سے ہوں، یا یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ انسانوں اور جنوں کے رسول دونوں جنسوں کے مجموعے میں سے ہوں اور یہ ان میں سے ایک پر صادق آئے اور وہ بشر ہیں۔

اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اور ان کی دو رائیں ہیں :

اول : جنوں کے رسول بھی انہیں میں سے ہیں، اس بات کے قائل حضرت ضحاک ہیں، اور ابن جوزی فرماتے ہیں : ظاہر کلام یہی ہے، اور ابن حزم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جنوں کی طرف انسانوں میں کا کوئی نبی کبھی بھی مبعوث نہیں ہوا۔

دوم : جنوں کے رسول بھی انسانوں میں سے ہی ہوا کرتے ہیں، سیوطی (لقط المرجان) میں فرماتے ہیں کہ : سلف وخلف کے جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ جنوں میں سے کبھی کوئی رسول اور نبی نہیں ہوا۔ ابن عباس، مجاہد، کلبی اور ابو عبید سے ایسے ہی مروی ہے۔ ①

---

① لوامع الأنوار : ۲/ ۲۲۳-۲۲۴۔

انسانوں کے رسول ہی جنوں کے بھی رسول ہیں اس بات کی ترجیح کے لئے اس قول کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے جو جنوں نے قرآن سنتے وقت کہا تھا :

﴿إِنَّا سَمِعْنَا كِتَٰبًا أُنزِلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰ﴾ [الاحقاف:۳۰]۔

''ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے''۔

مگر یہ اس مسئلے میں نص نہیں ہے۔

اس مسئلے پر نہ کسی عمل کا مدار ہے، نہ اس کے متعلق کوئی نص قاطع موجود ہے، اس لئے جتنی اس مسئلے پر گفتگو ہو چکی ہے اس سے زیادہ اسے طول دینا مناسب نہیں ہے۔

- **محمد ﷺ کی رسالت انسانوں اور جنوں کے لئے عام ہے :**

حضرت محمد ﷺ جنوں اور انسانوں دونوں کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔

امام ابن تیمیہ (مجموع الفتاوی:۹/۱۹) میں فرماتے ہیں :

اس اصل پر سارے صحابہ، تابعین، ائمۃ المسلمین اور سارے مسلم گروہوں : اہل سنت والجماعۃ (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور دیگر کا اتفاق ہے، اور قرآن کا جنوں اور انسانوں دونوں کو چیلنج کرنا اس بات کی دلیل ہے۔

﴿قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الاسراء:۸۸]۔

''کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں''۔

- **اور جنوں کے ایک گروہ نے قرآن سنا تو تیزی کے ساتھ ایمان کی طرف لپک گیا :**

﴿قُلْ أُوحِىَ إِلَىَّ أَنَّهُ ٱسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَقَالُوٓا۟ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا ① يَهْدِىٓ إِلَى ٱلرُّشْدِ فَـَٔامَنَّا بِهِۦ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ أَحَدًا ...﴾ [الجن:۱-۲]۔

''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لا چکے (اب) ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے''۔

- اور یہ لوگ جنھوں نے قرآن سنا اور ایمان لائے انہیں کا ذکر سورۂ احقاف میں کیا گیا ہے :

﴿وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقُرْءَانَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓاْ أَنصِتُواْ ۖ فَلَمَّا قُضِىَ وَلَّوْاْ إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُواْ يَٰقَوْمَنَآ إِنَّا سَمِعْنَا كِتَٰبًا أُنزِلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِىٓ إِلَى ٱلْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٠﴾ يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُواْ دَاعِىَ ٱللَّهِ وَءَامِنُواْ بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِىَ ٱللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُۥ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءُ ۚ أُوْلَٰٓئِكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ﴾ [الاحقاف:۲۹-۳۲]۔

''اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو خبر دار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ، تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتا، نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں''۔

انھوں نے قرآن کو بغور سنا اور ایمان لائے اور اپنی قوم میں داعی بن کر لوٹے اور انہیں توحید اور ایمان کی دعوت دینے لگے، انہیں خوشخبریاں سناتے اور ڈراتے تھے۔

- **قرآن سننے والے جنوں کا قصہ :**

جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا ان کا قصہ بخاری ومسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کا قصد کر کے نکلے تھے، اور شیطانوں اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ کھڑی کردی گئی تھی، ان پر شعلے پھینکے جاتے تھے، چنانچہ شیاطین اپنی قوم کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے : تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا : ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ کھڑی کردی گئی ہے، اور ہم پر شعلے پھینکے جاتے ہیں، انھوں نے کہا : تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ یوں ہی نہیں کھڑی کی گئی ہے ضرور کوئی نئی بات رونما ہوئی ہے، اس لئے زمین کے

مشرق ومغرب میں پھیل جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ کا باعث ہے، چنانچہ وہ زمین کے مشرق ومغرب میں اس سبب کی تلاش میں پھیل گئے جو ان کے اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ کا باعث ہوا تھا... پھر وہ گروہ جو تہامہ کی طرف گیا تھا پلٹتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گیا، اس وقت آپ سوق عکاظ کی طرف جاتے ہوئے مقام نخلہ پر رکے ہوئے تھے اور اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، پھر جب قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تو وہ اسے غور سے سننے لگے، پھر انھوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہی چیز تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ بنی ہے، چنانچہ یہی وہ موقع تھا جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور کہنے لگے : اے ہماری قوم کے لوگو :

﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا﴾ [جن:۱]۔ ''ہم نے عجیب قرآن سنا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر سورۂ جن نازل فرمائی :

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ ٱسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ﴾ [الجن:۱]۔

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا''۔

ان کی طرف یہی جنوں کی بات بذریعہ وحی آئی تھی۔ [1]

- **جنوں کے وفود :**

جنوں کے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے تعارف کی یہی ابتدا تھی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں لائے بغیر قرآن کی تلاوت کو سنا، اور ان میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور اپنی قوم کی طرف داعی اور رہنما بن کر گیا۔

پھر اس کے بعد جنوں کے متعدد وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس علم حاصل کرنے آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا وقت دیا، انہیں قرآن سنایا اور ان کی طرف آسمان کی خبر پہنچائی اور اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم انہیں سکھایا... اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے مکہ ہی کا ہے۔

- **مسلم نے اپنی صحیح میں اور احمد نے اپنی مسند میں حضرت علقمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا :**

''کیا جنوں والی رات آپ میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا؟ تو انھوں نے فرمایا : ہم میں سے کوئی ان کے ساتھ نہیں تھا، مگر ایک رات ہم نے انہیں گم پایا تو کہا : دھوکے سے قتل کر دئے گئے؟ اغوا

---

[1] بخاری : ۷۷۳، ۴۹۲۱، مسلم : ۴۴۹۔

کر لئے گئے؟ آخر ان پر کیا بیتی؟ بیان کرتے ہیں : پھر ہم نے وہ بدترین سے بدترین رات گزاری جو کسی قوم نے گزاری ہو، پھر جب صبح کا - یا فرمایا سحر کا - چہرہ نمودار ہوا تو ہم نے دیکھا کہ آنحضرت حرا کی جانب سے چلے آتے ہیں، ہم نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! پھر ان سے اپنی کیفیت بیان کی گئی، آپ نے فرمایا : ہوا یہ کہ میرے پاس جنوں کا داعی آ گیا تھا اور میں ان کے پاس چلا گیا تھا اور ان کے سامنے تلاوت کی تھی، بیان کرتے ہیں : پھر آپ چل پڑے ہمیں ان کے اور ان کی آتش کے آثار دکھائے''۔ ①

- **اور طبری کی ایک روایت میں ابن مسعود سے وارد ہے کہ :**

''میری رات یوں گزری کہ میں حجون میں جنوں کے سامنے کھڑا پڑھ رہا تھا''۔

نبی ﷺ نے ان کے سامنے جو کچھ پڑھا تھا ان میں ایک سورۂ رحمن بھی تھی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : میں نے جنوں والی رات اسے (یعنی سورۂ رحمن کو) جنوں کے سامنے پڑھا تھا، تو ان کا جواب تم سے اچھا تھا، جب جب میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد : ﴿فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ پر آتا تھا وہ کہتے تھے :

''وَلَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ''

''اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلائیں گے، سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں''۔ ②

وہی رات تنہا رات نہیں تھی بلکہ آپ نے اس کے بعد بھی مکرر جنوں سے ملاقاتیں کی تھیں، چنانچہ سورہ احقاف کی تفسیر میں ابن کثیر نے وہ احادیث بیان کی ہیں جن میں ان کے ساتھ آپ کے اجتماع کا تذکرہ آیا ہے، اور ان میں سے بعض میں آیا ہے کہ ان راتوں میں سے ایک رات حضرت ابن مسعود رسول اللہ ﷺ کے قریب ہی تھے۔

اور صحیح بخاری کی بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ ان کے پاس جو جن آئے تھے ان میں سے کچھ یمن کے ایک علاقے کے ایک مقام سے آئے تھے جسے (نصیبین) کہا جاتا تھا، چنانچہ بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

''وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ وَنِعْمَ الْجِنُّ، فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوْتُ اللَّهَ لَهُمْ أَنْ لَا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا''۔

''میرے پاس نصیبین کے جنوں کا ایک وفد آیا تھا - اور وہ بڑے اچھے جن تھے - انھوں نے مجھ سے غذا کا سوال

---

① احمد : ۴۱۴۹، مسلم : ۴۵۰۔

② بزار اور حاکم اور ابن جریر نے اسے بسند صحیح روایت کیا ہے، دیکھیے : الجامع الصحیح : ۳۰/۱ نمبر ۵۱۳۸۔

کیا، تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ جس ہڈی اور گوبر سے ان کا گزر ہو وہ اس پر غذا پائیں''۔

- **ان کا انسانوں میں دعوت کا کام کرنا :**

بعض صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ انسانوں کی ہدایت میں کچھ جنوں کا بھی کردار رہا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے ایک شخص سے جو جاہلیت کے زمانے میں کاہن رہا تھا پوچھا تھا وہ کون سی سب سے تعجب خیز بات تھی جو اس کی جنیہ اس کے پاس لائی تھی، اس نے بیان کیا کہ : ''ایک دن جب میں بازار میں تھا کہ وہ میرے پاس آئی اور مجھے اس کے اندر گھبراہٹ صاف محسوس ہوئی، کہنے لگی :

أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَإِبْلَاسَهَا
وَيَأْسُهَا بَعْدَ إِنْكَاسِهَا
وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا

''کیا تم نے جنوں کی درماندگی اور حیرت کو اور ضعف و بے وقعتی کے بعد ان کی مایوسی کو اور اونٹوں اور ان کے پالانوں میں بیٹھ رہنے کو نہیں دیکھا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

''سچ کہا، میں ان کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ اسی درمیان ایک شخص ایک بچھڑا لئے آیا اور اسے ذبح کردیا تو اس سے ایک چیخنے والا چیخ چیخ کر کہنے لگا ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے کسی چیخنے والے کی اس سے شدید آواز کبھی نہیں سنی تھی ۔ کہتا تھا : اے جلیح، کامیابی کی بات ہے، ایک فصیح آدمی ہے، کہتا ہے : لا إله إلا الله، بیان کرتے ہیں : اس پر لوگ اچھل پڑے، میں نے کہا : میں یہ جاننے کی مسلسل کوشش کرتا رہوں گا کہ اس کے پیچھے کیا ہے، پھر اس نے پکارا : اے جلیح کامیابی کی بات ہے، فصیح آدمی ہے کہتا ہے : لا إله إلا الله، تب میں اٹھ کھڑا ہوا اور ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ کہا گیا یہ نبی ہیں''۔

سورۂ احقاف کی تفسیر میں اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد ابن کثیر فرماتے ہیں :

یہ بخاری کا سیاق ہے، اور بیہقی نے ابن وہب سے اسی جیسی روایت بیان کی ہے، اس کے بعد فرمایا : اس روایت کے ظاہر سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ذبح کئے ہوئے بیل سے چیخنے والے کو چیختا ہوا سنا تھا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک ضعیف روایت میں بھی اس کی صراحت موجود ہے، مگر ساری روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ خبر دینے والا وہ کاہن تھا جس نے اپنی رویت اور سماع کا بیان کیا

تھا، واللہ أعلم۔اس کے بعد فرمایا : یہ شخص (کاہن) سواد بن قارب تھے''۔

- **ان کا بھلائی کا حکم کرنا اور مسلم کے حق میں شہادت دینا :**

وہ حدیث آئے گی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ ان کا قرین جن فرمانبردار ہوگیا ہے اور انہیں صرف بھلائی کی تلقین کرتا ہے۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ابوصعصعہ انصاری سے فرمایا کہ :

''إِنِّي أَرَاك تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ، وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". قَالَ: أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''۔

''میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں دیہات اور بکریاں پسند ہیں، لہٰذا اگر تم اپنی بکریوں اور دیہات میں رہو اور نماز کے لئے اذان دو تو بلند آواز سے اذان دینا کیونکہ موذن کی اذان کی بازگشت جن یا انسان یا جو کوئی چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دے گی، ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے''۔[1]

اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ قیامت کے دن جنات اس شخص کے حق میں گواہی دیں گے جس کی اذان کی آواز انھوں نے سنی ہوگی۔

صالحیت اور فساد میں ان کے درجات :

اس باب میں ان کے مختلف گروہ ہیں : ان میں سے کچھ تو استقامت، پاکیزگی، نیکی اور عمل خیر میں کامل ہیں، کچھ ان سے کمتر ہیں، کچھ ان میں نادان غفلت شعار اور سادہ لوح بھی ہیں، کچھ کافر ہیں، اور انہیں کی تعداد زیادہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان جنوں کی بات جنھوں نے قرآن سنا تھا نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّا مِنَّا ٱلصَّٰلِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾ [الجن:١١]۔

''اور یہ کہ (بیشک) بعض تو ہم میں نیکوکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں، ہم مختلف طریقوں سے بٹے ہوئے ہیں''۔

یعنی ان میں سے کچھ تو صالحیت میں کامل ہیں، اور کچھ کے اندر ان سے کم صالحیت پائی جاتی ہے، اور وہ بھی بشر کی طرح مختلف مذہبوں اور مسلکوں میں تقسیم ہیں۔

---

[1] بخاری : ٣٢٩٦۔

انہیں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّا مِنَّا ٱلْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا ٱلْقَٰسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ تَحَرَّوْا۟ رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا ٱلْقَٰسِطُونَ فَكَانُوا۟ لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ [الجن:۱۴-۱۵]۔

''ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں پس جو فرماں بردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے''۔

یعنی ان میں سے کچھ مسلمان ہیں، اور کچھ کفر کی وجہ سے اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں، ان میں سے جس نے اسلام کو اپنایا وہ تو اپنے عمل سے ہدایت کا قصد رکھتا ہے، اور جس نے اپنے آپ پر ظلم کیا وہ جہنم کا ایندھن بننے والا ہے۔

شیطان کی طبیعت اور مزاج

اللہ نے جنوں کو ایمان اور کفر دونوں کی قدرت عطا فرمائی ہے، اسی لئے شیطان فرشتوں کے ساتھ عبادت کرتا رہا تھا اور کفر اس نے بعد میں کیا تھا۔

پھر جب وہ کافر بن گیا اور اپنے کفر پر راضی ہو گیا تو شر سے محبت کرنے والا اور اس کا طالب بن گیا، اسے شر انجام دینے میں اور اس کی طرف دعوت دینے میں لذت ملتی ہے، اور وہ اپنی نفسانی خباثت کے باعث اس کا شدید اہتمام کرتا ہے، گو وہ اس کے لئے موجب عذاب ہی کیوں نہ ہو۔

اسی لئے اس نے کہا تھا :

﴿فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ﴾ [ص:۸۲-۸۳]۔

''کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں''۔

یہ چیز انسان میں بھی پائی جاتی ہے، جب انسان کا نفس یا مزاج بگڑ جاتا ہے تو اس کے اندر نقصاندہ چیزوں کی اشتہا پیدا ہو جاتی ہے، اور اسی میں اسے لذت ملنے لگتی ہے، بلکہ اس کے اندر اس کا ایسا عشق پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس کی عقل، اس کا دین، اس کا اخلاق، اس کا بدن اور اس کا مال سب کچھ فاسد ہو جاتا ہے، آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ شراب اور سگریٹ پینے والے کے حال پر غور کر لیں، یہ دونوں چیزیں اپنے پینے والے کو مار دیتی ہیں، ان کی جان لے لیتی ہیں، مگر شدید ترین مشقت کے بغیر وہ دونوں ان سے جان نہیں چھڑا سکتے ہیں۔

• کیا شیطان بھی مسلمان ہوتا ہے ؟

حدیث سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کے لئے بھی مسلمان ہونا ممکن ہے، دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر بعض علماء اسے مسترد کر دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں شیطان مومن نہیں ہو سکتا ہے، شارح طحاویہ بھی انہیں میں سے ہیں، (ص ۴۳۹) پر فرماتے ہیں : اور آپ کے ارشاد : ''فأسلم'' کی توجیہ یہ ہے کہ وہ مطیع و فرمانبردار ہو گیا تھا۔

اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ روایت میں لفظ میم کے ضمہ کے ساتھ ''فَأَسْلَمُ'' ہے، مطلب یہ ہے کہ میں اس سے محفوظ رہتا ہوں، حالانکہ شارح طحاویہ کی رائے یہ ہے کہ رفع کی روایت لفظ کی تحریف ہے، مگر نووی اپنی شرح مسلم میں فرماتے ہیں : وہ دونوں مشہور روایتیں ہیں، اور انھوں نے خطابی کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے ضمہ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔

اور شیطان کے مسلمان ہو جانے کے امکان کی رائے رکھنے والوں میں ایک ابن حبان بھی ہیں، وہ اس حدیث پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس خبر میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ مصطفی ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ انہیں صرف خیر ہی کی تلقین کیا کرتا تھا، اور اگر وہ کافر بھی ہوتا تب بھی آپ اس سے محفوظ ہی رہتے۔

اور شارح طحاویہ کی جو رائے ہے کہ شیطان بس کافر ہی ہوتا ہے محل نظر ہے، ہاں اگر ان کی رائے یہ ہو کہ شیطان کا اطلاق صرف کافر جن پر ہی ہوتا ہے تو یہ بات صحیح ہے، اور اگر وہ یہ رائے رکھتے ہوں کہ شیطان کے لئے اسلام کی طرف پلٹ آنا ممکن ہی نہیں ہے تو یہ بات بہت بعید ہے، اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔

شیطان اور انسان کی دشمنی

عداوت کے اسباب، تاریخ اور اس کی شدت

انسان اور شیطان کے درمیان دشمنی کی جڑیں گہری ہیں، اس تاریخ کی ابتدا اسی دن سے ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے اندر روح پھونکنے سے پہلے ان کے پتلے کو شکل عطا فرمائی تھی، شیطان ان کے گرد گھومتا تھا اور کہتا تھا : اگر تجھے مجھ پر مسلط کیا گیا تو میں تیری نافرمانی کروں گا اور اگر میں تیرے اوپر مسلط کیا گیا تو میں تجھے ہلاک کر دوں گا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''لَمَّا صَوَّرَ اللَّهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَتْرُكَهُ، فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ يَنْظُرُ مَا هُوَ، فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ''۔

''جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں آدم علیہ السلام کو صورت عطا کی تو جب تک انہیں چھوڑنا چاہا چھوڑے رکھا، پھر ابلیس ان کے گرد یہ اندازہ کرنے کے لئے چکر لگانے لگا کہ وہ کیا ہیں، پھر جب انہیں اندر سے پوپلا اور خالی دیکھا تو جان گیا کہ وہ ایک ایسی مخلوق ہیں جس میں پائداری اور جماؤ نہیں ہوگا''۔ ①

پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم میں روح پھونک دی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں، اس وقت ابلیس بھی آسمان کے فرشتوں کے ساتھ اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اس لئے اس حکم میں وہ بھی شامل تھا، مگر اس نے خود پسندی اور کبر وغرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا۔ اور یوں گویا ہوا :

﴿قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ﴾ [ص:٧٦]۔

''اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تونے مجھے آگ سے بنایا، اور اسے مٹی سے بنایا ہے''۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب ہمارے باپ آدم علیہ السلام نے اپنی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ان کی زبردست پذیرائی ہورہی ہے، ان کے لئے ہر طرف عزت واکرام کا ماحول ہے، فرشتے انہیں سجدہ کررہے ہیں، مگر ان کے سامنے ایک خوفناک دشمن بھی ہے جو انہیں اور ان کی ذریت کو گمراہی اور ہلاکت وبربادی کی دھمکی دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی خود بینی اور کبر کی وجہ سے اسے جنت الخلد سے بھگادیا، مگر اللہ تعالیٰ سے اسے قیامت تک بقا کا وعدہ بھی مل گیا :

﴿قَالَ أَنظِرْنِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ﴾ [الاعراف:١٤-١٥]۔

''اس نے کہا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی''۔

اور اس مردود نے خود سے یہ عہد باندھا کہ وہ بنی آدم کے خلاف چالیں چلتا رہے گا اور انہیں گمراہ کرتا رہے گا :

﴿قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَٰطَكَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَءَاتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَٰكِرِينَ﴾ [الاعراف:١٦-١٧]۔

''اس نے کہا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ

---

① مسلم : ٢٦١١۔

پر بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیے گا''۔

اس کے اس قول سے یہ تصور نمایاں ہو جاتا ہے کہ وہ ابن آدم کو گمراہ کرنے میں کس قدر سخت کوش ہوگا اور کیسی عظیم جدوجہد کرتا رہے گا، وہ ہر ممکن راستے سے ان پر حملہ آور ہوگا، دائیں بائیں، آگے پیچھے ساری ہی جہتوں سے آئے گا۔

زمخشری اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ :

''پھر ان چاروں جہتوں سے ان پر آؤں گا جن سے عام طور پر دشمن آیا کرتا ہے، اور یہ ایک مثال ہے ابن آدم کے اندر اس کے وسوسوں کی اور ممکنہ حد تک اور حسب استطاعت انہیں بہکانے کی''۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱسۡتَفۡزِزۡ مَنِ ٱسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُم بِصَوۡتِكَ وَأَجۡلِبۡ عَلَيۡهِم بِخَيۡلِكَ وَرَجِلِكَ﴾ [الاسراء:٦٤]۔

''ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا''۔

اللہ تعالیٰ کا ہمیں شیطان سے چونکنا رہنے کی ہدایت دینا :

قرآن کریم میں شیطان سے بچنے کی ہدایات بڑے پیمانے پر موجود ہیں، کیونکہ اس کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے، اور گمراہ کرنے میں اس کی مہارت عظیم، اور اس کی انتھک کاوشیں اور شدید اہتمام بیمثال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ كَمَآ أَخۡرَجَ أَبَوَيۡكُم مِّنَ ٱلۡجَنَّةِ يَنزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡءَٰتِهِمَآۚ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمۡ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡۗ إِنَّا جَعَلۡنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوۡلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ﴾ [الاعراف:٢٧]۔

''اے اولاد آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروا دیا تا کہ وہ ان کو ان کی شرم گاہیں دکھائے۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے''۔

اور فرمایا : ﴿إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لَكُمۡ عَدُوّٞ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ [فاطر:٦]۔

''یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو''۔

اور فرمایا :

﴿وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيۡطَٰنَ وَلِيّٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانٗا مُّبِينٗا﴾ [النساء:١١٩]۔

''سنو! جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا''۔

- **شیطان کی دشمنی اٹل اور لازوال ہے :**

شیطان کی یہ دشمنی عارضی نہیں ہے، بلکہ غیر متبدل اور لازوال ہے؛ کیونکہ اس کا ماننا یہی ہے کہ وہ ہمارے باپ آدم ہی کی وجہ سے ملعون ومطرود ہوا ہے اور اسے جنت سے نکال باہر کیا گیا ہے، اسی لئے یہ ناگزیر ہوگیا ہے کہ وہ آدم سے اور ان کے بعد ان کی ذریت سے اپنا انتقام لیتا رہے۔

﴿قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الاسراء:٦٢]۔

''اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے، لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے، اپنے بس میں کرلوں گا''۔

ارباب سلوک اور علمائے اخلاق نے نفس اور اس کے عیوب وآفات پر تو بڑی لمبی لمبی بحثیں کی ہیں، مگر انتہائی جھگڑالو اور چمٹ جانے والے دشمن سے آگاہی میں ان سے تقصیر ہوئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی بڑی ہدایات دی ہیں، اور اس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، جبکہ نفس سے پناہ مانگنے کا حکم ایک جگہ بھی نہیں دیا ہے، اس شر سے پناہ مانگنے کا عمل صرف خطبۂ حاجہ میں دکھائی دیتا ہے جہاں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : **''نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا''**

''ہم اپنے نفوس کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں''۔

مزید کچھ دعاؤں میں بھی اس کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

شیطان کے اغراض ومقاصد

دور کا ہدف :

شیطان کا تنہا ہدف جس کے حصول کے لئے وہ انتہائی جدوجہد کرتا ہے یہ ہے کہ انسان اپنے آخری انجام کے طور پر جہنم میں چلا جائے اور جنت سے محروم کردیا جائے :

﴿إِنَّمَا يَدْعُواْ حِزْبَهُۥ لِيَكُونُواْ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ﴾ [فاطر:٦]۔

''وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہوجائیں''۔

قریب کے نشانے :

وہ تو شیطان کا دور کا ہدف ہے مگر اس کے قریب کے نشانے لاتعداد ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ بندوں کو شرک وکفر میں ملوث کردینا :

اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کے ساتھ کفر کی دعوت دیتا ہے۔

﴿ كَمَثَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَٰنِ ٱكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّى بَرِىٓءٌ مِّنكَ ﴾ [الحشر:١٦]۔

''شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں''۔

مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عیاض بن حمار سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں فرمایا :

''أَلَا إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي يَوْمِي هَذَا، كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ، وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ، فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا''۔

''اے لوگو! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے آج کے دن میں ان باتوں میں سے جو اللہ نے مجھے سکھائی ہیں تمہیں وہ باتیں سکھادوں جن سے تم واقف نہیں ہو، یقینا جو بھی مال میں نے اپنے بندے کو عطا کیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے، اور میں نے اپنے سارے بندوں کو موحد پیدا کیا ہے، پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں ان کے دین سے بہکا دیا، اور وہ چیزیں ان کے لئے حرام کردیں جو میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ایسا شرک کریں جس کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے''۔

۲۔ اگر کفر کرانے میں کامیاب نہیں ہوتا تو پھر انہیں بدعتوں میں پھانستا ہے :

اس لئے کہ بدعتی اللہ کے یہاں مبغوض ہے، اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے، بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اور طبرانی نے ''الاوسط'' میں نیز دیگر لوگوں نے بھی حضرت انس سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ :

''إِنَ اللّٰهَ احْتَجَزَ الْتَوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ''

''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب بدعت سے توبہ پر بندش لگادی ہے''۔ ①

---

① الصحیحة : ۴/ ۱۵۴۔

ابن جعد نے اپنی مسند میں حضرت سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں :

''اَلْبِدَعَةُ أَحَبُّ إِلٰى إِبْلِيْسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ'' ''ابلیس کو معصیت سے زیادہ بدعت پیاری ہوتی ہے''۔ ①

اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کرنے والا یہ جانتا ہے کہ وہ گناہ کررہا ہے اس لئے یہ امید ہوتی ہے کہ وہ توبہ کرلے گا مگر بدعتی تو اپنے عمل کو نیکی سمجھ کر انجام دیتا ہے اس لئے وہ توبہ نہیں کرتا ہے۔

۳۔ کفر وبدعت میں ڈالنے میں ناکام ہوجاتا ہے تو گناہوں کو آزماتا ہے :

جب وہ انہیں کفر وبدعت میں ڈالنے سے عاجز رہ جاتا ہے تو مایوس نہیں ہوتا ہے، بلکہ ان سے کمتر پر راضی ہوکر انہیں گناہوں اور معصیتوں میں گھسیٹتا ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں بسند حسن وارد ہے کہ :

''أَلَا إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يُعْبَدَ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا أَبَدًا وَلٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهُ طَاعَةٌ فِيْ بَعْضِ مَا تَحْقِرُوْنَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَيَرْضَى بِهَا''

''آگاہ رہو کہ شیطان اس بات سے مایوس ہوچکا ہے کہ تم کبھی اپنے اس ملک میں اس کی پرستش کروگے، مگر تمہارے بعض ان اعمال میں شیطان کی اطاعت ہوگی جنھیں تم معمولی اور حقیر سمجھتے ہو، وہ انہیں سے راضی ہوجائے گا''۔ ②

• ان کی صفوں میں عداوت اور نفرت کا بیج بوتا ہے :

صحیح مسلم وغیرہ میں وارد ہے کہ :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ''

''یقینا شیطان اس بات سے مایوس ہوچکا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی لوگ اس کی عبادت کریں گے مگر ان کے درمیان جھگڑا کھڑا کرنے میں''۔ ③

یعنی اس بات سے مایوس نہیں ہوا کہ ان کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کردے اور ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکادے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ

---

① دیکھئے : تحریم آلات الطرب للألبانی : ۱۶۱۔

② ترمذی : ۲۱۵۹ ، ابن ماجہ : ۳۰۵۵ ، صحیح الجامع : ۷۸۸۰۔

③ مسلم : ۲۸۱۲۔

وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴾[المائدة:۹۱]۔

''شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ''۔

زن وشوہر کے درمیان نفرت پیدا کرنے میں خصوصی دلچسپی

- میاں بیوی کے درمیان نفرت پیدا کرنے اور جھگڑا لگانے میں شیطان کو خصوصی دلچسپی ہے، اس سلسلے میں وہ بڑا خسیس واقع ہوا ہے، سارے اوچھے ہتھکنڈے اپناتا ہے اور تمام سطحی چالیں چلتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''إِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي إِلَى فِرَاشِ أَحَدِكُمْ بَعْدَمَا يَفْرِشُهُ أَهْلُهُ وَيُهَيِّئُونَهُ ، فَيُلْقِي عَلَيْهِ الْعُودَ أَوِ الْحَجَرَ أَوِ الشَّيْءَ ، لِيُغْضِبَهُ عَلَى أَهْلِهِ ، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ فَلا يَغْضَبْ عَلَى أَهْلِهِ، لأَنَّهُ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ''

''یقیناً شیطان تم میں سے کسی کے بستر کے پاس اس وقت آتا ہے جب اس کے گھر والے اسے بچھا کر تیار کر چکے ہوتے ہیں، اور اس پر لکڑی یا پتھر یا کوئی چیز ڈال دیتا ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اپنی اہلیہ سے ناراض ہوجائے، لہٰذا جب ایسی کوئی بات ہوجائے تو اسے اپنی بیوی پر غصہ نہیں ہونا چاہئے، فرمایا: اس لئے کہ یہ شیطان کی کارستانی ہوتی ہے''۔ ①

- **وہ ہر شر اور برائی کی تلقین کرتا ہے:**

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾[البقرة:۱۶۹]۔

''وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ پر ان باتوں کے کہنے کا حکم دیتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں''۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جو اللہ کو محبوب ہے شیطان کو اس سے نفرت ہے، اور ہر وہ معصیت جو رحمان کو ناپسند ہے وہ شیطان کو محبوب ہے۔

۴۔ بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکنا:

وہ صرف کفر و معصیت اور گناہوں کی دعوت دینے پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ انسان کو نیکی اور بھلائی کے کاموں

① صحیح الادب المفرد: ۵۰۵۔

سے روکتا بھی ہے، خیر کا کوئی بھی راستہ جس پر اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ چل سکتا ہے وہ اسے خالی نہیں چھوڑتا ہے بلکہ اس پر آکر بیٹھ جاتا ہے اور اس سے پھیرنے اور روکنے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِأَطْرُقِهِ ، فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ ، فَقَالَ : تُسْلِمُ وَتَذَرُ دِينَكَ وَدِينَ آبَائِكَ وَآبَاءِ أَبِيكَ ، فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ ، ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْهِجْرَةِ ، فَقَالَ : تُهَاجِرُ وَتَدَعُ أَرْضَكَ ، وَسَمَاءَكَ ، وَإِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَاجِرِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الطِّوَلِ ، فَعَصَاهُ فَهَاجَرَ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْجِهَادِ ، فَقَالَ : تُجَاهِدُ فَهُوَ جَهْدُ النَّفْسِ وَالْمَالِ ، فَتُقَاتِلُ ، فَتُقْتَلُ ، فَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ وَيُقْسَمُ الْمَالُ ، فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ قُتِلَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، وَإِنْ غَرِقَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، أَوْ وَقَصَتْهُ دَابَّتُهُ ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ''۔

''یقیناً شیطان ابن آدم کی مختلف راہوں پر بیٹھ جاتا ہے، وہ اس کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا ہے، اور کہتا ہے : کیا تم مسلمان ہوجاؤ گے اور اپنے باپ دادوں اور ان کے باپ دادوں کا دین چھوڑ دو گے؟! پھر جب وہ اس کی ان سنی کرکے مسلمان ہوجاتا ہے تو وہ اسکی ہجرت کی راہ پر جا بیٹھتا ہے، اور کہتا ہے : تم ہجرت کرجاؤ گے، اپنی زمین اور اپنا آسمان چھوڑ دو گے؟ مہاجر کی مثال لمبی رسی میں باندھے ہوئے گھوڑے کی طرح ہوتی ہے، مگر جب وہ اس کی بات نہ مانتے ہوئے ہجرت کرجاتا ہے تو وہ پھر جہاد کی راہ پر آبیٹھتا ہے، اور کہتا ہے : جہاد کرتے ہو، اس میں جان اور مال کا جوکھم ہے، لڑو گے تو مار دیئے جاؤ گے، بیوی کسی اور سے بیاہی جائے گی اور مال تقسیم ہوجائے گا؟ مگر وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بس جس نے ایسا کرلیا تو اللہ پر حق ہوجاتا ہے کہ اسے داخل بہشت کرے۔ اور جو مار دیا جائے تو اللہ پر حق ہوجاتا ہے کہ اسے جنت میں ڈال دے، اور اگر غرق ہوجائے تو اللہ پر حق ہوجاتا ہے کہ اسے داخل جنت کرے، اور اگر اسکی سواری اسے روند ڈالے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے''۔ [1]

- اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب سے بھی ہوتی ہے جس میں شیطان اللہ رب العزۃ سے کہتا ہے :

---

[1] اسے احمد ، نسائی اور ابن حبان نے بسند صحیح روایت کیا ہے : ۲/۷۲ ، نیز صحیح الجامع : ۱۶۵۲۔

﴿فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَٰطَكَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ۝١٦ ثُمَّ لَءَاتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَٰكِرِينَ﴾[الاعراف:١٦-١٧]۔

''اس نے کہا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھا تا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھران پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پایئے گا''۔

(تیری راہ پر بیٹھوں گا) کا مطلب ہے اس سے چمٹ جاؤں گا یا اس پر گھات لگاؤں گا، یا اسے بندے کے لئے ٹیڑھی بنادوں گا۔

اور صراط (راہ) کی تفسیر میں سلف کی عبارتیں قریب قریب ہیں :

- ابن عباس نے اس کی تفسیر واضح دین سے کی ہے۔
- ابن مسعود فرماتے ہیں : وہ اللہ کی کتاب ہے۔
- جابر فرماتے ہیں : وہ اسلام ہے۔
- مجاہد کی رائے میں اس سے مراد : حق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شیطان خیر کی راہوں میں سے کوئی راہ چھوڑتا نہیں ہے سب پر جا بیٹھتا ہے اور اس سے لوگوں کو روکتا رہتا ہے۔

۵۔ نیکیوں کو فاسد کرنا اور بگاڑ دینا :

جب شیطان نیکیوں اور طاعتوں سے روکنے میں کامیاب نہیں ہوتا تو عبادتوں اور نیکیوں کو بگاڑنے اور خراب کرنے میں لگ جاتا ہے، تاکہ بندوں کو اجر وثواب سے محروم کردے، چنانچہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَاتِي وَقِرَاءَتِي يَلْبِسُهَا عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خَنْزَبٌ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْهُ، وَاتْفِلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا ". قَالَ: فَفَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللَّهُ عَنِّي''۔

''شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے، اور مجھے التباس میں ڈال دیتا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''وہ ایک شیطان ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے، جب تمہیں اس کا احساس ہو تو تم اس سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو، اور اپنے بائیں تین بار تھوک دو'' فرماتے ہیں : میں نے ایسا ہی کیا، اور اللہ تعالیٰ

نے وہ کیفیت مجھ سے دور فرمادی‘‘۔ ①

جب بندہ اپنی نماز میں داخل ہوتا ہے تو شیطان اس پر پل پڑتا ہے، اور اس کے اندر وسوسے پیدا کرتا ہے، اسے اللہ کی عبادت سے پھیر کر دنیا کی یاد دلاتا ہے اور اس کے مسائل میں الجھا دیتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

’’إِنَّ الشَّيْطَانَ، إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ، أَحَالَ لَهُ ضُرَاطٌ، حَتَّى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهُ، فَإِذَا سَكَتَ، رَجَعَ فَوَسْوَسَ، فَإِذَا سَمِعَ الإِقَامَةَ، ذَهَبَ حَتَّى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهُ، فَإِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ‘‘۔

’’شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو ہوا خارج کرتے ہوئے بھاگتا ہے، تاکہ اس کی آواز نہ سنے، پھر جب (مؤذن) خاموش ہوتا ہے تو واپس آجاتا ہے، اور وسوسے پیدا کرتا ہے، پھر جب اقامت سنتا ہے تو چلا جاتا ہے تاکہ اس کی آواز اسے نہ سنائی دے، پھر جب (مؤذن) خاموش ہوتا ہے تو واپس آجاتا ہے اور وسوسے پیدا کرتا ہے‘‘۔ ②

اور ایک روایت میں ہے :

’’فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ، يَخْطُرُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا، اذْكُرْ كَذَا، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِي كَمْ صَلَّى‘‘۔

’’جب اقامت ختم ہوتی ہے تو پھر آتا ہے یہاں تک کہ بندے اور اس کے نفس کے درمیان آپڑتا ہے اور اس سے کہتا ہے : اس شیئ کو یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو، جو چیز اس سے پہلے اسے یاد نہیں رہتی ہے یہاں تک کہ حالت یہ ہوجاتی ہے کہ آدمی کو یہی نہیں معلوم ہو پاتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے‘‘۔ ③

رحمان کی ہر مخالفت شیطان کی اطاعت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شیطان کی عبادت ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

---

① اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ، نمبر : ۲۲۰۳۔
② مسلم : ۳۸۹۔
③ اسے بخاری : ۱۲۳۱ اور مسلم : ۱۲۶۷ نے روایت کیا ہے۔

﴿إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾[النساء:١١٧-١١٨]۔

''یہ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو پوجتے ہیں جسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے میں مقررشدہ حصہ لے کر رہوں گا''۔

- جو بھی کسی غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے خواہ وہ بت ہو، قبر ہو، چاند سورج ہوں، خواہش نفس ہو، کوئی انسان ہو یا کوئی اصول ہو وہ درحقیقت شیطان ہی کی عبادت اور بندگی کرنے والا ہے۔ خواہ مانے یا نہ مانے بات یہی ہے، کیونکہ اس کی تلقین کرنے والا اور ترغیب دینے والا شیطان ہی ہوتا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ فرشتوں کی عبادت کرنے والے درحقیقت شیطان کے پجاری ہیں :

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ﴾[سبا:٤٠-٤١]۔

''اوران سب کو اللہ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے اور ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں کے اکثر کا ان ہی پر ایمان تھا''۔

یعنی فرشتوں نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا بلکہ جنوں نے انہیں اس کی تلقین کی تھی تا کہ وہ شیطانوں کی عبادت کریں جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں، اور اسی طرح بتوں کے بھی شیاطین ہوتے ہیں۔

- **خلاصۂ کلام یہ ہے کہ :**

جس نتیجے تک ہم پہنچے ہیں وہ یہی ہے کہ شیطان ہر برائی کا حکم دیتا ہے، اور اس پر ابھارتا ہے، اور ہر بھلائی سے روکتا اور اس سے خوف دلاتا ہے تا کہ بندہ پہلے کا ارتکاب کرے اور دوسرے سے دور رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ﴾[البقرة:٢٦٨]۔

''شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے''۔

اور اس کا ہمیں محتاجی سے ڈرانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اگر تم اپنے مال خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے، اور بے حیائی جس کا وہ ہمیں حکم دیتا ہے اس میں ہر فحش اور خبیث کام بخالت اور زنا وغیرہ داخل ہے۔ ①

شیطان کا طریقۂ کار

شیطان بڑا زیرک اور ماہر سیاست داں ہے، اس کا طریقہ واردات انوکھا ہوتا ہے، وہ قدم بہ قدم آگے بڑھتا ہے اور بڑے نظم وضبط کے ساتھ اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا ہے، طویل معرکہ آرائی اس کے مزاج کا حصہ ہے، وہ نہ اکتاتا ہے نہ مایوس ہوتا ہے بلکہ صبر وثبات کے ساتھ اپنے دشمن کو زک پہچانے کی کوششیں کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٌ﴾

’’شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے‘‘۔ [البقرۃ:۱۶۸، ۲۰۸، انعام:۱۴۲]۔

• انسانوں کو گمراہ کرنے کے شیطانی حربے :

شیطان انسان کے پاس آکر یہ نہیں کہتا کہ میاں ان اچھے کاموں کو ترک کردو اور یہ برائیاں انجام دینے لگو؛ تاکہ دنیا اور آخرت کی بدبختی سے ہمکنار ہو جاؤ؛ کیونکہ اگر وہ ایسا کرنے لگے تو کوئی اس کی بات نہیں مانے گا، اس لئے وہ ایسی بہت سی راہوں سے بندوں پر آتا ہے جن سے وہ انہیں فریب میں مبتلا کرسکے۔

اب آیئے اس کے اقدامات کا جائزہ لیں :

۱۔ غفلت ونسیان :

شیطان انسانی نفس پر غفلت اور کمزوری کے عالم میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيۡطَٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ ٱلذِّكۡرَىٰ مَعَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [الانعام:۶۸]۔

’’اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں‘‘۔

اس مرحلے میں وہ تیزی سے گزر جاتا ہے، اندر کی کیفیتوں کا سرسری جائزہ لیکر امکانیات کا اندازہ کرتا ہے، اگر

---

① تفصیل کے لئے دیکھیے : عالم الجن والشياطين للدكتور عمر سليمان الأشقر۔

انسان ذکر کرنے لگے تو بھاگ لیتا ہے، مگر جان نہیں چھوڑتا گھات میں لگا رہتا ہے اس لئے ہر دم ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ استدراج (رفتہ رفتہ گرفت میں لینا) اور بہ تدریج گمراہ کرنا :

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے شیطان کے گمراہ کرنے کا ایک اسلوب اور طریقہ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شیطان ایک ایک قدم چل کر انسان کو رفتہ رفتہ گمراہ کرتا ہے، نہ تھکتا ہے نہ اکتاتا ہے، جب کسی معصیت سے اسے ہم آہنگ کر لیتا ہے تو اسے اس سے بڑی معصیت کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے اس بڑے گناہ تک پہنچا دیتا ہے جو اسے ہلاک اور تباہ کر کے ہی چھوڑتا ہے، اور اپنے بندوں کے متعلق اللہ کی سنت بھی یہی کہ جب وہ کجی اختیار کرتے ہیں اور منحرف ہوتے ہیں تو وہ شیطان کو ان پر مسلط کر دیتا ہے، اور ان کے دلوں میں کجی پیدا کر دیتا ہے۔

﴿فَلَمَّا زَاغُوٓاْ أَزَاغَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْۚ﴾ [الصف:۵]۔

''جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کر دیا''۔

۳۔ بندے سے وہ باتیں فراموش کرا دیتا ہے جس میں اس کی بھلائی اور کامیابی ہوتی ہے :

- اس نے یہی معاملہ باوا آدم کے ساتھ بھی کیا تھا کہ ان کے اندر اس وقت تک وسوسہ ڈالتا رہا جب تک وہ اپنے رب کا حکم فراموش نہ کر گئے۔

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا﴾ [طٰہٰ:۱۱۵]۔

''ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا''۔

- اور موسیٰ علیہ السلام کے رفیق نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا :

﴿فَإِنِّي نَسِيتُ ٱلْحُوتَ وَمَآ أَنسَىٰنِيهُ إِلَّا ٱلشَّيْطَٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُۥ﴾ [الکھف: ۶۳]۔

''جب کہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے وہیں میں مچھلی بھول گیا تھا، دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں''۔

- اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کے اصحاب کو اس بات سے روکا تھا کہ وہ کسی ایسی مجلس میں بیٹھیں جہاں اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہو، مگر کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ شیطان انسان سے اس بات کو فراموش کرا دیتا ہے کہ اس سے اس کا رب کیا چاہتا ہے، اور وہ ان کی ہنسی اڑانے والوں کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے :

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [الانعام:٦٨]۔

''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہوجائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں''۔

- اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے اپنی قید کے اس ساتھی سے جس کے متعلق توقع تھی کہ قتل سے بچ جائے گا اور دوبارہ بادشاہ کی خدمت انجام دے گا یہ فرمائش کی تھی کہ وہ ان کا تذکرہ اپنے آقا سے کرے مگر شیطان نے اس انسان سے یہ بات فراموش کرادی کہ وہ اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کا تذکرہ اپنے بادشاہ سے کرے اور حضرت یوسف کئی سال قید خانے ہی میں رہ گئے :

﴿وَقَالَ لِلَّذِى ظَنَّ أَنَّهُۥ نَاجٍ مِّنْهُمَا ٱذْكُرْنِى عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَىٰهُ ٱلشَّيْطَٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِۦ فَلَبِثَ فِى ٱلسِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ﴾ [یوسف:۴۲]۔

''اور جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا، پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے''۔

جب شیطان انسان پر پوری طرح سے قابو پالیتا ہے اور اس پر حاوی ہوجاتا ہے تو اس سے کلی طور پر اللہ کا ذکر فراموش کرادیتا ہے :

﴿ٱسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ ٱلشَّيْطَٰنُ فَأَنسَىٰهُمْ ذِكْرَ ٱللَّهِ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ حِزْبُ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱلشَّيْطَٰنِ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ﴾ [المجادلۃ:۱۹]۔

''ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کرلیا ہے، اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہ شیطانی لشکر ہے۔ کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خسارے والا ہے''۔

اور اس سے مراد منافقین ہیں جیسے کہ اس آیت سے پہلی والی آیت سے معلوم ہوتا ہے، اور یاد رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ بندہ اللہ کا ذکر کرتا رہے کیونکہ ذکر شیطان کو بھگاتا ہے۔

﴿وَٱذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ﴾ [الکہف:۲۴] ''اور جب بھی بھولے، اپنے پروردگار کی یاد کرلیا کرنا''۔

۴- وہ انسانی نفس کے اندر اس کی محبت اور چاہت کے راستے سے آتا ہے :

اسی موضوع سے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (اغاثة اللهفان:۱/ ۱۳۲) میں فرماتے ہیں :

''شیطان ابن آدم کے خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کی جان تک پہنچ جاتا ہے اور اسی میں گھل مل جاتا ہے، وہ اس کی محبوب چیزوں اور ترجیحات کے بارے میں پوچھتا ہے، اور جب اسے جان لیتا ہے، تو بندے کے خلاف اسی کو کام میں لاتا ہے، اور اسی دروازے سے اس پر آتا ہے، اور اس نے اپنے انسانی اولیاء اور برادران کو بھی اس سے آگاہ کر دیا ہے کہ جب وہ ایک دوسرے سے اپنے فاسد اغراض پورے کرنا چاہیں تو اسی دروازے سے آئیں جو سامنے والے کو محبوب ہو اور اس کی چاہت کے مطابق ہو، کیونکہ یہ وہ دروازہ ہے جس سے داخل ہونے والا اپنی حاجت کے سلسلے میں بے یار و مددگار نہیں ہوتا ہے، اور جو کسی اور طریقے سے آنا چاہے تو دروازہ اس کے لئے بند ہے، اور وہ راہ مقصود سے روکا ہوا ہے۔

اور اسی راہ سے شیطان آدم وحوا پر آیا تھا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ ٱلْخَٰلِدِينَ﴾ [الاعراف:۲۰]۔

''کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ''۔

ابن القیم فرماتے ہیں : ''اللہ کے دشمن نے والدین (آدم وحوا) کو ٹٹول لیا اور محسوس کر لیا کہ دونوں کو دائمی نعمتوں والے گھر میں ابدی سکونت کی طلب اور چاہت ہے تو سمجھ گیا کہ ان دونوں پر آنے کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے، لہٰذا اللہ کی قسمیں کھا کھا انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلانے لگا، اور کہتا تھا :

﴿مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ ٱلْخَٰلِدِينَ﴾ [الاعراف:۲۰]۔

''کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَلَّوْاْ مِنكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ إِنَّمَا ٱسْتَزَلَّهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُواْ﴾ [آل عمران:۱۵۵]۔

''تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جس دن دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی یہ لوگ اپنے بعض

کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آ گئے''۔

جن تیراندازوں کو رسول اللہ ﷺ نے معرکۂ احد میں پہاڑی پر تعینات کیا تھا، جب معرکے کا فیصلہ ہو گیا تو وہ نبی ﷺ کا ارشاد بھول گئے اور شیطان نے بتدریج انہیں اپنی جگہ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا۔

یہ آیت اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے جو تیراندازوں کے اندر پیدا ہو رہی تھی عمومی طور پر نفس انسانی کی اس وقت کی حالت کا تصور اجاگر کرتی ہے جب وہ خطا کا ارتکاب کرتا ہے؛ اپنی قوت پر اس کا اعتماد گم ہو جاتا ہے، اللہ سے ارتباط کمزور ہو جاتا ہے، اس کا توازن اور جماؤ مختل ہو جاتا ہے، وہ وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ سے اس کا رشتہ کمزور ہو جاتا ہے اور وہ اس کے عفو و رضا پر اعتماد کرنے لگتا ہے، اس وقت شیطان کو اس کے نفس کے اندر داخلہ مل جاتا ہے، اور وہ اسے یکے بعد دیگرے لغزشوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے، اور صورت حال یہ ہوتی ہے کہ وہ پر امن پناہ گاہ اور مضبوط محافظ سے دور ہوتا ہے۔

۵ ۔ وسوسہ :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ ٱلْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰٓ ﴿١١٧﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا۟ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ ٱلشَّيْطَٰنُ قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ ٱلْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ﴾ [طہ:۱۱۵-۱۲۰]۔

''ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا، اس نے صاف انکار کر دیا تو ہم نے کہا اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے (خیال رکھنا) ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے، یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ نہ تو بھوکا ہوتا ہے نہ ننگا اور نہ تو یہاں پیاسا ہوتا ہے نہ دھوپ سے تکلیف اٹھاتا ہے لیکن شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا، کہنے لگا کہ میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور بادشاہت بتلاؤں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو''۔

یوں قرآن نے شیطان کے ساتھ آدم کا قصہ پیش کیا ہے کہ آدم بھول گئے اور اللہ نے ان کے اندر عزم بھی

نہیں پایا، ایک تو نسیان اور دوسرے اس کے پیچھے عزیمت کی پستی پھر اللہ سے رشتے میں کمزوری بھی در آئی، تب شیطان نے نفس آدم میں حساس مقام کوٹٹول لیا، اور لگا ان کے اندر وسوسے پیدا کرنے، یا جیسے کہ کہا جاتا ہے : ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے لگا۔

اور انسان کے اندر شیطانی وسوسے مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

٦ - تزئین (گناہوں اور خطاؤں کو مزین کرنا) :

• باطل کو مزین کرنا اور سنوارنا :

یہی وہ راستہ ہے جسے شیطان بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے سدا استعمال کرتا آیا ہے، وہ باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرتا ہے، اور حق کو باطل کی صورت میں۔ وہ مسلسل انسان کو باطل کی اچھائی تسلیم کرنے اور حق کو ناپسند کرنے پر ابھارتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بے قابو ہوکر برائیوں پر چل پڑتا ہے اور حق سے گریزاں ہوجاتا ہے، جیسے کہ اس لعین نے رب العزۃ سے کہا تھا :

﴿رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ٣٩ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ﴾ [الحجر:٣٩-٤٠]۔

”(شیطان نے) کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے ہیں“۔

اسی ضمن میں امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”اس کی ایک چال یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو پھانسنے کے لئے ہمیشہ عقلوں کو مسحور کر دیتا ہے، اور اس کے سحر سے صرف وہی بچتا ہے جسے اللہ بچائے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ انسان کو نقصان پہنچانے والے فعل کو اس طرح مزین کر دیتا ہے کہ وہ اسے سب سے نفع بخش کام نظر آنے لگتا ہے اور اس فعل سے اسے متنفر کر دیتا ہے جو اس کے لئے سب سے نفع بخش شیئ ہوتا ہے۔ نوبت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ اسے اپنے لئے سب سے نقصاندہ چیز سمجھنے لگتا ہے، بس بھیا لا إله إلا الله پڑھو، اس جادو سے اس نے کتنے انسانوں کو فتنے میں ڈالا اور اسی سے اس نے کتنے دلوں کو اسلام، ایمان اور احسان سے روکا! اور کتنے باطلوں کو خوبصورت شکل

میں دکھا کر چمکایا اور نمایاں کیا! اور حق کو بدنما کیا اور بھدی شکل میں نکالا! کتنے کھوٹ ایسے تھے جنہیں اس نے پرکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر کے چلا دیا، کتنی جعل سازیاں اس نے عارفوں پر بے داغ گزار دیں! وہی ہے جس نے عقلوں کو مسحور کر کے عقل والوں کو مختلف بدعتوں اور بھانت بھانت کی رایوں کا شکار کیا، اور گمراہی کی راہوں میں بری طرح گھسیٹا، اور انہیں یکے بعد دیگرے ہلاکتوں میں ڈالا۔ بتوں کی پرستش، قطع رحمی (رشتے کاٹنے)، بچیوں کو زندہ درگور کرنے اور ماؤں سے بیاہ رچانے کو ان کی نگاہوں میں مزین کیا، تعظیم کی عظیم ترین شکلوں میں ان کے لئے شرک کو نمایاں کیا، رب العالمین کی صفات، اس کے علو، اور اپنی کتابوں کے ذریعہ اس کے کلام کے انکار کو تنزیہ کے قالب میں پیش کیا۔ ترک امر بالمعروف ونھی عن المنکر کو لوگوں کے ساتھ الفت وخیر سگالی اور حسن اخلاق اور نیک برتاؤ کا نام دیا، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

﴿عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ﴾ [المائدۃ:۱۰۵]۔ ''اپنی فکر کرو''۔

پر عمل ٹھہرایا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں سے اعراض کو تقلید اور اپنے سے زیادہ جاننے والوں کی باتوں پر اکتفا کی طشتری میں سجا کر لایا اور اللہ کے دین میں مداہنت اور نفاق پر لوگوں کے درمیان بندے کو چلانے والی معاشرتی عقل کا ملمع چڑھایا''۔ ①

اور اس راہ سے اس لعین نے آدم علیہ السلام کو گمراہ کیا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ درخت سے کھانے کو مزین کیا، ان کے ساتھ لگا رہا لگا رہا یہاں تک کہ انہیں یہ جھانسا دے ڈالا کہ میاں یہ **شَجَرَۃُ الْخُلْدِ** ہے، اس کے کھانے سے تمہیں جنت کی دائمی زندگی مل جائے گی، یا کوئی فرشتہ ہی بن جاؤ گے، بالآخر انھوں نے اس کی بات مان ہی لی، اور نتیجے میں انہیں جنت سے باہر کا راستہ دکھایا گیا کہ تشریف لے جایئے اب یہاں آپ کا کام نہیں رہ گیا۔

غور فرمایئے اور دیکھیے کہ شیطان کے اولیاء بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس راہ کو کیسے اپناتے چلے جاتے ہیں۔

کمیونزم اور اشتراکیت... کی یہ دعوتیں۔ اس دعوے کے ساتھ کہ یہی بشریت کو حیرت وقلق اور بھوک اور بربادی سے نجات دلانے والی ہیں۔ یہی تحریکیں حریت کے نام پر عورتوں کو لباسوں میں ننگی ہو کر گھروں سے باہر آنے کی دعوت دیتی ہیں، یہی عورتوں کو سطحیت سے بھرپور اداکاری کی پیشکش کرتی ہیں جن میں اخلاق اور آبروئیں قدموں تلے روندی جاتی ہیں اور عفتیں اور حرمتیں فن کے نام پر پامال ہو جاتی ہیں۔

یہی مسموم افکار ہیں جو لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنا مال سود کے عوض بینکوں میں رکھیں تا کہ ان

---

① اغاثة اللهفان : ۱/۱۳۰۔

میں بڑھوتری ہو اور بھاری نفع ہاتھ آئے، یہی تحریکیں دین کی پابندی کو رجعت، جمود اور پسماندگی ٹھہراتی ہیں، اور یہی تحریکیں اسلامی دعاۃ کو جنونی اور شرق وغرب کا آلۂ کار بتاتی ہیں... الخ۔

یہ سب کی سب اسی شیطانی راہ کا تسلسل ہیں جس سے عہد قدیم میں آدم کو فریب دیا گیا تھا۔ اور یہ راستہ وہی باطل کی تزئین وتحسین اور حق کی بدنمائی اور اس سے لوگوں کو متنفر کرنے والا راستہ ہے:

﴿تَٱللَّهِ لَقَدۡ أَرۡسَلۡنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٖ مِّن قَبۡلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ أَعۡمَٰلَهُمۡ﴾ [النحل: ٦٣]۔

''واللہ! ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے اعمال بد ان کی نگاہوں میں آراستہ کر دیئے''۔

اور قسم اللہ کی یہ انتہائی خطرناک حربہ ہے، کیونکہ جب انسان کی نگاہوں میں باطل مزین ہو جائے اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے پھر تو وہ جسے حق سمجھتا ہے اس کے حصول کے لئے پوری قوت سے اس کی طرف بھاگے گا گو اس میں اس کی ہلاکت ہی کیوں نہ ہو جائے:

﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِٱلۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَٰلًا ١٠٣ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا﴾ [الکہف: ١٠٣-١٠٤]۔

''کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں''۔

- یہ لوگ بندوں کو اللہ کے دین سے روکنے اور اولیاء اللہ سے جنگ کرنے کے لئے ہر دم آمادہ و کمر بستہ رہتے ہیں، اور خود کو ہی حق وہدایت پر جانتے ہیں:

﴿وَإِنَّهُمۡ لَيَصُدُّونَهُمۡ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَيَحۡسَبُونَ أَنَّهُم مُّهۡتَدُونَ﴾ [الزخرف: ٣٧]۔

''اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں''۔

اور یہی وجہ ہے کہ کافروں نے دنیا کو ترجیح دی اور آخرت سے روگرداں رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقَيَّضۡنَا لَهُمۡ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُواْ لَهُم مَّا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ﴾ [فصلت: ٢٥]۔

''اور ہم نے ان کے کچھ ہم نشیں مقرر کر رکھے تھے، جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے''۔

ان قرینوں (ساتھیوں) سے مراد شیاطین ہیں، انھوں نے ان کے سامنے موجود دنیا کی چیزوں کو ان کے لئے

ایسا مزین کیا کہ انھوں نے اسی کو ترجیح دی، اور انہیں آخرت کی تکذیب کی دعوت دی اور ان کے لئے اس بات کو اس طرح مزین کیا کہ بالآخر انھوں نے بعث وحساب اور جنت ونار کا انکار ہی کر دیا۔

- **حرام چیزوں کو وہ نام دینا جو لوگوں کو محبوب ہوں :**

شیطان انسان کو ایسے بھی دھوکہ دیتا ہے اور باطل کو یوں بھی مزین کرتا ہے کہ وہ حرام چیزوں کو جو اللہ کی نافرمانی کا ذریعہ ہیں خوبصورت نام دے دیتا ہے جو لوگوں کو بھاتے ہیں تاکہ بدنما حقیقت پر خوشنما غلاف چڑھ جائے اور لوگ اس سے دھوکہ کھا جائیں۔

ابن قیم فرماتے ہیں : ''حرام چیزوں کو ایسے نام دینا جو لوگوں کو بھاتے ہوں شیطان کے پیروکاروں کو اسی سے وراثت میں ملا ہے، چنانچہ یہ لوگ شراب کو ام الافراح اور اس کے برادر کو لقمۂ راحت کہتے ہیں....''۔

اور آج سود کو فائدہ (انٹرسٹ) کا نام دیا جاتا ہے اور رقص وغنا (گانے بجانے) اور اداکاری اور مجسموں کو آرٹ اور فن کا نام دیا جاتا ہے۔

- **قصہ آدم میں شیطان نے ان کے لئے معصیت کو یوں مزین کرنا شروع کیا :**

﴿قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ هَلۡ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ ٱلۡخُلۡدِ وَمُلۡكٖ لَّا يَبۡلَىٰ﴾ [طہ:۱۲۰]۔

''کہنے لگا کہ میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور بادشاہت بتلاؤں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو''۔

اور : ﴿وَقَالَ مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيۡنِ أَوۡ تَكُونَا مِنَ ٱلۡخَٰلِدِينَ﴾ [الاعراف:۲۰]۔

''اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ''۔

- بشری عمر اور بشری قوت دونوں محدود ہیں اسی لئے انسان طویل زندگی اور لمبی بادشاہت کی تمنا کرتا ہے، اور انہیں دونوں سوراخوں سے شیطان نفس انسانی میں داخل ہوا اور اس کے لئے معصیت کو مزین کر دیا۔

اور معرکہ بدر میں شیطان نے مشرکوں کے اعمال کو یوں مزین کیا جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

﴿وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ خَرَجُواْ مِن دِيَٰرِهِم بَطَرٗا وَرِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ وَٱللَّهُ بِمَا يَعۡمَلُونَ مُحِيطٞ ﴿٤٧﴾ وَإِذۡ زَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ أَعۡمَٰلَهُمۡ وَقَالَ لَا غَالِبَ

لَكُمُ ٱلْيَوْمَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَآءَتِ ٱلْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّنكُمْ إِنِّيٓ أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّيٓ أَخَافُ ٱللَّهَ ۚ وَٱللَّهُ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾[الانفال:۴۷-۴۸]۔

''ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے، جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال کو شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''۔

- شیطانی تزئین اپنے اندر جھوٹے وعدے اور چمکتی ہوئی آرزوئیں رکھتی ہے، اس نے حضرت آدم سے خلد (دائمی زندگی) اور بادشاہت کا وعدہ کیا اور مشرکوں سے مدد اور کامرانی کا۔

﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴾[النساء:۱۲۰]۔

''وہ ان سے زبانی وعدے کرتا رہے گا، اور سبز باغ دکھاتا رہے گا، (مگر یاد رکھو!) شیطان کے جو وعدے ان سے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں''۔

- شیطانی تزئین نشہ آور ہوتی ہے کیونکہ وہ خیر خواہی اور شفقت ومحبت کے پردے میں لپٹی ہوتی ہے، اس نے حضرت آدم اور ان کی زوجۂ محترمہ سے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ ایک امانتدار خیر خواہ ہے۔

﴿وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ ٱلنَّٰصِحِينَ ﴾[الاعراف:۲۱]۔

''اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیئے میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں''۔

- یہ شیطانی سنت ہے جس کی پیروی ابلیس اور اس کے فوجی بنی آدم کے ساتھ عہد در عہد کرتے چلے آئے ہیں۔ اس نے عاد وثمود کے ساتھ بھی اس کی پیروی کی :

﴿وَعَادًا وَثَمُودَا۟ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَٰكِنِهِمْ ۖ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَكَانُوا۟ مُسْتَبْصِرِينَ ﴾[العنکبوت:۳۸]۔

''اور ہم نے عادیوں اور ثمودیوں کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں اور شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے''۔

- اور یہی کھیل اس نے سبا اور اس کی ملکہ کے ساتھ بھی کھیلا :

﴿وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ﴾ [النمل:۲۴]۔

''میں نے اسے اور اس کی قوم کو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے۔ پس وہ ہدایت پر نہیں آتے''۔

- اور غزوۂ بدر میں قریش پر بھی اسے آزمایا جیسا کہ ہم نے بیان کیا، تمام امتوں کے ساتھ اور تمام زمانوں میں اس کا یہی کردار رہا ہے۔

﴿تَٱللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ ٱلْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النحل:۶۳]۔

''واللہ! ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے اعمال بد ان کی نگاہوں میں آراستہ کر دیئے، وہ شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِى لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٣٩ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ﴾ [الحجر:۳۹-۴۰]۔

''(شیطان نے) کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے ہیں''۔

اس طرح ابلیس نے میدان کارزار متعین کر دیا کہ وہ یہی روئے زمین ہوگی اور اپنے اسلحے کی بھی نشاندھی کر دی کہ وہ تزئین ہوگی، وہ قبیح چیزوں کو مزین کرے گا اور اپنی اسی مصنوعی تزئین کے ذریعہ اس کے ارتکاب پر ابھارے گا۔ اس لئے جہاں بھی دل کسی برائی کی طرف آمادہ ہو اور وہ اسے بھلی لگنے لگے تو سمجھ لو کہ ابلیس اپنا کام کر رہا ہے۔

- **رسول گرامی کی حکیمانہ تربیت کا ایک نمونہ :**

اور یہیں سے رسول گرامی کی اس حکیمانہ تربیت کی عظمت کا پتہ چلتا ہے جس میں آپ نے کسی اجنبی عورت کے بھا جانے پر حکمت عملی اختیار کرنے کے متعلق ارشاد فرمائی تھی :

حضرت ابوکبشہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

'' كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ جالسًا فِيْ أصْحَابِهِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَقَدِ

اغْتَسَلَ فَقُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ كَانَ شَيْءٌ قَالَ : أَجَلْ مَرَّتْ بِيْ فَلَانَةُ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ شَهْوَةُ النِّسَاءِ فأتيتُ بعضَ أزواجي فأصبتُها فكذلك فافعلُوا فإنَّه من أماثلِ أعمالِكم إتيانُ الحلالِ''۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے درمیان تھے، پھر آپ اندر چلے گئے اور جب باہر آئے تو آپ نے غسل کر رکھا تھا، ہم نے عرض کیا : اللہ کے رسول کوئی بات ہوگئی تھی؟

آپ نے فرمایا : ہاں! فلانہ میرے سامنے سے گزری تو میرے دل میں عورت کی شہوت پیدا ہوگئی، تب میں اپنی ایک بیوی کے پاس چلا گیا، اور اس سے اپنی مراد پوری کرلی، بس تم بھی ایسے ہی کرلیا کرو، کیونکہ حلال کا استعمال تمہارے بہترین اعمال میں سے ہے''۔ ①

مگر افسوس کہ آج شریعت کی خلاف ورزی اور سنت کی مخالفت کی وجہ سے شرعی اور جائز وسیلے عام لوگوں کی دسترس سے دور ہوتے چلے گئے ہیں، فی زمانہ بدکاری آسان اور شادی مشکل ہے، لڑکے لڑکیاں سبھی لمبی عمر تک کنوارے اور غیر شادی شدہ بیٹھے رہتے ہیں اور یہی حال دیگر امور میں حلال ذرائع کا ہے کہ وہ محدود ہوتے جا رہے ہیں اور محرم وسائل بآسانی مہیا ہوجاتے ہیں، یہ بھی درحقیقت ایک سزا ہے جس سے پوری امت دوچار ہے، مگر عام طور پر لوگ احساس زیاں سے بھی محروم ہیں۔

• عورتیں شیطان کا خصوصی جال اور پھندا ہیں :

یہ بات خاص طور سے ذہن میں رہے کہ عورتیں شیطان کا پھندہ اور جال ہیں، اس لئے شیطان کی چالوں سے بچنے کے لئے عورتوں سے ہشیار رہنے کی سخت حاجت ہے، اور یہ بات صاف صاف سنت میں بھی وارد ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ، فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ''

''عورت شیطان کی صورت میں آتی اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، اس لئے جب تم میں کا کوئی شخص کسی ایسی عورت کو دیکھے جو اسے بھا جائے، تو وہ اپنی بیوی کے پاس چلا آئے یہ چیز اس کے نفس کے اندر پیدا (ہیجان یا

① اس کی تخریج احمد : ۲۳۱/۴ وغیرہ نے کی ہے۔ اور اس کی سند حسن ہے **الصحیحہ : ۲۳۵**۔

دیگر) کیفیت کو دور کردے گی''۔ ①

سنت نے اس حقیقت کی بھی نقاب کشائی کردی ہے جس پر شیطان نے فعل حرام کو مزین کرتے ہوئے گرد ڈالنے کی کوشش کی ہے، جس کی ترجمانی کسی شیطان شاعر کی زبانی یوں ہوئی ہے :

وَإِنْ قَالُوْا حَرَامٌ قُلْ حَرَامٌ

وَلَكِنَّ اللَّذَاذَةَ فِيْ الْحَرَامِ

''اگر چہ لوگ کہتے ہیں کہ حرام ہے، کہہ دو حرام ہی سہی ،مگر لذت تو حرام ہی میں ہوتی ہے''۔

اس کی تردید رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد میں موجود ہے :

''أَيُّمَا رَجُلٍ رَأَى امْرَأَةً تُعْجِبُهُ، فَلْيَقُمْ إِلَى أَهْلِهِ، فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِيْ مَعَهَا''

''جس آدمی نے کوئی عورت دیکھی اور وہ اسے بھا جائے تو وہ اپنی بیوی کی طرف چل دے، کیونکہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اس کے پاس ہے''۔ ②

۷۔ تخویف (ڈرانا) :

کچھ نفوس ایسے ہوتے ہیں تزئین شیطانی جن کا اغوا کرنے سے قاصر رہ جاتی ہے، ان کے ساتھ شیطان ایک نئی طرز سے پیش آتا ہے، اور وہ ہے ڈرانا، ہولناکی پیدا کرنا اور تشویش میں مبتلا کردینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران:۱۷۵]۔

''یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو''۔

شیطان بڑا مکار و عیار ہے وہ اپنے اولیاء کی آڑ میں اپنا کام کرتا ہے، یہ لوگ برائی اور فساد کا بازار گرم کرتے ہیں، اور شیطان دوسروں کے دلوں میں ان کا خوف اور رعب ڈالتا ہے تاکہ نیک لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے آگے آنے کی جرأت نہ ہو اور اس طرح اس کا کاروبار فساد بلا روک ٹوک چلتا رہے۔ حالانکہ یہ خوف بے

---

① مسلم ، ابوداود : ۲۱۵۱ بیہقی: ۹۰/۷ ، احمد : ۳۳۰/۳ ، ۳۴۱ ، ۳۴۸ ، ۳۹۵ متعدد طرق سے از ابوالزبیر از جابر مرفوعا ، اس کی سند صحیح ہے اور ابوالزبیر نے تحدیث کی صراحت کی ہے۔

② اس کی تخریج دارمی : ۱۴۶/۲ وغیرہ نے کی ہے اور اپنے ماقبل کی تائید سے یہ ثابت ہے۔

بنیاد ہوتا ہے اگر اللہ والے ایمانی غیرت کے تقاضوں کو بروئے کار لاتے ہوئے قدم آگے بڑھائیں تو باطل کا سارا طنطنہ اور ہیکڑی جاتی رہتی ہے۔ گو اس میں تھوڑی سی آزمائش اور مشقت ضرور ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں اسی حقیقت کی نقاب کشائی فرمائی ہے۔

۸۔ تسویف (ٹال مٹول) :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ﴾ [محمد:۲۵]۔

''جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کے لئے (ان کے فعل کو) مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے''۔

۹۔ معصیت کی تلقین اور ہدایات :

اللہ سبحانہ فرماتا ہے :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ﴾ [النور:۲۱]۔

''ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا''۔

۱۰۔ اکسانا :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا﴾ [مریم:۸۳]۔

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب اکساتے ہیں''۔

جب شیاطین انسان کے دل پر قابو پا جاتے ہیں تو اسے گناہوں کے لئے بے تاب کئے رکھتے ہیں، رذیل حرکتوں کے لئے اس کے اندر ہیجان پیدا کر کے اسے بگٹٹ بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں، وہ اس کے اندر خواہشات کی ایک آتش سی بھڑکائے رکھتے ہیں، جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں گے تو آپ کو یوں لگے گا جیسے وہ چیر پھاڑ

کرنے والے بھیڑیے یا کٹکھنے کتے ہوں، جیسے ہی ایک گناہ سے نکلتے ہیں دوسرے گناہ کی طرف بھاگتے ہیں، معصیت اور سرکشی سے ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا ہے، یہ چھوٹے عذاب کی ابتدا ہوتی ہے جو بڑے عذاب کی طرف لے جاتی ہے، اور یہی اس ختم ہوجانے والی لذت کا انجام ہوتا ہے جسے شیطان اپنے دوستوں اور اولیاء کے لئے مزین کئے رہتا ہے۔

۱۱- حیرت :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قُلْ أَنَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ كَٱلَّذِى ٱسْتَهْوَتْهُ ٱلشَّيَـٰطِينُ فِى ٱلْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُۥٓ أَصْحَـٰبٌ يَدْعُونَهُۥٓ إِلَى ٱلْهُدَى ٱئْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ﴾ [الانعام:۷۱]۔

''آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچائے اور نہ ہم کو نقصان پہنچائے اور کیا ہم الٹے پھر جائیں اس کے بعد کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کردی ہے، جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کردیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو، اس کے کچھ ساتھی بھی ہوں کہ وہ اس کو ٹھیک راستہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پروردگار عالم کے پورے مطیع ہوجائیں''۔

اسی طرح شیطانی اقدامات انسان کو حیرت، شش وپنج اور رنجیدگی کی طرف لے جاتے ہیں... بیشک یہ ایک نفسیاتی عذاب ہے جس میں آج بشریت جی رہی ہے، کیونکہ وہ اللہ کے منہج سے دور ہوچکی ہے جس کے نتیجے میں شیطانوں نے اسے اچک لیا ہے اور ایک خشک بیابان میں ڈال دیا ہے، اور یہ اس وقت ہوا جب اس نے سراب کو پانی سمجھ لیا تھا۔

۱۲- اظہار براءت وبیزاری اور مصیبتوں میں پھنسا دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنا :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَقَالَ ٱلشَّيْطَـٰنُ لَمَّا قُضِىَ ٱلْأَمْرُ إِنَّ ٱللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ ٱلْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَـٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَٱسْتَجَبْتُمْ لِى ۖ فَلَا تَلُومُونِى وَلُومُوٓا۟ أَنفُسَكُم ۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِىَّ ۖ إِنِّى كَفَرْتُ

بِمَآ أَشۡرَكۡتُمُونِ مِن قَبۡلُۗ إِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٞ ﴾[ابراہیم:۲۲]۔

''جب اور کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کیے تھے ان کے خلاف کیا، میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں، ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی، پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہارا فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے، میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

آپ دیکھ رہے ہیں یہ کیسا ڈھیٹ ہے؟ جس نے گناہوں کی دعوت دی برائیوں پر اکسایا اور ورغلایا آج کس طرح اپنے ماننے والوں سے بیزاری کا اظہار کررہا ہے، ان کی مجبوریوں پر ان کی ہنسی اڑا رہا ہے! اور ان پر ایسا وار کرتا ہے جس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

اور یہ کچو کہ بھی کیا زبردست ہے کہ میرا تم پر کوئی اختیار کب تھا، یہ تو بس تمہاری ہی خود فراموشی تھی کہ تم نے اپنی شخصیتوں کو میرے حوالے کر دیا اور میرے اور تمہارے درمیان جو قدیم عداوت تھی وہ بھول بیٹھے اور میری باطل دعوت پر لبیک کہا۔

پھر انہیں یہ یاد دلانے کے بعد کہ اس نے تو صرف جھوٹے وعدے کئے تھے اور آرزوؤں میں پھنسایا تھا ہاتھ جھاڑتے ہوئے الگ ہو جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ اب تو خود کو ہی ملامت کرو اور اپنی آئی خود ہی بھگتو۔

ابلیس کی یہی عادت ہے اور یہی اس کے اقدامات کی انتہا ہے۔

﴿كَمَثَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ إِذۡ قَالَ لِلۡإِنسَٰنِ ٱكۡفُرۡ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيٓءٞ مِّنكَ إِنِّيٓ أَخَافُ ٱللَّهَ رَبَّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾[الحشر:۱۶]۔

''شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں''۔

۱۳۔ افراط وتفریط :

اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اللہ عزوجل نے جو بھی حکم دیا ہے شیطان اس پر دو طرح سے دھاوا بولتا ہے : یا تو تقصیر (کوتاہی) اور تفریط کی طرف لے جاتا ہے یا پھر افراط اور غلو کی طرف، اور اسے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ بندہ ان دونوں خطاؤں میں سے کس کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ ہر حال میں کامیابی اسی کی ہے، اس کا طریقہ واردات

یہ ہے کہ وہ بندے کے دل پر آتا ہے اور اسے سونگھتا اور ٹٹولتا ہے، پھر جب اسے اس میں فتور اور ڈھیلا پن اور تن پروری دکھائی دیتی ہے تو وہ اسی سے اس کے متعلق اپنی حکمت عملی ترتیب دیتا ہے، وہ اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور پیچھے ہٹا کر بیٹھا دیتا ہے، اس کے اندر سستی، فتور اور ڈھیلے پن کو بڑھاوا دیتا ہے، اور اس کے لئے تاویلوں اور امیدوں وغیرہ کا دروازہ کھول دیتا ہے، اور کبھی کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بندہ سارے مامورات کو یکسر ترک کر دیتا ہے۔

اور اگر اسے اس کے اندر احتیاط و بیداری، جانفشانی اور عمل کے لئے سنجیدگی کمر بستگی اور حوصلوں کی اٹھان دکھائی دیتی ہے اور اس راہ سے اسے گرفت میں لینے میں مایوسی ہاتھ آتی ہے، تو وہ اسے زائد محنت اور کوشش کی ہدایات دیتا ہے، اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ بس یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہے، کیونکہ تم اس سے کہیں زیادہ بلند ہمت وحوصلہ ہو، تمہیں تو دنیا والوں پر فوقیت حاصل کرنا چاہیے، اس لئے جب وہ سو جائیں تو تم نہ سونا، جب وہ روزہ نہ رکھیں تو تم روزے رکھنا، اگر وہ تھک کر بیٹھ جائیں تو تمہارے اندر فتور نہ پیدا ہو، اگر ان میں سے کوئی اپنے ہاتھوں اور چہرے کو تین تین بار دھوتا ہے تو تم سات سات بار دھویا کرو، جب کوئی نماز کے لئے وضو کرے تو تم اس کے لئے غسل کرلیا کرو، اسی طرح کے افراط اور حد سے تجاوز کرنے والے کاموں میں لگا دیتا ہے، اس بندے کو غلو، حد پار کر جانے اور صراط مستقیم سے آگے بڑھ جانے کی ترغیب دیتا ہے، اور دونوں آدمیوں سے اس کا مقصود یہی ہے کہ وہ صراط مستقیم سے باہر رہیں، اسے اس طور کہ نہ وہ اس کے پاس آئے نہ قریب پھٹکے اور اسے اس طرح کہ وہ اس سے آگے بڑھ جائے اور اسے پار کر جائے، اور اس تدبیر سے اس نے بڑی خلقت کو فتنے میں ڈالا۔ اور اس سے بچنے کا راستہ صرف مستحکم اور راسخ علم اور ایمان اور اس کے ساتھ جنگ کی قوت اور وسطیت وراہ اعتدال کی پابندی ہی ہے، **واللہ المستعان** (اور مدد اللہ ہی سے طلب کی جاتی ہے)"۔ ①

۱۴۔ بندوں کو عمل سے باز رہنے اور ان میں دون ہمتی پیدا کرنے میں لگا رہتا ہے، ان میں ٹال مٹول کی خو ڈالتا ہے اور سستی پیدا کرتا ہے :

اس ضمن میں اس کے مختلف ہتھکنڈے اور طریقے ہیں۔

---

① الوابل الصیب ص ۱۹۔

• مسلمان کی نیند کو طویل کرنے کی کوشش :

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ، إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ''۔

''شیطان تم میں سے کسی کے سر کی گدی پر گرہ لگاتا ہے، جب وہ سوتا ہے تو وہ تین گرہیں مارتا ہے، ہر گرہ اپنی جگہ پر لگاتا ہے، (یہ پڑھتے ہوئے کہ) رات تجھ پر لمبی ہوجائے تو سوجا، پھر جب وہ بیدار ہوکر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اور اگر وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں، اور وہ چست و پاکیزہ نفس ہوکر صبح کرتا ہے، ورنہ نفس کی خباثت اور کاہلی کے ساتھ اس کی صبح ہوتی ہے''۔ ①

اور بخاری و مسلم میں وارد ہے کہ :

''إِذَا اسْتَيْقَظَ أُرَاهُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ، فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ''۔

''جب تم میں کا کوئی شخص اپنی نیند سے اٹھ کر وضو کرے، تو اسے چاہئے کہ اپنی ناک تین بار جھاڑ دے، کیونکہ شیطان اس کے نتھونے پر رات گزارتا ہے''۔ ②

• شیطان انسان کے کان میں پیشاب بھی کردیتا ہے :

اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ :

''ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيلَ: مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ''۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو رات کو سویا تو صبح تک سوتا ہی رہ گیا، نماز کیلئے

---

① صحیح بخاری : ۱۱۴۲۔
② صحیح بخاری : ۳۲۹۵ ، مسلم : ۵۶۴۔

نہیں اٹھا، اس پر آپ نے فرمایا: ''وہ ایک ایسا شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے''۔[1]

اور شیطان کی طرف سے ہم نے جس کاہلی پیدا کرنے اور حوصلہ پست کرنے اور عمل سے باز رکھنے کا تذکرہ کیا ہے اس کا تعلق اس کے فعل سے ہے، اور کبھی کبھی وہ انسان کو وسوسے کے ذریعہ بھی عمل سے باز رکھتا ہے، اور اس ضمن میں اس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ انسان کے اندر کاہلی کی محبت پیدا کرتا ہے، آج کا کام کل پر ٹالنے کی خو ڈالتا ہے، اور کام کو لمبی توقعات کے حوالے کر دینے کی عادت پیدا کرتا ہے۔

اس کے متعلق علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں :

''کسی یہودی اور نصرانی کے دل میں کس قدر اسلام کی محبت در آئی، مگر ابلیس برابر اسے پیچھے ہٹاتا رہا اور ٹال مٹول میں الجھاتا رہا، کہتا ہے : جلدی نہ کر، آرام سے سوچ لے، پھر اسے کل کل میں اس طرح ٹالنے پر لگا دیتا ہے کہ اس کی موت کفر ہی پر ہو جاتی ہے، اسی طرح گنہگار کی توبہ بھی موخر کراتا رہتا ہے، اسے فوری طور پر اپنے شہوانی اغراض کی تکمیل پر لگا دیتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع اور انابت کے متعلق اسے (لمبی) آرزوؤں میں پھنسا دیتا ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے :

لَا تَعَجَلِ الذَّنبَ لِمَا تَشْتَهِيْ

وَتَأمَلِ التَّوْبَةَ مِنْ قَابِلِ

''من چاہے گناہ کی جلدی کرو نہ یوں کرو کہ توبہ کو آئندہ کے لئے چھوڑ دو''۔

اور کتنے ایسے تھے جو قدم آگے بڑھانے کا عزم کئے بیٹھے تھے اور اس نے انہیں کل پر ڈال دیا! کتنے ایسے تھے جو مقام فضیلت تک پہنچنے کے لئے کوشاں تھے مگر اس نے ان کا حوصلہ پست کر دیا! بہت ایسا ہوا کہ فقیہ نے اپنے درس کے اعادہ کا عزم کیا مگر اس نے کہا : تھوڑی دیر آرام فرما لیجئے، یا عابد شب کو نماز پڑھنے کے لئے بیدار ہوا اور اس نے عابد سے کہا : جناب ابھی تو آپ کے پاس وقت پڑا ہوا ہے، اور مسلسل کاہلی اور عمل کو ٹالنے کی چاہت ڈالتا رہتا ہے، اور اکثر کاموں کو اس امید کے سہارے لگا دیتا ہے کہ ابھی تو لمبا وقت پڑا ہے۔

اس لئے دور اندیش کو چاہیے کہ وہ احتیاط اور دور اندیشی کو روبہ عمل لائے، اور دور اندیشی یہ ہے کہ وقت کا تدارک کیا جائے اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے، ٹال مٹول کو ترک کر دیا جائے، آرزوؤں اور خوابوں سے

[1] بخاری : ۱۱۴۴۔

گریز کیا جائے، کیونکہ اندیشوں سے بے فکر نہیں رہا جاتا، اور گیا وقت دوبارہ ہاتھ نہیں آتا ہے، اور ساری کوتاہیوں اور شر کی طرف مائل ہونے کا سبب آگے کی لمبی امید ہے، اس لئے کہ انسان مسلسل اپنے جی میں یہ کہتا رہتا ہے کہ وہ برائی سے باز آجائے گا اور نیکیوں کی طرف متوجہ ہوجائے گا، مگر وہ اپنے نفس کو اس کے وعدوں پر ہی ٹرخاتا رہتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جس نے بات کو اس امید پر ٹالا کہ دن میں چل لے گا تو اس کی چال بڑی کمزور ہوگی، اور جس نے یہ امید رکھی کہ اس کے سامنے صبح پڑی ہے تو رات میں اس کا عمل کمزور ہوگا، اور جس نے یہ تصور کیا کہ موت جلد ہی آنے والی ہے وہ بڑی کوشش کرے گا...''۔

بعض سلف نے فرمایا :

''میں تمہیں (کل کرلوں گا یا جلد ہی کرلوں گا) سے ڈراتا ہوں، کیونکہ وہ ابلیس کا سب سے بڑا سپاہی ہے''۔

اور احتیاط اور دور اندیشی سے کام کرنے والے اور لمبی فرصت کی امیدوں کے سہارے خاموش بیٹھ رہنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں نے سفر کیا تو وہ ایک بستی میں داخل ہوئے، اور جو دور اندیش تھا وہ اٹھ کر گیا اور اپنے سفر کی تکمیل کے لئے تمام ضروری سامان خرید لایا، اور مستعد و تیار بیٹھا کوچ کا انتظار کرنے لگا، اور تفریط کے شکار کوتاہ عمل نے کہا : ارے ہوسکتا ہے ابھی ایک آدھ مہینہ رکنا پڑے اتنے میں تو میں تیاری کرہی لوں گا، وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ کوچ کا نقارہ یکا یک بجنے لگا، اس وقت محتاط اور دور اندیش تو خود پر رشک کرنے لگا، اور کوتاہ عمل ٹال مٹول کرنے والا حیران و ششدر رہ گیا، یہی دنیا میں لوگوں کی مثال ہے کہ کچھ تو بیدار اور مستعد رہتے ہیں اور جب ملک الموت آجاتا ہے تو انہیں شرمندگی نہیں ہوتی ہے، اور ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو فریب خوردہ اور ٹال مٹول کرنے والے اور آج کا کام کل پر اٹھار کھنے والے ہیں جنھیں کوچ کے وقت شرمندگی اور ندامت کا کڑوا گھونٹ پینا پڑتا ہے۔

جس کے مزاج میں راحت طلبی اور لمبی امیدوں اور توقعات کا جنجال ہوتا ہے اور ابلیس اس کے پاس آکر اس کے مزاج کے مطابق اسے کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے تو پھر مجاہدہ دشوار ہوجاتا ہے، مگر جو اپنے نفس کے متعلق بیدار اور چوکنا ہوجاتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ وہ میدان کارزار کی صف میں کھڑا ہے، اور اس کا دشمن تھکنے اور سست پڑنے والا نہیں ہے، اور اگر بظاہر وہ سست نظر آئے تو وہ ضرور کسی باطنی چال میں لگا ہوتا ہے، اور اس کے لئے گھات لگا رہا ہوتا ہے۔ ①

① تلبیس ابلیس : ۴۵۸۔

۱۵۔ وعدے اور توقعات :

وہ لوگوں کو جھوٹے وعدے اور شیریں توقعات کی گولیاں دیتا ہے، تاکہ انہیں گمراہی کے دلدل میں گرا سکے :

﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾ [النساء:۱۲۰]۔

''وہ ان سے زبانی وعدے کرتا رہے گا، اور سبز باغ دکھاتا رہے گا، (مگر یاد رکھو!) شیطان کے جو وعدے ان سے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں''۔

● وہ مومنوں کے ساتھ جنگ میں کافروں سے مدد، فتح اور عزت وغلبہ کا وعدہ کرتا ہے، پھر ان سے دامن جھاڑ لیتا ہے اور دم دبا کر بھاگتا ہے :

﴿وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ﴾ [الانفال:۴۸]۔

''جبکہ ان کے اعمال کو شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔''

وہ کافر مالداروں سے دنیا کے بعد آخرت میں بھی ثروت اور مالداری کا وعدہ کرتا ہے اور اس کے جھانسے میں آ کر کوئی مالدار یہ کہنے لگتا ہے کہ :

﴿وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا﴾ [الکھف:۳۶]۔

''اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں (اس لوٹنے کی جگہ) اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا''۔

تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کی جنت کو تباہ کر دیتا ہے، تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فریب خوردہ تھا اور دھوکے میں پڑا ہوا تھا۔

وہ انسان کو میٹھی توقعات میں مشغول کر کے جن کا حقیقی دنیا میں کوئی وجود نہیں ہوتا ہے سنجیدہ اور نتیجہ خیز عمل سے پھیر دیتا ہے، اور وہ تخیلات، توقعات اور تمناؤں پر راضی ہو کر بیٹھ رہتا ہے اور عملی طور پر کچھ بھی نہیں کرتا ہے۔

۱۶۔ انسان سے اظہار خیر خواہی :

شیطان انسان کو معصیت کی دعوت اس زعم کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اس کا خیر خواہ ہے اور اس کی بھلائی

چاہتا ہے...

وہب بن منبہ نے اہل کتاب کے حوالے سے ایک نصیحت آموز قصہ پیش کیا ہے[1] جسے ہم انسانوں کو گمراہ کرنے کے شیطانی حربوں کی معرفت کے لئے یہاں پیش کر رہے ہیں، تاکہ اس کی خیر خواہی سے بچا جائے اور اس کی دعوت سے دور بھاگا جائے، اور ہمہ دم اس سے چوکنا اور ہشیار رہا جائے۔

بنی اسرائیل کے ایک راہب کا قصہ جس میں ابلیسی حربے اور شیطانی چالیں کھل کر سامنے آتی ہیں

حضرت وہب فرماتے ہیں :

''بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گزاروں میں سے تھا، اسی کے زمانے میں تین بھائی تھے جن کی ایک بہن تھی، اور وہ کنواری تھی، اس کے سوا ان کی کوئی اور بہن نہ تھی، ان تینوں کا نام فوجی مہم کے لئے نکل آیا، مگر وہ حیران تھے کہ اب اپنی اس بہن کو کہاں چھوڑیں؟ ان کے علم میں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جس پر انہیں اپنی بہن کے سلسلے میں اطمینان اور بھروسہ ہو، وہ نہیں جانتے تھے کہ آخر اسے کس کے پاس چھوڑ جائیں! پھر وہ سب اسی بات پر متفق ہو گئے کہ اسے بنی اسرائیل کے عابد کے پاس چھوڑ جائیں، وہ ان کے نزدیک قابل اعتماد شخص تھا، لہٰذا وہ سب اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ وہ اپنی بہن کو اس کے پاس چھوڑ جائیں گے، اور جنگ سے ان کے واپس آنے تک وہ اس کی نگرانی اور حفاظت میں رہے گی، مگر اس نے یہ ذمہ داری اٹھانے سے انکار کر دیا، اور ان سے اور ان کی بہن سے اللہ کی پناہ مانگی، بیان کرتے ہیں کہ اس کے باوجود وہ لوگ مسلسل اس سے گزارش کرتے رہے، یہاں تک کہ اس نے ان لوگوں کی بات مان لی اور کہا : دیکھو اسے میرے عبادتکدے کے سامنے والے گھر میں چھوڑ جاؤ۔ فرمایا : تب انھوں نے اسے مذکورہ گھر میں چھوڑ دیا۔ اور وہ سب اسے چھوڑ کر چلے گئے، پھر وہ ایک زمانے تک عابد کے پڑوس میں یوں رہی کہ وہ اپنے معبد سے اترتا اور کھانا اسی معبد کے دروازے پر رکھ کر پھر اوپر چلا جاتا

---

[1] یہ اور اس طرح کے دیگر اسرائیلی قصوں کی نہ تصدیق کی جاتی ہے نہ تکذیب، اور انہیں بیان کرنے میں اس لئے مضائقہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : ''وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج'' اور بنی اسرائیل سے بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ، ترمذی : ٢٦٦٩، ابوداود : ٣٦٦٢۔

اور دروازہ بند کر کے اسے ہدایت دیتا کہ اب اپنے گھر سے باہر آؤ اور میرا رکھا ہوا کھانا لے جاؤ، اور وہ اسی طرح کیا کرتی تھی، بیان کرتے ہیں : پھر شیطان بڑی نرمی کے ساتھ اس کے پاس آیا اور اسے نیکی اور خیر کی ترغیب دینے لگا، وہ اسے دن میں لڑکی کے اپنے گھر سے باہر آنے کی سنگینی بتانے لگا، ڈراتا تھا کہ جوان جہان لڑکی ہے کہیں ایسا نہ ہو کسی کا دل اس پر آجائے، اگر آپ ہی اس کا کھانا لے جا کر اس کے گھر کے دروازے پر رکھ آئیں تو یہ آپ کے لئے اجر عظیم کا باعث ہوگا۔ وہ جناب کو مسلسل اس کی ترغیب دیتا رہا یہاں تک کہ وہ اس کے گھر کے دروازے تک کھانا لے گئے اور رکھ کر چلے آئے، اس سے کوئی بات نہ کی، بیان کرتے ہیں : یہ معاملہ ایک زمانے تک یونہی چلتا رہا، اس کے بعد پھر ابلیس آیا اور صاحب کو نیکی اور اجر کی ترغیب دینے لگا اور خوب شوق دلایا، اور کہا کہ اگر آپ کھانا لیکر جائیں اور اس کے اندر رکھ دیں تو یہ آپ کے لئے اور اجر عظیم کا باعث ہوگا، وہ مسلسل ان کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ جناب اس کے گھر کھانا لیکر پہنچ گئے اور اندر رکھ کر چلے آئے، پھر یہ سلسلہ بھی ایک زمانے تک چلا۔ پھر ابلیس ان کے پاس آیا اور انہیں بھلائی کی ترغیب اور شوق دلانے لگا، اور ان سے کہا کہ دیکھیے میاں جی! اگر آپ اس سے کچھ بات چیت کچھ گفتگو کریں تو اس کا بھی دل لگے گا، وہ بیچاری تو سخت وحشت میں ہے، انہیں یہ سجھاؤ دیتا رہا یہاں تک کہ صاحب نے اپنے معبد کے اوپر ہی سے اس سے بات چیت شروع کی اور ایک دور اس کا بھی چلا پھر ابلیس حضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا : اجی صاحب اگر آپ اپنے معبد کے دروازے پر بیٹھ رہیں اور لڑکی اپنے دروازے پر بیٹھ جائے اور اس طرح گفتگو ہو تو اسے زیادہ انسیت محسوس ہوگی، پھر یہی منتر ان کے کان میں پھونکتا رہا یہاں تک کہ جناب کو اپنے بالا خانے سے نیچے اتار کر معبد کے دروازے پر بیٹھا یا کہ دوطرفہ گفتگو یہیں سے چلے، لڑکی اپنے گھر کے دروازے پر آبیٹھتی، اور ایک زمانے تک گفتگو کا سلسلہ یوں ہی چلا۔

پھر ابلیس اجر وثواب کی ترغیب لئے جناب کے پاس آیا کہ صاحب آپ اس کے ساتھ جو کرتے ہیں بڑا اچھا ہے مگر تھوڑا کرم اور فرمائیں کہ آگے بڑھ اسی کے گھر کے دروازے پر بیٹھ رہیں اور یوں گفتگو کا سلسلہ چلے تو بہتر ہو، بالآخر اس کی کاوشیں بارآور ہوئیں اور جناب ایک زمانے تک ایسا ہی کرتے رہے، اس کے بعد ابلیس پھر آیا اور کہنے لگا : میاں صاحب اگر آپ اس کے گھر کے اندر ہی چلے آئیں اور یہیں اس سے گفتگو فرمائیں اور کسی کو یہ موقع نہ دیں کہ اس کا چہرہ دیکھے تو یہ اس کے ساتھ آپ کا اور بڑا احسان ہوگا۔ پھر تو یہی سلسلہ چل پڑا کہ حضرت دن بھر اس سے گھر کے اندر باتیں کرتے اور جب دن گزر جاتا تو معبد پر چلے

جاتے۔

اس کے بعد ابلیس پھر حضرت کے پاس آیا اور ان کی نگاہوں میں اسے یوں مزین کرتا رہا کہ صاحب بے تاب ہوکر اٹھے اور اس کے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے لپک کر بوسہ لے لیا۔

اس کے بعد حضرت ابلیس پھر تشریف لائے اور ان کی نگاہوں میں اس کے حسن کو چار چاند لگاتے رہے اور ان کی بے تابی بڑھاتے رہے یہاں تک کہ عشق اپنے انجام کو پہنچا اور صاحب نے اس کے ساتھ منہ کالا کیا، اور نتیجے میں حمل قرار پایا اور ایک عدد بچہ وجود میں آیا، بعدہ ابلیس پھر آیا اور یوں گویا ہوا کہ اب بتاؤ صاحب کہ لڑکی سے تمہیں ایک بچہ ہو چکا ہے اگر ایسے عالم میں اس کے بھائی آ گئے تو تم کیا کروگے؟ مجھے تو آپ کے متعلق بڑا اندیشہ ہو چلا ہے کہ رسوانہ ہو جائیں یا اس کے بھائی آپ کو رسوا نہ کر دیں، اب جلدی قدم آگے بڑھاؤ اور اس کے بچے کو مار کر دفنا دو، اور وہ تو ضرور تمہارے کرتوتوں کو اپنے بھائیوں سے چھپالے گی، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، پھر کہنے لگا : میاں! کس خیال میں ہو بھلا وہ تمہارے کرتوتوں پر پردہ ڈالے گی جبکہ تم اس کا بچہ بھی مار چکے ہو؟ اب جلدی سے آگے بڑھو اور اسے بھی ذبح کر کے اس کے بچے کے ساتھ ہی دفن کر دو، وہ مسلسل اسے ورغلاتا رہا یہاں تک کہ اس کے جھانسے میں آ کر اس نے اس کا بھی گلا ریت دیا اور اسی گڑھے میں اسے بھی دبا دیا جہاں اس کے بچے کو ڈالا تھا، اور اس پر ایک بڑی چٹان ڈال کر اس حصے کو برابر کر دیا، اور معبد کے بالا خانے پر عبادت کے لئے جا بیٹھا، پھر جتنا اللہ نے چاہا دن گزرتے گئے، یہاں تک کہ اس کے بھائی جنگ سے واپس آ گئے، اور اس کے پاس اپنی بہن کا حال لینے پہنچے، تب اس نے روتے ہوئے اس کی موت کی خبر سنائی اور رحمت کی دعائیں دینے لگا، اور کہتا تھا : بھائی بڑی نیک عورت تھی، اور یہ رہی اس کی قبر، انھوں نے اس کی قبر دیکھی، اور سارے بھائی وہاں آ کر اسے روتے رہے اور اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہے، اور چند ایام اسی کی قبر کے پاس گزارے، پھر اپنے گھر والوں میں چلے گئے، مگر جب رات آئی، اور وہ اپنے بستروں پر پہنچ گئے، تو شیطان ان کے خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت میں آیا، اور ابتدا بڑے سے کی اور اس سے اس کی بہن کے متعلق پوچھا، تو اس نے اسے عابد کی بات، اس کی موت اور اس پر اس کے ترحم کی کہانی سنادی، اور یہ بھی بتایا کہ کس طرح اس نے اس کی قبر بھی دکھائی تھی، مگر شیطان نے اسے جھٹلا دیا، اور کہا کہ اس نے تمہاری بہن سے متعلق سچائی تمہیں نہیں بتائی، اس نے تمہاری بہن کو پیٹ سے کر دیا تھا، اور اس کے یہاں اس کا ایک بچہ ہوا تھا، اور اس نے تمہارے ڈر سے بچے کو اور اسی

کے ساتھ اسے بھی ذبح کرڈالا اور انہیں اس گڑھے میں دبا دیا جو اس کے گھر کے دروازے کے پیچھے ہے جہاں وہ رہتی تھی اور اندر داخل ہونے والے کے دائیں طرف پڑتا ہے، اب تم لوگ اس گھر میں جاؤ اور دائیں طرف جہاں بتا تا ہوں دیکھو تو تمہیں ٹھیک اسی طرح ملے گا جیسے میں بتا تا ہوں، اور منجھلے کے پاس گیا اور اسے بھی یہی بتایا، پھر چھوٹے کے پاس گیا اور اس سے بھی یہی باتیں کہیں، پھر جب صبح یہ لوگ اٹھے تو ہر ایک نے جو دیکھا تھا اس پر انہیں تعجب تھا، پھر وہ سب ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہنے لگا کہ آج رات اس نے کچھ عجیب سا دیکھا ہے، اور ہر ایک نے دوسرے کو اپنا خواب سنایا۔

اس پر بڑے والے نے کہا کہ یہ تو بس یوں ہی سا خواب ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس لئے اسے خاطر میں نہ لاؤ اور اپنا اپنا کام کرو، مگر چھوٹے نے کہا : اللہ کی قسم میں تو اس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک اس جگہ جا کر دیکھ نہ لوں۔ بیان کرتے ہیں : تب تو وہ سبھی چل پڑے اور اس گھر میں آئے جہاں ان کی بہن رہتی تھی، اور دروازہ کھول کر اس جگہ کو تلاش کیا جو خواب میں بتائی گئی تھی تو انھوں نے دیکھا کہ واقعی ان کی بہن اور اس کا بچہ دونوں ذبح کر کے اسی گڑھے میں ڈالے ہوئے ہیں جیسا کہ ان سے بتایا گیا تھا، پھر جب انھوں نے عابد سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بھی دونوں سے متعلق اپنے کرتوت کے سلسلے میں ابلیس کی تصدیق کردی، تب انھوں نے بادشاہ کے یہاں اس کے خلاف دعویٰ دائر کرادیا اور اسے معبد سے اتار کر دار پر چڑھانے کے لئے لے جایا گیا، پھر جب تختہ دار پر اسے باندھ دیا گیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا : میاں جی! جانتے ہو میں ہی تو تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تمہیں اس عورت کے فتنے میں ڈالا تھا یہاں تک کہ تم نے اسے حاملہ کیا پھر اسے اور اس کے بیٹے کو ذبح کیا، لیکن اگر آج تم میری بات مانو اور اس اللہ کے ساتھ کفر کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں شکل وصورت عطا کی تو میں تمہیں اس مصیبت سے جس میں تم پھنس گئے ہو نجات دلا دوں گا، یہ سن کر عابد نے کفر کردیا، پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر چکا تو شیطان اسے بے یار ومددگار چھوڑ کر چل دیا اور ان لوگوں نے اسے سولی چڑھادی۔ ①

اس قصے کو مفسرین اللہ تعالیٰ کے اس قول :

﴿ كَمَثَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ إِذۡ قَالَ لِلۡإِنسَٰنِ ٱكۡفُرۡ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيٓءٞ مِّنكَ ﴾ [الحشر:١٦]۔

''شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں''۔

---

① دیکھیے : تلبیس ابلیس : ٣٩۔

کی تفسیر کے وقت بیان کیا کرتے ہیں، اور یہ بتاتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد یہی عابد اور اسی جیسے لوگ ہیں۔ واللہ اعلم

۱۷۔ دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنا :

بندوں کو گمراہ کرنے والے حربوں میں سے اس کا ایک حربہ یہ بھی ہے کہ وہ دل میں شکوک وشبہات ڈال کر عقیدے میں تزلزل پیدا کر دیتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کچھ شبہات کے متعلق جو وہ دلوں میں ڈالتا ہے ہمیں متنبہ فرمایا ہے، چنانچہ بخاری ومسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ :

''يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ، فَيَقُولُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا، مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتَّى، يَقُولَ: مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلْيَنْتَهِ''۔

''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، یہ کس نے پیدا کیا ہے؟ اسے کس نے پیدا کیا ہے؟ یہاں تک کہ کہتا ہے : تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو چاہئے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور رک جائے''۔ [1]

● اس کے شکوک وشبہات سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ نہیں رہے تھے، ان میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اس کے شکوک اور وسوسوں سے جو تکلیف انہیں تھی اس کی شکایت ان سے کی، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، اور ان سے سوال کیا : ہم اپنے جی میں کچھ ایسی باتیں پاتے ہیں جنھیں زبان پر لانے کو ہم بہت سنگین بات جانتے ہیں! آپ نے فرمایا : اچھا : کیا تمہیں ایسا محسوس ہوتا ہے؟ انھوں نے عرض کیا : ہاں ایسا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا : یہ تو خالص ایمان ہے''۔

''یہ تو خالص ایمان ہے'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ شیطان کے وسوسے کو دفع کرنا، اسے ناپسند کرنا اور اسے سنگین جاننا خالص ایمان کی نشانی ہے۔

آپ دیکھئے کہ اس کے شکوک وشبہات سے صحابہ کرام کتنی شدید تکلیف محسوس کیا کرتے تھے، ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ :

---

[1] صحیح بخاری : ۳۲۷۶۔

’’جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَحَدَنَا يَجِدُ فِي نَفْسِهِ يُعَرِّضُ بِالشَّيْءِ لَأَنْ يَكُونَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ"‘‘۔

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اور اس نے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی کے جی میں کچھ ایسی باتیں پیدا ہوتی ہیں جنھیں وہ اپنی زبان پر لانے کے مقابلے میں یہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ کوئلہ بن جائے۔ آپ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اس کے مکر کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا ہے‘‘۔ ①

اور جو شکوک وشبہات وہ نفس کے اندر ابھارتا ہے ان میں سے ایک وہ بھی ہے جس کا ذکر اللہ نے اپنے اس قول میں بھی کیا ہے:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلْقَى ٱلشَّيْطَٰنُ فِىٓ أُمْنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا۟ بِهِۦ فَتُخْبِتَ لَهُۥ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [الحج:۵۲-۵۴]۔

’’ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا، پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دانا اور باحکمت ہے یہ اس لئے کہ شیطانی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ بیشک ظالم لوگ گہری مخالفت میں ہیں اور اس لئے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے وہ یقین کر لیں کہ یہ آپ کے رب ہی کی طرف سے سراسر حق ہی ہے پھر وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے‘‘۔

یہاں (تمنی) آرزو سے مراد دل میں پیدا ہونے والی باتیں ہیں، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں کوئی بات سوچتے تو شیطان حیلے کے طور پر ان کی باتوں میں کچھ باتیں ملا دیتا تھا، چنانچہ وہ کہتا: اگر آپ

① ابوداود: ۵۱۱۲۔

اللہ عزوجل سے یہ سوال کریں کہ وہ آپ کو مال غنیمت عطا کرے تاکہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوجائے، یا تمام لوگوں کے ایمان لانے کی آرزو کریں... تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو میں شیطان کی ڈالی ہوئی باتوں اور وسوسوں کو اللہ تعالیٰ منسوخ کردیتا ہے، اور وہ یوں کہ انہیں حق کی طرف متوجہ کردیتا ہے اور اللہ کے مطلوب کی طرف ان کی رہنمائی کردی جاتی ہے... اور یہ جو بات کہی گئی ہے کہ شیطان قرآن میں وہ باتیں ڈال دیتا ہے جو اس کا حصہ نہیں ہے تو اس میں بعد پایا جاتا ہے، اور اس کی تردید یوں بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تبلیغ میں معصوم ہیں۔

شیطان کے متعلق ایک عالم کی بصیرت

شقیق (جو چوٹی کے علماء میں سے ایک ہیں) ان شبہات میں سے کچھ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو شیطان انسانی نفس کے اندر ڈال دیا کرتا ہے :

''ہر صبح شیطان میرے لئے چار سمتوں سے چار گھاتیں لگاتا ہے : میرے آگے سے، میرے پیچھے سے، میرے دائیں سے، میرے بائیں سے''۔

- **میرے آگے سے :**

وہ کہتا ہے ڈرو مت اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے، تو میں پڑھتا ہوں :

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ثُمَّ ٱهۡتَدَىٰ﴾ [طٰہٰ:۸۲]۔

''ہاں بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں''۔

- **میرے پیچھے سے :**

وہ مجھے میرے متعلقین اور گھر والوں سے متعلق ضیاع کا خوف دلاتا ہے، تو میں پڑھتا ہوں :

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزۡقُهَا﴾ [ھود:٦]۔

''زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں''۔

- **میرے دائیں سے :**

عورتوں کے ذریعہ مجھ تک آتا ہے، تب میں پڑھتا ہوں :

﴿وَٱلۡعَٰقِبَةُ لِلۡمُتَّقِينَ﴾ [الاعراف:۱۲۸] ''اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں''۔

- **میرے بائیں سے :**

یہاں وہ میری شہوتوں کے ذریعہ مجھ تک آتا ہے : تب میں پڑھتا ہوں :

﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ﴾ [سبا: ۵۴] ''ان کی چاہتوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کردیا گیا''۔

۱۸۔ ۲۱۔ شراب، جوا، انصاب (تھان) اور ازلام (قسمت کے تیر) :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٩٠ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ [المائدہ: ۹۰-۹۱]۔

''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ''۔

- **انصاب ہر وہ شیٔ جسے اللہ کے سوا عبادت کے لئے نصب کیا جائے : خواہ وہ حجر ہو، شجر ہو، بت ہو، قبر ہو یا علَم ہو۔**

- **ازلام ان تیروں کو کہتے ہیں جن سے وہ اپنی قسمتوں کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔**

اور تیر بلا پھل کے بھی ہوتے تھے اور پھلدار بھی یا کنکڑیاں وغیرہ بھی اس کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ طریقۂ کار یہ تھا کہ ان میں سے کسی پر لکھتے تھے : ''أَمَرَنِيْ رَبِّيْ'' ''میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے''۔

اور کسی پر لکھتے تھے : ''نَهَانِيْ رَبِّيْ'' ''میرے رب نے مجھے روکا ہے''۔

چنانچہ جب ان میں کوئی شخص شادی کا خواہاں ہوتا یا سفر کرنا چاہتا یا اسی طرح کا کوئی کام اسے مطلوب ہوتا تو وہ اپنا ہاتھ اس چیز میں ڈالتا جس میں یہ تیر رکھے ہوتے تھے، پھر اگر حکم والا تیر نکل آتا تو وہ کام کر گزرتا اور اگر روکنے والا تیر نکلتا تو وہ اس کام کو ترک کر دیتا تھا۔

اور شیطان لوگوں کو ان چاروں ہی باتوں پر ابھارتا ہے کیونکہ یہ سب کے سب بذات خود گمراہی کا سامان ہیں اور

سنگین نتائج اور برے انجام تک لے جاتے ہیں۔

- شراب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ پینے والے کی عقل سلب کر لیتی ہے، پھر جب وہ اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے تو مہلک حرکتیں کرتا ہے اور حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے، نیکیوں کے کام چھوڑ دیتا ہے اور اللہ کے بندوں کی اذیت کا سبب بنتا ہے۔

ایک قصہ اس بیان میں کہ شراب نوشی آفتوں کا سر چشمہ ہے

ابن کثیر اپنی تفسیر میں حضرت عثمان بن عفان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''شراب سے بچو کیونکہ وہ ام الخبائث (تمام برائیوں کی جڑ) ہے، سنو! گزشتہ لوگوں میں ایک عبادت گزار شخص تھا جو لوگوں سے کنارہ کش رہتا تھا، پھر ایک بدکار عورت کا دل اس پر آ گیا، اور اس نے اپنی ایک لونڈی کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ ایک گواہی کے لئے اسے بلا لائے، لہٰذا وہ اس کے ساتھ اس کے گھر آ گیا اور وہ جیسے جیسے اندر کی طرف جاتا تھا لونڈی ایک ایک دروازہ بند کرتی جاتی تھی، یہاں تک کہ وہ ایک حسین عورت کے قریب پہنچ گیا، جس کے پاس ایک لڑکا تھا اور شراب کی ایک صراحی تھی، اس نے کہا : واللہ! میں نے تمہیں کسی گواہی کے لئے نہیں بلایا ہے، بلکہ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم مجھ سے ہمبستری کرو، یا اس لڑکے کو قتل کر دو، یا یہ شراب پی لو، پھر اس نے اسے شراب کا ایک جام پلایا، اور اس نے کہا : مجھے اور پلاؤ، پھر تو تھوڑی ہی دیر میں اس نے اس عورت کے ساتھ ہمبستری بھی کی اور اس لڑکے کو قتل بھی کر دیا، بس سمجھ لو کہ شراب اور ایمان کبھی یکجا نہیں رہ سکتے، ایک آئے گا تو قریب قریب دوسرے کو نکال ہی دے گا''۔ ①

• شراب نوشی کی محفل اور غیر ارادی ہنگامے :

مسلم اور اصحاب سنن نے روایت کی ہے کہ :

''ایک انصاری نے بعض صحابہ کے لئے کھانا تیار کیا پھر انہیں شراب پلا دی، اور یہ اسوقت کی بات ہے جب

---

① بیہقی نے اسے روایت کیا ہے اور ابن کثیر نے اس کی سند کی تصحیح کی ہے۔

شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، پھر جب ان پر نشہ چڑھا تو ایک دوسرے سے فخر کرنے لگے اور آپس میں لڑ پڑے، اور اس جھگڑے میں سعد بن ابی وقاص کو اذیت سے دو چار ہونا پڑا، کیونکہ ان میں سے ایک نے اونٹ کی ایک ہڈی سے انہیں مار دیا جس کی وجہ سے ان کی ناک زخمی ہوگئی اور اس پر مار کا وہ اثر پوری زندگی ان کے ساتھ لگا رہا''۔

- **نشے کی ترنگ میں یوں بھی ہوتا ہے :**

اور ایک صحابی حرمت شراب کے نزول سے پہلے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو انھوں نے پڑھا :

﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ۝١ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ [الکافرون:۱-۲]۔

''آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو''۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت :

﴿لَا تَقْرَبُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمْ سُكَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا۟ مَا تَقُولُونَ﴾ [النساء:۴۳]۔

''جب تم نشے میں مست ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، جب تک کہ اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو''۔ نازل فرمائی۔[①]

اور ہم نے دیکھا ہے کہ جب کوئی حد درجہ عمر رسیدہ شخص بھی شراب پی لیتا ہے تو وہ دیوانوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے، اور چھوٹے بڑے سبھی کے لئے ہنسی کا سامان بن جاتا ہے، اور راہوں میں یوں جا پڑتا ہے کہ لوگ اسے اپنے قدموں سے روندتے چلے جاتے ہیں۔

- ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ''خمر'' عربی کا لفظ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''**كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ**'' ''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔[②]

اور حضرت عمر نے فرمایا :

''**وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقَلَ**'' ''اور جو چیز بھی انسانی عقل کو ہوش سے بیگانہ کردے وہی خمر ہے''۔

اس لئے ہر نشہ آور چیز شراب ہی کے حکم میں ہے۔

- اور جوا بھی شراب ہی کی طرح ایک خطرناک مرض ہے، جب اس کی جڑیں انسانی نفس کے اندر پھوٹ پڑتی

---

① ترمذی : ۳۰۲۶۔

② مسلم : ۲۰۰۳۔

ہیں تو پھر اس سے شفا مشکل ہو جاتی ہے۔ اور وہ وقت و مال کے ضیاع کا ایک وسیلہ ہے، جوئے سے کینے پیدا ہوتے ہیں، اور وہ انسان کو حرام کی طرف لے جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لت بھی بڑی خانہ خراب واقع ہوئی ہے، بڑی بڑی نوابیاں اور زمینداریاں اس کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں اس کے پیچھے لاکھوں میں کھیلنے والے خاک میں مل چکے ہیں اور شرفاء کی عزتیں دو ٹکے میں نیلام ہوگئی ہیں۔

- شیطان انصاب قائم کرنے کی دعوت اسلئے دیتا ہے تا کہ بعد میں انہیں معبود بنا کر اللہ کے سوا پوجا جائے، انصاب کی عبادت قدیم وجدید تمام ادوار میں شائع رہی ہے، شیاطین ان بتوں کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں، اور کبھی کبھی ان کی عبادت کرنے والوں کو مخاطب بھی کرتے ہیں، اور انہیں کچھ ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جن کی وجہ سے ان پر ان کے عابدوں کا اعتماد بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنی حاجت براری کے لئے ان کا قصد کرنے لگتے ہیں، مصیبتوں میں انہیں پکارتے ہیں، جنگوں میں ان سے مدد مانگتے ہیں، ان کی بارگاہ میں ذبیحے اور تحفے تحائف پیش کرتے ہیں، ان کے اردگرد ناچتے اور مست ہو کر جھومتے ہیں، ان کی عیدیں اور جشن مناتے ہیں، اور ان سے ایک بڑی خلقت گمراہ ہوئی جیسا کہ حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا :

﴿وَٱجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ۝٣٥ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ﴾ [ابراہیم: ۳۵-۳۶]۔

''اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے اے میرے پالنے والے معبود! انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا دیا ہے''۔

قبروں کی عبادت تو ابھی تک مسلمانوں میں رائج ہے، وہ دعاؤں، چڑھاووں اور ذبیحوں کے ساتھ ان کا قصد کرتے ہیں...

• مجسموں کی تعظیم ایک بدعت :

آج ایک نئی بدعت پیدا ہوگئی ہے۔ جس سے شیطان بنی انسان کی ہنسی اڑاتا ہے۔ وہ ہے مجہول فوجی کا مجسمہ، جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک جنگجو فوجی کا رمز ہے، لوگ تحفے تحائف، پھولوں اور تعظیم کے ذریعہ اسے نوازتے اور اس کی تکریم کرتے ہیں، اور جب بھی کوئی سربراہ اس ملک کے دورے پر آتا ہے وہ اس مجسمے کے پاس ضرور آتا ہے اور اس کے لئے کوئی نہ کوئی ہدیہ پیش کرتا ہے، اور یہ سب اسی انصاب کی عبادت کا حصہ ہے جس کا تعلق شیطانی عمل سے ہے۔

• تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا :

مستقبل کے امور اللہ تعالیٰ کے مخفی علم سے متعلق ہوا کرتے ہیں، اسی لئے اگر ہم شادی یا سفر وغیرہ کا ارادہ کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے استخارہ کو مشروع ٹھہرایا ہے، جس کے ذریعہ ہم اللہ سے اس بات کے طلبگار ہوتے ہیں کہ متعلقہ امور میں وہ ہماری رہنمائی سب سے بہتر کی طرف کردے اور ہمارے لئے خیر کا انتخاب فرمادے۔

اور اس نے تیروں سے قسمت کا حال جاننے کو باطل کردیا ہے اس لئے کہ پھلدار یا بے پھل تیروں کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ خیر کہاں ہے؟ انہیں اس کی خبر نہیں ہوتی ہے، اس لئے ان سے مشورہ لینا دماغی خلل اور علمی کوتاہی کا شاخسانہ ہے۔

یہی معاملہ پرندوں کو ڈپٹ کر اڑانے کا بھی ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ جو شخص سفر کا ارادہ کرتا تھا جب وہ اپنے گھر سے باہر آتا اور اس کے سامنے سے کوئی پرندہ گزرتا تو وہ اسے ڈپٹتا تھا، پھر اگر پرندہ دائیں طرف اڑ جاتا تو وہ اسے مبارک سفر مانتا، اور اگر وہ اس کی بائیں طرف اڑ جاتا تو وہ سفر منحوس سمجھا جاتا... یہ سب باتیں گمراہی میں داخل ہیں۔

۲۲۔ سحر (جادو) :

ابنائے آدم کو شیطان جن چیزوں سے گمراہ کرتا ہے، ان میں ایک جادو بھی ہے، وہ انہیں ایسا علم سکھاتا ہے جو ان کے لئے فائدہ مند نہیں ہوتا ہے بلکہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

یہ علم شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کا ذریعہ بھی بنتا ہے، اور زوجین (میاں بیوی) کے درمیان جدائی کرانے کو شیطان ان عظیم ترین اعمال میں شمار کرتا ہے جنھیں اس کے فوجی انجام دیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۱۰۲]۔

''سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے، اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوتے''۔

۲۳۔ انسان کی کمزوریاں :

انسان کے اندر کمزوری کے نقاط بہت سارے ہیں جو درحقیقت امراض ہوا کرتے ہیں، اور نفس انسانی کے اندر شیطان ان امراض کو گہرا کرتا جاتا ہے، بلکہ انسانی نفس کے اندر جانے کے لئے یہی اس کے دروازے بن جاتے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ امراض حسب ذیل ہیں :

● ضعف (کمزوری) ● مایوسی و ناامیدی ● آپے سے باہر ہو جانا ● اترانا ● عجب و خود پسندی ● فخر و مباہات ● ظلم و سرکشی ● انکار و ناشکری ● جلد بازی اور طیش میں آنا ● سفاہت ● بخیلی اور سب کچھ سمیٹ لینے کی خواہش کے ساتھ دوسروں کو محروم رکھنے کا جذبہ جسے عربی میں (شح) کہتے ہیں ● حرص اور لالچ ● کج بحثی اور بیجا تکرار کی خو ● شک و ریب ● جہالت و غفلت ● حد درجہ جھگڑالو طبیعت ● غرور اور فریب خوردگی ● جھوٹے وعدے ● تھڑدلا اور پست ہمت ہونا ● جزع فزع کرنا ● روک لینا ● زیادتی و سرکشی ● حد سے گزر جانا اور سرحدیں پھلانگ جانا ● مال کی محبت ● اور دنیا کا عشق...

اسی لئے اسلام اصلاح نفس اور اسے لاحق ہونے والے امراض سے نجات حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے، مگر اس کے لئے کوشش صرف کرنے اور جدوجہد کی ضرورت ہے اور اس راہ میں آنے والی مشقتوں پر صبر کی حاجت ہے، جبکہ خواہشات نفس کی پیروی اور نفس امارہ کے برے میلانات کی اتباع سہل اور میسر ہے، پہلے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چٹان کو پہاڑ کی چوٹی تک لے جاتا ہو، اور دوسرے کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص کسی چٹان کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف لڑھکاتا ہو۔ اسی لئے شیطانی دعوت کی قبولیت بہت زیادہ ہے، اور حق کی دعوت دینے والوں کو اللہ کی طرف بلانے میں بے پناہ مشقتوں اور دشواریوں کا سامنا ہے۔

ہم آپ کی خدمت میں سلف کی کچھ باتیں اس مقصد کے تحت پیش کرتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ شیطان انسان کے اندر موجود کمزوری کے ان نقاط کا استحصال کس طرح کیا کرتا ہے اور ان سے کس طرح فائدہ اٹھاتا ہے :

- **اللہ کا ذکر شیطان کو پیچھے ہٹا دیتا ہے :**

معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

مجھ سے بیان کیا گیا کہ وسوسہ پیدا کرنے والا شیطان ابن آدم کے قلب میں اس وقت ابھرتا ہے جب اس پر غم یا خوشی کی کیفیت طاری ہوتی ہے، پھر جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ①

- **مزاج کی تیزی شیطان کی معاون ہوتی ہے :**

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب شیطان ایک راہب کے سامنے آیا تو اس نے اس سے پوچھا : ابن آدم کی کونسی خصلت تیرے لئے زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے؟ اس نے کہا: مزاج کی تیزی (یہ بھی غضب کی طرح کی ایک خصلت ہے جو انسان پر طاری ہوا کرتی ہے) جب انسان تیز مزاج ہوتا ہے تو ہم اسے ایسے لڑھکاتے رہتے ہیں جیسے بچے گیند کو لڑھکاتے ہیں۔ ②

- **شیطان کن چیزوں سے انسان کو ہلاک کرتا ہے ؟**

ابن الجوزی ہی حضرت ابن عمر کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ :

''نوح علیہ السلام نے شیطان سے ان خصلتوں کے بارے میں پوچھا جن سے وہ لوگوں کو ہلاک کرتا ہے تو اس نے کہا : ''حسد اور حرص''۔''

اور وہ شیطانی کارنامہ ہم سے دور نہیں ہے جو اس نے حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے ساتھ انجام دیا تھا! کس طرح اس نے ایک بھائی کے خلاف دوسرے بھائیوں کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑکا دی تھی؟ اسی کے تناظر میں یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا :

﴿وَقَدْ أَحْسَنَ بِيٓ إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ ٱلسِّجْنِ وَجَآءَ بِكُم مِّنَ ٱلْبَدْوِ مِنۢ بَعْدِ أَن نَّزَغَ ٱلشَّيْطَٰنُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِيٓ﴾ [یوسف:۱۰۰]۔

---

① تفسیر ابن کثیر : ۷/ ۴۲۳۔

② تلبیس ابلیس : ۴۲۔

''اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لے آیا اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا''۔

۲۴۔ عورتیں اور دنیا کی محبت :

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس بات سے خبردار فرمادیا ہے کہ انھوں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑا اور شدید کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے، اسی لئے عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ چہرے [1] اور ہتھیلیوں کے سوا سب کچھ چھپائے رکھے اور حجاب میں رہے، اور مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں، اور رسول اللہ ﷺ نے کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت سے منع فرمایا ہے، اور اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا تو ان کا تیسرا شیطان ہوگا۔

اور سنن نسائی میں بسند صحیح روایت ہے کہ :

''اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ''۔

''عورت کا پورا سراپا چھپانے کی چیز ہے، پھر جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے نمایاں اور مزین کرتا ہے''۔ [2]

آج بیشتر عورتوں کے گھروں سے باہر آنے کا عظیم فتنہ اسی طرح ہماری نگاہوں میں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، شرق وغرب کی بہت سی کمپنیاں اس شیطانی مشن کو لیکر اٹھ کھڑی ہوئی ہیں، ان کے پاس بے حیا مردوں اور عورتوں کی فوج ہے جن سے وہ فحاشی اور حیا سوز حرکتوں کی ترویج واشاعت کا کام لیتی ہیں، اس کے لئے ٹیلیویژن میں نظر آنے والی تصویریں بنائی جاتی ہیں، عریاں اور فحش کہانیاں لکھی جاتی ہیں، فحاشی کی اداکاری پر مشتمل فلمیں بنتی ہیں جو صاف صاف دعوت گناہ دیتی ہیں!...

• دنیا کی محبت سارے فساد کی جڑ ہے :

اور جہاں تک حب دنیا کی بات ہے تو یہی تو سارے فساد اور گناہ کی جڑ ہے، جتنے خون بہائے جاتے ہیں، آبروئیں پامال ہوتی ہیں، مال غصب کئے جاتے ہیں، رشتے کاٹے جاتے ہیں... یہ سب حصول دنیا ہی کے لئے تو

---

[1] یہ کچھ علماء کی رائے ہے ورنہ شرعی دلائل کے اعتبار سے راجح یہی ہے کہ چہرہ بھی پردے میں داخل ہے۔ اور تجربات شاہد ہیں کہ سب سے بڑا فتنہ اور امتحان عورت کے چہرے ہی سے ہوتا ہے۔

[2] ترمذی : ۱۱۷۳ ، صحیح الجامع : ۶۶۹۰۔

ہوتے ہیں، اس کے متاع فانی واسباب کی خاطر تصادم کے نتیجے ہی میں تو وجود میں آتے ہیں، اور ان کے پیچھے اس کی زائل ہوجانے والی لذتوں کے حصول کی لالچ ہی تو ہوا کرتی ہے۔

۲۵۔ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان کی بجا آوری میں مسلمانوں کی سستی اور لا پرواہی :

مسلمان جب اسلام کی پابندی کرتا ہے تو شیطان کو اس کے ساتھ کھیلنے اور اسے گمراہ کرنے کا راستہ نہیں ملتا ہے، مگر جب وہ بعض امور میں سستی اور کاہلی اور لا پرواہی کا رویہ اپنا تا ہے تو شیطان کو موقع مل جاتا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ [البقرة:۲۰۸]۔

''ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

ہاں تمام امور میں اسلام کو اپنانا ہی شیطان سے نجات دلاتا ہے۔ مثلاً نماز کی صفوں میں اگر سب لوگ مضبوطی کے ساتھ ایک دوسرے سے مل کر (یعنی کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر) کھڑے ہوں تو شیطانوں کو صفوں کے بیچ میں آنے کا موقع نہیں ملے گا، لیکن اگر صفوں کے درمیان خالی جگہیں چھوڑ دی گئیں تو شیاطین نمازیوں کی صفوں کے درمیان ناچتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ :

''**أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ لا تُخَلِّلُكُمْ الشَّيَاطِيْن كَأَنَّهَا أَوْلادُ الْحَذْفِ** " ، **قِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا أَوْلادُ الْحَذْفِ ؟ قِيلَ** : " **سُودٌ جُرْدٌ تَكُونُ بِأَرْضِ الْيَمَنِ**''

''اپنی صفوں کو درست رکھو، ایسا نہ ہو کہ شیاطین ''**أَوْلَادُ الْحَذْفِ**'' (بکری کے بچوں) کی طرح تمہاری صفوں میں گھس آئیں، عرض کیا گیا : اے اللہ کے رسول! **اولاد الحذف** کیا ہوتے ہیں؟ کہا گیا کہ یمن کی سرزمین میں انہیں کو جرد کہا جاتا ہے جو سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں (بکری کے بچے جو بالوں سے یا کانوں اور دم سے خالی ہوتے ہیں)''۔ ①

اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ :

''**أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنِّيْ لَأَرَى الشَّيَاطِيْنَ بَيْنَ صُفُوْفِكُمْ كَأَنَّهَا غَنَمٌ عُفْرٌ**''

---

① اسے احمد اور حاکم نے بسند صحیح روایت کیا ہے ، صحیح الجامع : ۱/ ۳۸۴ ، نمبر : ۱۱۹۲۔

''اپنی صفوں کو درست کرلو اور خوب اچھی طرح مل کر کھڑے ہوا کرو، اس لئے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقینا میں تمہاری صفوں میں شیطانوں کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے وہ سفید بکریاں ہوں''۔ ①

● انسانی نفس تک شیطان کی رسائی کیسے ہوتی ہے ؟

شیطان ایسے طریقے سے انسانی فکر اور قلب تک رسائی حاصل کرلیتا ہے جس کا ادراک ہم نہیں کر سکتے ہیں اور ہمیں اس کے بارے میں معلوم نہیں ہو پاتا ہے، اس کی طبعی خلقت بھی اس سلسلے میں اس کی معاون ثابت ہوتی ہے، اور اسی کو ہم وسوسہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا نام وسواس وخناس رکھ کر ہمیں اس کی خبر دے دی ہے :

﴿ٱلْوَسْوَاسِ ٱلْخَنَّاسِ ۝٤ ٱلَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ ٱلنَّاسِ﴾ [الناس:۴-۵]۔

''وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے''۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں : ﴿ٱلْوَسْوَاسِ ٱلْخَنَّاسِ﴾ شیطان ابن آدم کے دل سے لگا بیٹھا ہے، اور جیسے ہی وہ سہو وغفلت کا شکار ہوتا ہے شیطان فوراً وسوسہ ڈالنے لگتا ہے، اور جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

اور صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ'' ''شیطان ابن آدم کے خون کی رگوں میں دوڑتا ہے''۔ ②

● شیاطین کبھی کبھی بشر کی صورت بھی اختیار کرلیتے ہیں، انسانوں سے باتیں کرتے ہیں، انہیں اپنی باتیں سناتے ہیں، اور اپنی مراد کے مطابق انہیں کچھ ہدایات دیتے ہیں اور کچھ چیزوں سے روکتے ہیں.. جیسا کہ اس کا بیان آئے گا۔

شیطانی وسائل

۱۔ جدال (بیجا بحث ومباحثہ) اور بلا علم اللہ کی طرف باتیں منسوب کرنا :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَٰدِلُوكُمْ﴾ [الانعام:۱۲۱]۔

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں''۔

---

① ابوداود طیالسی نے اسے بسند صحیح روایت کیا ہے ، صحیح الجامع : ۱/ ۳۸۴ ، نمبر : ۱۱۹۴۔

② بخاری:۲۰۳۸۔

اور فرماتا ہے :

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِى ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَٰنٍ مَّرِيدٍ﴾ [الحج:۳]۔

''بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں''۔

اور فرماتا ہے :

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة:۱۶۹]۔

''وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ پر ان باتوں کے کہنے کا حکم دیتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں''۔

شیطان کی یہ بری خصلت قدیم ہے وہ خود بھی اس خوئے بد کا شکار رہا ہے اور اپنے اولیاء اور اپنی ذریت کو بھی اس کی تربیت دیتا رہا ہے۔ اس لئے وہ خود اپنی ذات کے لئے بھی اور اپنے تمام ماننے والوں کے لئے بھی سدا منحوس ثابت ہوا ہے۔

جب اللہ نے اسے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اپنا بیجا فلسفہ ایجاد کر کے اللہ سے بحث کرنے لگا۔ اور اپنی کج فہمی سے مٹی اور آگ کا موازنہ کر کے اپنی برتری ثابت کرنے پر تل گیا اور نص صریح کے مقابلے میں اپنی فاسد رائے کو ترجیح دی۔ اور سجدے سے انکار کر کے راندۂ درگاہ ہوا، پھر اپنی اسی کج بحثی کی روش کی تلقین جنوں اور انسانوں میں سے اپنے سارے اولیاء کو کرنے لگا تا کہ وہ حق کو رد کرنے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لئے اسے آزماتے رہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿وَيُجَٰدِلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِٱلْبَٰطِلِ لِيُدْحِضُوا۟ بِهِ ٱلْحَقَّ﴾ [الکہف:۵۶]۔

''کافر لوگ باطل کے سہارے جھگڑتے ہیں اور (چاہتے ہیں کہ) اس سے حق کو لڑکھڑا دیں''۔

اور فرمایا :

﴿وَجَٰدَلُوا۟ بِٱلْبَٰطِلِ لِيُدْحِضُوا۟ بِهِ ٱلْحَقَّ﴾ [غافر:۵]۔

''اور باطل کے ذریعہ کج بحثیاں کیں، تا کہ ان سے حق کو بگاڑ دیں''۔

مگر یہ ابلیسی حجت اللہ کے یہاں ناکام اور ناقابل قبول ہے۔

﴿وَٱلَّذِينَ يُحَآجُّونَ فِى ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مَا ٱسْتُجِيبَ لَهُۥ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ [الشوریٰ:۱۶]۔

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں جھگڑا ڈالتے ہیں اس کے بعد کہ (مخلوق) اسے مان چکی ان کی کٹ حجتی اللہ کے نزدیک باطل ہے''۔

۲۔ مسلمانوں میں جھگڑے لگانا اور عداوت پیدا کرنا :

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَقُل لِّعِبَادِى يَقُولُواْ ٱلَّتِى هِىَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ ٱلشَّيۡطَـٰنَ يَنزَغُ بَيۡنَهُمۡۚ إِنَّ ٱلشَّيۡطَـٰنَ كَانَ لِلۡإِنسَـٰنِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾ [الاسراء:۵۳]۔

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے''۔

اور فرماتا ہے :

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيۡطَـٰنُ أَن يُوقِعَ بَيۡنَكُمُ ٱلۡعَدَٲوَةَ وَٱلۡبَغۡضَآءَ فِى ٱلۡخَمۡرِ وَٱلۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَن ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِۖ فَهَلۡ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ [المائدۃ:۹۱]۔

''شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آ جاؤ''۔

شیطان انسانی نفس کے اندر کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکثر ان کے درمیان نفرت وعداوت کو ہوا دیتا رہتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے خلاف اشتعال دلاتا رہتا ہے اور جب ان میں ٹھن جاتی ہے تو تماشا دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

انسان کی بدخلقی اور بدزبانی کے علاوہ شراب اور جوا اس کے لئے دشمنی پیدا کرنے کا بہترین وسیلہ ہیں اور نئی نئی بدعتوں سے فرقے بنانا اور انہیں باہم دست وگریباں رکھنا اس کا دلچسپ مشغلہ ہے۔

۳۔ فضول خرچی :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيرًا ۝٢٦ إِنَّ ٱلۡمُبَذِّرِينَ كَانُوٓاْ إِخۡوَٲنَ ٱلشَّيَـٰطِينِۖ وَكَانَ ٱلشَّيۡطَـٰنُ لِرَبِّهِۦ كَفُورًا﴾ [الاسراء:۲۶-۲۷]۔

''اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

کیونکہ اس میں مال اور توانائیوں کا ضیاع ہوتا ہے اور اکثر انہیں ایسی چیزوں میں خرچ کیا جاتا ہے جہاں فائدہ معدوم یا بہت کم ہوتا ہے جبکہ اس سے مستحق مقامات توجہ سے محروم رہ جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے معاشرے میں حسد اور دیگر اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۴۔ اشیاء کے نام بدل دینا :

اللہ تعالیٰ اس کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿قَالَ يَـٰٓـَٔادَمُ هَلۡ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ ٱلۡخُلۡدِ وَمُلۡكٍ لَّا يَبۡلَىٰ﴾ [طہ:۱۲۰]۔

”کہنے لگا کہ میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور بادشاہت بتلاؤں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو“۔

ابلیس نے اس ممنوع درخت کو شجرۃ الخلد (دائمی زندگی کے درخت) کا نام دیا جبکہ یہ اس کا نام نہیں تھا۔

اسی ضمن میں اس لعین نے اپنے پیروکاروں کو یہ ورثہ عطا کیا کہ وہ حرام چیزوں کو خوبصورت ناموں سے مزین رکھیں، اور مشروع چیزوں کا نام بدل کے انہیں قابل نفرت بنادیں۔

- یہ لوگ شراب کا نام جوام الخبائث ہے ام الافراح اور روحانی مشروبات رکھتے ہیں۔
- ظالمانہ ٹیکسوں کو وطنی حقوق کہتے ہیں۔
- سود کو انٹرسٹ (فائدہ) اور بزنس کا نام دیتے ہیں۔
- مرد وزن کے ناجائز تعلقات کو فرینڈ شپ اور تہذیب کے نام پر چلاتے ہیں۔
- صفات الٰہیہ کے انکار اور کفر کو تنزیہ کہتے ہیں۔
- جادو اور کہانت کے کاروبار کو علاج معالجہ اور لوگوں کو نفع پہنچانے کے نام پر چلاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شیطانی چال سے امت اسلامیہ کو پہلے ہی متنبہ فرمادیا تھا :

”لَيَسْتَحِلُّنَّ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ الْخَمْرَ بِاسْمٍ يُسَمُّوْنَهَا إِيَّاهُ(وَفِيْ رِوَايَةٍ : يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا)“۔

”میری امت کا ایک گروہ شراب کو کسی (اور) نام سے موسوم کر کے حلال کرلے گا۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ: اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھ دے گا)“۔ ①

① ابن ماجہ : ۳۳۸۵ ، احمد : ۲۳۷/۴ و ۳۱۸/۵ وغیرہ از حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔ اور یہ روایت صحیح ہے، حضرت عائشہ، ابوامامہ باہلی، ابن عباس، اور ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہم وغیرہ سے اس کے شواہد بھی ہیں۔

۵- عریانیت اور چھپانے کے مقامات کی نمائش :

عریانیت اور ننگے پن سے شیطان کو خصوصی دلچسپی رہی ہے اور اس نے اخلاقی فساد کو انتہا تک پہنچانے کے لئے ہر زمانے میں اس کا خوب خوب استعمال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ كَمَآ أَخۡرَجَ أَبَوَيۡكُم مِّنَ ٱلۡجَنَّةِ يَنزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡءَٰتِهِمَآۚ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمۡ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡۗ إِنَّا جَعَلۡنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوۡلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ﴾ [الاعراف:۲۷]۔

''اے اولاد آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروا دیا تاکہ وہ ان کو ان کی شرم گاہیں دکھائے۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے''۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ننگا کرنے کی اس شیطانی خصلت اور چال کو اس لئے نمایاں کیا ہے کہ یہ انسان کو گمراہ کرنے اور معاشرے کو تباہ کرنے کا نمایاں ابلیسی حربہ ہے جس کی ابتدا اس نے آدم اور حوا علیہما السلام سے کی تھی جس میں اسے ان کے نسیان وغفلت اور اللہ تعالیٰ سے رشتہ کمزور ہونے کی وجہ سے کامیابی ملی تھی۔ اور اسی وقت سے اس نے ننگے پن کو جاہلیت کا خصوصی شعار بنا دیا ہے جو اس کے پیروکاروں کی نمایاں علامت ہے، اور پردے کی جگہ بے پردگی اللہ کو سخت ناپسند ہے اسی لئے کپڑے پہن کر ننگا رہنے والیوں پر خصوصی طور پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ اپنے کرتوت کی وجہ سے ملعونات ہیں۔

٦- گانا اور موسیقی (میوزک) :

گانا اور موسیقی یہی دو راستے ہیں شیطان جن سے دلوں کو بگاڑتا اور نفوس کو ویران کرتا ہے،...

یہ بھی ایک تعجب کی بات ہے کہ کچھ لوگ جو عبادت گزاری کے دعویدار ہیں وہ غنا و رقص (ناچ گانے) اور بل کھانے اور مٹکنے کو عبادت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، اور رحمانی سماع (یعنی قرآن) کو ترک کر کے شیطانی سماع کی طرف جاتے ہیں۔

- **ابن قیم نے اس سماع کے دسیوں نام رکھے ہیں :**

- لہو • لغو • باطل اور (جھوٹ) • مکاء وتصدیہ (تالی اور سیٹی) • رقیۃ الزنا

(زنا کا منتر) • شیطان کا قرآن • دل میں نفاق کی کھیتی • احمق آواز • فاجر آواز
• شیطان کی آواز • شیطان کی بانسری • اور غفلت وحیرت کا سامان۔
اور اس کی حرمت اور اس کے اندر پائے جانے والے زور و بہتان کو بڑی تفصیل اور بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اگر آپ چاہیں تو اس کا مراجعہ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَٱسۡتَفۡزِزۡ مَنِ ٱسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُم بِصَوۡتِكَ وَأَجۡلِبۡ عَلَيۡهِم بِخَيۡلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَوۡلَٰدِ وَعِدۡهُمۡۚ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا﴾ [الاسراء:٦٤]۔

''ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔ ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں''۔

اے شیطان سے دور بھاگنے والے بندے! اس بات کو گرہ سے باندھ لے کہ یہی گانا ہی شیطان کی آواز ہے اور بجانے اور میوزک کے جتنے آلات ہیں وہی سب **مزامیر الشیطان** (شیطان کا باجا) ہیں، اس نے مخلوق کی ایک بڑی تعداد کو انہیں کے ذریعہ پھانسا ہے۔

گانے سے متعلق ابن قیم کا ایک بصیرت افروز کلام

علامۂ ربانی شیخ الاسلام ثانی ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ اغاثۃ اللھفان (۱/ ۲۲۴-۲۲۵) میں فرماتے ہیں:

اللہ کے دشمن کی چالوں میں سے ایک چال اور جالوں میں سے ایک جال جس سے اس نے بہت سے کم علموں، کم عقلوں اور دین میں کم نصیبوں کو پھانسا ہے، اور جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کو شکار کیا ہے، سیٹیوں، تالیوں، اور حرام آلات سے گائے جانے والے گانے کا سننا ہے، جو دلوں کو قرآن سے روک کر فسق وفجور اور معصیت پر جما دیتا ہے، آگاہ رہو کہ یہ (گانا) شیطان کا قرآن اور رحمن سے دبیز حجاب ہے، وہ لواطت اور زنا کا منتر ہے اسی سے عاشق فاسق اپنے معشوق سے اپنی آرزوؤں کی انتہا پاتا ہے، اسی سے شیطان نے باطل پرست نفوس کا شکار کیا ہے اور اپنے مکروفریب سے اسے ان کے لئے سنوارا ہے، اور اسی

کی رونق سے اس نے اپنے باطل شبہات ان کے اندر تک پہنچائے، اور اس کی وحی قبول کر لی گئی، اور اسی کی وجہ سے قرآن متروک ٹھہرایا گیا۔ ①

اگر آپ انہیں اس سماع (گانا سننے) کے وقت دیکھیں تو ان کی آوازیں دم توڑ چکی ہوں گی، ان کی حرکتیں خاموش ہوں گی، ان کے دل بتمام وکمال اسی طرف متوجہ ہوں گے اور یکدم اسی کے سحر میں گرفتار ہوں گے، اور اس پر ایسے جھومیں گے جیسے نشے میں مست جھوما کرتے ہیں اور اپنی حرکتوں اور رقص وسرود میں ایسے مٹکیں گے اور کمر ہلائیں گے جیسے ہجڑے اور عورتیں ٹھمکے لگاتی ہیں؟ اور یہ ان کو سزاوار بھی ہے، کیونکہ اس کا نشہ ان کے سر چڑھا ہوتا ہے اور وہ ان کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو پیالوں میں بھری شراب کرتی ہے، ہاں غیر اللہ کے لئے بلکہ شیطان کے لئے کلیجے وہاں شق ہوتے ہیں، گریبان پھاڑے جاتے ہیں، غیر طاعت الٰہی میں مال خرچ کئے جاتے ہیں، اور جب نشہ ان پر پوری طرح چھا جاتا ہے اور ان میں اپنا کام دکھا چکتا ہے، اور ان میں شیطان کی امیدیں اور تمنائیں برآتی ہیں، اور وہ انہیں اپنی آواز اور چالوں کے دام میں پھانس چکا ہوتا ہے، اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالاتا ہے تو پھر ان کے سینوں میں کچو کے لگاتا ہے، اور انہیں زمین پر اپنے پاؤں مارنے پر بری طرح اکسا دیتا ہے، پھر کبھی انہیں مدار میں گھومنے والے گدھے بنا دیتا ہے اور کبھی شہر کے بیچ ناچنے والے ریچھ۔

پھر تو ان کے قدموں کی دھمک سے اللہ بچائے اور چھتوں اور زمینوں کی خیر ہو، حیف صد حیف ان گدھوں اور چوپایوں جیسوں پر، اور ہائے افسوس دشمنان اسلام کا ان لوگوں کی ہنسی اڑانا جو ان کے خیال میں اسلام کے خواص مانے جاتے ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی لذت وطرب میں گزاری، اور اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا، انہیں شیطانی باجے قرآن کی سماعت سے زیادہ پیارے ہیں، اگر ان میں کا کوئی شخص از اول تا آخر قرآن سن جائے پھر بھی اس میں ذرا جنبش ہوگی، نہ اس کے اندر کچھ اتھل پتھل ہوگی، نہ اس میں وجد کے آثار ظاہر ہوں گے، نہ اس کے دل میں اللہ کے لئے آتش شوق کی لو روشن ہوگی، مگر جب اس کے سامنے شیطانی

① انہیں گمراہ کن شبہات میں ایک دلیل وہ بھی ہے جو علماء سوء میں سے ایک نے پیش کی ہے کہ گانا دل کو شادابی عطا کرتا ہے، شعور میں تیزی لاتا ہے، وجود کو ہلا دیتا ہے، جس کی وجہ سے سامع کے اندر ایک طرح کی شفافیت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کی بصیرت کو روشن کر دیتی ہے اور وہ تسبیح، شکر اور حمد کرتا ہوا ملکوت الٰہی میں پرواز کرتا ہے۔

اور کہتا ہے : جس نے موسیقی کی تانوں پر، دریا کنارے، سرسراتے ہوئے پتوں والے درخت کے نیچے بیٹھ کر اشعار نہ سنے وہ خشک مزاج اور گدھا ہے۔

قرآن کی تلاوت ہوگی، اور اس کی راگ اس کی سماعت سے ٹکرائے گی تو نہ پوچھو کہ کیسے وجد کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر آنکھوں تک چلے آئیں گے اور وہ بہہ پڑیں گی، اور قدموں تک جائیں گے اور وہ رقص کرنے لگیں گے، اور اس کے ہاتھوں پر آئیں گے تو وہ تالیاں بجانے لگیں گے، اور سارے اعضا پر تو وہ عالم طرب میں جھومنے لگیں گے، اور سانسوں پر تو وہ چڑھ جائیں گی، اور دھڑکنوں پر تو وہ بڑھ جائیں گی، اور چاہتوں پر تو آتش شوق بھڑک اٹھے گی۔

اے فتنہ پرور وفتنہ زدہ، اللہ سے اپنے نصیبے کو شیطان کے نصیبے سے بیچنے والے، اور گھاٹے اور خسارے کا سودا کرنے والے، قرآن سنتے وقت یہ درد وسوز کیوں نہ پیدا ہوا؟ جب قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی تو یہ ذوق اور وجد کیوں نہ ابھرے؟ سورتیں اور آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ بلند کیفیات کیوں نہیں پیدا ہوتی ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اسی چیز کی طرف لپکتا ہے جو اس کے مزاج سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور انسان کا میلان اپنے ہم جنس کی طرف ہوتا ہے اور یک جنس ہونا ضم ہونے کی تکوینی اور شرعی علت ہوتی ہے، اور مشارکت عقلاً اور مزاجاً میلان کا سبب ہوتی ہے۔

آخر یہ اخوت اور نسبت کہاں سے آتی اگر شیطان کے ساتھ مضبوط اور محکم رشتہ نہ قائم ہوتا؟ اور کب یہ مصالحت پیدا ہوتی جس نے ایمان کے معاہدے اور رحمان کے عہد میں خلل ڈال دیا؟

﴿أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِى وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّۢ ۚ بِئْسَ لِلظَّـٰلِمِينَ بَدَلًا﴾ [الکہف:٥٠]۔

''کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔ ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے''۔ اھ

۷- اللہ کی تخلیق کو بدل دینا :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿وَلَـَٔامُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ﴾ [النساء:١١٩]۔

''اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں''۔

اس سے ظاہری اور باطنی دونوں تبدیلی مراد ہو سکتی ہے۔

ظاہری سے مراد گودنا گودنا، بھوؤں کے بال کاٹنا یا اکھاڑنا، دانتوں کے درمیان فاصلہ کرانا، جنس تبدیل کرانا، مردوں کا عورتوں کی شکل بنانا اور عورتوں کا مردوں کا روپ دھارنا وغیرہ۔

اور باطنی تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ توحید کو شرک سے بدل دینا اور اللہ کی اطاعت کو اس کی معصیت اور کفر سے بدل دینا۔

جنوں اور شیطانوں کی طرف سے انسانوں کو لاحق ہونے والی ممکنہ حسی اور ظاہری اذیتیں

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی کوشش :

● ''عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ: "أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ" ثُمَّ قَالَ: "أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ" ثَلَاثًا، وَبَسَطَ يَدَهُ كَأَنَّهُ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُولُهُ قَبْلَ ذَلِكَ، وَرَأَيْنَاكَ بَسَطْتَ يَدَكَ، قَالَ: " إِنَّ عَدُوَّ اللهِ إِبْلِيسَ، جَاءَ بِشِهَابٍ مِنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي، فَقُلْتُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ التَّامَّةِ، فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَرَدْتُ أَخْذَهُ، وَاللهِ لَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ''

مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کو تین بار فرماتے ہوئے سنا : میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس کے بعد فرمایا : ''أَلْعَنُکَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ'' ''میں اللہ کی لعنت سے تجھ پر لعنت بھیجتا ہوں''۔

اور آپ نے اپنا ہاتھ یوں آگے بڑھایا جیسے کسی چیز کو پکڑ رہے ہوں، پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو نماز میں ایسی بات کہتے ہوئے سنا ہے جو ہم نے اس سے پہلے آپ کو کہتے ہوئے نہیں سنا اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلایا تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا ایک شعلہ لئے آیا تھا تاکہ اسے میرے چہرے پر مار دے، تب میں نے تین بار:

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْکَ" ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہا''۔

پھر میں نے کہا : ''أَلْعَنُکَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ'' ''میں تجھ پر اللہ کی کامل لعنت بھیجتا ہوں''۔

پھر بھی وہ پیچھے نہیں ہٹا، ایسا تین بار ہوا، پھر میں نے چاہا کہ اسے پکڑ لوں، اللہ کی قسم اگر ہمارے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو وہ بندھا ہوتا اور اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے۔ ①

① مسلم : ۵/۳۰ ۔ نووی۔

- ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ، جَعَلَ يَفْتِكُ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، وَإِنَّ اللَّهَ أَمْكَنَنِي مِنْهُ فَذَعَتُّهُ، فَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى جَنْبِ سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتَّى تُصْبِحُوا تَنْظُرُونَ إِلَيْهِ أَجْمَعُونَ أَوْ كُلُّكُمْ، ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، فَرَدَّهُ اللَّهُ خَاسِئًا.

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

یقینا ایک شریر جن میرے اوپر حملہ آور ہونے لگا تھا تا کہ میری نماز کاٹ دے، تب اللہ نے مجھے اس پر قابو عطا فرمادیا اور میں نے اسے گلے سے دبوچ کر خاک چٹادی، اور ارادہ کرلیا کہ اسے کھمبے سے باندھ دوں یہاں تک کہ جب صبح ہو تو تم سب لوگ اسے دیکھو پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کا یہ قول یاد آ گیا کہ :

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي﴾ [ص:۳۵]۔

''اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے سوا کسی (شخص) کے لائق نہ ہو''۔

تب اللہ نے اسے ذلیل کر کے لوٹا دیا۔ ①

- اور نسائی نے اپنی سند سے جو بخاری کی شرط پر ہے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ :

نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پاس شیطان آیا تو آپ نے اسے پکڑا اور اس کا گلا گھونٹ دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''حَتَّى إِنِّي لَأَجِدُ بَرْدَ لِسَانِهِ فِي يَدَيَّ''

''یہاں تک کہ اس کی زبان کی ٹھنڈک میں نے اپنے ہاتھوں پر محسوس کی''۔ ②

- اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ :

میں نے اس شدت کے ساتھ اس کا گلا گھونٹ دیا کہ اس کی زبان کی ٹھنڈک میرے ہاتھوں پر محسوس ہوئی یہاں تک کہ اس نے کہا :

''آپ نے مجھے بڑی چوٹ پہنچائی مجھے بڑے درد میں مبتلا کر دیا''۔ ③

---

① صحيح البخارى، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الأَسِيرِ - أَوِ الغَرِيمِ - يُرْبَطُ فِي المَسْجِدِ، حدیث نمبر ۴۶۱۔
مسلم : ۳۹-۵۴۱ باب جواز لعن الشيطان في اثناء الصلاة والتعوذ منه، حدیث نمبر : ۱۲۰۹۔
② سنن نسائى، كِتَابُ التَّفْسِيرِ ،باب قَوْلُهُ تَعَالَى: {وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي} حدیث نمبر : ۱۱۳۷۵۔
③ احمد : ۳۹۲۶۔

● عن أبي التيَّاح قال: قلتُ لِعبد الرحمن بن خَنْبَشٍ التميميّ، وكان كبيراً: أدركتَ رسولَ الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -؟ قَالَ: نَعَمْ. قلتُ: كيفَ صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَيْلَةَ كَادَتْهُ الشَّيَاطِينُ ؟ قَالَ :

إنَّ الشَّيَاطِينَ تَحَدَّرتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ عَلى رَسُوْلِ اللّٰهِ - ﷺ - مِنَ الْأَوْدِيةِ وَالشِّعَابِ، وَفِيْهِمْ شَيْطَانٌ بِيَدِهِ شُعلةٌ مِنْ نَارٍ يُرِيدُ أَنَ يَحْرِقَ بِهَا وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ - ﷺ - ، فَهَبَطَ إِلَيْهِ جِبْرِيلُ - ﷺ -، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! قُلْ. قَالَ: ما أقولُ؟ قَالَ: قُلْ: (أعوذُ بِكلماتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا؛ وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ، إِلَّا طَارِقاً. يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ؛ يَا رَحْمٰنُ!)، قال: فَطُفِئَتْ نارُهم، وَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وتَعالٰى.

ابوالتیاح سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں :

میں نے عبدالرحمان بن خنبش تمیمی سے کہا اور وہ ایک بڑی عمر کے آدمی تھے: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو پایا تھا؟ انھوں نے کہا: ہاں، میں نے کہا : جس رات جنوں اور شیطانوں نے آپ کے ساتھ چال چلی تھی اس رات آپ نے کیا کیا تھا؟ فرمایا: اس رات شیاطین وادیوں اور گھاٹیوں سے رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے تھے، ان میں ایک شیطان ایسا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ جلا دینا چاہتا تھا۔

تب جبرئیل (علیہ السلام) اتر کر آپ کی طرف آئے اور فرمایا: اے محمد! پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: میں کیا پڑھوں؟ انھوں نے کہا: پڑھیے:

(أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا؛ وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ، إِلَّا طَارِقاً يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ؛ يَا رَحْمٰنُ!)

میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ان تمام کے شر سے جو اس نے پیدا کیا اور پھیلایا ہے، اور ان تمام کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں، اور ان تمام کے شر سے جو اس میں چڑھتی ہیں، اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے، اور رات کو آنے والی ہر چیز کے شر سے مگر جو رات میں آنے والی چیز خیر کے ساتھ آئے اے رحمان۔

فرمایا : تب ان کی آگ بجھ گئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔

- **حافظ فرماتے ہیں :**

’’اسے احمد اور ابو یعلی نے دو ایسی عمدہ سندوں سے روایت کیا ہے جنھیں حجت مانا جاتا ہے۔اور مالک نے اسے اپنی موطا میں یحییٰ بن سعید کے واسطے سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور نسائی نے اسی طرح ابن مسعود کی حدیث سے روایت کیا ہے‘‘۔[1] اھ

۲۔ نیند میں پریشان کرنا اور مسلمان کو غمزدہ کردینا :

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی قدرت عطا کی ہے کہ وہ انسان کو پریشان کن خواب دکھائے اور غمزدہ کرنے اور دکھ میں مبتلا کرنے کی غرض سے اسے تنگ کرے۔

- **خوابوں کی قسمیں :**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ انسان جو خواب دیکھتا ہے وہ تین طرح کے ہوتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

’’عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: "الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَبُشْرَى مِنْ اللَّهِ، وَحَدِيثُ النَّفْسِ، وَتَخْوِيفٌ مِنْ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا تُعْجِبُهُ فَلْيَقُصَّهَا إِنْ شَاءَ، وَإِنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ، فَلَا يَقُصَّهُ عَلَى أَحَدٍ، وَلْيَقُمْ يُصَلِّي‘‘.[2]

’’خواب تین طرح کے ہوتے ہیں :

- ایک رحمان کی طرف سے خوشخبری (پر مشتمل ہوتا) ہے۔
- دوسرا حدیث نفس (اپنے جی میں پیدا ہونے والی بات کا نتیجہ ہوتا) ہے۔
- تیسرا شیطان کی طرف سے بطور تخویف (خوف دلانے کے لئے) ہوتا ہے۔
- اور حضرت عوف بن مالک کی ایک روایت میں ہے کہ :

---

[1] مختصر الترغيب والترهيب بحواله صيانة الانسان : ۱۱۹-۱۱۸، نیز دیکھئے: صحيح الترغيب والترهيب للألباني : ۱۶۰۲۔

[2] ابن ماجہ : ۳۹۰۶ ، البانی نے فرمایا : صحيح دون قوله: فإذا رأى ، اور صحیح بخاری میں یہ روایت موقوفاً وارد ہے : ۷۰۱۷ ، اور بعض لوگوں نے مرفوع بھی کہا ہے۔

''إِنَّ الرُؤْيَا ثلاث : منها أَهَاوِيْلُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُحْزِنَ بِهَا ابْنَ آدَمَ'' ۔

''خواب تین طرح کے ہوتے ہیں : ان میں سے کچھ شیطان کی طرف سے دہشت زدہ کرنے والے ہوتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ان سے ابن آدم کو غمزدہ کردے''۔ ①

اور بخاری ومسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

- ''... وَالرُّؤْيَا ثَلَاثَةٌ: فَرُؤْيَا الصَّالِحَةِ بُشْرَى مِنَ اللَّهِ، وَرُؤْيَا تَحْزِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ الْمَرْءُ نَفْسَهُ، فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ، فَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ، وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ''

''خواب تین طرح کے ہوتے ہیں : اچھے خواب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری (دینے والے) ہوتے ہیں، اور ایک خواب شیطان کی طرف سے غمزدہ کرنے والا ہوتا ہے اور ایک خواب وہ ہوتا ہے جو آدمی اپنے جی میں بات کرتا ہے، لہٰذا جب تم میں کا کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو ناپسندیدہ ہو تو کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے اور اسے لوگوں سے بیان نہ کرے''۔ ②

- اور صحیحین میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللَّهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لا تَضُرُّهُ ''

''اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور (برا) خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا جو بھی شخص کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو وہ اپنی بائیں طرف تین بار تھتکار دے، اور شیطان سے پناہ مانگے تو وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا''۔ ③

خوابوں کے متعلق مسلمان کا موقف

اس حدیث کے طرق کو جمع کرنے پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خواب کے متعلق کچھ شرعی آداب ہیں جن کی رعایت ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے :

① حدیث صحیح ہے اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابن ماجہ : ٣١٥٤ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

② متفق علیہ ، بخاری:٧٠١٧ كتاب التعبير، مسلم : ٢٢٦٣ كتاب الرؤيا۔

③ متفق علیہ ، بخاری : ٣٢٩٢ باب صفة ابليس وجنوده ، مسلم : ٢٢٦٢ كتاب الرؤيا۔

- **جب خواب اچھے ہوں :**

توان پر اللہ کی حمد وثنا کرنی چاہیے اور اس کا شکر گزار ہونا چاہیے، ان پر خوشی محسوس کرنا چاہیے، اور جو محبوب لوگ ہوں ان سے بیان کرنا چاہیے مگر ناپسندیدہ لوگوں کے سامنے انہیں بیان نہیں کرنا چاہیے۔

- **اگر خواب ناپسندیدہ ہوں :**

توان کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، اور تین بار اپنے بائیں جانب تھوتھو کر لینا چاہیے، اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کیا جائے، اپنا پہلو بدل لیا جائے، اور اٹھ کر نماز پڑھ لیں۔

- **حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :**

علماء نے ان امور کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں: جہاں تک ایسے خوابوں کے شر سے پناہ مانگنے کی بات ہے تو وہ واضح ہے اور یہ کام ہر ناپسندیدہ چیز کے سامنے آنے پر کرنا چاہیے، اور شیطان سے اس لئے پناہ مانگی جاتی ہے کہ بعض طرق میں وارد ہوا ہے کہ یہ خواب اسی کی طرف سے ہوتے ہیں، اور وہ آدمی کو غمزدہ اور دہشت زدہ کرنے کے لئے ان کے ذریعہ انہیں مختلف قسم کے تخیلات سے دوچار کرتا ہے۔

- **تھوکنے کی علت :**

اور جہاں تک تھوکنے کی بات ہے تو قاضی عیاض صاحب فرماتے ہیں :

اس کام کا حکم تحقیر اور استہزا کے ساتھ شیطان کو بھگانے کے لئے دیا گیا ہے جو اس طرح کے ناپسندیدہ خواب لایا ہے، اور بائیں جانب کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کیونکہ وہی گندگیوں وغیرہ کا محل ہوتا ہے، اور کروٹ بدل لینے کا حکم نیک فال کے طور پر دیا گیا ہے کہ جس حال میں تھے اس سے دوسری حالت میں منتقل ہو کر اچھا فال لیا جائے۔ اور نماز کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ اس میں آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی پناہ میں آجاتا ہے۔ [1] اھ

نووی فرماتے ہیں :

اور ان کا فرمانا کہ : ''تو وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے (یعنی اس عمل کو) اس پر مرتب ہونے والے مکروہ سے سلامتی کا سبب بنا دیگا،

---

① فتح الباری : ۱۲/۳۷۱۔

جیسا کہ اس نے صدقہ کو مال کی حفاظت اور بلاؤں کے دور کرنے کا سبب بنا دیا ہے۔ ①

۳۔ گھروں میں آگ لگوا دینا :

یہ کام وہ کچھ حیوانوں سے لیتا ہے جنھیں اس پر اکسا دیتا ہے، چنانچہ سنن ابوداود میں بسند صحیح روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوْا سُرُجَكَمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هَذِهِ عَلٰى هَذَا فَيُحْرِقُكُمْ''

''جب تم سونے لگو تو اپنے چراغ بجھا دیا کرو، کیونکہ شیطان اس چراغ پر اس جیسی چوہیا کو متوجہ کر دیتا ہے اور اس طرح تمھیں جلا دیتا ہے''۔ ②

۴۔ موت کے وقت شیطان کا انسان پر مسلط ہو جانا اور اسے خبطی بنا دینا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پناہ مانگتے تھے اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ، وَالْهَدْمِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرِيْقِ وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَمُوْتَ لَدِيْغًا''

''اے اللہ میں بلندی سے گرنے سے، منہدم ہونے سے، ڈوبنے سے اور آگ میں جلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ شیطان موت کے وقت مجھ پر مسلط ہو اور مجھے خبطی بنا دے، اور میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا کہ مجھے تیری راہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے موت آئے، اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ ڈنسا ہوا مروں''۔ ③

۵۔ بچے کی پیدائش کے وقت اسے اذیت دینا :

● اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

---

① شرح مسلم : ۱۸/۱۵۔

② صحیح ہے ، ابوداود : ۵۲۴۷ کتاب الادب، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع : ۸۱۶ میں صحیح قرار دیا ہے۔

③ صحیح ہے، ابوداود :۱۵۵۲ کتاب الصلاۃ ، نسائی : ۵۵۳۱ كتاب الاستعاذة، احمد مسند المكيين، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الجامع : ۱۲۸۲ میں صحیح قرار دیا ہے۔

''كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبَيْهِ بِإِصْبَعِهِ حِينَ يُولَدُ، غَيْرَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الحِجَابِ''

'' شیطان ہر بنی آدم کے دونوں پہلوؤں میں جب وہ پیدا ہوتا ہے اپنی انگلی سے کچوکے لگا تا ہے بجز عیسیٰ بن مریم کے، وہ انہیں کچوکہ لگانے گیا تو اس کا کچوکہ حجاب پر لگا''۔ ①

- اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا :

''مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ، غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا''

'' بنی آدم کا کوئی بچہ مریم اور ان کے بیٹے کے سوا ایسا نہیں ہے جسے شیطان اس کی پیدائش کے وقت چھوتا نہ ہو اور وہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے چیختا نہ ہو''۔ ②

• مس (چھونے) کی شرح :

یہاں شارحین حدیث کی تصریح کے مطابق مس سے مراد حسی اذیت ہے اور اوپر ذکر کردہ حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، اور معتزلہ کے خیال کے مطابق اس سے محض شیطانی تخییل مراد نہیں ہے۔

• مریم اور ان کے بیٹے کو شیطان سے محفوظ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے ان کی پیدائش کے وقت یہ دعا مانگی تھی کہ :

﴿أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران:٣٦]۔

''اے اللہ میں اسے اور اس کی ذریت کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ اور ان کی یہ دعا قبول ہوگئی تھی''۔

• ایک صحابی جنھیں شیطان سے محفوظ کر دیا گیا تھا :

اللہ تعالیٰ نے جنھیں شیطان سے محفوظ کر دیا تھا ان میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے... چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابو درداء نے علقمہ سے پوچھا جو اہل کوفہ میں سے تھے، فرمایا :

''أَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟''

① بخاری : ٣٢٨٦ كتاب بدء الخلق۔

② بخاری : ٣٤٣١ كتاب احاديث الأنبياء ، مسلم : ٢٣٦٦ كتاب الفضائل۔

''کیا تم میں وہ بھی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان سے محفوظ کر دیا تھا؟''

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں :

''الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي عَمَّارًا''

''جنھیں اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر محفوظ ٹھہرایا تھا سے مراد حضرت عمار ہیں''۔ ①

۶۔ طاعون کی بیماری :

''عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَنَاءُ أُمَّتِي بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُونِ وَخْزِ أَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَفِي كُلٍّ شَهَادَةٌ''

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میری امت کی فنا اسلحوں کی مار اور طاعون کی وجہ سے ہوگی جو تمہارے دشمن جنوں کی مار کی وجہ سے رونما ہوگا اور ہر ایک میں شہادت ہوگی''۔ ②

اور مستدرک حاکم میں آیا ہے کہ :

''اَلطَّاعُوْنُ وَخْزُ أَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَهُوَ لَكُمْ شَهَادَةٌ''۔

''طاعون تمہارے دشمن جنوں کی مار کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ تمہارے لئے شہادت ہے''۔ ③

● حضرت ایوب علیہ السلام کو ایذا رسانی :

حضرت ایوب علیہ السلام کی مشکل بھی بعض اہل علم کے مطابق اسی قبیل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱذۡكُرۡ عَبۡدَنَآ أَيُّوبَ إِذۡ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلشَّيۡطَٰنُ بِنُصۡبٖ وَعَذَابٍ﴾ [ص:۴۱]۔

''اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کا (بھی) ذکر کیجیے جبکہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور مصیبت پہنچائی ہے''۔

آیت میں نصب سے جسمانی تکالیف اور عذاب سے مالی ابتلا مراد ہے۔ حالانکہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہے مگر

---

① صحیح بخاری : ۳۳۳/۶ (۳۲۸۷) نیز دیکھئے : ۹۰/۷ (۳۷۴۲-۳-۳۷۴۳)۔

② صحیح ہے ، احمد : ۱۹۲۴۴ اول مسند الكوفيين ، اورعلامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحيح الجامع : ۳۹۵۱ میں صحیح قرار دیا ہے۔

③ دیکھئے : ارواء الغليل : ۷۰/۶ ، حدیث صحیح ہے ، حاکم : ۱۱۴/۱ نمبر : ۱۵۸ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحيح الجامع : ۳۹۵۱ میں صحیح قرار دیا ہے۔

اس کے باوجود اس کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ ممکن ہے شیطان کے وسوسے ہی کسی ایسے عمل کا سبب بنے ہوں جس پر یہ آزمائش آئی یا پھر بطور ادب کے ہے کہ خیر کو اللہ تعالی کی طرف اور شر کو اپنی یا شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

۷- انسان کا قتل :

اللہ تعالیٰ نے جنات کو مختلف شکلوں میں ڈھل جانے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور وہ کبھی کبھی سانپوں کی شکل میں لوگوں کے سامنے آتے ہیں، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اندیشے کی وجہ سے گھر کے سانپوں کو فوراً قتل کرنے سے منع کیا ہے کہ ممکن ہے یہ مقتول کوئی مسلم جن ہو، صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوْا، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا، فَآذِنُوْهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ، فَاقْتُلُوْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ''

''مدینے میں جنوں کا ایک گروہ ہے جو مسلمان ہو گیا ہے، لہٰذا تم میں سے جو بھی شخص ان (آباد کاروں یعنی سانپوں) میں سے کسی کو دیکھے تو وہ اسے تین بار تنبیہ کرے، پھر اگر اس کے بعد بھی ظاہر ہو تو اسے قتل کر دے کیونکہ وہ شیطان ہے۔''①

● ایک صحابی نے انہیں گھروں میں آباد سانپوں میں سے ایک سانپ کو قتل کر دیا تو اسی میں ان کی بھی جان چلی گئی، اور اس کے متعلق تفصیلات پچھلے صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔②

● دیگر امراض :

شیخ عمر سلیمان اشقر اور دیگر کچھ لوگوں نے بھی استحاضہ کی بیماری میں جنوں کے عمل دخل کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستحاضہ عورت سے فرمایا تھا :

''إِنَّمَا هٰذِهِ رَكْضَةٌ مِنْ رَكَضَاتِ الشَّيْطَانِ'' ''یہ شیطان کی ضربات میں سے ایک ضرب ہے''۔③

① صحيح مسلم، كتاب السلام، باب قتل الحيات وغيرها ، حدیث نمبر:۲۲۳۶۔

② دیکھیے : صفحہ نمبر : ۹۲ گھروں کے سانپ والی حدیث ۔

③ رواه الاربعة باسناد حسن (صحيح الجامع : ۱۹۶/۳) ، عالم الجن والشياطين : ص ۶۱ ۔

مگر ملا علی قاری صاحب فرماتے ہیں :

''ضربات شیطان سے مراد تکلیف دینا اور بگاڑنا ہے اور اسے شیطان کی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ اس کی وجہ سے شیطان کو اس کے دینی معاملے : وقت طہر اور صلاۃ وصیام کے اوقات میں التباس پیدا کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ ان سب چیزوں میں اسے نسیان میں مبتلا کر دیتا ہے، تو گویا وہ شیطان ہی کے ضربات میں سے ایک ضرب ہے، یا پھر حیرت اور خبط کی وہ حالت مراد ہے جس میں وہ مبتلا ہو گئی ہے''۔ ①

- **صرع (دماغی دورے) :**

اگلی جلد میں ان شاء اللہ اس موضوع پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔

۸۔ بنی آدم کے کھانے، پینے اور رہائش میں شریک ہونا :

شیطان انسان کو جو اذیتیں دیتا ہے انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے کی چیزوں پر بھی دھاوا بولتے ہوئے ان میں شریک ہو جاتا ہے، اور ان کے گھر میں رات گزارنے میں بھی شرکت کرتا ہے، مگر ایسا اس وقت ہوتا ہے جب بندہ رحمان کی عطا کردہ ہدایت کو نظر انداز کر دیتا ہے، یا اس کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ مگر جب بندہ اس ہدایت کی پابندی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے عطا کی گئی ہے اور اس کے ذکر سے غافل نہیں ہوتا ہے تو شیطان کو اس کے اموال پر ہاتھ صاف کرنے یا گھروں میں آنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا ہے۔ کیونکہ شیطان اس وقت تک کسی کھانے کو اپنے لئے حلال نہیں سمجھتا ہے جب تک اسے بسم اللہ کہے بغیر تناول نہ کیا جائے، مگر جب آدمی بسم اللہ کہہ لیتا ہے تو وہ کھانا شیطان پر حرام ہو جاتا ہے۔

- ''عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ : " كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتَّى يَبْدَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهُ ، وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا ، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ فَأَخَذَ بِيَدِهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهَذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا ،

① مرقاة المفاتيح ۲/۵۰۲ ، اور دیکھئے : عون المعبود و حاشية ابن القيم: ۱/۳۲۵۔

فَجَاءَ بِهَذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّ يَدَهُ فِي يَدِي مَعَ يَدِهَا) ".[1]

''مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں موجود ہوتے تھے تو ہم اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں ڈالتے تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر کھانے کی ابتدا نہیں کردیتے تھے، اور ایک بار ہم لوگ ان کے ساتھ ایک کھانے میں شریک تھے کہ ایک بچی یوں آئی جیسے اسے کوئی دھکا دیتا ہوا لا رہا ہوں، پھر اس نے آگے بڑھ کر کھانے میں اپنا ہاتھ رکھنا چاہا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی یوں آیا جیسے کوئی اسے دھکا دیتا ہوا لا رہا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : شیطان اس وقت کھانے کو حلال کر لیتا ہے جب اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، اور وہ اس بچی کو لے آیا تا کہ اس کے ذریعہ اسے حلال کر لے، مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر وہ اس اعرابی کو لے آیا تا کہ اس کے ذریعہ اسے حلال کر لے مگر میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں اس کے ہاتھ کے ساتھ موجود ہے''۔

شیطان سے اپنے اموال کی حفاظت کے لئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم دروازے بند کرکے، برتنوں کو ڈھانک کر، اور اللہ کا نام لیکر اپنے مالوں کی حفاظت کریں کیونکہ ایسا کرنے سے وہ شیطان سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''أغلقوا الأبواب، واذكروا اسم الله، فإن الشيطان لا يفتح بابا مغلقا، وأوكوا قربكم، واذكروا اسم الله، وخمروا آنيتكم واذكروا اسم الله، ولو أن تعرضوا عليها شيئا، وأطفئوا مصابيحكم''

[1] رواه الإمام مسلم في صحيحه : ۲۰۱۷ ، وكذا رواه أبو داود في سننه : ۳۷۶۶ ، والإمام أحمد في مسنده : ۲۳۲۴۹۔

''دروازے بند کرلو، اور اللہ کا نام لو، کیونکہ شیطان بند دروازے نہیں کھولتا ہے، اور اپنی چھاگلوں کا منہ باندھ دو، اور اللہ کا نام لو، اور اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو اور اللہ کا نام لو، گو ان پر کوئی بھی چیز ڈال دو، اور اپنے چراغوں کو بجھادو''۔ ①

• بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کو موقع فراہم کرتا ہے :

جب انسان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہوجاتا ہے، چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''مَنْ أَكَلَ بِشِمَالِهِ أَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ، وَمَنْ شَرِبَ بِشِمَالِهِ شَرِبَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ''

''جو شخص بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے تو شیطان بھی اس کے ساتھ کھاتا ہے، اور جو بائیں ہاتھ سے پیتا ہے تو شیطان بھی اس کے ساتھ پیتا ہے''۔ ②

• اور کھڑے ہوکر پینا بھی :

اسی طرح جو شخص کھڑے ہوکر پانی پیتا ہے تو شیطان بھی اس کے ساتھ پینے میں شریک ہوجاتا ہے۔

چنانچہ مسند احمد ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

''عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَشْرَبُ قَائِمًا، فَقَالَ لَهُ: "قِهِ" قَالَ: لِمَهْ؟ قَالَ: "أَيَسُرُّكَ أَنْ يَشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ؟" قَالَ: لَا. قَالَ: فَإِنَّهُ قَدْ شَرِبَ مَعَكَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ، الشَّيْطَانُ''

''نبی ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑے ہوکر پی رہا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا: اسے قئے کردو، اس نے کہا: کیوں؟ آپ نے فرمایا : کیا تجھے یہ بات پسند ہوگی کہ بلی تیرے ساتھ پیئے؟ اس نے کہا : نہیں، تو آپ نے فرمایا : ''تیرے ساتھ تو شیطان نے پیا ہے جو اس سے بھی بدتر ہے''۔ ③

• گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا :

شیطان کو اپنے گھروں سے دور رکھنے کے لئے گھروں میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنا نہ بھولیں، رسول اللہ

① مسلم ، كتاب الأشربة ، باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء، وإغلاق الأبواب----حديث نمبر : ٢٠١٢ ۔

② احمد : ۲۴۴۷۹۔

③ احمد : ۸۰۰۳ ، الصحيحة : ۱۷۵۔

ﷺ نے ہمیں اس کی رہنمائی فرمائی ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا :

''إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ، فَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ''

''جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے : نہ تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ کھانا ہے، مگر جب وہ اندر جاتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے : تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی، اور جب اپنا کھانا کھاتے وقت بھی اللہ کا ذکر نہیں کرتا ہے تو وہ کہتا ہے، تمہیں رہائش اور کھانا دونوں مل گیا ہے''۔ ①

فائدہ : مذکورہ بالا حدیثیں شیطانی صلاحیتوں کی محدودیت پر دلالت کرتی ہیں :

مذکورہ حدیثوں سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ شیطان کی صلاحیتیں محدود ہیں اور وہ اپنی حدوں سے آگے بڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالی کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہیں وہ ان کے سامنے بے بس ہوتا ہے اور ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔

قائد معرکہ

بنی آدم کے ساتھ معرکے کی منصوبہ بندی اور قیادت ابلیس خود کرتا ہے، اور اپنے فوجی بیس اور ہیڈ کوارٹر سے ہی مختلف سمتوں میں فوجیں اور سریے روانہ کرتا رہتا ہے، اور اپنی فوجوں اور لشکروں کے کارناموں اور کارکردگیوں کا جائزہ لینے اور ان پر بحث کرنے کے لئے مجلسیں منعقد کرتا ہے، جنھوں نے انسانوں میں گمراہ گری اور فتنہ پروری میں عمدہ کارنامہ انجام دیا ہوتا ہے اور بہتر کارکردگی کے حامل ہوتے ہیں ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے اور شاباشی دیتا ہے اور منہ کھول کر ان کی تعریف کرتا ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

''إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ

① مسلم حدیث نمبر : ۲۰۱۸۔

فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدُهُمْ، فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ: ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ، فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ، وَيَقُولُ: نَعْمَ أَنْتَ ''۔

''شیطان اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر لوگوں میں اپنی فوجیں بھیجتا ہے، جو لوگوں کو فتنوں میں گھسیٹتے ہیں پھر قدر و منزلت میں اس کا سب سے قریبی وہ ہوتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے بڑ فتین ہوتا ہے، پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے، میں فلاں کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ اسے اس حال کو پہنچا کر چھوڑا کہ اب وہ ایسا اور ایسا کہتا ہے، تب ابلیس اس سے کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا، بیان کیا کہ پھر ایک اور اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، میں نے اس وقت تک اسے نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈال دی، بیان کرتے ہیں: تب وہ اسے بلاتا ہے اور قریب کرتا ہے اور کہتا ہے: ہاں تو نے کچھ کام کیا ہے''۔①

اور مسند احمد میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صائد سے (جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دجال ہونے کا شک تھا) فرمایا تھا:

''تم کیا دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: میں سمندر پر عرش دیکھتا ہوں جس کے اردگرد سانپ ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ابلیس کا عرش دیکھتا ہے''۔②

گمراہ گری میں شیطان کا تجربہ

گمراہ کرنے کے میدان میں ابلیس کا لمبا اور مدتوں کا تجربہ ہے، اسی لئے وہ منصوبہ بندی بڑی عمدہ کرتا ہے، اور اپنے جال اور پھندے بڑی مہارت سے لگاتا ہے، جب سے انسان وجود میں آیا ہے وہ اس وقت سے ابھی تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا، اور مسلسل اسی وقت سے لوگوں کو گمراہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ اس نے کہا تھا:

﴿رَبِّ فَأَنظِرْنِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝٣٦ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ ۝٣٧ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْوَقْتِ ٱلْمَعْلُومِ﴾ [الحجر:٣٦-٣٨]۔

''کہنے لگا کہ اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کیے جائیں فرمایا کہ

---

① مسلم: ۲۱۰۶۔

② احمد: ۱۱۶۲۹۔

اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے روز مقرر کے وقت تک کی''۔

وہ اس شری مشن پر جس کے لئے اس نے خود کو وقف کیا تھا مسلسل لگا ہوا ہے، نہ تھکتا ہے نہ اکتا تا ہے، حدیث میں وارد ہے کہ :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ : وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ. فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُونِي''۔

''شیطان نے کہا : تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں ہوں گی، اس پر رب نے فرمایا : مجھے بھی اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں انہیں اس وقت تک بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے''۔ ①

- **شیطان کی فوج :**

اس کی فوج کے دو گروہ ہیں : ایک گروہ جنوں پر مشتمل ہے اور دوسرا بنی انسان پر۔

- **اس کے جنات فوجی :**

شیطان کے فوجی اور اعوان وانصار جنوں میں سے بھی ہیں، اور اس کے فوجیں روانہ کرنے والی حدیث گزر چکی ہے، اور قرآن میں ہے کہ :

﴿وَٱسْتَفْزِزْ مَنِ ٱسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ ...﴾ [الاسراء: ٦٤]۔

''ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا''۔

- **ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے :**

ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ مسلم میں حضرت عائشہ کی حدیث سے وارد ہے، بیان کرتی ہے کہ :

''ایک رات نبی ﷺ میرے پاس سے نکلے، تو مجھے ان کے متعلق غیرت آ گئی، پھر جب وہ تشریف لائے، اور میری حرکت کو دیکھا جو میں کرتی تھی تو آپ نے فرمایا : اے عائشہ! کیا ہوا ہے تمہیں، کیا تمہیں غیرت آ گئی ہے؟ میں نے عرض کیا : آخر مجھ جیسے کو آپ جیسے پر غیرت کیوں نہ آئے؟ آپ نے فرمایا :

① اسے احمد اور حاکم نے بسند صحیح روایت کیا ہے ، صحیح الجامع : ۲/ ۷۲ نمبر : ۱۶۵۰۔

کیا تمہارا شیطان تمہارے پاس آ گیا ہے؟ میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! کیا میرے ساتھ کوئی شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا : ہاں ہے، میں نے عرض کیا : اور ہر انسان کے ساتھ کوئی شیطان ہوتا ہے؟ فرمایا : ہاں ہوتا ہے، میں نے عرض کیا : اور آپ کے ساتھ بھی ہے اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا : ہاں ہے، مگر میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے یہاں تک کہ وہ فرمانبردار ہو گیا ہے''۔ ①

اور مسلم اور امام احمد نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ". قَالُوا: وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: " وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ، فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ''۔

''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک قرین جنوں میں سے اور ایک قرین فرشتوں میں سے لگا دیا ہے۔لوگوں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا : ہاں میرے ساتھ بھی مگر اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے اور وہ فرمانبردار ہو گیا، اور مجھے صرف بھلائی ہی کی تلقین کرتا ہے''۔ ②

اور قرآن میں فرمایا :

﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ﴾ [الزخرف:٣٦]۔

''اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے''۔

اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا :

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا۟ لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ [فصلت:٢٥]۔

''اور ہم نے ان کے کچھ ہم نشیں مقرر کر رکھے تھے، جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے''۔

• انسانوں میں سے اس کے اولیاء :

شیطان انسان کا دشمن اول ہے اور اس کی ہلاکت و بربادی کے لئے کوشاں رہتا ہے مگر اس کے باوجود بشر کی

---

① مسلم : ٢٨١٥۔

② مسلم : ٧١٠٨ ، احمد : ٣٨٠٢ ۔

اکثریت اسے اپنا دوست بنائے رکھتی ہے، لوگ اسی کے قدم بہ قدم چلتے ہیں، اور اسی کی فکر انہیں پسند آتی ہے، حالانکہ کسی عقلمند کے لئے یہ کتنی خراب بات ہے کہ وہ اپنے دشمن ہی کو اپنا دوست مان لے اور اس کی گمراہ کن ہدایات پر کاربند ہوکر خود کو تباہ کرلے !!

﴿أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوۡلِيَآءَ مِن دُونِي وَهُمۡ لَكُمۡ عَدُوُّۢۚ بِئۡسَ لِلظَّٰلِمِينَ بَدَلٗا﴾ [الکھف:۵۰]۔

''کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔ ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے''۔

یقینا اسے دوست بنا کر انھوں نے صاف صاف گھاٹا اٹھایا ہے :

﴿وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيۡطَٰنَ وَلِيّٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانٗا مُّبِينٗا﴾ [النساء:۱۱۹]۔

''سنو! جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا''۔

وہ اس لئے خسارے میں ہوتے ہیں کیونکہ شیطان ان کے نفس کو آلودہ اور فاسد کردینے والا ہے، وہ انہیں ہدایت کی نعمت سے محروم کردیتا ہے اور انہیں گمراہیوں اور شبہات کے دلدل میں پھینک دیتا ہے۔

﴿وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَوۡلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّٰغُوتُ يُخۡرِجُونَهُم مِّنَ ٱلنُّورِ إِلَى ٱلظُّلُمَٰتِۗ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾ [البقرۃ:۲۵۷]۔

''اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں۔ وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے''۔

وہ اس لئے گھاٹے میں رہیں گے کیونکہ وہ انہیں قیامت کے دن دوزخ کی طرف کھینچ لے جائے گا :

﴿إِنَّمَا يَدۡعُواْ حِزۡبَهُۥ لِيَكُونُواْ مِنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ﴾ [فاطر:۶]۔

''وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہوجائیں''۔

یہی شیطان کے اولیاء اور دوست ہیں جنھیں شیطان اپنے سوار اور اپنے فوجی قرار دے کر انہیں کے ذریعے اپنے منصوبے اور اہداف پورے کرتا ہے۔

• اس کی چالبازی اور اپنے اولیاء کا ساتھ چھوڑ دینا :

بہت سے لوگ شیطان سے دوستی کرتے ہیں، مگر وہ ان کے خلاف چالیں چلتا ہے اور انہیں ایسی جگہوں پر لے جاتا ہے جہاں ان کی ہلاکت وبربادی یقینی ہوتی ہے، وہ ایسے موقعوں پر ان سے دست کش ہوجاتا ہے، اور انہیں

تباہی کے حوالے کر کے کھڑا ان کا مذاق اڑاتا ہے، اور ان پر ہنستا ہے، وہ انہیں قتل، چوری اور زنا کی ہدایات دیتا ہے، پھر ان کی نشاندہی کر کے انہیں رسوا کر دیتا ہے، یہی کام اس نے معرکۂ بدر میں مشرکوں کے ساتھ کیا تھا، جب وہ ان کے پاس سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا اور ان سے کامرانی اور غلبے کا وعدہ کیا :

﴿وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ ٱلْيَوْمَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ﴾ [الانفال:۴۸]۔

''اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں''۔

پھر جب اللہ کے دشمن نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو اترتا دیکھا تو دم دبا کر بھاگا، اور انہیں دشمن کے حوالے کر گیا، جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

دَلَّاهُمْ بِغُرُوْرٍ ثُمَّ أَسْلَمَهُمْ

إِنَّ الْخَبِيْثَ لِمَنْ وَالَاهُ غَرَّارُ

''انہیں اپنے دام فریب میں لے آیا پھر انہیں حوالے کر گیا۔ یقینا یہ خبیث اپنے دوستوں کے ساتھ بہت دھوکہ کرنے والا ہے''۔

اسی طرح اس نے اس راہب کے ساتھ کیا جس نے عورت اور اس کے بچے کو قتل کر دیا تھا، پہلے اسے زنا پر آمادہ کیا پھر قتل کرایا اور اس کے گھر والوں کو بتا بھی دیا، اور ان پر اس کا راز کھول دیا، پھر اسے خود کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، جب اس نے سجدہ کر لیا تو اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر چل دیا، جیسا کہ اس کی تفصیل آ چکی ہے۔

اور قیامت کے دن جب خود اپنے دوستوں کے ساتھ جہنم میں پہنچ جائے گا تو ان سے کہے گا :

﴿إِنِّي كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ﴾ [ابراہیم:۲۲]۔

''میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے''۔

انہیں بدترین گھاٹ لانے کے بعد پوری طرح ان سے اپنا پلہ جھاڑ لیتا ہے۔

اور اس شخص کا قصہ آنے والا ہے جو اس بات کا مدعی تھا کہ وہ ایک روحانی عالم ہے، پھر کس طرح بڑی شہرت اور ناموری کے بعد شیطانوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ ایسا حیران اور ذلیل ہوا کہ اسے سجھائی نہیں دیتا تھا کہ کیا کرے۔

- **شیطان کے اولیاء اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں :**

لوگوں کے دو گروہ ہیں : ایک تو رحمن کے اولیاء ہیں دوسرے شیطان کے اولیاء۔ اور شیطان کے اولیاء اپنی

ملتوں اور فرقوں کے اختلاف کے باجود کافر ہوتے ہیں :

﴿إِنَّا جَعَلْنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوْلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الاعراف:۲۷]۔

''ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے''۔

- **شیطان انہیں شکوک وشبہات سے مسلح کر کے مومنوں کو بہکانے پر لگا دیتا ہے :**

﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَٰدِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ [الانعام:۱۲۱]۔

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تا کہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے''۔

اور یہ سارے شبہات جو مستشرقوں، صلیبیوں، یہودیوں اور ملحدوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں وہ سب اسی قبیل سے ہیں۔

اور وہ انہیں نفسیاتی طور پر بھی مومنوں کی ایذا رسانی پر لگا دیتا ہے :

﴿إِنَّمَا ٱلنَّجْوَىٰ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ لِيَحْزُنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾ [المجادلۃ:۱۰]۔

''(بری) سرگوشیاں، پس شیطانی کام ہے جس سے ایمان داروں کو رنج پہنچے''۔

وہ مشرکوں کو اس بات پر آمادہ کرتا تھا کہ جب مسلمان ان کے قریب ہوں تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں اور مسلمان یہ سمجھیں کہ وہ ان کے خلاف سازش کر رہے ہیں...

- **بلکہ وہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ اور قتال پر بھی آمادہ کر دیتا ہے :**

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱلطَّٰغُوتِ فَقَٰتِلُوٓا۟ أَوْلِيَآءَ ٱلشَّيْطَٰنِ ۖ إِنَّ كَيْدَ ٱلشَّيْطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ [النساء:۷۶]۔

''جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے''۔

- **وہ ہمیشہ مومنوں کو اپنے اولیاء سے ڈراتا رہتا ہے :**

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران:۱۷۵]۔

''یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو''۔

- **اور اس کے اولیاء کی جمعیت بہت بھاری ہے :**

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُۥ فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ [سبا:۲۰]۔

''اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے''۔

شیاطین کا دیگر شکلوں میں ظاہر ہونا

شیاطین کبھی کبھی وسوسوں کا راستہ چھوڑ کر انسانی شکل میں روبرو آجایا کرتے ہیں، کبھی آواز سنائی دیتی ہے مگر جسم نہیں دکھائی دیتا ہے، اور کبھی عجیب وغریب شکلیں اختیار کر لیتے ہیں..

بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے پاس آکر اپنا تعارف جنوں کی حیثیت سے کراتے ہیں، اور بعض اوقات جھوٹ بول کر خود کو ملائکہ باور کراتے ہیں، اور کبھی اپنے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ہم رجال غیب ہیں، یا اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا تعلق عالم ارواح سے ہے... ان تمام صورتوں میں وہ کچھ لوگوں سے باتیں کرتے ہیں، اور براہ راست گفتگو کر کے انہیں کچھ بتاتے ہیں، یا ان میں سے کسی شخص کو واسطہ بنا کر کلام کرتے ہیں جو وسیط کہا جاتا ہے، وہ اس پر سوار ہو کر اس کی زبانی گفتگو کرتے ہیں، اور کبھی جواب بواسطہ تحریر بھی دیا جاتا ہے...

اور کبھی اس سے بھی بڑا کام کرتے ہیں، انسان کو اٹھا کر ہوا میں اڑ جاتے ہیں اور اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اسے اس کی مطلوبہ چیزیں لا کر دیا کرتے ہیں، مگر یہ کام وہ صرف ان لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں اور اللہ رب السماوات والارض کے ساتھ کفر کرتے ہیں، یا منکرات ومہلکات کا ارتکاب کرتے ہیں...

ایسے لوگ بسا اوقات نیکی اور تقویٰ کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر وہ درحقیقت گمراہ ترین اور بدکار و فاسق ترین لوگوں میں سے ہوتے ہیں، قدیم وجدید ہر دور کے لوگوں نے اس قبیل کی باتیں اس کثرت سے بیان کی ہیں کہ نہ ان کے انکار کی گنجائش ہے نہ انہیں مطعون کرنے کی کیونکہ یہ سب باتیں حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔

اور منصور حلاج بھی ایک جادوگر تھا

اسی قبیل کی چیز وہ بھی ہے جو امام ابن تیمیہ نے حلاج کے متعلق بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ : ''یہ شخص ایک جادوگر تھا، اور شیاطین کبھی کبھی اس کی خدمت کر دیا کرتے تھے، اس کے کچھ پیروکار اس کے ساتھ ابوقبیس نامی پہاڑی پر موجود تھے کہ وہاں انھوں نے اس سے مٹھائی کی فرمائش کر دی، چنانچہ وہ ایک قریب کی جگہ پر گیا اور مٹھائی کی ایک صینی لے آیا، پھر جب حقیقت کا انکشاف ہوا تو پتہ چلا کہ وہ صینی تو یمن کی ایک مٹھائی کی دکان سے چرائی گئی تھی، جسے کوئی شیطان اس جگہ سے اٹھا کر لے آیا تھا۔

- **شیطانی مدد کا ایک اور نمونہ :**

فرماتے ہیں : اس طرح کی چیزیں حلاج کے علاوہ دیگر شیطانی احوال رکھنے والوں کے ساتھ بھی بہت پیش آیا کرتی ہیں، اور ہم اپنے زمانے میں اور دیگر زمانوں میں بھی ان میں سے بہتوں کو پہچانتے ہیں، مثلاً ایک شخص جو آجکل (یعنی ابن تیمیہ کے دور میں) دمشق کا باشندہ ہے، شیطان اسے صالحیہ کی پہاڑی سے اٹھا کر دمشق کے ایک مضافاتی گاؤں تک لے جاتا تھا، اور وہ ہوا سے گھر کے روشن دان کی طرف آتا تھا جہاں لوگ موجود ہوتے تھے، اور وہ اندر داخل ہوتا تو لوگ اسے دیکھتے تھے، اور رات میں دمشق کے باب صغیر (ان دنوں دمشق میں موجود چھ دروازوں میں سے ایک دروازے) کی طرف آتا تھا اور وہ اور اس کا رفیق اسے پار کر جاتے تھے، حالانکہ وہ فاجر ترین لوگوں میں سے تھا۔ (یعنی بڑا بدکار شخص تھا)۔

- **ایک ڈاکو بھی ہوا میں اڑتا تھا :**

اور ایک دوسرا شویک (شام کے اطراف ایک مضبوط قلعے) کی ایک بستی میں رہتا تھا جسے شاہدہ کہا جاتا تھا، وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوا میں اڑ کر پہاڑ کی چوٹی تک جاتا تھا، دراصل ایک شیطان اسے اٹھا کر لے جاتا تھا، حالانکہ وہ شخص ڈاکے ڈالا کرتا تھا۔

- **شیطان کا ایک اور ولی :**

ان میں سے اکثر شرّی مشائخ ہیں، ان میں سے ایک کو (بُوشی ابوالمجیب) کہا جاتا ہے، ایک تاریک رات میں اس کے لئے تھان نصب کیا جاتا ہے، اور بطور تقرب روٹیاں پکائی جاتی ہیں، وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں نہ ان کے پاس

کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہے، نہ وہاں کوئی کتاب ایسی ہوتی ہے جس میں اللہ کا ذکر ہو، پھر وہ بوشی ہوا پر بلند ہو جاتا ہے اور وہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں، اور اسے شیطان کو مخاطب کرتا ہوا اور شیطان کو اس سے خطاب کرتا ہوا سنتے ہیں۔

اور جو شخص ہنستا ہے یا روٹیوں میں سے کچھ چراتا ہے تو اسے دف مارتا ہے اور انہیں یہ نہیں دکھائی دیتا کہ اسے مارتا کون ہے۔

پھر شیطان ان کے کچھ سوالوں کا جواب دیتا ہے، اور انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے تقرب کے لئے گائیں اور گھوڑے وغیرہ پیش کریں، اور انہیں گلا گھونٹ کر ماریں اور ان پر اللہ کا نام نہ لیں، جب وہ ایسا کریں گے تو وہ ان کی ضرورتیں پوری کرے گا''۔

- **شرم تم کو مگر نہیں آتی اور جب شرم آئی تو شیطان غائب ہو گیا :**

اور امام ابن تیمیہ ہی ایک شیخ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جس نے خود اپنے بارے میں بتایا تھا کہ :

''وہ عورتوں سے زنا اور لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کیا کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ میرے پاس ایک کالا کتا آتا ہے جس کی آنکھوں کے درمیان دو نکتے ہیں، وہ مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے تمہارے لئے منت مانی ہے اور کل وہ اسے تمہارے پاس لے آئے گا، اور میں نے تمہاری ہی وجہ سے اس کی ضرورت پوری کر دی ہے، پھر دوسرے دن وہ شخص اس کے پاس وہ نذر لے کر آتا ہے تو کافر شیخ اپنے کشف کے نام پر یہ باتیں اسے بتاتا ہے''۔

- اور اسی شیخ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کہا :

''اور جب مجھ سے لاذن (ایک قسم کی موم جو بطور عطر و دوا استعمال ہوتی ہے) جیسی چیز کو لانے کا مطالبہ کیا جاتا تو میں کہتا تھا پہلے مجھے اپنی عقل سے غائب ہونے دو، اور اچانک ہوتا یہ تھا کہ وہ لاذن میرے ہاتھ یا منہ میں ہوتی، اور میں نہیں جانتا کہ اسے کس نے رکھا ہوتا ہے۔

کہتا ہے : میں چلتا تھا تو میرے آگے آگے ایک سیاہ رنگ کا ستون ہوتا تھا جس پر روشنی ہوتی تھی۔

بیان کرتے ہیں کہ جب یہ شیخ تائب ہو گیا اور صوم وصلاۃ کی پابندی کرنے لگا اور حرام چیزوں سے اجتناب کرنے لگا تو وہ کالا کتا غائب ہو گیا، اور چیزوں کا لانا وغیرہ سب ختم ہو گیا اب نہ وہ لاذن لاتا ہے نہ کچھ اور''۔

- **جنات اپنے دوستوں کے لئے چوریاں بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو آسیب زدہ بھی :**

اور ایک دوسرے شیخ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ :

''اس کے پاس کچھ شیاطین تھے جنھیں وہ لوگوں کو جن زدگی کا شکار بنانے کے لئے بھیجا کرتا تھا، اور اس جن زدہ کے گھر والے اس شیخ کے پاس جن چھڑانے کے لئے اسے لایا کرتے تھے، اور وہ اپنے پیروکاروں کے پاس پیغام بھیجتا تو وہ اس جن زدہ کو چھوڑ دیتے تھے، اور وہ لوگ شیخ کو بہت پیسے دیا کرتے تھے، اور کبھی کبھی شیاطین اس کے پاس لوگوں سے چرائے ہوئے پیسے اور کھانے بھی لایا کرتے تھے، یہاں تک کہ کچھ لوگوں کے پاس گھڑے میں انجیر رکھے ہوتے تھے، تو وہ شیخ اپنے شیطانوں سے انجیر لانے کی فرمائش کرتا تو وہ وہی (گھڑا) اٹھالاتے تھے، اور جب گھڑے والے انجیر لینے جاتے تو معلوم ہوتا کہ وہ تو نکل چکا ہے''۔

- **شیطان سب سے پہلے نماز پر ہاتھ صاف کرتا ہے :**

اور ایک دوسرے شخص کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ :

''وہ علمی مشغلہ رکھتا تھا، پھر شیاطین اس کے پاس پہنچ گئے اور اس پر اپنا تسلط جمالیا، انھوں نے اس سے کہا : ہم تمہاری نماز ساقط کئے دیتے ہیں، اور جو تم چاہو گے ہم تمہارے لئے حاضر کر دیا کریں گے، پھر وہ اس کے لئے مٹھائیاں اور میوے لایا کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ بعض ان مشائخ کے پاس گیا جن کا شمار عارفوں میں تھا، تو انھوں نے اس سے توبہ کرائی، اور ان مٹھائیوں والوں کی مٹھائیوں کی قیمت ادا کی جو اس شیطانی چالوں کے مارے ہوئے نے کھالی تھیں''۔ ①

- **ابلیس کی شاطرانہ چالیں :**

آنجناب نے شیطانوں کے اغوا کرنے کے بعض طریقوں پر بھی روشنی ڈالی ہے، چنانچہ (مجموع الفتاویٰ: ۱۱/۳۰۰) میں فرماتے ہیں :

''میں ایسے شخص کو بھی جانتا ہوں نباتات جسے مخاطب کرکے اپنے اندر موجود فوائد کی خبر دیتے ہیں، دراصل اسے مخاطب کرنے والا وہ شیطان ہوتا ہے جو ان نباتات میں گھسا ہوتا ہے، اور میں ایسوں کو بھی جانتا ہوں جنھیں شجر وحجر مخاطب کرتے ہیں اور کہتے ہیں : آپ کو مبارک ہو اے ولی اللہ! پھر جب وہ آیۃ الکرسی

---

① جامع الرسائل لابن تیمیہ : ص ۱۹۰-۱۹۴۔

پڑھتے ہیں تو یہ کیفیت جاتی رہتی ہے، اور میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو پرندوں کا شکار کرنا چاہتے ہیں، تو چڑیاں وغیرہ مخاطب ہوکر ان سے کہتی ہیں : مجھی کو لے چلو تا کہ غریب لوگ مجھے کھالیں، اور حقیقت یہ ہے کہ جیسے انسانوں کے اندر شیطان داخل ہوتا ہے ویسے ہی ان کے اندر بھی داخل ہوا ہوتا ہے اور وہی یہ باتیں کہہ رہا ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگ گھر کے اندر ہوتے ہیں، دروازہ بند ہوتا ہے، پھر وہ دروازہ کھولے بغیر خود کو گھر کے باہر پاتے ہیں اور بالعکس بھی ہوتا ہے۔ ایسا ہی شہر کے دروازوں سے متعلق بھی ہوتا ہے، درحقیقت وہ جن ہوتے ہیں جو اسے جلدی سے اندر یا باہر لے آتے ہیں۔ یا ان کے سامنے سے روشنیاں گزرتی ہیں، یا ان کے پاس ان کی مطلوبہ شخصیتیں حاضر ہوتی ہیں، اور اصل میں وہ شیاطین ہوتے ہیں جو ان شخصیتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، پھر جب آدمی یکے بعد دیگرے آیۃ الکرسی پڑھتا ہے تو یہ سب چیزیں ختم ہوجاتی ہیں''۔

- **شیطان یوں سبز باغ دکھاتا ہے کہ کسی کو مہدی بناتا ہے اور کسی کے لئے کرامتیں پیدا کرتا ہے :**

آنجناب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''میں ایسے شخص کو بھی جانتا ہوں جسے کوئی بولنے والا مخاطب کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے : میں اللہ کے حکم میں سے ہوں، وہ اسے یہ سبز باغ دکھاتا ہے کہ وہی تو وہ مہدی ہے جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی، اور اس کے لئے خوارق کا (جنھیں لوگ کرامات سمجھتے ہیں) اظہار کرتا ہے، مثلاً اس کے دل میں ہوا میں اڑتے کسی پرندے یا کسی ٹڈی کے متعلق تصرف کا خیال گزرتا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے دل میں پرندے یا ٹڈی کے متعلق یہ خیال آتا ہے کہ وہ دائیں یا بائیں اڑے تو وہ ٹھیک اسی سمت اڑتے ہیں، اور جب اس کے دل میں کچھ چوپایوں سے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں، یا سو جائیں، یا چلے جائیں تو بالکل اس کی مراد کے مطابق کام ہوجاتا ہے اور اس کی طرف سے ظاہری طور پر کوئی حرکت بھی نہیں ہوتی ہے، وہ شیاطین اسے اٹھا کر مکہ لے جاتے ہیں اور واپس بھی لاتے ہیں، اور اس کے پاس خوبصورت چہروں والے کچھ اشخاص کو لے آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ یہ ملائکۂ کرّوبیاں ہیں جو آپ کی ملاقات کو آئے ہیں، تو وہ اپنے جی میں کہتا ہے کہ یہ سب امرد لڑکوں کی صورت میں کیوں آئے ہیں؟ پھر جب وہ اپنا سر اٹھاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہ سب داڑھیوں والے ہیں، اور شیطان اس سے کہتا ہے کہ آپ کے مہدی ہونے کی علامت یہ ہے کہ آپ کے جسم میں ایک تل نکلے گا، چنانچہ وہ نکلتا ہے اور وہ اسے دیکھتا ہے،

اور دیگر چیزیں بھی سامنے آتی ہیں، اور یہ شیطان کی چالوں اور فریب کاریوں میں سے ہوتا ہے''۔

- **اہل بدعت کے کشف والہام میں شیطان کا عمل دخل ہوتا ہے :**

آنجناب رحمہ اللہ نے (۱۹/۴۱) پر بیان کیا ہے کہ :

''اہل بدعت وضلال جن میں غیر شرعی قسم کی عبادت گزاری اور زہد پایا جاتا ہے، اور کبھی کبھی انہیں مکاشفات اور تاثیرات بھی حاصل ہوتی ہیں وہ بیشتر شیطانی مقامات پر ٹھکانا بنائے رہتے ہیں جہاں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ وہاں شیاطین ان پر نازل ہوتے ہیں اور بعض امور میں ایسے ہی انہیں مخاطب کرتے ہیں جیسے وہ کاہنوں سے خطاب کرتے ہیں، اور جیسے وہ بتوں کے اندر داخل ہوکر بت پرستوں سے کلام کرتے ہیں، اور ان کی کچھ چاہتوں میں ان کی مدد ایسے ہی کرتے ہیں جیسے جادوگروں کی مدد کیا کرتے ہیں، اور جیسے بت پرستوں کی اور شمس وقمر اور ستاروں کی پوجا کرنے والوں کی مدد اس صورت میں کرتے ہیں جب وہ ان کی وہ عبادتیں کیا کرتے ہیں جن کے متعلق ان کا گمان ہوتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں، جو ان کی تسبیح، لباس، خوشبوؤں کی دھونی وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہیں، تب بسا اوقات شیاطین ان پر نازل ہوتے ہیں جنھیں وہ ستاروں کی روحانیت سے تعبیر کرتے ہیں، اور وہ کبھی کبھی ان کی کچھ ضرورتیں پوری کردیا کرتے ہیں''۔

- **شیاطین جن کی خدمت کرتے ہیں وہ گناہوں اور معصیتوں سے ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں :**

ولایت اور حقیقت کے جن دعویداروں کی شیاطین خدمت کرتے ہیں وہ لازمی طور پر کفر وشرک جیسی شیاطین کی محبوب چیزوں کے ذریعہ ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح شیاطین ان کی کچھ ضرورتیں پوری کردیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاویٰ ۱۹/۳۵) پر لکھتے ہیں :

''ان میں سے بہت سے لوگ کلام اللہ کو نجاست سے لکھتے ہیں، اور کبھی کلام اللہ عزوجل کے حروف کو بھی الٹ پلٹ دیتے ہیں، یا سورۂ فاتحہ کے حروف کو یا ﴿قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ کے حروف کو، یا ان کے علاوہ دیگر سورتوں کے حروف کو۔ اور بیان کرتے ہیں کہ : کبھی کبھی وہ لوگ کلام اللہ کو خون یا دیگر نجاستوں سے لکھا کرتے ہیں، اور کبھی شیطان کو راضی کرنے والی دوسری چیزیں لکھتے یا بولتے ہیں۔

جب وہ شیاطین کو راضی کرنے والی کچھ باتیں لکھتے یا بولتے ہیں تو وہ ان کے بعض اغراض کے متعلق ان کی مدد کر دیتے ہیں۔ یا تو کہیں کا پانی تہہ میں پہنچا دیتے ہیں یا بعض مقامات پر انہیں ہوا میں اڑاتے ہیں، یا کچھ لوگوں کے مالوں میں سے کچھ مال ان کے لئے اڑا لاتے ہیں، جیسے کہ شیاطین خیانت کرنے والوں کے مالوں میں چوری کرتے ہیں، یا جو اپنے مالوں پر اللہ کا نام نہیں لئے ہوتے ہیں ان میں سے چراتے ہیں اور ان کے پاس لاتے ہیں، یا دیگر مال بھی لاتے ہیں''۔

- **رجال غیب :**

شارح طحاویہ فرماتے ہیں :

''کچھ شیاطین ایسے ہوتے ہیں جنھیں لوگ رجال غیب کا نام دیتے ہیں، اور کچھ لوگ ان سے بات چیت بھی کرتے ہیں، اور انہیں کچھ خوارق کا بھی حصول ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ خود کو اولیاء اللہ گردانتے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکین کی مدد کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشرکوں کے ساتھ ملکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ مسلمان نافرمان ہو چکے ہیں''۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے شارح طحاویہ فرماتے ہیں :

''یہ لوگ درحقیقت مشرکوں کے بھائی ہیں۔ اور بیان کیا ہے کہ رجال غیب کے متعلق اہل علم کے تین گروہ ہیں :

۱۔ ایک گروہ رجال غیب کے وجود کی تکذیب کرتا ہے، مگر لوگوں نے انہیں دیکھا ہوتا ہے، اور دیکھنے والوں سے یا ثقات سے ان کے مشاہدات کے متعلق بیان سن کر یہ بات ثابت ہو چکی ہوتی ہے، اور جب یہ لوگ انہیں دیکھتے ہیں اور ان کے وجود کا یقین کر لیتے ہیں تو ان کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

۲۔ اور ایک گروہ نے انہیں پہچان لیا ہے، اور تقدیر کی طرف رجوع کیا ہے، اور ان کا ماننا یہ ہے کہ باطن میں اللہ کی طرف جانے کا ایک طریقہ اور ہے جو انبیاء کے طریقے کے علاوہ ہے۔

۳۔ اور ایک گروہ وہ ہے جن کے لئے دائرۂ رسول کے باہر کسی کو ولی تسلیم کرنا ممکن نہیں، یہ لوگ کہتے ہیں : رسول تو دونوں گروہ کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں، درحقیقت یہ لوگ رسول کی تعظیم کرنے والے تو ہیں مگر ان کے دین وشریعت سے ناواقف اور جاہل ہیں۔

پھر ان کی اور ان کے ماننے والوں کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

حق یہ ہے کہ یہ سب کے سب شیطانوں کے پیروکار ہیں، اور رجال غیب حقیقت میں یہی جن ہیں، اور انہیں رجال کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

ورنہ انسان تو مانوس ہوتے ہیں، یعنی حاضر ہوتے ہیں اور دیکھے جاتے ہیں، اور انسان کبھی کبھی ہی مجوب ہوتا ہے، وہ انسان کی آنکھوں سے ہمیشہ مجوب نہیں ہوتا ہے، اور جس نے انہیں (یعنی رجال غیب کو) انسانوں میں جانا اس نے بڑی غلطی اور ناواقفیت کا ثبوت دیا۔

پھر ان کے متعلق اختلاف اور ان تینوں گروہ کے افتراق کا سبب بیان کیا ہے:

اور وہ ہے اولیاء شیطان اور اولیاء رحمن کے درمیان فرق نہ کرنا، اور بتایا ہے کہ لوگوں کے افعال واقوال اور احوال کو کتاب وسنت پر پیش کرنا واجب ہے پھر جو ان دونوں کے موافق ہو وہ تو صالح اور درست ہے اور جو ان دونوں کے مخالف ہو وہ غلط ہے، اور انسان چاہے جو بھی کرتا ہو اور اس کا جو بھی حال سامنے آئے وہ نہ مومن ہوسکتا ہے نہ اللہ کا ولی۔ گو وہ ہوا میں اڑتا ہو اور پانی پر چلتا ہو۔ جب تک کتاب وسنت کا پابند نہ ہو''۔ [1]

اس لئے یہ ناگزیر ہے کہ بندے کے پاس وہ میزان ہو جس سے وہ رحمن کے اولیاء اور شیطان کے اولیاء اور صالحین وطالحین (اچھے اور برے لوگوں) میں فرق کر سکے، ورنہ گمراہ اور منحرف ہوجائے گا، اور اللہ کے دشمنوں کو اولیاء اللہ سمجھنے لگے گا، اور یہ میزان وہی کتاب وسنت ہی ہے، اگر بندہ ان دونوں کا پابند ہے تو بہت اچھا ہے ورنہ بے وقعت و بے حقیقت ہے گو ہم اسے مردوں کو زندہ کرتا ہوا اور پتھروں کو ہیرے جواہرات میں تبدیل کرتا ہوا دیکھتے ہوں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''جسے احوال رحمانیہ اور نفسانیہ کے درمیان تمیز نہ ہو حق وباطل اس پر مشتبہ ہوجائے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو حقائق ایمان اور اتباع قرآن سے منور نہ کردے وہ راہ حق کے راہی اور باطل پرست میں شناخت گم کر بیٹھے گا اور اسے امر وحال میں التباس لاحق ہوجائے گا، جیسے کہ لوگوں پر صاحب یمامہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کا حال مشتبہ ہوگیا تھا کہ وہ ان کے خیال میں انبیاء تھے حالانکہ وہ سب کذاب اور جھوٹے لوگ تھے''۔ [2]

---

[1] شرح العقيدة الطحاوية: ٥٧١-٥٧٢۔

[2] جامع الرسائل: ص ١٩٧۔

اور ابن تیمیہ نے ایک عظیم کتاب لکھی ہے اگر آپ کو اس کی معرفت حاصل ہوگئی تو اولیاء رحمن اور اولیاء شیطان کے درمیان بڑا فرق آپ پر پوری طرح واضح ہوجائے گا، اور انھوں نے اس کتاب کا نام : ''**الفرقان بين أولياء الرحمان و أولياء الشيطان**'' رکھا ہے۔

- **جنوں سے کام لینے کا حکم :**

اس سلسلے میں جو حقیقت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی دعا قبول فرمائی تھی اور انہیں ایسی بادشاہی عطا فرمائی تھی جو ان کے بعد کسی اور کو حاصل نہ تھی، اس لئے اگر جنوں کی طرف سے کسی انسان کے لئے فرمانبرداری کا اظہار ہو تو وہ بطور تسخیر نہیں ہوتا، بلکہ اس کا انحصار جن کی رضامندی پر ہوتا ہے، لہٰذا اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس کا جواز کہاں تک ہے؟

- **امام ابن تیمیہ (مجموع الفتاویٰ ۱۱/۳۰۷) میں فرماتے ہیں :**

انسانوں کے ساتھ جنوں کے مختلف احوال ہیں :

انسانوں میں سے جو شخص جنوں کو ان باتوں کا حکم کرتا ہو جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہو، جس کا تعلق تنہا اللہ کی عبادت اور اس کے نبی کی اطاعت سے ہو، اور انسانوں کو بھی اسی کا حکم دیتا ہو تو ایسا شخص افضل ترین اولیاء اللہ میں سے ہے، اور اس ضمن میں وہ رسول ﷺ کے خلفاء اور نائبین میں سے ہے۔

جو شخص اپنے کسی مباح کام میں جنوں کا استعمال کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے مباح کاموں میں انسانوں کا استعمال کرتا ہو، اور یہ اس طرح کہ وہ انہیں ان باتوں کا حکم کرتا ہو جو ان پر واجب ہو اور انہیں ان کاموں سے روکتا ہو جو ان پر حرام ہو، اور انہیں اپنے مباح کاموں میں لگاتا ہو، تو وہ ان بادشاہوں کی طرح ہوگا جو ایسا کرتے ہیں، اور یہ اس صورت میں کہ جب اسے اولیاء اللہ میں سمجھا جائے تو اس کی انتہا یہ ہوگی کہ عام اولیاء میں اس کی حیثیت وہ ہو جو بادشاہ نبی کی بندہ رسول کے ساتھ ہوتی ہے، جیسے سلیمان و یوسف کا حال ابراہیم و موسیٰ وعیسیٰ اور محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم أجمعین کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور جو شخص جنوں کا استعمال اللہ اور رسول کی منع کی ہوئی چیزوں میں کرتا ہے، شرک میں، یا کسی معصوم کے قتل میں، یا قتل کے سوا ان پر کسی اور زیادتی میں مثلاً اسے مریض بنا دینا، علم کا فراموش کرا دینا، اس کے سوا کسی اور ظلم میں، یا بدکاری میں، مثلاً کسی ایسے کو طلب کرنے میں جس سے بدکاری کرنا چاہتا ہو، تو اس نے ان سے گناہ اور سرکشی

وزیادتی میں مدد لی، پھر اگر اس نے ان سے کفر پر مدد لی تو وہ کافر ہے، اور گناہوں پر مدد لی تو نافرمان ہے، یا فاسق ہے یا غیر فاسق گنہگار ہے۔

اور اگر اسے شریعت کا پورا علم نہ ہو اور ان امور میں ان سے مدد لیتا ہو جنھیں وہ کرامات میں سے سمجھتا ہے، مثلاً ان سے حج پر مدد لیتا ہے، یا اس پر کہ وہ بدعتی سماع کے وقت اسے اڑا لے جائیں، یا اسے عرفات کی طرف لے جائیں، اور وہ شرعی حج نہیں کرتا جس کا حکم اسے اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے، اور اس پر کہ وہ اسے ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائیں تو وہ فریب خوردہ ہے اور ان کی چالوں کا شکار ہے''۔

- ممکن ہے کوئی ابن تیمیہ جیسا بڑا عالم اور مجتہد وفقیہ ہو جو جنوں سے تعاون کے متعلق بصیرت کا حامل ہو اور تمام تر جزئیات کے ساتھ حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہو مگر یہ عام مولوی ملاؤں کے بس کی بات نہیں ہے اس لئے یہ دروازہ ان سب کے لئے بند ہے اور انہیں اس طرح کی چیزوں سے دور بھاگنا چاہیے، اور کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر خود کو تباہی سے دوچار نہیں کرنا چاہیے۔

بلکہ اگر کوئی شخص ابن تیمیہ جیسا بابصیرت ہو تو بھی اسے ان کاموں سے گریز کرنا چاہئے اور جنوں کی دوستی اور رفاقت سے دور بھاگنا چاہیے کیونکہ اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو نبی ﷺ کے صحابہ ضرور ان مراحل سے گزرے ہوتے، ورنہ زندگی کا کوئی کمزور لمحہ یا غفلت کی کوئی گھڑی جس سے کوئی بشر مبرا نہیں ہوتا اسے تباہی سے دوچار کر سکتی ہے۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ موجودہ دور کے محقق علماء نے فرمایا ہے کہ امام ابن تیمیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے جنوں سے استعانت اور مدد لینے کا جواز نہیں ثابت ہوتا ہے۔ اور اس موضوع پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ اگلی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیطان کو پیدا کرنے کی حکمت

شیطان شرور وآلام، برائیوں اور مصیبتوں کا منبع ہے، دنیوی واخروی ہلاکت وبربادی کا قائد اور پیشوا ہے، ہر وقت اور ہر جگہ بدی کا جھنڈا اٹھائے رہتا ہے، لوگوں کو رحمن کی نافرمانی وناشکری کی دعوت دیتا ہے۔ تو کیا اس کی پیدائش میں بھی کوئی حکمت ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر وہ حکمت کیا ہے؟

اس سوال کا جواب ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (''شفاء العلیل'' ص ۳۲۲) میں دیا ہے، وہ فرماتے ہیں :

''ابلیس اور اس کے لشکروں کی تخلیق میں اتنی حکمتیں ہیں جن کی تفصیلات کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

نہیں کر سکتا ہے''۔

۱۔ شیطان اور اس کے اعوان وانصار کی سرگرمیوں کے خلاف مجاہدہ کرنے سے درجہ بدرجہ مراتب عبودیت کی تکمیل ہوتی ہے :

اس کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ جب اللہ کے انبیاء واولیاء اس کے دشمن اور اس کے گروہ سے مجاہدہ کرتے ہیں، اللہ کے لئے اس کی مخالفت اور اسے مغلوب کرنے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں، اسے اور اس کے اولیاء کو غصہ دلاتے ہیں، اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اس سے التجا کرتے ہیں کہ وہ انہیں اس کے شر اور اس کی چالوں سے محفوظ رکھے، تب اس پر اتنے دنیوی اور اخروی فوائد مرتب ہوتے ہیں جو اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے تھے...اور جو چیز کسی شیئ پر موقوف ہو وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔

۲۔ بندوں کا گناہوں سے خوفزدہ ہونا :

جب (نافرمانی کے بعد) فرشتوں اور مومنوں نے ابلیس کا حال دیکھا، اور وہ انہیں رتبۂ ملکیت سے درجہ ابلیسیت پر گرتا نظر آیا تو پھر ان کا اپنے گناہوں سے نہ صرف خوف بڑھا بلکہ پختہ اور اتم ہو گیا، لاریب جب فرشتوں نے اسے دیکھا تو ان کے اندر عبودیت کا ایک الگ جذبہ پیدا ہوا، ان کے خضوع نے ایک الگ رنگ اختیار کیا اور انہیں ایک جداگانہ خوف لاحق ہو گیا، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بادشاہ کے غلام جب یہ دیکھیں کہ ان میں سے کسی کو ہر طرح ذلیل کر دیا گیا ہے اور ذلت اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے تو آنکھوں دیکھا یہ حال بلاشک وشبہ ان کے خوف کو فزوں تر کر دے گا اور وہ پوری طرح چوکنا اور محتاط ہو جائیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے سامان عبرت بنا دیا :

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے اسے سامان عبرت بنا دیا ہے جو اس کے حکم کی مخالفت کریں، اس کی فرمانبرداری سے تکبر ظاہر کریں، اور اپنے گناہوں پر مصر رہیں، ٹھیک اسی طرح جیسے اس نے ابوالبشر کے گناہ کو ان لوگوں کے لئے عبرت کا سامان کیا جو اس کے نواہی کا ارتکاب کریں یا اس کے حکموں سے سرتابی کریں، پھر توبہ کریں اور ندامت کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع ہو جائیں، ہاں صاحبو! اس نے جنوں اور انسانوں دونوں کے باپوں کو گناہ سے آزمایا، اور اس باپ کو ان لوگوں کے لئے سامان عبرت ٹھہرایا جو اصرار کریں اور اپنے گناہوں پر اڑے رہیں، اور اس باپ کو ان لوگوں کے لئے نمونہ بنایا جو توبہ کر کے اپنے رب سے رجوع

ہو جائیں، پس رہے نام اللہ کا کہ اس ضمن میں کتنی روشن حکمتیں اور کیسی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں کو جانچنے اور آزمانے کا ذریعہ بنایا ہے :

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوق کے امتحان کی کسوٹی بنا دیا ہے، تا کہ اس کے ذریعہ خبیث وطیب میں امتیاز ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو زمین سے پیدا کیا ہے، اور اس میں نرم اور سخت اور طیب وخبیث ہر طرح کی مٹی ہے، اس لئے لازم ہے کہ ان کے مادوں میں جو کچھ ہو سب سامنے آئے، جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہے جسے ترمذی نے مرفوعاً روایت کیا ہے :

''إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ''۔

''اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے ایک مٹھی لیکر آدم کو پیدا کیا ہے، اسی لئے بنی آدم اسی جیسے وجود میں آئے ہیں، ان میں کچھ سرخ، سفید اور سیاہ اور کچھ درمیانی رنگت کے ہیں کچھ طیب (اچھے) اور کچھ خبیث (ردی اور خراب) ہیں اور نرم اور سخت ہیں''۔ ①

لہٰذا جو کچھ اصلی مادے میں پایا جاتا ہے وہی اس سے بنی ہوئی مخلوق میں بھی موجود ہے، اس لئے حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ اسے نکالا اور ظاہر کیا جائے، اس لئے یہ ناگزیر ہے کہ کوئی ایسا سبب بھی پایا جائے جو اسے ظاہر کر دے، اور ابلیس ہی وہ کسوٹی ٹھہرایا گیا جس سے طیب وخبیث میں امتیاز ہو، جیسے اس نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو بھی اس تمیز کی کسوٹی بنایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿مَّا كَانَ ٱللَّهُ لِيَذَرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ﴾ [آل عمران:۱۷۹]۔

''جس حال میں تم ہو اسی پر اللہ ایمان والوں کو نہ چھوڑ دے گا جب تک کہ پاک اور ناپاک کو الگ الگ نہ کر دے''۔

لہٰذا اس نے اپنے رسولوں کو مکلف لوگوں کے پاس بھیجا، اور ان میں طیب وخبیث ہر طرح کے لوگ تھے، پھر ہوا یہ کہ طیب طیب سے اور خبیث خبیثوں سے جا ملے۔

اور اس کی حکمت بالغہ کا تقاضا یہ ہوا کہ دار الامتحان میں سب کو ملا جلا کر رکھے، اور جب وہ دار القرار میں پہنچ جائیں تو ان میں تمیز کر دے، اور ان کے لئے یہ گھر اور ان کے لئے وہ گھر اپنی بے پایاں حکمت اور نمایاں قدرت

---

① ترمذی : ۲۹۵۵۔

کے تحت الگ الگ بنائے۔

۵۔ اضداد کی تخلیق سے اللہ سبحانہ کے کمال قدرت کا اظہار :

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک طرف جبرئیل اور فرشتوں اور دوسری طرف ابلیس اور شیطانوں کو پیدا کر کے اپنے کمال قدرت کا اظہار فرمائے، درحقیقت یہ اس کی قدرت، مشیئت اور اقتدار کی عظیم ترین نشانیوں میں سے ہے، بیشک وہ آسمان وزمین، روشنی وتاریکی، جنت اور دوزخ، پانی اور آگ، سردی اور گرمی، اور طیب وخبیث جیسے اضداد کا خالق ہے۔

٦۔ ضد سے ضد کا حسن ظاہر ہوتا ہے :

حکمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے ایک دوسرے کی ضد پیدا کر کے ان میں سے ایک کا کمال حسن ظاہر کیا ہے، کیونکہ ایک ضد کی خوبی اس کی ضد کے اظہار ہی سے ہوتی ہے، لہٰذا اگر بدنما چیز نہ ہوتی تو خوبصورت چیز کی فضیلت ظاہر نہ ہو پاتی۔ اگر غریبی نہ ہوتی تو مالداری کی قدر نہ معلوم ہوتی۔

۷۔ اس کے ذریعہ آزمائش تکمیل شکر کی راہ ہے :

ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ شکر کی تمام انواع کے ساتھ اس کا حقیقی شکریہ ادا کیا جائے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اولیاء کو اللہ کے دشمن ابلیس اور اس کے لشکروں کے وجود سے اور ان کے ذریعہ امتحان سے شکر کی اتنی انواع ملیں جو ان کے بغیر ممکن نہیں تھیں، ذرا دیکھیے تو سہی کہ آدم علیہ السلام کے جنت میں رہتے ہوئے وہاں سے نکلنے سے پہلے کی حالت شکر اور اپنے دشمن سے آزمائے جانے کے بعد ان کے شکر کے درمیان کتنا فرق ہے! پھر ان کے رب نے انہیں برگزیدہ کرلیا، ان کی توبہ قبول کر لی اور انہیں مقبول کر دیا۔

۸۔ ابلیس کی تخلیق میں بازار عبودیت کا قیام ہے :

انہیں حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ محبت وانابت، توکل وصبر ورضا اور انہیں جیسی بہت سی چیزیں ہیں۔ جو اللہ سبحانہ کے نزدیک سب سے محبوب عبودیت میں داخل ہیں، اور یہ عبودیت : جہاد پر کمر بستہ ہونے، اپنے آپ کو اللہ کے لئے کھپانے، اس کی محبت کو ماسوا کی محبت پر مقدم کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے، جہاد کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ عبودیت کے کوہان کی چوٹی ہے، جو اللہ کو سب سے محبوب ہے، اس لئے ابلیس اور اس کے گروہ کی تخلیق میں اس عبودیت اور اس کے توابع وملحقات کے بازار کا قیام ہے، جن کی حکمتوں اور فوائد اور ان میں پائی جانے والی

مصلحتوں کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا ہے۔

۹- اس پر اس کے عجائب قدرت اور آیات کا ظہور مرتب ہوا ہے :

ان حکمتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ کسی ایسے کو پیدا کرنے میں جو اس کے رسولوں کی مخالفت کرے، انہیں جھٹلائے، اور ان سے دشمنی کرے اس کی آیات (نشانیوں)، عجائب قدرت، اور لطائف صنعت کا ایسا تمام ظہور ہے جس کا وجود اس کے عدم سے زیادہ اسے محبوب ہے اور اس کے اولیاء کے لئے نفع بخش ہے، مثلاً : طوفان، عصا، ید، سمندر کے پھٹنے اور خلیل کے آگ میں ڈالے جانے جیسی نشانیوں کا ظہور، اور ان سے بھی کئی گنا زیادہ اس کی قدرت اور علم وحکمت کے براہین وآیات ہیں جن کے وجود میں آنے کے لئے ان اسباب کا پایا جانا لازم تھا جن پر انہیں مرتب ہونا تھا۔

۱۰- آگ سے پیدا کرنا بھی بذات خود ایک آیت اور نشانی ہے :

ان حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ مادۂ ناریہ میں جلانے، اوپر اٹھنے اور فساد کا گر پایا جاتا ہے، اور اس میں چمک، روشنی اور نور بھی ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ نے اس سے یہ بھی نکالا اور وہ بھی، جس طرح مادۂ ترابیہ ارضیہ میں طیب وخبیث، نرم اور سخت، احمر واسود (سرخ وسیاہ) اور سپید پایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس سے ان سب کو نکالا ہے۔ تو اس عمل میں ظاہر حکمت، غالب قدرت، اور اس بات پر دلالت کرنے والی نشانی پائی جاتی ہے کہ :

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ [شوریٰ:۱۱] ''اس جیسا کوئی نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

۱۱- اس کے اسماء کے متعلقات کا ظہور :

ان حکمتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے اسماء میں سے : الخافض (پست کرنے والا)، الرافع (بلند کرنے والا)، المعز (عزت دینے والا)، المذل (ذلیل کرنے والا)، الحکم (فیصلہ کرنے والا)، العدل (انصاف کرنے والا) اور المنتقم (انتقام لینے والا) بھی ہے، اور یہ سارے اسماء ان متعلقات کے طالب ہیں جن میں ان کے احکام کا ظہور ہو، اور احسان، رزق، رحمت اور ان جیسے دیگر اسماء بھی ہیں، تو لازم ہے کہ ان کے اور ان کے دونوں کے متعلقات کا ظہور ہو۔

۱۲- اس کے تمامِ ملک (کامل بادشاہت) اور عمومِ تصرف کے آثار کا ظہور :

ان حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ ایسا بادشاہ ہے جس کی ملکیت تام اور مکمل ہے اور اس کے تمامِ ملک اور

کامل بادشاہت میں اس کا عمومِ تصرف، اور ثواب وعقاب، اکرام واہانت، عدل وفضل اور اعزاز واذلال کا تنوع بھی شامل ہے، اس لئے لازم ہے کہ ان دونوں قسموں میں سے ایک کا متعلق ایسے ہی موجود رہے جیسے اس نے دوسرے نوع کے متعلق کو وجود بخشا ہے۔

۱۳۔ ابلیس کا وجود اللہ تعالیٰ کے کمال حکمت کا مظہر ہے :

ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام حکیم اور اس کی صفات میں ایک صفت حکمت بھی ہے، اور اس کی حکمت اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ ہر چیز کو اس مقام پر رکھے جس کے سوا اور کوئی مقام اس کے لائق نہ ہو، اس لئے اس کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ متضادات (جن چیزوں میں باہم تضاد ہو) کی تخلیق فرمائے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ان احکام، صفات اور خصائص کو مخصوص کرے جن کا وجود دوسروں میں نامناسب ہو، اور حکمت کا اتمام اسی سے ممکن ہے، اس لئے اس نوع کا وجود اس کے کمال حکمت اور اسی طرح اس کے کمال قدرت کا بھی حصہ ہے۔

۱۴۔ روکنے اور پست کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد :

انہیں حکمتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ کی حمد تمام وجوہ سے کامل وتام ہے، چنانچہ وہ اپنے عدل پر، روکنے پر، پست اور بلند کرنے پر اور انتقام واہانت میں بھی ایسے ہی قابل تعریف ہے جیسے اپنے فضل وعطا، درجات کو بلند کرنے اور اکرام واعزاز میں قابل تعریف ہے، لہٰذا اس کے لئے اس پر بھی کامل وتام حمد وتعریف ہے اور اس پر بھی، اور وہ ان تمام باتوں پر اپنی تعریف کرتا ہے، اور اس کے تمام فرشتے، اور اس کے رسل اور اولیاء بھی ان پر اس کی تعریف کرتے ہیں، اور تمام اہل موقف بھی ان پر اس کی تعریف کرتے ہیں، اور جو چیز اس کے کمال وتمام حمد کے لوازمات میں سے ہو تو اس کے لئے اسے پیدا کرنے میں اور اسے ایجاد کرنے میں کامل حکمت ہے، اسی طرح اس پر اس کی کمال حمد بھی ہے، اس لئے اس کے حمد کی تعطیل بھی اس کی حکمت کی تعطیل کی طرح ناجائز ہے۔

۱۵۔ اس کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے حلم وصبر کا اظہار فرماتا ہے :

ان میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر اپنے حلم وصبر، توقف، وسعت رحمت اور جود وسخا کا اظہار فرمائے، اس لئے اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ کسی ایسے کو بھی پیدا فرمائے جو اس کے ساتھ شرک کرے، اس کے حکموں کے برعکس کام کرے، اس کی مخالفت میں کوشاں ہو، اور اس کو ناراض کرنے کی سعی کرے، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشابہت پر کمر بستہ ہوجائے، اور وہ اس کے باوجود اچھی اچھی چیزیں اسے

دیتا ہے اسے روزی عطا کرے، عافیت سے نوازے، اس کے لئے مختلف قسم کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے اسباب فراہم کرے، اس کی دعا سنے، اس کی تکلیفیں دور فرمائے، اور اپنے ساتھ اس کے کفر وشرک اور برائی کے بدلے اس کے ساتھ بھلائی اور احسان کا معاملہ کرے اور اس کے سلوک کے برخلاف سلوک کرے، تب بتایئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کتنی حکمتیں اور تعریفیں ہیں۔

وہ چاہتا ہے کہ اپنے اولیاء کی نگاہوں میں محبوب ٹھہرے اور مختلف قسم کے کمالات سے ان کے سامنے خود کو متعارف کرائے، جیسا کہ صحیح میں آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

’’لَا أَحَدَ أَصْبَرُ عَلٰی أَذًی يَّسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ، يَجْعَلُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ وَهُوَ يَرْزُقُهُمْ‘‘.

’’کسی بھی تکلیف دہ بات پر جسے اللہ تعالیٰ سنتا ہے اس سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، لوگ اس کے لئے اولاد ٹھہراتے ہیں مگر وہ اس کے باوجود انہیں روزی عطا کرتا ہے‘‘۔ ①

اور صحیح میں آنحضرت ﷺ سے ان روایات کے ضمن میں وارد ہے جو انھوں نے اپنے رب کے حوالے سے بیان کی ہیں کہ وہ فرماتا ہے :

’’شَتَمَنِي ابْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ذلك وَكَذَّبَنِيْ ابْنُ آدَمَ، وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ذٰلِکَ أَمَّا شَتْمُهُ، إِيَّايَ فَقَوْلُهُ : اتَّخَذَاللّٰهُ وَلَدًا وَأَنَا الأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ كُفُوًا أَحَدٌ ، وَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ : لَن يُعِيدُنِي كَمَا بَدَأَنِي‘‘

’’ابن آدم نے مجھے گالی دی حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، اور ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے (اپنے لئے) اولاد مقرر کی ہے (حالانکہ میں وہ یکتا اور بے نیاز ہوں جس کے نہ کوئی اولاد ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے، اور نہ میرا کوئی ہمسر ہے)، اور رہا اس کا مجھے جھٹلانا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ جیسے اس نے مجھے ابتدا میں پیدا کیا ہے اسی طرح وہ دوبارہ مجھے پیدا نہیں کرے گا‘‘۔ ②

حالانکہ پہلی پیدائش اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنے سے آسان تو نہ تھی۔ (یعنی عام مشاہدے اور دستور کے مطابق)۔

---

① بخاری : ۷۳۷۸۔

② بخاری : ۳۱۹۳۔

مگران تمام گالی گلوچ اور تکذیب کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ گالی دینے والے اور جھٹلانے والے کو بھی روزی عطا فرماتا ہے، اسے عافیت دیتا ہے، اس کی پریشانیوں کو دور کرتا ہے، اسے اپنی جنت کی طرف بلاتا ہے، اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہے، اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اور تمام احوال میں اس کے ساتھ لطف کا معاملہ کرتا ہے، اور اسے اس بات کا اہل ٹھہرا دیتا ہے کہ اس کے پاس اپنے رسولوں کو بھیجے، اور انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ اس سے نرم بات کریں، اور شفقت کے ساتھ اس سے پیش آئیں۔

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں :

''کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ جب اس کی تاریکی باہم گڈمڈ ہوتی ہو اور وہ بزرگ وبرتر جل جلالہ یہ نہ پکارتا ہو کہ کون ہے جو مجھ سے بڑا سخی اور فیاض ہے؟ مخلوق میری نافرمانی کرتی ہے، پھر بھی میں ان لوگوں کو ان کے بستروں پر ایسے چین سے رکھتا ہوں جیسے انھوں نے میری نافرمانی کی ہی نہ ہو، اور ان کی حفاظت کا ایسا ضامن ہو جاتا ہوں گویا انھوں نے گناہ کیا ہی نہ ہو، میں نافرمان کو اپنی فیاضی سے نوازتا ہوں، اور برا کرنے والے پر احسان کرتا ہوں۔

''مَنْ ذَا الَّذِيْ دَعَانِيْ فَلَمْ أُلَبِّهِ
وَمَنْ ذَا الَّذِيْ سَأَلَنِيْ فَلَمْ أُعْطِهِ؟''

''کون ہے جس نے مجھے پکارا ہو اور میں نے اس کی آواز پر لبیک نہ کہا ہو، اور کون ہے جس نے مجھ سے مانگا ہو اور میں نے اسے دیا نہ ہو؟''۔

میں سخی ہوں اور سخاوت مجھی سے چلی ہے، میں کریم ہوں اور کرم میرے ہی پاس سے نکلا ہے، اور یہ بھی میرا کرم ہے کہ بندہ جو مجھ سے مانگتا ہے میں اسے عطا کرتا ہوں اور جو نہیں مانگتا ہے وہ بھی اسے دیتا ہوں، اور یہ بھی میرا کرم ہے کہ میں توبہ کرنے والے کو یوں عطا کرتا ہوں جیسے اس نے میری نافرمانی کی ہی نہ ہو، تب مخلوق مجھ سے کہاں بھاگتی ہے، اور نافرمان میرا در چھوڑ کر کہاں جاتے ہیں؟''۔

اور ایک الٰہی اثر میں وارد ہے :

''إِنِّيْ وَالْإِنْسُ وَالْجِنُّ فِيْ نَبَأٍ عَظِيْمٍ : أَخْلُقُ وَ يُعْبَدُ غَيْرِيْ، وَأَرْزُقُ وَ يُشْكَرُ سِوَايَ''.

''میں اور انسان وجنات ایک بڑے واقعے میں ہیں، پیدا تو میں کرتا ہوں اور عبادت دوسروں کی کی جاتی ہے، اور

روزی میں دیتا ہوں اور شکر کسی اور کا کیا جاتا ہے''۔ ①

- **اور ایک حسن درجے کے اثر میں وارد ہے کہ :**

''آدم کے بیٹے تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا : میرا تو خیر تجھ پر نازل ہوتا ہے، مگر میری طرف تیرا شر چڑھ کے آتا ہے، میں کس قدر نعمتوں سے تیرے اندر اپنی محبت جگاتا ہوں، حالانکہ میں تجھ سے بے نیاز ہوں، اور تو اپنی معصیتوں سے کس قدر میرے نزدیک قابل نفرت بنتا جاتا ہے، حالانکہ تو میرا فقیر ومحتاج ہے، اور معزز فرشتہ مسلسل تیرا کوئی نہ کوئی قبیح عمل لیکر میرے پاس آتا ہے''۔ ②

اور صحیح حدیث میں وارد ہے کہ :

''لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ ''۔

''اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے گا اور ایسوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور اس سے بخشش مانگیں تو وہ انہیں بخش دے گا''۔ ③

- **اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان میں اس کے اسماء وصفات اور آثار کا اظہار ہوتا ہے۔**

اللہ سبحانہ کے اپنے اسماء وصفات سے کمال محبت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کی حمد اور حکمت ایک ایسی مخلوق کی تخلیق کی مقتضی ہو جس میں اس کے احکام وآثار کا ظہور ہو، چنانچہ معاف کرنے کی چاہت کی وجہ سے اس نے ایسے کو پیدا کیا جسے وہ اچھی طرح معاف کر سکے، اور بخشش سے اپنی محبت کی وجہ سے ایسے کو پیدا کیا جسے وہ بخش سکے، اس کے متعلق حلم اور صبر کا مظاہرہ فرمائے اور جلد اسے گرفت میں نہ لے لے، بلکہ اس کی چاہت یہ ہو کہ وہ اسے امان اور مہلت عطا فرمائے۔

اور عدل وحکمت سے اپنی محبت کی وجہ سے اس نے ایسوں کو پیدا کیا ہے جن میں اس کے عدل وحکمت کا ظہور ہوتا رہے۔

اور اپنے جود واحسان اور بھلا سلوک کرنے کی محبت کی وجہ سے اس نے ایسے کو پیدا کیا جو اس کے ساتھ بدی اور

---

① الضعيفة للألبانی : ۱۷۲۳۔

② علامہ البانی نے اسے موضوع کہا ہے۔ دیکھیے : الضعيفة : ۳۲۸۷ ۔

③ مسلم : ۲۷۴۹ ۔

نافرمانی کا معاملہ کرے، اور وہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ساتھ مغفرت اور احسان کا معاملہ کرے، لہٰذا اگر اس نے ایسی مخلوقات پیدا نہ کی ہوتی جن کے ہاتھوں قسم قسم کی معصیتوں اور مخالفتوں کا اجرا ہو، تو یہ حکمتیں اور مصلحتیں بلکہ ان سے کئی گنا اور کئی کئی گنا مصلحتیں اور حکمتیں فوت ہوگئی ہوتیں، پس بابرکت ہے رب العالمین وأحکم الحاکمین جو بے پایاں حکمتوں والا اور ہمہ گیر نعمتوں والا ہے، جس کی حکمت وہاں تک پہنچتی ہے جہاں تک اس کی قدرت پہنچتی ہے۔ اور ہر چیز میں اس کی کوئی نہ کوئی روشن حکمت ہے جیسے اس میں اس کی غالب قدرت اور ہدایات ہیں۔

ان تفصیلات کے بعد : اس حقیقت کو ذہن نشین رکھیں کہ اس ملعون کی تخلیق پر بہت سی حکمتیں مرتب ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وافر محبوبات کا حصول ہوا ہے :

رب کے نزدیک اس مبغوض اور ناپسندیدہ مخلوق کی وجہ سے نہ جانے کتنی ایسی چیزوں کا حصول ہوا ہے جو اسے محبوب ہیں، اور اس کی وجہ سے جو تکلیف دہ چیزیں سامنے آئی ہیں وہ بھی اس کی محبت سے مربوط ہیں، اور ایسا حکیم جس کی حکمت روشن اور ظاہر ہو وہی دو چیزوں میں اپنی محبوب چیز کا حصول اس ناپسندیدگی کو برداشت کر کے کرتا ہے جو اسے مبغوض اور ناراض کرنے والی ہوتی ہے، اگر اس محبوب کے حصول کا طریقہ یہی ہو۔ کیونکہ ملزوم کا حصول لازم کے بغیر محال ہوتا ہے، لہٰذا اللہ کے دشمن ابلیس کی وجہ سے جو کچھ شرور ومعاصی وجود میں آئے آئے مگر اس کے اور اس کے لشکروں کے وجود کی وجہ سے جو طاعتیں اور نیکیاں انجام دی گئیں وہ اللہ کو بہت زیادہ محبوب اور اس سے کئی گنا زیادہ راضی کرنے والی ہیں، اس کی راہ میں جہاد ہوا، اس کے لئے نفسانی خواہشات اور شہوتوں کی مخالفت کی گئی، اس کی محبت اور رضامندی کے لئے مشقتیں اور تکلیف دہ چیزیں برداشت کی گئیں، اور محبوب کو اپنے محب کی سب سے زیادہ یہی چیز تو بھاتی ہے کہ وہ اپنے لئے اسے ایسی اذیتیں اور غم برداشت کرتا ہوا دیکھتا ہے جس سے اس کی محبت کی تصدیق ہوتی ہے۔

مِنْ أَجْلِكَ قَدْ جَعَلْتُ خَدِّيْ أَرْضَا
لِلشَّامِتِ وَالْحَسُوْدِ حَتّٰى تَرْضٰى

''تیری وجہ سے میں نے ہنسی اڑانے والوں اور حاسدوں کے لئے اپنے رخسار کو زمین کر دیا ہے تاکہ تو راضی ہو جائے''۔

اور ایک الٰہی اثر میں وارد ہے کہ :

''بُغْيَتِيْ مَا يَتَحَمَّلُ الْمُتَحَمِّلُوْنَ مِنْ أَجْلِيْ''.

''میرا مطلوب تو وہی مشقتیں ہیں جو میرے لئے برداشت کرنے والے برداشت کرتے ہیں''۔

اس کی شان استغنا کے صدقے! اپنے لئے اپنے محبوں کا اپنے دشمنوں کی اذیتیں برداشت کرنا اور اس کی رضامندی کے لئے ان کا سامنا کرنا اسے کتنا محبوب ہے! اور خود ان کے لئے یہ اذیتیں کتنی نفع بخش اور ان کا انجام کتنا خوشگوار ہے! انہیں اس کی وجہ سے اپنے محبوب کی کتنی نوازشوں اور قربت کا حصول ہوتا ہے، جو ان کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا سامان ہوجاتی ہیں! مگر رب تعالیٰ کی محبت کے منکروں پر حرام ہے کہ وہ اس کی خوشبو تک پاجائیں، یا اس دروازے میں انہیں داخلہ نصیب ہو یا وہ یہ شراب چکھ سکیں۔

قُلْ لِلْعُيُوْنِ الْعِمْيِ لِلشَّمْسِ أَعْيُنٌ

سِوَاكِ يَرَاهَا فِيْ مَغِيْبٍ وَّ مَطْلَعِ

وَسَامِحْ بُؤُسًا لَمْ يُؤْهِلْ لِحُبِّهِمِ

فَمَا يَحْسُنُ التَّخْصِيْصُ فِيْ كُلِّ مَوْضِعِ

''اندھی آنکھوں سے کہہ دیجئے کہ تمہارے سوا آفتاب کو دیکھنے والی کچھ اور بھی آنکھیں ہیں جو ہر طلوع وغروب پر اسے دیکھتی ہیں۔ اور اس محرومی کو درگزر کردیں جو ان کو محبت کا اہل نہ بناسکی کیونکہ ہر مقام تخصیص کے لائق نہیں ہوا کرتا ہے''۔

اگر اس مخلوق نے اپنے رب کو ناراض کیا تو اس کے انبیاء ورسل اور اولیاء نے اسے راضی بھی کیا، اور یہ رضا اس غضب پر بھاری ہے، اگر اس کے ہاتھوں جاری ہونے والی معصیتوں اور مخالفتوں پر اسے غصہ آیا تو وہ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوا جو کھانے پانی کے توشے کے ساتھ اپنی سواری گم کرنے کے بعد اسے حاصل کرنے میں اچانک کامیاب ہوگیا ہو اور وہ اسے ہلاکتوں بھرے بیابانوں میں دستیاب ہوگئی ہو، اگر اپنے انبیاء ورسل کے خلاف اس ملعون دشمن کی ریشہ دوانیوں اور کارروائیوں پر اس کے اندر غضب پیدا ہوا تو اس کے انبیاء ورسل کی طرف سے اس دشمن کے خلاف ہونے والی معرکہ آرائی، اس کی خلاف ورزی، اس کی ناک رگڑنے، اسے دبانے اور کچلنے اور غیظ وغضب سے بھرنے کے جو کارنامے انجام دئے گئے انھوں نے اسے خوش اور راضی بھی کیا، اور یہ رضا اس کے نزدیک عظیم تر ہے، اور اس ناپسندیدہ چیز کے فوت ہونے سے بہتر ہے جس کے فوت ہونے سے لازمی طور پر یہ محبوب اور پسندیدہ چیز بھی حاصل نہ ہو پاتی۔

اگر آدم کے اس درخت کا پھل کھانے سے اسے ناراضگی ہوئی تو ان کی توبہ وانابت اور خضوع وتذلل اور اس کے سامنے ڈھے جانے اور سپردگی کی ادا نے اسے خوش بھی کردیا۔

اگر اسے اپنے دشمنوں کی طرف سے اپنے رسول کے اپنے حرم اور شہر سے اس بے بسی کے ساتھ نکالنے پر غصہ آیا تو اس طمطراق کے ساتھ ان کے وہاں داخلے پر اس کی خوشی بھی چند در چند تھی۔

اگر ان اعداء کی طرف سے اس کے اولیاء واحباب کا قتل کرنا، ان کے گوشت کے ٹکڑے کرنا اور ان کا خون بہانا اسے ناراض کر گیا تو انہیں اس زندگی کا حصول بھی اسے شاد کر گیا جس سے پاکیزہ، نعمتوں والی اور لذت بھری زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو انہیں اس کے قرب وجوار میں حاصل ہوئی ہے۔

اگر اپنے بندوں کی معصیتوں پر اسے ناراضگی ہوئی تو اس کے ملائکہ، انبیاء ورسل اور اولیاء نے اس کی وسعت مغفرت، عفو وکرم، جود وسخا اور احسان کی جو شہادت دی اور اس پر جو اس کی ثناخوانی کی اور ان اوصاف پر اس کی حمد اور بزرگی وبڑائی بیان کی جن کی بڑائی اور حمد وثنا اس نے خود بیان کی تھی تو یہ چیز اسے خوب بھائی بھی ہے، اور یہ صورت اسے ان معاصی کو فوت کر کے ان محبوبات کو بھی فوت کر دینے سے زیادہ خوش اور راضی کرنے والی ہے۔

اور یہ حقیقت ذہن نشین کر لیجئے کہ حمد ہی ان تمام چیزوں کی اصل جامع ہے، اور وہی سررشتۂ خلق وامر ہے۔ ہاں بات یہی ہے کہ ساری کی ساری حمد تمام وجوہ، ہر ہر اعتبار، اور سارے کے سارے تصاریف کے ساتھ اسی کے لئے ہے، چنانچہ اس نے جو کچھ بھی پیدا کیا اور جو کوئی بھی فیصلہ کیا ہے ان سب میں اس کے لئے حمد ہے، اور اس کے حمد کی رسائی وہاں تک ہے جہاں تک اس کا خلق وامر اپنا کام کرتے ہیں اور یہ ایسی حمد ہے جو اس کی محبت ورضا پر مشتمل ہے، اور اس میں اس کی ثناخوانی اور اس کے تمام خلق وامر میں اس کی بے پایاں حکمت کا اقرار بھی پایا جاتا ہے، اس لئے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کی حکمت کی تعطیل اس کی حمد کی تعطیل سے الگ چیز ہے.. لہٰذا وہ جس طرح ہر حال میں حمید (قابل تعریف) ہے اسی طرح وہ ہر حال میں حکیم بھی ہے، چنانچہ اس کی حمد وحکمت اس کے علم وقدرت اور حیات کی طرح اس کی ذات کے لوازمات میں سے ہے، اور اس کے اسماء وصفات اور ان کے مقتضیات اور آثار میں سے کسی بھی چیز کی تعطیل جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے وہ نقص لازم آتا ہے جو اس کے کمال اور عظمت وکبریائی کا ناقض ہے۔

- **اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ اپنے اولیاء کا ملجا وماوی اور جائے پناہ بھی بننا چاہتا ہے :**

اسی کے متعلق ابن قیم فرماتے ہیں :

جس طرح صفات کمال اور افعال حمد وثنا میں اس کے جود وعطا اور نوازشوں کا شمول ہے ویسے ہی پناہ دینا، مدد کرنا اور فریادرسی کرنا بھی ان میں شامل ہے، لہٰذا جس طرح وہ چاہتا ہے کہ حفاظت میں آنے والے اس کی

حفاظت میں آئیں اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ پناہ مانگنے والے اس کی پناہ مانگا کریں، اور شاہوں کا کمال یہ ہے کہ ان کے دوست اور اولیاء ان کی حفاظت میں آئیں اور ان کی پناہ کے طلبگار رہیں جیسا کہ احمد بن حسین کندی نے اپنے ممدوح کے متعلق کہا تھا کہ :

يَا مَنْ أَلُوْذُ بِهِ فِيْمَا أُؤَمِّلُهُ
وَمَنْ أَعُوْذُ بِهِ مِمَّا أُحَاذِرُهُ
لَايَجْبُرُ النَّاسُ عَظْمًا أَنْتَ كَاسِرُهُ
وَلَا يَهِيْضُوْنَ عَظْمًا أَنْتَ جَابِرُهُ

''اے وہ کہ میں اپنی امیدوں میں اس کا سہارا لیتا ہوں اور بچنے والی چیزوں سے جس کی پناہ میں آتا ہوں۔ لوگ وہ ہڈی نہیں جوڑ سکتے جسے توڑنے والا تو ہوتا ہے اور نہ اس ہڈی کو توڑ سکتے ہیں جسے جوڑنے والا تو ہوتا ہے''۔

اگر یہ بات اس نے اپنے رب اور پیدا کرنے والے کے حق میں کہی ہوتی تو اپنی جیسی مخلوق کے متعلق کہنے کے مقابلے میں زیادہ فائدے اور سعادت کا حامل ہوتا۔

مقصد یہی ہے کہ شاہوں کا شاہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کا سہارا لیتے رہیں اور اس کی پناہ کے طلبگار رہیں جیسے کہ اس نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ شیطان مردود سے اس کی پناہ مانگیں، اور اسی سے اپنے بندے پر اس کے تمام نعمت کا اظہار ہوتا ہے جب وہ اپنے دشمن سے اس کی پناہ اور حفاظت چاہتا ہے، لہٰذا پناہ اور سہارا دینا ان دو قسم کی نعمتوں میں ادنیٰ نعمت نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائے، اور ان کے دشمنوں کے خلاف انہیں اپنی مدد اور حمایت کا نظارہ کرائے اور اپنے ذریعہ ان کی کامیابی سامنے لائے، پس کتنی بیش بہا ہے وہ نعمت جس سے ان کے سرور اور آسائشوں کی تکمیل ہوتی ہے، اور کیا شاندار ہے وہ عدل جس کا اظہار وہ ان کے دشمنوں اور حریفوں میں کرتا ہے۔

وَمَا مِنْهُمَا إِلَّا لَهُ فِيْهِ حِكْمَةٌ
يَقْصُرُ عَنْ اِدرَاكِهَا كُلُّ بَاحِثِ

''اور ان میں سے ہر ایک میں اس کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے جس کے ادراک سے ہر تحقیق کرنے والا قاصر ہے''۔

• آخر دہر تک بقائے ابلیس کی حکمت؟ :

ابن قیم رحمہ اللہ نے (شفاء العلیل ص:۳۲۷) میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے جو حسب ذیل ہے :

• بندوں کا امتحان :

اللہ تعالیٰ نے اسے آزمائش کی کسوٹی اور بھٹی ٹھہرایا ہے جس سے خبیث وطیب اور دوست ودشمن کی تمیز ہوجاتی ہے، اسی لئے اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کی خلقت سے جو مطلوبہ مقصد ہے اس کے حصول کے لئے اسے باقی رکھا جائے، اور اگر اس پر موت طاری کردی جاتی تو مطلوبہ غرض بھی فوت ہوجاتی۔ ایسے ہی اس کی حکمت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ آخر دھر تک اپنے دشمن کافروں کو روئے زمین پر باقی رکھے، اور اگر وہ انہیں پورے طور پر ہلاک کردے تو پھر ان کے باقی رکھنے میں جو حکمتیں ہیں وہ سب معطل ہوجائیں، اور جس طرح اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ابوالبشر کو آزمائش سے دوچار کرے ایسے ہی اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ان کی اولاد کو بھی ان کے بعد امتحان سے گزارا جائے، اور اس طرح اس کی (یعنی شیطان کی) مخالفت اور دشمنی کرنے والے کو سعادت سے ہمکنار ہونے کا موقعہ ملے اور اس سے دوستی اور موافقت کرنے والا اسی کی طرف ہوجائے۔

• اسے اس کے سابقہ اعمال صالحہ کے بدلے کے طور پر بھی باقی رکھا گیا ہے :

اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کے مطابق یہ بات پہلے ہی مقرر ہوچکی تھی کہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، مگر اس کی کچھ گزشتہ نیکیاں اور عبادتیں بھی تھیں جس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں آخر دہر تک بقا کی شکل میں عطا کردیا گیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے اچھے عمل کا بدلہ دینے میں ظلم سے کام نہیں لیتا ہے، کیونکہ وہ مومنوں کے نیک اعمال کا بدلہ تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ دیتا ہے مگر کافروں کی نیکیوں کا بدلہ وہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچتے ہیں بالکل خالی ہاتھ ہوتے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں ملتا ہے جیسا کہ یہ معنی نبی ﷺ کی صحیح حدیث میں وارد ہے۔

• اسے مہلت اس لئے دی ہے تاکہ اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے :

قیامت تک اس کی بقا بطور تکریم نہیں ہے، (بلکہ بطور سزا ہے) اس لئے اگر وہ مرگیا ہوتا تو یہ چیز اس کے حق میں

بہتر ہوتی، اس کا عذاب کچھ ہلکا ہوتا اور اس کو لاحق ہونے والے شر میں کچھ کمی ہوتی، مگر جب گناہوں پر اصرار، اس ہستی کی مخالفت جس کی حکمت کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے تھا، اور اس کی حکمت پر اعتراض اس کے بندوں کو اغوا کرنے کی قسم کھانے اور اس کی عبودیت سے انہیں باز رکھنے کی وجہ سے اس کے گناہوں کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا تو اسی حساب سے اس کے گناہوں کی سزا بھی سنگین سے سنگین ہوتی گئی، حقیقت یہ ہے کہ اسے دنیا میں باقی رکھ کر اپنے گناہوں میں آگے بڑھنے کا موقع فراہم کیا گیا تا کہ وہ ایسی سزا کا مستحق بن جائے جو اس کے سوا کسی اور کے لائق نہیں، لہٰذا وہ عقوبت میں بھی اسی طرح اہل شر کا سردار ہو جس طرح کفر و شر میں ان کا پیشوا تھا۔

چونکہ ہر مادۂ شر کا مصدر وہی تھا اس لئے اس کے کرتوت کے مثل اسے جہنم میں بدلہ بھی دیا گیا، چنانچہ دوزخیوں پر جو بھی عذاب نازل ہوگا اس کی ابتدا اسی سے ہوگی پھر وہاں سے وہ اس کے پیروکاروں تک بھی جائے گا جو کھلے عدل اور بے پایاں حکمت کے مطابق ہے۔

- **اسے اس لئے باقی رکھا ہے تا کہ وہ مجرموں کا سرپرست بن جائے :**

اس کے باقی رکھنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے اس نے اپنے رب سے مخاصمت کے درمیان کہا تھا کہ :

﴿أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الاسراء:٦٢]۔

''اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے، لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے، اپنے بس میں کر لوں گا''۔

اور اللہ سبحانہ کو یہ بات معلوم تھی کہ ذریت آدم میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اس کے گھر میں اس کی قربت کے اہل نہیں، اور ان کی حیثیت وہی ہے جو کانٹوں اور مینگنیوں وغیرہ کی ہوتی ہے تو اسے انہیں کے لئے باقی رکھا ہے، اور بزبان تقدیر کہہ دیا ہے کہ یہ سب تیرے اصحاب و اولیاء ہیں، لہٰذا تو ان کے انتظار میں بیٹھا رہ، اور اسے اپنا لے جو تجھ سے ہم آہنگ ہو، اور اگر وہ میرے قابل ہوتا تو میں ان پر تجھے قابو نہ دیتا، کیونکہ میں تو صرف صالحین کو دوست بناتا ہوں، اور وہی میرے قابل ہیں، اور تو ان مجرموں کا دوست ہے جنھوں نے میری رضا کی طلب اور دوستی سے منہ موڑ لیا، فرماتا ہے :

﴿إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٩٩ إِنَّمَا

سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ﴾ [النحل:۹۹-۱۰۰]۔

''ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں''۔

- **انبیاء ورسل کی موت ان کی عزت افزائی اور تکریم کا ذریعہ ہے :**

اور انبیاء ورسل کو جو موت آتی ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ اس کی نگاہوں میں ہلکے ہیں بلکہ اس طرح وہ انہیں اپنی تکریم کی جگہ پہنچاتا ہے جہاں وہ دنیا کی کشمکش اور مشقتوں اور اپنے دشمنوں اور پیروکاروں کے ساتھ جھوجھنے سے آرام پا جائیں، اور ان کے بعد وہ دوسرے رسولوں کو زندگی عطا کرے، اور ایک رسول کے بعد دوسرا رسول پیش کرے، اس لئے ان کی موت ان کے لئے بھی اور ان کی امتوں کے لئے بھی بہتر ہے، ان کے لئے تو یوں کہ وہ دنیا سے راحت پا کر رفیق اعلیٰ کو سدھارتے ہیں، اور کامل لذت وسرور سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں، بالخصوص جبکہ ان کا رب انہیں دنیا کی بقا اور اپنے پاس آنے کے درمیان اختیار بھی دے دیتا ہے اور امتوں کی بہتری اس طرح ہے کہ اس سے یہ چیز عیاں ہوجاتی ہے کہ انھوں نے صرف ان کی زندگی ہی میں ان کی اطاعت نہیں کی بلکہ ان کی موت کے بعد بھی ایسے ہی ان کے فرمانبردار رہے جیسے ان کی زندگی میں تھے، اور ان کے پیروکاران کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان کے امر ونھی سے اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اللہ ہی ایسا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ لہٰذا ان کی موت میں خود ان کے لئے اور ان کی امتوں کے لئے بھی نہ جانے کتنی حکمتیں اور مصلحتیں پائی جاتی ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سارے رسول بشر تھے اور اللہ تعالیٰ نے بشر کو اس دنیا میں ایسی خلقت میں نہیں رکھا ہے جس میں دوام کی صلاحیت ہو بلکہ انہیں ایک دوسرے کا جانشین بنایا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا اس کی جگہ لینے آجاتا ہے، اس لئے اگر انہیں باقی رکھتا تو وہ مصلحت اور حکمت فوت ہوجاتی جو انہیں ایک دوسرے کا جانشین بنانے میں ہے، اور زمین ان پر تنگ ہوجاتی، اس لئے موت ہر مومن کے لئے کمال کا ذریعہ ہے، اگر موت نہ ہوتی تو اس دنیا میں زندگی خوشگوار ہوتی نہ اس سے یہاں رہنے والوں کو کوئی لطف ہی حاصل ہوتا، اس لئے موت میں بھی ویسی ہی حکمت پائی جاتی ہے جیسی حکمت زندگی میں پائی جاتی ہے۔

بنی آدم کو ہلاک وبرباد کرنے میں شیطان کس حد تک کامیاب ہوا ہے؟

جب شیطان نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور اللہ نے اسے اپنی رحمت اور جنت سے دور بھگا دیا اور اس پر اپنا غضب اور لعنت نازل فرمائی تو اس نے اللہ رب العزت کے سامنے خود سے یہ عہد کیا کہ وہ ہمیں گمراہ کرے گا اور بہکائے گا اور ہم سے اپنی بندگی کرائے گا :

﴿لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝١١٨ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ...﴾ [النساء:۱۱۸-۱۱۹]۔

''جسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے میں مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا اور انہیں راہ سے بہکاتا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا...''۔

﴿أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الاسراء:٦٢]۔

''اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے، لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے، اپنے بس میں کرلوں گا''۔

اب سوال یہ ہے کہ شیطان کو بنی آدم سے اپنی مراد پانے میں کس قدر کامیابی ملی؟

بشریت کی تاریخ کا جائزہ لینے والا لوگوں کی بھاری گمراہی کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے کس طرح رسولوں اور کتابوں کی تکذیب کی، اللہ کے ساتھ کفر کیا جو ان کا پروردگار ہے، اور اس کے ساتھ اس کی مخلوقات ہی کو شریک ٹھہرا دیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآ أَكْثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ [یوسف:۱۰۳]۔

''گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان دار نہ ہوں گے''۔

اسی لئے ان پر اللہ کا غضب اور انتقام واجب ہوگیا :

﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّ مَا جَآءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَجَعَلْنَٰهُمْ

أَحَادِيثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴾ [مؤمنون:۴۴]۔

''پھر ہم نے لگا تار رسول بھیجے، جب جب جس امت کے پاس اس کا رسول آیا اس نے جھٹلایا، پس ہم نے انہیں ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا اور انہیں افسانہ بنا دیا۔ان لوگوں کو دوری ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے''۔

اور جب ہم حاضر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یہاں بھی شیطان کے اولیاء بحر حیات میں موجزن نظر آتے ہیں، اسی کا جھنڈا اٹھائے گھومتے ہیں اور اسی کے نظریات کو فروغ دینے میں سرگرم عمل ہیں اور اولیاء اللہ کو ستاتے ہیں، اور شیطان اپنے مشن میں کتنا کامیاب ہوا ہے اس کا اندازہ ہمیں اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ :

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو حکم دے گا کہ وہ اپنی ذریت میں سے جہنم کا وفد نکال دیں اور جب حضرت آدم اس وفد کی تعداد کے بارے میں استفسار کریں گے تو انہیں حکم ہوگا کہ ننانوے جہنم کی طرف اور ایک جنت کی طرف بھیجو۔''①

اور ایک روایت میں ہے کہ : نوسوننانوے (۹۹۹) جہنم کی طرف اور ایک جنت کی طرف۔②

اسی سے پتہ چلتا ہے کہ اس ذریت میں اس کا دعویٰ سچ ثابت ہوا جس نے اپنے باپ کے ماجرے سے سبق حاصل کیا تھا نہ اپنے پیشروؤں سے کوئی عبرت پکڑی تھی، اور یہ لعین اسے ہلاکت کی طرف کھینچتا ہی جا رہا ہے، بلکہ بسا اوقات یہ خود ہی اس سے آگے بڑھ جہنم کی راہ لیتی ہے۔

اور یہ کتنی خراب بات ہے کہ ایک دشمن کے متعلق دوسرے دشمن کا دعویٰ سچا نکلے ؟

مگر حقیقت یہی ہے کہ :

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُۥ فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [سبا:۲۰]۔

''اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے''۔

بڑی بری بات ہے کہ انسان اپنے متعلق شیطان کے دعوے کو سچ کر دے اور اپنے دشمن ہی کی فرمانبرداری کرنے لگے اور اپنے بے انتہا رحم کرنے والے پروردگار کا نافرمان بن جائے، اور یہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ وصف اور تصور سے باہر ہے، دیکھ لیجئے یہاں عراق میں اور دیگر مقامات میں بھی ایک گروہ ایسا ہے جو خود کو ''**عباد**

① احمد : ۸۹۱۳ ، بخاری : ۶۵۲۹۔

② مسلم : ۳۷۹۔

الشیطان'' (شیطان کے بندے) کہتا ہے، اور کچھ مولفین کو ہم دیکھتے ہیں کہ جب وہ حلف اٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں (شیطان کی قسم)، ان کی یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے!

- **ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھائیے:**

ایک عاقل ودانا شخص کو کبھی ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے، اس لئے کہ اللہ کی میزان میں کثرت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ اعتبار حق کا ہے خواہ اس کے پیروکار تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے حق کے ان پیروکاروں میں شامل ہو جاؤ جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ جو شیطان اور اس کے پیروکاروں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اور دلی نفرت، زبانی خطاب، دستی تحریر، عمل بالحق، حجت و برہان کی معرکہ آرائی اور سیف وسنان کے ساتھ ان سے برسر پیکار ہیں، اور اس سے قبل اپنے رب سے التجا اور اس کے دین کی پابندی سے انہیں زیر کئے رہتے ہیں۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱدۡخُلُواْ فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٞ ۝٢٠٨ فَإِن زَلَلۡتُم مِّنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡكُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُ فَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [البقرة:٢٠٨-٢٠٩]۔

''ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اگر تم باوجود تمہارے پاس دلیلیں آجانے کے بھی پھسل جاؤ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غلبہ والا اور حکمت والا ہے''۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں کامل طور پر اسلام میں داخل ہونے والوں میں شامل فرمادے۔ ①

وصلى الله وسلم على عبده ورسوله محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

شیطان سے فیصلہ کن معرکہ آرائی میں فتح کس کی؟

اس سچائی کو ہرگز فراموش نہیں کیا جانا چاہیے کہ بنی آدم میں سبھی خس وخاشاک اور کنکڑ پتھر نہیں ہیں، ان میں نگینے اور ہیرے بھی ہیں، نادر ونایاب موتی اور آبدار گوہر بھی ہیں، اگر کچھ کھوٹے سکے اور زر مغشوش ہیں تو کھرے سونے اور زر خالص بھی پورے آب وتاب کے ساتھ موجود ہیں، اگر کچھ بدبودار وجود ہیں تو مہکتے ہوئے گلاب بھی ہیں، جہاں ان میں ظلمتوں کے نمائندے ہیں وہیں ان میں روشنی کے نقیب بھی ہیں، اگر ان میں خزاؤں کے ترجمان ہیں تو

① دیکھیے: عالم الجن والشياطين مولفہ ڈاکٹر عمر سلیمان اشقر صاحب: ١٢٦-١٨٠۔

بہاروں کے علمبردار بھی ہیں، اگر کچھ بودے بزدل اور عافیت طلب ہیں، تو طوفانوں سے زور آزمائی کرنے والے اور بگولوں سے پنجہ لڑانے والے اصحاب عزیمت بھی ہیں۔

تب یہ کیسے ممکن ہے کہ ابلیس لعین اور اس کی ذریت آخری کشاکش اور انجام کی معرکہ آرائی میں آدم اور ان کی اولاد پر برتری حاصل کرلے اور انہیں شکست سے دوچار کردے ؟ !

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ شیطان سے دودو ہاتھ کرنا ایک مشکل وظیفہ ہے، جنگ طویل اور پیچیدہ ہے، حوصلہ طلب اور صبر آزما ہے، زیرکی دانائی اور قتالی مہارتوں کی متقاضی ہے، نرالی اور انوکھی ہے، ساری معرکہ آرائیوں سے الگ انداز اور اسلوب رکھتی ہے، اس جنگ میں جوش سے زیادہ ہوش کی ضرورت ہے، جذبات سے زیادہ بصیرت کی حاجت ہے، انتہائے محبت کی خودفراموشیوں کے ساتھ مذہبی ہدایات کی دانائیاں بھی مطلوب ہیں، اشتعال کی جگہ حلم اور بردباری چاہیے، ضربات اور زخموں کی شدت سے گھبرانے کے بجائے جارحانہ مدافعت اور پلٹ وار کرنے کی صلاحیت درکار رہے، یہ جاننا بھی لازم ہے کہ کب دفاعی چالیں چلنی ہیں، اور کب وقت ہجوم و یلغار ہے، کون سے داؤں آزمائے جائیں گے اور کب بزن بولنا ہوگا، دشمن کہاں گھات لگائے ہوگا ؟ اور اس وقت اس سے نبرد آزمائی کے کیا گر ہوں گے اور اس سے کیسے عہدہ برآ ہوا جاسکے گا ؟ اٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے ہر وقت اس جنگ کو اپنے اوپر طاری رکھنا ہے، ہر بزم میں رزم کا تصور قائم رکھنا ہوگا، یہ ایک انتھک لڑائی اور لامتناہی جنگ ہے، جہاد مستمر، کاوش مدام اور جہد مسلسل کا ہمہ وقتی عمل ہے جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آنکھ بند نہیں ہوجاتی اور جسم وجان کا رشتہ منقطع نہیں ہوجاتا، اور اس معرکۂ کارزار میں مادی سے زیادہ معنوی بلندیوں اور تیاریوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بدن سے زیادہ قلب کی استقامت اور پامردی مطلوب ومقصود ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے توانائی کے مرکز ومصدر کو ہردم پیش نگاہ رکھنا چاہیے، ولولے ماند نہ پڑیں، حوصلے ٹوٹنے نہ پائیں، ہر لمحہ امداد جاری رہے، اس لئے اپنے ملجاو ماوی اور مرجع کی خبر رکھنی لازم ہے۔

اور جس نے اس حقیقت کو جان لیا اور اس کے تقاضوں کی تکمیل میں کمر بستہ ہوگیا بیشک شیطان اس سے مغلوب ہوجائے گا اور بری طرح پچھاڑا جائے گا اور اپنی شکست پر آٹھ آٹھ آنسو روئے گا، یہی وہ جیالا اور سورما ہے جو شیطانوں کی گردنوں پر پاؤں رکھتا ہوا جنت کے بالاخانوں میں پہنچ جائے گا جہاں حوروں کے نغمے اور غلمانوں کے جام اس کے استقبال میں ہوں گے اور فرشتے اس کے پاس سلام کو آئیں گے، اور مژدہ سنائیں گے کہ :

﴿سَلَٰمٌ عَلَيۡكُم بِمَا صَبَرۡتُمۡۚ فَنِعۡمَ عُقۡبَى ٱلدَّارِ﴾ [الرعد: ۲۴]۔

''کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا''۔

اور خوش نصیب بنات آدم اور اماں حوا کی بیٹیاں بھی اس میدان میں ان کی نرینہ اولادوں سے پیچھے نہیں ہیں، اخلاص ووفا کے ان پیکروں کا مقام بھی شیاطین انس وجن کو اپنی صلابت ایمانی، استقامت قلبی، کردار کی پختگی اور عفت وآبرو کی حفاظت اور سلامتی کے ہتھیار سے مقہور وذلیل کر کے ہزیمت سے دوچار کرنے پر فردوس بریں اور جنات النعیم کے چمن زاروں میں بلند وبالا ہے اور اپنے خوبرو ازواج کی قلمرو میں موتیوں کے محل ان کے انتظار میں ہیں، جہاں نہ کوئی شور وشغب ہوگا نہ قوتوں کو مضمحل کرنے والی تکان ہوگی۔

شیطان کے ساتھ معرکہ آرائی میں مومن کے اسلحے

اول : بیداری، ہشیاری اور احتیاط :

یہ خبیث ومکار دشمن بنی آدم کو گمراہ کرنے کا بڑا حریص ہے، ہمیں اس کے ان اہداف ووسائل کا علم ہو چکا ہے جنھیں وہ بنی آدم کو گمراہ کرنے میں روبہ عمل لاتا ہے، اور اس کے اہداف ووسائل اور گمراہ کرنے کے طور طریقوں کی جتنی معرفت آپ کو حاصل ہوگی اتنی ہی زیادہ نجات کی راہ بھی آپ کے لئے ہموار ہوگی، لیکن اگر آپ ان امور سے غافل رہے تو آپ کا دشمن آپ کو اپنا قیدی بنا کر اپنی مرضی کے مطابق آپ کو گھماتا رہے گا۔ اس لئے ہمہ دم چوکنا اور ہشیار رہیں اور اپنے خلاف اسے چالیں چلنے کا موقع نہ فراہم کریں۔

دوم : کتاب وسنت کی پابندی :

شیطان سے محفوظ رہنے کا سب سے مضبوط اور محکم طریقہ یہ ہے کہ علمی اور عملی اعتبار سے کتاب وسنت کا اہتمام اور پابندی کریں، اس لئے کہ قرآن وسنت ہمارے پاس صراط مستقیم لیکر آئے ہیں اور شیطان ہمیں صراط مستقیم سے باہر رکھنے کے لئے بڑا سخت کوش واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسۡتَقِيمٗا فَٱتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِيلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ [انعام: ۱۵۳]۔

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ

سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیز گاری اختیار کرو"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی شرح اور وضاحت میں امت کی رہنمائی یوں فرمائی ہے :

"خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ، ثُمَّ قَالَ : " هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ " ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ ، وَقَالَ : " هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ " وَقَرَأَ :

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾"۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی، اس کے بعد فرمایا : یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے، اور اس کے دائیں اور بائیں کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا : "یہ وہ راہیں ہیں جن میں سے ہر ایک پر کوئی شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے، اس کے بعد آپ نے پڑھا : اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی"۔ ①

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جو بھی عقائد، اعمال، عبادات اور تشریعات وغیرہ لیکر آئے ہیں انہیں پر چلنے اور ہر اس چیز سے رک جانے میں جن سے انھوں نے منع کر دیا ہے حفاظت کا پورا پورا سامان ہے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ [البقرہ:۲۰۸]۔

"ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

آیت میں "سلم" سے مراد اسلام ہے، کچھ لوگوں نے کہا : اس سے مراد اللہ کی اطاعت ہے، مقاتل اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مراد تمام نیک اعمال کی پیروی اور خیر کے کاموں پر عمل ہے، اس تفسیر کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کے تمام شعبوں اور اسلام کے تمام قوانین پر حسب استطاعت عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور انہیں شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے روکا ہے، چنانچہ جو شخص اسلام میں کامل طور پر داخل ہو جاتا ہے وہ شیطان اور اس کے اقدامات سے دور ہو جاتا ہے، اور جو اسلام کا کچھ حصہ چھوڑ دیتا ہے وہ اتنے میں شیطان کے نقش قدم کی پیروی

---

① رواہ الامام أحمد : ۴۱۴۲ والحاكم : ۳۲۴۱ اور نسائی نے اس کی تصحیح کی ہے ، ورواہ في الكبرى :۱۱۱۰۹۔

کرتا ہے، اس لئے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنا، اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرنا، یا حرام اور خبیث چیزوں میں سے کھانا، یہ سب شیطان کے نقش قدم کی پیروی ہے جس سے اللہ نے ہمیں منع کیا ہے :

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَـٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ [البقرہ:۱۶۸]۔

''لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''۔

- کتاب وسنت کی قولی اور عملی پابندی شیطان کو بھگا دیتی ہے اور اسے سخت غیظ وغضب میں ڈال دیتی ہے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں، احمد نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ، اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي، يَقُولُ: يَا وَيْلَهُ، وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ: يَا وَيْلِي، أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ، فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِي النَّارُ''۔

''جب ابن آدم (آیت) سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک گوشے میں جا کر رونے لگتا ہے، کہتا ہے : اس کا ستیاناس ہو، ۔اور ابن کریب کی روایت میں ہے کہ : ہائے میری بربادی۔ ابن آدم کو سجدوں کا حکم ہوا تو اس نے سجدے کئے جس سے اسے جنت ملی، اور مجھے سجدوں کا حکم ہوا تو میں نے نافرمانی کی اس لئے میرے حصے میں دوزخ آیا''۔ ①

سوم : اللہ سے التجا کرنا اور اس کی پناہ میں آنا :

شیطان اور اس کی فوج سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرے، اس کی جناب میں پناہ طلبی کی درخواست کرے، اور شیطان سے اس کی پناہ مانگے، کیونکہ وہی اس پر قادر ہے، اس لئے اگر وہ بندے کو اپنی پناہ میں لے لے تو پھر شیطان کی مجال کیا کہ اس کی طرف راہ پائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَـٰهِلِينَ ۝١٩٩ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَـٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۚ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [اعراف:۱۹۹-۲۰۰]۔

''آپ درگزر کو اختیار کریں نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ

① مسلم : ۲۴۴۔

شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے''۔
اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو شیطانوں کے وسوسوں اور ان کی حاضری سے اللہ کی پناہ مانگنے اور استعاذہ کا حکم دیا ہے :

﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنۡ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ۝٩٧ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحۡضُرُونِ﴾ [مؤمنون:۹۷-۹۸]۔

''اور دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آجائیں''۔

- **ہمزات الشیاطین کا مطلب :**

''ھمزات'' سے مراد شیطانوں کی شر انگیزیاں اور ان کے وسوسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں پورے اہتمام کے ساتھ شیطانی دشمن سے استعاذہ کا حکم دیتا ہے کیونکہ اسے مروت اور احسان کی ہوا بھی نہیں لگی ہے وہ تو بس ایک ہی بات جانتا ہے کہ چاہے جیسے بھی ہو ابن آدم کو ہلاک و برباد کرنا ہے، کیونکہ اس کے درمیان اور ان کے باپ آدم کے درمیان دشمنی بڑی شدید ہے۔

- **ابن کثیر اپنی تفسیر (۱/۲۸) میں فرماتے ہیں :**

''استعاذہ کا مطلب ہر شر اور شر والے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور اس کی جناب سے چپک لینا ہے...اور ''أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ'' کا مطلب یہ ہے کہ میں اس بات سے شیطان مردود سے اللہ کی حفاظت اور پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے میرے دین اور دنیا میں نقصان پہنچائے، یا مجھے مامورات سے روک دے یا منہیات کا ارتکاب کرنے کی ترغیب دے، اس لئے کہ شیطان کو انسان سے دور رکھنے والا صرف اللہ ہی ہے، اور یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیاطینِ انس کی طبعی اذیتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کے ساتھ رواداری، وضعداری اور حسن سلوک کا حکم دیا ہے، مگر شیاطینِ جن سے حفاظت کے لئے استعاذہ کا حکم دیا ہے کیونکہ نہ وہ کوئی رشوت قبول کرتے ہیں نہ ان پر کسی احسان اور حسن سلوک کا اثر پڑتا ہے کیونکہ وہ فطری طور پر شریر ہوتے ہیں اور آپ سے انہیں باز رکھنے والا صرف وہی ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کثرت کے ساتھ شیطان سے اپنے رب کی پناہ مانگا کرتے تھے جن کے صیغے مختلف ہوا کرتے تھے، چنانچہ دعائے استفتاح کے بعد آپ کہتے تھے :

''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ وَ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ''

''میں شیطان مردود کے ہمز ونفخ اور نفث سے سننے والے جاننے والے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''۔ ①

- ہمز شیطان کی تفسیر ''الموتة'' سے کی گئی ہے جس کا معنی گلا گھونٹنا ہے۔
- اور نفخ کا مطلب تکبر ہے۔
- اور نفث کا مطلب شعر بتایا گیا ہے۔

قرآن وسنت میں وارد استعاذہ کے چند مقامات کا ذکر :

۱۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت استعاذہ :

صحیحین میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب خلاء میں داخل ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے : ''أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ''۔

''اے اللہ میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔

اور مسند احمد اور سنن ابوداود میں حضرت زید بن ارقم سے بسند صحیح روایت ہے کہ :

''إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ، فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ، فَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ''۔

قضائے حاجت کے ان مقامات میں شیاطین کی حاضری ہوتی ہے، اس لئے جب تم میں کا کوئی خلاء میں جائے تو کہے :

''أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ'' ''میں خبیث جنوں اور جنیوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

• غصے کے وقت استعاذہ :

جب دو اشخاص نے نبی ﷺ کے سامنے جھگڑا کیا اور ان میں سے ایک نے شدید غصے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا : ''مجھے ایک ایسی بات معلوم ہے کہ اگر وہ اسے کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے'' تو لوگوں نے پوچھا : اے

① اس کی روایت اصحاب سنن اربعہ نے کی ہے۔

اللہ کے رسول وہ کون سی بات ہے؟ تو آپ نے فرمایا : وہ کہے :

''أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ''

''اے اللہ میں شیطان مردود سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔ ①

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو یہ دعا سکھائی تھی :

''اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ، وَأَنْ أَقْتَرِفَ عَلَى نَفْسِي سُوءًا أَوْ أَجُرَّهُ إِلَى مُسْلِمٍ''۔

''اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، غیب وحاضر کو جاننے والے، تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، تو ہر چیز کا رب اور مالک ہے، میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اس بات سے بھی کہ میں اپنے نفس پر کوئی بدی لاؤں یا اس شر کو کسی مسلمان کی طرف لے جاؤں''۔ ②

- **جماع کے وقت استعاذہ :**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی سے ہمبستری کرتے وقت حسب ذیل استعاذہ سکھایا ہے :

''بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا''۔

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اے اللہ شیطان کو ہم سے دور رکھ اور تو ہمیں جو اولاد عطا کرے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ''۔

ایسا کہنے سے اگر ان کے درمیان اولاد پیدا ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ③

- **کسی منزل پر اترتے اور پڑاؤ ڈالتے وقت استعاذہ :**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''اگر تم میں سے کوئی شخص کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے ہوئے یہ دعا پڑھ لے :

---

① اسے بخاری : ٦٠٤٨ ، مسلم : ٢٦١٠ ، ابوداود : ٤٧٨١ ، اور احمد : ٢٢٠٨٦ نے روایت کیا ہے۔

② اسے ترمذی : ٣٥٢٩ نے بسند صحیح روایت کیا ہے ، صحیح الجامع : ٥٦/٦ ، نمبر : ٧٨١٣ ۔

③ بخاری : ٣٢٧١۔

''أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ'' ''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں''۔

تو اس منزل پر وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ①

- **گدھے کے رینکنے کے وقت استعاذہ :**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''إِذَا نَهِقَ الْحِمَارُ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ''۔

''جب گدھا رینکنے لگے تو تم شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو''۔ ②

اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ گدھا جب رات کے وقت رینکنا شروع کرے تو ہوسکتا ہے کہ وہ شیطان کو دیکھ کر رینکنے لگا ہو۔

- **تلاوت قرآن کے وقت استعاذہ :**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ ٱلْقُرْءَانَ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ ﴿٩٨﴾ إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [النحل:۹۸-۹۹]۔

''قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا''۔

اس استعاذہ کی حکمت

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تلاوت قرآن کے وقت استعاذہ کی حکمت بیان کرتے ہوئے (اغاثة اللهفان : ۱/۱۰۹) میں فرماتے ہیں :

۱۔ قرآن سینوں کے اندر (پائی جانے والی بیماریوں اور آفتوں) کی شفا ہے، شیطان ان کے اندر جو وسوسے، شہوتیں اور برے ارادے پیدا کرتا ہے وہ سب قرآن سے دور ہوجاتے ہیں، شیطان ان میں جو

---

① اسے ابن ماجہ : ۳۵۴۷ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

② طبرانی نے اسے ''المعجم الكبير'' میں بسند صحیح روایت کیا ہے ، دیکھیے : صحیح الجامع : ۱/۲۸۶۔

کچھ وارد کرتا ہے وہ ان کی دوا ہے، اس لئے حکم دیا کہ بیماری کا جو مادہ اور اصل ہے پہلے اسی کو بھگایا جائے، اور دل کو اس سے خالی رکھا جائے، تاکہ دوا کو میدان صاف ملے اور وہ بیماری پر قابو پالے اور اس پر اثر انداز ہو سکے، جیسے کہ کہا گیا :

أَتَانِيْ هَوَاهَا قَبْلَ أَنْ أَعْرِفَ الْهَوَى
فَصَادَفَ قَلْبًا خَالِيًا فَتَمَكَّنَا

''محبت کی شناخت سے پہلے ہی اس کی محبت میرے پاس آگئی، اس لئے دل اسے خالی ملا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس پر چھا گئی''۔

ایسے ہی جب یہ دوائے شافی اس دل تک آتی ہے جو اس کے مضاد اور مخالف سے خالی ہوتا ہے تو وہاں اسے بھرپور کامیابی ملتی ہے۔

۲- ایک حکمت یہ ہے کہ قرآن دل کے اندر ہدایت، علم اور خیر کا مادہ ہے جیسے کہ پانی پودوں کا مادہ ہوتا ہے، اور شیطان وہ آگ ہے جو پہلے پہل پودے کو جلا دیتی ہے، چنانچہ جیسے ہی اسے دل کے اندر کسی خیر کے پودے کے اگنے کا احساس ہوتا ہے ویسے ہی وہ اسے فاسد کرنے اور جلانے کی کوشش کرنے لگتا ہے، اسی لئے حکم دیا گیا کہ بندہ اللہ عزوجل سے استعاذہ کرے اور اس سے اللہ کی پناہ مانگے، تاکہ قرآن سے اسے جو کچھ حاصل ہو وہ اسے فاسد نہ کر سکے۔ اور اس نکتے میں اور اس سے پہلے والے نکتے میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں استعاذہ کا مقصد قرآن کے فائدے کا حصول ہے اور دوسرے میں اس حاصل شدہ فائدے کی بقا اور حفاظت مقصود ہے۔

۳- ایک حکمت یہ ہے کہ فرشتے قرآن کی تلاوت کرنے والے کے قریب آتے ہیں اور اس کی تلاوت سنتے ہیں، جیسا کہ حدیث اسید میں ہے کہ جب وہ قرآن پڑھ رہے تھے تو انھوں نے ایک پرچھائیں جیسی چیز دیکھی جن میں چراغ تھے تو آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ وہ فرشتے تھے۔ اور فرشتے شیطان کی ضد اور ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ اس لئے قاری کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرے کہ وہ اس کے دشمن کو اس سے دور رکھے تاکہ اس کے خواص فرشتے اس کے پاس آئیں، اور یہ وہ مقام ہے جہاں فرشتے اور شیاطین یکجا نہیں ہوتے ہیں۔

۴- ایک حکمت یہ ہے کہ شیطان اپنے سوار اور پیادوں کے ساتھ قاری پر دھاوا بولتا ہے، اور اسے قرآن

کے مقصود سے پھیر دینے میں لگ جاتا ہے، اور وہ ہے تدبر و تفہم اور متکلم سبحانہ کے ارادوں کی معرفت، چنانچہ وہ پوری حرص کے ساتھ اس بات کی جدوجہد کرتا ہے کہ قاری کے دل اور قرآن کے مقصود کے درمیان حائل ہو جائے، اور اس سے قاری کا استفادہ مکمل نہ ہونے دے، اسی لئے تلاوت کی شروعات میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا۔

۵۔ اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والا قاری اللہ تعالیٰ کے کلام کے ذریعہ اس سے مناجات کرتا ہے اور چپکے چپکے اس سے سرگوشیاں کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ ایک اچھی آواز والے قاری کی تلاوت پر توجہ دیتا ہے اور اہتمام سے سنتا ہے جتنا کسی گلوکارہ کا کوئی رفیق اس کا گانا کان لگا کر سنتا ہے، اور شیطان کی تلاوت شعر اور گانا ہوا کرتے ہیں، اسی لئے قاری کو حکم دیا گیا کہ جب وہ اللہ سے مناجات کرنے لگا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی قرأت کو توجہ سے سننے والا ہو تو وہ اس موقع پر شیطان کو دور بھگا دے۔

۶۔ اور یہ بھی ایک حکمت ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے وہ ان سب کی تلاوت میں اپنی باتیں ڈال دیتا ہے... سلف سب کے سب اسی بات کے قائل ہیں کہ آیت کا معنی یہی ہے کہ جب نبی تلاوت کرتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں اپنی باتیں ڈالتا ہے... جب اس کا یہ معاملہ رسول علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ ہے تو پھر دوسروں کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے، اسی لئے وہ کبھی قاری سے غلطیاں کراتا ہے، کبھی اس کی قرأت میں خلط ملط کر دیتا ہے، اس کے ذہن میں تشویش پیدا کرتا ہے، اس کی زبان میں لڑکھڑاہٹ ڈال دیتا ہے، یا اس کے ذہن وقلب کو منتشر کر دیتا ہے، پھر جب تلاوت کا وقت آتا ہے تو قاری کو اس کا یا اس کا سامنا ضرور ہوتا ہے، اور کبھی کبھی سب کچھ یکجا ہی کر دیتا ہے۔

۷۔ شیطان اس وقت انسان کو اپنی گرفت میں لینے کا شدید اہتمام کرتا ہے جب وہ کسی خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، یا بھلائی کا کوئی کام کرنے لگتا ہے، اس وقت اس پر اس کا حملہ شدید ہو جاتا ہے تا کہ وہ اس بھلائی کی تکمیل نہ کر سکے اور اس سے کٹ کر رہ جائے۔

• بال بچوں کے لئے استعاذہ :

رسول اللہ ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لئے استعاذہ کرتے ہوئے کہا کرتے تھے :

''أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ''

''میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے، اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے''۔

اس کے بعد فرماتے تھے کہ میرے باپ ابراہیم ﷺ اسی طرح اسماعیل اور اسحاق کے لئے استعاذہ کرتے تھے''۔ ①

ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں :

''هامة''''هوام'' کی جمع ہے، اور کہا جاتا ہے کہ ''هامة'' ہر اس وجود کو کہتے ہیں جو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرتا ہو، اور ''لامة'' ''ملمة'' کے معنی میں ہے، اور لامة صرف اس لئے کہا ہے تا کہ وہ ''هامة'' کے موافق ہو جائے اور زبان پر بسہولت آ سکے۔ ②

- **استعاذہ کرنے والوں کے لئے سب سے اچھا تعوذ :**

استعاذہ کرنے والوں کے لئے بہتر سے بہتر جو تعوذ ہو سکتا ہے وہ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس ہیں، چنانچہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

'' قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُلْ". قُلْتُ : وَمَا أَقُولُ؟. قَالَ : قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ". فَقَرَأَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: "لَمْ يَتَعَوَّذْ النَّاسُ بِمِثْلِهِنَّ أَوْ لَا يَتَعَوَّذُ النَّاسُ بِمِثْلِهِنَّ''۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ کہو، میں نے عرض کیا : کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا : کہو : ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں پڑھا اور فرمایا : لوگوں نے ان جیسا کوئی اور تعوذ نہیں کیا ہے یا یہ فرمایا کہ لوگ ان جیسا کوئی اور تعوذ نہیں کریں گے۔ ③

- **یعنی ہمہ اقسام شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی ان سے بہتر کوئی اور دعا نہیں ہے۔**

- **ایک عظیم فقاہت : شیطان کو مغلوب کرنے کا ایک آسان نسخہ :**

بعض سلف سے یہ حکایت منقول ہے کہ انھوں نے اپنے شاگرد سے پوچھا :

---

① بخاری : ۳۳۷۱ ، ترمذی : ۲۰۶۰۔

② تلبیس ابلیس : ۴۷۔

③ سنن نسائی : ۵۴۳۳ ، البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

''میاں! بتاؤ اگر شیطان تمہارے دل میں گناہوں کو مزین کرے اور تمہیں ورغلانے لگے تو تم کیا کرو گے؟ کہا: میں اس سے مجاہدہ کروں گا، فرمایا: اگر وہ دوبارہ آجائے تو؟ اس نے کہا: میں پھر مجاہدہ کروں گا، فرمایا: اگر وہ اس کے بعد بھی آجائے تو؟ کہا: میں پھر مجاہدہ کروں گا۔

فرمایا: یوں تو یہ سلسلہ لمبا ہو جائے گا۔ اچھا بتاؤ اگر تمہارا گزر بکریوں کے کسی ریوڑ کے پاس سے ہو اور اس کی نگرانی کا کتا تم پر بھونکنے لگے اور تمہیں آگے نہ بڑھنے دے تو تم کیا کرو گے؟ کہا: میں اپنی بھرپور جدوجہد سے اسے دور بھگا دوں گا، فرمایا: ایسے تو بات لمبی ہو جائے گی، تمہیں یہ کرنا چاہئے کہ فوراً بکری کے مالک کو آواز دو اور اس سے مدد مانگ لو، وہ اس کتے کو تم سے دور کر دے گا''۔ ①

یہ اس بزرگ عالم دین کی عظیم فقاہت ہے، کیونکہ اللہ سے التجا کرنا اور اس کی پناہ میں آجانا ہی شیطان کو دور کرنے اور بھگانے کا سب سے مضبوط راستہ ہے، اور حضرت مریم کی ماں نے یہی کام کیا تھا اور کہا تھا:

﴿وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران:۳۶]۔

''میں نے اس کا نام مریم رکھا، میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں''۔

- **ایک شبہ:**

کچھ لوگ کہتے ہیں: صاحب ہم بھی تو اللہ کی پناہ مانگتے ہیں مگر اس کے باوجود دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں کہ شیطان بدستور ہمارے اندر وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے، بدی پر ابھارتا ہے، اور نمازوں میں ہمیں دنیا بھر کی سیر کراتا ہے اور ہمارا خیال عبادت سے ہٹا دیتا ہے۔

- **جواب:**

یہ ہے کہ استعاذہ کی مثال اس تلوار کی سی ہے جو کسی جنگجو کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اب اگر اس کے بازو میں قوت ہو اور اس کی ضرب کاری لگتی ہو تب تو دشمن کا صفایا ہو جائے گا، ورنہ ممکن ہے وہ خالی جائے اور دشمن پر اس کا کچھ اثر ہی نہ ہو، گو وہ آہنی تلوار کیسی ہی چمکتی ہوئی اور آبدار کیوں نہ ہو۔

ہاں صاحب! یہی حال استعاذہ کا بھی ہے کہ اگر وہ کسی صاحب ورع وتقویٰ کی جانب سے ہو تو وہ ایک آتش سوزاں کی طرح ہوتا ہے جو شیطان کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، اور اگر وہ کسی ڈانواڈول ضعیف الایمان شخص کی طرف سے ہوتا ہے تو دشمن پر چنداں اثر انداز نہیں ہوتا ہے، اس کی تاثیر بس یوں ہی سی ہوتی ہے۔

---

① تلبیس ابلیس: ۴۸۔

ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''یہ سمجھ لو کہ متقی اور کمزور ایمان والے گنہگار کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اس کے سامنے کھانا ہے، پھر ایک کتا اس کے پاس آتا ہے اور وہ در کہہ دیتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے، مگر ایک دوسرا شخص ہے جس کے سامنے گوشت اور کھانا رکھا ہوتا ہے اور ایک کتا جب اس کے سامنے آتا ہے اور وہ اسے در در کہہ کے بھگاتا ہے تو وہ اس کے باوجود نہیں بھاگتا ہے۔ پہلا شخص متقی کی مثال ہے جس کے سامنے اگر شیطان آتا ہے تو اسے بھگانے کے لئے ذکر ہی کافی ہوتا ہے، مگر دوسرے کی مثال کمزور ایمان والے گنہگار کی ہے جس کے سامنے سے شیطان اس لئے نہیں بھاگتا کہ اس کے پاس اس کی دلچسپی کی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ ہم شیطان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں''۔ ①

لہٰذا جو مسلمان شیطان اور اس کے پھندوں سے نجات کا خواہاں ہو وہ اپنے ایمان کی تقویت میں مشغول ہو جائے، اور اللہ سے التجا کرے اور اس کی پناہ مانگے۔

ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ

اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ کوئی طاقت ہے نہ قوت

- **مسجد میں داخلے کے وقت استعاذہ :**

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو پڑھا کرتے تھے :

''أَعُوْذُبِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ''۔

''میں شیطان مردود سے عظمت والے اللہ کی، اس کے باوقار چہرے کی، اور اس کے قدیم اقتدار کی پناہ چاہتا ہوں''۔

فرمایا : جب تم یہ دعا پڑھ لیتے ہو تو شیطان کہتا ہے : آج دن بھر کے لئے یہ مجھ سے محفوظ ہو گیا''۔ ②

- **نماز میں وسوسہ پیدا ہوتے وقت استعاذہ :**

حضرت ابوالعلاء سے روایت ہے کہ عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو عرض کیا :

---

① تلبیس ابلیس : ۴۸۔

② ابوداود نے بسند صحیح اس کی تخریج کی ہے : ۴۶۶۔

اے اللہ کے رسول! شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان بیٹھ جاتا ہے اور میرے پڑھنے میں التباس پیدا کرتا رہتا ہے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''ذَاکَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبُ ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ، وَاتْفُلْ عَلٰى يَسَارِكَ ثَلَاثًا''۔

''وہ ایک شیطان ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے، جب تم اسے محسوس کرو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو، اور اپنے بائیں طرف تین بار تھوتھو کرلو۔

بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، تب نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اسے دور کر دیا''۔ ①

• خواب میں ناپسندیدہ چیز دیکھنے پر استعاذہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ، وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَلْيَتْفِلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا، فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ''۔

''اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، پھر جب تم میں کا کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو اس خواب کو صرف اپنے پسندیدہ لوگوں سے ہی بیان کرے، اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور تین بار (بائیں طرف) تھوک لے، اور اسے کسی سے بھی بیان نہ کرے، تب اسے اس خواب سے کچھ نقصان نہیں ہوگا''۔ ②

• بیجا بحث وتکرار اور جھگڑے کے وقت استعاذہ :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُجَٰدِلُونَ فِىٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَٰنٍ أَتَىٰهُمْ إِن فِى صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَٰلِغِيهِ ۚ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ

① مسلم : ۲۲۰۳۔

② بخاری : ۷۰۴۴ مع الفتح ، مسلم : ۱۵/۱۹-۲۰ نووی۔

ﭧﭨ ﴾ [غافر:٥٦]۔

''جولوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں وہ اس تک پہنچنے والے ہی نہیں، سوتو اللہ کی پناہ مانگتا رہ بیشک وہ پورا سننے والا اور سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے''۔

کیونکہ اس طرح کی کج بحثیوں اور جدال وتکرار میں شیطان کا عمل دخل ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِي ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٖ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطَٰنٖ مَّرِيدٖ ٣ كُتِبَ عَلَيۡهِ أَنَّهُۥ مَن تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُۥ يُضِلُّهُۥ وَيَهۡدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلسَّعِيرِ﴾ [الحج:٣-٤]۔

''بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں جس پر (قضائے الٰہی) لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے گا وہ اسے گمراہ کردے گا اور اسے آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا''۔

چہارم : اللہ کے ذکر میں منہمک ہونا :

ذکر کے متعلق تفصیلی بحث اپنے مقام پر آچکی ہے۔

پنجم : جماعت المسلمین کے ساتھ جڑے رہنا :

شیطان کے پھندوں سے بچنے اور محفوظ رہنے کا ایک راستہ یہ بھی ہے کہ آدمی دیار اسلام میں زندگی گزارے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو، اور اپنے لئے صالح گروہ کا انتخاب کرے جو اسے حق کی ترغیب دے اور اس پر معاونت کرنے والا ہو، اور اسے برائیوں سے روکتا اور باز رکھتا ہو، اور خیر کی یاددہانی کراتا رہتا ہو، کیونکہ اتحاد واتفاق اور ہم آہنگی ویکجائی میں بڑی قوت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

''عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمْ الْجَمَاعَةَ''۔

''جماعت کو لازم پکڑلو اور فرقت سے بچو کیونکہ شیطان ایک (اکیلے) کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے زیادہ دور رہتا ہے، تم میں سے جو شخص عمدہ اور پسندیدہ جنت کا طلبگار ہو اسے چاہیے کہ جماعت کا پابند ہو رہے اور اس سے جڑ

کررہے''۔ ①

اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں اور حدیث صحیح ہے، اس کے متعدد طرق ہیں، اور جماعت سے مراد مسلمانوں کی جماعت اور امام المسلمین ہے، اور اسلام میں اس وقت تک جماعت کی کوئی قیمت نہیں جب تک وہ حق یعنی کتاب وسنت کی پابند نہ ہو۔

- **نماز باجماعت :**

اور دوسری حدیث میں ہے :

''مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ''۔

''کسی بھی گاؤں یا دیہات میں جہاں تین آدمی ہوں اور ان میں (باجماعت) نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر حاوی ہو جاتا ہے، اس لئے تم جماعت کے پابند رہو، کیونکہ بھیڑیے بکریوں میں سے اسی کو کھاتے ہیں جو الگ تھلگ ہو جاتی ہے''۔ ②

- **فرقوں میں نجات کا راستہ جماعت ہے :**

ابوداود نے اپنی سنن میں حضرت معاویہ بن سفیان کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ وہ کھڑے ہوئے اور بیان کیا کہ جان لو : رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا :

''أَلَا إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ''۔

''آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب میں سے جو لوگ تھے وہ بہتر ملتوں میں تقسیم ہو گئے تھے، اور یہ امت تہتر ملتوں میں بٹ جائے گی، بہتر تو جہنم میں ہوں گے، اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہے''۔ ③

- **سفر میں جماعت کی اہمیت :**

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

---

① اسے ترمذی : ۲۱۶۵ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

② اس کی سند حسن ہے ، اسے ابوداود : ۵۴۷ اور نسائی : ۸۴۸ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

③ اسے ابوداود نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے ، صحیح الترغیب للالبانی : ۵۱۔

''الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ''۔

''ایک سوار شیطان ہے، دوسوار دوشیطان ہیں، اور تین سوار قافلہ (اور جماعت) ہیں''۔ ①

- **مجلس میں یکجائی اور اجتماعیت کا اہتمام :**

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

جب لوگ کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تھے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے تھے، اس صورت حال کو دیکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ''۔

''تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا درحقیقت شیطان کی طرف سے ہے''۔

اس کے بعد تو آپ جس منزل پر پڑاؤ ڈالتے تھے وہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ یوں مل کر بیٹھنے لگے کہ کہا جاتا تھا : اگر ان کے اوپر کوئی کپڑا پھیلایا جائے تو سب اس کے نیچے آجائیں گے۔ ②

برادران اسلام! غور فرمایئے کہ اگر ان معمولی امور میں بکھراؤ اور تفرق میں ابلیس اور اس کے گروہ کا ہاتھ ہوتا ہے تو دین میں انتشار اور تفرق کے متعلق کیا عرض کیا جائے اور اس کی اصل ''توحید'' کے بارے میں کیا کہا جائے، اور اس کے سب سے عظیم عملی رکن نماز کے متعلق کیا کہا جائے، کیا اس میں شیطان کا عمل دخل نہیں ہے؟ اپنے پروردگار کی قسم ہے اور یقینا ہے، اے کاش میری قوم کے لوگ اس حقیقت کو سمجھ لیتے۔

شیطان کے شر سے محفوظ رہنے میں ''بسم اللہ'' کے اثرات

اے دینی برادر! اس بات کو گرہ میں باندھ لیجئے کہ اپنے کسی کام کی ابتدا ''بسم اللہ'' سے کرنے کا تعلق اس ادب سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی وحی میں اپنے نبی کو سکھایا تھا :

﴿ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِى خَلَقَ﴾ [العلق:١] ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔

اس لئے ہر ابتدا، ہر اتجاہ اور ہر حرکت اللہ سبحانہ کے نام سے ہی ہوگی۔

---

① ابوداود : ۲۵۴۷ ، حاکم ، بیہقی ، اور احمد نے اسے بسند حسن روایت کیا ہے۔

② ابوداود ، ابن حبان ، حاکم ، بیہقی اور احمد نے اسے روایت کیا ہے ، اور حاکم نے صحیح اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ روایت ایسی ہی ہے جیسی ان دونوں نے فرمایا ہے ، دیکھیے : مقامع الشيطان للشيخ سليم الهلالی ص ۳۴۔

اور یہی ادب دین حنیف کے قاعدے سے بھی ہم آہنگ ہے کہ تعلق محض اللہ سے ہو اور تبرک صرف اسی کے نام سے حاصل کیا جائے اور اسے کسی اور سے مربوط نہ کیا جائے، نیز تعظیم وتبجیل صرف اسی جل جلالہ کی جناب میں محصور رہے، اور ماسوا کی طرف ذرا بھی التفات نہ ہو خواہ وہ کوئی بھی ہو، اس لئے یہ روا نہیں کہ اس ربانی تعلیم کے بعد کسی چیز کی بھی ابتدا غیر اللہ کے نام سے کی جائے، خواہ وہ سلطان ہو، امیر ہو، شاہ ہو یا صدر ہو، کسی کا بھی نام نہ لیا جائے، ایسے ہی وطن، قوم یا انقلاب کسی کے بھی ذکر سے ابتدا نہیں ہوسکتی، نہ ایسی ہی کسی اور چیز سے جس کا تعلق مادہ اور وطن کی تقدیس کرنے والی شخصیتوں کے طور طریقوں سے ہو، کیونکہ اللہ ہی ہر چیز کا رب ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، ہر چیز اسی کے قبضہ واختیار میں ہے، اور سارے امور اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ سے مربوط ہوجاتا ہے، شیطان اس سے پست اور ذلیل ہوکر دور بھاگتا ہے، اسی لئے شارع حکیم نے متعدد امور میں شیطان کو مغلوب کرنے کے لئے ''بسم اللہ'' کی ترغیب دی ہے، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

- **جب جانور پھسل جائے :**

حضرت ابوملیح ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا :

''عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ رَجُلٍ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ- ﷺ -، فَعَثَرَتْ دَابَّتُهُ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: "لَا تَقُلْ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَعَاظَمَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الْبَيْتِ، وَيَقُوْلَ: بِقُوَّتِي، وَلٰكِنْ قُلْ: بِاسْمِ اللّٰهِ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَصَاغَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الذُّبَابِ.''۔

''میں سواری پر نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ ان کی سواری پھسل گئی، اس پر میں نے کہا : شیطان برباد ہو۔ آپ نے فرمایا :

''یہ نہ کہو کہ شیطان برباد ہو، کیونکہ جب تم ایسا کہو گے تو وہ پھول جائے گا یہاں تک کہ گھر جیسا ہوجائے گا، اور کہے گا: میں نے اپنی قوت سے (اسے اس حال کو پہنچا دیا)، مگر تم کہو : بسم اللہ، اور جب تم ایسا کہو گے تو وہ اتنا چھوٹا اور حقیر ہوجائے گا کہ مکھی کی طرح ہوجائے گا''۔ [1]

---

[1] ابوداود : ۴۹۸۲ بسند صحیح۔

- **گھر سے نکلتے وقت :**

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :
''جو شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت پڑھے :

''بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ''

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، میرا توکل اللہ پر ہے، اور نہیں ہے کوئی طاقت وقوت اللہ کے بغیر''۔

تو اس سے کہا جاتا ہے : تجھے ہدایت دی گئی، تجھے کفایت حاصل ہوگی، اور تجھے بچایا جائے گا، اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے، اور ایک شیطان دوسرے سے کہتا ہے : اب تمہارا بس اس آدمی پر کیسے چلے گا جسے ہدایت دی گئی، کفایت حاصل ہوئی اور بچا لیا گیا۔ ①

- **جماع کے وقت :**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے چلے اور دعا پڑھ لے :

''بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا''

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اے اللہ تو ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ''۔

تو انہیں اگر اولاد ملے گی تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ②

- **بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت یا (اگر باہر ہو تو بیٹھنے سے پہلے) :**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت حسب ذیل دعا پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے :

''سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللّٰهِ''

---

① ابوداود : ۵۰۹۵ ، ترمذی : ۳۴۲۶ ، ابن حبان : ۲۳۷۰ ، بسند صحیح۔

② بخاری : ۱۴۱ ، ۲۲۷۱ ، ۳۲۸۳ فتح۔

''جنوں کی آنکھ اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے درمیان حجاب یہ ہے کہ جب آدمی خلاء میں داخل ہونے لگے تو: ''بسم اللہ'' کہہ لے''۔ ①

اور ایک روایت میں ہے :

''سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُهُمْ ثَوْبَهُ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللَّهِ''

''جنوں کی آنکھوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے درمیان حجاب یہ ہے کہ آدمی جب اپنا کپڑا اتارنے لگے تو ''بسم اللہ'' پڑھ لے''۔ ②

قرآن کی تلاوت سے بھی شیطان بھاگتا ہے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی آواز کو پست کئے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، بیان کرتے ہیں : اور عمر بن خطاب کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ اپنی آواز کو بلند کئے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، پھر جب وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یکجا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

اے ابوبکر! میرا گزر آپ کے پاس سے ہوا تو آپ اپنی آواز کو پست کئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے اسے سنا دیا جس سے سرگوشیاں کر رہا تھا۔

اور عمر سے فرمایا : ''میرا گزر آپ کے پاس سے ہوا تو آپ اپنی آواز کو بلند کئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

انھوں نے کہا : میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''اے ابوبکر! آپ اپنی آواز کو کچھ بلند کریں، اور اے عمر! آپ اپنی آواز کو کچھ پست کرلیں۔ ③

- **اس باب میں کچھ آیتوں کی تخصیص :**

اس باب میں شارع حکیم نے کچھ سورتوں اور آیتوں کو مخصوص بھی کیا ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

---

① ترمذی : ٦٠٦ ، ابن ماجہ : ٢٩٧ ، ارواء الغليل : ٥٠ اور علامہ البانی نے اس پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

② صحيح الجامع : ٣٦١١۔

③ ابوداود : ١٣٢٩ ، بیہقی ، ابن حبان ، حاکم اور روایت صحیح ہے۔

۱۔ سورۂ بقرہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ''۔

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، یقیناً شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے''۔ ①

۲۔ آیت الکرسی :

ایک شیطان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتایا تھا کہ :

''جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی : (ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ) آیت کے آخر تک پڑھ لو، تب تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگراں مقرر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔

...اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''حقیقت یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہے مگر یہ بات اس نے تم سے سچ کہی ہے...''۔ ②

اذان اور اقامت سے شیطان بھاگتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ، فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِي كَمْ صَلَّى، فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ''۔

''جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتے ہوئے بھاگتا ہے، تاکہ اذان کی آواز نہ سنے جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو وہ پھر آجاتا ہے، اور جب اقامت ہوتی ہے تو (پھر) پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے، جب اقامت مکمل

① اس کی تخریج مسلم : ۱۸۲۴ نے کی ہے ۶/۶۸ نووی۔

② بخاری : ۲۳۱۱ ، ۳۲۷۵ ، ۵۰۱۰/ الفتح ، تعلیقا ، دیگر لوگوں نے موصول بیان کیا ہے۔

ہوجاتی ہے تو واپس آجاتا ہے، یہاں تک کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان چکرانے لگتا ہے، کہتا ہے : اس کو اور اس کو یاد کر، جو باتیں وہ یاد نہیں کر رہا ہوتا ہے یہاں تک کہ آدمی کو یہی نہیں پتہ رہ جاتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو یہی نہ پتہ چلے کہ اس نے تین پڑھی ہے یا چار تو وہ بیٹھے ہی بیٹھے سہو کے دو سجدے کر لے''۔ ①

- **اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی فہم یہ تھی کہ شیطان کو بھگانے کے لئے کسی بھی وقت اذان مشروع ہے، خواہ وہ وقت نماز کے علاوہ ہی کیوں نہ ہو۔**

حضرت سہیل سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

'' أَرْسَلَنِي أَبِي إِلَى بَنِي حَارِثَةَ، قَالَ: وَمَعِي غُلَامٌ لَنَا، أَوْ صَاحِبٌ لَنَا، فَنَادَاهُ مُنَادٍ مِنْ حَائِطٍ بِاسْمِهِ، قَالَ: وَأَشْرَفَ الَّذِي مَعِي عَلَى الْحَائِطِ، فَلَمْ يَرَ شَيْئًا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي، فَقَالَ: لَوْ شَعَرْتُ أَنَّكَ تَلْقَ هَذَا، لَمْ أُرْسِلْكَ، وَلَكِنْ إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا، فَنَادِ بِالصَّلَاةِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ، عَنِ رَسُولِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: " إِنَّ الشَّيْطَانَ، إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ، وَلَّى وَلَهُ حُصَاصٌ''۔

''میرے ابا نے مجھے بنی حارثہ کی طرف بھیجا، بیان کرتے ہیں : میرے ساتھ ہمارا ایک غلام بھی تھا، یا ہمارا ایک ساتھی بھی تھا، تو ایک باغ سے کسی پکارنے والے نے اس کا نام لیکر پکارا، بیان کرتے ہیں : اور میرے ساتھی نے باغ میں جھانک کر دیکھا تو اسے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں نے یہ ماجرا اپنے ابا کو سنایا تو انھوں نے فرمایا : اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہیں ایسی صورت حال پیش آئے گی تو میں تمہیں ہرگز نہ بھیجتا، مگر تمہیں کوئی ایسی آواز سنائی دے تو نماز کی اذان دینے لگو، کیونکہ میں نے ابو ہریرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ انھوں نے فرمایا :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ، إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ، وَلَّى وَلَهُ حُصَاصٌ''۔

جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان یوں پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے کہ گوز مار رہا ہوتا ہے''۔ ②

---

① بخاری : ۶۰۸ ، ۱۲۲۲ ، ۱۲۳۱ ، ۳۲۸۵۔ الفتح ، مسلم : ۹۱/۴۔ نووی۔

② مسلم : ۸۵۸ ، ۹۰/۴۔۹۱ نووی۔

نماز میں صف بندی اور شیطان

صفیں سیدھی اور درست رکھنے کی صحیح وصریح حدیثیں بکثرت اور مستفیض ہیں جن میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کو جوڑنے اور ان میں الفت پیدا کرنے میں ان کا بڑا کردار ہے کیونکہ وہ شیاطین کو مغلوب کردیتی ہیں۔

ممکن ہے وہ حدیثیں بہت سے لوگوں پر مخفی نہ ہوں مگر وہ ان کی اہمیت سے غافل ضرور ہیں، اسی لئے یہاں شیطان کو ذلیل کرنے اور اس کی چالوں کو ناکام بنانے میں مذکورہ شعار کی اہمیت پر مشتمل کچھ صریح حدیثیں بیان کی جارہی ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا :

''أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثَلَاثًا، وَاللَّهِ لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ''۔

''اپنی صفوں کو سیدھا رکھو؛ یہ بات آپ نے تین بار کہی، اللہ کی قسم تم اپنی صفوں کو ضرور درست کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا''۔

فرماتے ہیں :

''فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ''۔

''تب میں نے دیکھا کہ آدمی اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا گھٹنا اپنے ساتھی کے گھٹنے سے اور اپنا ٹخنہ اس کے ٹخنے سے خوب ملالیتا تھا''۔ ①

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ''۔

''اپنی صفوں کو درست کرلو اور خوب اچھی طرح مل جاؤ اور ان کے درمیان قربت رکھو، اور کاندھوں کو ایک دوسرے

---

① ابوداود : ٦٦٢ ، ابن حبان : ٣٩٦ ، احمد : ٢٧٦/٤ اور دیگر لوگوں نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

کی سیدھ میں رکھو، اس لئے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بالیقین میں دیکھتا ہوں کہ شیطان صفوں کے درمیان کی خالی جگہوں میں یوں داخل ہوتا ہے جیسے وہ بکری کا بچہ ہو''۔ ①

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شیطان صفوں کے درمیان کی خالی جگہوں اور شگافوں میں داخل ہوکر دو مسلمان بھائیوں کے درمیان دوری پیدا کردیتا ہے جس کا نتیجہ دلوں کے اختلاف کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔

اسی لئے شارع حکیم نے صفوں کو سیدھا اور درست رکھنے اور درمیان کے شگافوں اور خالی جگہوں کو پر کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ شیطان کو ان خالی جگہوں سے صفوں میں داخلے کا موقع نہ ملے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفوں کی درستگی سے شیطان کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں، اسے اپنے شیطانی مشن میں ناکامی ہوتی ہے اور نمازیوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے اور انہیں ایک دوسرے کے خلاف اکسانے میں اس کی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی آرزوئیں پامال ہوجاتی ہیں۔

اس لئے اے نمازیو! اس سنت کی پابندی کرو، خود بھی اس کا اہتمام کرو اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دو، تاکہ سبھی لوگ اس کے پابند ہوجائیں اور اس دھمکی اور وعید ''ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کردے گا'' سے نجات پاجائیں اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ صفیں اس وقت تک سیدھی ہو ہی نہیں سکتی ہیں جب تک کہ کندھوں سے کندھے اور قدموں سے قدم یوں نہ ملائے جائیں جیسے (عربی الفاظ) کے حروف ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، اور ایک نظم کے ساتھ پہلے کے بعد دوسرا آتا ہے اور سب ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوجاتے ہیں، اس طرح جسم ایک دوسرے سے ملیں گے تو اللہ تعالیٰ کے منہج کے مطابق دلوں میں بھی محبت ہوگی۔ ②

سجود سہو اور شیطان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى، ثَلَاثًا، أَمْ أَرْبَعًا، فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ، وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ، قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا، شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتَهُ، وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ، كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ''۔

''جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو، اور اسے یہ نہ معلوم ہو سکے کہ اس نے تین پڑھی ہے یا چار؟ تو وہ

① اس کی تخریج ابوداود : ٦٦٧ اور احمد : ٣/٢٦٠ وغیرہ نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

② دیکھے : مقامع الشيطان للهلالي : ٦١-٦٢۔

شک کو دور پھینکے، اور یقینی بات پر عمل کرے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرلے، اس طرح اگر اس نے پانچ پڑھی ہوں گی تو وہ (سجدے) اس کی نماز کو جفت کردیں گے اور اگر چوتھی رکعت کی تکمیل میں پڑھا ہوگا تو وہ شیطان کو ذلیل وخوار کرنے کا سبب بن جائیں گے''۔ ①

تشہد میں انگشت شہادت کا اشارہ

حضرت نافع سے روایت ہے کہ :

''كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ وَأَتْبَعَهَا بَصَرَهُ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهِيَ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيْدِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ''۔

''جب حضرت عبداللہ بن عمر نماز میں بیٹھتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے، اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے، اور اپنی نگاہ اسی پر لگائے رکھتے تھے، اس کے بعد بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''یقیناً یہ (یعنی انگشت شہادت) شیطان کے لئے لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے''۔ ②

برادران اسلام! اس بات کو ذہن نشین رکھیں کہ سنت یہ ہے کہ پورے تشہد میں انگلی ہلائی جاتی رہے، اور اس کی دلیل وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے :

''... ثُمَّ قَبَضَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ، فَحَلَّقَ حَلَقَةً ، ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ ، فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُوْ بِهَا، ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ زَمَانِ بَرْدٍ ، فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمُ الثِّيَابُ تَحَرَّكُ أَيْدِيْهِمْ مِنْ تَحَتِ الثِّيَابِ مِنَ الْبَرْدِ''۔

''پھر انھوں نے اپنی انگلیاں موڑ لیں اور حلقہ بنالیا، پھر اپنی ایک انگلی اٹھائی، تب میں نے دیکھا کہ وہ اسے ہلاتے ہوئے اس سے دعا مانگ رہے ہیں، پھر اس کے بعد میں ان کے پاس سردیوں کے زمانے میں آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگوں کے اوپر کپڑے ہیں اور وہ سردی کی وجہ سے اپنی انگلیاں کپڑوں کے نیچے سے ہلا رہے ہیں''۔ ③

① مسلم : ۱۲۷۲/۲ ، ۶/۵ نووی۔

② اس کی تخریج احمد : ۱۱۹/۲ اور بزار : ۲۷۲/۱ نے کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

③ ابوداود : ۷۲۷ ، نسائی : ۲۳۶/۲ ، دارمی : ۳۱۴/۱-۳۱۵ ، ابن جارود في المنتقى : ۲۰۸ ، ابن خزیمہ : ۷۱۴ اور دیگر۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ :

''أَنَّ النَّبِيَ ﷺ كَانَ يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهِ إِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا''۔

''نبی ﷺ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے مگر اسے ہلاتے نہیں تھے''۔

صحیح نہیں ہے۔ ①

ان اوقات کی معرفت جن میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے

اگر ایک مسلمان کو ان اوقات کا علم ہو جن میں شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں اور اپنے وسوسہ، اغوا اور تزئین کے ذریعہ بنی آدم تک ان کی رسائی نہیں ہوتی ہے، اور وہ ان اوقات کو اللہ کی اطاعت میں صرف کرنے کے لئے غنیمت جانتا ہے تو اس کے اندر باقی اوقات سے استفادہ کی استعداد اور لیاقت پیدا ہوتی ہے، اور انہیں اوقات میں سے ایک ماہ رمضان بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ''۔

''جب ماہ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے''۔ ②

وہ اوقات جن میں شیاطین منتشر ہوتے ہیں اور بکثرت باہر نکلتے ہیں

یہاں کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں شیطانوں کی سرگرمیاں بڑھ جاتی ہیں اور وہ بڑی تعداد میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں، شارع حکیم نے ان اوقات کی نشاندھی اس لئے کر دی ہے کہ ایک مسلمان خود کو اور اپنے اہل وعیال کو

---

① اس کی تخریج ابوداود : ۹۸۹ اور بیہقی : ۱۳۱/۲ نے کی ہے اور یہ حدیث شذوذ اور اختلاف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

② بخاری : ۱۸۹۹ ، ۳۲۷۷ ۔ الفتح ، مسلم : ۱۸۷/۷۔ نووی۔

گھروں میں محدود کر کے شیطان کی چالوں سے محفوظ رہے۔

کچھ اوقات حسب ذیل ہیں :

۱۔ قیلولہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''قِيْلُوْا، فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَاتَقِيْلُ'' ''تم قیلولہ کرلیا کرو کیونکہ شیاطین قیلولہ نہیں کیا کرتے ہیں''۔ ①

- **دوپہر کے وقت تھوڑی دیر سونے یا بغیر نیند کے آرام کرنے کو قیلولہ کہتے ہیں۔**

۲۔ غروب آفتاب یعنی آغاز شب کا وقت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''اِحْبَسُوْا صِبْيَانَكُمْ، حَتّٰى تَذْهَبَ فَوْعَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّهَا سَاعَةٌ تَخْتَرِقُ فِيْهَا الشَّيَاطِيْنُ''۔

''اپنے بچوں کو آغاز شب (رات کے ابتدائی حصے کے) گزر جانے تک روکے رکھو کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہوتی ہے جب شیاطین لوگوں کے بیچ سے گزرتے ہیں''۔ ②

۶۔ شیطانی منصوبوں اور پھندوں کی قلعی کھولنا :

ایک مسلمان کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ان وسائل اور طور طریقوں سے آگاہ رہے جو شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے بروئے کار لاتا ہے اور لوگوں کے سامنے ان کی قلعی کھولتا رہے اور ان کا پردہ فاش کرتا رہے، اور قرآن نے یہی کام کیا ہے، اور رسول نے یہی مہم بحسن وخوبی اور بہتر سے بہتر طریقے پر انجام دی ہے، چنانچہ قرآن نے ہمیں اس اسلوب سے آگاہ کیا ہے جس سے شیطان نے حضرت آدم کو بہکایا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو یہ بتایا کرتے تھے کہ شیطان کس طرح کن سوئیاں لیتا ہے اور سنی ہوئی باتیں کاہن یا جادوگر کے کان میں ڈال دیتا ہے اور اس کے ساتھ سو جھوٹ بھی ملا دیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ باتیں انہیں اس لئے بتایا کرتے تھے تاکہ وہ اس طرح کے لوگوں سے دھوکہ نہ کھائیں، اور ان سے یہ بھی بیان کر دیا کہ شیطان کس طرح ان کے اندر وسوسے ڈالتا ہے، اور ان کی نمازوں اور عبادتوں میں ان کا ذہن دوسری طرف لگا دیتا ہے، اور یہ بھی بتایا کہ کیسے شیطان ان کے اندر یہ وہم

---

① یہ حدیث حسن ہے ، دیکھیے : الصحيحة للألباني : ۱۶۶۴۔

② اس کی تخریج حاکم : ۴/ ۲۸۴ نے کی ہے ، اور اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور ان کی بات درست ہے۔

پیدا کرتا ہے اور یہ بھی واضح فرمایا کہ وہ کیسے میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دیتا ہے، اور کس طرح آدمی کے اندر یہ وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور اس چیز کو کس نے پیدا کیا ہے اور انہیں اس بات تک لے جاتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا ہے۔

۷۔ شیطان کی مخالفت :

یہ بات گزر چکی ہے کہ شیطان انسان کے پاس بشکل ناصح و خیر خواہ آتا ہے اور ہمدردی جتاتا ہوا آتا ہے، اس لئے انسان کو اس سے چوکنا رہ کر اس کی مخالفت کرنی چاہیے اور اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے، اور اس سے یہ کہنا چاہیے کہ اگر تو ایسا ہی خیر خواہ ہوتا تو پہلے خود اپنا بھلا چاہتا، تو نے تو خود کو جہنمی بنا لیا، اور جبار کے غضب کا مستحق ٹھہرا، تو جو خود اپنا خیر خواہ نہیں وہ دوسروں کا بھلا کب کر سکتا ہے؟

- **حارث بن قیس کہتے ہیں :**

''جب شیطان نماز میں تمہارے پاس آکر یہ کہے کہ میاں تم تو دکھاوے کی نماز پڑھ رہے ہو تو تم اپنی نماز کچھ اور لمبی کر دو''۔ ①

اور یہ درحقیقت آنجناب رحمہ اللہ کی فقاہت ہے۔

اور جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ شیطان کو کوئی چیز محبوب ہے یا وہ کسی چیز سے متصف ہے تو ہمیں لازمی طور پر اس سے گریز کرنا چاہیے اور اس کی مخالفت کرنی چاہیے، مثلاً :

شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے، اور بائیں ہاتھ سے لیتا دیتا ہے اس لئے ہم پر اس ضمن میں اس کی مخالفت واجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''لِيَأْكُلْ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ، وَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، وَلْيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ، وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ، وَيُعْطِي بِشِمَالِهِ، وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ''۔

''تم میں سے (ہر) کسی کو چاہیے کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہاتھ سے پیئے، اور داہنے ہاتھ سے لین دین کرے، کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے

---

① تلبیس ابلیس : ۳۸۔

دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے''۔[1]

• کھڑے ہوکر پانی پینے سے شیطان پینے میں شریک ہوجاتا ہے :

جب ہم کھڑے کھڑے کوئی چیز پیتے ہیں تو شیطان اس میں ہمارا شریک ہوجاتا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ جب ہم کوئی چیز پییں تو بیٹھ کر پیا کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَأَى رَجُلا يَشْرَبُ قَائِمًا فَقَالَ لَهُ : " قِهْ " . قَالَ : لِمَ ؟ قَالَ : "أَيَسُرُّكَ أَنْ يَشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ ؟ " قَالَ : لا ، قَالَ : " فَإِنَّهُ قَدْ شَرِبَ مَعَكَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ الشَّيْطَانُ''۔

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو کھڑے ہوکر پانی پیتا ہوا دیکھا تو اس سے فرمایا : قے کردے، اس نے کہا : کیوں قے کروں؟ آپ نے فرمایا : کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ بلی تیرے ساتھ پانی پیئے؟ اس نے کہا : نہیں، آپ نے فرمایا : تیرے ساتھ تو اس نے پانی پیا جو اس سے بھی بدتر ہے!۔ یعنی شیطان نے''۔

• شیطان اور قیلولہ :

شیطان چونکہ قیلولہ نہیں کرتا اس لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں قیلولہ کی ترغیب دی ہے۔

• فضول خرچی شیطانی کام ہے :

قرآن نے ہمیں اسراف سے منع کیا ہے اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطانوں کا بھائی قرار دیا ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ شیاطین کو مال کی بربادی اور ناروا چیزوں میں اس کا خرچ کرنا محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ إِنَّ ٱلۡمُبَذِّرِينَ كَانُوٓاْ إِخۡوَٰنَ ٱلشَّيَٰطِينِۖ وَكَانَ ٱلشَّيۡطَٰنُ لِرَبِّهِۦ كَفُورٗا ﴾ [الاسراء:۲۷]۔

''بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

---

[1] اسے ابن ماجہ (۳۲۶۶) نے بسند صحیح روایت کیا ہے، صحیح الجامع: ۸۱/۵۔

• یہ بھی فضول خرچی ہے :

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ غیر ضروری سامانوں اور بستروں کی کثرت بھی فضول خرچی میں داخل ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ، وَفِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ، وَفِرَاشٌ لِلضَّيْفِ، وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ''۔

''ایک بستر آدمی کا ہوتا ہے، ایک اس کی بیوی کا، اور ایک مہمان کا اور چوتھا شیطان کا ہوتا ہے''۔ ①

• زمین پر گر جانے والا لقمہ اور شیطان :

اور اسی اصول کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم گر جانے والے لقمے کو صاف کر کے کھا لیا کریں اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

'' إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ مِنْ أَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ تَكُونُ الْبَرَكَةُ''۔

''شیطان تم میں سے کسی کے ہر ہر کام کے وقت اس کے پاس آتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے کھانا کھانے کے وقت بھی اس کے پاس آتا ہے، پھر جب (کوئی) لقمہ گر جاتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے صاف کر لے اور کھا جائے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے، پھر جب (کھانے سے) فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے، اس لئے کہ اسے نہیں معلوم ہے کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہے''۔ ②

• شیطانوں کی سواریاں اور شیطانوں کے گھر :

قدیم زمانے میں سواریاں اونٹ، گھوڑوں اور گدھوں پر مشتمل ہوا کرتی تھیں، اور موجودہ زمانے میں ان میں گاڑیاں اور کاریں وغیرہ بھی داخل ہوگئی ہیں جو بنی آدم کی منفعت کے لئے بنائی جاتی ہیں، پھر اگر ان کا مالک انہیں یوں ہی کہیں خالی لئے جا رہا ہو اور راستے میں اسے ایسے لوگ ملیں جو اسی طرف جا رہے ہوں جو اس کی بھی منزل ہے اور وہ سواری کے محتاج ہوں تو اس پر لازم ہے کہ وہ انہیں بھی ان میں بیٹھا لے ورنہ وہ شیطانوں کی سواریاں ہوں

---

① اسے ابوداود ، نسائی اور احمد نے بسند صحیح روایت کیا ہے ، صحیح الجامع : ۴/۸۔

② اسے مسلم : ۵۳۰۳ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے صحیح الجامع : ۲/۷۵ ، نمبر : ۱۶۵۹ ۔

گی۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ :

''تَكُونُ إِبِلٌ لِلشَّيَاطِينِ وَبُيُوتٌ لِلشَّيَاطِينِ، فَأَمَّا إِبِلُ الشَّيَاطِينِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا يَخْرُجُ أَحَدُكُمْ بِجُنَيْبَاتٍ مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا، وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ، وَأَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ أَرَهَا''۔

''کچھ اونٹ شیطانوں کے ہوا کرتے ہیں، اور کچھ گھر شیطانوں کے ہوا کرتے ہیں، جہاں تک شیطانوں کے اونٹوں کی بات ہے تو میں نے انہیں دیکھ لیا ہے، تم میں کا کوئی شخص اپنے ساتھ عمدہ اونٹیاں لیکر نکلتا ہے جنھیں وہ خوب موٹا کئے ہوتا ہے پھر وہ ان میں سے کسی پر بھی نہیں بیٹھتا ہے، اور اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے جس کے پاس سواری نہیں ہوتی ہے اور وہ مجبور ہوتا ہے مگر وہ پھر بھی اسے نہیں بیٹھاتا ہے، اور رہے شیطانوں کے گھر تو میں نے انہیں نہیں دیکھا ہے''۔ ①

ممکن ہے حدیث میں گھروں سے مراد یہ کاریں اور گاڑیاں ہوں جن کے مالکان ضرورتمندوں کے پاس سے گزر جاتے ہیں مگر انہیں سوار نہیں کراتے ہیں۔ یا ممکن ہے اس سے مراد وہ بنگلے اور حویلیاں ہوں جو بلا ضرورت شوقیہ طور پر بنا کر خالی چھوڑ دی جاتی ہیں اور ضرورتمندوں کو سر چھپانے کی جگہ میسر نہیں ہوتی ہے۔

- **جوئے میں استعمال ہونے والے گھوڑے اور جانور :**

یہ گھوڑے اور چوپائے جن پر جوئے کھیلے جاتے ہیں اور بڑھ چڑھ کے بولیاں لگائی جاتی ہیں ان کا شمار بھی شیاطین کی سواریوں میں ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ : فَفَرَسٌ لِلرَّحْمٰنِ وَفَرَسٌ لِلشَّيْطَانِ وَفَرَسٌ لِلْإِنْسَانِ فَأَمَّا فَرَسُ الرَّحْمٰنِ فَالَّذِيْ يُرْبَطُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَعَلْفُهُ وَرَوْثُهُ وَبَوْلُهُ فِيْ مِيْزَانِهِ وَأَمَّا فَرَسُ الشَّيْطَانِ فَالَّذِيْ يُقَامَرُ أَوْ يُرَاهَنُ عَلَيْهِ وَأَمَّا فَرَسُ الْإِنْسَانِ فَالْفَرَسُ يَرْتَبِطُهَا الْإِنْسَانُ يَلْتَمِسُ بَطْنَهَا فَهِيَ سِتْرٌ مِنَ الْفَقْرِ''۔

''گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں : ایک گھوڑا رحمان کا ہوتا ہے، ایک گھوڑا شیطان کا ہوتا ہے، اور ایک گھوڑا انسان کا ہوتا ہے، پھر جو گھوڑا رحمان کا ہوتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جسے اللہ کی راہ میں باندھ دیا جاتا ہے، تب اس کا چارہ، اور بول و براز اس کی میزان میں آئے گا، اور شیطان کا گھوڑا وہ ہوتا ہے جس پر جوا کھیلا جاتا ہے یا بازی لگائی

① اسے ابوداود : ۲۵۶۸ نے بسند صحیح روایت کیا ہے ، دیکھیے : الصحیحة للالبانی : ۱/۱۴۸۔

جاتی ہے، اور انسان کا گھوڑا وہ ہوتا ہے جسے انسان افزائش نسل کی غرض سے پالتا ہے تو وہ اس کے لئے محتاجی سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے''۔ ①

• جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے :

جلد بازی ان صفات میں سے ہے جو شیطان کو محبوب ہوا کرتی ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے انسان خطاؤں کا مرتکب ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''اَلتَّأَنِّيْ مِنَ اللّٰهِ وَ الْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ''۔

''توقف اور غور وفکر سے کام لینا اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے''۔ ②

اس لئے ہم پر لازم ہے کہ اس سلسلے میں ہم شیطان کی مخالفت کریں اور وہ کام کریں جو رحمان کو راضی کرنے والا ہو، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا :

''إِنَّ فِيْکَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ : اَلْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ''۔

''یقیناً تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنھیں اللہ محبوب رکھتا ہے : بردباری اور غور وفکر کے ساتھ قدم اٹھانے کی خو''۔ ③

• جماہی لینا :

انسان کا جماہیاں لینا بھی شیطان کی پسندیدہ چیزوں میں سے ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جس قدر ممکن ہو ہم اسے دبائے رکھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا، قَالَ: هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ''۔

''جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اس لئے جب تم میں سے کسی شخص کو جماہی آئے تو اسے چاہیے کہ وہ ممکنہ حد تک اسے دور کرے، اس لئے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص ''ھا'' کہتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے''۔ ④

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جماہی کاہلی اور سستی کی علامت ہوتی ہے اور شیطان کو انسان کی سستی اور ڈھیلا پن بہت

---

① احمد بسند صحیح : ۳۷۵۶ ، صحیح الجامع : ۱۳۷/۳ ، نمبر : ۳۳۵۰۔

② شعب الایمان للبیهقی بسند حسن ، صحیح الجامع : ۵۷/۳ ، نمبر : ۳۰۱۱۔

③ مسلم : ۲۵-۲۶۔

④ بخاری : ۳۲۸۹۔

بھاتا ہے اور اسے اس کیفیت سے بڑی خوشی ہوتی ہے، کیونکہ اس طرح اس کے عمل میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور اس کی ان کاوشوں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے جو اسے اس کے رب کے پاس بلند کرنے والی ہوتی ہیں۔

۸۔ توبہ واستغفار :

شیطانی چالوں کا مقابلہ کرنے میں یہ چیز بھی مفید ثابت ہوتی ہے کہ جب بندہ کبھی شیطان کے بہکاوے میں آجائے تو اسے فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اپنے گناہ سے توبہ کرلینا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُواْ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ [الاعراف:۲۰۱]

''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں''۔

- (طائف) کی تفسیر گناہ کے ارادے یا گناہ کے ارتکاب سے بھی کی گئی ہے، اور (تَذَكَّرُواْ) سے مراد اللہ کے عذاب اور اس کے بھاری ثواب کو یاد کرنا ہے، اور اس کے وعدوعید کو دھیان میں رکھنا ہے، پھر وہ اسی وجہ سے توبہ اور انابت کی راہ اپناتے ہیں، اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور عنقریب اس کی طرف رجوع کرلیتے ہیں۔ (فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ) سابقہ غفلت سے بیدار ہوجاتے ہیں اور راہ استقامت اختیار کرلیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان انسان کو ایسے اندھیرے میں ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے نہ وہ حق کو دیکھ پاتا ہے نہ اس کی نگاہ اس کے ڈالے ہوئے پردوں پر جاتی ہے، اور نہ ہی اسے ان شکوک وشبہات کے متعلق آگاہی ہوپاتی ہے جو وہ دلوں پر وارد کرتا ہے۔

• شیطان کی گمراہ گری، رب کی مغفرت اور بندۂ مومن کی شان :

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ شیطان نے اللہ رب العزت سے کہا کہ :

''وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ، فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُونِي''۔

''اے میرے پروردگار! میں اس وقت تک مسلسل تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں ہوں گی، اس پر رب نے فرمایا : مجھے میری عزت وجلال کی قسم ہے جب تک وہ مجھ سے مغفرت

طلب کرتے رہیں گے میں ان کی بخشش کرتا ہی رہوں گا''۔ ①

یہی اللہ کے بندوں کا حال ہوتا ہے کہ وہ جلد ہی رجوع کر لیتے ہیں اور توبہ وانابت إلی اللہ کی راہ پر لگ جاتے ہیں، اس سلسلے میں ان کے باپ آدم کی ذات میں ان کے لئے بڑا نمونہ ہے، کیونکہ جب انھوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا تو انہیں اپنے رب کی طرف سے چند کلمات حاصل ہوئے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، حضرت آدم اور ان کی اہلیہ دونوں نے یہ کہتے ہوئے اللہ سے لولگائی کہ :

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [الاعراف:۲۳]۔

''دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

- **مگر شیطان کے اولیاء کا حال وہی ہوتا ہے جو اللہ نے فرمایا ہے کہ :**

﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ﴾ [الاعراف:۲۰۲]۔

''اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے لے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے''۔

- **یہاں (إِخْوَانُهُمْ) سے مراد شیطانوں کے انسانی بھائی ہیں، جیسا کہ فرمایا :**

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾ [الاسراء:۲۷]۔

''بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں''۔

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انہیں کی مانتے اور سنتے ہیں اور ان کے احکامات وہدایات کو قبول کرتے ہیں، (وہ ان کی گمراہی کو بڑھاتے جاتے ہیں) یعنی گناہوں اور معصیتوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان کی نگاہوں میں انہیں مزین کر دیتے ہیں، اور یہ کام وہ اکتائے بغیر بلا تکان کرتے جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا﴾ [مریم:۸۳]۔

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب اکساتے ہیں''۔

۹۔ اس التباس اور غموض کا خاتمہ کر دیجیے جس سے شیطان نفوس کے اندر داخل ہوتا ہے :

ایسے مقامات سے دور رہیں جن سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہوں، اور اگر ایسی کوئی صورت حال پیش

① اسے احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے ، دیکھیے : صحیح الجامع :۲/۷۲ ، نمبر : ۱۶۵۰۔

آ جائے تو لوگوں کے سامنے حقیقت واضح کردیں تاکہ شیطان کو مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرنے کا موقع نہ ملے، اور اس سلسلے میں آپ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔

بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے :

وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معتکف تھے، اور رات کو میں ان سے ملنے آئی تھی، پھر ان سے باتیں کرنے کے بعد جب میں واپس جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو وہ بھی مجھے رخصت کرنے کے لئے میرے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے (تاکہ مجھے میرے گھر پہنچا دیں) ۔اور ان کی رہائش اسامہ بن زید کے گھر میں تھی ۔اسی وقت انصار کے دو آدمیوں کا گزر ہوا، جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے آگے بڑھتے گئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ، یہ (خاتون) صفیہ بنت حیی ہیں، اس پر انھوں نے کہا : سبحان اللہ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا : ''شیطان ابن آدم کے خون کی نالیوں میں دوڑتا ہے، اور میرے اندر یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں وہ تم دونوں کے دلوں میں کوئی شر یا کوئی چیز نہ ڈال دے۔

• خطابی فرماتے ہیں :

یہ حدیث ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ انسان کو ہر اس ناپسندیدہ چیز سے چوکنا اور ہشیار رہنا چاہیے جس سے بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور دلوں میں وسوسے جنم لیتے ہیں، اور شکوک وشبہات سے براءت ظاہر کرکے لوگوں سے سلامتی کا طلبگار رہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ : ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں کے متعلق یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں ان کے دلوں میں ان کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ پیدا ہوجائے جس سے وہ کفر میں جا پڑیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو بات کہی تھی اس میں اپنے بارے میں کوئی خدشہ نہیں تھا بلکہ ان دونوں کے متعلق شفقت کارفرما تھی''۔ ①

• بھلی بات کرنے کی ہدایت :

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن باتوں کی رہنمائی فرمائی ہے ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ بھلی

① تلبیس ابلیس : ۴۶۔

بات کریں تا کہ شیطان ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان داخل ہوکر دشمنی اور نفرت نہ پیدا کر سکے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ﴾ [الاسراء: ۵۳]۔

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منھ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے''۔

مگر اس سلسلے میں لوگوں میں بڑا تساہل پایا جاتا ہے، بسا اوقات وہ ایسی ذومعنی گفتگو کرتے ہیں جن میں کئی طرح کا احتمال پایا جاتا ہے اور اس کا برا مفہوم بھی نکالا جا سکتا ہے، اسی طرح کچھ لوگ اپنے بھائیوں کے لئے برے القاب کا استعمال کرتے ہیں اور انہیں ٹھیس پہنچانے والی اور ان کے احساسات کو مجروح کرنے والی باتیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے شیطان کو ان کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور الفت ومحبت اور یگانگت کی جگہ دشمنی اور عداوت لے لیتی ہے۔

جنات اور اڑن طشتریاں

ان دنوں اڑن طشتریوں کا بڑا چرچا ہے، شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا گزرتا ہوگا جس میں ہم کسی شخص یا متعدد اشخاص کو یہ بتاتا ہوا نہ سنتے ہوں کہ انھوں نے ایک اڑن طشتری دیکھی ہے، انھوں نے اسے فضا میں اڑتا دیکھا ہے، یا زمین میں ٹکا دیکھا ہے، یا انھوں نے اس سے ایسی مخلوقات کو نکلتا دیکھا ہے جن کی شکلیں انسان سے مختلف ہیں، اور یہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ کچھ اس بات کے بھی دعویدار ہیں کہ ان مخلوقات میں سے بعض نے کچھ لوگوں سے اس طشتری تک جانے کی درخواست کی اور وہاں ان کا چیک اپ کیا گیا۔

اور یہ دعویٰ محض ان پڑھ قسم کے عام افراد کی طرف سے نہیں ہوتا ہے بلکہ ولایات متحدہ امریکا کے صدر جیسے نمایاں افراد بھی اس کے مدعی ہیں، صدر صاحب کو یقین ہے کہ انھوں نے ۱۹۷۳ء کو صوبہ جارجیا کی فضا میں ایک ایسی اڑتی ہوئی چیز ملاحظہ کی ہے جس کی ماہیت کا انہیں کچھ پتہ نہیں چل سکا ہے۔

انہیں ایسی دیگر مخلوقات کا خاص اہتمام ہے جنھوں نے زمین پر یلغار شروع کردی ہے۔ چنانچہ امریکی صدر نے (اخباری نشریات کے مطابق) ایک شام ان سائنسدانوں میں سے ایک کے ساتھ گزاری ہے جنھیں یقین ہے کہ کائنات میں انسان ہی تنہا مخلوق نہیں ہے، صدر کارٹر کے ساتھ ان کے سائنسی امور کے مشیر (فرینک پریس) بھی تھے، اس کے بعد کارٹر نے قومی رصدگاہ کے اندر کچھ ایسی فلمیں دیکھیں جو اس سرزمین کے دائرے سے باہر زندگی

گزارنے والی مخلوقات کے متعلق ہونے والی تحقیقات کے آخری نتائج کا اختصار پیش کرتی ہیں، ان فلموں کو پیش کرنے والے (کارنل) یونیورسٹی کے کونی تحقیقات کے ورکشاپ کے ہیڈ (کارل ساگان) تھے، جن کی طرف امریکی فضائی ایجنسی ان تمام امور میں سدا رجوع کرتی ہے جن کا تعلق سیارۂ ارضی کے دائرے سے باہر زندگی گزارنے والی مخلوقات سے ہوتا ہے۔ ①

بتاریخ ۲۳/۳/۸۷ کو کویتی ''الهدف'' کے ضمیمے میں سابق چینی صدر (ماؤزی ڈونگ) کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ دوسرے سیاروں میں ہمارے سوا دیگر مخلوقات کے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔

مضمون نگار صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۶۱% امریکی قوم اس بات کو تسلیم کرتی ہے، اور امریکی اخباروں کا دعویٰ ہے کہ تقریباً نصف ملین امریکیوں نے ان طشتریوں کو دیکھا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگ تو ان سے براہ راست رابطہ کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

مشہور فلم ڈائریکٹر (اسٹیفن اسپلبرگ) نے ایک سینمائی فلم (تیسری قسم کا سامنا) کے عنوان سے ریلیز کی تھی جس کے اخراجات بائیس ملین امریکی ڈالر تک پہنچ گئے تھے۔

یہ فلم ان تمام لوگوں سے معلومات جمع کرنے کے بعد بنائی گئی تھی جنھوں نے ان اڑن طشتریوں کو دیکھا تھا یا ان سے رابطے میں آئے تھے۔

وہ فلم پہلی بار وائٹ ہاؤس میں پیش کی گئی تھی اور سب سے پہلے اسے دیکھنے والے امریکی صدر تھے۔

اس فلم کے ریلیز ہونے کے بعد امریکی فضائی ایجنسی اس بات کی قائل ہوگئی ہے کہ اس میدان میں تحقیق کی ضرورت ہے اور اس نے سال ۱۹۷۹ء کی تحقیقات کے لئے ایک ملین ڈالر مخصوص کیا ہے، اور اس خفیہ منصوبے کا نام (سیٹی) رکھا ہے، جس میں مختصر طور پر یہ سمجھ لیں کہ خارجی فضا کے لئے مخصوص کچھ خلائی مشینیں چھوڑی گئی ہیں جن کا کام ان لاسلکی پیغامات کی تحقیق ہے جو دیگر سیاروں سے آتے ہیں۔

- **اڑن طشتریوں کے متعلق ہمارا فیصلہ :**

اور ان تفصیلات کو پیش کرنے کے بعد ہمارے لئے حسب ذیل فیصلہ ممکن ہے :

۱۔ انسان کے سوا دیگر اجنبی مخلوقات کے وجود کو جھٹلانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جبکہ انہیں دسیوں ہزار بلکہ لاکھوں لوگوں نے بتواتر دیکھا ہے، اور اس موضوع سے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے میں نے ایک طویل عرصے سے اس پر نظر رکھی

---

① دیکھیے : جريدة السياسة الكويتية شمارہ : ۳۳۹۹-۵/۱۲/۷۷۔

ہے، چنانچہ میں دیکھتا تھا کہ تقریباً ہر ہفتے یا اس سے کم وبیش اس قبیل کی کسی چیز کے متعلق جماعتی یا شخصی رویت کی خبر آتی رہتی ہے۔ اور اس میں کا آخری واقعہ وہ ہے جو کویت میں رونما ہوا، جس میں ایک سے زائد شخصیتوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ انھوں نے ایک اڑن طشتری دیکھی ہے، اور اس خبر کو کویتی اخبارات نے اسی وقت شائع کیا تھا۔

۲۔ اس سلسلے میں لوگ حیرت زدہ ہیں کہ ان اڑن طشتریوں اور انہیں استعمال کرنے والی مخلوقات کی حقیقت کی کیا تفسیر کی جائے، بالخصوص جبکہ ان طشتریوں کی رفتار خیالی اور تصوراتی سی ہے جو کسی بھی ایسی سواری کی رفتار سے برتر ہے جو انسان کی ایجاد کردہ ہے۔

۳۔ میں پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ ان مخلوقات کا تعلق عالم جن سے ہے جو ہماری اسی سرزمین میں آباد ہے، اور جنوں کے پاس بشر سے بڑھ کر جو صلاحیتیں اور امکانات موجود ہیں ان کے متعلق ہم گزشتہ سطور میں واضح طور پر بیان کر چکے ہیں، یقیناً انہیں جو تیز رفتاری عطا کی گئی ہے وہ آواز اور روشنی سے بھی زیادہ ہے، اسی طرح ان کے پاس مختلف شکلیں دھارنے اور بنانے کی بھی صلاحیت ہے، اور وہ الگ الگ شکلوں اور صورتوں میں انسانوں کے سامنے آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اور اسی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہم پر کیسی ہے کہ اس نے ہمیں ان حقائق سے روشناس کرادیا ہے، بالخصوص جبکہ ہم انہیں حیرت وقلق میں دیکھتے ہیں جنھیں ان باتوں کی معلومات نہیں ہے جنھیں ہم جانتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ہماری عقلی توانائیاں، علمی صلاحیتیں اور ساتھ ہی مال بھی دیگر نفع بخش چیزوں پر خرچ کرنے کے لئے محفوظ رہ جاتا ہے۔

ہم میں سے کوئی یہ سوال ضرور کرسکتا ہے کہ انہیں دنوں ان طشتریوں کے ظہور کا راز کیا ہے؟ وہ گزشتہ زمانوں میں کیوں سامنے نہیں آیا کرتی تھیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ : جنوں کے پاس ہر زمانے کے لئے وہی لبادہ ہوتا ہے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو، ہمارا یہ دور چونکہ علمی اور سائنسی ترقی کا دور ہے، اسی لئے وہ بشر کو گمراہ کرنے کے لئے وہ طریقہ اپناتے ہیں جن سے وہ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کراسکیں، اور انہیں اس کے اندر کشش محسوس ہو، آج لوگ اس وسیع فضا اور اس کے اندر اپنے سوا دیگر مخلوقات کے پائے جانے کے امکانات کا جائزہ لینے کے بڑے خواہشمند ہیں، اس لئے یہ طریقہ انہیں عین مناسب لگتا ہے۔ [1]

---

[1] دیکھیے : عالم الجن والشیاطین للأشقر : ۹۳۔۱۲۴۔

روحوں کو حاضر کرنے کا عمل

ایک شیطانی کھیل

ماضی قریب میں روحوں کی حاضری کا عمل بڑے زور وشور سے رائج ہوا تھا، اور جن لوگوں کا شمار علماء وعقلاء میں ہوتا تھا وہ بھی اس فریب کو سچ جاننے لگے تھے۔

روحوں کی حاضری کے اس مزعوم عمل کا کوئی ایک ہی طریقہ نہیں تھا، ان میں کچھ طریقے صاف جھوٹ پر مبنی تھے جن میں نفسیاتی القا اور مختلف قسم کے موثرات اور علمی حیلوں کا استعمال کیا جاتا تھا، اور کچھ طریقوں میں جنوں اور شیطانوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد محمد حسین نے اپنی کتاب (الروحية الحديثة) میں ان لوگوں کی بہت سی فریب کاریوں کا پردہ چاک کیا ہے اور حقیقت کے رخ پر چڑھائے گئے جھوٹ کے نقابوں کو اتارا ہے، یہ لوگ اپنے تجربات کا اجرا مدہم سی سرخ روشنی ہی میں کیا کرتے ہیں جو روشنی کی بجائے تاریکی سے زیادہ قریب ہوتی ہے، اور تجسیم (جسم اختیار کرنے)، راست آواز اور جسموں کی نقل وحرکت کی کارروائیاں گھور تاریکی ہی میں انجام پاتی ہیں، اور نگرانی کرنے والا بیٹھنے والوں کے مقامات اور آواز کا مصدر جاننے سے قاصر رہتا ہے، اسی طرح وہ اس مقام کی تفصیلات مثلاً اس کی دیواروں، دروازوں اور دریچوں جیسی چیزوں میں تمیز کی صلاحیت بھی کھو دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد نے (کوٹھری) کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے جو ایک جانبی کمرے سے عبارت ہوتی ہے جو حاضرین سے الگ تھلگ ہوتا ہے، یا اسی کمرے کا ایک جز ہوتا ہے جہاں یہ لوگ بیٹھے ہوتے ہیں مگر اسے ایک دبیز پردے کے ذریعہ الگ کر دیا جاتا ہے، اور یہ الگ جگہ اس وسیط (درمیانی شخص) کے بیٹھنے کے لئے بنائی جاتی ہے جس کے ہاتھوں مزعومہ طور پر مجسم ہونے کی کارروائیاں انجام دی جاتی ہیں۔ تاریکی کے اس سابقہ حجاب پر مستزاد پردے سے محجوب اسی مقام سے مزعومہ ارواح مجسم ہو کر نکلتی ہیں، اور تھوڑی دیر کے بعد اسی کی طرف لوٹ جاتی ہیں، اور حاضرین کے لئے ان سایوں اور پرچھائیوں کو چھونے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی رائے یہ ہے کہ ان روحیوں کے لئے اس طرح کے تاریکی کے ماحول میں علمی اور ٹکنیکل قوالب معدوم نہیں ہوتے ہیں جن میں وہ اپنے حیلے انڈیل سکتے ہوں۔

اور چالوں اور حیلوں کے ذریعہ تدلیس کا عمل ایک قدیم ومعروف طریقہ ہے جن سے انسانی شیاطین اللہ کے

بندوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں، اور ان کے ذریعہ لوگوں میں اپنا مقام بناتے چلے آئے ہیں، ایسے ہی ان کا مال بھی بٹورتے رہے ہیں۔

- **امام ابن تیمیہ کے زمانے کا ایک جعلساز فرقہ :**

امام ابن تیمیہ نے (مجموع الفتاویٰ: ۱۱/۴۵۸) میں اپنے زمانے کے ایک ایسے فرقے کا ذکر کیا ہے جسے (**بطائحیه**) کہا جاتا تھا، یہ لوگ علم غیب اور مکاشفہ کا دعویٰ رکھتے تھے (یعنی اس بات کے دعویدار تھے کہ انہیں کشف ہوتا ہے) اسی طرح اس بات کے بھی مدعی تھے کہ وہ خود بھی رجال غیب کو دیکھتے ہیں اور لوگوں کو بھی ان کا معائنہ کراتے ہیں۔ اس کے بعد امام صاحب نے ان کے دجل وفریب کا پردہ چاک کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ کچھ عورتوں کو بعض لوگوں کے گھروں میں بھیج دیتے ہیں جو ان کا اندرونی حال معلوم کر کے انہیں بتادیتی ہیں، پھر وہ اپنی انہیں معلومات کی روشنی میں ان گھروں کے باشندوں سے کشف کے سہارے ان کے احوال بتاتے ہیں اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ صلاحیت انہیں کے ساتھ مخصوص ہے جس سے وہ یہ اطلاعات حاصل کیا کرتے ہیں۔

اور انھوں نے ایک شخص سے وعدہ کیا تھا۔ جسے انھوں نے بادشاہت کا سبز باغ بھی دکھا رکھا تھا۔ کہ وہ اسے رجال غیب دکھائیں گے، لہٰذا انھوں نے اس کے لئے ایک لمبی لکڑی تیار کی اور اس پر ایک شخص کو ایسے ہی چلنے پر لگا دیا جیسے شیشہ کا گولہ کھیلنے والا کرتا ہے، اور وہ لوگ مزہ کے پہاڑ پر چلنے لگے، اور وہ فریب خوردہ دور سے دیکھتا تھا تو اسے نظر آتا تھا کہ کچھ لوگ پہاڑ پر گردش کر رہے ہیں، اور وہ لوگ زمین سے بلند ہیں'' ان لوگوں نے اس شخص سے بڑا مال سمیٹا اور بعد میں جا کر ان کی حقیقت اس پر کھلی۔

- **انھوں نے ایک اور شخص کو جسے (قفجق) کہا جاتا تھا اپنے دام فریب کا شکار کیا :**

طریقۂ کار یہ تھا کہ انھوں نے ایک شخص کو قبر میں داخل کر دیا جو وہاں سے باتیں کرتا تھا، اور اسے یہ جھانسہ دیا کہ مردے بولتے ہیں، اور اسے باب الصغیر کے مقبروں کی طرف ایک شخص کے پاس لے آئے جس کے متعلق بتایا کہ یہ وہی شعرانی مرد ہے جو جبل لبنان میں پایا جاتا ہے، اور اسے اس کے قریب نہیں جانے دیا بلکہ دور ہی سے اس کی زیارت کرادی تا کہ اس سے تبرک حاصل ہو جائے، اور کہا کہ اس نے اس سے کچھ مال طلب کیا ہے، تو جواب میں (قفجق) نے کہا : شیخ کو بذریعہ کشف یہ اطلاع ہے کہ میرے خزانے میں

یہ سب کچھ نہیں ہے، اور قفجق اس کے قریب چلا گیا اور بال کو پکڑ کر کھینچ لیا جس سے بکری کی کھال کا وہ حصہ باہر نکل آیا جو اس کی جلد پر چپکا یا گیا تھا۔

- **واسطہ بننے والا شخص فریبی اور عیار ہوتا ہے :**

اور ڈاکٹر محمد محمد حسین نے بیان کیا کہ :

وسیط (درمیانی شخص) ۔جو روحیوں کے خیال میں ایسی فطری استعداد کا مالک ہوتا ہے جو اسے رابطے کے لئے واسطے کا کام کرنے کا اہل بنا دیتی ہے۔ عام طور پر کوئی بہت بڑا دجال ،فریبی اور عیار شخص ہی ہوتا ہے، اور بتایا ہے کہ کس طرح یہ درمیانی شخصیتیں دین واخلاق سے عاری ہوا کرتی ہیں، بلکہ ان روحانیوں کے یہاں ان واسطہ بننے والی شخصیتوں کے لئے اس طرح کی کوئی شرط ہی نہیں ہوتی ہے، اور انھوں نے ایک واقعے کا ذکر کیا ہے جو ذاتی طور پر انہیں کے ساتھ ہوا تھا اور اس موضوع پر تحقیق کے بعد ان پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ وہ وسیط (درمیانی شخص) ایک دجال وکذاب تھا۔

- **پیشگی سازباز :**

اور انھوں نے اس چال کی بھی وضاحت کی ہے کہ :

ان حاضری کرانے والوں کی مجلس میں بیٹھنے والوں کی کس طرح ان سے پیشگی سازباز ہوتی ہے، اور ان جلسوں میں شرکت کرنے والوں کے انتخاب میں کتنی احتیاط برتی جاتی ہے اور اگر کوئی ذہین و بیدار مغز شخص ان کی مجلس میں چلا آئے اور انہیں اپنے پروگرام میں ناکامی ہو تو وہ کس طرح اس کی تعلیل کرتے ہیں۔

- **اس کام کے لئے جنوں اور شیطانوں کی مدد لینا :**

ڈاکٹر محمد محمد حسین نے اس پہلے طریقے کے متعلق بڑی تفصیل سے کام لیا ہے جس کے بارے میں روحانیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کے ذریعہ روحوں کو حاضر کرتے ہیں، درحقیقت اس میں دجل وفریب اور جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے اور نفسیاتی موثرات اور علمی اور ٹیکنیکل حیلے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اور دوسرے طریقے کے متعلق جس میں جنوں اور شیطانوں سے کام لیا جاتا ہے انھوں نے محض اشارے پر اکتفا کیا ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ بیشتر تنظیمیں جن میں روحوں کی حاضری کا دعوی کیا جاتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔

- **روحوں کی حاضری کا دعوی قدیم ہے :**

اور مذکورہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ یہ کوئی نیا دعوی نہیں ہے بلکہ بہت بہت قدیم ہے، اور گزشتہ صفحات میں ہم نے نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں کا رابطہ باقاعدہ جنوں سے قائم تھا، بلکہ ثقات کی کتابوں نے ہمارے لئے اس روایت کو محفوظ رکھا ہے کہ بعض لوگ اس کا دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ مردوں کی روحیں مرنے کے بعد بھی زندگی کی طرف واپس آتی ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اور ان لوگوں میں سے (یعنی شیطانی احوال رکھنے والے کافروں، مشرکوں اور جادوگروں اور انہیں جیسے لوگوں میں سے) کچھ ایسے ہیں کہ جب ان کے یہاں کوئی میت ہوجاتی ہے تو وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ موت کے بعد آتی ہے، ان سے باتیں کرتی ہے، ان کے قرضے چکاتی ہے، ان کی امانتیں واپس کرتی ہے، اور انہیں کچھ نصیحتیں کرتی ہے، کیونکہ ان کے پاس وہی صورت آتی ہے جو زندگی میں ہوا کرتی ہے، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو اس کی شکل بنا کر آتا ہے اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وہی ہے''۔ ①

روحوں کی حاضری سے متعلق
ایک ہمعصر کا تجربہ

روحوں کی حاضری دجل وفریب اور دھوکہ ہے :

یہ ایک تجربہ ہے جو کاتب احمد عزالدین بیانونی صاحب کو پیش آیا ہے جس کا تذکرہ انھوں نے ''**الإیمان بالملائکۃ**'' نامی کتاب میں کیا ہے، اور میں نے انہیں کی عبارت میں اسے نقل کرنے کی پابندی کی ہے، اس موضوع سے متعلق وہ رقمطراز ہیں کہ :

''روحوں کی مزعومہ حاضری نے مشرق ومغرب میں لوگوں کے افکار کو مشغول کر رکھا ہے، اس لئے اس موضوع پر مختلف زبانوں میں مضامین لکھے گئے ہیں جو بہت سے عربی اور غیر عربی رسالوں میں شائع ہوئے ہیں، اور اس موضوع پر کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں، ریسرچ اسکالروں نے تحقیقات کی ہیں، تجربہ

① جامع الرسائل ص : ۱۹۴/ ۱۹۵۔

کرنے والوں نے تجربے کئے ہیں، بعدازاں ان میں سے عقلمندوں پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ یہ سب کذب وبہتان ہے اور کفر وطغیان کی دعوت ہے۔

بیشک روحوں کی حاضری جس کا دعویٰ کرنے والے دعویٰ کرتے ہیں ایک جھوٹ، دجل وفریب اور دھوکہ ہے، اور یہ مزعومہ ارواح شیطانوں کے سوا کوئی اور نہیں ہیں جو انسانوں کے ساتھ کھیلتے اور انہیں فریب دیتے ہیں۔

اور کسی بھی انسان کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کی روح کو حاضر کردے، کیونکہ جسموں سے الگ ہونے کے بعد یہ روحیں عالم برزخ کی طرف چلی جاتی ہیں، پھر اس کے بعد وہ یا تو نعمتوں میں ہوتی ہیں یا عذاب میں، اور روحوں کی حاضری کا دعویٰ کرنے والوں کے دعووں سے پرے اپنی ہی مشغولیتوں میں ان کی ساری توانائیاں لگی ہوتی ہیں۔

اوران روحوں کی طرف سے مجھے بھی دعوت ملی تھی، اور میں نے ذاتی طور پر اس کا ایک لمبا تجربہ کیا تھا، پھر مجھ پر یہ واضح ہوگیا تھا کہ یہ سب جھوٹ دجل وفریب اور دھوکہ ہے، جو کچھ کھیل کھیلنے والے شیطانوں کے ہاتھوں انجام دیا جاتا ہے، اور اس سے ان کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا اور انہیں فریب دینا اور اپنے دوستوں کی دوستی نبھانا ہوتا ہے...

- **تجربے کی ابتدا :**

تقریباً دس سال سے بھی زائد عرصے سے میں ایک شخص کو جانتا تھا جو اس بات کا مدعی تھا کہ وہ کچھ اچھے کاموں میں انسانوں کی خدمت کے لئے جنوں سے کام لیتا ہے اور اس کا واسطہ بشر میں سے ایک درمیانی شخصیت ہے۔

اس کا دعویٰ تھا کہ اس تک اس کی رسائی لمبے اذکار اور تلاوتوں کے ذریعہ ہوئی ہے، جس میں اس نے ایک طویل عرصہ گزارا ہے، اور اس کی رہنمائی کسی ایسے شخص نے کی تھی جو اس علم کی معرفت کا دعویدار ہے!

ایک دن وسیط (درمیانی شخص) میرے پاس آیا، اور مجھے جنوں میں سے فلاں اور فلانہ کی دعوت پہنچائی کہ وہ مجھ سے ایک اہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں، جس میں میری شان عظیم ہوگی۔

چنانچہ میں اس بات پر خوش خوش اللہ کے بھروسے اس تجربے سے کوئی نئی چیز حاصل کرنے کے خیال سے وقت مقرر پر پہنچ گیا۔

• فریب دہی کیسے شروع ہوئی ؟

فریب دہی کی سب سے پہلی چال جو میرے ساتھ چلی گئی وہ یہ تھی کہ استحضار کے اس عمل کی ابتدا استغفار اور تہلیل واذکار سے کی گئی، جس سے پہلے پہل انسان کے اندر یہی تصور پیدا ہوتا ہے کہ وہ سچی، پاکیزہ اور علوی روحوں کے ساتھ گفتگو کرے گا۔

میں وسیط کے گھر میں داخل ہوا، اور صرف ہم دونوں ایک کمرے میں جمع ہوئے، وہ ایک بستر پر بیٹھ گیا، اور ہم نے استغفار اور تہلیل شروع کی -اور یقینا اسی کی رہنمائی سے- یہاں تک کہ وہ اونگھنے لگا، تب میں نے اسے اس کے بستر پر لٹادیا، اور اس پر ایک چادر ڈال دی، جیسے کہ اس نے مجھے پیشگی ہی اس کی ہدایت دے دی تھی، پھر اچانک ایک مدہم سی آواز آئی، بولنے والا مجھے سلام کر رہا تھا، اور میرے ساتھ اہتمام اور محبت کا اظہار کر رہا تھا، مجھ سے اپنا تعارف کرا رہا تھا، اس کے دعوے کے مطابق وہ ایک مخلوق تھا جس کا تعلق نہ فرشتوں سے تھا نہ جنوں سے، بلکہ یہ کوئی اور ہی مخلوق تھا، بالکل ایک الگ قسم کی، جس کا وجود اللہ تعالیٰ کے لفظ ''کُنْ'' سے ہوا تھا۔

اور اس کے دعوے کے مطابق جنات اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے، اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اوامر وہدایات کی وصولی میں فقط چار واسطے تھے، جن کے پانچویں جبرئیل علیہ السلام تھے۔

وہ لگا میری تعریفیں کرنے، کہتا تھا : جلد ہی وہ لوگ بشر سے اپنے سارے تعلقات منقطع کرلیں گے، اور صرف میری ملاقات پر اکتفا کریں گے، کیونکہ ان کے خیال میں میں ہی اس زمانے میں صاحب خصوصیت اور اللہ تعالیٰ کا منظور نظر تھا، اور اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے اس کے لئے منتخب کیا ہے۔

اس نے مجھ سے بڑے خوشگوار وعدے کئے جو حد درجہ تعجب خیز تھے، میں نے اللہ کے بھروسے خود کو اس نئے تجربے اور فریبی دعوت کے حوالے کر دیا، اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ لی تھی کہ وہ مجھے لغزشوں سے بچائے اور حق مبین کی ہدایت دے، اور الحمد للہ یہ سب کام علم کی روشنی میں اور راہ استقامت پر چلتے ہوئے انجام دئے گئے۔

جب پہلی ملاقات اختتام کو پہنچی تو اس نے ایک دوسرے طے شدہ وقت پر، اگلی ملاقات کی دعوت دی، پھر خود اسی نے وسیط کو غیبوبیت سے باہر لانے کے لئے مجھے ایک خاص تلاوت بتائی۔

میں نے ایسا ہی کیا، اور وسیط آنکھیں ملتا ہوا یوں اٹھ بیٹھا، جیسے گہری نیند سے بیدار ہوا ہو۔ اور جو کچھ گزرا

اس کا اسے قطعی کوئی علم نہ ہو۔

اور میں بھی وقت مقرر پر واپس آ گیا، ایک لمبے عرصے تک ملاقاتوں کا یہ سلسلہ چلتا رہا، ہر ملاقات پر خوبصورت وعدوں کی تجدید ہوتی تھی، مجھے خوشگوار مستقبل کی جو میرا منتظر تھا نوید سنائی جاتی تھی، اور اس عظیم منفعت کی خبر دی جاتی تھی جو میرے ہاتھوں امت کو حاصل ہونے والی تھی۔

موضوع میں ہونے والی پیش رفت :

پھر معاملہ آگے بڑھ گیا، ہر ملاقات پر بہت سی روحیں کچھ اذکار کی تمہید کے ساتھ اور بلا تمہید بھی میری زیارت کرنے لگیں، کبھی میں وسیط کے ساتھ کھانے پر ہوتا، یا ایک کپ چائے پینے پر مدعو ہوتا، حسب معمول اس پر غنودگی طاری ہوتی اور اس کا سر آگے کی طرف مائل ہو جاتا تھا اور تھوڑی سینے سے جا ملتی تھی، آنے والا جو خود کو فرشتوں یا جنوں، یا صحابہ، یا اولیاء میں سے بتاتا تھا مجھ سے گفتگو کرتا تھا، اور اس کی گفتگو میں احترام اور تعظیم کا اسلوب غالب ہوتا تھا، جیسے میری ملاقات سے تاثیر حاصل کرتا ہو، وہ مجھے روشن اور بابرکت مستقبل کی خوشخبری سناتا اور واپس لوٹ جاتا، پھر دوسرا اور تیسرا آتا...

- ## کون تھے وہ ملاقاتی ؟

میری ملاقات کو آنے والے افراد میں جیسا کہ انھوں نے بتایا فرشتے، جنات، صحابہ میں سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اولیاء کا ایک گروہ، جیسے ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ، اہل علم وفضل کا ایک گروہ، جن کی علمی حیثیت اور روایت مسلم تھی، جیسے شیخ احمد ترمانینی رحمہ اللہ تعالیٰ، اور بعض وہ اہل علم وفضل تھے جنھیں میں نے پایا تھا پھر ان کی وفات ہو گئی تھی، انہیں میں میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے۔

انھوں نے مجھے نوید سنائی کہ میرے والد مجھ سے ملنے کے لئے آنے والے ہیں، جس کے لئے انھوں نے ایک وقت مقرر کر دیا تھا، میں نے بڑی بے تابی سے اس وقت کا انتظار کیا، اور جب انتظار کی وہ گھڑی اپنی انتہا کو پہنچی تو انھوں نے مجھے بالجہر سورۃ واقعہ پڑھنے کا مکلف کیا، میں نے اسے پڑھا، اور جب اس کی قراءت سے فارغ ہوا تو انھوں نے کہا :

چند ہی لمحوں میں آپ کے والد یہاں آ جائیں گے، بس آپ ان کی باتیں سنیئے گا، ان سے کوئی سوال نہ کیجئے گا!!!

- **میرے شعور کے بیدار ہونے کی ابتدا :**

چند منٹوں کے بعد کوئی آنے والا میرے پاس آیا جو خود کو میرا والد کہتا تھا، اس نے مجھے سلام کیا، اور میری ملاقات پر خوشی ظاہر کی، اس نے اس بات پر بھی شادمانی کا اظہار کیا کہ میرا رابطہ ان روحوں کے ساتھ قائم ہو گیا ہے، اور مجھے نصیحت کی کہ میں وسیط اور اس کے گھر والوں کا خیال رکھوں، اور اس کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کروں اور اس پر خصوصی توجہ صرف کروں، کیونکہ اس کے پاس اس طریقے کے سوا کوئی اور ذریعۂ آمدنی نہیں ہے۔

اس نے اپنی گفتگو کا اختتام درود ابراہیمی پر کیا، اور مجھے معلوم تھا کہ ابا حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے سے بڑا والہانہ لگاؤ تھا بالخصوص درود ابراہیمی سے تو انہیں خاص تعلق تھا۔

تعجب کی بات یہ تھی کہ گفتگو کرنے والے کا لہجہ ایک حد تک میرے والد کے لب و لہجے سے ملتا جلتا تھا۔

پھر اس نے سلام کیا اور چلا گیا۔

اور میں اپنے دل میں یہ سوچنے لگا کہ انھوں نے مجھے اس سے کچھ پوچھنے سے منع کیوں کیا تھا؟!

لاریب دال میں کچھ کالا ہے!..

وہ خفیہ راز جو اس وقت مجھ پر منکشف ہوا وہ یہ تھا کہ وہ شخص میرا والد نہیں تھا، بلکہ ان کا قرین جن تھا، جو زندگی بھر ان کے ساتھ تھا، پھر وہ میرے پاس ان کی آواز کی نقالی کرتا ہوا آیا تھا، اور ان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت کا اظہار کر رہا تھا۔

انھوں نے اس لئے مجھے اس سے کچھ نہ پوچھنے کی ہدایت دی تھی کیونکہ قرین جن میرے والد کے حالات سے کتنا ہی آگاہ کیوں نہ تھا اور ان کی مختلف باتوں کو یاد کئے ہوئے تھا مگر وہ تمام جزئیات اس کے پاس محفوظ نہیں ہو سکتی تھیں جو ایک بیٹا اپنے والد کے متعلق جانتا ہے، اس لئے انہیں اندیشہ تھا کہ میں اس سے کوئی ایسا سوال نہ کر بیٹھوں جس کا جواب وہ نہ دے سکتا ہو، اور اس طرح راز کھل جائے۔

پھر انھوں نے دوسروں کے ساتھ میری ملاقات میں یہ راستہ اپنایا کہ وہ مجھے ان کا نام اسی وقت بتاتے تھے جب وہ پلٹنے لگتے تھے، اس وقت جب کوئی شخص جانے لگتا تو وہ مجھ سے کہتا کہ میں فلاں ہوں، اور سلام کر کے فوراً پلٹ جاتا تھا۔

اور اس میں راز وہی تھا جو میں نے بیان کیا کہ اگر ان میں سے کوئی مجھے اپنے بارے میں بتا دیتا اور وہ

معروف اہل علم میں سے ہوتا، اور میں اس کے سامنے کوئی علمی اشکال لے آتا تو یقیناوہ جواب سے عاجز رہتا، اور بھید کھل جاتا۔ ایک بار کوئی میرے پاس آیا اور عورت کے چہرہ کھولنے کے جواز اور چہرے کے پردے میں داخل نہ ہونے پر مجھ سے بحث کرنے لگا، میں نے اس کی تردید کی، اور اس نے مجھے اس کا ایسا جواب دیا جس میں کوئی علمی چھاپ نہیں تھی، اور ہماری بحث میں گرمی اور تیزی پیدا ہوگئی۔

میں نے اس سے کہا کہ تم ان فقہاء کے اقوال کا کیا جواب دیتے ہو جنھوں نے کہا ہے کہ عورت کا چہرہ بھی پردے میں داخل ہے، یا فتنے کے خوف سے اس کا چھپانا واجب ہے؟

بحث کا اختتام بے فائدہ گفتگو پر ہوا اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، پھر اس نے مجھے بتایا کہ وہ شیخ احمد ترمانینی ہے، اور واپس چلا گیا۔

مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ یہ غیر مشکوک جھوٹ ہے، کیونکہ شیخ مذکور کبار فقہائے شافعیہ میں سے ہیں اور شافعی مشائخ فرماتے ہیں کہ : عورت سراپا پردے کی چیز ہے، گو وہ کوئی کھوسٹ بڑھیا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے اگر یہ وہی شیخ مذکور ہوتے، اور عالم برزخ میں ان پر کوئی نیا علمی انکشاف ہوا ہوتا تو وہ ضرور مجھے اس کی خبر دیتے، اور اپنی دلیل کی طرف میری رہنمائی فرماتے۔

مگر وہ تو جھوٹ، فریب اور گمراہ کرنے کی چاہت تھی، اور الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کو بہر حال میری ہدایت اور حق وراستی پر میری استقامت ہی منظور تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس فاسد دور اور بیمار معاشرے میں عورت کا چہرہ کھلا رکھنا ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی بھی صاحب عقل ودین جائز نہیں ٹھہرا سکتا ہے۔

- **حقیقت کا انکشاف :**

یکے بعد دیگرے اور تجربہ در تجربہ حقیقت اپنی اصلی شکل میں مجھ پر منکشف ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ میرے نزدیک یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی کہ یہ سارا کا سارا کاروبار کذب وبہتان اور دجل وطغیان پر مبنی ہے، اور اس میں تقویٰ کی کوئی اساس ہے نہ وہ کسی دین پر قائم ہے۔ وسیط جس کا یہ لوگ اتنا خیال رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی عزت وتکریم کی ہدایات دیتے ہیں بے نمازی اور تارک صلاۃ ہے، اور یہ اسے نماز پڑھنے کی تلقین بھی نہیں کرتے ہیں، وہ داڑھی بھی منڈاتا ہے مگر ان کی طرف سے اسے داڑھی رکھ لینے کی نصیحت نہیں کی جاتی ہے۔

پھر وہ لوگوں کا مال باطل کے ساتھ اور فریب دہ وعدوں کے ذریعہ کھاتا ہے، اور اس خبیث طریقے کے سوا اس کا اور کوئی ذریعۂ آمدنی بھی نہیں ہے۔

ایک شخص کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس وسیط کے ساتھ میرے تعلقات ہیں تو وہ میرے پاس اس کی دھوکہ دہی کی شکایت لیکر آیا کہ اس نے میرے تین سو سیریائی لیرے (روپے) اینٹھ لئے ہیں، جبکہ میں بڑا غریب آدمی ہوں اور ان کا سخت حاجت مند ہوں۔

میں نے وسیط کو مجبور کیا کہ وہ اس کے پیسے لوٹا دے، اس نے میری بات مان لی کیونکہ وہ اور اس کے شیاطین چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ میرے تعلقات بحال رہیں۔

وسیط اور اس کے کنبے کی زندگی اکثر معاملات میں جھوٹ پر قائم تھی۔

- **خاتمہ :**

جب ان روحوں کا بھید مجھ پر کھل گیا تو انھوں نے میرے ساتھ دھمکی آمیز رویہ اپنایا، مگر الحمدللہ اس سے میرے دل میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

اس طویل مدت میں جو جو باتیں انھوں نے مجھ سے کی تھیں وہ سب میں نے لکھ رکھی تھیں جن سے دو بڑی بڑی کاپیاں بھر چکی تھیں، میں نے ان میں ان کی بیان کی ہوئی زیادہ تر باتیں لکھ لی تھیں۔

اور جب ان کا باطل مجھ پر یوں ظاہر ہوا کہ اس میں تاویل کی گنجائش باقی نہ رہی تو میں نے ان سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے، اور ان کے خلاف جو فیصلہ میں نے کیا کیا، اور ان دونوں کاپیوں کو جلا ڈالا جو جھوٹ اور فریب سے پر تھیں۔

یہ روحیں جو اس بات کی مدعی تھیں کہ وہ صحابہ اور اولیاء صالحین میں سے کچھ لوگوں کی روحیں ہیں یہ سب کے سب شیاطین تھے، کسی بھی عقلمند مومن کو ان سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

اور وہ تمام صورتیں جو روحوں کی حاضری کرانے والوں کا معمول ہیں وہ سب جھوٹ اور باطل ہیں۔

خواہ وہ وسیط کا طریقہ ہو جس کا بیان اور تجربہ میں نے کیا، یا تپائی اور پیالیوں کا طریقہ جس کا تذکرہ مجھ سے بعض ان لوگوں نے کیا جنھوں نے اس کا تجربہ کیا تھا، اور وہ بھی اسی نتیجے تک پہنچے تھے جس نتیجے تک میں پہنچا تھا۔

اس سلسلے میں یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اس کے بعد میں نے اس پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ وہ سارے عقلمند تجربہ کار بھی اسی نتیجے تک پہنچے ہیں جس نتیجے تک میں پہنچا ہوں، اور ان روحوں کے متعلق

یہ فیصلہ سنایا کہ یہ سب وہ جنات ہیں جو بنی آدم کے قرین ہوا کرتے ہیں، بحمد اللہ ٹھیک اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ نے میری بھی رہنمائی اسی جانب فرمائی تھی۔

اور میں نے ان الفاظ کے ذریعہ فریضۂ نصیحت وخیر خواہی ادا کر دیا ہے، باقی سیدھے راستے کی رہنمائی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے''۔

- **ان تنظیموں کی سنگینی :**

''یہ ساری تنظیمیں جو اس بات کی مدعی ہیں کہ روحوں کو بلانا ان کے امکان میں ہے وہ سب دین میں فساد پیدا کرنے کے لئے جنوں اور انسانوں کے شیاطین کا آلۂ کار ہیں، اور حاضر ہونے والی ان روحوں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ سب شیاطین ہوتے ہیں، جو دین کو ملیا میٹ اور تہس نہس کرنے والی باتیں کیا کرتے ہیں، اور ان نئی اخلاقیات اور اصولوں کی ترویج واشاعت کا کام کرتے ہیں جو حق کے سراسر خلاف ہیں۔ انہیں جلسوں میں سے ایک جلسے میں ایک روح (شیطان) نے خاتون وسیط کی زبانی یہ دعویٰ کیا کہ اس جلسے میں جبرئیل بھی تشریف لائے تھے، اور چونکہ حاضرین مجلس جبرئیل سے ناواقف تھے اس لئے اس نے کہا : ''کیا آپ لوگ جبرئیل کو نہیں جانتے جو محمد پر قرآن لیکر آیا کرتے تھے؟! وہ اس اجتماع کو برکت کی دعا سے نوازتے ہیں''۔

- **یہ اللہ تعالیٰ سے آزادی کا شیطانی مشن ہے :**

ڈاکٹر محمد محمد حسین صاحب ''عالم الروح'' نامی ایک رسالے سے ایک مضمون نقل کرتے ہیں جس کا عنوان ہے : ''بڑی روح ہوایت ہوک کی باتیں'' اور وہ گفتگو حسب ذیل ہے : لازم ہے کہ اس تحریک، اس دین جدید میں ہم متحد ہو جائیں، یہ ضروری ہے کہ ہمارے درمیان محبت کی فضا قائم ہو، اور لازم ہے کہ ہم میں تحمل اور تفاہم کی قوت موجود رہے.. میرا (گفتگو کرنے والی روح یعنی شیطان) کا پیغام یہ ہے کہ میں محروم کی دلجوئی کروں، اور اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات کو آزاد کرانے میں انسان کی مدد کروں ؛ (یہ بات اس نے سچ کہی ہے کہ اس کا پیغام یہی ہے کہ وہ لوگوں کو کفر باللہ کے کام پر لگا دے) انسان درحقیقت زمینی عناصر میں ملبوس ایک الہٰ (معبود) ہے، (وہ اسی طرح انسان کو پھلاتا ہے اور جھوٹ بول کر اسے گمراہ کرتا ہے) اور اس وقت تک اسے اپنے مقدور اور استطاعت کا ادراک نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے ملائکی الٰہی جزء کا احساس نہ کرے... یہ روحیت سارے عالم کے لئے ایک وسیع نئے دین کی تاسیس پر دوسروں کے مقابلے میں زیادہ قادر ہوگی''۔

اور اسی مقصد کے لئے بنائی گئی تنظیم کا تعارف اسی مجلہ سے نقل کرتے ہیں جو اس طرح ہے :
''یہ تنظیم ساری بشریت کے لئے ہوگی، اور اسی کے ذریعہ عالم روحی کے باشندے ہمارے لئے ایک نئی راہ حیات کی وضاحت کریں گے، اور ہمیں اللہ اور اس کی مشیئت کے متعلق ایک نیا تصور عطا کریں گے، وہ ہمارے لئے روحانی امن واطمینان اور نفس وقلب کی خوشی اور سعادت لے آئیں گے۔ وہ قوموں اور افراد اور عقائد وادیان کے درمیان قائم تمام رکاوٹوں کا صفایا کردیں گے (بالکل اسی طرح)...اس تنظیم کی رکنیت میں وطن، رنگ، یا دین یا سیاسی مسلک کا کوئی اعتبار نہ ہوگا''۔
ان روحوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی پیغامبر ہیں، چنانچہ ڈاکٹر فرید وجدی ان روحوں (شیطانوں) کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :
''ہم ایسے ہی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں جیسے ہم سے پہلے رسول بھیجے گئے تھے، البتہ ہماری تعلیمات ان کی تعلیمات سے بلند ہیں، کیونکہ معبود تو ہمارا بھی وہی ہے جو ان کا ہے مگر ہمارا معبود ان کے معبود سے زیادہ عیاں ہے، اس میں بشریت کی صفات کم اور الٰہی صفات زیادہ ہیں...وہ کسی مذہبی عقیدے کے تابع ہیں، نہ کسی بھی تعلیم کو جو عقلی دلائل سے عاری ہو بلا نقد اور غور وفکر کے قبول کرتی ہیں''۔
ان کے خیال کے مطابق انبیاء ورسل تو بس وساطت کے اعلیٰ درجے کے وسطاء (رابطے کا کام کرنے والے) تھے، اور ان کے ہاتھوں جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ سب بس ایسے ہی روحانی مظاہر ہیں جیسے مظاہر روحوں کی حاضری کے لئے مخصوص کمروں میں نظر آتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح کی طرف منسوب تمام روحانی اعمال کے وقوع کا اعادہ کرسکتے ہیں، اور کچھ اخبارات نے بڑے پیمانے پر ایک تشہیری مہم چلائی تھی جس میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ امریکا میں روحوں کی حاضری کا کام کرنے والوں میں سے ایک شخص مسیح جیسے تمام معجزات پیش کرنے پر قادر ہے، وہ اندھوں کی بینائی، گونگوں کی گویائی اور فالج زدوں کی حرکت کو واپس لاسکتا ہے، اب یہ جاننا باقی رہ گیا ہے کہ وہ مبینہ طبیب ایک بچہ ہے جو اپنی عمر کے دسویں سال میں ہے اور اس کا نام (میشیل) ہے، جب اس کے پاس کوئی مریض آتا ہے تو وہ اپنی انگلیاں اس پر رکھ دیتا ہے اور کچھ دعائیں اور الفاظ بدبداتا ہے اور معجزہ رونما ہوجاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس بچے کو روحانی صلاحیت اپنے والد سے ورثے میں ملی ہے، اور وہ جو بھی کارنامے انجام دیتا ہے ان پر ذرا بھی مال کا طالب نہیں ہوتا۔ ①

① دیکھیے : ضميمه جريدة القبس الكويتية : ۱۷/۱۰/۱۹۷۷ء۔

- **یہ سب شیطانی کھیل ہے :**

ان کاموں کے انجام دینے کی صلاحیت کا اس بچے میں اپنے باپ سے وراثت میں منتقل ہونا ہمیں وہ قصہ یاد دلاتا ہے جو فلسطین کے بعض گوشوں میں بیان کیا جاتا ہے :

رواۃ کے مطابق نیکی اور تقویٰ کا اظہار کرنے والوں میں سے ایک شخص عجوبہ کرتا ہے، ۔یہ اس وقت کی بات ہے جب ہوائی جہاز اور گاڑیوں کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ ایسے میں وہ شخص عرفہ کی رات حج کے لئے جاتا تھا، اور وہ دن حاجیوں کے ساتھ گزارتا، اور انہیں ان کے رشتہ داروں اور گھر والوں کے خطوط پہنچاتا، اور ان سے ان کے متعلقین کے نام خطوط لیکر دوسری رات واپس آجاتا، اس کے متعلق بہت سے لوگ نیکی اور خیر کا اعتقاد رکھتے تھے، حالانکہ وہ شخص نہ تو مناسک حج کی ادائیگی کرتا تھا، نہ مقررہ مدت منی میں وقوف کرتا تھا، نہ رمی جمرات کرتا تھا، پھر اللہ نے چاہا کہ اس کا باطل کھل جائے اور اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے آجائے، چنانچہ موت جب اس کے سرہانے آکھڑی ہوئی تو اس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور اسے بتایا کہ عرفہ کی رات ایک اونٹ اس کے پاس آئے گا اور ہر سال اسے عرفات لے جایا کرے گا، پھر جب اونٹ آیا اور بیٹا اس پر سوار ہو کر کچھ دور گیا تو وہ رک گیا اور بیٹے سے باتیں کرنے لگا، اس نے بتایا کہ وہ شیطان ہے، اس کا باپ اس کی عبادت کرتا تھا اور اسے سجدے کیا کرتا تھا، اور اس کی یہ خدمتیں وہ اسی کے مقابل انجام دیا کرتا تھا، اور جب بیٹے نے اسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے اللہ کی پناہ مانگی تو اس نے اسے صحرا ہی میں چھوڑ دیا، اور اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا تھا کہ وہ واپس آئے اور اپنے کافر باپ کی حقیقت ظاہر کر دے۔

اور بیانونی نے بھی اپنی کتاب ''الملائکۃ'' میں اس کا بیان ہماری اس تحریر سے بھی زیادہ اختصار کے ساتھ کیا ہے۔

- **کیا روحوں کو حاضر کرنا ممکن ہے ؟**

''سائنٹفک امریکنز'' نامی ایک میگزین نے اس شخص کے لئے ایک بھاری مالی انعام مقرر کیا تھا جو ان روحانی مظاہر کی سچائی پر دلیل قائم کر دے، مگر امریکا میں روحانیوں کی کثرت، اثر و رسوخ اور مہارت کے باوجود کوئی بھی اس انعام کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ اور اس انعام میں ایک دوسرا انعام بھی شامل کر دیا گیا تھا جسے اسی مقصد کے لئے امریکی ساحر ڈیننگر نے ڈونیٹ کیا تھا مگر اسے بھی کوئی حاصل نہیں کر سکا تھا۔

روح کو حاضر کرنے کے متعلق اسلام کا موقف ؟

مگر کسی وفات یافتہ شخص کی روح کو حاضر کرنے کے متعلق اسلام کا موقف کیا ہے ؟

اس موضوع سے متعلق وارد نصوص پر غور وتدبر ایک محقق کو اس بات کا اعتقاد رکھنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ یہ چیز محال ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے ہمیں یہ خبر دے دی ہے کہ روح کا تعلق عالم غیب سے ہے جس کے ادراک کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلرُّوحِ ۖ قُلِ ٱلرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الاسراء:۸۵]۔

''اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ جواب دے دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے''۔

- **اور اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور موت کے وقت انہیں روک لیتا ہے :**

﴿ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ﴾ [الزمر:۴۲]۔

''اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے''۔

اور اللہ تعالی نے روحوں پر فرشتوں کو تعینات کر دیا ہے جو اگر کافر وشقی ہوں تو فرشتے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور نیک اور متقی ہوں تو پھر انہیں نوازشوں میں رکھتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اس چیز کو واضح کر دیا ہے کہ ملک الموت کس طرح روحوں کو قبض کرتے ہیں، اور اس کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

پھر جب روحیں اپنے رب کے پاس روکی ہوئی ہیں، ان پر ماہر اور توانا محافظ تعینات ہیں تو ان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ ان سے چھٹک کر بھاگ لیں اور ان لوگوں کے پاس چلی آئیں جو لوگوں کی عقلوں سے کھیلتے ہیں۔

ان میں سے بعض لوگوں کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے انبیاء وشہداء میں سے اور اللہ کے نیک بندوں میں سے کسی کی روح کو حاضر کیا ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ جنت الخلد اور فردوس بریں چھوڑ کر حاضری کے اس

تاریک حجرے میں کیا لینے آئے گی اور کیونکر اس جگہ کو چھوڑے گی؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف یہ بیان کر دیا ہے کہ شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں :

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ...﴾ [آل عمران:۱۶۹]۔

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا ہے کہ :

''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں، جنت کے باغوں میں گھومتی پھرتی ہیں، اس کے پھلوں میں سے کھاتی ہیں اور وہیں کی ندیوں کا پانی پیتی ہیں، اور عرش رحمان کی چھت میں لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں''۔ ①

تب موجودہ زمانے کے یہ دجال اس بات کا دعویٰ کیسے کرتے ہیں کہ وہ ان کی روحوں کو حاضر کرتے ہیں؟ آخر ایسا کیونکر ہوسکتا ہے؟

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾

- **ایک شبہ اور اس کا جواب :**

یہ لوگ کہتے ہیں : تب اس کی تعلیل وتوجیہ کیا ہوگی کہ یہ روحیں اس شخص کے اعمال واخلاق کو جانتی ہیں جس کے اندر بسنے کا ان کو دعویٰ ہے؟

ہم کہتے ہیں : جس کے متعلق روح ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ دراصل شیطان ہوتا ہے، اور ممکن ہے یہ شیطان اس کا وہی قرین ہو جو سدا انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے، اور ہم ان نصوص کا تذکرہ کر چکے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر انسان کے لئے ایک شیطان ہوا کرتا ہے، لہٰذا انسان کے ساتھ مربوط رہنے والا یہ قرین اس کے بہت سے اخلاق اور عادات وصفات کو جانتا ہے، اور اس کے قرابتداروں اور دوستوں کو پہچانتا ہے۔

اس لئے جب اس کا امتحان ہوتا ہے تو وہ بڑی آسانی سے جواب دے لیتا ہے، کیونکہ اسے تو پہلے ہی سے علم و درایت حاصل ہے۔

---

① دیکھئے : ترمذی : ۳۰۱۱ ، ابن ماجہ : ۲۸۰۱ ، صحيح الجامع للالبانی: ۱۵۵۸۔

پھر اگر کہا جائے کہ آپ ان علمی جوابات کی کیا تفسیر کریں گے جو کبھی کبھی ان روحوں سے حاصل ہوا کرتے ہیں؟

تو ہمارا جواب یہ ہے کہ : ہم پہلے ہی یہ بیان کر چکے ہیں کہ جنوں اور شیطانوں کے پاس علمی صلاحیتیں بھی ہوا کرتی ہیں جن سے ان کے لئے جواب اور افادہ ممکن ہے۔

مگر وہ ایسا افادہ ہوتا ہے جو اپنے اندر گمراہ گری کا عظیم سامان رکھتا ہے، وہ ہمیں بس اتنا ہی فائدہ پہنچاتے ہیں جتنے سے ہم ان پر اعتماد کرنے لگیں، پھر وہ ہمیں گمراہی کی اسی بری راہ پر لے جاتے ہیں جو ہماری دنیا اور آخرت دونوں تباہ کر دے۔

شیاطین کا اپنے پیروکاروں کو بے یارومددگار چھوڑ دینا

یہ لوگ جو (روحانی) کہلاتے ہیں، اور اس بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ وہ روحوں کو حاضر کر کے ان سے علاج معالجہ کا کام لیتے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں، ان روحوں کے نام پر دراصل شیاطین آیا کرتے ہیں، اور شیاطین کبھی کبھی ان سے الگ اور دست کش ہو کر انہیں ذلیل ورسوا بھی کر دیتے ہیں۔

پیٹر گاڈوین نامی شخص کا قصہ جس کے شیطانوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا

کویتی اخبار ''القبس'' نے اپنے ۱۲/۶/۷۸ کے ایک ضمیمے میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں حسب ذیل باتیں درج کی گئی تھیں : ''ان دنوں سارا برطانیہ روحانی عالم (پیٹر گاڈوین) کے متعلق گفتگو کر رہا ہے جو غیر معمولی (روحانی) صلاحیتوں کا مالک تھا، جن کے ذریعہ وہ مزمن اور پیچیدہ امراض کا علاج کر سکتا تھا، مفقودہ اشیاء کی خبر دیتا تھا، اور انسان کی خدمت کے لئے روحوں کو کام پر لگاتا تھا۔

یہ پیٹر گاڈوین نادر صلاحیت کا مالک تھا جس کے ذریعہ وہ ایک ہی وقت میں کئی مقامات پر پائے جانے کی قدرت رکھتا تھا، یہ امر واقعہ ہے کہ مثلاً اس کے کچھ دوست اسے لندن میں دیکھتے تھے، اور اسی وقت دوسرے لوگ اسے لیورپال میں بھی موجود پاتے تھے، جبکہ کچھ اور لوگ اسے مانچسٹر میں دیکھتے تھے، اور ایک چوتھا گروہ اس بات کا یقین دلاتا تھا کہ وہ اس وقت نہ اس جگہ تھا نہ اس جگہ بلکہ وہ اپنے گھر میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ موجود تھا۔

اور کبھی کبھی اس کے مختلف لطیف اجسام ایک ہی جگہ جمع ہوجاتے تھے، مثلاً وہ اپنے دوستوں کے درمیان بیٹھا ہوتا، اور اچانک.. ان سب کے پاس اس کی ایک دوسری شخصیت چلی آتی تھی.. اور اس نشست میں ان کی شریک رہا کرتی تھی.. اور بعد میں اس کی تیسری، چوتھی اور پانچویں شخصیت بھی آجایا کرتی تھی، اور پیٹر گاڈوین پانچ شخصیتوں سے عبارت ہوتا تھا جو حاضرین کے ساتھ بیٹھی ہوتی تھیں اور ان سے گفتگو کرتی تھیں، یا ان میں سے بعض بعض سے محو گفتگو ہوا کرتی تھیں.. جبکہ حاضرین مجلس تحیر زدہ اور مبہوت رہا کرتے تھے.. اور اچانک ہی پیٹر گاڈوین ان تمام چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھا اور ایک معمولی انسان بن گیا، اب وہ مریضوں کو شفا دینے پر قادر رہا نہ مفقودہ اشیاء کی خبر دینے پر، نہ مستقبل سے پردہ اٹھانے پر، نہ روحوں کو لوگوں کی خدمت کے لئے مامور کرنے پر۔

گزشتہ سال ہی سے گاڈوین کی ٹریجڈی کا دور شروع ہوا جب اس نے اپنی اللہ داد صلاحیت کو مادی فوائد کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہا.. اب وہ اپنے ماضی قریب کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے : میرے ساتھ جو کچھ ہوا مجھے تو اس کا تصور اور خیال تک نہ تھا، یقینا روحیں مجھ سے ناراض ہوگئی ہیں اور انھوں نے اپنی برکتیں مجھ سے چھین لی ہیں۔

- **کہانی کی شروعات :**

''قصہ یہ ہے کہ پیٹر گاڈوین نے گزشتہ سال برطانیہ کے طول وعرض میں روحانی علاج کے مراکز قائم کرنے کا منصوبہ بنایا، اس کا ارادہ تھا کہ وہ برطانیہ کے ہر بڑے شہر میں ایک مرکز بنائے گا، اس کے لئے اس نے بونماوٹ نامی شامنامے میں ایک اعلان بھی شائع کیا تھا جس میں اس نے روحانی بحثوں کی تربیت حاصل کرنے والوں کو طلب کیا تھا، کامل اوقات عمل اور نصف اوقات عمل کے لوگ مطلوب تھے، اس منصوبے سے ہفتہ واری آمدنی اتنی ہوتی جو چالیس سے پچاس جنیہ کے برابر ہوتی۔

پیٹر گاڈوین کے اعلان شائع کرنے کے بعد اس کے پاس درخواستوں کا ڈھیر لگ گیا، اور جن لوگوں نے اس کی طلب پر لبیک کہا تھا ان میں انتیس سالہ رائٹر رابن لاسی تھا، پینسٹھ سالہ خاتون جین بارٹلیٹ تھی، اور ایک شخص تیس سالہ آرٹر جیفری تھا۔ مگر جیسے ہی پیٹر گاڈوین نے انٹرویوز کی ابتدا کی ویسے ہی اس کی مشقتوں کا دور شروع ہوگیا، رابن لاسی کہتا ہے :

''میرے لئے اچنبھے کی بات تھی کہ جب ہم انٹرویو کے لئے حاضر ہوئے تو پیٹر گاڈوین خود غیر موجود تھا، اور انٹرویو لینے والی ایک پچاس سالہ خاتون تھی جس کی معاونت ایک نوجوان لڑکا اور ایک کم عمر لیڈی کررہی تھی جو دلفریب حسن کی مالک تھی.. اس نے ہمارے درمیان کچھ سوالات تقسیم کئے جن کا جواب ہم سے مطلوب

تھا، ان سوالوں میں سے کچھ حسب ذیل تھے :

- کیا آپ نے اپنی زندگی میں روحیں دیکھی ہیں ؟
- کیا آپ روحوں کے نتائج پر یقین رکھتے ہیں ؟
- کیا آپ منشیات کا استعمال کرتے ہیں ؟
- کیا آپ نے کبھی کسی اعصابی امراض کے اسپتال کا دورہ کیا ہے ؟

اس پچاس سالہ خاتون نے ہم سے کہا کہ پیٹر گاڈوین برطانیہ کے ہر شہر میں ایک روحانی مرکز قائم کرے گا، اور وہ ہمیں روحانی علاج کی ایسی تربیت دے گا کہ ہم ان مراکز میں کام کرنے کے لائق ہوجائیں گے، پھر وہ ہمارے پاس گاہک بھیجا کرے گا، جن سے ہم ایک نشست کے لئے پانچ اسٹرلنگ پاؤنڈ طلب کیا کریں گے، اور ہم ایک ہفتے میں اوسطاً چالیس اشخاص کا علاج کیا کریں گے، بس شرط یہ ہوگی کہ پیٹر گاڈوین پانچ ہزار اسٹرلنگ پاؤنڈ کا نصف اول اپنے لئے رکھ لیا کرے گا اور باقی نصف ہمارا ہوگا.. اس گفتگو سے ہم میں سے بیشتر کی امیدوں پر اوس پڑ گئی، اور اس کے خلاف احتجاج کی آوازیں بلند ہونے لگیں، احتجاجی وہ لوگ تھے جنھوں نے درخواستیں دی ہوئی تھیں، اور ہم میں سے بیشتر نے فارم پر کرنے کی کارروائی مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ کمرہ چھوڑ دیا تھا۔

• عینی شاہدین کیا کہتے ہیں ؟

اس کے باوجود کچھ لوگوں کا انتخاب عمل میں آ ہی گیا تھا، اور ایک دوسرے کمرے میں انہیں پیٹر گاڈوین کے ساتھ انٹرویو کی اجازت مل گئی تھی، پہلے شخص کا انٹرویو ۲۰ رمنٹ تک چلا پھر یہ مدت سمٹتی گئی، اور جب آخری شخص کی باری آئی تو پانچ ہی منٹ میں اس کی تکمیل ہوگئی، پھر اس بنیاد پر پانچ لوگوں کا انتخاب عمل میں آیا کہ پیٹر گاڈوین ان کی تربیت خود کیا کرے گا۔

جن لوگوں کا انتخاب عمل میں آیا تھا ان میں ایک جینی بارٹلیٹ تھی جو ایک ریٹائرڈ ڈیکوریشن آرکیٹیکٹ تھی، اور ایک اس کا شوہر آرتھر بارٹلیٹ تھا.. جین کہتی ہے :

پیٹر گاڈوین نے جو کچھ مجھے سکھایا تھا میں ان میں سے کچھ بھی محفوظ نہیں رکھ سکی، وہ تربیت کے درمیان مسلسل اضطراب کا شکار رہا، اور آخری دنوں میں تو وہ اپنے لیکچرس ریکارڈ کرادیا کرتا تھا، وہ ان میں زندگی میں انسانی آفاق کے متعلق گفتگو کرتا تھا، اس نے ایک بار ہمیں انسانوں جیسے پتلے بنانے کی ہدایت دی تھی، اور

ہمیں ان پر کچھ منتر پڑھنا سکھائے تھے، مگر ان سب کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا.. پیٹر نے ہمیں اپنی کچھ آراء واصلاحات سے بھی نوازا تھا مگر ان میں سے کچھ بھی ہمارے پلے نہیں پڑا تھا۔

آرتھر جیفری اور اس کی بیوی انجیلا بھی ان لوگوں میں شامل تھے جن کا انتخاب عمل میں آیا تھا؛ انجیلا کہتی ہے: شروع شروع میں ہمیں ایسا لگا کہ اسباق اور لیکچروں میں علمی فضا قائم ہے، مگر گاڈوین سدا اضطراب ہی میں دکھائی دیا، اور دھیرے دھیرے وہ اپنی تاثیر کھونے لگا تھا، پھر چند دنوں کے بعد تو وہ بس ایک عام سا انسان رہ گیا تھا، بالکل ہمارے جیسا، جس کے اندر کوئی بھی غیر معمولی صلاحیت نہیں تھی، ہم نے اس بات کو اس لئے محسوس کر لیا تھا کہ اب وہ ہمارے سامنے اپنے عجائبات کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا، بلکہ وہ کیسیٹ پر اپنے لیکچرس ریکارڈ کرانے لگا تھا، اور ہم اسے دیکھے بغیر اسی کیسیٹ کے ذریعے اسے سنا کرتے تھے، اس لئے ہم سب نے لیکچروں میں حاضری بند کر دی، اور وہ تمام اجرتیں جو ہم ادا کیا کرتے تھے جو اوسطا ایک سبق کے لئے دس اسٹرلنگ پاؤنڈ ہوا کرتی تھیں روک لیں''۔

اور ہانز کے باسنکشوک میں واقع اپنی آفس سے اپنے اوپر روحوں کا اعتماد کھودینے والے شخص پیٹر گاڈوین نے کہا :

''میرے منصوبے کا تقاضا یہ تھا کہ میں اپنے شاگردوں کی روحانی قوتوں میں اضافہ کروں، پھر انہیں اس کا اثبات کرنے والی سند عطا کروں، تا کہ وہ اپنا کام بخوبی کر سکیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور فائدہ پہنچائیں، اور مجھے بھی اس کا فائدہ ملے، اور ہر چند کہ مجھے متعدد روحانی پیغامات موصول ہوئے کہ اللہ نے مجھے جو صلاحتیں عطا کر رکھی ہیں میں ان کا استعمال مادی منفعت کے لئے نہ کروں مگر میں نے ان پر کان نہیں دھرا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری صلاحیتیں میرا ساتھ چھوڑنے لگیں، یہاں تک کہ میں پورے طور پر ان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مگر یہ سب کیسے ہوا؟ میں آج تک اسے نہیں جان سکا''۔

• اس واقعے پر ہمارا تبصرہ :

۱۔ یہ شخص جو دعویٰ کرتا تھا کہ وہ روحوں کو حاضر کرتا ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے، اور جو چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ جنھیں حاضر کیا کرتا تھا وہ شیاطین ہوتے تھے یہ ہے کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو پتلے بنا کر ان پر مخصوص منتر پڑھنے کی ہدایات دی تھیں، اور یہ چیز شیطان کو خوش کرنے والی اور رحمان کو ناراض کرنے والی ہے۔

۲۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ روحیں دراصل شیاطین ہوا کرتی تھیں تو پیٹر کے ایک ہی وقت میں ایک سے زائد مقامات پر پائے جانے کے پیچھے جو راز ہے وہ ہمیں بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے، کیونکہ شیاطین کے پاس انسانوں کی مختلف شکلیں بنالینے کی صلاحیت ہوا کرتی ہے۔

ایسا ماضی میں بھی ہوا کرتا تھا اور آج بھی ہو رہا ہے، غزوۂ بدر میں ابلیس مشرکین کے پاس سراقہ بن مالک کی صورت میں آیا تھا، اور امام ابن تیمیہ تو اس سلسلے کی بہت سی حکایتیں بیان کرتے ہیں، میں ان کی تحریروں میں سے کچھ باتیں پیش کئے دیتا ہوں تا کہ قاری پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ یہ تو پرانے زمانے سے موجود ہے۔

- **امام ابن تیمیہ کو مدد کے لئے پکارا تو وہ ہوا میں اڑتے ہوئے آئے..مگر؟**

امام ابن تیمیہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

''میرے اصحاب میں سے ایک گروہ نے یہ بیان کیا کہ انھوں نے خود کو لاحق ہونے والی مختلف پریشانیوں میں مجھے مدد کے لئے پکارا تھا، ان میں سے ایک کو ارمنوں کا ڈر تھا دوسرا تاتاریوں سے خوفزدہ تھا، ان میں سے ہر ایک نے بتایا کہ جب اس نے مجھے مدد کے لئے پکارا تو اس نے دیکھا کہ میں ہوا میں اڑتا ہوا آیا اور اس کے دشمن کو اس سے دور کر دیا، تب میں نے (یعنی امام ابن تیمیہ نے) انہیں بتایا کہ مجھے تو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی، نہ میں نے تم سے کسی چیز کو دور کیا ہے، بلکہ حقیقت میں تمہارے سامنے آنے والا یہ وجود شیطان تھا کہ جب تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو اس نے تمہیں بہکا دیا''۔

- **دیگر مشائخ کی اڑان :**

فرماتے ہیں :

''ایسی ہی صورت حال ہمارے بہت سے ساتھی مشائخ کو اپنے اصحاب کے ساتھ پیش آئی، ان میں سے کوئی شیخ کو مدد کے لئے پکارتا ہے تو دیکھتا ہے کہ شیخ آتے ہیں اور اس کی ضرورت پوری کر جاتے ہیں، اور وہ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ بھائی مجھے تو ذرا بھی اس کی خبر نہیں ہے، تب اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ شیطان تھا''۔

- **شیاطین اپنی فطرت سے باز نہیں آتے :**

وہی مزید فرماتے ہیں کہ :

''جب ہمارے اصحاب میں سے کسی نے مجھے بتایا کہ اس نے دو آدمیوں کو مدد کے لئے پکارا تھا اور وہ

دونوں ہوا میں اڑتے ہوئے آئے اور انھوں نے اس سے کہا کہ اپنا دل مضبوط رکھو، ہم ان سے تمہیں بچائیں گے اور یوں کریں گے اور یوں کریں گے۔

تو میں نے اس سے کہا : تب کیا پھر ایسا کچھ ہوا تھا؟ تو اس نے کہا نہیں۔ پھر ہوا یہ کہ اسی سے اس کو پتہ چل گیا کہ وہ دونوں شیاطین تھے، کیونکہ شیاطین جب کسی قضیے یا قصے کی خبر دیتے ہیں تو گو اس میں سچائی بھی ہوتی ہے مگر وہ اس سے کئی گنا جھوٹ بھی بولا کرتے ہیں، جیسے کہ جنات کاہنوں کو خبریں دیا کرتے تھے''۔

۳۔ پیٹر کے شیاطین اسے ایسے ہی چھوڑ گئے تھے جیسے مشائخ کی صورت میں آنے والے شیاطین انہیں چھوڑ جایا کرتے تھے جن سے وہ حمایت ونصرت کا وعدہ کئے ہوتے تھے، اور جیسے شیطان راہب کو چھوڑ گیا تھا جس سے مدد کا وعدہ کر چکا تھا۔ اور اس سے اس شخصیت کی سخت توہین وتذلیل ہوتی ہے جو لوگوں کی نگاہوں میں محترم ومعزز رہی ہوتی ہے۔

۴۔ پیٹر کا یہ دعویٰ کہ وہ روحیں اللہ کی مدد کے طور پر اس کے پاس آیا کرتی تھیں ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

جنات اور علم غیب

بہت سے لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ جنات علم غیب جانتے ہیں، اور شاطر اور بگڑے ہوئے جنات یہ چاہتے بھی ہیں کہ انسانوں کے یہاں یہ غلط فہمی اور سوچ پختہ ہو جائے اور انہیں اس بات کا یقین آ جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ کی قلعی اسی وقت کھول دی تھی جب اس نے اپنے نبی سلیمان علیہ السلام کی روح قبض کی تھی ۔اور ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا کہ وہ ان کی ہدایات کے مطابق ان کے سامنے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ اور روح قبض کرنے کے باوجود ان کے جسم کو کھڑا رکھا تھا، اور جنات کاموں میں لگے ہی رہے تھے، انہیں یہ خبر ہی نہیں ہو سکی تھی کہ حضرت سلیمان کی وفات ہو چکی ہے، انہیں تو اس وقت اس کا پتہ چلا جب دیمک نے ان کی وہ لاٹھی کھالی جس پر وہ ٹیک لگائے کھڑے تھے، اور وہ گر پڑے، تب لوگوں پر ان کے اس جھوٹے دعوے کی پول کھل گئی کہ وہ غیب جانتے ہیں :

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ [سبا: ۱۴]۔

''پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی سوائے گھن کے کیڑے کے جو ان کی عصا کو کھا رہا تھا۔ پس جب (سلیمان) گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے''۔

اور اس بات کی تفصیل گزر چکی ہے کہ وہ کس طرح آسمانی خبروں کی کن سوئیاں لیا کرتے تھے، اور کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد آسمانی چوکیداری اور نگرانی میں اضافہ کر دیا گیا، اور اب اس کے بعد بہت کم ہی جنات کن سوئیاں لینے پر قادر رہے ہیں۔ ①

غیب کی تعریف اور اس سے آگاہی کے لئے لوگوں کے حد درجہ شوق اور فریفتگی کا راز

ا۔ غیب کی تعریف :

لغت عرب میں غیب وہ ہوتا ہے جو آنکھوں سے اوجھل اور غائب ہوتا ہے، ابن الاعرابی فرماتے ہیں : غیب وہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہو، اگر چہ دلوں میں اسے حاصل کیا جا چکا ہو۔ ②

اور حق یہ ہے کہ غیب صرف انہیں میں منحصر نہیں ہوتا جو آنکھوں سے غائب ہوں بلکہ اس کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے جو انسان کے سارے حواس سے غائب ہوں، اور اس تعریف کی روشنی میں غیب وہ ہے جس کے ادراک کے لئے ہم حواس میں سے کسی ایک پر اعتماد نہ کرتے ہوں، لہٰذا اس کے دائرے میں وہ چیزیں داخل نہیں ہوتی ہیں جن کے نتائج کو ان کے مقدمات سے اخذ کیا جاتا ہو، یا ان کے اسباب میں سے کچھ اسباب کی معرفت بطریق استدلال حاصل کی جاتی ہو اور حاضر پر غائب کو قیاس کر کے اس کا پتہ چلایا جاتا ہو، مثلاً ہمیں یہ معلوم ہو کہ علاج کارگر ہے تو ہمیں شفا کے حصول سے پہلے ہی یہ پتہ چل جائے کہ مریض شفایاب ہو جائے گا، اور پودے کی نشوونما دیکھ کر پھلوں کی کثرت کا علم ہو جائے، اور کسی امت کی ہزیمت اور سقوط کا اندازہ اسی بات سے لگ جائے کہ اس کے افراد کے دلوں میں انتشار ہے، اور وہ سنجیدہ کاوشوں اور عمل کی دنیا سے دور ہو کر لہو ولعب اور عیش کوشی میں منہمک ہیں، یہ سب چیزیں علم غیب یا غیب کی پیشینگوئی کے دائرے سے خارج ہیں۔ ③

① دیکھیے : عالم الجن والشیاطین للأشقر : ١٠٠-١١٨۔

② لسان العرب : ٢/١٠٣٣ ، بصائر ذوي التمیز : ٤/١٥٢۔

③ التنبؤ بالغیب : ص : ٥۔

۲۔ انسان کے اندر غیب سے آگاہی کا حد سے بڑھا ہوا اشتیاق :

تاریخ بشریت اور انسانی نفسیات کا مطالعہ کرنے والے محققین اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ انسان کے اندر غیب کی معرفت کا شدید اشتیاق پایا جاتا ہے، اور اسی کے متعلق علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں : ''ذہن نشین رہے کہ یہ چیز نفوس بشریت کے خواص میں داخل ہے کہ لوگ اپنے معاملات میں عواقب اور انجام کی معرفت کے شدید خواہاں ہوتے ہیں، اور موت وحیات اور خیر وشر میں سے جو کچھ انہیں پیش آنے والا ہے وہ اسے جان لینا چاہتے ہیں، بالخصوص عام حوادث کی معرفت سے انہیں خصوصی لگاؤ ہے، مثلاً اس بات سے آگاہی کہ دنیا کتنی باقی رہ گئی ہے، مملکتوں کی مدتیں کیا ہیں، یا ان میں کیا تفاوت ہے، ان چیزوں سے آگاہی کا شوق انسانی مزاج کا حصہ ہے اور ان کی فطرت میں داخل ہے، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ ان چیزوں کی معرفت خوابوں کے ذریعہ حاصل کر لینے کے بڑے خواہاں نظر آتے ہیں۔ ①

۳۔ رسولوں اور رسالتوں نے بشریت کی اس نفسیاتی طلب کی تکمیل خوب اچھی طرح کی :

آسمانی شریعتوں اور اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسولوں نے نفس انسانی میں موجود اس بشری رجحان اور طلب کو خوب اچھی طرح آسودہ کیا، اور لوگوں کے سامنے غیر مرئی عوالم پر کھل کر گفتگو کی جنھیں قرآن عالم غیب سے موسوم کرتا ہے، ان کے رب نے انہیں اپنی ذات اور اسماء وصفات اور افعال کے متعلق آگاہی دی، انہیں عالم ملائکہ اور عالم جن سے متعلق تفصیلات بتائیں، موت اور اس کے سکرات، قبر اور اس کے سوالات اور ہولناکیوں، بعث ونشور اور جنت وجہنم کی طویل وضاحت فرمائی، اور انہیں روئے زمین پر واقع ہونے والے بہت سے حوادث اور واقعات سے آگاہ کیا، حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری سنائی :

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [الصف:۶]۔

''اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جنکا نام احمد ہے''۔

ہر نبی نے اپنی امت کو مسیح دجال سے ڈرایا، اور ہمارے نبی نے اس کے متعلق اتنی تفصیلات بتائیں جتنی کسی اور نے بیان نہیں کی تھیں، کیونکہ وہ اسی امت میں آنے والا ہے۔

اور جو شخص قرآن میں وارد غیبی اخبار پر نظر ڈالے گا اور ذخیرہ احادیث میں بھی اس کی جستجو کرے گا تو اسے اس موضوع سے متعلق بھاری تعداد میں خبریں دستیاب ہوں گی۔

① مقدمہ ابن خلدون : ۵۸۷۔

ان صحیح خبروں میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

- رومی لوگ چند سالوں میں اہل فارس کو شکست سے دوچار کردیں گے۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم خلیفہ بنیں گے۔
- حسن بن علی بن طالب رضی اللہ عنہما مسلمانوں کے دو متحارب گروہوں میں صلح کرائیں گے۔
- حکومت بنی امیہ کے ہاتھ آئے گی۔

انہیں خبروں میں علامات قیامت کا بیان بھی شامل ہے اور وہ حسب ذیل ہیں :

دخان، دجال کا خروج، آخری زمانے میں اس آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف جمع کرے گی، دابہ (چوپائے) کا نکلنا، آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔

ان سب خبروں پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتیں ہیں جس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کی تعریف فرمائی ہے، جو اس کے یا اس کے رسول کے بتائے ہوئے غیبی امور پر ایمان رکھتے ہیں :

﴿الٓمٓ ۝١ ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ ۝٢ ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾ [البقرۃ:۱-۳]۔

''الم اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں''۔

غیبی امور کے حصول میں رسولوں کا طریقہ

اللہ تعالیٰ غیبی خبریں اور قوانین واحکام شریعت اپنے انبیاء اور رسولوں کی طرف بذریعہ وحی بھیجتا رہا ہے :

﴿إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيۡمَٰنَۚ وَءَاتَيۡنَا دَاوُۥدَ زَبُورٗا﴾ [النساء:۱۶۳]۔

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور

ہارون اور سلیمان کی طرف۔ اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی“۔

- کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول یا نبی تک جو کچھ پہنچانا چاہتا تھا وہ باتیں بلا کسی آواز کے اس کے دل میں پہنچ جایا کرتی تھیں۔
- اور کبھی اللہ تعالیٰ حجاب کے پیچھے سے اس سے گفتگو فرماتا تھا۔
- اور کبھی اللہ تعالیٰ رسول کو جو بات پہنچانا چاہتا تھا وہ فرشتے کے ذریعہ بطریق وحی ارسال فرماتا تھا۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ ٱللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَآيِٕ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِىَ بِإِذْنِهِۦ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّهُۥ عَلِىٌّ حَكِيمٌ﴾ [الشوریٰ:۵۱]۔

”ناممکن ہے کہ کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے، بیشک وہ برتر ہے حکمت والا ہے“۔

فرشتہ رسول اللہ ﷺ تک وحی کس طرح پہنچاتا تھا اس کی کیفیت ہمیں نصوص کے ذریعہ یہ معلوم ہوئی کہ اس کی تین صورتیں ہوا کرتی تھیں :

اول : رسول اللہ ﷺ حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل وصورت میں جس پر اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے دیکھتے تھے، اور وہ بذریعہ وحی اللہ کا پیغام ان تک پہنچا دیتے تھے، اور یہ صورت حال رسول کے ساتھ صرف دوبار پیش آئی تھی۔

دوم : ان کے پاس وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی تھی، پھر جب حضرت جبرئیل رخصت ہوتے تو رسول اللہ ﷺ وہ سب باتیں سمجھ چکے ہوتے تھے جو انھوں نے اس وقت کہی ہوتی تھیں۔ اور جب حضرت جبرئیل رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں آتے تھے تو ان کا چہرہ چمکنے لگتا تھا اور جسم بھاری ہو جاتا تھا، اور شدید سردی کے زمانے میں بھی جب نزول وحی کا یہ عمل مکمل ہو جاتا تو آپ کی جبین مبارک عرق عرق ہو جاتی تھی، اور حاضرین کو ان کے سر کے پاس ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں، اور وحی کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کوئی بات نہیں کیا کرتے تھے، پھر جب فرشتہ رخصت ہوتا تو آپ وحی کی ساری باتیں سمجھ چکے ہوتے تھے۔

سوم : فرشتہ ان کے پاس کسی آدمی کی شکل میں آتا ہے اور انہیں مخاطب کرتا ہے اور ان سے ہمکلام ہوتا ہے، اور وہ اس کی کہی ہوئی باتوں کو محفوظ کر لیتے ہیں، یہ حالت رسول ﷺ پر سب سے خفیف ہوتی ہے۔ ①

---

① دیکھیے : الرسل والرسالات للاشقر: ص ۵۹۔

انسان اپنے طور پر معرفت غیب کی کتنی قدرت اور صلاحیت رکھتا ہے؟

بشر نے آنے والے غیبی امور سے متعلق انبیاء ورسل کی خبروں پر قناعت نہیں کی، بلکہ مستقبل کی چیزوں کا پتہ لگانے کی مہم شروع کردی، اور لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ کچھ دوسرے انسانوں کے پاس بھی معرفت غیب کی صلاحیت اور قدرت پائی جاتی ہے، اور ہر زمانے اور ہر ملک میں کچھ ایسے افراد کھڑے ہوئے جو اس بات کے مدعی تھے کہ ان کے پاس آنے والے واقعات اور غیبی کائنات سے آگاہی کی صلاحیت اور قدرت پائی جاتی ہے۔

اور بحث وتحقیق سے جڑے ہوئے کچھ افراد نے اس موضوع سے متعلق اس بات کی تصدیق بھی کردی کہ کچھ لوگوں کے پاس ایسی قوت موجود ہوتی ہے جو ان کے لئے غیر مرئی اشیاء اور حوادث کی رویت کو ممکن بنادیتی ہے خواہ ان کا تعلق زمان سے ہو خواہ مکان سے، اور اس کی تعلیل میں انھوں نے یہ کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ اشخاص کی روحوں میں ایک خاصیت پائی جاتی ہے جسے وہ لوگ روحانی بُعد نظر کا نام دیتے ہیں۔ ①

قطعی طور پر ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے، اور اس چیز کو سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ جنس بشری کے افراد میں سب سے افضل انبیاء ورسل ہوتے ہیں مگر یہ مزعومہ خاصیت ان کے اندر بھی نہیں پائی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خیر الخلق کو لوگوں کے سامنے اس حقیقت کا اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ :

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ﴾ [الاعراف:۱۸۸]۔

”آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا“۔

اور رسولوں کو غیب کی جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ ان کی ذاتی صلاحیتوں سے نہیں حاصل ہوتی ہیں بلکہ اللہ کی وحی کے ذریعہ انہیں ان کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلَىٰ غَيۡبِهِۦٓ أَحَدًا ٢٦ إِلَّا مَنِ ٱرۡتَضَىٰ مِن رَّسُولٖ فَإِنَّهُۥ يَسۡلُكُ مِنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهِۦ رَصَدٗا ٢٧ لِّيَعۡلَمَ أَن قَدۡ أَبۡلَغُواْ رِسَٰلَٰتِ رَبِّهِمۡ وَأَحَاطَ بِمَا

① التنبؤ بالغیب للدکتور احمد الشنتاوی: ص ۱۲۔

لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴾ [الجن:۲۶-۲۸]۔

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرلے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے تاکہ ان کے اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس (کی تمام چیزوں) کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھا ہے''۔

علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے :

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ [النمل:۶۵]۔

''کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا''۔

اور کچھ غیب ایسا بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل تک کو آگاہ نہیں فرمایا ہے، اور انہیں امور کا نام حق تعالیٰ نے مفاتح الغیب رکھا ہے۔

﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ﴾ [الانعام:۵۹]۔

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے''۔

اور یہ مفاتح الغیب وہی ہیں جو حسب ذیل آیت میں مذکور ہیں :

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ [لقمان:۳۴]۔

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔ کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے''۔

کہانت وعرافت

۱- مدعیان غیب کے القاب

مدعیان غیب میں جو سب سے مشہور لوگ ہیں وہ کاہن کہلاتے ہیں اور عرب کے لوگ ہر اس شخص کو کاہن کہتے تھے جو علم غیب کا دعویدار ہوتا تھا۔

ابن حجر ہیثمی نے کاہن کی تعریف میں کہا ہے کہ :

یہ وہ ہوتا ہے جو کچھ مضمرات کی خبر دیتا ہے جن میں سے کچھ باتیں درست اور اکثر غلط ہوتی ہیں، اور اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ خبریں اسے جنوں سے حاصل ہوتی ہیں۔

اور بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ کہانت کا مطلب :

''زمانہ مستقبل سے متعلق غیبی خبروں سے شغف رکھنا، علم غیب کا دعویٰ کرنا اور اس بات کا مدعی ہونا ہے کہ یہ خبریں جنات کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں''۔ ①

ابن عابدین فرماتے ہیں :

''کاہن وہ ہوتا ہے جو کچھ اسباب کے ذریعہ غیب کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، اور وہ مختلف ہوتے ہیں، اسی لئے اس کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں مثلاً عراف، رمال اور نجومی، اور یہ وہ ہوتا ہے جو ستارے کے طلوع وغروب سے مستقبل کی خبر دیتا ہے، اور جو کنکڑ یاں پھینکتا ہے، اور جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا کوئی جن ساتھی ہے جو اسے آنے والے واقعات کی خبریں دیتا ہے''۔ ②

شیخ محمد بن عبدالوہاب رقمطراز ہیں کہ بغوی نے فرمایا :

''عراف وہ ہوتا ہے جو کچھ مقدمات کے ذریعہ چیزوں کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انہیں سے استدلال کر کے مسروقہ اشیاء اور گم شدہ کے پائے جانے کے مقام کی نشاندہی کرتا ہے اور اسی طرح کی باتیں بتاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی کاہن ہوتا ہے، اور کاہن وہ ہوتا ہے جو مستقبل سے متعلق غیبی امور کی خبر دیتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ جو مافی الضمیر کی خبر دیتا ہے''۔

ابو العباس ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

''عراف : کاہن، نجومی، رمال اور انہیں جیسے لوگوں کا نام ہے جو ان طریقوں کے مطابق معرفت امور کے متعلق گفتگو کرتے ہیں''۔ ③

---

① الزواجر : ۱۰۹/۲۔

② حاشیہ ابن عابدین : ۲۴۲/۴۔

③ تیسیر العزیز الحمید : ص ۳۶۰۔

اور کتاب التوحید کے شارح شیخ سلیمان فرماتے ہیں :

''جو شخص غیبی امور میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ رکھتا ہو تو وہ یا تو کاہن کے اسم میں داخل ہوتا ہے یا پھر معنوی طور پر اس کا شریک ہوتا ہے، اس لئے اس کو بھی اسی کے ساتھ شامل کر دیا جاتا ہے، اور کسی مخبر کی بعض غیبی امور کے متعلق کچھ خبریں بعض اوقات درست نکلتی ہیں تو ایسا بذریعہ کشف ہوتا ہے، اور ان میں سے کچھ شیاطین کی طرف سے ہوتی ہیں، نیز فال، پرندوں کو ڈانٹ کر اڑانے، کنکریاں پھینکنے، زمین پر لکیریں کھینچ کر اور کہانت و نجوم کے ذریعہ بھی یہ کام لیا جاتا ہے اور اسی طرح کے جاہلی علوم استعمال کئے جاتے ہیں... اور ان تمام چیزوں کا استعمال کرنے والے کو کاہن اور عراف کہا جاتا ہے یا اس کے لئے انہیں کے ہم معنی القاب استعمال کئے جاتے ہیں، اور جو بھی ان لوگوں کے پاس جائے گا اور ان کی باتوں کی تصدیق کرے گا اسے وعید لاحق ہوگی۔ ①

۲۔ غیبی امور کی معرفت کے لئے کاہنوں کے طریقے

جب تحقیق کرنے والوں نے مدعیان غیب کے احوال کا تفصیلی جائزہ لیا تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو خبریں دیا کرتے ہیں ان کا تعلق یا تو ماضی اور گزشتہ امور سے ہوتا ہے یا پھر آنے والے امور سے ہوتا ہے، پھر جس چیز کی خبر دی جا رہی ہے اگر اس کا تعلق کسی شیئ گزشتہ سے ہو تو اس کی معرفت ایک ممکن اور مقدور بات ہے، اور اس کا غیب سے کچھ واسطہ نہیں ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ ان کے انصار و اعوان اور جاسوسی کرنے والے افراد ہوا کرتے ہیں جو لوگوں سے گھل مل کر ان کی خبریں لایا کرتے ہیں اور انہیں آگاہ کر دیتے ہیں، پھر جب وہ لوگوں کے سامنے یہ باتیں پیش کرتے ہیں تو صورت حال سے ناواقفیت رکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ غیب جانتے ہیں۔

● جنات کی مدد :

مال مسروقہ اور چور کی نشاندہی میں ان میں سے کچھ لوگوں کی مدد جنات بھی کیا کرتے ہیں، اور انہیں اس بات کی بھی خبر دیتے ہیں کہ فلاں غائب آج یا کل ان کے پاس آنے والا ہے، اور ایسی ہی کچھ دوسری باتیں بھی بتاتے ہیں، اور واقع ہو جانے والی بات کا علم اور اس علم کا دوسروں تک پہنچانا سہل اور ممکن چیز ہے اور آج تو ٹیلیفون، ٹیلیکس اور رابطے کے جدید وسائل کی فراہمی کی وجہ سے یہ کوئی تعجب خیز بات ہی نہیں رہ گئی ہے۔

① تیسیرالعزیز الحمید : ص ۳۶۱۔

- **عیاری اور ذہانت :**

اور بعض کاہن حضرات تو اس قدر ذہین اور شاطر ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ مختلف احتمال رکھنے والا جواب دیا کرتے ہیں جس کی روشنی میں ہر طرح کے احتمال کی من مانی تفسیر کی جاسکتی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والا خواہ کسی نتیجے پر پہنچے مگر کاہن کی بات ہر حال میں سچی اور درست ہی ثابت ہوگی۔ اور اس کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسے ہی دجالوں میں سے ایک کذاب سے اپنے بیمار لڑکے کے متعلق رائے لی تو اس نے کہا: آپ کا بیٹا جلد ہی آرام پا جائے گا، پھر جب اس لڑکے کا انتقال ہوا تو اس نے کہا: کیا میں نے آپ کو پہلے ہی یہ نہیں بتا دیا تھا کہ وہ جلد ہی اپنی پریشانیوں اور تکلیفوں سے راحت پا جائے گا، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا اور لڑکا شفایاب ہو جاتا تو بھی یہ جواب اس دجال کی بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے کافی ہوتا۔

- **اٹکل اور اندازے :**

اور کبھی کبھی ان کاہنوں کی جو باتیں درست ثابت ہوتی ہیں وہ ظن وتخمین اور اندازوں پر قائم ہوتی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ایک خاص صلاحیت سے نواز دیتا ہے، مگر ان میں بھی غلط اور جھوٹی ثابت ہونے والی باتیں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور کچھ باتیں جو درست نکلتی ہیں ان میں تجربہ اور معمول کے اسباب کی معرفت کارفرما ہوتی ہے جس میں سابقہ واقعات سے آنے والے حوادث پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر کاہنوں کی درست نکلنے والی ایسی مستقبل کی خبریں جن کی اساس تجربہ، ظن وتخمین اور اندازوں پر نہیں ہوتی ہے تو پھر ان کا مصدر شیاطین ہوتے ہیں، اور جو لوگ واقعی کہانت کے لقب کے مستحق ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس شیاطین کی وحی آیا کرتی ہے۔

۳۔ شیطان سے کاہنوں کے تعلقات اور ان کی طرف شیطانی وحی کا طریقہ

کاہنوں کی اکثریت شیطان کی عبادت گزار اور اس کی بندگی کا دم بھرنے والی ہوتی ہے، شیطان ان پر سوار ہو جاتا ہے اور ان کی زبان پر بولتا ہے، اور شیاطین ایسے ہی نفوس خبیثہ سے انسیت رکھتے ہیں جو شر سے آلودہ اور بدی میں غرق ہوں اور اسی پر راضی اور شاد ہوں۔

خطابی فرماتے ہیں :

’’کاہن ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے اذہان میں تیزی اور نفوس میں شرارت پائی جاتی ہے اور مزاج

آتشیں ہوتا ہے، اسی قماش کے لوگوں سے شیاطین کو الفت ہوتی ہے، کیونکہ ان امور میں ان کے درمیان ہم آہنگی اور تناسب پایا جاتا ہے، اور وہ اپنی قدرت اور استطاعت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اور نبوت کے انقطاع کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے یہاں کہانت کا بڑا دور دورہ تھا''۔ ①

عرافت اور کہانت کے نمونے

۱۔ یونانیوں اور مصریوں کے کاہن :

• معبد دلفی :

عالم قدیم میں پیشینگوئی کا ایک مشہور ترین مرکز (دلفی) تھا جو بلاد اغریق میں واقع تھا، اور یونانی اپنے مستقبل کے منصوبوں اور کاموں میں مشاورت کے لئے اس مرکز کے کاہنوں کا رخ کیا کرتے تھے، اور اس معبد کی بڑی تعظیم کرتے تھے، اور معبد میں قربانی کے جانوروں اور ہدیوں اور نذرانوں کا ڈھیر لگائے رہتے تھے۔

مرکز (دلفی) اپنے کشادہ صحنوں کی وجہ سے نمایاں تھا جہاں خوبصورت فوارے اور قابل دید عبادت گاہیں بنی ہوئی تھیں، وہاں ایک عظیم اسٹیڈیم اور بڑا سا تھیٹر بھی تھا، کچھ سنگ مرمر کے مجسمے نصب تھے اور کچھ کانسے اور سونے سے بھی بنائے گئے تھے جنھیں اس زمانے کے بڑے بڑے فنکاروں نے ڈھالا اور تراشا تھا اور شاہکار تصویریں بنائی گئی تھیں۔

• دلفی کی کاہنہ :

(دلفی) کی سب سے مشہور کاہنہ کا نام (بیثا) تھا، اس کی عادت یہ تھی کہ وہ ہمیشہ غار نامی پودے کے پتے چباتی رہتی تھی اور اپنی کرسی کے نیچے کی ایک چٹان کے شگاف سے نکلنے والی گیس اپنی ناک سے کھینچتی رہتی تھی اور اس کی نشست اس کرسی پر ہوا کرتی تھی، اور (کاسوتس) کے چشمے کا پانی پیتی تھی، جس سے اس پر ایک طرح کی غیبوبت طاری ہوجاتی تھی اور وہ ہذیان گوئی کے انداز میں آنے والے ایام میں رونما ہونے والے واقعات کی پیشینگوئیاں کیا کرتی تھی۔ ②

---

① فتح الباری : ۱/ ۲۱۷۔

② التنبؤ بالغیب : ص ۱۹۔

- **یونان کا معبد دودونا :**

اور یونان میں اس مرکز سے بھی قدیم کھانہ کا (دودونا) نامی مرکز تھا جو مقدونیا کے جنوب میں واقع تھا، یہ مرکز ایک ایسے باغیچے میں بنایا گیا تھا جہاں بلوط کے درختوں کی کثرت تھی، اور اس زمانے کے لوگوں میں یہ اعتقاد راسخ ہو چکا تھا کہ ان درختوں کی سرسراہٹ اپنے جلو میں (زیوس) دیوتا کی مشیئت اور ارادہ لئے ہوتی ہے۔

- **وہاں کے دجال کاہن :**

اور وہاں کے دجال کاہن ان درختوں کے پتوں سے اٹھنے والی آوازوں کی حسب منشا تفسیر کیا کرتے تھے، اور انہیں ان سوالوں کا مطلوبہ جواب گردانتے تھے جو اس مرکز میں آنے والے گروہوں کی طرف سے ان کاہنوں کے سامنے بکثرت پیش کئے جاتے تھے، یہ لوگ یونان کے تمام گوشوں سے مستقبل کے امور اور واقعات کا پتہ لگانے آتے تھے جو تقدیر نے ان سے چھپا رکھا ہوتا ہے۔ ①

- **مصر کا معبد آمنون رع اور شیطان :**

عالمی پیمانے پر کہانت کے مشہور مراکز میں سے ایک مشہور مرکز مصر کا (آمنون رع) بھی تھا، اس معبد کی تاریخ پندرہویں صدی قبل میلاد مسیح کی طرف لوٹتی ہے، شیطان نے یہاں خوب گھونسلے لگائے تھے اور انڈے بچے کر رکھے تھے، وہ یہاں معبود کے نام پر ایک پرچھائیں کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا اور لوگوں سے باتیں کیا کرتا تھا، اور ان کے سوالوں کو سن کر ان کا جواب دیا کرتا تھا، کہا جاتا ہے کہ جب صحرائے مصر میں سکندر اعظم نے معبد (آمنون رع) کی زیارت کی تھی تو وہ پرچھائیں اس کی طرف چل کر آئی تھی اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا : ''میں تجھ سے وعدہ کرتی ہوں کہ تجھے تمام ملکوں میں غلبہ حاصل ہوگا اور سارے دھرم تیرے سامنے جھک جائیں گے''۔ ②

- **کاہنوں کے پاس شیطانی وحی آتی ہے :**

کاہنوں کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ان کے پاس وحی آتی ہے مگر یہ رحمانی وحی نہیں ہوتی ہے، بلکہ ابلیسی اور شیطانی وحی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿شَيَٰطِينَ ٱلۡإِنسِ وَٱلۡجِنِّ يُوحِي بَعۡضُهُمۡ إِلَىٰ بَعۡضٖ زُخۡرُفَ ٱلۡقَوۡلِ غُرُورٗاۚ﴾ [الانعام:۱۱۲]۔

---

① التبنؤ بالغیب : ص۱۹۔

② التنبؤ بالغیب : ص ۲۹۔

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تا کہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں''۔

اور : ﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِهِمۡ﴾ [الانعام:۱۲۱]۔

''شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں''۔

شیطانی وحی کے وقت کاہنوں پر طاری ہونے والی کیفیت

مشاہدے کے مطابق جب ان کاہنوں پر وحی آتی ہے تو وہ اپنے ہوش وحواس گم کر دیتے ہیں، ان پر غشی طاری ہوجاتی ہے، وہ ہذیان گوئی کرنے لگتے ہیں، اپنی عقل وخرد سے عاری ہوجاتے ہیں، اور غشی کے عالم میں باتیں کرتے ہیں، جبکہ اس وقت گفتگو کرنے والا شیطان ہوتا ہے، جو اس کاہن کی زبان پر بولتا ہے، اور ان سوالوں کا جواب دیتا ہے جو اس سے کئے جاتے ہیں، اور جب اس کاہن کو ہوش آتا ہے تو اسے ان جوابوں میں سے کچھ یاد نہیں آتا ہے، اور یہ سب باتیں رسولوں کے برعکس ہیں جن کے متعلق ہم نے گزشتہ صفحات میں گفتگو کی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی کس طرح آتی ہے، اور وحی کے وقت ان کی حالت کیا ہوتی ہے۔

رسول وحی کی حالت میں گفتگو نہیں کرتے ہیں، اور وحی ان کے جسم میں یوں سرایت کر جاتی ہے کہ ان کا جسم بھاری ہوجاتا ہے اور ان کی پیشانی عرق عرق ہوجاتی ہے، اور ان کی کیفیت اور حالت کاہن کی حالت سے جداگانہ ہوتی ہے کہ اس کا چہرہ زرد ہوجاتا ہے، جسم کمزور پڑ جاتا ہے، قوت جواب دینے لگتی ہے اور وہ اپنی غیبوبت کی حالت میں گفتگو کرتا ہے، اور جب غیبوبت کی یہ کیفیت دور ہوجاتی ہے اور وہ ہوش میں آتا ہے تو اسے حالت غیبوبت کی کوئی بات یاد نہیں رہتی ہے۔

احمد شنتاوی صاحب اس کیفیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں جو شیطانی وحی کے وقت کاہنوں پر طاری ہوتی ہے :

''رائے یہی ہے کہ اس طرح کی پیشینگوئیاں ایک طرح کی ہذیان گوئی ہی کی قسم شمار ہوتی ہیں جو ان پیشگوئی کے مراکز میں ان کاہنوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، تب ان کی زبانوں سے مختلف قسم کی پیشگوئیاں صادر ہونے لگتی ہیں جن کا تعلق مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات سے ہوتا ہے۔

• سقراط کا جھوٹ :

اور سقراط نے اس ہذیان کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے کہ : وہ بشر کے درمیان خاص آسمانی تحفہ اور عظیم ترین نعمتوں کا سرچشمہ ہے''۔ ①

سقراط کی یہ بات بالکل غلط اور سراسر جھوٹ ہے کیونکہ ہذیان گوئی رحمان کی نہیں شیطان کی وحی ہوا کرتی ہے، اور ایک ایسی آفت ہے جو رحمان کے غضب کا موجب ہے اور یہ کوئی اللہ کی نعمت نہیں ہے۔

• مصر کے ہلیو بولس معبد کے کاہن اور ٹارزن :

دیار مصر میں (ہلیو بولس) نامی معبد بھی کافی شہرت یافتہ رہا ہے، لوگ تمام ممالک سے اپنے اہم امور میں وہاں کے کاہنوں سے مشورہ کرنے کے لئے جوق درجوق آیا کرتے تھے، یہ خبر مشہور ہے کہ رومی شہنشاہ (ٹارزن) نے (برثیا) کی جنگ میں شامل ہونے سے پہلے اس جنگ کے انجام سے متعلق مشورہ کرنے کے لئے اس مرکز کے کاہنوں کے پاس ایک وفد روانہ کیا تھا۔

اور تاریخ بتاتی ہے کہ یہاں کے کاہنوں نے ایک گونگا جواب دیا تھا، اور وہ اس طرح کہ انھوں نے (ٹارزن) کے پاس بلا کسی تبصرہ اور شرح کے انگور کی ایک ٹوٹی ہوئی شاخ بھیج دی تھی۔

اور یہ بادشاہ اس جنگ میں مارا گیا تھا اور اس کی لاش روم بھیجی گئی تھی۔ ②

۲۔ عربوں کے کاہن :

اسلام سے پہلے جزیرہ عرب میں بھی کاہنوں کا بڑا دور دورہ تھا، اور وہ ان کے یہاں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اپنے پیچیدہ اور الجھے ہوئے معاملات میں مشورے کے لئے عرب کے لوگ ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے، اسی طرح غیبی امور اور آئندہ زمانوں میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بھی ان کے پاس جایا کرتے تھے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''وہ طواغیت جہاں یہ لوگ اپنے فیصلے کرانے جاتے تھے ان میں سے ایک تو جھینہ میں تھا، دوسرا اسلم میں،

---

① التنبؤ بالغيب : ص ۱۸۔

② التنبؤ بالغيب : ص ۲۹۔

اور ہر قبیلے میں کوئی نہ کوئی موجود تھا، یہ سب کاہن ہوا کرتے تھے جن پر شیطانوں کا نزول ہوتا تھا‘‘۔ ①

- **کاہن لوگ علاج معالجے کا کام بھی کیا کرتے تھے :**

مزید برآں یہ کاہن حضرات طبابت اور مریضوں کے علاج معالجے کا کام بھی کیا کرتے تھے، اس تاریخی حقیقت کو عربوں نے اپنے اشعار میں ثبت کر دیا ہے، چنانچہ اسی ضمن میں ایک عربی شاعر کہتا ہے :

فَقُلْتُ لِعَرَّافِ الْيَمَامَةِ دَاوِنِيْ
فَإِنَّکَ إِنْ دَاوَيْتَنِيْ لَطَبِيْبُ

’’میں نے یمامہ کے عراف سے کہا کہ میری دوا کرو، کیونکہ اگر تم میری دوا کر دیتے ہو تب تو تم واقعی طبیب ہو‘‘۔

- دوسرا کہتا ہے :

جَعَلْتُ لِعَرَّافِ الْيَمَامَةِ حُكْمَهُ
وَعَرَّافِ نَجْدٍ إِنْ هُمَا شَفَيَانِيْ
فَقَالَا شَفَاکَ اللّٰهُ وَاللّٰهِ مَالَنَا
بِمَا حَمَلَتْ مِنْکَ الضُّلُوْعُ يَدَانِ

’’میں نے اس کا فیصلہ یمامہ کے عراف کے حوالے کیا اور نجد کے عراف کے اگر وہ دونوں مجھے شفا دے دیں۔ ان دونوں نے کہا اللہ ہی تجھے شفا دے، قسم اللہ کی تو جو کچھ اپنی پسلیوں کے درمیان اٹھائے پھرتا ہے وہ ہمارے بس کا روگ نہیں ہے‘‘۔

- **یمامہ کا عراف رباح بن عجلہ اور نجد کا عراف ابلق اسدی تھا۔**

- **عربوں کی کاہنات :**

اور عربوں میں کہانت وعرافت صرف مردوں تک ہی محدود نہیں تھی، بلکہ کچھ عورتوں نے بھی یہ پیشہ اختیار کر رکھا تھا، زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی کچھ مشہور کاہنات حسب ذیل تھیں :

- حمیر کی کاہنہ ظریفۃ الخیر
- سلمی ہمدانیہ
- فاطمہ بنت مرہمدانیہ
- عفراء حمیر
- اور وہ سجاح جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

جاہلیت میں عرب کے کاہنوں میں شق وسطیح، خنافر بن توأم حمیری، اور سواد بن قارب دوسی وغیرہ کافی مشہور رہے ہیں۔

---

① اسے بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقا روایت کیا ہے، دیکھیے : فتح الباری : ص ۲۵۱/۸۔

شق وسطیح کی خبریں

مبینہ طور پر شق کا نام شق اس لئے پڑا کہ وہ انسان کے ایک پہلو کی طرح تھا، اور سطیح تو زمین پر پھینکے ہوئے لوتھڑے کی طرح تھا گویا اسی پر اسے بچھا دیا گیا ہو۔

ابن عباس فرماتے ہیں :

’’ابن آدم میں سے کوئی بھی سطیح کے مشابہ نہیں تھا، وہ تو بس چٹائی پر رکھا ہوا گوشت کا ایک ڈھیر تھا، اس کے جسم میں سر، آنکھوں اور ہتھیلیوں کے سوا کہیں بھی ہڈیاں تھیں نہ پٹھے، وہ قدموں سے گردن تک یوں لپیٹا جاتا تھا جیسے کپڑا لپیٹا جاتا ہے، اور اس کے اندر اس کی زبان کے علاوہ اور کوئی چیز متحرک نہیں ہوتی تھی۔ اور دیگر لوگوں نے بتایا کہ جب اسے غصہ آتا تھا تو وہ پھول جاتا تھا اور بیٹھ جایا کرتا تھا‘‘۔ [1]

سطیح کا نام :

ربيع بن ربيعه بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدي بن مازن غسان تھا۔

اور شق کا سلسلہ یوں تھا کہ وہ :

صعب بن يشكر بن رهم بن أفرک بن قسر بن عبقر بن أنمار بن نزار وأنمار ابو بجيله وخثعم تھا۔

• شاہ یمن کا خواب اور شق وسطیح کا امتحان :

اور شق وسطیح کے قصوں میں سے ایک قصہ یہ ہے کہ :

’’شاہ یمن ربیعہ بن نصر نے ایک ڈراؤنا اور گھبرا دینے والا خواب دیکھا جس سے وہ کافی پریشان ہو گیا، لہٰذا اس نے اپنی قلمرو کے کسی بھی کاہن، جادوگر، عائف (پرندے اڑا کر فال نکالنے والے) اور نجومی کو نہ چھوڑا سب کو اپنے پاس جمع کیا، اور ان سے کہا کہ میں نے ایک ڈراؤنا اور گھبرا دینے والا خواب دیکھا ہے جس سے میں بہت پریشان ہوں، تم لوگ مجھے وہ خواب بھی بتاؤ اور اس کی تعبیر بھی، انھوں نے کہا کہ پہلے وہ خواب آپ ہمارے سامنے بیان کریں تو ہم آپ کو اس کی تعبیر بتا دیں گے، بادشاہ نے کہا: اگر میں تمہارے

---

[1] البداية والنهاية : ۲۵۱/۸۔

سامنے وہ خواب بیان کردوں گا تو مجھے تمہاری تعبیروں پر اطمینان نہیں ہوگا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی صحیح تعبیر بھی وہی بتائے گا جسے پہلے سے اس خواب کا پتہ چل جائے اور مجھے بتانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔تب ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر شاہ کی منشا یہی ہوتو اسے سطیح اور شق کی طرف اپنا آدمی بھیجنا چاہیے، کیونکہ دونوں سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں ہے، وہی دونوں آپ کو اس کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔

لہٰذا اس نے ان دونوں کو بلا بھیجا، اور شق سے پہلے سطیح اس کے پاس پہنچ گیا''۔

سطیح کی بیان کردہ تعبیر

بادشاہ نے اس سے کہا: میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے جس سے میں بہت گھبرا اٹھا ہوں، پہلے مجھے تم یہ بتاؤ کہ وہ خواب کیا ہے، اگر تم نے وہ خواب مجھ سے بیان کر دیا تو یقینا تم اس کی درست تعبیر بھی بیان کرسکو گے، اس نے کہا: ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا، آپ نے دہکتا ہوا کوئلہ دیکھا ہے، جو تاریکی سے نکلتا ہے، پھر سمندر سے ملی ہوئی زمین پر جا پڑتا ہے، اور وہاں کے سارے جانداروں کو کھا لیتا ہے۔

بادشاہ نے اس سے کہا: اے سطیح تم نے ذرا بھی خطا نہیں کی سب کچھ صحیح بتایا ہے، اب اس کی تعبیر بتاؤ؟

اس نے کہا : میں دونوں کالے پتھروں والی زمینوں کے درمیان رہنے والے پرندوں، سانپوں، گرگٹوں اور چھپکلیوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً حبشہ کے لوگ تمہاری سرزمین پر وارد ہوں گے اور ابین سے لیکر جُرَش تک کی ساری زمینوں کے مالک بن جائیں گے۔

بادشاہ نے اس سے کہا : اے سطیح تمہارے باوا کی قسم یہ تو ہمارے لئے بڑی اندوہناک اور غمزدہ کردینے والی خبر ہے، ایسا کب ہونے والا ہے؟ میرے زمانے میں یا میرے بعد؟ اس نے کہا: نہیں ایسا آپ کے کچھ دنوں بعد ہوگا، ساٹھ یا ستر سال سے زائد کا وقت لگے گا۔

بادشاہ نے پوچھا : ان کی بادشاہت دائمی ہوگی یا منقطع ہوجائے گی؟ اس نے کہا : دائمی نہیں ہوگی، منقطع ہوجائیگی، اس کی مدت ستر سال سے کچھ زائد ہوگی، پھر وہ قتل کردیئے جائیں گے اور یہاں سے مار بھگائے جائیں گے۔

بادشاہ نے پوچھا : ان کا قتل اور اخراج کس کے ہاتھوں ہوگا؟ کہا : اِرم بن ذی یزن کے ہاتھوں، وہ ان کے خلاف عدن سے چڑھائی کرے گا، اور ان میں سے کسی کو یمن میں باقی نہیں چھوڑے گا۔

بادشاہ نے پوچھا : اس کی سلطنت دائمی ہوگی یا اس کا خاتمہ ہوجائے گا، اس نے کہا : دائمی نہیں ہوگی بلکہ اس کا بھی خاتمہ ہوجائے گا، بادشاہ نے کہا : اس کی سلطنت کس کے ہاتھوں جائے گی؟ اس نے کہا : ایک پاکباز نبی ہوگا جس کے پاس علی (بلند وبالا پروردگار) کے پاس سے وحی آئے گی۔

بادشاہ نے پوچھا : یہ نبی کن میں سے ہوگا؟ اس نے کہا : وہ غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں سے ایک شخص کی نسل سے ہوگا، اور اس کی قوم میں بادشاہت آخر دھر تک رہے گی۔

بادشاہ نے کہا : کیا دھر کا بھی آخر ہوگا؟ اس نے کہا : ہاں جس دن اولون وآخرون (اگلے پچھلے) سب جمع کئے جائیں گے، اور اس میں نیکوں کو خوشی اور سعادت حاصل ہوگی جبکہ بروں کو بدبختی اور مشقت کا سامنا ہوگا۔

بادشاہ نے کہا : کیا جو کچھ تم مجھے بتاتے ہو وہ سب سچ ہے؟ اس نے کہا : ہاں، مجھے شفق اور ظلمت شب کی اور صبح کی قسم ہے جب وہ کامل ہوجائے، میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بلاشک وشبہ یقیناً سچ ہے۔

شق وسطیح کی تعبیر میں یکسانیت

پھر شق اس کے پاس آیا تو بادشاہ نے اس سے بھی وہی بات کہی جو اس نے سطیح سے کہی تھی مگر سطیح نے جو تعبیر بیان کی تھی اسے اس سے چھپا لیا تھا تاکہ اسے یہ معلوم ہوسکے کہ دونوں کی باتوں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے یا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس نے کہا : چلیے ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں، آپ نے دہکتا ہوا کوئلہ دیکھا، جو تاریکی سے نکلا، پھر باغوں اور ٹیلوں والی سرزمین پر جا پڑا، پھر اس میں سے ہر ذی روح کو کھا گیا۔

جب اس نے یہ بات کہی، تو بادشاہ کو پتہ چل گیا کہ دونوں کی باتیں ایک ہی جیسی ہیں صرف چند الفاظ کا فرق ہے مگر دونوں بیانات کی حقیقت ایک ہی ہے۔

تب بادشاہ نے اس سے کہا : اے شق تم نے ذرا خطا نہیں کی سب کچھ صحیح کہا ہے، اب بتاؤ اس کی تعبیر کیا ہے؟ اس نے کہا : میں ان سارے انسانوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو ان دونوں کالے پتھروں والی زمینوں کے درمیان بستے ہیں یقینا حبشہ والے تمہاری سرزمین پر آئیں گے، اور ساری گداز ہتھیلیوں پر قابض ہوجائیں گے اور اَبین سے نجران تک کے مالک ہوجائیں گے۔

بادشاہ نے اس سے کہا : اے شق تیرے باوا کی قسم! یہ ہمارے لئے بڑی اندوہناک اور دل دکھانے والی

خبر ہے، بتاؤ ایسا کب ہوگا؟ میرے زمانے میں یا میرے بعد؟ اس نے کہا نہیں، ایسا آپ کے ایک زمانے کے بعد ہوگا، پھر ایک جلیل القدر اور عظیم شخصیت تمہیں ان کے ہاتھوں سے نجات دلائے گی اور انہیں شدید ترین ذلت ورسوائی کا مزہ چکھائے گی۔

بادشاہ نے کہا : کون ہوگا وہ عظیم الشان انسان؟ اس نے کہا : نہ وہ کمتر اور کوتاہ عمل ہوگا، نہ سطحی اور خسیس چیزوں کے پیچھے پڑنے والا ہوگا، وہ ان کے خلاف ذی یزن کے گھرانے سے چڑھائی کرے گا، اور ان میں سے کسی کو یمن میں باقی نہیں چھوڑے گا۔

بادشاہ نے پوچھا : اس کی سلطنت باقی رہے گی یا ختم ہوجائے گی؟ اس نے کہا : باقی نہیں رہے گی ختم ہوجائے گی، اور اس کا خاتمہ ایک ایسے رسول کے ہاتھوں ہوگا جو حق وعدل کے ساتھ دینداروں اور اہل فضل کے درمیان مبعوث ہوگا، بادشاہت اس کی قوم میں یوم الفصل (فیصلے کے دن) تک رہے گی۔

بادشاہ نے کہا : یوم الفصل کیا ہے؟ اس نے کہا : اس دن حکام کو بدلہ دیا جائے گا، اور اس دن آسمان سے مختلف پکار پکاری جائے گی، جسے زندے مردے سب سنیں گے، اس دن مقررہ وقت پر جمع ہونے کی جگہ پر سارے انسان جمع کردئے جائیں گے، اور کامیابی اور بھلائیاں اسی کے نصیب میں ہوں گی جو متقی رہا ہوگا۔

بادشاہ نے کہا : کیا تو سب کچھ سچ سچ کہتا ہے؟ اس نے کہا : آسمان وزمین کے رب کی اور ان کے درمیان جو بھی بلندی اور پستی کا عمل ہے ان سب کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جو کچھ میں نے تجھے بتایا ہے وہ سب سچ ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔

ان دونوں کی باتیں ربیعہ بن نصر کے دل میں گھر کر گئیں اور اس نے اپنے بیٹوں اور گھر والوں کو ضروری ساز وسامان کے ساتھ جو ان کی زندگی میں کام آنے والا تھا عراق بھیج دیا، اور شاہان فارس میں سے سابور بن خرزاذ نامی ایک بادشاہ کو ان کے متعلق لکھ بھیجا، اور اس نے انہیں ''حیرۃ'' میں بسا دیا۔''[1]

- حافظ ابن کثیر نے آخری نبی اور صحابہ کے متعلق سطیح کی پیشگوئیوں کے مزید قصے بیان کئے ہیں۔[2]

۵۔ شیطانی وحی سے حاصل ہونے والے غیب کے مصادر

وہ شیاطین جو کاہنوں کو غیبی خبروں کی وحی کرتے ہیں وہ اپنی ان خبروں میں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں، اور اسی کے

---

① سیرت ابن ہشام : ۱/ ۱۵-۱۸ ، اور اس قصے کے لئے دیکھیے : البداية والنهاية : ۲/ ۱۶۲۔

② تفصیل کے لئے دیکھئے : البداية والنهاية : ۲/ ۲۶۸۔

متعلق اللہ رب العزت فرماتا ہے :

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ﴾ [الشعراء:۲۲۱-۲۲۳]۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں (اچٹتی) ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں''۔

اسی لئے کاہنوں کی اکثر خبریں کذب وافتراء پر مبنی ہوتی ہیں، اور ان میں سے بہت سی خبریں حقیقت کے برخلاف ہوتی ہیں اور ان گمراہوں اور افتراپردازوں کا جھوٹ جن پر شیاطین کا نزول ہوتا ہے ہر شہر اور ہر زمانے میں ظاہر اور نمایاں ہوتا رہا ہے۔

• خلیفہ معتصم کی شاندار فتح اور نجومیوں کی فضیحت :

انہیں افتراپردازیوں میں جنھیں تاریخ نے محفوظ رکھا ہے، اور وہ کاہنوں اور نجومیوں کی جبینوں پر ان کے جھوٹے دعووں کی قلعی کھولنے کے لئے عار بن کر آج تک نمایاں ہیں ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اگر خلیفہ عباسی معتصم نے انجیروں اور انگوروں کی فصل تیار ہونے سے پہلے عموریہ پر حملہ کیا تو اس کے لئے اس کا فتح کرنا ممکن نہ ہوگا، اس لئے نجومیوں نے معتصم کو اس جنگ اور قتال کے لئے نکلنے سے روکا، مگر معتصم نے ان کی باتوں اور خرافات پر کوئی توجہ نہیں دی، اور رب العباد کے بھروسے اور اسی پر توکل کرتے ہوئے نکل کھڑا ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے نجومیوں کو جھوٹا ثابت کر دکھایا، اور مومنوں کو عزت عطا فرمائی، مسلمانوں نے اس مضبوط ترین قلعہ بند اور فصیلوں والے شہر کو فتح کر لیا، اور یہ فوج کشی ایک مسلمان دوشیزہ کی فریادرسی کے لئے ہوئی تھی رومیوں نے جس کی بے عزتی کی تھی اور اس کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکل گیا تھا کہ :

''وَامُعْتَصِمَاهْ'' ''ہائے معتصم میری مدد کو آ''۔

ابو تمام کا مشہور قصیدہ :

اپنے زمانے کا عبقری شاعر ابو تمام بھی خلیفہ معتصم کے ساتھ فتح عموریہ میں شریک تھا اس نے اپنے لازوال قصیدے سے اس شاندار فتح کو خلود اور دوام عطا کر دیا اور اس میں نجومیوں کے فریب وکذب کی قلعی اچھی طرح کھول کر رکھ دی، اس میں سے کچھ اشعار حسب ذیل تھے :

السَّيْفُ أَصْدَقُ إِنْبَاءً مِنَ الكُتُبِ
فِي حدهِ الحدُّ بينَ الجدِّ واللَّعبِ

تلوار کی خبریں نجومیوں کی کتابوں سے زیادہ سچی ہوتی ہیں،اس کی دھار سنجیدگی اور کھیل تماشے کے درمیان فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے۔

بيضُ الصَّفائحِ لاَ سودُ الصَّحائفِ
في مُتُونِهنَّ جلاءُ الشَّك والرِيَبِ

کام تو تلواروں کی چمک سے ہوتا ہے نہ نجومیوں کی کتابوں کی سیاہی سے،انہیں کی پشت پر شکوک وشبہات کا خاتمہ لکھا ہوتا ہے۔

والعِلْمُ في شُهُبِ الأَرْمَاحِ لاَمِعَةً
بَيْنَ الخَمِيسَيْنِ لافي السَّبْعَةِ الشُّهُبِ

نیزوں کی انیوں سے جو شعلہ دونوں لشکروں کے درمیان لپکتا ہے(فتح وہزیمت کا صحیح)علم اسی سے ملتا ہے، نہ کہ ان سات ستاروں سے (جن پر نجومیوں کا اعتماد ہوتا ہے)۔

أَيْنَ الروايَةُ بَلْ أَيْنَ النُّجُومُ وَمَا
صَاغُوه مِنْ زُخْرُفٍ فيها ومنْ كَذِبِ

کہاں گئی روایت بلکہ کہاں گئے ستارے جن کی طرف منسوب کر کے جھوٹی اور لچھے دار باتیں تیار کی گئی تھیں۔

تخرُّصاً وأحاديثاً ملفَّقةً
لَيْسَتْ بِنَبْعٍ إِذَا عُدَّتْ ولا غَرَبِ

ایک اٹکل تھا اور گھڑی ہوئی باتیں تھی جو حقیقت سے سراسر عاری تھیں۔

عجائباً زعموا الأيَّامَ مُجْفلةً
عَنْهنَّ في صَفَرِ الأَصْفَار أَوْ رَجَبِ

ان کا دعویٰ تھا کہ آنے والے ایام صفر الاصفار یا رجب میں کچھ عجائب سامنے لانے والے ہیں۔

وخَوَّفُوا الناسَ مِنْ دَهْيَاءَ مُظْلِمَةٍ
إذا بدا الكوكبُ الغربيُّ ذو الذَّنبِ

جب مغربی دم دار ستارہ طلوع ہوا[1] تو انھوں نے لوگوں کو تاریک آفت سے ڈرایا تھا۔

وصيَّروا الأبرجَ العُلْيا مُرتَّبةً
مَا كَانَ مُنْقَلِباً أَوْ غيْرَ مُنْقَلِبِ

اور اونچے برجوں کو انھوں نے مرتب کر دیا تھا خواہ وہ پلٹنے والے ہوں یا نہ پلٹنے والے ہوں۔

لو بيَّنت قطّ أمراً قبل موقعه
لم تُخْفِ ماحلَّ بالأوثان والصلُبِ

اگر یہ کبھی کوئی بات اس کے واقع ہونے سے پہلے بیان کر سکتے تو وہ صورت حال مخفی نہ رہتی جو بتوں اور صلیبیوں کے ساتھ پیش آئی تھی۔

تِسعُونَ أَلْفاً كآسادِ الشَّرى نَضِجَتْ
أعْمَارُهُمْ قَبْلَ نُضْجِ التينِ والعِنَبِ

کچھاروں کے شیروں کی طرح کے نوے ہزار لوگوں کی عمریں انجیروں اور انگوروں کی فصل پکنے سے پہلے ہی پک چکی تھیں۔

فَتْحُ الفُتوحِ تَعَالَى أَنْ يُحيطَ بِهِ
نَظْمٌ مِن الشعْرِ أَوْ نَثْرٌ مِنَ الخُطَبِ

یہ فتحوں کی فتح تھی جس کا وصف بیان کرنے سے شاعر کی نظم اور خطیب کی نثر دونوں عاجز ہیں۔

فتحٌ تفتَّحُ أبوابُ السَّماءِ لهُ
وتبرزُ الأرضُ في أثوابها القُشُبِ

یہ ایسی فتح تھی جس کے لئے آسمان کے دروازے کھل گئے تھے اور زمین بھری بہار کا منظر پیش کر رہی تھی۔

تَدْبيرُ مُعْتَصِمٍ بِاللَّهِ مُنْتَقِمٍ
للهِ مرتقبٍ في الله مُرتغبِ

یہ معتصم باللہ کی تدبیر کا نتیجہ تھا جو اللہ کے لئے انتقام لینے نکلا تھا، اللہ کی راہ کا چوکیدار تھا اور اس کی چاہت رکھنے والا تھا۔

• بغداد کے متعلق نجومیوں کی جھوٹی پیشینگوئی :

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب بغداد شہر بسایا جا رہا تھا تو نجومیوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس کے طالع کا تقاضا

---

[1] عربی میں اس ستارے کو مذنب ھالی کہا جاتا ہے جو ہمارے آسمان پر ہر چھہتر سال کے بعد ایک بار نظر آتا ہے۔ اور آخری بار (۱۹۸۶ء) کو نظر آیا تھا۔

یہی ہے کہ اس میں کسی خلیفہ کی موت نہیں ہوگی، اور یہ بات مشہور ہوگئی تھی، یہاں تک کہ کچھ شعراء نے منصور کو اس کے لئے مبارکباد بھی دی تھی اور کہا تھا :

يَهْنِيْكَ مِنْهَا بَلْدَةٌ تَقْضِى لَنَا
أَنَّ الْمَمَاتَ بِهَا عَلَيْكَ حَرَامُ
لَمَّا قَضَتْ أَحْكَامُ طَالِعِ وَقْتِهَا
أَنْ لَّا يَرَى فِيْهَا بِمَوْتٍ إِمَامُ

وہ شہر آپ کو مبارک ہو جس کے متعلق یہ فیصلہ ہمارے سامنے آیا ہے کہ وہاں موت آپ پر حرام ہے
جب اس کے وقت کے طالع کے احکام نے یہ طے کر دیا کہ وہاں کوئی امام موت کا منہ نہیں دیکھے گا۔

اور جب منصور کی موت مکہ کے راستے میں ہوئی، خلیفہ مہدی ماسبذان میں فوت ہوا، پھر ھادی عساباذ میں اور رشید طوس میں تو لوگوں کے دلوں میں اس کا یقین سا ہو چلا تھا، مگر اس جھوٹ اور فراڈ کی قلعی اس وقت کھل گئی جب وہاں مامون نے امین کو باب انبار کی شاہراہ پر قتل کر دیا، اور اسی کے متعلق اس زمانے کے ایک شاعر نے کہا تھا :

كَذِبَ الْمُنَجِّمُ فِيْ مَقَالَتِهِ الَّتِيْ
نَطَقَتْ بِهِ كَذِبًا عَلٰى بَغْدَانِ
قَتْلُ الْأَمِيْنِ بِهَا لِعَمْرِيْ يَقْتَضِيْ
تَكْذِيْبَهُمْ فِيْ سَائِرِ الْحُسْبَانِ

نجومی نے اپنی اس پیشینگوئی میں جھوٹ کہا تھا جس میں اس نے بغداد کے متعلق ایک غلط بات کہی تھی۔
وہاں امین کے قتل سے یہ فیصلہ ہوگیا کہ نجومی حضرات اپنے تمام حسابات میں جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد تو خلفاء کی ایک جماعت کی موت وہیں ہوئی چنانچہ واثق، متوکل، معتضد، مکتفی اور ناصر وغیرہ وہیں فوت ہوئے۔ ①

• قاہرہ کے متعلق بھی ایک جھوٹی پیشینگوئی :

نجومیوں کا دعویٰ تھا کہ (خلفاء کے لئے مخصوص خطبوں کی) دعا قاہرہ میں فاطمیوں کے سوا غیروں کی طرف منتقل نہیں ہوگی گو عربی اور عجمی زبانوں میں اسکا تبادلہ ہوتا رہے، اور یہ دعویٰ اس بات پر مبنی تھا کہ جب قاہرہ کی بنیاد رکھی

① التبنؤ بالغيب : ص ٦٧۔

جارہی تھی تو اس کے طالع کے ستارے نہایت مستحکم تھے، اور قائد جوہر صقلی نے تمام نجومیوں کو اکٹھا کر رکھا تھا اور ہر ایک کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ لوگ اچھی طرح ستاروں کی جانچ کرلیں اور پورے اطمینان اور پختگی کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں، اور معماروں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس وقت تک بنیاد نہ رکھیں جب تک اس کی ہدایات نہ مل جائیں، اور وہ ہمہ وقت تیار اور تیز رفتاری سے عمل کے لئے مستعد رہیں کہ جیسے ہی ستارے کا طالع غالب جوزحل یا مریخ کی شکل میں ہوگا نمودار ہو وہ اسی وقت نجومیوں کے کہتے ہی بنیاد رکھ دیں۔

اور نجومیوں کے اس دعوے کو اس بات نے اور پختہ کردیا کہ اسد الدین شیر کوہ اور اس کے بعد اس کے بھتیجے صلاح الدین نے قاہرہ پر قابض ہونے کے بعد بھی دعا کو فاطمیوں ہی کے نام باقی رکھا تھا، مگر جب صلاح الدین نے دعا کو بنی عباس کی طرف پھیر دیا تو نجومیوں کا جھوٹ اور فریب لوگوں کے سامنے واضح ہوگیا۔ ①

• نجومی کے علی الرغم حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اقدام قتال :

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی بن طالب نے خوارج پر لشکرکشی کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک نجومی ان کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا : امیر المؤمنین! آپ اس وقت سفر نہ کریں کیونکہ اس وقت قمر عقرب میں ہے، اگر آپ ایسے وقت سفر کریں گے جب قمر عقرب میں ہوگا تو آپ کے ساتھی ہزیمت سے دوچار ہوں گے، حضرت علی نے اس کی بات کو سن کر فرمایا : ہم تو اللہ کے بھروسے پر یہ سفر ضرور کریں گے، کیونکہ ہمارا توکل تو اللہ ہی پر ہے، اور ہم تمہاری تکذیب کریں گے۔ پھر انھوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور آپ کے اس سفر میں بڑی برکت ہوئی، یہاں تک کہ خوارج کی اکثریت تہ تیغ کردی گئی، اور اس سے انہیں عظیم ترین خوشی حاصل ہوئی، کیونکہ ان کا یہ قتال نبی ﷺ کے حکم سے ہوا تھا۔ ②

• ایک اور جھوٹی پیشینگوئی :

ایک بڑا جھوٹ اور غلط پیشینگوئی وہ بھی تھی جو عہد وسطی میں (جوہان اسٹوفلر) نے کی تھی کہ جلد ہی اس دنیا کو طوفان نوح کی طرح کا ایک طوفان اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے جس سے سب کچھ تباہ ہوجائے گا، یہ سن کر لوگ جلدی جلدی کشتیاں بنانے لگے تا کہ وہ طوفان اور سیلاب کے وقت خود کو محفوظ رکھ سکیں مگر یہ طوفان نہیں آیا۔ ③

---

① التبنؤ بالغیب : ٦٨۔

② الفتاوی الکبری: ج:١/ مسألہ نمبر:٢٣١۔

③ التبنؤ بالغیب : ٨٣۔

• دنیا کے خاتمے کی پیشینگوئی :

مختلف زمانوں میں ان دجالوں نے عالم کے خاتمے کی پیشینگوئی کی، اور بیشتر نجومیوں نے اپنے وقتوں میں کہا تھا کہ سن (۹۹۹ء) میں اس عالم کا خاتمہ ہوجائے گا، یہ جھوٹ اہل یورپ پر بری طرح اثر انداز ہوا تھا، اس لئے لوگ ارض محشر بیت المقدس کی طرف حج کے لئے نکل کھڑے ہوئے تھے، وہ اپنی کثرت کی وجہ سے ایک ٹڈی دل لشکر کی طرح نظر آتے تھے، مورخین کا بیان ہے کہ ان زائرین نے اپنے پاس موجود دنیا کا سارا مال ومتاع یورپ سے بیت المقدس کا رخ کرنے سے پہلے ہی فروخت کردیا تھا۔

لوگوں نے اس وقت عوامی عمارتوں کی تعمیر اور اصلاح کا کام بند کردیا تھا، کیونکہ جب یہ دنیا ہی نہیں رہنے والی تھی اور اب تب میں اس کا خاتمہ ہونے والا تھا تو پھر ان تکلفات کی ضرورت ہی کیا تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے عوامی ادارے اور بلڈنگیں تباہ وبرباد ہوگئیں اور ان میں سے اکثر تو منہدم ہوگئیں تھیں، اور اس تکلیف دہ انجام سے عبادتکدے اور کلیسے بھی محفوظ نہیں رہے تھے۔

امراء، سوار فوجی، مذہبی پیشوا اور غلام سبھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ترانے اور نغمے گاتے بیت المقدس کی طرف چلے جارہے تھے، خوف وتضرع کے ساتھ ان کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں، دل دھڑک رہے تھے، ہر وقت یہی توقع بندھی رہتی تھی کہ ابھی آسمان کا منہ کھلے گا اور حضرت مسیح تشریف لائیں گے۔ ①

ہر چند کہ ان مدعیان غیب کا کذب اور ان کے دعووں کا جھوٹ نمایاں اور طشت از بام ہوجاتا ہے مگر اس کے باوجود لوگ ان کی من گھڑنٹ اور مبنی برفریب باتوں کی تصدیق سے باز نہیں آتے ہیں، اس لئے وقتاً فوقتاً نئے نئے دعویدار اٹھتے رہتے ہیں جو کسی سال کی تحدید کے ساتھ خاتمۂ عالم کی پیشینگوئی کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ دور جدید میں بھی کہانت اور علم نجوم کا بول بالا ہے :

ہر نئے سال کے آغاز کے ساتھ ہی نجومیوں، دجالوں اور غیب خوانی کا دعویٰ کرنے والا ایک گروہ متضاد پیشینگوئیوں اور پورے سال کے توقعات کا ایک سیل رواں لے کر نمودار ہوتا ہے اور بتاتا ہے کہ امسال آنے والے ایام میں کس طرح کے واقعات پیش آنے والے ہیں... فلاں اداکارہ کی طلاق ہونے والی ہے، فلاں خطے میں بد امنی پھیلنے والی ہے.. وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے دجل وفریب میں رواں دواں رہتے ہیں اور

---

① التبنؤ بالغیب : ص ۸۴۔

ابراج کے مستقبل کی تعیین کرتے رہتے ہیں.. جدی کے برج والوں کا نصیبہ اچھا ہے.. جبکہ برج جوزاء والوں کو بدنصیبی اور مشکلات کا سامنا ہے.. یہاں کچھ ایام منحوس ہیں، اور کچھ سعادت اور خوشحالی کے دن ہیں.. ایسے ہی اوہام کا ایک سیل رواں آگے آگے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

- **یورپ کے دجال عربوں کی جیب خالی کرانے کے لئے دفتر کھول کے بیٹھے ہیں :**

آیئے اس ضمن میں یورپ کی ایک جھلک دیکھتے چلیں... ان ممالک میں عرب سیاح بڑی تعداد میں علاج اور شفاء کی تلاش میں نیز کاموں کی جستجو میں بھی آتے ہیں... مگر دور جدید میں یہاں ایک نیا پیشہ بھی ظاہر ہوا ہے... اور مغربی عیاروں نے عربی سیاح کی جیب سے ڈالر کھینچنے میں اس کا استعمال خوب اچھی طرح کیا ہے... اس کی صورت یہ ہے کہ آج آپ دیکھیں گے کہ بالکل نارمل انداز میں ایسے دفاتر اور ادارے کھلے ہوئے ہیں جو اس بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ وہ کسی آدمی کے ہاتھ کو دیکھ کر یا ستاروں کے ذریعہ، یا تاش کے پتوں کے ذریعہ یہاں تک کہ پیالی میں دیکھ کر غیب خوانی کر سکتے ہیں اور وہ اس فن کے متخصص اور اسپیشلسٹ ہیں۔

- **امریکی صدر، ان کی بیگم اور کاہنہ جوان کویگلی :**

یہ بات بھی یورپ میں مشہور ہوئی کہ امریکی صدر (ریگن) اور ان کی اہلیہ (نانسی) یہ دونوں اپنے کاموں کا لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لئے نجومی خاتون ''جوان کویگلی'' (Joan Quigly) کی مدد لیتے ہیں.. اور ان کے کچھ فیصلوں میں بھی اس کا عمل دخل ہوتا ہے، اس کی وجہ سے عام طور پر لوگوں کے درمیان نجومیوں کی مقبولیت میں اضافہ ہو گیا اور عوام پر اس کا بہت اثر پڑا.. اور آخر ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ترقی یافتہ دنیا کے سب سے بڑے ملک کے صدر محترم بھی نجومیوں سے مشورہ لیتے ہیں اور ان کی مدد کے طلبگار رہتے ہیں!

بہت سے موقع پرستوں نے اس صورت حال کو غنیمت جانا، اور انھوں نے (ریگن اور نانسی) کے ساتھ اس نجومیہ کی بڑی بڑی تصویریں اپنی اپنی دکانوں کے سامنے آویزاں کر دیں۔

- **اس دنیا میں دیوانے ہزاروں ہیں :**

اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ ''ڈونالڈ ریگن'' کی کتاب (وال اسٹریٹ سے وہائٹ ہاؤس تک) نے صرف اسی حقیقت سے پردہ نہیں اٹھایا کہ ریگن اور نانسی ہی اس کہانت کے دلدادہ و شیدا ہیں بلکہ اس حقیقت کی بھی نقاب کشائی کہ اس شہر میں دیوانے ہزاروں ہیں، اور اس راز کو طشت از بام کر دیا کہ بہت سے ملکوں کے حالیہ اور سابق

صدور بھی عرافوں اور کاہنوں کی مدد لیتے چلے آئے ہیں۔

یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ تنہا ریگن کی بیوی ہی نے ایک سنکی نوجوان کی طرف سے اپنے قتل کئے جانے کی کوشش کے بعد اپنی مستقبل کی سرگرمیوں کے لئے عرافوں سے مشورہ نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ملک میں سخت خشک سالی کی لہر سے مایوس ہوکر راجیو گاندھی نے بھی یہی کام کیا تھا.. ایسے ہی تائیوان کے سیاستدانوں نے بھی آنجہانی صدر ''شیانگ شنگ کو'' کی تدفین کے لئے افضل ایام کی تحدید کی خاطر نجومیوں کا سہارا لیا تھا۔

یہ بھی معروف ہے کہ انڈونیسی صدر ''سوھارتو'' صاحب مسلسل اور بڑی پابندی کے ساتھ روحانیوں اور شعبدہ بازوں سے مربوط رہا کرتے تھے... بلکہ ان میں سے ایک تو تقریباً مستقل طور پر ان کے صدارتی محل میں ان کے ساتھ رہا کرتا تھا۔

اسی طرح یہ بات بھی مشہور ہے کہ اندرا گاندھی صاحبہ نجومیوں سے مشورے لیا کرتی تھیں، اسی طرح ہندوستان کے سابق وزیر اعظم مرارجی ڈیسائی بھی اس کے خوگر تھے۔

سابق فرانسی صدر جیسکر ڈیسٹن کے بارے میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ انھوں نے ۱۹۸۱ء کے صدارتی انتخاب میں ایک قسمت کا حال بتانے والے سے مشورہ لیا تھا۔

یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور اس لئے چلتا رہے گا کہ ان خواجاؤں نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ اس دنیا میں وہم کے خریدار بہت ہیں جو اونچے داموں اسے خرید لیتے ہیں۔

- **الیکٹرونک نجومی :**

کچھ لوگوں نے بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینے کے خیال سے ایک مخصوص الیکٹرونک نجومی بھی ایجاد کرلیا ہے.. اور یہ ظریف (الیکٹرونک) عراف لوگوں کی کامیاب اور ناکام شادیوں کی تعیین بھی کرتا ہے.. اور آپ کے لئے ایک مناسب زوجہ کا بھی انتخاب کردیتا ہے، اس کا حجم ایک کمپیوٹر جیسا ہے اور اس کا تصور بیلوجیکل دوروں، نفسیاتی دوروں اور دیگر اعصابی دوروں کے وجود پر قائم ہے جو انسان کی پیدائش سے شروع ہوتے ہیں.. جب آپ اپنی تاریخ پیدائش داخل کرتے ہیں تو یہ ''الیکٹرونک عراف'' آپ کے تین دوروں کا حساب لگاتا ہے جن میں سے ہر ایک ۹۰/ دن کا ہوتا ہے، دوسرا ہر مہینے کا اور تیسرا بدلتا رہتا ہے.. وہ اسی کی بنیاد پر آپ کے لئے اعصابی تکامل اور ذہنی استقرار کے ایام مقرر کرتا ہے.. جن میں آپ اہم فیصلے لے سکتے ہیں، اور الیکٹرونک دجال دیگر بہت سارے امور کی تعیین بھی آپ کے لئے کیا کرتا ہے!

- **نجومیوں کی انجمن :**

فرانس میں نجومیوں اور علم نجوم سے مربوط دیگر پیشوں کے حامل افراد کی ایک انجمن بنائی گئی، جس کے اراکین کا دعویٰ ہے کہ علم نجوم پیشینگوئی کا علم ہونے سے زیادہ تعبیر وتفسیر کا علم ہے..اور وہ جسم کی لہروں سے ماضی کا پتہ لگا لیتے ہیں..

- **عرب ممالک میں بھی نجومیوں کا سکہ چلتا ہے :**

اور یہ ایک نیچرل حقیقت ہے کہ یہ فن صرف ترقی یافتہ ملکوں تک ہی محدود نہیں ہے.. بلکہ عرب ممالک میں بھی نجومیوں کا سکہ چلتا ہے... چنانچہ صرف مغرب میں تقریباً ۱۶/ ہزار دست شناس اور ہتھیلیاں پڑھنے والے ہیں۔

اور مغرب کے شہروں اور قریوں کی غریب بستیوں اور محلوں میں جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے گھروں اور دکانوں کی بھر مار ہے..یہی حال مصر کا بھی ہے.. یہاں کوئی گاؤں یا شہر آپ کو دست شناسوں اور ہاتھ کی لکیریں پڑھنے والوں سے خالی نہیں ملے گا..ایسے ہی غیب کی معرفت کا دعویٰ کرنے والے بھی یہاں ضرور ملیں گے جو مندل کھولنے[1]، اور گمشدہ کو واپس لانے کی قدرت کا اظہار کرتے ہوں گے !

- **نجومیوں کا بے بنیاد دعویٰ :**

نجومیوں کا دعویٰ ہے کہ یہاں ایک ایسا تعلق موجود ہے جو اجسام سماویہ کو اجسام بشریہ سے مربوط رکھتا ہے۔اور جب ہم اس تعلق کی تفسیر کرتے ہیں تو ہمیں انسان کے حاضر و مستقبل کا پتہ چل سکتا ہے.. بلکہ اس کے ماضی کی بھی خبر لی جاسکتی ہے! چنانچہ کسی شخص کی پیدائش کے وقت شمس وقمر اور کواکب کی جو وضع ہوتی ہے اس کا اس کی شخصیت اور حیات سے ایک واضح تعلق ہوتا ہے، اور ایک نجومی اپنے دجل وفریب اور پیشینگوئیوں کا کام برجوں کے نقشے اور زائچے بنا کر کرتا ہے..جن میں نجوم وکواکب کے مقامات اور ہر فرد بشر کی تاریخ پیدائش کی تعیین ہوجاتی ہے، اور وہ بارہ برجوں میں منقسم ہیں، اور ہر برج کی اپنی تاریخ اور اپنی نمایاں علامتیں ہیں۔

---

[1] عمل حاضرات (گم شدہ یا چوری کی ہوئی چیزوں کا سراغ لگانے والا ایک عمل) جادو منتر وغیرہ۔

کچھ پیشینگوئیاں جو بلند بانگ دعووں کے باوجود جھوٹ اور فریب ثابت ہوئیں

- **سال ۱۹۸۸ء سے متعلق دجالوں نے جو پیشینگوئیاں کی تھیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :**
- پرنسس ڈائنا کی طلاق یقینی ہے۔
- کونٹیسا ''صوفیا'' کو بھی طلاق دی جائے گی۔
- باربرا نامی ایک نجومیہ نے دعویٰ کیا کہ شہزادی ڈائنا کار حادثے کا شکار ہوگی، اور اس کی پلاسٹک سرجری ہوگی، مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔
- گلوب نامی میگزین کے ایک نجومی نے توقع ظاہر کی کہ شہزادی کیرولین کے یہاں چار جڑواں بچوں کی پیدائش ہوگی۔
- ایک دوسرے دجال نے پیشینگوئی کی کہ ریاست موناکو میں ایک فضیحت رونما ہوگی۔

مگر یہ سب باتیں دجل وفریب ہی ثابت ہوئیں۔

- غیب دانی کا دعویٰ کرنے والی ایک دجالہ نے دعویٰ کیا کہ فیڈل کاسٹرو ایک عجوبے کے ذریعہ موت کے منہ میں جانے سے بچ جائیں گے۔
- اور یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ اسی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ سوویت یونین کے سربراہ گورباچیوف جلد ہی اپنی بیوی ''ریسا'' کو چھوڑ دیں گے اور ایک ۱۹/سالہ نیلی آنکھوں والی ایئر ہوسٹس کی طرف مائل ہوجائیں گے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی پیشینگوئی پوری نہیں ہوئی۔
- اسی عرافہ نے یہ بھی کہا کہ جیکسن اور ڈائناروس نیویورک کی ایک بھاری آتش زدگی سے بسلامت نکل آئیں گے۔
- اور جین ڈیکسن نامی ایک عرافہ نے اپنی پیشینگوئی میں دعویٰ کیا کہ آٹھویں دہائی بشریت کی تباہی لیکر آئے گی اور اس کی نشاۃ ثانیہ زیادہ روحانی شکل میں ہوگی، نیز مشرق وسطی کا ایک شخص دنیا میں انقلاب برپا کردے گا۔
- صرف یہی نہیں، بلکہ ایک نجومی نے تو یہاں تک دعویٰ کردیا کہ مشرق وسطی کی ایک تیل سے مالا مال ریاست مارچ کے مہینے میں چین کے خلاف اعلان جنگ کردے گی۔ اب پتہ نہیں اس کے اس اٹکل کی بنیاد کیا تھی۔

- اسی طرح اس نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ دنیا کے تمام گوشوں میں ایک پیچیدہ جلدی بیماری پھیلنے والی ہے۔
- جیسا کہ نجومیوں کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی پیشینگوئیاں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ لطیفے معلوم ہوتی ہیں، ایسے ہی ایک نجومی نے کہا کہ امریکہ کے صدارتی انتخاب میں ایک نمایاں سیاسی انخلاء دیکھنے کو ملے گا، جبکہ ایک میگزین نے اس کی ایک تصویر یوں شائع کی تھی کہ جناب اس میں عورتوں کا لباس پہنے نظر آرہے تھے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان میں سے کچھ بھی واقع نہیں ہوا۔ صرف دجالوں کا دجل نمایاں ہوگیا!

دعوے ہی دعوے

- اگر ہم تھوڑا سا پیچھے کی طرف جاتے ہیں تو ایک سے زائد نجومیوں نے ۔اپنے دقیق ترین فلکیاتی حسابات کے مطابق جو خطا نہیں کرتے ہیں۔ پیشینگوئی کی تھی کہ ملکہ برطانیہ اپنا تخت وتاج اپنے فرزند ولیعہد شہزادہ چارلس کے لئے چھوڑ دیں گی، ایسے ہی فرانسی صدر فرانسوا متراا اپنی بیماری کی وجہ سے اقتدار چھوڑنے پر مجبور ہوجائیں گے! نیز سوویت یونین ایران پر حملہ کرے گا۔

آخر ان میں سے کوئی بات سچ ثابت ہوئی؟

- ایسے ہی اٹالین فلکیہ ''رافیلا جیراڈو'' نے پیشینگوئی کی تھی کہ راجیو گاندھی اور ان کے تینوں بچوں کو قتل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
- اور نجومیوں کی طرف سے سب سے عجیب وغریب جو پیشینگوئی منظر عام پر آئی تھی وہ یہ تھی کہ سن ۱۹۸۶ء کے آتے ہی دنیا کا خاتمہ ہوجائے گا۔
- انھوں نے اپنی جھوٹی پیشینگوئیوں کے تحت یہ بھی فرمایا تھا کہ زمین یکا یک اپنے محور سے ہٹ جائے گی جس کی وجہ سے پورے پورے براعظم نگاہوں سے اوجھل ہوجائیں گے اور آتش فشاں روئے زمین کو اس کے باشندوں کے ساتھ جلا ڈالیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مذنب ہالی (دم دار ستارہ) نمودار ہونے والا ہے جو ہر ۷۶/ سال میں ایک بار نظر آتا ہے، اور وہ زمین کے باشندوں کے لئے بڑا ہی خطرناک دمدار ہے، مگر دیکھیے کہ الحمدللہ سن ۸۶/ گزر گیا اس کے بعد ۸۷/ گیا پھر ۸۸/ بھی رخصت ہوگیا اور سارے خدشات اور اندیشے اپنی موت آپ مر گئے اور یہ سارے دعوے بکواس ثابت ہوئے!

- **پیشینگوئیوں میں سیاسی رجحانات کی ہمنوائی :**

ایسا لگتا ہے کہ نجومیوں کی ان پیشینگوئیوں میں سیاسی رجحانات کی ہمنوائی کو بھی پیش نگاہ رکھا جاتا ہے، چنانچہ امریکن نجومیوں نے پیشینگوئی کی تھی کہ سن ۱۹۸۷ء میں کاسترو کی وفات کے بعد کوبا اور نیکاراگوا کی حکومتیں لامحالہ ڈھے جائیں گی اور شمال اطلسی میں واقع غائب شدہ براعظم اٹلانٹس کے ٹیلے ایک زبردست زلزلے کے بعد ظاہر ہو جائیں گے، بلکہ قمر ایک بھاری نیزک (شہاب ثاقب نما ایک جرم سماوی) سے ٹکرائے گا تو اس کا حجم موجودہ حجم سے آدھا رہ جائے گا! اور سن ۱۹۸۷ء میں جنس بشری کی نجات کے لئے ایک انسان تبت سے نکلے گا، اب سوال یہ ہے کہ کیا حقیقت میں بھی ایسا کچھ رونما ہوا؟ ہرگز نہیں، یہ سب باتیں محض اپنے کہنے والوں کے دجل وفریب کا اشتہار بن کر رہ گئیں۔

سیاستداں اپنے سیاسی مفادات کے لئے نجومیوں اور کاہنوں کا استعمال کرتے ہیں

ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے کہ سیاست کے کھلاڑی اپنے سیاسی منصوبوں کی تکمیل اور اپنے اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے نجومیوں اور کاہنوں کا استعمال کرتے چلے آرہے ہیں، اسی لئے ان نجومیوں کی ایک بڑی تعداد بعض ممالک کے حکمرانوں کے ہاتھوں بکی ہوتی ہے، وہ ان نجومیوں کو ان لوگوں پر اثر انداز ہونے کے لئے سامنے لاتے ہیں جو ان کے معتقد ہوتے ہیں اور ان کی پیشینگوئیوں کی تصدیق کرتے ہیں اور ان میں سربراہان مملکت، سیاسی زعماء اور ان کے پیچھے چلنے والے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اور قوموں کی تباہی و بربادی، لشکروں کی ہزیمت، لوگوں کو گمراہ کرنے اور حقائق سے دور رکھنے میں جادوگروں کی ان پیشینگوئیوں کی بڑی تاثیر ہوتی ہے جو ماہر اور جہاندیدہ سیاستدانوں کی مرتب کردہ ہوتی ہیں۔

- اس خبر میں جسے (کونا) نے لنڈن سے نشر کیا ہے اور اسے کویتی اخبار (القبس) نے بتاریخ ۲۳/ ۵/ ۸۸ شائع کیا تھا آیا ہے کہ :

امریکی صدر (رونالڈ ریگن) ہی سرکاری معاملات میں نجومیوں کے مشوروں پر عمل کرنے والی تنہا شخصیت نہیں تھے۔

- امریکا کی مرکزی انٹلیجنس ایجنسی کے ایک سابق ایجنٹ نے ٹائمز نامی اخبار میں اپنے ایک مراسلے میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ ایجنسی تیسری دنیا کے سربراہوں پر خود ساختہ اور جھوٹی پیشینگوئیوں کے ذریعہ اثر انداز ہونے کی

کوشش کرتی رہی ہے۔

- (مایلز کو پلانڈ) جو عالمی عملیات کے شعبے کا نگراں رہا ہے لکھتا ہے کہ جمہوریہ غانا کے صدر (گوامی نکروما) انڈونیسیا کے صدر سوکارنو اور البانی سربراہ محمد شیخو پر تاثیر میں کامیابی نجوم کے نقشوں اور زائچوں کے ذریعہ حاصل کی گئی جو انہیں امریکا کی مرکزی انٹیلیجنس کی طرف سے عطا کئے گئے تھے۔
- (کو پلانڈ) کہتا ہے : حقیقت میں (نکروما) کو چین جانے پر آمادہ کرنا (اسی ذریعے) سے ممکن ہوا تا کہ جب جنرل (اینکر) اپنی انقلابی سرگرمیوں کا آغاز کرے اور سلطنت کی زمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے تو وہ میدان سے دور دور ہو۔
- اپنے وقت میں امریکا کی مرکزی انٹیلیجنس کے سربراہ (جان فاسٹر ڈالاس) نے جب یہ دیکھا کہ اسی کے مماثل زائچے اور نقشے وہائٹ ہاوس میں صدر کے ملازمین کی راہ لگ گئے ہیں تب انھوں نے اس شعبے کے بند کرنے کا حکم صادر کر دیا تھا۔

اخبار ٹائمز کے ایک دوسرے مراسلے میں برٹش پروپیگنڈے کے ماہر (سر پیٹر ٹیننٹ) نے لکھا ہے کہ انھوں نے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران نروتج اور ڈنمارک میں جرمنی فوجوں کو تباہ کرنے کے لئے نجومیوں کے عمل سے استفادہ کیا تھا۔

- برطانوی ایجنٹوں نے جرمن فوجیوں کے درمیان ''نجوم سے پوچھو'' کے عنوان سے کچھ فولڈرس تقسیم کئے تھے جن میں مصنوعی امراض ٹائیفائڈ اور ڈسنٹری وغیرہ کے متعلق تعلیمات درج تھیں، جس کا مقصد یہ تھا کہ اس کی وجہ سے جرمن فوجی روسی مورچوں پر خدمات انجام دینے سے باز رہیں۔

٦۔ بعض اوقات کاہنوں کی باتوں کے سچ نکلنے کا راز ؟

''کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چلئے ہم بھی اس حقیقت کے اعتراف میں آپ کے ساتھ ہیں کہ کاہنوں، نجومیوں اور عرافوں کی باتیں اکثر جھوٹی اور من گھڑنٹ نکلتی ہیں جن میں کوئی سچائی نہیں ہوتی ہے، تاہم ہم نے یہ بھی دیکھا اور سنا ہے کہ ان کی کچھ خبریں بعینہ واقع ہوئیں اور سچ ثابت ہوئیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

- (تیخو) نامی ایک نجومی نے سن (١٥٦٣ء) میں ایک بڑے طاعون کی خبر دی تھی جس نے سن

(۱٦٦۵ء) میں یورپ کو بری طرح تباہ کر دیا تھا۔ ①

- (جون ڈی) نامی ایک نجومی نے (گوسٹاف ایڈولف) کی اسی سال موت کی پیشینگوئی کی تھی جس میں اس کی وفات ہوئی تھی۔ ②
- (لیللی) نے اس طاعون اور آتش زدگی کی خبر واقعے سے کئی سال پیشتر ہی کر دی تھی جس نے سن (۱٦٦٦ء) میں لنڈن کو تباہ کر دیا تھا۔ ③
- نوسٹر داموس جو براعظم یورپ کا مشہور ترین پیشینگو ہے اس نے بہت سی پیشینگوئیاں کی ہیں، اور ابھی تک لوگ اس کی کتاب (القرون) کی طرف عالمی آفتوں اور واقعات کی معرفت کے لئے رجوع کرتے رہتے ہیں اور اس کی پیشینگوئیوں پر نظر رکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن نے اور سنت نے بھی بعض اوقات ان پیشینگوئیاں کرنے والوں کی باتوں کے درست اور سچ نکلنے کے راز سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

یہ نصوص ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ آسمانی خبریں جن میں اس کائنات میں رونما ہونے والے واقعات کے متعلق پیشگی گفتگو کی جاتی ہے انہیں چپکے چپکے سن لینے کی قدرت ایک حد تک شیطانوں میں پائی جاتی ہے، اور بعثت نبوی سے پہلے ایسا بہت ہوتا تھا، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آسمان پر سخت پہرہ لگ گیا اور چپکے چپکے باتیں سن لینے کے متعلق شیطانوں کی صلاحیت اور قدرت بہت کم ہوگئی"۔

اللہ تعالیٰ نے جنوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ [الجن:۹]۔

"اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے"۔

اور فرمایا: ﴿إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ﴾ [الحجر:۱۸]۔

"ہاں مگر جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دہکتا ہوا (کھلا شعلہ) لگتا ہے"۔

اور: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ﴾ [الملک:۵]۔

① التنبؤ بالغيب : ص ۷۸۔ ② التنبؤ بالغيب : ص ۷۸۔ ③ التنبؤ بالغيب : ص ۸۲۔

’’بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا اور شیطانوں کے لیے ہم نے (دوزخ کا جلانے والا) عذاب تیار کر دیا‘‘۔

اور نصوص حدیثیہ میں ان قرآنی نصوص کی وضاحت اور شرح کی گئی ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ:

’’إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا، لِقَوْلِهِ: كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ"، قَالَ عَلِيٌّ: وَقَالَ غَيْرُهُ: صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ، قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هَكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ، وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنَى نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلَى صَاحِبِهِ فَيُحْرِقَهُ، وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ حَتَّى يُلْقُوهَا إِلَى الْأَرْضِ، وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ، فَتُلْقَى عَلَى فَمِ السَّاحِرِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُصَدَّقُ، فَيَقُولُونَ: أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا، وَكَذَا يَكُونُ كَذَا، وَكَذَا، فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ.‘‘۔

’’جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے ارشاد پر فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے اپنے پروں کو یوں مارتے ہیں جیسے چکنے پتھر پر مارے جانے والی زنجیر ہو علی نے فرمایا: سفیان کے علاوہ نے فرمایا، پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ سب عرض کرتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں اس نے بجا فرمایا ہے، اور وہ بلند و بالا ہے، تب کن سوئیاں لینے والے اسے سن لیتے ہیں، اور یہ کن سوئیاں لینے والے یوں ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے اوپر، اور سفیان نے اس کا وصف بیان کیا، اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر کشادہ کر کے کھڑی کر لیا، پھر کبھی تو شعلہ کن سوئیاں لینے والے کو اپنے رفیق تک بات پہنچانے سے پہلے ہی آ لیتا ہے اور اسے جلا دیتا ہے، اور کبھی اسے نہیں بھی لگتا ہے اور وہ مذکورہ بات اپنے اگلے ساتھی کو بتانے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو اس کے نیچے ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس بات کو زمین تک پہنچا دیتے ہیں، اور کبھی سفیان فرماتے تھے: یہاں تک کہ وہ سلسلہ زمین پر جا کر ختم ہوتا ہے، پھر وہ بات ساحر کے منہ میں ڈال دی جاتی ہے، اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے، پھر وہ بات سچی نکلتی ہے تو کہتے ہیں: کیا اس نے فلاں اور

فلاں دن اس کی اور اس کی خبر نہیں دی تھی، اور ہم نے اسے حق پایا تھا (یہ سچائی) اس بات کے متعلق ہوتی ہے جو آسمان میں سنی گئی تھی''۔ ①

● عَنْ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّهُمْ بَيْنَمَا هُمْ جُلُوسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَاذَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هَذَا؟« قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، كُنَّا نَقُولُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيمٌ، وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِيمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »فَإِنَّهَا لَا يُرْمَى بِهَا لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى اسْمُهُ، إِذَا قَضَى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، حَتَّى يَبْلُغَ التَّسْبِيحُ أَهْلَ هَذِهِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا« ثُمَّ قَالَ: " الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ فَيُخْبِرُونَهُمْ مَاذَا قَالَ: قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ أَهْلِ السَّمَاوَاتِ بَعْضًا، حَتَّى يَبْلُغَ الْخَبَرُ هَذِهِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَتَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ، وَيُرْمَوْنَ بِهِ، فَمَا جَاءُوا بِهِ عَلَى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ، وَلَكِنَّهُمْ يَقْرِفُونَ فِيهِ وَيَزِيدُونَ "

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری صحابی نے بتایا کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثنا میں ایک تارہ ٹوٹا اور آسمان روشن ہو گیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا : جب اس طرح ستارا ٹوٹتا تھا تو آپ لوگ جاہلیت کے زمانے میں اس کے متعلق کیا کہا کرتے تھے، انھوں نے کہا : اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، ہم کہا کرتے تھے : آج رات کو کوئی عظیم آدمی پیدا ہوا ہے، اور کوئی عظیم شخصیت فوت ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں ٹوٹا کرتا ہے، بلکہ ہمارا رب جس کا نام بابرکت اور بلند ہے جب کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو حاملین عرش تسبیح بیان کرنے لگتے ہیں، پھر اس سے ملے ہوئے آسمان والے بھی تسبیح کرتے ہیں، یہاں تک کہ تسبیح کا یہ سلسلہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتا ہے، پھر حاملین عرش سے متصل آسمان والے حاملین عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انہیں اس کے ارشاد کے متعلق بتاتے ہیں۔ بیان کیا: پھر ایک آسمان

① اسے بخاری : ۴۷۰۱ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

والے دوسرے آسمان والے سے خبر معلوم کرتے ہیں یہاں تک کہ خبر اس آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔اسی وقت جن اسے لے اڑتے ہیں، اور اپنے اولیاء کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں، اور وہ اسی سے مارے جاتے ہیں، پھر جو بات بعینہ وہی ہوتی ہے وہ تو سچی ہوتی ہے، مگر وہ لوگ اس میں آمیزش اور اضافہ کر دیتے ہیں''۔ ①

• رسول گرامی کی نظر میں کاہن بے وقعت اور بے حیثیت ہوتے ہیں :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: لَيْسَوا بِشَيْءٍ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ، يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ.

''حضرت عائشہ سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ لوگوں نے کاہنوں کے متعلق سوال کیا؟ تو آپ نے فرمایا : ''لیسوا بشئ'' ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! کبھی کبھی وہ ایسی باتیں بتاتے ہیں جو سچ ہوتی ہیں! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اس کا تعلق ان سچی باتوں سے ہوتا ہے جسے جن اچک لاتا ہے، اور اسے اپنے ولی کے کان میں مرغی کے کڑکڑانے کی طرح ڈال دیتا ہے، تو وہ اس میں سو سے زائد جھوٹ ملا دیتے ہیں''۔ ②

• کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سہولت انہیں بعثت نبوی سے پہلے حاصل تھی مگر بعثت کے بعد چپکے چپکے سن لینے کا یہ سلسلہ بند کر دیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ :

شیاطین پر پورے طور سے پابندی نہیں لگی ہے، بلکہ آسمان کی پہرے داری میں اضافہ کر دیا گیا ہے، اس لئے ان کے کن سوئیاں لینے میں بہت کمی واقع ہوگئی ہے۔

• ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

کاہنوں کی باتیں اسلام سے پہلے بہت زیادہ درست ہوا کرتی تھیں، مگر اسلام آیا اور قرآن نازل ہوا تو شیاطین

① صحیح مسلم : ۱۷۵۰/۴ ، حدیث نمبر : ۲۲۲۹ ، سنن ترمذی : ۳۶۲/۵ ، اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
② بخاری : ۳۲۱۳۔

سے آسمان کی حراست میں اضافہ ہو گیا، شعلے چھوڑے جانے لگے، بس اب ان کی کن سوئیوں میں سے اتنا ہی باقی رہ گیا جتنا اوپر والا شعلے کی زد میں آنے سے پہلے اچک کر نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اسی کی جانب اشارہ ہے :

﴿ إِلَّا مَنْ خَطِفَ ٱلْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُۥ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾ [الصافات:١٠]۔

''مگر جو کوئی ایک آدھ بات اچک لے بھاگے تو (فوراً ہی) اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے''۔

مدعیان غیب سے متعلق اسلامی احکام اور علمائے اسلام کی تصریحات

- **کاہن اور عراف غیب نہیں جانتے ہیں :**

مذکورہ تفصیلات سے اس عوامی اعتقاد کی سنگین خطا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ مثلاً کاہن وعراف وغیرہ غیب کا علم رکھتے ہیں، اسی لئے آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ ان کے پاس جاتے ہیں اور ان سے مختلف قسم کے سرقوں اور جرائم سے متعلق سوال کرتے ہیں جو ان کے درمیان واقع ہو چکے ہوتے ہیں، اور کچھ ایسے امور سے متعلق بھی پوچھتے ہیں جو ابھی واقع تو نہیں ہوئے مگر آنے والے دنوں میں انہیں اور ان کی اولاد کو درپیش ہوتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ سائل ومسئول دونوں خسارے میں ہیں، کیونکہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے، اور وہ اپنے نیک بندوں میں سے جنھیں چاہتا ہے کچھ باتیں بتا دیتا ہے :

﴿عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ٱرْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُۥ يَسْلُكُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِۦ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا۟ رِسَٰلَٰتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًۢا ﴾ [جن:٢٦-٢٧]۔

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے تا کہ ان کے اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس (کی تمام چیزوں) کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھا ہے''۔

- **کسی کے متعلق غیب جاننے کا عقیدہ باطل اور غیر اسلامی عقیدہ ہے :**

اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ فلاں غیب جانتا ہے ایک گناہوں اور گمراہی بھرا اعتقاد ہے جو اس صحیح اسلامی عقیدے کے خلاف ہے جو علم غیب کو تنہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ٹھہراتا ہے، اور کسی کے متعلق غیب دانی کا عقیدہ رکھنا شرک فی الربوبیت ہے۔

مگر جب معاملہ حد سے تجاوز کر کے یہاں تک جا پہنچے کہ مدعیان غیب سے استفسار ہونے لگے تو جرم کی سنگینی حد درجہ بڑھ جاتی ہے۔

غیبی امور کی معلومات کے لئے کاہن اور عراف کے پاس جانے والے کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی

صحیح مسلم اور مسند احمد میں نبی ﷺ سے بعض ازواج مطہرات کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ''۔

''جو کسی عراف کے پاس جائے اور کسی چیز کے متعلق اس سے سوال کرے تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی''۔ ①

- **کاہنوں اور عرافوں کی تصدیق کفر ہے :**

اور ان کی تصدیق کفر ہے جیسا کہ مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا ، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ''.

''جو شخص کسی عراف یا کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے ان باتوں کے ساتھ کفر کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی ہیں''۔ ②

اور شارح عقیدہ طحاویہ فرماتے ہیں :

''اور بعض علماء کے نزدیک منجم (عراف) کے اسم میں داخل ہے، جبکہ ان میں سے بعض کے نزدیک وہ اسی کے

---

① احمد : ۱۶۶۳۸ ، مسلم : ۲۲۳۰۔

② احمد : ۹۵۳۶۔

معنی میں ہے..اس کے بعد فرمایا: اگر یہ حال سائل کا ہے تو مسئول کا حال کیا ہوگا؟۔مراد ان کی یہ ہے کہ اگر سائل کی نماز چالیس دنوں تک قبول نہیں ہوگی، اور جب کاہن وعراف کی تصدیق کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ باتوں کے ساتھ کفر کا مرتکب ٹھہرتا ہے تو پھر خود کاہن اور عراف کا کیا حکم ہوگا''؟

یقیناً ان کا کفر تو اور شدید وسنگین ہوگا۔

• کاہنوں کے متعلق علماء اسلام کی آراء:

علمائے اسلام نے سدا کاہنوں کی مذمت کی ہے اور ان سے دور رہنے کی تلقین کرتے آئے ہیں، اور انہیں کافر وفاسق قرار دیتے رہے ہیں۔

مشہور حنفی عالم ابن عابدین فرماتے ہیں:

''علم غیب کا دعویٰ قرآنی نص سے متصادم ہے، اس لئے جو شخص اس کا دعویٰ کرے گا اس کی وجہ سے اسے کافر ٹھہرایا جائے گا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ اسے صراحت کے ساتھ یا اشارتاً اللہ کی طرف سے کسی سبب مثلاً وحی یا الہام کی طرف منسوب کرے، اسی طرح اگر اللہ کی بنائی ہوئی کسی معمولی علامت کی طرف منسوب کرے''۔ ①

اور فرمایا:

''کاہن وہ ہوتا ہے جو کچھ اسباب کے ذریعہ غیب کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے جو مختلف ہوتے ہیں، اسی لئے اس کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں مثلاً عراف، رمال (ریت پر لکیریں کھینچنے والا) اور نجومی، اور یہی ستاروں کے طلوع وغروب کے ذریعہ مستقبل کی خبر دیتا ہے، اور جو کنکڑیوں سے ضرب لگاتا ہے، اور جو اس بات کا مدعی ہوتا ہے کہ اس کا کوئی جن ساتھی ہے جو اسے مستقبل میں واقع ہونے والی چیزوں کی خبر دیتا ہے، اور یہ سب کے سب مذموم ہیں اور شرعی اعتبار سے ان پر اور ان کی تصدیق کرنے والوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔

اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ:

علم غیب کا دعویٰ کرنے، اور کاہن کے پاس جانے اور اس کی تصدیق کرنے پر کافر ٹھہرایا جائے گا۔

---

① حاشیۃ ابن عابدین: ۴/۲۴۳۔

اور تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ :

یہ کہنے پر کہ مجھے مسروقہ چیزوں کا علم ہے، یا جن کے بتانے سے میں اس کی خبر دیتا ہوں تو اس پر اسے کافر ٹھہرایا جائے گا''۔ ①

اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ :

''کاہن اور عراف کو اپنی کہانت اور عرافت کی وجہ سے جادوگر ہی کی طرح کافر ٹھہرایا جاتا ہے، اور ان کے یہاں امام احمد سے ایک روایت ہے جسے ابن عقیل نے اختیار کیا ہے کہ اسے کافر نہیں گردانا جائے گا۔ اور (الترغیب) میں لکھا ہے کہ کاہن اور نجومی بھی ہمارے اصحاب کے نزدیک جادوگر ہی کی طرح ہیں، اور ابن عقیل نے اس صورت میں صرف فاسق ٹھہرایا ہے جب وہ یہ کہے کہ میری یہ رائے اپنے اندازے اور فراست کی وجہ سے ہے''۔ ②

علامہ نووی کی شرح :

علامہ نووی رحمہ اللہ معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''علماء نے کہا : کاہنوں کے پاس جانے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ وہ ایسے غیبی امور کے متعلق گفتگو کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان میں سے کوئی بات درست نکل جائے، جس کی وجہ سے انسان فتنے میں پڑسکتا ہے، کیونکہ یہ لوگ بہت سے لوگوں میں شریعتوں کے معاملے میں التباس پیدا کردیتے ہیں، اور کاہنوں کے پاس جانے، ان کی باتوں کی تصدیق کرنے اور ان کو دئے جانے والے نذرانوں کی حرمت میں حدیثیں بکثرت وارد ہیں، اور اس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس حرمت پر اجماع ایک جماعت نے نقل کیا ہے، جن میں ابومحمد بغوی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں''۔

بغوی فرماتے ہیں :

''کاہن کے نذرانے کی حرمت پر اہل علم متفق ہیں اور نذرانہ وہ ہوتا ہے جو کہانت کرنے والا اپنی کہانت پر وصول کرتا ہے، کیونکہ کہانت کا عمل باطل ہے، اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے''۔

---

① حاشیہ ابن عابدین : ۴/۲۴۲۔

② دیکھیے : المغنی : ۸/۱۵۵ ، الانصاف : ۱۰/۳۵۱ اور ''المقنع'' : ۳/۵۲۴۔

اور ماوردی رحمہ اللہ "الأحكام السلطانية" میں فرماتے ہیں :

"محتسب لوگوں کو کہانت اور کھیل تماشے سے کمائی کرنے سے روک دے گا، اور اس پر لینے اور دینے والے دونوں پر تادیبی کارروائی کرے گا"۔

اور خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"کاہن کا نذرانہ وہ ہوتا ہے جو کہانت کرنے والا اپنی کہانت پر وصول کرتا ہے، اور وہ حرام ہے، اور کہانت کا کام باطل ہے، مزید فرمایا کہ عراف کا نذرانہ بھی حرام ہے، اور فرمایا کہ عراف اور کاہن کے درمیان فرق یہ ہے کہ کاہن مستقبل کے واقعات سے شغف رکھتا ہے اور معرفت اسرار کا مدعی ہوتا ہے، اور عراف مسروقہ چیزوں کی معرفت کا شغل رکھتا ہے اور گمشدہ چیزوں کے مقامات کا پتہ چلاتا ہے، اور اسی طرح کے کام کرتا ہے۔
خطابی صاحب "**من أتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد برئ مما أنزل على محمد ﷺ**" پر گفتگو کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ :
عربوں میں کچھ کاہن لوگ ہوا کرتے تھے جو بہت سے امور کی معرفت کا دعویٰ کرتے تھے، چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے مدعی تھے کہ ان کا جنوں میں سے کوئی ایک رفیق ہے جو انھیں خبریں دیا کرتا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے مدعی تھے کہ انہیں ایک خاص فہم عطا کی گئی ہے جن سے وہ چیزوں کا پتہ لگالیا کرتے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگ عراف کہلاتے تھے جو کچھ اسباب کے مقدمات سے اشیاء کا پتہ لگانے کے مدعی تھے، جن سے استدلال کے ذریعہ وہ فلاں مسروقہ اشیاء کی معلومات حاصل کرنے اور عورت کے ساتھ متہم شخصیت کا کھوج لگانے جیسا کام کرتے تھے، اور ان میں کچھ لوگ کاہنوں کو منجم (نجومی) بھی کہتے تھے، فرماتے ہیں: حدیث میں ممانعت ان سبھی کے پاس آنے، ان کی باتوں کی طرف رجوع کرنے اور ان کی دعووں کی تصدیق کرنے کو شامل ہے۔ یہ خطابی کا کلام ہے اور ایک نفیس کلام ہے"۔ ①

- اس مسئلے میں تحقیق یہی ہے کہ غیب کا دعویٰ کرنے والے کاہن اور عراف اگر شیطان کے اولیاء میں سے ہوں جن پر شیاطین کا نزول ہوتا ہے تو وہ بیشک کفار ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ ٱلسَّمْعَ

① شرح النووی علی مسلم : ۵/ ۲۲۔

وَأَكۡثَرُهُمۡ كَٰذِبُونَ ﴾ [الشعراء:۲۲۱-۲۲۳]۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں (اچٹتی) ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں''۔

اور اس بابت قرآن کا نص ہے کہ جن پر شیاطین کا نزول ہوتا ہے وہ شیاطین کے اولیاء ہوتے ہیں :

﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِهِمۡ﴾ [الانعام:۱۲۱]۔

''یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں''۔

- **اور جو شیطان کا دوست ہو اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ رحمان کا بھی دوست ہو۔**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيۡطَٰنَ وَلِيًّا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِينًا ﴾ [النساء:۱۱۹]۔

''سنو! جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا''۔

- **کہانت کے نام پر عیاری اور ٹھگی کرنے والوں کا حکم :**

اگر غیب کے یہ دعویدار لوگوں کو دجل وفریب سے اپنے دام میں پھانسنے والے کھلاڑی ہوں، اور اٹکل اور تخمین سے کام لیتے ہوں، اور محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس بات کا دعویٰ کرتے ہوں کہ وہ ریت پر لکیر کھینچ کر، یا ہاتھ کی لکیریں پڑھ کر یا پیالی میں دیکھ کر غیب کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں، یا ٹیلی پیتھی اور خیال خوانی کے ذریعہ خفیہ حقائق سے واقفیت کا دعویٰ کرتے ہیں، یا اسی کے مشابہ چیزوں سے غیب دانی کے مدعی ہیں تو یہ لوگ گمراہ ہیں اور تادیب وتعزیر کے مستحق ہیں، مگر ہم اس وقت تک ان پر کفر کا حکم نہیں لگائیں گے جب تک وہ اس کی اباحت کے قائل نہ ہوں۔ اسی طرح کی بات ان لوگوں کے متعلق بھی کہی جائے گی جو کاہنوں کے پاس آتے جاتے ہیں، اگر وہ اس کی اباحت کے معتقد ہوں، اور ان کے دعووں کی تصدیق کرتے ہوں تو یہ کفر ہے، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی اس خبر کی تکذیب ہوتی ہے کہ وہ تنہا عالم الغیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُۚ ﴾ [النمل:۶۵]۔

''کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا''۔

اور فرمایا :

﴿عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلَىٰ غَيۡبِهِۦٓ أَحَدًا ۝٢٦ إِلَّا مَنِ ٱرۡتَضَىٰ مِن رَّسُولٖ﴾ [الجن:۲۶-۲۷]۔

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرلے''۔

اور فرمایا: ﴿وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَ﴾ [الانعام:۵۹]۔

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے''۔

ایک نبی کے خط کھینچنے والی حدیث کی روشنی میں ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض لوگ کہانت اور عرافت کی تحریم کے متعلق یہ اشکال پیش کرسکتے ہیں کہ دیکھیے صاحب! صحیح مسلم میں معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ فرمایا:

''كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ''

''انبیاء میں سے ایک نبی لکیر کھینچا کرتے تھے، لہٰذا جس کی لکیر ان کی لکیر کے موافق ہو وہ تو ٹھیک ہے''۔ ①

اس حدیث کے معنی کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے، اور اس کا صحیح معنی یہی ہے کہ جس کی لکیر ان کی لکیر کے موافق ہوگی وہ اس کے لئے مباح ہوگی، مگر ہمارے پاس اس کی موافقت کا یقینی علم حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، اس لئے لکیر کھینچنے کا یہ عمل جائز نہیں ہوگا، لہٰذا اس اصول کی روشنی میں وہ حرام ہوگا، کیونکہ موافقت کا یقین حاصل کئے بغیر جواز کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، اور ہمارے پاس یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جس کی لکیر ان کی لکیر کے موافق ہو وہ ٹھیک ہے) اور اسے موافقت سے مربوط کئے بغیر یہ نہیں فرمایا کہ وہ حرام ہے، تاکہ کسی کے اندر یہ خیال نہ پیدا ہوجائے کہ اس نص میں وہ نبی بھی داخل ہیں جو لکیر کھینچا کرتے تھے، اس لئے ہمارے نبی نے ہمارے حق میں اس کا حکم بیان کرتے ہوئے اس نبی کی حرمت کا بھی پاس رکھا۔

● عرافوں اور کاہنوں سے بطور امتحان سوال کرنا؟

ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ کاہنوں کا حال جاننے اور ان کے باطن سے باخبر ہونے کے لئے اور ان کے صدق وکذب میں تمیز کے مقصد سے ان سے کچھ پوچھنا اور سوال کرنا جائز ہے، اور انھوں نے اس کے لئے صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں آیا ہے کہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد سے پوچھتے ہوئے فرمایا تھا:

---

① مسلم: ۴/۱۷۴۹۔

تیرے پاس کیا آتا ہے، تو اس نے کہا : میرے پاس سچا بھی آتا ہے اور جھوٹا بھی۔ آپ نے پوچھا : تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا : میں پانی پر ایک تخت دیکھتا ہوں، آپ نے فرمایا : میں نے تیرے لئے کچھ چھپا رکھا ہے، اس نے کہا : درخ، درخ، آپ نے فرمایا : چل جا، تو اپنی اوقات سے تجاوز نہیں کرے گا، تیری حقیقت یہی ہے کہ تو کاہنوں کے قبیلے کا آدمی ہے''۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مدعی سے سوال صرف اس لئے کیا تھا کہ اس کا حال کھل جائے اور لوگوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے۔

نوٹ : مگر یہ منصب کسی بابصیرت عالم اور فقیہ کا ہے، ہر آدمی کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس بات کا احتمال قوی ہے کہ وہ خود ہی پھنس جائے۔

- **نجومی :**

فن تنجیم جو تجربوں اور تاثیر پر مبنی ہوتا ہے، یعنی اس میں احوال فلکیہ سے حوادث ارضیہ پر یا فلکی قوتوں اور ارضی آفتوں کے امتزاج سے استدلال کیا جاتا ہے؛ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک حرام فن ہے، بلکہ یہ تمام رسولوں کی زبانی حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾ [طہ:٦٩] ''اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا''۔

اور فرماتا ہے :

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّٰغُوتِ﴾ [النساء:٥١]۔

''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا؟ جو بت کا اور باطل معبود کا اعتقاد رکھتے ہیں''۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ''**الجبت السحر**'' جبت کا مطلب جادو ہوتا ہے۔[1]

- **ایک شبہ :** کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ عرافوں، کاہنوں اور نجومیوں کی باتیں بھی کبھی کبھی سچ نکلتی ہیں۔

جواب : بہت سے حالات میں ان کا سچ لوگوں پر تلبیس کے قبیل سے ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگوں سے عام سی باتیں کہا کرتے ہیں جن میں مختلف طرح کی تفسیروں کا احتمال ہوتا ہے، پھر جب کوئی چیز واقع ہو جاتی ہے تو وہ اس کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو ان کی کہی ہوئی بات سے ہم آہنگ ہو۔

---

[1] شرح العقيدة الطحاوية : ٥٦٨۔

اور جزئی امور میں ان کے سچ کا تعلق یا تو فراست اور مستقبل بینی سے ہوتا ہے، یا پھر یہ وہ سچی بات ہوتی ہے جسے جنات آسمانی خبروں میں سے اچک لینے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ صحیحین اور مسند احمد میں حضرت عائشہ سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا :

''لیسوا بشئ'' ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! کبھی کبھی وہ ایسی باتیں بتاتے ہیں جو سچ ہوتی ہیں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اس کا تعلق ان سچی باتوں سے ہوتا ہے جسے جن اچک لاتا ہے، اور اسے اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتا ہے، تو وہ اس میں سو سے زائد جھوٹ ملا دیتے ہیں''۔

اور جس قضیے میں اس کی بات سچی نکلی اگر اس کا تعلق ان امور سے ہے جو واقع ہو چکے ہیں مثلاً چور کی معرفت، یا اس شخص کا نام جان لینا جو پہلی بار اس کے پاس آیا ہو اور اس کے بیٹوں اور گھر والوں کا نام بتانا تو اس طرح کی چیزوں میں کوئی حیلہ یا تدبیر بھی روبہ عمل لائی جاسکتی ہے اور اس کے ذریعہ یہ معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں، مثلاً وہ کسی آدمی کو اس کام کے لئے متعین کردے جو لوگوں سے پوچھ لیا کرے اور اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے وہ ان کی باتیں ان کے سامنے آنے سے پہلے اسے سنا یا بتا سکے، یا پھر یہ شیطانوں کا کام بھی ہوسکتا ہے، اور شیاطین کا ان باتوں کی معلومات حاصل کرلینا جو واقع اور رونما ہوچکی ہیں کوئی تعجب خیز چیز نہیں ہے۔

• شیطانوں کو عاجز کردینے والا ایک دلچسپ قصہ :

ایک دینی بصیرت رکھنے والے بزرگ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کسی امیر کے دربار میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ اس کے پاس ایک عراف ہے جو لوگوں سے کہتا ہے کہ تم جتنی چاہو کنکڑیاں اپنے ہاتھوں میں لے لو، میں ان کی تعداد بتادوں گا، چنانچہ ایسے ہی ہوتا تھا کہ لوگ کنکڑیاں لیتے اور اس آدمی سے چھپا کر انہیں گنا کرتے تھے، مگر وہ عراف ہر بار ان کی صحیح تعداد بتادیتا تھا، پھر جب وہ بزرگ وہاں آئے تو انھوں نے فرمایا کہ میں تجھے چیلنج کرتا ہوں کہ تو میرے ہاتھوں کی کنکڑیوں کی تعداد نہیں بتاسکے گا، پھر انھوں نے کنکڑیاں اپنے ہاتھ میں اٹھا کر مٹھی بند کرلی اور اسے گننے کا کام بالکل نہیں کیا، اور عراف سے کہا چل اب بتا کہ میرے ہاتھ میں کتنی کنکڑیاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ اتنی کنکڑیاں ہیں، مگر جو نہیں گنا گیا تو وہ تعداد غلط نکلی، تب لوگوں نے بزرگ سے اس کا راز پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ جب تم کنکڑیاں اٹھاتے تھے تو انہیں گنا شروع کردیتے تھے اور تمہارے ساتھ ساتھ وہ قرین (شیطان) بھی انہیں گنا کرتا تھا، اور وہ اس عراف کو بتادیا کرتا تھا، اور میں نے انہیں گنا ہی نہیں تو میرے ساتھ شیطان بھی انہیں شمار

نہیں کرسکا، اس لئے صحیح تعداد اسے نہیں معلوم ہوسکی۔ لہٰذا زیرک اور دانا انسان کو اس طرح کی چیزوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، بلکہ اپنی ایمانی بصیرت کو کام میں لاکر شیطانی چالوں کو ناکام بنا دینا چاہیے، یا کم از کم قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف کسی بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرنا چاہیے گوظاہر میں کسی شعبدے کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہ آسکے۔

کاہن شیطان کے رسول اور پیغمبر ہوتے ہیں

ابن قیم رحمہ اللہ (الاغاثة ۲۷۱/۱) میں فرماتے ہیں :

''کاہن شیطان کے رسول ہوا کرتے ہیں، کیونکہ مشرکین انہیں کی طرف بھاگتے ہیں، اور بڑے بڑے معاملات میں انہیں کا دامن تھامتے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں، ان سے فیصلہ لیتے ہیں اور ان کے فیصلوں پر راضی ہوتے ہیں، یہ سلسلہ ان کے ساتھ ایسے ہی چلتا ہے جیسے رسولوں کے پیروکار رسولوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ غیب جانتے ہیں، اور ایسی غیبی چیزوں کی خبر دیا کرتے ہیں جنہیں ان کے سوا دوسرے لوگ نہیں جانتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ اپنے ذریعہ شرک کرنے والوں کے نزدیک رسولوں جیسی ہی حیثیت رکھتے ہیں، تب ظاہر ہوا کہ یہ کاہن لوگ حقیقت میں شیطانوں کے رسول ہوا کرتے ہیں، جنھیں وہ اپنی مشرک پارٹی کے پاس بھیجتا ہے اور انہیں سچے رسولوں کے مشابہ کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے گروہ نے انہیں تسلیم کرلیا، اور وہ رسولوں کو بھی انہیں جیسا بتاتا ہے تاکہ ان سے تنفر پیدا کرے، اور اپنے رسولوں کو سچا اور غیب کا جاننے والا ٹھہرادے۔ اور چونکہ ان دونوں قسموں میں عظیم تضاد پایا جاتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا ، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ''

''جو کسی کاہن کے پاس جائے، اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے، تو اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل شدہ باتوں کے ساتھ کفر کیا''۔

اسی سے لوگوں کی دو قسمیں ہوگئی ہیں :

- کاہنوں کے ماننے والے۔
- اور رسولوں کے ماننے والے۔

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ بندے میں دونوں باتیں جمع ہوجائیں کہ وہ ان میں سے بھی ہو اور ان میں سے بھی، بلکہ وہ رسول سے اتنا ہی دور ہوگا جتنا کاہن سے قریب ہوگا، اور رسول کی اتنی ہی تکذیب کرے گا جتنی کاہن

کی تصدیق کرے گا''۔

● ہم کہتے ہیں کہ جو شخص امتوں کی تاریخوں کا مطالعہ کرے گا اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوجائے گی کہ لوگ کاہنوں اور جادوگروں کو رسولوں کا قائم مقام بنالیتے تھے، مگر حقیقت میں وہ شیطان کے رسول ہوا کرتے تھے، اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اپنی اپنی قوموں میں کاہنوں اور جادوگروں کی بات سنی جاتی تھی، وہ حلال وحرام کیا کرتے تھے، لوگوں کا مال کھاتے تھے، اور انہیں ایسی مختلف قسم کی عبادتوں اور رسموں کی ہدایات دیا کرتے تھے جن سے شیاطین خوش ہوتے ہیں، وہ انہیں رشتے کاٹنے اور آبروئیں پامال کرنے کی تلقین کرتے تھے، اوران میں سے کچھ باتیں عقاد نے اپنی کتاب ''ابلیس'' میں بیان کی ہیں۔

● ان کے متعلق امت کے فرائض وواجبات :

نجومیوں، عرافوں اور ساحروں نے جو دعوے کر رکھے ہیں وہ بڑی گمراہی اور منکرات پر مبنی ہیں، انہیں ہلکا نہیں لیا جاسکتا ہے، اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنا دین عطا فرمایا ہے، اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کا علم عطا فرمایا ہے ان پر واجب ہے کہ زبانی طور پر اس گمراہی پر نکیر کریں، اور حجت وبرہان سے اس باطل کی وضاحت کریں، اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے اقتدار سے نوازا ہے ان پر لازم ہے کہ وہ ان غیب کا دعویٰ کرنے والے عرافوں، کاہنوں، ریت پر لکیریں بنانے والوں اور کنکریاں پھینکنے والوں، اور ہاتھ (اور پیالی) میں دیکھنے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں، اور انہیں اپنی خرافات کو اخباروں اور رسالوں میں شائع کرنے سے روک دیں، اور جو اپنی صلاحیتوں اور گمراہیوں کا مظاہرہ سڑکوں پر کریں انہیں سزا دیں، اور اس بات کو فراموش نہ کریں کہ باہمی طور پر انکار منکر سے باز رہنے پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی مذمت فرمائی ہے :

﴿ كَانُوا۟ لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ ﴾ [مائدہ:۷۹]۔

''آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا''۔

اور سنن میں بروایت صدیق رضی اللہ عنہ وارد ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ لَا يُغَيِّرُونَهُ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ''۔

جب لوگ منکر کو دیکھیں اور اسے دور نہ کریں تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ان پر اپنا عمومی عذاب لے آئے گا۔ ①

① ابن ماجہ : ۴۰۰۵ ، صحیح الجامع : ۱۹۷۴ ۔

جادو اور جادوگروں سے متعلق اسلام کا موقف

جنوں اور شیطانوں کی طرح جادو اور جادوگروں کی دنیا سے متعلق بھی ہمارے معاشرے کی معلومات آدھی ادھوری اور ناقص و ناتمام ہیں، ایک طرف انسانوں کا ایک طبقہ جادو کی تاثیر اور اس کے حقیقی وجود کا ہی کلی طور پر منکر ہے اور وہ اس طرح کی تمام چیزوں کو محض ذہنی کمالات اور شعبدے بازی کا کرشمہ جانتا ہے یا محض ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستی کا کارنامہ ٹھہراتا ہے تو دوسری جانب ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اس کے متعلق انتہائی غلو آمیز سوچ رکھتا ہے اور اس کی طرف ایسی صلاحیتوں اور کمالات اور کارناموں کا انتساب کرتا ہے جن سے اتصاف اور جن کا اختیار خالق کائنات کے سوا کسی کو نہیں ہے، اسی لئے وہ جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے امید وبیم کا رشتہ اس طرح استوار رکھتا ہے جیسے مشرک اپنے معبودوں کے ساتھ رکھتے ہیں، اور اسی لئے ان کے پیچھے خوار ہوتا پھرتا ہے اور طرح طرح سے فریب کھاتا ہے اور ٹھگا جاتا ہے، اور مال کے ساتھ آبرو بھی گنواتا ہے، نیز اخلاقی پستی اور گراوٹ کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، اور اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لئے ان کی مسیحائی کا اعتقاد لئے سرگرداں رہتا ہے۔ نیز جادو اور جادوگروں سے اس طرح خائف رہتا ہے گویا اس کائنات پر انہیں کی حکمرانی ہو اور اس پر انہیں کا تصرف چلتا ہو!

قرآن وسنت کی رہنمائی کے مطابق جادو میں تاثیر ضرور ہے مگر اس کی تاثیر مطلق و لامحدود نہیں ہے، اور اگرچہ لوگوں کو ہم اس کی تاثیر سے جوجھتا ہوا دیکھتے ہیں مگر اس کی تاثیر سب پر یکساں نہیں ہوتی ہے بلکہ اپنی اپنی قابلیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے اور اس کے پیچھے یقیناً اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی مرضی کارفرما ہوتی ہے، جادو کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کارکردگی کے لئے مطلق اذن نہیں دے رکھی ہے بلکہ وہ اس کی خصوصی اجازت کے ساتھ مخصوص ومقید ہے اور جادوگر اللہ کی نگاہ میں انتہائی حقیر و بے وقعت ہوتا ہے اور اپنے اولیا اور سرپرست شیاطین کی طرح اللہ کے خاص بندوں پر اس کا زور نہیں چلتا ہے، اسی طرح عام انسانوں میں سے بھی انہیں لوگوں پر اسے قابو و اختیار دیا جاتا ہے جو اللہ کی بندگی سے منہ موڑ کر خود کو غیر اللہ کی چوکھٹ سے وابستہ کر لیتے ہیں، یا اللہ کی معصیت و نافرمانی میں غرق ہوجاتے ہیں اور جادوگروں سے خوف یا امید کا رشتہ استوار کر لیتے ہیں، نیز کبھی کبھی جو بہت نادر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کے پیش نظر بطور ابتلا و آزمائش اپنے کسی نیک بندے پر بھی اسے محدود تسلط عطا کر دیتا ہے مگر عاقبت ہر حال میں متقیوں اور اللہ کے فرمانبرداروں کی بخیر ہوتی ہے اور جادوگر سدا خائب و خاسر ہوتا ہے۔ اس

لئے اہل ایمان کبھی کسی جادوگر یا اس کے جادو سے خائف نہیں ہوتے نہ اس سے دوچار ہونے کی صورت میں کوئی غیر شرعی کام کرتے ہیں بلکہ ایمان پر استقامت کے ساتھ اللہ ہی سے التجا کرتے ہیں اور دینی رہنمائی پر پختگی کے ساتھ کاربند رہتے ہیں۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس دنیا میں جس طرح بہت سی بیماریاں اور آفتیں سب پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں اور اس سلسلے میں مومن وکافر کی بھی کوئی تفریق نہیں ہے اسی طرح جادو وغیرہ کا بھی معاملہ ہے کہ وہ اللہ کی مشیئت کے تابع ہوتا ہے، اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے ملحد اور کافر حضرات بھی جادوگروں کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر ان میں واقعی کوئی صلاحیت ہے تو وہ ان کا کچھ بگاڑ کر دکھائیں مگر وہ اپنی کوششوں کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہوتے ہیں، اس لئے کہ اللہ کی مشیئت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ انہیں جادو سے کچھ ضرر لاحق نہ ہو۔ نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جادوگر عوامی سطح کے بڑے بڑے کاموں پر قادر نہیں ہوتے ہیں ورنہ وہ جب چاہتے کسی حکومت کا تختہ پلٹ دیتے، فوجوں کو شکست سے دوچار کردیتے، بلندرتبہ آفیسروں کو اپنا تابعدار اور حکم بردار کرلیتے، بڑے بڑے تاجروں کی تجوریاں خالی کرالیتے مگر ان کے اندر ایسی کوئی صلاحیت نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ ان کے اثرات حد درجہ محدود اور شخصی یا خانگی ہی ہوتے ہیں، اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخصوص مشیئت کے تابع ہوتے ہیں۔

اور علمائے اسلام نے اس بات کی صراحت کررکھی ہے کہ عام طور پر جادو وغیرہ کا اثر جاہل، توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد قسم کے لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور ہتھیار سے خالی ہوتے ہیں، اس لئے اس باب میں قرآن وسنت کی رہنمائی سے واقفیت کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور ان میں ایسا کافی مواد پایا جاتا ہے جو انسانوں کو جادوگروں کے شر اور دیگر بہت سی آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کا ضامن ہے اور انہیں اللہ کی مدد سے معنوی بلندی سے ہمکنار کردیتا ہے۔

اور یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج اصل جادوگروں کی تعداد جو مکمل شیطان کے بندے ہوتے ہیں بہت کم ہے اور جو لوگ معاشرے میں جادو کے نام پر دندناتے پھرتے ہیں اور جن کا سکہ چلتا ہے ان میں اکثریت شعبدے بازوں، ٹھگوں اور عیاروں کی ہے جو شعبدے بازی، ہاتھ کی صفائی اور آنکھوں میں دھول جھونکنے میں ماہر ہوتے ہیں اور کیمیکل اور دواؤں کے علاوہ مختلف قسم کی چالوں اور نفسیاتی تدبیروں سے کام لے کر سادہ لوح عوام بلکہ بہت سے خواص کو بھی اپنے جھانسے میں لاتے ہیں اور انہیں حیران وششدر کئے رہتے ہیں اور ان سے اپنی مرادوں کی جھولیاں بھرتے رہتے ہیں۔

لہٰذا آنے والا باب انہیں حقائق پر روشنی ڈالنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :

سحر (جادو) کی تعریف

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''راغب نے کہا : سحر کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے :

- **ہر لطیف ودقیق شیٔ کو سحر (جادو) کہا جاتا ہے :**

۱۔ ہر لطیف ودقیق شیٔ کو سحر (جادو) کہا جاتا ہے، اور اسی سے ''سحرت الصبي'' میں نے بچے کو پھسلایا اور مائل کیا ہے، اور جس شخص نے بھی کسی چیز کو مائل کیا اس نے اس پر سحر کیا اور اسی سے شعراء نے آنکھوں کا جادو لیا ہے کیونکہ آنکھیں نفوس کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہیں اور اسی سے اطباء کا یہ قول ہے کہ طبیعت ساحر ہے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :

﴿بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٞ مَّسۡحُورُونَ﴾ ''بلکہ ہم سحر زدہ لوگ ہیں''۔

یعنی معرفت سے پھرے ہوئے ہیں۔ اور اسی سے حدیث ''إن من البيان سحرا'' ہے یعنی کچھ بیان جادو ہوتے ہیں۔

- **نظر بندی اور تخییل :**

۲۔ جو چیزیں دھوکہ اور ایسی تخییلات کے سبب واقع ہوتی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جیسا کہ شعبدے باز جو حرکتیں کرتے ہیں اپنی چابکدستی اور ہاتھ کی صفائی کی وجہ سے ان سے نگاہیں پھیر دیتے ہیں (یعنی آدمی ان کی حرکت کا پتہ نہیں لگا سکتا) اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اسی کی جانب اشارہ ہے :

﴿يُخَيَّلُ إِلَيۡهِ مِن سِحۡرِهِمۡ أَنَّهَا تَسۡعَىٰ﴾ [طه:٦٦]۔

''اب تو موسی کو یہ خیال گزرنے لگا کہ جادو کے زور سے ان کی رسیاں اور لکڑیاں دوڑ بھاگ رہی ہیں''۔

اور ﴿سَحَرُوٓاْ أَعۡيُنَ ٱلنَّاسِ﴾ [الاعراف:١١٦] ''لوگوں کی نظر بندی کر دی''۔

اور اسی وجہ سے انھوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ساحر کہا تھا اور کبھی کبھی اس سلسلے میں ایسی چیزوں سے مدد لی جاتی ہے جن میں کوئی خاصیت ہوتی ہے جیسے وہ پتھر جو لوہے کو کھینچ لیتا ہے جسے مقناطیس کہا جاتا ہے۔

- **شیاطین کی مدد سے حاصل ہونے والا جادو :**

۳۔ ایک جادو وہ ہوتا ہے جو شیاطین کی مدد سے ہوتا ہے -اب وہ خواہ کسی بھی طریقے سے ان کا تقرب

حاصل کر کے انجام دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اسی کی جانب اشارہ ہے :

﴿وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحۡرَ﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔

- **جادو کے حصول کے لئے ستاروں سے تخاطب اور ان کی روحانیات سے فیض حاصل کرنا :**

۴۔ ایک قسم کا جادو وہ بھی ہوتا ہے جو ستاروں کو مخاطب کر کے اور ان (ستارہ پرستوں) کے گمان کے مطابق ان کی روحانیات کو حاصل کر کے ہوتا ہے، ابن حزم نے فرمایا: اس کی ایک قسم وہ ہے جو طلسمات کے ذریعہ وجود میں آتی ہے جیسے وہ مہر جس میں بچھو کی شکل کا نقش ہوتا ہے جو قمر کے عقرب میں ہونے کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا پکڑنا بچھو کے ڈنک مارنے کے سلسلے میں نافع ہے۔ اور یہ چیز بعض مغربی علاقوں میں مشاہدے میں آچکی ہے اور وہ علاقہ شہر سرقسطہ ہے۔ یہاں کوئی سانپ کبھی داخل نہیں ہوتا سوائے اس صورت کے جبکہ وہ بلا ارادہ وہاں پہنچ جائے۔ اور کبھی کبھی بعض لوگ ان دونوں آخری امور کو جمع کر لیتے ہیں یعنی شیاطین کی مدد حاصل کرنا اور ستاروں کو مخاطب کرنا اور یہ صورت ان کے گمان کے مطابق زیادہ قوی ہوتی ہے، ابوبکر رازی نے اپنی کتاب ''الاحکام'' میں فرمایا : اہل بابل ستارہ پرست تھے جو کواکب سبعہ کی پوجا کرتے تھے اور انہیں اِلٰہ (معبود) کہا کرتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے یہی ساتوں ستارے ان میں موثر وفعال ہیں اور یہی وہ قوم ہے جس کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔ اور ان کے علوم ستاروں کے احکام تھے۔ اس کے باوجود اس قوم کے جادوگر جادو کی تمام قسموں کا استعمال کرتے تھے اور انہیں ستاروں کے فعل کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ لوگ اس کی تلاش اور جستجو نہ کرنے لگیں اور ان کی چالبازیوں کی قلعی نہ کھل جائے۔ انتھی۔

پھر کبھی تو سحر کہہ کر اس سے سحر کرنے کا آلہ مراد لیا جاتا ہے، اور کبھی ساحر کا فعل مراد لیا جاتا ہے، اور آلہ کبھی فقط معنوی چیز ہوتی ہے جیسے منتر اور گرہوں میں پھونکنا اور کبھی اس کا تعلق محسوسات سے ہوتا ہے جیسے مسحور (جس پر جادو کیا گیا) کی صورت پر تصویر بنانا، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معنوی اور حسی دونوں چیزیں جمع کر دی جاتی ہیں اور یہ زیادہ پر اثر ہے۔[1]

[1] فتح الباری : ۱۰/ ۲۲۲۔

جادو کی حقیقت

جادو کی حقیقت کے سلسلے میں اختلاف کوئی نیا نہیں ہے بلکہ صدیوں پہلے سے یہ اختلاف چلا آرہا ہے اور ایک گروہ ہمیشہ سے یہ کہتا چلا آرہا ہے کہ جادو کے اندر کوئی حقیقی تاثیر نہیں پائی جاتی یہ تو محض شعبدہ بازی، ہاتھ کی صفائی، نظر کا دھوکہ، اور تخییل وتوہم سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جادو کے اندر اثر پایا جاتا ہے۔ اور اس سے آدمی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

چونکہ موجودہ زمانے میں یہ بحث پھر سے بڑے شدومد کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور ایک طبقہ پوری شدت کے ساتھ اس بات کا منکر ہے کہ جادو کے اندر کوئی تاثیر ہوتی ہے۔ اور بات اس سے بھی آگے بڑھ کر صحیح حدیث کے انکار اور قرآن پاک کی بیجا تاویل تک پہنچ چکی ہے۔ اور چونکہ اس موضوع کا تعلق ہمارے زیر بحث مضمون سے بھی ہے اس لئے ہم آپ کے سامنے اس کے متعلق قدرے تفصیل سے کچھ باتیں پیش کریں گے۔

ابن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ متوفی ۲۷۶ھ نے جادو کے سلسلے میں معتزلہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ :

''سحر کے متعلق ان کا خیال یہ ہے کہ وہ ایک قسم کا حیلہ ہے جس کے ذریعہ آدمی کی توجہ اس کے بھائی کی طرف سے پھیر دی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان تفریق کردی جاتی ہے۔ اور یہ حیلہ گنڈے (اور ایک روایت کے مطابق چغل خوری) اور جھوٹ جیسی چیزیں ہیں اور انھوں نے کہا کہ یہ منتر ہیں اور اسی کی ایک قسم زہر ہے جو آدمی کو پلایا جاتا ہے تو وہ بیوی سے کٹ جاتا ہے اور یہ زہر اس کی خلقت میں تبدیلی کردیتا ہے، اس کے سر اور داڑھی کے بال ساقط کردیتا ہے... یہاں تک کہ فرعون کے جادوگروں نے اپنے کرتب سے موسیٰ علیہ السلام کے اندر ایک خیال پیدا کردیا تھا... ان کا کہنا ہے کہ ہم اسی طرح سے پارہ لیتے ہیں اور اسے سانپ جیسے ایک ظرف میں رکھ دیتے ہیں پھر اسے گرم جگہ پر چھوڑ دیتے ہیں تو وہ سانپ کی طرح رینگنے لگتا ہے اور کہتے ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ [طہ:٦٦]۔

''اب تو موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ اس کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں''۔ [1]

● ایک طبقے کے جادو کی حقیقت کا انکار کرنے کے سبب یہ قضیہ اتنی اہمیت اختیار کر گیا کہ اہل سنت والجماعت

---

[1] تأويل مختلف الحديث ص : ١٢٠۔

کے علماء نے اسے اپنی کتابوں میں جگہ دینی شروع کردی چنانچہ علامہ ابوالقاسم هبة الله اللالكائی رحمه الله متوفی ۴۱۸ھ نے اپنی مشہور کتاب ''شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة'' (ص ۱۲۸۳ ج: ۴) میں ایک باب باندھا ہے :

''ماروی في أن السحر له حقيقة''

''ان روایات کے بیان میں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں کہ سحر کی حقیقت ہوتی ہے''۔

- **اور شیخ الاسلام امام ابو اسماعیل عبدالرحمن الصابونی رحمہ اللہ متوفی ۴۴۹ھ نے اپنی کتاب ''عقیدة السلف اصحاب الحديث'' (ص: ۱۱۴ مطبوعہ دار الفتح) میں ''السحر والسحرة'' جادو اور جادو گروں کے باب کے تحت لکھا ہے :**

''وَيَشْهَدُوْنَ أَنَّ فِي الدُّنْيَا سِحْرًا وَسَحَرَةً، إِلَّا أَنَّهُمْ لَا يَضُرُّوْنَ أَحَدًا إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ''

''یعنی سلف اصحاب الحدیث اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ دنیا میں جادو اور جادوگروں کا وجود پایا جاتا ہے مگر وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔

- **حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں :**

''واختلف في السحر فقيل : هو تخييل فقط ولا حقيقة له وهذا اختيار أبی جعفر الأسترابازی من الشافعية وابی بكر الرازی من الحنفية وابن حزم الظاهری وطائفة؛ قال النووی : والصحيح أن له حقيقة وبه قطع الجمهور وعليه عامة العلماء ويدل عليه الكتاب والسنة الصحيحة المشهورة انتهى''۔

''یعنی سحر کے متعلق اختلاف واقع ہوا ہے۔ کہا گیا کہ یہ فقط تخییل (وہم پیدا کردینا) ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسی قول کو شافعیہ میں سے ابوجعفر استرابازی نے اور حنفیہ میں سے ابوبکر رازی نے اور ابن حزم ظاہری نے اور ایک گروہ نے اختیار کیا ہے؛ نووی (رحمہ اللہ) نے فرمایا : صحیح یہ ہے کہ اس کی حقیقت ہے اور اسی کا فیصلہ جمہور نے دیا ہے اور عام علماء کی یہی رائے ہے اور اسی پر کتاب اور مشہور سنت صحیحہ دلالت کرتے ہیں''۔ ①

ایک صاحب بزعم خویش جدید قسم کے محققین میں سے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس زمانے میں بڑی

① فتح الباری ج : ۱۰ ص : ۲۲۲۔

کثرت ہے، ان کی تحقیق انیق کے لا جواب نمونے تو ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے یہاں تو صرف جادو کی حقیقت کے سلسلے میں ایک نقل پیش کرنا مقصود ہے۔ مگر اس سے پہلے موصوف کا تعارف ان کی کتاب ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت'' کے سرنامے سے پیش خدمت ہے [1] :

''ماہر تاریخ، محقق ونقاد، شیخ القرآن وامام الحدیث جناب علامہ، حافظ، قاری حبیب الرحمن صدیقی کاندھلوی''

اس پر میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا اور اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں۔

- **الغرض موصوف فرماتے ہیں :**

''مولینا حفظ الرحمن سیوہاروی اپنی قصص القرآن میں سحر کے متعلق لکھتے ہیں :

''اس کے متعلق جمہور علماء اہل سنت کی یہ رائے ہے کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے۔ اور مضرت رساں اثرات رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور مصلحت کاملہ کے پیش نظر اس میں اسی طرح مضر اثرات رکھ دیئے ہیں جس طرح زہر میں یا دوسری نقصان رساں ادویہ میں۔ یہ نہیں کہ ''سحر قدرتِ الٰہی سے بے نیاز ہوکر'' العیاذ باللہ خود موثر بالذات ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ تو کفر خالص ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ، ابوجصاص صاحب احکام القرآن، ابواسحٰق اسفرائینی شافعی علامہ ابن حزم ظاہری اور معتزلہ کہتے ہیں کہ سحر کی حقیقت شعبدہ، نظر بندی اور فریب خیال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ باطل اور بے حقیقت شئ ہے''۔ [2]

اس کے بعد مولینا حفظ الرحمن نے اس کے ثبوت کے لئے چند عبارتیں پیش فرمائیں۔ لیکن ہمارا سوال یہ ہے کہ جو حضرات سحر کی کوئی حقیقت نہیں مانتے، جیسے امام ابوحنیفہ یا علامہ ابن حزم وغیرہ ان کے نزدیک تو یہ روایات باطل قرار پائیں کیونکہ جو لوگ سحر کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ حضور کے سلسلہ میں اس امر کو کیسے تسلیم کرسکتے ہیں۔ اور حیرت تو احناف پر ہے کہ حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے اور ابوحنیفہ کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ فیاللعجب۔'' [3]

- پیرزادہ صاحب کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ فریب نظر سے زیادہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ چنانچہ دعوۃ القرآن ج ۱/ ص ۱۵۴ حاشیہ ۱۶۹ میں معجزہ اور جادو کے فرق کے تحت لکھتے ہیں :

---

[1] یہ بحث دراصل میں نے اپنی کتاب ''پیرزادہ محدثین کی عدالت میں'' کے لئے لکھی تھی، اب اسی کو یہاں بلاترمیم نقل کردیا ہے۔

[2] قصص القرآن ج : ۱ ص : ۲۲۴۔

[3] کتاب مذکور ج : ۲ ص : ۹۳۔

''جادو کسی چیز کی حقیقت اور ماہیت کو تبدیل نہیں کرتا بلکہ وہ محض نظر کا فریب ہوتا ہے....''۔

اور جلد ۲ ص: ۱۰۷۷ حاشیہ ۷۳ میں لکھتے ہیں :

''معلوم ہوا کہ جادو کسی چیز کی ماہیت کو نہیں بدلتا بلکہ محض فریب نظر اور فریب خیال ہے جادوگروں کی رسیاں واقعی سانپ نہیں بن گئی تھیں بلکہ ایسا دکھائی دے رہا تھا کہ وہ سانپ کی طرح دوڑ رہی ہیں''۔

مذکورہ بالا نقول سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سحر کی حقیقت کے بارے میں اختلاف قدیم ہے اور نئے دور میں بھی یہ اختلاف موجود ہے خود میرے سامنے کچھ ایسے لوگ آئے ہیں جو سحر کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور اسے فریب خیال اور ہاتھ کی صفائی سے زیادہ کوئی حیثیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم مندرجہ ذیل سطور میں دونوں فریق کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔

منکرین تاثیر سحر کے دلائل

- منکرین کا جو طبقہ علم دین کی شد بد رکھتا ہے اس کی سب سے بڑی اور مستحکم دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ [طہ:٦٦]۔

''اب تو موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں''۔

- ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے معتزلہ کے بارے میں نقل فرمایا ہے کہ وہ جادو کے فریب نظر ہونے کی دلیل میں اسی آیت کو پیش کرتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے :

''وقالوا من الدليل على ذلک قول الله تعالىٰ :

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ [طہ:٦٦]۔

''اب تو موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں''۔

-إنما هو تخييل وليس ثم شيئ على حقيقته-''[1]

یہ تو رہی علمی طبقے کی بات مگر اس طبقہ کے عوام اس وجہ سے جادو کا انکار کرتے ہیں کہ اس کی کوئی سائنٹفک توجیہ نہیں کی جاسکتی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ بات پورے طبقے میں قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ تو اپنی دلیل میں یہاں تک کہتے ہیں کہ جادو ہم پر کیوں اثر نہیں کرتا؟ کوئی ہم پر جادو کر کے دکھائے۔

---

[1] تأويل مختلف الحديث ص : ۱۲۰۔

پہلی دلیل کا جواب

جادو کی تعریف میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شعبدہ بازی اور فریب نظر وخیال کو بھی جادو کہا جاتا ہے اور اس آیت میں تقریباً جادو کی اسی قسم کا ذکر کیا گیا ہے، مگر اس آیت میں کہیں اس بات کی تردید نہیں پائی جاتی کہ جادو کی اس کے علاوہ کوئی حقیقت یا صورت ہو سکتی ہے۔ رہی یہ بات کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جو جادو پیش کیا گیا وہ از قسم تخییل تھا تو اس کا انکار کوئی نہیں کرتا۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’وأما قولهم في السحر الذى رآه موسى ﷺ أنه تخييل إليه وليس على حقيقته فما ننكر هذا ولا ندفعه....‘‘۔

’’معتزلہ کا یہ کہنا کہ موسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سحر ملاحظہ فرمایا تھا وہ فریب خیال تھا تو ہمیں اس کا انکار نہیں ہے‘‘۔ ①

دوسری دلیل کا جواب

اس سلسلے میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کے بجائے میں چاہتا ہوں کہ مولانا مودودی صاحب رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کروں جو اسی شبہ کی تردید میں ہے اور بہت عمدہ اور تشفی بخش ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

مولانا فرماتے ہیں :

’’اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو لوگ جادو کو محض اوہام کے قبیل کی چیز قرار دیتے ہیں ان کی یہ رائے صرف اس وجہ سے ہے کہ جادو کے اثرات کی کوئی سائنٹفک توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ لیکن دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو تجربے اور مشاہدے میں آتی ہیں، مگر سائنٹفک طریقہ سے یہ بیان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کیسے رونما ہوتی ہیں۔ اس طرح کی توجیہ پر اگر ہم قادر نہیں ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس چیز ہی کا انکار کر دیا جائے جس کی ہم توجیہ نہیں کر سکتے۔ جادو دراصل ایک نفسیاتی اثر ہے جو نفس سے گزر کر جسم کو بھی اسی طرح متاثر کر سکتا ہے جس طرح جسمانی اثرات جسم سے گزر کر نفس کو متاثر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر خوف ایک نفسیاتی چیز ہے مگر اس کا اثر جسم پر یہ ہوتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدن میں تھرتھری چھوٹ جاتی ہے....‘‘۔ ②

---

① تأويل مختلف الحديث ص : ١٢١۔

② تفهيم القرآن ج : ٦ ص : ٥٥٦۔

مولانا مودودی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت میں نے اس لئے نقل کی ہے کہ وہ بھی بعض احادیث کو بلا ضابطہ محدثین رد کرنے میں پیرزادہ صاحب ہی کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں یا یوں کہا جائے کہ پیرزادہ صاحب انھیں کے مکتب فکر سے متعلق ہیں۔مگر اس کے باوجود ان کی عقل کو اس حقیقت سے کوئی گرانی محسوس نہیں ہوئی۔

مثبتین کے دلائل

جادو کی تاثیر کے قائل حضرات کے دلائل کو پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کردی جائے کہ تاثیر سے ان کی کیا مراد ہے اور جادو کس حد تک موثر ہوتا ہے؟۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

’’لكن محل النزاع هل يقع بالسحر انقلاب عين أولا؟ فمن قال أنه تخييل فقط منع ذلک، ومن قال إن له حقيقة اختلفوا هل له تاثير فقط بحيث يغير المزاج فيكون نوعا من الأمراض أو ينتهى إلى الإحالة بحيث يصير الجماد حيوانا مثلا وعكسه؟ فالذى عليه الجمهور هو الأول، وذهبت طائفة قليلة إلى الثانى۔ فإن كان بالنظر إلى القدرة الإلٰهية فمسلم وإن كان بالنظر إلى الواقع فهو محل الخلاف، فإن كثيرا ممن يدعى لا يستطيع إقامة البرهان عليه‘‘۔

’’مگر اختلاف اس چیز میں واقع ہوا ہے کہ جادو سے انقلاب عین واقع ہوتا ہے یا نہیں تو جن لوگوں نے اسے محض فریب خیال قرار دیا ہے انھوں نے اس کا انکار کیا ہے اور جن لوگوں نے جادو کی حقیقت کو تسلیم کیا ہے ان کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا اس کے اندر صرف ایک طرح کی تاثیر ہوتی ہے جس سے مزاج بدل جاتا ہے لہٰذا یہ ایک طرح کا مرض ہے یا اس کے اندر اس چیز کی حالت کو اس طرح تبدیل کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے کہ مثال کے طور پر جماد حیوان ہوجائے یا بالعکس (یعنی حیوان پتھر بن جائے)؟ تو جمہور کی رائے پہلی ہے اور دوسری رائے ایک مختصر سی جماعت نے اختیار کی ہے (تو یہ دوسری رائے) اگر قدرت الٰہیہ کے اعتبار سے ہو تب تو مسلم ہے، اور اگر امر واقع کے اعتبار سے ہو تو محل اختلاف ہے اس لئے کہ بہت سے لوگ جو اس کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اس پر دلیل نہیں قائم کرسکتے‘‘۔ [1]

[1] فتح الباری : ۱۰/۲۲۲۔

خلاصہ : یہ ہے کہ سحر کے اندر تاثیر کا پایا جانا سوائے چند شاذ لوگوں کے اکثریت کے نزدیک مسلم ہے اور یہ نہ تو سراب اور شعبدہ بازی کی طرح محض فریب خیال ونظر ہے اور نہ ہی اس کے اندر یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ کسی شیٔ کی حقیقت کو یکسر بدل دے یعنی مثال کے طور پر انسان کو بندر بنادے یا کسی پتھر کو کتا بنادے وغیرہ وغیرہ۔اس کے اندر تاثیر کے پائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جادو کسی شیٔ کے مزاج میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تبدیلی پیدا کرسکتا ہے مثلاً ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی کے پیٹ میں درد ہونے لگے یا کسی کا دماغ متاثر ہوجائے یہاں تک کہ کوئی آدمی اس سے قتل بھی ہوسکتا ہے۔اور یہ چیز نہ تو عقلاً مستبعد ہے نہ شرعاً۔

- **حافظ ابن قیم رحمہ اللہ متوفی ۷۵۱ھ سورۂ فلق کی تفسیر میں فرماتے ہیں :**

"وقد دل قوله تعالىٰ: ﴿وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِى ٱلْعُقَدِ﴾ وحديث عائشة المذكور على تاثير السحر وأن له حقيقة وقد أنكر ذلک طائفة من أهل الكلام من المعتزلة و غيرهم.

وقالوا : إنه لا تأثير للسحر البتة لا في مرض ولا قتل ولا حل ولا عقد. قالوا: وإنما ذلک تخييل لأعين الناظرين لا حقيقة له سوى ذلک. وهذا خلاف ما تواترت به الآثار عن الصحابة والسلف و اتفق عليه الفقهاء وأهل التفسير والحديث وما يعرفه العقلاء...."۔[1]

"اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِى ٱلْعُقَدِ﴾ اور حضرت عائشہ کی مذکورہ حدیث۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو والی حدیث جسے وہ ذکر کرچکے۔سحر کی تاثیر اور اس کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔

اور معتزلہ وغیرہ میں سے اہل کلام کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔وہ اس بات کے قائل ہیں کہ سحر کے اندر قطعی کوئی تاثیر نہیں پائی جاتی نہ مرض میں نہ قتل میں نہ حل وعقد میں۔وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ تو صرف دیکھنے والوں کی آنکھوں کا فریب خیال ہے،اس کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ نظریہ صحابہ اور سلف سے متواتر آثار کے خلاف ہے،اور فقہاء اور اہل تفسیر وحدیث اور عقلاء کی معروفات کا اسی پر اتفاق ہے...."۔

---

① بدائع الفوائد : ۲/ ۲۵۳۔

• علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ متوفی ۸۵۵ھ بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں :

''أی هذا باب في بيان السحر وأنه ثابت محقق ولهذا أكثر البخارى في الاستدلال عليه بالآيات الدالة عليه والحديث الصحيح وأكثر الأمم من العرب والروم والهند والعجم على أنه ثابت وحقيقة موجودة وله تاثير ولا استحالة في العقل في أن الله تعالیٰ يخرق العادة عند النطق بكلام ملفق أو تركيب أجسام ونحوه على وجه لا يعرفه كل أحد وأما تعريف السحر فهو أمر خارق للعادة صادر عن نفس شريرة لا يتعذر معارضته وأنكر قوم حقيقته وأضافو ما يقع منه إلى خيالات باطلة لا حقيقة لها .... والصحيح قول كافة العلماء يدل عليه الكتاب والسنة''۔

''یہ باب ہے سحر کے بیان میں اور وہ ثابت ہے محقق ہے اسی لئے بخاری (رحمہ اللہ) نے اس پر دلالت کرنے والی آیات اور صحیح احادیث کے ذریعہ استدلال کرنے میں کثرت کا مظاہرہ فرمایا ہے اور اکثر امتوں عرب، روم، ہند اور عجم کے نزدیک یہ ثابت اور موجود حقیقت ہے اور عقلا یہ چیز محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی باطل سے مزین کلام کے نطق کے وقت یا چند اجسام کو ترکیب دینے اور اسی طرح کی حرکتوں پر ایسے طریقے سے خرق عادت فرمائے جسے ہر آدمی نہ جان سکے، اور سحر کی تعریف یہ ہے کہ وہ خارق عادت شیٔ ہے جو شریر نفس سے صادر ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں اسی جیسی چیز کا پیش کر دینا دشوار نہیں ہوتا۔ اور کچھ لوگوں نے اس کی حقیقت کا انکار کیا ہے اور جو کچھ اس کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اسے باطل خیالات کی طرف منسوب کیا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ..... اور جمہور علماء کا قول ہی صحیح ہے جس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں''۔ ①

قرآنی دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ ٱلشَّيَـٰطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَـٰنَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَـٰنُ وَلَـٰكِنَّ ٱلشَّيَـٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَـٰرُوتَ وَمَـٰرُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ

① عمدة القارى : ۲۷۶/۲۱۔

فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ ۚ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''اوراس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے، سلیمان نے کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا۔ وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند وبیوی میں جدائی ڈال دیں، اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے''۔

اس آیت کی تفسیر میں تقریباً تمام مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے کسی بھی طریقے سے (اگرچہ ان طریقوں کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے مگر سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ شیاطین نے) یہ بات پھیلادی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور اپنے جادو ہی کے زور پر جن وانس پر حکومت کیا کرتے تھے۔ اور یہی بات یہود کے یہاں شائع تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ ان کی تردید فرمائی اور اس بات کو واضح فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک برگزیدہ اور اطاعت شعار نبی تھے اور یہودیوں کے یہاں ان کے بارے میں جو نظریہ پایا جاتا ہے وہ غلط اور باطل ہے۔ اور وما کفر سلیمان کے ذریعہ اسی کی جانب اشارہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام جادو جیسی چیز سے جو کفر ہے بری تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ جادو جیسے کفر کا سرچشمہ تو شیاطین ہیں جو یہ قبیح چیز لوگوں کو سکھاتے ہیں اور یہود اپنی اخلاقی گراوٹ اور پستی کے سبب کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر اسی سفلی اور رذیل علم کے پیچھے پڑے ہیں جو کفر ہے اور یہ کفر وہ شیاطین سے سیکھتے ہیں اور ہاروت وماروت فرشتوں کی طرف جو چیز بطور آزمائش نازل ہوئی ہے اس کے پیروکار ہیں جبکہ یہ دونوں فرشتے واضح طور پر انھیں اس بات کی تنبیہ کیا کرتے تھے کہ دیکھو یہ چیز تم نہ سیکھو کیونکہ یہ کفر ہے، ہم تو تمہارے لئے امتحان وآزمائش کے طور پر مقرر کئے گئے ہیں۔

مگر چونکہ وہ اس قدر جہالت وضلالت کا شکار ہوکر اخلاقی قدروں سے دور جاپڑے تھے کہ یہ باتیں اور یہ تنبیہات ان پر قطعی اثر انداز نہیں ہوتی تھیں اور وہ ہر طرح کے عقاب وعذاب سے بے نیاز ہوکر ان سے وہ چیز کسی بھی قیمت پر حاصل کرلیا کرتے تھے جس کے ذریعہ وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرسکیں۔ اور ظاہری بات ہے کہ یہ علم ہر چند کہ ان کے لئے تھوڑے بہت دنیاوی فوائد اور ان کے منحرف نفوس کی تسکین کا سامان پیدا کردیتا ہو

مگر انجام کے اعتبار سے ان کے لئے سراسر گھاٹے اور خسران کا باعث تھا۔ اور اس کے سیکھنے کا کوئی یقینی فائدہ بھی نہیں اس لئے کہ اس کا اثر اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر منحصر ہے۔

- ہاروت وماروت فرشتوں کے سلسلے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں مگر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ متوفی ۷۷۴ھ ان میں سے بہت سارے واقعات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''وحاصلها راجع في تفصيلها إلى أخبار بنى اسرائيل إذ ليس فيها حديث مرفوع صحيح متصل الإسناد إلى الصادق المصدوق المعصوم الذى لا ينطق عن الهوى، وظاهر سياق القرآن إجمال القصة من غير بسط ولا إطناب فنحن نؤمن بما ورد في القرآن على ما أراده الله تعالىٰ، والله أعلم بحقيقة الحال''۔

''یعنی حاصل یہ ہے کہ ان تمام واقعات کا مرجع اسرائیلی روایات ہیں اور ان کے متعلق کوئی مرفوع، صحیح اور متصل الاسناد روایت نہیں پائی جاتی جس کا سلسلہ صادق ومصدوق اور ان معصوم تک پہنچتا ہو جو ہوائے نفسانی سے کچھ نہیں کہا کرتے، اور قرآن کا ظاہری سیاق بلا بسط وطوالت کے قصے کا اجمال ہے لہٰذا جو کچھ قرآن میں وارد ہوا ہے ہم اس پر اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق ایمان لاتے ہیں (یعنی جو کچھ اس نے ہمیں بتایا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے اور تفصیل اللہ تعالیٰ کے حوالے) اور اللہ تعالیٰ کو حقیقت حال کا زیادہ علم ہے''۔ ①

اللہ تعالیٰ نے یہود کے جادو سیکھنے کے دو مصادر ومراجع بتائے ہیں :

۱۔ شیاطین۔

۲۔ ہاروت وماروت نامی دو فرشتے جو بطور امتحان سکھایا کرتے تھے۔

ان دونوں کے فرشتہ ہونے کو بعض لوگوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ یہ حضرات

﴿وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَ﴾

''اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا''

کو وما کفر سلیمان پر عطف مانتے ہیں اور وما أنزل میں ما کو نافیہ مانتے ہیں۔

یعنی نہ تو سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا نہ دونوں فرشتوں پر جادو نازل ہوا۔

اور ہاروت وماروت کو شیاطین سے بدل مانتے ہیں، اس وقت معنی یہ ہوگا کہ :

① تفسیر ابن کثیر ج : ۱ ص : ۱۹۸۔

لوگوں کو بابل میں شیاطین ہاروت و ماروت جادو سکھاتے ہیں۔

اور آیت میں جن دو فرشتوں سے جادو سکھانے کی نفی کی گئی ہے وہ جبرئیل و میکائیل ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ تاویل قرطبی اور کچھ دیگر لوگوں سے بھی نقل فرمائی ہے مگر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس تاویل پر سخت نکیر کی ہے اور اس کی پرزور تردید فرمائی ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا کہ ہاروت و ماروت جنوں کی دو جماعت ہیں جیسا کہ ابن حزم نے گمان کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے ﴿وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلِكَيْنِ﴾ لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور کہا کہ یہ دونوں بابل کے زمیندار تھے۔[1]

- ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے بھی اس طرح کی تاویلات کی تردید فرمائی ہے۔ انھوں نے معتزلہ سے اسی طرح کی تاویل نقل کرنے کے بعد فرمایا: اس طرح کی دوراز کار اور اوندھی سیدھی تاویلات ان لوگوں سے کچھ مستبعد نہیں ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے:

''فليس هذا بمنكر من تأويلاتهم المستحيلة المنكوسة''۔[2]

- **علامہ شوکانی فرماتے ہیں :**

''لعل وجه الجزم بهذا التأويل مع بعده وظهور تكلفه تنزيه الله سبحانه أن ينزل السحر إلى أرضه فتنة لعباده على ألسن ملائكته۔ وعندى أنه لا موجب لهذا التعسف المخالف لما هو الظاهر، فإن لله سبحانه أن يمتحن عباده بما شاء كما امتحن بنهر طالوت، ولهذا يقول الملكان : ﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ﴾ ''۔

''اس تاویل کے بُعد اور واضح تکلف کے باوجود قطعیت کے ساتھ اس طرح کی تاویل کرنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس بات سے منزہ قرار دینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے اپنی زمین پر فرشتوں کی زبان پر جادو نازل فرمائے، اور میری رائے یہ ہے کہ اس زبردستی کی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب کہ یہ آیت کے ظاہری معنی کے مخالف ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے اپنے بندوں کا امتحان لے سکتا ہے جیسا کہ اس نے نہر طالوت کے ذریعہ آزمایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں فرشتے کہا کرتے تھے: ''ہم دونوں

---

[1] دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج : ۱ ص : ۱۹۲ از مکتبہ دارالسلام ریاض۔

[2] تأويل مختلف الحديث ص : ۱۲۳۔

آزمائش کے لئے ہیں''۔ ①

● **سلف وخلف میں سے زیادہ تر مفسرین نے ان دونوں کو فرشتہ ہی تسلیم کیا ہے۔**

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''**وذهب كثير من السلف إلى أنهما كانا ملكين من السماء، وأنهما أنزل إلى الأرض، فكان من أمرهما ماكان**''۔

''بہت سے سلف اسی جانب گئے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کے فرشتے تھے اور انھیں زمین کی طرف نازل کیا گیا تھا پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا ہوا...''۔ ②

حاصل کلام یہ ہے کہ ان کا فرشتہ ہونا یا ان کی طرف جادو کا نازل کیا جانا یا ان کا جادو سکھانا ان میں سے کوئی چیز نہ تو عقلاً مستبعد ہے نہ شرعاً۔ ابلیس نے بڑی عبادت گزاری کی یہاں تک کہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے سابق علم کے مطابق وہی ہوا جو قرآن نے مختلف مقامات پر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ ذات ملعون اور اس کی ذریت بنی آدم کے لئے کتنی بڑی آزمائش وابتلا کا ذریعہ بنی یہ کسی مسلمان پر مخفی نہیں۔ مگر ان تمام حقائق کے باوجود کچھ لوگوں کی عقل نے جادو کے سلسلے میں اس بات کو قبول نہیں کیا اور قرآن پاک کی صریح آیات میں دوراز کار تاویلات اور کھینچ تان کر انھیں اپنے خیالات اور نظریات کے مطابق بنانے کی نازیبا کوششیں کیں۔

● پیرزادہ صاحب نے بھی اس آیت میں ما کو نافیہ مانا ہے اور اسی طرح کے بے جا تعسف کا شکار ہوئے ہیں جس کا بیان علامہ شوکانی اور ابن قتیبہ رحمہما اللہ کے بیان میں گزر چکا ہے، چنانچہ عام مترجمین معانی قرآن سے الگ ہٹ کر انھوں نے آیت کے معنی کا ترجمہ یوں کیا ہے: ''اور ان چیزوں کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین سلیمان کی حکومت کی طرف منسوب کر کے پڑھتے پڑھاتے تھے حالانکہ سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور بابل میں دو فرشتوں ہاروت وماروت پر (جادو) نازل نہیں کیا گیا اور وہ کسی کو سکھاتے نہ تھے جب تک کہ اس کو متنبہ نہ کرتے کہ ہم آزمائش کیلئے ہیں لہٰذا تم کفر میں نہیں پڑنا.......(دعوۃ القرآن)۔

موصوف کے اس ترجمے کے مطابق فرشتوں کی طرف جادو کے نزول کی نفی کی گئی ہے مگر یہ بات مسلم ہے کہ وہ دونوں فرشتے تھے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ صرف یہ بات تسلیم نہیں کی گئی ہے

---

① فتح القدير ج : ۱ ص : ۱۸۸۔

② تفسیر ابن کثیر ج : ۱ ص : ۱۹۳۔

کہ اللہ تعالیٰ نے جادو اتارا ہو اس لئے کہ ان کی تیز عقل اس بات کو قبول نہیں کر پا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی قبیح چیز اتاری ہوگی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو پیدا فرمایا۔ بہت ساری حرام چیزیں اس دنیا میں موجود ہیں جن کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، جنت میں اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اگایا تھا جس کے قریب جانے سے آدم وحوا علیہما السلام کو منع فرمایا تھا۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں امتحان وآزمائش کے طور پر بنائیں ہیں اسی طرح جادو کو بطور امتحان نازل فرمانے سے کونسی چیز مانع ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ آخر کیا اشکال ہے؟

جبکہ آپ کا ترجمہ بھی عربی سیاق کلام کے مخالف ہے اور اسی مقام پر آپ نے امام رازی کے حوالے سے کچھ لوگوں کے علی ملک سلیمان کے معنی کے ترجمہ کو غلط قرار دیا ہے تو اپنی اصلاح کرنا کیوں بھول گئے؟

﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ﴾ [البقرہ:١٠٢]۔

''پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند وبیوی میں جدائی ڈال دیں''۔

- مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ ان دونوں فرشتوں سے ایسا علم سیکھتے ہیں کہ جس کے ذریعہ زن وشوہر میں جدائی پیدا کر دیتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ یہ جدائی جو واقع ہوتی تھی وہ ازقبیل خرق عادت تھی ورنہ اگر ظاہری اسباب مثل لگائی بجھائی وغیرہ کے قبیل سے ہوتی تو اتنے اہتمام کے ساتھ اسے سیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس طرح کی مہارت تو اکثر لوگوں کو جو اس طرح کے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں محض تجربے اور مشاق سے حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جادو موثر ہے اور محض فریب خیال نہیں ہے۔
- بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ جادو کی تاثیر بس اتنی ہی ہے جتنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے کیونکہ یہ مقام مقام تہویل ہے یعنی اس کی قباحت بیان کرنے کا موقعہ ہے اور اگر اس سے زیادہ اس کے اندر کوئی اثر پایا جاتا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور ذکر فرماتا۔ حافظ ابن حجر نے یہ کلام ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''قال المازری والصحیح من جهة العقل أنه يجوز أن يقع به اكثرمن ذلك، والآية ليست نصافي منع الزيادة، ولو قلنا ظاهرة في ذلك''۔

''مازری نے کہا کہ عقل کی رو سے یہ جائز ہے کہ اس سے زیادہ واقع ہو (یعنی اس سے بڑا اثر ہو) فرمایا: آیت منع زیادتی کے بارے میں نص نہیں ہے اگرچہ اس کے متعلق ظاہر ہے''۔ ①

① فتح الباری: ١٠/ ٢٢٣۔

اور احادیث وآثار سے زیادتی توبیقینی طور پر ثابت ہے جس کا ذکر ہم آگے کریں گے۔

- **جادو کی تاثیر مطلق نہیں ہے :**

﴿وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾ [البقرہ:۱۰۲]۔
''وہ اس کے ذریعہ اللہ کے اذن کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔

- **سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا :** مگر قضائے الٰہی سے۔
- **اور محمد بن اسحاق فرماتے ہیں :**

اگر اس کے اور اس کی مراد کے درمیان اللہ تعالیٰ چھوٹ دے دے۔

- **اور حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :**

ہاں! جس کے اوپر اللہ چاہے انھیں مسلط کردے اور جس کے اوپر نہ چاہے نہ مسلط کرے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ①

مؤثر افعال دو طرح کے ہوتے ہیں

- **علامہ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''........أن الأفعال التی من شأنها أن تؤثر ضربان : الأول ما أذن الله تعالیٰ بتأثیره إذنا مطلقا، ثم إذا شاء منعه، وذلک کالإتصال بالنار مأذون فیه بالإحراق فیه إذنا مطلقا، فلما أراد الله تعالیٰ منعه قال : یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم.

الضرب الثانی ما هو ممنوع من التاثیر منعا مطلقا، فإذا اقتضت الحکمة أن یمکن من التأثیر رفع المنع فیؤثر. وقوله تعالیٰ في السحر : ﴿وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾ یدل أنه من الضرب الثانی ، وأن المراد بالإذن الإذن الخاص ، والحکمة في مصلحة الناس تقتضی هذا ، والواقع في شئونهم یشهدله. وإذ کان هذا حاله فلا غرابة في خفاء وجه التأثیر علینا''.

① تفسیر ابن کثیر : ۱/۲۰۰۔

''یعنی جو افعال اثر انداز ہوتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں پہلی قسم تو وہ ہے جس کے اثر انداز ہونے کی اللہ تعالیٰ نے مطلق اجازت دے رکھی ہے پھر جب چاہتا ہے اسے موثر ہونے سے روک دیتا ہے۔ اس کی مثال آگ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جلانے کی مطلق اجازت دے رکھی ہے پھر جب چاہتا ہے تو اسے جلانے سے روک دیتا ہے فرمایا:

''ہم نے کہا اے آگ! ٹھنڈک اور سلامتی بن جا ابراہیم پر''۔

دوسری قسم وہ ہے جسے اثر انداز ہونے سے مطلق روک دیا گیا ہے، پھر جب مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اسے تاثیر عطا کر دی جائے تو یہ روک ہٹالی جاتی ہے لہٰذا موثر ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جادو کے بارے میں فرمانا کہ ''وہ اس کے ذریعہ اللہ کی اذن کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دوسری قسم میں سے ہے، اور (یہاں) اذن سے مراد اذن خاص ہے، اور لوگوں کی مصلحت کے متعلق حکمت کا تقاضا یہی ہے، اور ان کے معاملات میں حقیقت حال اسی کی شہادت دیتی ہے، اور جب اس کا یہی حال ہے تو ہمارے اندر اس کے اثر انداز ہونے کی صورت کا مخفی رہ جانا کوئی تعجب خیز نہیں ہے''۔ ①

دیکھئے کیسی حکیمانہ عبارت ہے اور صاحب عبارت کے علمی تعمق اور فقہی بصیرت کی واضح دلیل اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طویل خدمت کا نتیجہ۔ ایسا تفقہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وانعام کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور اس عبارت میں ان لوگوں کا بھی جواب آ گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جادو ان پر اثر انداز کیوں نہیں ہوتا۔ دیگر آیات سے بھی اس موضوع پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں بہت سی باتیں عرض کی جا سکتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے انھیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اگر مستقبل میں اس کی ضرورت پڑی تو ان شاء اللہ دیگر دلائل قرآنی بھی پیش کر دیے جائیں گے۔

احادیث کے دلائل

۱۔ بخاری ومسلم اور بہت سارے محدثین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا اور اس کا اثر آپ پر یہ ہوا کہ آپ کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ نے اپنی بیویوں سے صحبت فرمائی ہے مگر حقیقت میں ایسا

① الأنوار الکاشفة: ۲۵۰۔

نہیں ہوتا تھا۔اس حدیث پر بحث ان شاء اللہ ہم آگے چل کر کریں گے۔ ①

- **عجوہ کھجور کھانے سے جادو سے حفاظت ہوتی ہے :**

۲۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

''سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَ لَا سِحْرٌ''۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو صبح صبح سات عجوہ کھجوریں کھائے گا اس دن اسے کوئی زہر اور جادو نقصان نہ پہنچا سکے گا''۔ ②

اس حدیث میں اس بات کی واضح اور قوی دلالت پائی جاتی ہے کہ جس طرح انسان کے اندر زہر کی وجہ سے نقصان دہ اثرات مرتب ہوتے ہیں اسی طرح جادو سے بھی انسان کو نقصان پہنچتا ہے اور جادو ایک مرض کی صورت انسان کو لاحق ہو جاتا ہے لہٰذا نبی ﷺ نے دعا کے ساتھ ساتھ اس کا ایک مادی علاج بھی تجویز فرمایا۔امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی جانب معلوم ہوتا ہے کہ جادو ایک مرض ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''فإن قلت ما وجه ايراد باب السحر في كتاب الطب قلت لا شك أن السحر نوع من المرض وهو يمرض المسحور''۔

''اگر تم یہ کہو کہ امام بخاری نے کتاب الطب میں جادو کے باب کو کیوں ذکر فرمایا ہے؟ تو میں جواب دوں گا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جادو ایک طرح کا مرض ہے اور وہ مسحور (جس پر جادو کیا گیا ہو) کو بیمار کر دیتا ہے''۔

- **مذکورہ حدیث کو بھی بعض لوگوں کی عقل قبول نہیں کر پاتی ہے اور انھوں نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔**

- **نظرِ بد کے اثرات :**

۳۔ امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

---

① اس بحث کے لئے دیکھیے : پیرزادہ محدثین کی عدالت میں۔

② بخاری کتاب الطب۔

''اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْئٌ سَابِقَ الْقَدْرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ''۔

''نظر حق ہے، اور اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو نظر اس سے آگے بڑھ جاتی''۔

نظر بد کے شدید اثر پر دلالت کرنے والا ایک واقعہ

نظر کا بسا اوقات اثر کتنا شدید ہوتا ہے مندرجہ ذیل واقعے سے اس پر روشنی پڑتی ہے :

- امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے وہ ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھ لیا، اس پر انھوں نے کہا: واللہ آج کی طرح تو میں نے کسی پردے والی کی بھی جلد نہیں دیکھی! فرماتے ہیں : تب سہل زمین میں لوٹنے لگے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامر کے پاس آئے اور فرمایا: ''کیوں تم میں کا کوئی اپنے بھائی کو مارے ڈالتا ہے کیوں نہ برکت کی دعا دی (یعنی بارک اللہ فیک کیوں نہ کہا) ان کی خاطر غسل کرو'' چنانچہ عامر نے ان کی خاطر اپنا چہرہ، اور اپنے دونوں ہاتھ، اور اپنی دونوں کہنیاں اور دونوں گھٹنے، اور دونوں پیروں کے کنارے، اور اپنے ازار کا داخلی حصہ ایک برتن میں دھلا، پھر ان کے اوپر ڈالا تو وہ لوگوں کے ساتھ گئے''۔ ①

نظر کے حق ہونے اور اس کے شدید آثار کے سلسلے میں بہت سی صحیح وثابت روایتیں موجود ہیں۔ مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ نظر بد کے اثر انداز ہونے کے کیا کوئی ظاہری اسباب دکھائی دیتے ہیں؟ مگر اس کے باوجود یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی ایسا ہی شخص کرسکتا ہے جو کسی دوسری دنیا میں بستا ہو۔

نظر بد کی تاثیر پر ابن قیم کی ایک عمدہ بحث

- **نظر کے متعلق علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوف کی پوری بحث افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ قارئین کروں۔ علامہ فرماتے ہیں :**

''جن کے پاس سمع (روایات) وعقل کا حصہ کم ہے انھوں نے نظر کے معاملے کو باطل قرار دیا ہے اور کہا کہ

① زادالمعاد کے معلق نے مالک والی روایت کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے۔ دونوں روایتیں زادالمعاد میں دیکھئے : ۴/ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔

یہ تو وہمی چیز ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہ لوگ سمع وعقل کے سلسلے میں سب سے بڑے جاہل ہیں اور (ان کی عقلوں) پر بڑا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کا مزاج بڑا غلیظ ہے یہ لوگ ارواح ونفوس اور ان کی صفات وافعال اور تاثیرات کی معرفت سے بہت دور ہیں۔ تمام ادیان کے عقلاء اپنے ملل وادیان کے اختلاف کے باوجود نظر کے معاملے کا انکار نہیں کرتے، اگرچہ نظر کے اثر انداز ہونے کے سبب اور وجہ کے بارے میں ان کا اختلاف ہو۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ :

جب عائن (نظر لگانے والے) کے نفس کے اندر خراب کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو اس کی آنکھ سے تیزی کے ساتھ ایک زہریلی قوت خارج ہوتی ہے جو معین (جسے نظر لگی ہو) سے اتصال کرتی ہے جس کے نتیجے میں وہ نقصان اٹھاتا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ چیز مستنکر (قابل انکار) نہیں ہے، جس طرح اس بات کو مستنکر نہیں سمجھا جاتا ہے کہ سانپ کی آنکھوں سے ایک زہریلی قوت تیزی کے ساتھ خارج ہوتی ہے جو انسان کو لاحق ہوجاتی ہے اور وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ یہ بات سانپوں کی بعض اقسام کے بارے میں مشہور ہے کہ جب ان کی نگاہ انسان پر پڑتی ہے تو وہ ہلاک ہوجاتا ہے، اسی طرح نظر لگانے والے کا معاملہ بھی ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ :

یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ بعض لوگوں کی آنکھ سے کچھ نادیدہ لطیف جواہر خارج ہوں، جو نظر کا شکار ہونے والے کو لاحق ہوجائیں اور اس کے مسام جسم میں سرایت کر جائیں جس کی وجہ سے اسے نقصان پہنچے۔

ایک تیسری جماعت کہتی ہے :

اللہ تعالیٰ نے یہ عادت بنالی ہے کہ جب نظر لگانے والے کی آنکھ کا سامنا اس شخص سے ہوتا ہے جسے وہ نظر لگاتا ہے تو جو نقصان وہ چاہتا ہے پیدا فرمادیتا ہے بغیر اس کے کہ آنکھ سے حقیقت میں کوئی قوت، سبب اور تاثیر ظاہر ہو۔ اور یہ اسباب وقوی اور دنیا میں تاثیر کے منکرین کا مذہب ہے، اور ان لوگوں نے اپنے اوپر علل وتاثیرات اور اسباب کا دروازہ بند کرلیا ہے، اور تمام عقلاء کی مخالفت کی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ نے اجسام وارواح میں مختلف قوتیں اور طبیعتیں پیدا کر رکھی ہیں، اور ان میں سے بہت سی چیزوں میں اثر کرنے والے خواص وکیفیات رکھی ہیں، اور کسی عقل مند کے لئے اجسام

میں ارواح کی تاثیر کا انکار ممکن نہیں ہے۔ یہ چیز تو مشاہد و محسوس ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی ایسا آدمی کسی پر نظر ڈالتا ہے جس سے وہ شرم وحیا محسوس کرتا ہے تو اس کا چہرہ کس قدر سرخ ہو جاتا ہے اور جب کوئی ایسا آدمی اس کو دیکھتا ہے جس سے وہ خوف کھاتا ہے تو اس کا چہرہ کیسا زرد ہو جاتا ہے اور لوگوں نے اس شخص کا مشاہدہ کیا ہے جو نظر سے بیمار پڑ جاتا ہے اور اس کے قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں، اور یہ تمام چیزیں ارواح کی تاثیر کے واسطے سے اور آنکھ کے ساتھ اس کے شدید ارتباط کے سبب واقع ہوتی ہیں جس (یعنی آنکھ) کی طرف فعل کو منسوب کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ موثر آنکھ نہیں ہوتی ہے بلکہ تاثیر تو روح کی ہوتی ہے۔ اور ارواح اپنی طبیعتوں اور قوتوں اور کیفیات اور خواص میں مختلف ہوتی ہیں، چنانچہ حاسد کی روح محسود کے لئے واضح طور پر ایذاء رساں ہوتی ہے اسی لئے اللہ سبحانہ نے اپنے رسول کو اس کے شر سے اپنی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور محسود کی ایذاء رسانی میں حاسد کی تاثیر ایسا معاملہ ہے جس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو انسانیت کی حقیقت سے خارج ہو۔ اور یہی نظر کے لاحق ہونے کی اصل ہے۔ کیونکہ خبیث حاسد نفس کے اندر ایک خبیث کیفیت پیدا ہوتی ہے جو محسود کا سامنا کرتی ہے، تو اس کے اندر اسی خاصیت کے واسطے سے اثر انداز ہوتی ہے۔ اور اس کی قریب ترین مثال سانپ ہے کیونکہ بالقوۃ اس کے اندر زہر پوشیدہ ہوتا ہے، پھر جب وہ اپنے دشمن کا سامنا کرتا ہے، تو اس سے ایک غضب ناک قوت خارج ہوتی ہے اور خبیث ایذاء رساں کیفیت میں بدل جاتی ہے، ان میں سے بعض کی کیفیت تو سخت اور قوی ہوتی ہے یہاں تک کہ جنین کے اسقاط میں موثر ثابت ہوتی ہے اور ان میں سے بعض کی بینائی کو سلب کرنے میں اثر انداز ہوتی ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے چھوٹی دم والے سانپ اور دو دھاری سانپ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں آنکھوں کی بینائی سلب کر لیتے ہیں اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔ اور بعض کی کیفیت تو نفس کی شدت خباثت کے سبب محض دیکھنے ہی سے بغیر کسی طرح کا اتصال ہوئے اثر انداز ہوتی ہے، اور تاثیر جسمانی اتصالات ہی پر موقوف نہیں ہے، جیسا کہ طبیعت وشریعت کا کم علم رکھنے والے گمان کرتے ہیں، بلکہ کبھی تاثیر اتصال کے سبب ہوتی ہے اور کبھی سامنا ہونے کی وجہ سے اور کبھی رویت کے سبب اور کبھی روح کے اس ذات کی طرف متوجہ ہونے کے سبب جس کے اندر وہ اثر انداز ہوتی ہے، اور کبھی دعاؤں اور منتروں اور تعوذات کے سبب، اور کبھی وہم وخیال کی وجہ سے، نظر لگانے والے کے نفس کی تاثیر رویت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ کبھی تو وہ اندھا ہوتا ہے پھر جب اس سے کسی چیز کا وصف بیان کیا جاتا ہے تو اس کا نفس اس میں اثر انداز ہو جاتا ہے

اگرچہ وہ اسے نہ دیکھے، بہت سے نظر لگانے والے تو اس شخص پر جسے وہ نظر لگاتے ہیں بغیر دیکھے ہوئے وصف ہی سے اثر انداز ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نبی سے فرمایا کہ :

﴿وَإِن يَكَادُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَيُزۡلِقُونَكَ بِأَبۡصَٰرِهِمۡ لَمَّا سَمِعُواْ ٱلذِّكۡرَ﴾ [القلم:۵۱]۔

''اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں، جب کبھی قرآن سنتے ہیں''۔

(حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی حمایت وحفاظت نہ حاصل ہوتی تو آپ کفار کی حاسدانہ نظروں سے نظر بد کا شکار ہو جاتے۔فیضی)

اور فرمایا :

﴿قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلۡفَلَقِ ۝١ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِي ٱلۡعُقَدِ ۝٤ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾

''آپ کہہ دیجئے! کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی) اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے''۔

تو ہر نظر لگانے والا حاسد ہے اور ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہے لہٰذا جب حاسد نظر لگانے والے سے عام ہے تو اس سے پناہ مانگنا نظر لگانے والے سے پناہ مانگنا ٹھہرا، اور یہ ایک تیر ہے جو حاسد اور عائن (نظر لگانے والے) کے نفس سے نکلتا ہے اور محسود ومعین جسے نظر لگانا مقصود ہو) کی طرف جاتا ہے اور کبھی تو اسے لگ جاتا ہے اور کبھی خطا کر جاتا ہے۔لہٰذا اگر اسے کھلا پاتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی سامان حفاظت نہ ہو تو اثر کر جاتا ہے اور اگر ہشیار وہتھیار بند پاتا ہے کہ اس میں تیروں کے نفوذ کی جگہ نہیں ہوتی تو اس پر بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے اور بسا اوقات تو تیر تیر انداز ہی پر پلٹ جاتے ہیں اور یہ بالکل محسوس تیر اندازی کی طرح کا معاملہ ہے (بس فرق اتنا ہے کہ) یہ نفوس وارواح کی جانب سے ہوتی ہے اور وہ اجسام واشخاص کی جانب سے۔اور اس کی اصل نظر لگانے والے کا کسی چیز سے پسند خاطر ہونا ہے۔پھر اس کے خبیث نفس کی کیفیت اس کا پیچھا کرتی ہے پھر اپنے زہر کی تنفیذ کی خاطر معین (جس پر نظر لگانا ہو) پر ایک نظر ڈالنے کی مدد لیتی ہے۔اور کبھی کبھی آدمی خود پر بھی نظر لگا لیتا ہے، اور کبھی بغیر ارادے کے ہی۔ بلکہ اپنی جبلت سے ہی، اور یہ انسانیت کی سب سے بدترین قسم ہے، اور فقہا میں سے ہمارے اصحاب نے اور دیگر لوگوں نے کہا کہ اگر

کوئی آدمی اس بات سے معروف ہو تو امام اسے نظر بند کردے گا، اور اس کی موت تک اس کا خرچ اٹھاتا رہے گا، اور یہی بات یقینی طور پر صحیح ہے''۔ ①

جادوگر شیاطین کی مدد لیتے ہیں اور شیطان کی ضرر رسانی مستبعد نہیں

- **جادو کی تعریف میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اس کی ایک قسم یہ ہے کہ جادوگر اس سلسلے میں شیاطین کی مدد طلب کرتا ہے۔ اور مدد طلب کرنے کے متعلق تو قرآن نے بھی سورۂ جن میں اشارہ کیا ہے :**

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

چنانچہ یہ بات ثابت اور مسلم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو بھی کچھ قوتیں عطا کر رکھی ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف احادیث میں آیا ہے اور یہ بھی کھلی ہوئی بات ہے کہ شیاطین بنی آدم کے دشمن ہیں اور ان کی ایذاء رسانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے اور جب کوئی ان کی دہائی دیتا ہے یا ان کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر کوئی ایسا ذریعہ اختیار کرتا ہے جو شیاطین کو مطلوب ہے تو وہ کبھی کبھی ایسے لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی کبھی اپنی کوشش میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ اور ان تمام باتوں کی تفصیل کتاب وسنت کے ذخیرے میں موجود ہے جن کے ذکر کرنے کا یہ موقعہ نہیں، جو کتابیں خاص طور سے اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان میں یہ تفاصیل دیکھی جا سکتی ہیں۔ جب معاملہ ایسا ہی ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات کہ جب کوئی جادوگر اپنے منتر کے ذریعہ شیاطین کی دہائی دے اور شیاطین اس کے مطلوبہ دشمن پر حملہ آور ہوں اور وہ کامیاب ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیاطین کے شر سے پناہ مانگنے کے سلسلے میں مختلف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ یہ نہ کہا جائے کہ یہ شر تو محض معنوی ہوتا ہے مادی نہیں، اس لئے کہ یہ چیز عقلا وشرعا مشاہدہ اور تجربہ ہر اعتبار سے ثابت ہے۔

- **امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

ذكر الأشعرى في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الجنى يدخل في بدن

① زادالمعاد : ۱۶۵/۴ تا ۱۶۸۔

المصروع كما قال تعالى:

﴿ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ﴾ [البقرة:٢٧٥]۔

''سودخور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے''۔

- **اشعری رحمہ اللہ نے مقالات اہل السنۃ والجماعۃ میں نقل فرمایا ہے کہ :**

''اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جن مصروع (جسے جن لگا ہو) کے بدن میں داخل ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو''۔

- **عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں :**

''میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ جن انسان کے بدن میں نہیں داخل ہوتا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا : اے بیٹے! یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، یہ دیکھو کہ وہ تو اس کی زبان پر گفتگو کرتا ہے''۔

اور یہ چیز اپنی جگہ پر مفصل بیان کی گئی ہے۔

مقصد یہاں پر یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام گروہ جن کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ اسی طرح بیشتر کفار بھی جیسے عام اہل کتاب، اسی طرح اولاد سام میں سے عام مشرکین عرب وغیرہ اور اولاد حام میں سے ہند وغیرہ کے عام لوگ۔ اسی طرح اولاد یافث میں سے بیشتر کنعان اور یونان کے لوگ وغیرہ۔ چنانچہ بیشتر جماعتیں جن کا اقرار کرنے والی ہیں۔ بلکہ یہ لوگ تو اس معاونت کا بھی اقرار کرتے ہیں جو وہ منتروں کے ذریعہ جن سے حاصل کرتے ہیں، خواہ یہ چیز اہل ایمان کے نزدیک جائز ہو یا شرک، کیونکہ مشرکین ایسے منتر اور طلسمات اور دم پڑھتے ہیں جو عربی میں نہیں سمجھے جاتے ان میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جن میں جنات کا شرک ہوتا ہے''۔ [1]

آگے چل کر شیخ الاسلام رحمہ اللہ :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

---

[1] مجموع الفتاوی جلد ١٩ ص : ١٣۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

کے تحت فرماتے ہیں :

''ایک انسان جب وادی میں پڑاؤ ڈالتا۔اور وادیوں میں جن کے پائے جانے کا گمان رہتا ہے کیوں کہ وہ بلند جگہوں کی بنسبت وادیوں میں زیادہ رہتے ہیں۔تو انسان کہتا : میں یہاں کے سفہاء سے اس وادی کے بڑے کی پناہ چاہتا ہوں، لہٰذا جب جنوں نے دیکھا کہ انسان ان کی پناہ مانگتے ہیں تو ان کی سرکشی میں اضافہ ہوگیا اور ان کے اندر تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اور اسی وجہ سے وہ جنتر منتر پڑھنے والوں کو اپنے اور اپنے بادشاہوں کے ناموں سے جواب دیتے ہیں، اس لئے کہ وہ (منتر پڑھنے والا) ان کو ایسے شخص کے ناموں کی قسم دلاتا ہے جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں، چنانچہ اس کے ذریعہ ان کو انسان پر برتری اور شرف حاصل ہوتا ہے جو انھیں اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ (منتر پڑھنے والوں) کی کچھ مانگیں پوری کردیں، خاص طور سے اس لئے بھی کہ وہ جانتے ہیں کہ انسان ان سے اشرف اور قدر و منزلت کے اعتبار سے زیادہ عظمت کا حامل ہے۔لہٰذا جب انسان ان کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ان کی پناہ مانگنے لگتے ہیں تو یہ چیز ان کے لئے اس طرح کی ہوجاتی ہے جس طرح بڑے لوگ چھوٹوں کے سامنے اس لئے جھک جاتے ہیں کہ وہ ان کی ضرورتیں پوری کردیں۔

پھر شیاطین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کفر و شرک اور رب کی معصیتوں کو اپنا لیتے ہیں۔ابلیس اور اس کے شیطانی فوجی شر کی اشتہار رکھتے ہیں، اور اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور اس کی جستجو کرتے ہیں، اور اپنے نفوس کی خباثت کے تقاضے کے مطابق اس کی حرص رکھتے ہیں۔خواہ یہ چیز ان کے اور جنھیں یہ گمراہ کرتے ہیں ان کے عذاب کا موجب ہی کیوں نہ ہو۔جیسا کہ ابلیس نے کہا :

﴿فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٨٢ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾ [ص:٨٢-٨٣]۔

''کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہکاؤں گا بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں''۔

اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے :

﴿قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [بنی اسرائیل:٦٢]۔

''اچھا دیکھ لے تو نے اسے مجھ پر بزرگی دی ہے لیکن مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز

تھوڑے بہت لوگوں کے اپنے بس میں کرلوں گا‘‘۔

اور فرمایا بزرگ و برتر نے :

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُۥ فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ [سباء:۲۰]۔

’’ابلیس نے ان کے بارے میں جو سوچ رکھا تھا اسے سچا کر دکھایا یہ سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنین کی ایک جماعت کے‘‘۔

اور جب انسان کا نفس یا اس کا مزاج فاسد ہوجاتا ہے تو وہ ایسی چیز کی خواہش کرتا ہے اور اس سے لذت اندوز ہوتا ہے جو اسے نقصان پہنچائے؛ بلکہ اس کے ساتھ ایک طرح سے عشق کرنے لگتا ہے جو اس کی عقل اس کے دین اور اس کے مال کو فاسد کردیتا ہے، اور شیطان تو بذات خود خبیث ہے لہٰذا جب منتروں والا اور قسمیں دلانے والا اور جادوئی روحانیات کی کتابوں والا اور اسی طرح کے لوگ ان کے محبوب کفر وشرک کے ذریعہ ان کا تقرب تلاش کرتے ہیں تو یہ چیز ان کے لئے رشوت اور گھوس جیسی ہوجاتی ہے لہٰذا ان کے بعض اغراض کو وہ پورا کردیتے ہیں۔ (بالکل) اسی شخص کی مانند جو کسی کو اس لئے مال دیتا ہے کہ وہ اس کی خاطر جسے وہ چاہتا ہے قتل کردے یا کسی فحش کام پر اس کی مدد کرے یا اس کے ساتھ کوئی فحش کام کرے۔

یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے بہت سے کاموں میں یہ لوگ اللہ کے کلام کو نجس چیزوں سے لکھتے ہیں۔اور کبھی کلام اللہ عزوجل کے حروف کو الٹ پلٹ دیتے ہیں یا تو سورۂ فاتحہ کے حروف کو یا قل ہو اللہ احد کے یا ان کے علاوہ دوسری سورت کے حروف کو۔ یا تو خون سے لکھتے ہیں یا اس کے علاوہ دوسری چیز سے یا بغیر نجاست ہی کے لکھتے ہیں۔ یا اس کے علاوہ کوئی دوسری ہی چیز لکھتے ہیں جس سے شیطان راضی ہوتا ہے یا اسے بولتے ہیں۔تو جب یہ لوگ کوئی ایسی چیز بولتے یا لکھتے ہیں جن سے شیاطین راضی ہوتے ہیں تو ان کے بعض اغراض کو پورا کرنے کے سلسلے میں یہ ان کی مدد کردیتے ہیں، (اور وہ چیزیں مثلا) یا تو کسی جگہ کے پانی کو تہہ میں پہنچا دینا، یا تو ہوا میں اٹھا کر کسی جگہ پہنچا دینا، یا کچھ لوگوں کے اموال میں سے کوئی مال لا کر انھیں دے دیں، جیسا کہ شیاطین خیانت کرنے والوں کے اموال کو یا جس نے ان پر اللہ کا نام نہیں لیا ہوتا ہے چوری کر لیتے ہیں اور اس کے پاس لے آتے ہیں، یا اس کے علاوہ دیگر چیزیں ہیں۔

اور میں معین امور کے اقسام میں سے ہر قسم کے متعلق معرفت رکھتا ہوں اور جنھیں میں جانتا ہوں ان میں سے کس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے جس کی حکایت طوالت کی متقاضی ہے، کیونکہ

ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں''۔ ①

اس موضوع پر بہت سے علماء واکابرین اور تجربہ ومشاہدہ کرنے والوں کے حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں، مگر جولوگ انصاف کے ساتھ ہماری پیش کردہ باتوں پر غور وفکر کریں گے ان شاءاللہ ان کے لئے اتنی ہی باتیں کافی ہوں گی۔

- **غیبی امور میں ایک مومن کا فریضہ :**

آخر میں اتنی بات ضرور عرض کروں گا کہ اس طرح کی چیزیں انسان کے لئے غیبی امور کی حیثیت رکھتی ہیں اور جب قرآن وسنت میں اس کا اثبات کیا گیا ہے تو ایک مومن کا فرض بنتا ہے کہ آیات کی بے جا تاویل یا احادیث میں شکوک وشبہات ابھارنے کے بجائے ان پر ایمان لائے خواہ یہ باتیں اس کی سمجھ میں آسکیں یا نہ آسکیں اس لئے کہ ہر چیز ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کی سمجھ میں آجائے۔ بسا اوقات بالکل سامنے کا کوئی واقعہ ہوتا ہے مگر انسان اس کی توجیہ سے قاصر رہ جاتا ہے کیونکہ انسان کی عقل کا دائرہ محدود ہے اور قوت فہم وادراک مختلف ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات میں ایک واضح صفت یہ بتائی ہے کہ ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ ''وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں''۔

جادوگر اپنی جادوگری سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے؟

اگر آپ مذکورہ بالا نقول پر غور فرمائیں جو آپ کے سامنے پیش کئے گئے تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی کہ اس مسئلے میں بڑا اضطراب پایا جاتا ہے، اور اضطراب کا سبب جادو کی حقیقت سے عدم واقفیت ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس موضوع پر بحث کرنے والے بہت سے لوگ اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔

حقیقی جادو وہی ہوتا ہے جس میں جادوگر شیطان سے مدد مانگتا ہے اور اسی کے تعاون سے اپنی جادوگری کا کاروبار چلاتا ہے، اللہ رب العزت نے ۔جس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے۔ ہمیں بڑی صراحت کے ساتھ اس حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے کہ لوگوں کو جادو سکھانے والے شیاطین ہی ہوا کرتے ہیں، چنانچہ فرماتا ہے :

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾[البقرہ:۱۰۲]۔

''سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔

سحر اور ساحروں کے متعلق بحث وتحقیق کرنے والوں سے بتواتر منقول ہے کہ انھوں نے جادوگروں اور شیطان کے ساتھ تعلقات اور رابطے کو صاف صاف تسلیم کیا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ جادوگر شیاطین کو خوش کرنے اور ان کا

① مجموع الفتاوی ج ۱۹ ص : ۳۳ تا ۳۵۔

تقرب حاصل کرنے کے لئے ہر وہ کام کرتے ہیں جو انہیں محبوب ہوں، خواہ وہ عقیدے کا فساد ہو، اعمال کی گمراہی ہو، یا حرام اور خبیث چیزوں کا کھانا ہو، وہ ان سب چیزوں کے لئے کمر بستہ رہتے ہیں، اس لئے شیاطین ان کے مقاصد کے حصول میں ان کے ساتھ تعاون کیا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ماہر علمائے کرام جادو کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''جادو ایک ایسا عمل ہے جس میں شیطان کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی مدد سے اسے انجام دیا جاتا ہے، یہ سب جادو کے وجود کا مواد ہیں، اور نظر بندی بھی جادو کی ایک قسم ہے، یہاں تک کہ آدمی یہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے حقیقت وہی ہے، حالانکہ اس کی اصل ویسی نہیں ہوتی جیسی وہ دیکھ رہا ہوتا ہے''۔ ①

شیطان کی مدد شر پسندوں اور شریروں کو ہی حاصل ہوتی ہے

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :

''جادو سے مراد ایک ایسی غریب چیز ہوتی ہے جو خارق کے مشابہ ہوتی ہے ② مگر حقیقت میں وہ خارق نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اس میں تعلیم کا اجرا ہوتا ہے (یعنی یہ چیز سیکھی جاتی ہے)، اور اس کی تحصیل میں قبیح چیزوں کا ارتکاب کر کے شیطان کی مدد مانگی جاتی ہے، اب خواہ اس قبیح چیز کا تعلق قول سے ہو، مثلاً وہ منتر اور رقیے جن میں شرکیہ الفاظ پائے جاتے ہوں، شیطان اور اس کی تسخیری صلاحیتوں کی تعریف ہو، یا اس کا تعلق عمل سے ہو، مثلاً ستاروں کی عبادت کرنا، جرائم کی پابندی کرنا، اور طرح طرح کے فسق وفجور کا ارتکاب کرنا، یا پھر اس کا تعلق اعتقاد سے ہو، مثلاً ان چیزوں کو اچھا سمجھنا جو اس کے تقرب اور محبت کی موجب ہوں، اور اس میں زور اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک شرارت اور خباثت نفس میں اس کے ساتھ مناسبت اور ہم آہنگی نہ پیدا ہو جائے، کیونکہ تناسب ہی انضمام اور تعاون کی شرط ہے، ٹھیک یہ معاملہ ایسے ہی ہے جیسے فرشتے صرف ان نیک اور منتخب لوگوں ہی کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو قول وعمل

① لسان العرب : ۱۰۶/۲۔

② خارق کا مطلب ہوتا ہے اشیاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کی سنت اور مقررہ معمول کے خلاف کسی چیز کا وجود میں آنا۔

کے ذریعہ عبادت اور تقرب الی اللہ میں ان کے مشابہ ہوتے ہیں، ایسے ہی شیاطین صرف ان شریروں اور بدمعاشوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو قول وعمل اور اعتقاد کے اعتبار سے خباثت ونجاست میں ان کے مشابہ ہوتے ہیں، اور اسی سے جادوگر اور نبی وولی کے درمیان تمیز ہوتی ہے''۔ ①

- **نواب صدیق حسن خان صاحب کی نقل کردہ عبارت کے مطابق علامہ غزالی فرماتے ہیں:**

''جادو ایک ایسی چیز ہے جس کا علم جواہر کے خواص سے آگاہی اور مطالع نجوم کے امور حسابیہ سے واقفیت کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے، پھر ان خواص سے شخص مسحور کی صورت کا ایک ہیکل بنایا جاتا ہے، اور اس کے لئے مطالع کے مخصوص وقت کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ شریعت کے مخالف کفر وفحش امور پر مبنی کچھ ایسے الفاظ بھی شامل کر دئے جاتے ہیں جنہیں بول کر شیطانی امداد تک رسائی حاصل کی جاتی ہے اور معمول کے اجراءات کے بموجب۔ اس کے مجموعے سے شخص مسحور میں غریب اور اجنبی احوال پیدا ہوجاتے ہیں''۔ ②

- **علامہ راغب صاحب اس سحر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس میں ساحر شیاطین سے مدد لیتا ہے :**

''دوم : ایک طرح سے شیاطین کا تقرب حاصل کر کے ان کی مدد سے استفادہ کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ [الشعراء:٢٢١-٢٢٢]۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں''۔

ایسے ہی مزید فرمایا :

﴿وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ [البقرہ:١٠٢]۔

''بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔ ③

یہ فہم صرف مسلم علماء پر ہی منحصر نہیں ہے، بلکہ بہت سے غیر مسلم اسکالر بھی اسی نتیجے تک پہنچے ہیں۔

---

① روح المعانی:١/٣٣٨۔

② الدین الخالص:٢/٣٢٤۔

③ المفردات في غريب القرآن، للراغب الاصفهاني : ٢٢٦۔

(انقلاب اور ریاستوں کے متحد ہونے سے پہلے) امریکا میں انگریزی نوآبادیات کے قانون میں سحر کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ :

''اس سے مراد شیطان کے ساتھ دوستی اور تعاون، یا اس کے ساتھ گفتگو کرنا، یا اس کے ساتھ کھیلنا، اور اس سے تعاون ومشورہ طلب کرنا ہے''۔ ①

● شیطان کی تان شرک پر ٹوٹتی ہے :

اور علماء نے جو بیان کیا ہے کہ جادو کے عمل کی تکمیل شیطان کی عبادت اور شرک، گناہوں اور معصیتوں کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کر کے ہوتی ہے تو لاریب یہی وہ حق ہے جو دلالت نصوص کے موافق ہے۔ کیونکہ شیطان کی سب سے بڑی منشا یہی ہے کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی تنہا عبادت سے پھیر دیا جائے اور انہیں شرک کے جال میں پھنسا دیا جائے جس کی وجہ سے وہ جہنم اور جبار کے غضب کا شکار ہو جائیں، شیطان بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھانت بھانت کے طریقے نکالتا ہے مگر ان سب کی تان بالآخر شرک ہی پر ٹوٹتی ہے جس سے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ٹھہرائے جاتے ہیں۔

● شیطان بڑا مزاج شناس ہے :

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''شیطان ہر انسان کو اس کی قدرت (اور ذوق) کے مطابق گمراہ کرتا ہے، چنانچہ جو لوگ سورج، چاند اور ستاروں کی پوجا کرتے ہیں شیطان ان کے پاس آ کر انہیں مخاطب کرتا ہے اور کچھ چیزوں کے متعلق ان سے گفتگو کرتا ہے، اور یہ لوگ اسے ستاروں کی روحانیت کا نام دیتے ہیں مگر درحقیقت وہ شیطان ہوتا ہے، ایسے ہی صنم پرستوں کا بھی معاملہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات شیاطین انہیں مخاطب کیا کرتے ہیں، یہی حال بگڑی بنانے کے لئے کسی مردے یا غائب کو پکارنے والوں کا بھی ہوتا ہے، یہی معاملہ میت سے دعا کرنے والوں یا میت کو واسطہ بنا کر دعا مانگنے والوں کا بھی ہوتا ہے، یا جو یہ سمجھتا ہے کہ اس (بابا) کی قبر کے پاس دعا مانگنا گھروں اور مسجدوں میں دعا مانگنے سے افضل ہے''۔ ②

---

① برطانوی باشندے (جون ڈیموس) کی کتاب (شیطان کے ساتھ کھیل) ملاحظہ کیجئے۔ دیکھئے : کویتی اخبار الوطن کے ایک ضمیمے کا مضمون بتاریخ: ۲۱/۷/۱۹۸۲ء۔

② مجموع الفتاویٰ : ۱۱/۲۹۲۔

- **بتوں کے اندر بھی شیاطین بولتے ہیں :**

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

''شیاطین بتوں کے اندر داخل ہوجاتے ہیں اور ان (بت پرستوں) کی کچھ مرادوں میں ان کی مدد کرتے ہیں، ایسے ہی وہ سورج، چاند اور کواکب ونجوم پرستوں کی بھی اس صورت میں مدد کرتے ہیں جب وہ انکی ایسی عبادتیں کرتے ہیں جو ان کے خیال میں ان چیزوں سے مناسبت رکھتی ہیں، جن میں ان کی تسبیح بیان کی جاتی ہے، خاص لباس اور دھونیاں وغیرہ بھی استعمال کی جاتی ہیں، تب کبھی کبھی شیاطین ان پر نازل ہوجاتے ہیں، جنھیں وہ ستاروں کی روحانیت سے تعبیر کرتے ہیں، وہ کبھی کبھی ان کی کچھ ضرورتیں بھی پوری کردیتے ہیں، جن میں ان کے دشمنوں کو قتل کرنا، انہیں بیمار کردینا بھی شامل ہوتا ہے،[1] یا پھر وہ ان کے کسی محبوب کو ان کے پاس لے آتے ہیں، یا کچھ مال وغیرہ بھی انہیں لاکر دیتے ہیں''۔[2]

- **عالم ارواح کے نام پر دھوکہ :**

شیطان خبیث ہے، اسی لئے وہ خباثت وشر اور فاسد چیزوں کو پسند کرتا ہے ان سے اسے لذت حاصل ہوتی ہے، اور جو لوگ اس خباثت سے متصف ہوتے ہیں وہ انہیں کو اپنا دوست بناتا ہے، چنانچہ جب کوئی بشر فساد اور شر کے ذریعہ اس کا تقرب چاہتا ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کے کچھ اغراض ومقاصد کے حصول میں اس کی خواہشات کی تکمیل کردیتا ہے، شیطانوں کے گمراہ کرنے کی شکلوں میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ اہل شر وفساد پر نازل ہوتے ہیں اور دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ ان کا تعلق عالم ارواح سے ہے، اور یہ بیچارے (قسم کے عامل وراقی اور جادوگر حضرات) یہی سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس آنے والا فرشتہ ہے، حالانکہ ان کے پاس جو آتا ہے وہ شیطان ہوتا ہے[3]۔

- **جھوٹے مدعیان نبوت اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب پر شیاطین کا نزول :**

اسود عنسی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کے پاس بھی شیاطین آیا کرتے تھے، اور اسے بعض مخفی امور سے متعلق

---

① یہ بیمار کردینا اسباب کے تحت ہوتا ہے جیسا کہ آنے والی تفصیلات سے ان شاءاللہ واضح ہوجائے گا۔

② ایضاح الدلالة : ۱۲۶۔

③ اور اہل تصوف میں سے بڑے بڑے اہل علم اور فقہاء اس راہ سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، اسی لئے ان میں سے کسی کی ملاقات خضر علیہ السلام سے کسی کی حضرت موسیٰ وعیسیٰ سے ہوتی ہے اور ان میں سے کچھ لوگ بحالت بیداری رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہیں، حالانکہ ان سب کا تعلق تلبیس ابلیس سے ہوتا ہے اور وہ مقدس ہستیاں اپنے اپنے اعلیٰ مقام کو چھوڑ کر اس دنیا میں کب آنے والی ہیں، اور کہاں انہیں اجازت ہے؟۔

باتیں بتایا کرتے تھے، پھر جب مسلمانوں نے اس سے قتال کیا تو انہیں اس بات کا اندیشہ رہتا تھا کہ شیاطین اسے وہ باتیں بتادیں گے جو وہ لوگ اس کے متعلق کیا کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب اس کا کفر واضح ہوگیا تو اس کی بیوی نے اس کے قتل پر مسلمانوں کی مدد کی اور وہ مارا گیا، اسی طرح مسیلمہ کذاب کے ساتھ بھی کچھ شیاطین ہوا کرتے تھے جو اسے مخفی باتوں کی اطلاع دیا کرتے تھے، اور بعض چیزوں میں اس کی مدد کیا کرتے تھے۔ ①

• اسلام کا سب سے پہلا مدعی جس نے اپنے اوپر نزول ارواح کا دعویٰ کیا تھا :

اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس پر روحوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ اسے مخاطب کیا کرتے ہیں وہ مختار بن عبید ثقفی تھا، ابن عمر اور ابن عباس تک جب یہ بات پہنچی کہ مختار اپنے اوپر نزول کا مدعی ہے تو ان دونوں نے فرمایا کہ سچ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ [الشعراء:۲۲۱-۲۲۲]۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں''۔

اور دوسرے کسی سے کہا گیا کہ مختار اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو انھوں نے فرمایا : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَٰدِلُوكُمْ﴾ [الانعام:۱۲۱]۔

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تا کہ یہ تم سے جدال کریں''۔

• ابن عربی پر نازل ہونے والی روحیں ؟

اور یہی روحیں ابن عربی صاحب فتوحات پر بھی نازل ہوا کرتی تھیں، اور انھوں نے ہی ان کے لئے کتاب الفتوحات القا کیا تھا۔ ②

• شیطانوں کی صلاحیتوں کا علم صرف کتاب وسنت سے مل سکتا ہے :

پھر جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جادو کی تکمیل شیطان کی عبادت کے بغیر اور جادوگر کے ساتھ شیطان کی معاونت کے بغیر نہیں ہوسکتی تو ہم پر یہ لازم ہوجاتا ہے کہ ہم شیاطین کی قدرتوں اور صلاحیتوں سے آگاہی حاصل کریں تا کہ اس حقیقت کو جان سکیں کہ ان کی مدد سے ایک ساحر اپنے سحر میں کہاں تک پہنچ سکتا ہے؟

① مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام : ۱۱/ ۲۸۴۔ ② مجموع الفتاوی : ۱۱/ ۲۳۸۔

جنوں اور شیطانوں کی قدرتوں اور صلاحیتوں سے واقفیت کے لئے سب سے مستند ذریعہ کتاب وسنت کے نصوص ہیں جو ہماری رہنمائی اس بات کی طرف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مخلوقات کو کن صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔

اس کتاب میں اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی جاچکی ہے، یہاں صرف انہیں کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔اس حقیقت کو ذہن نشین رکھیں کہ جنات بھی ایک عقل رکھنی والی مخلوق ہیں اور اللہ نے انسانوں کی طرح انہیں بھی اپنی عبادت واطاعت کے لئے پیدا فرمایا ہے، ان میں بھی کچھ مومن اور کچھ کافر ہیں، انہیں اس بات کی قدرت ہے کہ ہمیں دیکھ سکیں، مگر ہمیں یہ قدرت نہیں ہے کہ ہم انہیں دیکھیں، انہیں یہ صلاحیت بھی عطا کی گئی ہے کہ وہ دنیا کے مختلف گوشوں میں بڑی تیزی کے ساتھ منتقل ہوتے رہیں، وہ فضا کی بلندیوں پر چڑھ جاتے ہیں، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہوئے بھاری بوجھ اٹھا کر بھی لے جاسکتے ہیں، ایسے ہی وہ مختلف شکلیں اختیار کرسکتے ہیں، کبھی کسی بشر کی صورت میں آتے ہیں، کبھی کوئی حیوان یا سانپ وغیرہ بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی سلیمان علیہ السلام کا تابع فرمان بنادیا تھا، وہ ان کے لئے بلند وبالا محل تعمیر کیا کرتے تھے، نادر قسم کے مجسمے بناتے تھے، بڑی بڑی صینیاں، تھالیں اور دیگیں بنایا کرتے تھے، سمندروں کی تہوں میں غوطے لگا کر موتی نکالتے تھے، اور اگر ان میں سے کوئی مخالفت یا نافرمانی پر آمادہ ہوتا تو اسے قید کردیا جاتا تھا، اور بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا تھا۔

شیطان کو اس بات کی طاقت بھی عطا کی گئی ہے کہ وہ کچھ بندوں کو نقصان پہنچادے، ایک عفریت نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو نقصان پہنچادے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی چال کو خود اسی کی گردن میں ڈال دیا، اور اپنے رسول کو اس پر غلبہ عطا فرمادیا۔

اور رسول اللہ ﷺ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شیطان انسان کے اندر اس کی خون کی نالیوں میں دوڑتا پھرتا ہے''۔

چنانچہ بخاری ومسلم کی صحیحین میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ''۔

''شیطان انسان کے اندر اس کے خون کی رگوں میں دوڑتا ہے''۔

• شیاطین کا علم :

نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شیاطین کے پاس بہت علم ہے، وہ لوگ انسانی تکوین ووجود اور اسے بیمار کرنے والی

اشیاء کے متعلق بڑی معلومات رکھتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کن چیزوں سے اسکی صحت وتندرستی بحال ہوسکتی ہے، ایسے ہی انہیں عناصر اور مخلوقات کے خصائص کا بھی بہت علم ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سلسلے میں ان کا علم بشر کے علم سے زیادہ ترقی یافتہ ہو۔

- مگر یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ شیاطین انبیاء ورسل کے ان معجزات جیسے کارنامے انجام دینے سے قاصر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے حق میں فرماتا ہے :

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ﴾ [الشعراء: ۲۱۰-۲۱۱]۔

''اس قرآن کو شیطان نہیں لائے نہ وہ اس کے قابل ہیں، نہ انہیں اس کی طاقت ہے''۔

- یہ آیت اس بارے میں نص صریح ہے کہ شیاطین قرآن کریم کی نقل پیش کرنے اور اس کی مماثل کوئی چیز لانے سے قاصر ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام جنوں اور انسانوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا :

﴿قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الاسراء: ۸۸]۔

''کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں''۔

- رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ شیطان خواب میں رسول اللہ ﷺ کی شکل بنا کر نہیں آسکتا ہے۔

- ایسے ہی شیاطین فضا کی متعینہ حدوں کو پار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں :

﴿يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ إِنِ ٱسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا۟ مِنْ أَقْطَارِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ فَٱنفُذُوا۟ ۚ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِأَىِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ﴾ [الرحمن: ۳۳-۳۵]۔

''اے گروہ جنات وانسان! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو! بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے''۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ شیطان بند دروازہ کھولنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، نہ

ڈھانپے ہوئے برتن کھول سکتا ہے، نہ باندھی ہوئی چھاگلیں کھول سکتا ہے۔

شیاطین کچھ پیدا کرنے سے قاصر ہیں :

- اور جو چیزیں شیطان کی قدرت سے باہر ہیں ان میں سے ایک چیز کا بیان حسب ذیل آیت میں کیا گیا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخْلُقُوا۟ ذُبَابًا وَلَوِ ٱجْتَمَعُوا۟ لَهُۥ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلْمَطْلُوبُ﴾ [الحج:۷۳]۔

''لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے''۔

یہ آیت پوری وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے سوا پوجی جانے والی تمام چیزیں پیدا کرنے اور زندہ کرنے سے قاصر ہیں، گو وہ مخلوق مکھی جیسی کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنات بھی ان معبودان باطلہ میں سے ہیں جو اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں۔

شیاطین کی صلاحیتوں پر پھر سے ایک سرسری نظر :

اب جب یہ بات آپ کو معلوم ہوگئی کہ شیطان کن چیزوں کی استطاعت رکھتا ہے اور کون سی چیزیں اس کی استطاعت سے باہر ہیں تو اس مسئلے میں جو حق ہے وہ بھی آپ پر واضح ہو گیا، اور یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ شیطان بذات خود یا اپنے پاس موجود علوم کے ذریعے کبھی کبھی بعض لوگوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور انہیں بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیتا ہے، عقل کو زائل کر دیتا ہے اور کسی عضو کو بگاڑ دیتا ہے۔ ایسے ہی وہ جادوگر کو اٹھا کر ہوا میں بلند کر دیتا ہے، اسے تنگ جگہوں سے نکال لے جاتا ہے، اسے لیکر تپلی رسی پر دوڑتا ہے، اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ٹڈیوں اور کھٹملوں کو لے جا کر بعض شہروں اور بستیوں میں ڈال دے۔

- **جنات کے اندر دوا اور علاج کی صلاحیت :**

ایسے ہی جنات بالکل انسانوں کی طرح کچھ بیماریوں کا علاج کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، مثلاً بہرے پن کا علاج، بالوں کے ساقط ہو جانے کا علاج، دلوں کی بیماریوں اور آنت کی بیماریوں کا علاج یا انہیں جیسی دیگر

بیماریوں کا علاج۔

- **شیطانوں کی عاجزی کے میدان :**

اور جو چیزیں شیطانوں کی استطاعت سے باہر ہیں، ان میں مردوں کو زندہ کرنا، بے زبان جانوروں کو گویائی عطا کرنا، انسان کو گدھے میں تبدیل کر دینا اور گدھے کو انسان بنا دینا وغیرہ۔

نیز شیطان انبیاء کے معجزات جیسی چیزیں بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، چنانچہ وہ چاند کو شق کر سکتا ہے نہ سمندر کو پھاڑ سکتا ہے، نہ کھانا پیدا کر سکتا ہے، نہ ہی چٹان سے اونٹنی نکالنے پر قادر ہے، ہاں شیاطین اس طرح کی چیزوں کو انجام دینے سے کمتر اور حقیر و ذلیل ہیں، اور جو لوگ اس طرح کی چیزوں کو جائز ٹھہراتے ہیں ان کے ساتھ نہ کوئی عقلی دلیل ہوتی ہے نہ نقلی۔

- **ایک شبہ اور اس کا جواب :**

شبہ : مگر یہاں ایک شبہ یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ دعوے کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے جادوگر کو دیکھا ہے کہ وہ مردے کو زندہ کر دیتا ہے، یا دوسرا جادوگر بے زبان جانوروں کو بولنے پر لگا دیتا ہے، اور تیسرا کسی انسان کو گدھا بنا دیتا ہے، اور چوتھا سانپوں کو پکڑ لیتا ہے۔

جواب : ان میں سے بہت سی چیزیں جادوگری کی اس قسم سے متعلق ہو سکتی ہیں جسے تخییل سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس میں نظر بندی کا کمال ہو سکتا ہے۔ اور فرعون کے جادوگروں نے اسی طرح کی فنکاری کا مظاہرہ کیا تھا، انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا تھا، جس کی وجہ سے دیکھنے والوں کو ان کی رسیاں اور لاٹھیاں بھاگتے دوڑتے سانپ نظر آتی تھیں۔

- ابن بطوطہ اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ اس نے (ذيبة المهل) نامی ایک جزیرے میں دیکھا کہ ایک گروہ کے اعزاز میں ایک محفل منعقد کی گئی ہے جنھیں فقراء سے موسوم کیا جاتا تھا، وہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تھے اور ننگے پاؤں اس پر چلا کرتے تھے، اور ان میں سے کچھ لوگ اسے مٹھائی کی طرح کھاتے تھے۔ [1]

- علامہ صدیق حسن خان صاحب نے ابن بطوطہ کے حوالے سے اسی واقعے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

''ان لوگوں کو ۔اپنی اصطلاح اور عرف کے مطابق۔ ابدال کہا جاتا ہے، ان میں سے کچھ لوگ ملک

---

[1] رحلة ابن بطوطة : ٢/ ٢٦٥۔

ہندوستان کے شہر قنوج میں بھی ہمارے زمانے میں پائے گئے، مگر بعد میں یہ سب ختم ہو گئے''۔ ①

- **سانپوں اور اژدہوں کا جادو سحر کے عجائبات میں سے ہے :**

قرافی فرماتے ہیں :

''میں نے بعض جادوگروں کو دیکھا کہ وہ بڑے بڑے سانپوں پر جادو کر دیتے ہیں، وہ ان کے سامنے آتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے ان کے آگے مردہ ہو جاتے ہیں، پھر انہیں ہوش آتا ہے اور جب وہ دوبارہ وہی کلام پڑھتے ہیں تو پھر سدا ان کا یہی حال ہو جایا کرتا ہے، وہ جادوگر اس سلسلے میں یہی پڑھا کرتا تھا کہ : ''موسیٰ اپنی لاٹھی سے، محمد اپنے فرقان سے، اے چھوٹوں کو سکھانے والے مجھے بھی سکھا دے کہ میں سانپ کو اور لپیٹنے والی چیز کو کیسے پکڑوں، اور اس کے اندر ایک ایسی مضبوط قوت نفس پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے ان کلمات سے مذکورہ اثر حاصل ہو جاتا تھا''۔ ②

- **صاحب ''الموسوعة العربية الميسرة'' لکھتے ہیں :**

''سانپوں اور اژدہوں کو مسحور کر کے ان کا شکار کرنے اور انہیں قابو میں کرنے کا فن انتہائی قدیم زمانے سے بلاد مشرق میں معروف ومشہور ہے۔ اب خواہ لوگ اس فن کو تفریحی طور پر استعمال کرتے ہوں یا خطرناک زہریلے جانوروں کو انسانوں اور چوپایوں سے دور رکھنے کے لئے اسے بروئے کار لاتے ہوں۔

ہندوستانی سپیرے تو ناگوں کو اپنے قابو میں کر لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، یہ کام وہ اپنی بین کو تسلسل اور سروں کے موزوں اتصال سے بجاتے ہوئے انجام دے لیتے ہیں، ایسے ہی زہریلے سانپوں کو کسی چمکدار جسم سے اٹھنے والی متناسب حرکتوں کے ذریعہ بھی مسحور کر دیا جاتا ہے، اور کبھی کبھی یہ سپیرے سانپوں کے دانت بھی نکال دیتے ہیں، مگر وہ۔ بیشتر حالتوں میں۔ اپنی سلامتی کے پیش نظر اپنی اس ساحرانہ قوت ہی پر اعتماد کرتے ہیں جو انہیں اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملی ہوتی ہے''۔ ③

- **کچھ الگ رائیں :**

- بہت سے لوگ اس طرح کے قصوں اور خبروں کی تکذیب کرتے ہیں جن کے نمونے اس بحث کے ضمن

---

① الدين الخالص : ۵۸۱/۳۔

② الفروق : ۱۴۱/۱۔

③ الموسوعة العربية الميسرة : ص ۹۷۲۔

میں پیش کئے گئے اور کہتے ہیں کہ یہ سب افسانے ہیں۔

- ابن خلدون اور اہل تحقیق کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ جادوگر کے اندر یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کی قوت متخیلہ پر اثر انداز ہوجاتا ہے، اور انہیں اس کیفیت میں لے آتا ہے کہ وہ کسی چیز کو اس کی حقیقت کے برعکس دیکھنے لگتے ہیں۔ اس موضوع پر بھی نقول پیش کئے جا چکے ہیں۔

- **اس کی دو دوسری تفسیریں :**

میرے نزدیک اس کی دو دوسری تفسیریں بھی ہیں :

اول : سائنس اور ٹکنالوجی کا کمال :

کچھ چیزیں جو اس قبیل کی لوگوں کو نظر آتی ہیں ان کا تعلق سائنسی ایجادات سے ہوتا ہے مگر اس وقت لوگوں کو اس کا بھید نہیں معلوم ہو پاتا ہے، مگر آج اس طرح کی چیزوں تک ہماری رسائی ہونے لگی ہے، اور یہ چیزیں اب زیادہ تعجب خیز نہیں رہی ہیں۔

یقیناً سینما اور ٹیلیویژن آج حقیقی دنیا میں بڑا کردار ادا کر رہے ہیں، مگر ماضی میں ان کا شمار بہت بڑے جادو میں تھا اور ایک بڑا جادوگر ہی انہیں منظر عام پر لا سکتا تھا۔

اب مان لیجیے کہ اگر شیاطین کے پاس اس میدان میں بہت پہلے ہی سے ترقی یافتہ ٹکنالوجی موجود رہی ہو اور وہ لوگوں کو خالی جگہ بیٹھا کر باغات، چمنستان، ندیاں اور خوبصورت دوشیزاؤں کے نظارے کراتے ہوں اور جب ان کی نشریات بند ہوتی ہوں تو وہ خود کو ایک وحشتناک گھر میں پاتے ہوں جہاں باغات تو دور رہے کسی مونس کا بھی نام ونشان نہ ہو تو کیا یہ چیز مستبعد ومحال ہے؟ آج تو اس ضمن میں بشری صلاحیت اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ لوگ بلا کسی اسکرین کے فضا میں فلموں کی نمائش کر سکتے ہیں، وہ دکھائی دینے والے مناظر کو فضا ہی میں مجسم کر دیتے ہیں، آج تو امکان میں یہ بات بھی آچکی ہے کہ کسی منظر کو اس کے تمام ابعاد کے ساتھ اس طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ مصورسین کو ہر ہر زاویے سے دیکھا جا سکے۔ کیونکہ اس کی منظر بندی بیک وقت تمام جہات سے کی جاتی ہے اور اس کے لئے ایسے کیمرے استعمال کئے جاتے ہیں جو اس طرح کی منظر بندی اور تصویر کشی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

- **طہران کے آسمان پر خمینی کی تصویریں :**

جب ایران کے شیعہ لیڈر خمینی صاحب اقتدار پر تسلط کے بعد ایران آئے تو خبر رساں ایجنسیوں کی نشریات کے

مطابق طہران کے آسمان پر ان کی تصویر چاند پر نظر آتی تھی، اور اس رات ہزاروں لوگوں نے اسے دیکھا تھا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے جو تصویر دیکھی تھی وہ اسی مذکورہ ٹیکنیکل طریقے پر اتاری گئی تھی جس کا بیان ہم نے کیا۔

دوم : ان ڈراموں کے اداکار شیاطین ہو سکتے ہیں :

اور ان واقعات میں سے بعض کی ایک دوسری تعلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مشاہدہ کرنے والے کو جو صورت یا مناظر دکھائی دیتے ہوں ان میں کردار ادا کرنے والے شیاطین ہوں، اور وہ لوگوں کو دھوکہ دے کر ان کی ہنسی اڑاتے ہوں۔

ہمارے رب نے اپنی کتاب میں اور ہمارے نبی نے اپنی سنت میں جو ہمیں بتایا ہے اسی سے ہم جانتے ہیں کہ شیطان کو کسی بھی انسان کی شکل بنا لینے کی قدرت حاصل ہے، اور وہ دیکھنے والے کو ہو بہو وہی شخص نظر آتا ہے جس کا وہ روپ دھارے ہوتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس قدر تیزی کے ساتھ حرکت کرے کہ نظر اس پر ٹھہر ہی نہ سکے، یہاں تک کہ وہ انسان کو ایک معجزہ ہی دکھائی دینے لگے۔

اور میرے خیال میں زیادہ تر جادوئی اعمال اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، لہٰذا جو شخص یہ دکھاتا ہے کہ کسی انسان یا حیوان کو قتل کرنے کے بعد اور اس کا سر تن سے جدا کرنے کے بعد اس میں دوبارہ زندگی لوٹا دیتا ہے وہ یقیناً اپنے اس زندہ کرنے کے دعوے میں جھوٹا ہوتا ہے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کا سر اس کے جسم سے جوڑ دیا گیا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ وہ بولتا اور گفتگو بھی کرتا ہو، مگر اس کی حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے اس کے سر کو اس کے جسم سے لگا دیا ہے، اور خود شیطان ہی اس کے جسم میں داخل ہو کر اس کی زبان کو کسی طرح سے حرکت دیتا ہے، اور آپ سمجھتے ہیں کہ بولنے والا وہ مردہ ہی ہے۔

اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ شیطان کسی مقتول انسان کا روپ دھار کر آتا ہے اور اٹھتا بیٹھتا، چلتا پھرتا، متحرک ہوتا اور کھاتا پیتا بھی ہے۔

اور شیطان کبھی کسی حیوان کے اندر بھی بیٹھ جاتا ہے اور وہیں سے بولنے لگتا ہے، اور سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ بولنے اور گفتگو کرنے والا خود وہی حیوان ہی ہے۔

اور کبھی کبھی شیطان حیوان کو ایک انوکھی اور خارق قسم کی تیزی کے ساتھ یوں ہٹا دیتا ہے کہ بشری آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر پاتی ہیں، پھر شیطان کسی انسان کی شکل میں اس کی جگہ لے لیتا ہے، یا کسی ذبح کئے ہوئے حیوان کی جگہ کسی زندہ حیوان کو لا بیٹھاتا ہے۔

پھر وہی بات کہ جن وشیاطین کی صلاحیتیں محدود ہوتی ہیں اس لئے جادوگر بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہے

مگر ایک بات جس کا ہمیں پورا یقین ہے اور ہم اسے بڑی مضبوطی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ جنوں کی قدرت اور صلاحیت کی بھی ایک حد مقرر ہے جسے وہ ہرگز تجاوز نہیں کر سکتے ہیں، اس لئے یہ بات صاف ہے کہ جو ساحر شیاطین کی مدد لیتا ہے اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس حد کو تجاوز کر کے کوئی ایسا کارنامہ انجام دے سکے جو ثقلین کی قدرت سے باہر ہو، البتہ ان احوال میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہو سکتا ہے اس میں اداکاری اور تخییل کی کارفرمائی ہوتی ہے، اور حقیقت دیکھنے والے کی رویت اور سننے والے کی سنی ہوئی چیز کے بالکل برخلاف ہوتی ہے۔

اور اسی طرح کی بات غیبی خبروں سے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے، اگر پوچھی ہوئی چیزوں کا تعلق ان باتوں سے ہو جو واقع ہو چکی ہوں اور اپنے انجام کو پہنچ چکی ہوں تو جنات کبھی ان کے متعلق جواب اور خبر مہیا کر دیتے ہیں، اور کبھی ان میں خطا بھی کر جاتے ہیں۔

مگر جن چیزوں کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے ان کے متعلق جنات کچھ نہیں جانتے ہیں، اور اس سلسلے میں جو باتیں وہ بتایا کرتے ہیں ان کا تعلق اٹکل اور ظن وتخمین سے ہوتا ہے، یا پھر وہی باتیں ہوتی ہیں جو زمین میں واقع ہونے سے پہلے فرشتوں سے چوری چھپے سن لی گئی ہوتی ہیں، اور ان خبروں میں جن کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے بہت سارے جھوٹ کی آمیزش ہوتی ہے۔

• جادو کے عمل میں جادوگر کا کردار :

اگر یہ سوال کیا جائے کہ :

کیا آپ اس بات کے قائل ہیں کہ جادو کے عمل میں جادوگر کا کوئی کردار نہیں ہوتا ہے؟ آخر آپ اس کی کیا توجیہ پیش کریں گے کہ جادوگر اپنے عمل میں پھونک مارتا ہے، تھتکارتا ہے، یا نجوم و کواکب کو مخاطب کرتا ہے، یا پرندوں اور حیوانات کو ذبح کرتا ہے اور ایسے ہی دیگر کام بھی کیا کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ :

یقیناً جادو کے عمل میں بسا اوقات جادوگر کا بھی کردار ہوتا ہے، چنانچہ جب وہ کسی شخص کو اذیت پہنچانا چاہتا ہے، یا

اسے تکلیف میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اس کا نفس خباثت سے ہم آہنگ ہوجاتا ہے، اور اس حالت میں جب وہ شیطان کو پکارنے کے بعد پھونک مارتا ہے تو اس کا نفس شیطان کے ساتھ متحد ہوجاتا ہے اور مطلوبہ ضرر لاحق ہوجاتا ہے۔

- **علامہ ابن قیم فرماتے ہیں :**

''پھونکنا ساحر کا عمل ہوتا ہے، پھر جب اس کا نفس خباثت اور اس شر سے ہم آہنگ ہوتا ہے جو مسحور کے لئے اسے مطلوب ہوتا ہے، اور وہ اس سلسلے میں ارواح خبیثہ سے مدد مانگتا ہے تو وہ ان گرہوں میں ایسی پھونک مارتا ہے جس کے ساتھ تھوک بھی ہوتا ہے، اس طرح اس کے خبیث نفس سے ایک ایسی سانس خارج ہوتی ہے جس میں اذیت وشر کی آمیزش ہوتی ہے اور اس میں اس سے ملا ہوا تھوک بھی شامل ہوتا ہے، اور ایسے میں ہوسکتا ہے کہ وہ اور شیطانی روح مسحور کو اذیت پہنچانے میں باہم مددگار بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کے کونی وقدری فیصلے کے مطابق سحر واقع ہوجائے مگر اس کا تعلق امری شرعی فیصلے سے نہیں ہوتا ہے''۔ [1]

- اور جادوگر جو اپنے جادوئی عمل کے وقت معینہ الفاظ ادا کرتا ہے یا کچھ پرندوں اور حیوانوں کو ذبح کرتا ہے، یا ستاروں کو پکارتا ہے یا ایسے ہی دیگر کام کرتا ہے تو اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ جادوگر اپنے شرکیہ کفریہ اقوال وافعال سے شیطان کو خوش کرتا ہے، تب وہ لوگوں کو اذیت پہنچانے اور انہیں ضرر لاحق کرنے کے متعلق ساحر کی من چاہی مراد یا اس میں سے کچھ پوری کردیتا ہے۔ اور جہاں تک جادوگروں کے اس دعوے کی بات ہے کہ ستاروں میں ایک طرح کی روحانیت پائی جاتی ہے جو عقل اور سوجھ بوجھ سے آراستہ ہے تو یہ محض دجل وفریب اور کھلا جھوٹ ہے جس کے پیچھے وہ اپنے کفر وشرک کو چھپاتے ہیں۔

- اور اس حقیقت کی نشاندہی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جو ساحر کواکب کی روحانیت سے استعانت کا مدعی ہوتا ہے اس کی مراد اس وقت پوری ہوتی ہے جب وہ کچھ خاص قسم کی خوشبوئیں جلاتا ہے، مخصوص قسم کا لباس پہنتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس عمل سے پہلے کچھ مخصوص قسم کے افعال بھی کرتا ہو جن میں سے کچھ حرام بھی ہوتے ہیں مثلاً اغلام بازی اور بدفعلی کرنا، اور کچھ صاف صاف کفر ہوتے ہیں، اور ایسے ہی وہ الفاظ جن سے وہ ستاروں کو مخاطب کرتا ہے ان میں سے کچھ کچھ تو کفر صریح پر مبنی ہوتے ہیں، چنانچہ وہ انہیں الوہیت کے الفاظ سے مخاطب کرتا ہے اور ایسے ہی دیگر الفاظ استعمال کرتا ہے، اور ان کی کتابوں میں پیش کردہ ان الفاظ کی حد تک کچھ ان

---

[1] التفسیر القیم : ص ۵۶۳۔

میں سے کفر سے خالی بھی ہوتے ہیں۔ ①

انسان جادوگر کیسے بنتا ہے؟

سابقہ تحقیق سے جو حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے وہ یہ ہے کہ اصلی ساحر جو حقیقت میں اس اسم کا مستحق ہوتا ہے وہ وہی ہوتا ہے جو اپنے جادوئی عمل میں شیطان سے مدد کا خواستگار رہتا ہے، اور کسی بھی شخص کے لئے جادو میں نبوغ اور کمال اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک شیطان کے ساتھ اس کا مضبوط و مستحکم تعلق استوار نہ ہوجائے۔

اور بقول ابن قیم رحمہ اللہ :

''جادوگر جتنا بڑا کافر وخبیث، اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کے مومن بندوں کا پکا دشمن ہوتا ہے اتنا ہی اس کا جادو قوی اور اثر دار ہوتا ہے''۔ ②

اسی لئے ''بت پرستوں کا جادو اہل کتاب کے جادو سے قوی ہوتا ہے، اور یہودیوں کا جادو اسلام کی طرف منسوب لوگوں کے جادو سے زیادہ قوی ہوتا ہے''۔ ③

- **کچھ فریب خوردہ لوگ اور ان کے بے بنیاد دعوے :**

کچھ لوگ اس بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ وہ جنوں کو اپنے تابع کر کے اپنی مراد حاصل کرتے ہیں، کہتے ہیں ان کے پاس ایسا علم ہے جس سے وہ اپنے کاموں کے لئے جنوں کو مسخر کر لیتے ہیں، اور یہ علم عزائم (تعویذ اور منتر) کا علم ہوتا ہے۔

اور حاجی خلیفہ صاحب عزائم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''عزائم عزم، رائے بندی، کسی کام کا ارادہ اور نیت کرنے اور دوسرے پر کسی چیز کو واجب کرنے سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے : ''عزمت علیک'' اس کا مطلب ہوتا ہے: میں نے تجھ پر واجب کر دیا ہے اور لازم ٹھہرادیا ہے۔

اس سے اپنی اصطلاح میں ان کی مراد جنوں اور شیطانوں پر ایجاب، اور سختی و درشتی ہوتی ہے جو اس کے گرد چکرانے والے اور اس کے ذریعہ ان کا سامنا کرنے والے پر ظاہر ہوتی ہے، اور جادوگر جب جب

---

① الفروق : ۱۴۸/۴۔ ② التفسیر القیم : ۵۸۱۔ ③ التفسیر القیم : ۵۸۱۔

''عزمت علیک'' کہتا ہے تب وہ ان پر اطاعت اور حکم برداری کو واجب کر دیتا ہے''۔ ①

- **فخر رازی صاحب کا خیال یہ ہے کہ :**

''جب معزم (منتر پڑھنے والا) شرائط کا جامع ہوتا ہے اور اپنے منتر کو نشانے پر لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان پر برسنے والی ایک زبردست آتش سوزاں میں تبدیل کر دیتا ہے، اور زمین کے تمام گوشے ان پر تنگ ہو جاتے ہیں، تاکہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہے اور وہاں حاضر ہو کر اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہ جائے، اور اس سے اونچی چیز یہ ہے کہ اگر وہ (جھاڑ پھونک کرنے والا) ماہر ہو، اچھی سیرت کا مالک ہو، اس کے اخلاق نیک اور پسندیدہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان پر قوی و مضبوط اور سخت مزاج فرشتوں کو لگا دیتا ہے تاکہ وہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر اس کی اطاعت اور خدمت کی طرف ہانک لائیں''۔ ②

ان لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ :

''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت عطا فرمائی تو انھوں نے ملاحظہ کیا کہ جنات بنی آدم کو اپنی تفریح کا سامان بناتے ہیں اور بازاروں میں ان کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، اور انہیں راستوں سے اچک لیتے ہیں، تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ جنات کے ہر قبیلے پر ایک فرشتہ مقرر کر دے جو انہیں فساد سے باز رکھے اور انہیں کنٹرول کئے رہے، تب اللہ تعالیٰ نے جنات کے قبیلوں پر فرشتوں کو مقرر کر دیا، اور انھوں نے جنوں کو فساد مچانے اور لوگوں کے درمیان گھومنے پھرنے سے روک دیا، اور سلیمان علیہ السلام نے ان پر لازم کر دیا کہ وہ آبادیوں کو چھوڑ کر ویرانوں اور غیر آباد مقامات کو اپنا مسکن بنائیں، تاکہ لوگ ان کے شر سے محفوظ رہیں، پھر جب ان میں سے کچھ افراد سرکشی پر آتے ہیں اور فساد مچاتے ہیں، تو معزم (جھاڑ پھونک کرنے والا) ایسے الفاظ پڑھتا ہے فرشتے جن کی تعظیم کرتے ہیں، ان لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ ہر قسم کے فرشتوں کے لئے کچھ مخصوص نام ہیں جن کی تعظیم کا انہیں حکم دیا گیا ہے، اور جب وہ (معزم) انہیں ان ناموں کی قسم دلاتا ہے تو وہ اس کی سنتے اور مانتے ہیں، اور ان کے مطلوبہ کام انجام دیتے ہیں، لہٰذا معزم اس فرشتے کو ان ناموں کی قسم دلاتا ہے، اور وہ جنوں کے اس قبیلے یا ان میں سے اس شخص کو حاضر کرتا ہے جو اسے مطلوب ہوتا ہے، اور وہ اس پر جس طرح چاہتا ہے حکمرانی کرتا ہے''۔ ③

① کشف الظنون : ۱۱۳۸/۲۔ ② کشف الظنون : ۱۱۳۸/۲۔ ③ الفروق للقرافی : ۱۷۴/۴۔

• یہ سب شیطانی تدلیس وتلبیس ہے :

یہ سب کچھ جو انہوں نے بیان کیا ہے محض شیطانی تدلیس وتلبیس ہے جس سے وہ کمزور عقل والوں کی ہنسی اڑاتے ہیں، ان کی مذکورہ باتوں کی سچائی کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ کوئی صحیح نقل ہی موجود ہے، بلکہ صحیح بات یہی ہے کہ جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں اور جسے عزائم کا نام دیتے (اور قسمیں دلاتے ہیں) ان سب کا تعلق درحقیقت جنوں کی تعظیم وتوقیر سے ہے، یہ سب مشرکوں کے اسی عمل استعاذہ کی جنس سے ہے کہ جب وہ اپنے اسفار میں کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے تھے تو جنوں کی پناہ مانگا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلۡإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَزَادُوهُمۡ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

• شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں :

''جب انسانوں میں سے کوئی فرد کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتا تھا، اور وادیوں ہی میں ان کے پائے جانے کی توقع ہوتی ہے، کیونکہ وہ بلند زمینوں سے زیادہ وادیوں میں رہتے ہیں، تب وہ فرد بشر کہتا تھا : میں اس وادی کے نادانوں سے اس وادی کے سردار کی پناہ چاہتا ہوں، پھر جب جنوں نے یہ دیکھا کہ انسان ان کی پناہ مانگا کرتے ہیں تو وہ ایکدم بدل گئے اور ان کی سرکشی میں اضافہ ہوگیا۔ اور اسی سے وہ اپنی طرف سے اور اپنے بادشاہوں کے نام پر معزّم اور راقی کو جواب دیا کرتے ہیں، کیونکہ وہ انہیں ایسے ناموں کی قسم دلاتا ہے جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں، اس طرح انہیں انسانوں پر سیادت اور شرف حاصل ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ان کی کچھ مرادیں پوری کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں، بالخصوص جبکہ انہیں یہ حقیقت معلوم ہے کہ انسان ان سے اشرف ہیں اور قدر ومنزلت میں بڑھے ہوئے ہیں، اس لئے جب انسان ان کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ان کی پناہ مانگتے ہیں تو صورت حال یہ بن جاتی ہے کہ جیسے بڑے لوگ اپنی حاجت براری کے لئے اپنے چھوٹوں کے سامنے جھک گئے ہوں''۔ ①

---

① ایضاح الدلالة : دیکھیے : مجموعة الرسائل المنیریة : ۲/۱۲۰۔

- **حاصل مطالعہ :**

کتاب وسنت کے مطالعہ اور جادو کے موضوع پر لکھی گئی تحریروں کو پڑھ کر ہم جس حقیقت تک پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک جادوگر یقینی طور پر شیطان کے تابع ہوتا ہے، بلکہ اس کی مدد اور خدمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کی عبادت بھی کرتا ہے۔

شیطان نے اپنی خدمت گزاری اور لوگوں کو اپنا بندہ بنانے کے لئے مختلف طریقے وضع کرر کھے ہیں تا کہ لوگ ان طریقوں کے ذریعہ اپنے کفر وضلال کا ثبوت پیش کرسکیں، مگران سب میں قدر مشترک یہی ہے کہ وہ سب شیطان کو راضی کرنے اور رحمان کو ناراض کرنے والے ہیں، چنانچہ کچھ جادوگر نفسیاتی مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جادو تک رسائی حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ سب سے الگ تھلگ رہتے ہیں، بہت کم کھاتے ہیں، بکثرت غور وفکر میں مشغول رہتے ہیں، مگران کے یہ سارے نفسیاتی شیطانی مجاہدات اپنے انجام کے اعتبار سے نفس کو خبیث بنانے والے اور فاسد کرنے والے ہی ہوتے ہیں، ان سے نفس کی اصلاح اور پاکیزگی کا تصور قطعی نہیں ہوتا ہے۔

کچھ دوسرے لوگ اپنے جادو کی تحصیل اور شیطان کو راضی کرنے کے لئے عزائم (منتروں) کا راستہ اپناتے ہیں جن سے وہ شیطانوں کی تعظیم کرتے ہیں، انہیں قسم دلاتے ہیں، انہیں پکارتے ہیں اور فریاد رسی کے لئے بلاتے ہیں، تیسرا گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ وہ ستاروں کی روحانیت سے مدد لیتا ہے، حالانکہ وہ جھوٹ بولتا ہے، ستاروں کی کوئی روحانیت نہیں ہوتی ہے، وہ درحقیقت شیاطین ہوتے ہیں جو تمام جھوٹوں اور گنہگاروں پر نازل ہوتے ہیں۔

- **جادو کی تحصیل اور اس تک رسائی کے لئے تمام امتوں کے اپنے اپنے طریقے پر روشنی ڈالتے ہوئے حاجی خلیفہ صاحب لکھتے ہیں :**

''ہندوستانیوں کا طریقہ نفس کی صفائی کا ہے، نبطی لوگ عزائم (تعویذوں اور منتروں) کے طریقے پر کاربند ہیں اور اس کے لئے وہ کوئی مناسب وقت متعین کرتے ہیں، یونانیوں کا طریقہ افلاک وکواکب کی روحانیت کی تسخیر کا ہے، عبرانیوں، قبطیوں اور عربوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کچھ مجہول اسماء کا ذکر کرتے ہیں جن کے معانی نامعلوم ہوتے ہیں، گویا وہ منتروں ہی کی ایک قسم ہوئے''۔ [1]

---

[1] كشف الظنون : ۹۸۱/۲۔

شیطان کی مدد حاصل کرنے کے لئے
جادوگر کے اندر پائی جانے والی لازمی شرطیں

ہم یہ بات پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک جادوگر نہیں بن سکتا ہے جب تک وہ شیطان کے بندوں اور خدام واعوان میں شامل نہ ہوجائے۔ جن لوگوں نے جادو اور جادوگروں کی تاریخ پر تحقیق کی ہے انھوں نے ان تمام شرائط کا استقرا کیا ہے جن کا اس شخص میں پایا جانا لازم ہے جو جادوگر بننا چاہتا ہو، اور ان کی تحقیق کے نتیجے میں حسب ذیل شرطیں سامنے آئی ہیں [1] :

۱۔ جادوگر اپنی زندگی میں اور اپنی موت کے بعد بھی خود کو اور اپنی مملوکہ تمام چیزوں کو شیطان کے ہاتھ فروخت کردے۔

اور اس معنی کی صحت پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی دلیل ہے :

﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا۟ لَمَنِ ٱشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنْ خَلَـٰقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا۟ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کررہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوتے''۔

اور جب انسان خود کو شیطان کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے تو اس پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ تمام اخلاق فاضلہ اور اعمال حمیدہ سے کنارہ کش ہوجائے، سنگ دل ہوجائے، بصیرت سے محروم ہوجائے، شر کے لئے جدوجہد کرنے والا اور خیر سے منہ موڑ لینے والا بن جائے۔

۲۔ تمام ادیان کا دشمن بن جائے۔

انہیں ناپسند کرے اور ان کا مذاق اڑاتا رہے، تمام آسمانی کتابوں سے بیزاری ظاہر کرے، انہیں جلانے اور پھاڑنے کی کوشش کرے، اور پست اغراض کے لئے ان کا استعمال کرے۔

اور ان سب میں اس کے لئے لازم ہے کہ وہ غیر اللہ کی تعظیم کرنے والا، اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا، اور

[1] محمد محمد جعفر صاحب نے ان شرائط کے بیان میں توسع سے کام لیا ہے ، دیکھئے : جادو کے موضوع پر ان کی لکھی ہوئی کتاب : ص ۴۷۔

شیطانوں یا نجوم وکواکب اور اصنام یا بشر کا عبادت گزار اور بندگی کرنے والا رہے۔

- **ابن خلدون صاحب بیان فرماتے ہیں کہ**

کوئی بھی انسان ریاضت کے بغیر جادوگر نہیں بن سکتا ہے :

''اور ساری ریاضتوں میں مختلف قسم کی تعظیم، عبادت اور خضوع وتذلل کے ذریعہ افلاک وکواکب، عوالم علویہ اور شیاطین کی طرف توجہ کی جاتی ہے، اسی لئے یہ غیر اللہ کی طرف کا رخ ہے جہاں سجدے بھی اسی کے لئے ہوتے ہیں، اور غیر اللہ کی طرف رخ کرنا کفر ہے، اسی لئے جادو کفر ہے، اور کفر اس کے مواد واسباب کا ایک جزء ہے''۔ ①

- **اللہ کے کلام کو نجاست سے لکھنا اور شرکیہ منتر پڑھنا :**

شیخ الاسلام ابن تیمیہ بیان فرماتے ہیں کہ :

''شیطان کے بہت سے بندے اللہ کے کلام کو نجاست سے لکھتے ہیں، اور بسا اوقات کلام اللہ عز وجل کے حروف کو نجاست سے لکھتے ہیں، خون سے یا دیگر نجاست سے، یا نجاست کے سوا کسی اور چیز سے لکھتے ہیں، یا ایسی باتیں غیر کلام اللہ کی لکھتے ہیں جن سے شیطان خوش ہوتا ہے، یا وہی باتیں بولا کرتے ہیں''۔ ②

- **بیان فرماتے ہیں کہ :**

''شیطان کے بندے اور اس کے اولیاء ایسے عزائم (منتر) اور طلسمات پڑھتے ہیں جن میں جنوں کی عبادت اور تعظیم ہوتی ہے، اور عام طور پر جو عزائم، طلسمات اور رقیے جو لوگوں کے پاس ہیں جن کا معنی عربی میں سمجھ میں نہیں آتا ہے ان سب میں کچھ ایسی باتیں ہیں جن میں جنوں کا شرک پایا جاتا ہے''۔ ③

- **دین کی بے حرمتی اور غلاظت پسندی :**

محمد محمد جعفر صاحب لکھتے ہیں کہ :

''جادوگر اپنے جادو کے عمل میں سب سے زیادہ جس بات کا اہتمام کرتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جوتوں

---

① المقدمة : ۹۲۶۔

② ایضاح الدلالة : دیکھیے : مجموعة الرسائل المنیریة : ۱۲۱/۲۔

③ ایضاح الدلالة : دیکھیے : مجموعة الرسائل المنیریة : ۱۰۲/۲۔

کی نوک پر اور ان کے مختلف کناروں پر اللہ کا نام لکھ کر پہنتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ شیطان کو راضی اور رحمان کو ناخوش کرے''۔

۳۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ نجاست، گندگی اور نفس کی پستی اور دناءت میں اپنی مثال آپ ہو، طہارت ونظافت کو بالکلیہ ترک کردے، تاکہ اس کے جسم اور کپڑوں اور مکان سے بدبو کے بھبکے نکلنے لگیں، اور ہر طرح کے جرائم، قباحتوں اور رذالتوں کے ارتکاب کے لئے مستعد ہو، فسق وفجور اور اباحیت کے کاموں میں سرتاپا غرق رہے، اپنا وقت لوگوں سے الگ تھلگ گزارے، نہ وہ ان سے کوئی معاملہ کرے نہ کوئی تال میل رکھے، بس اسی وقت ان سے رابطے میں آئے جب وہ اس سے جادو کرانا اور لوگوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں۔

ہمارے علماء نے بھی شیطان کے اولیاء کا حال بیان فرمایا ہے اور ان سب نے بھی ان کے یہی اوصاف بتائے ہیں جن تک جادوگروں کے احوال کا تتبع کرنے والے پہنچے ہیں۔

• شیاطین کے پائے جانے کے مقامات :

شیخ بدرالدین بن عبداللہ شبلی صاحب فرماتے ہیں :

''عام طور پر جنات نجاستوں کے مقامات مثلاً غسلخانوں، پاخانوں، کوڑے دانوں اور کچرا گھروں پر پائے جاتے ہیں، اور جن مشائخ کو شیاطین لاحق ہوتے ہیں، اور انہیں رحمانی کے بجائے شیطانی احوال کا سامنا ہوتا ہے وہ ان اماکن پر اکثر پائے جاتے ہیں جنھیں شیاطین اپنا ٹھکانا بناتے ہیں، اور وہاں نماز پڑھنے کی ممانعت کے سلسلے میں آثار بھی وارد ہوئے ہیں، کیونکہ وہ سب شیاطین کا مسکن ہوتے ہیں، اور کچھ فقہاء نے اس کی تعلیل اس بات سے کی ہے کہ وہاں نجاستوں میں ملوث ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اور بعض لوگوں نے کہا کہ یہ ایک تعبدی امر ہے جس کا معنی سمجھ میں نہیں آتا ہے، اور حمام اور اونٹوں کے رہنے کی جگہوں پر اور اسی طرح کے مقامات پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ وہ مقامات شیطانوں کا مسکن ہوتے ہیں، اور مقبرہ میں اس لئے منع ہے کہ وہ شرک کا ذریعہ ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مقبرے بھی شیاطین کا مسکن ہوتے ہوں۔

مقصود یہ ہے کہ وہ اہل ضلال وبدعات جن میں زہد وعبادت کا غیر شرعی طریقہ رائج ہوتا ہے، اور کبھی کبھی انہیں مکاشفات کا بھی حصول ہوتا ہے، اور ان میں تاثیرات بھی پائی جاتی ہیں اکثر ان شیطانی مقامات پر

پائے جاتے ہیں جن میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ ان پر شیاطین کا نزول ہوتا ہے، اور بعض امور میں وہ انہیں ایسے ہی خطاب کرتے ہیں جیسے کاہنوں سے خطاب کرتے ہیں، اور ان کی بعض مرادوں میں انہیں فتنے میں ڈال دیتے ہیں، ٹھیک اسی طرح جیسے وہ جادوگروں کو فتنے میں ڈالتے ہیں اور جیسے وہ بت پرستوں اور آفتاب و ماہتاب اور کواکب پرستوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں''۔ ①

● جادوگر نجس اور گندے رہتے ہیں :

ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''یہ نہ تو طہارت حاصل کرتے ہیں نہ وضو کرتے ہیں، اور ان کے افراد نجاستوں میں لت پت ہوتے ہیں، کتوں کی صحبت میں رہتے ہیں، حماموں، کچرا گھروں، قبرستانوں اور غلاظتوں کے ڈھیر کے پاس اپنا مسکن بناتے ہیں، ان سے کریہہ بدبو نکلتی رہتی ہے، شرعی طہارت کرتے ہیں نہ صفائی ستھرائی سے آشنا ہیں، جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا : ''لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جُنُبٌ وَلَا كَلْبٌ''۔

''فرشتے ایسے گھروں میں داخل نہیں ہوتے جہاں کوئی جنبی (ناپاک شخص) یا کتا ہوتا ہے''۔ ②

اور قضائے حاجت کے ان مقامات کے متعلق فرمایا کہ :

''إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ'' ''یقیناً ان پاخانوں میں حاضری ہوا کرتی ہے''۔ ③

یعنی یہاں شیاطین حاضر ہوتے ہیں۔

اور فرمایا : ''مَنْ أَكَلَ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ الْخَبِيْثَتَيْنِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُوْ آدَمْ''۔

''جو ان دونوں خبیث درختوں میں سے کچھ کھا کر آیا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے، کیونکہ فرشتے بھی ان چیزوں سے اذیت محسوس کرتے ہیں جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے''۔ ④

● اولیاء شیطان کی پہچان :

پھر اولیائے شیطان کی علامتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''وہ ان نجاستوں میں رہتے ہیں جو شیطان کو محبوب ہوتی ہیں، اور حمامات اور پاخانوں کو ٹھکانا بناتے ہیں

① غرائب وعجائب الجن : ۳۹۔ ② احمد : ۶۳۲۔ ③ سنن ابوداود : ۶۔

④ مسلم ، ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ نے ملتے جلتے الفاظ میں اسے روایت کیا ہے ، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام : ۱۱/۲۱۵۔

جہاں شیاطین کی حاضری ہوتی ہے، سانپ، بچھو، بھڑیں اور کتوں کے کان کھاتے ہیں، جو خبائث وفواسق (گندے اور خراب) ہوتے ہیں، یا پیشاب پیتے ہیں یا اسی طرح کی نجاستوں سے شغل کرتے ہیں جو شیطان کو محبوب ہوتی ہیں، یا کتوں یا آگ کے ساتھ وقت گزارتے ہیں، یا کچروں کے ڈھیر اور نجس مقامات پر ٹھکانا بناتے ہیں، یا قبرستانوں میں جا کر رہتے ہیں بالخصوص یہود ونصاریٰ اور مشرکوں جیسے کفار کے قبرستانوں میں بسیرا کرتے ہیں، قرآن سننا انہیں ناپسند ہوتا ہے، اس سے انہیں نفرت ہوتی ہے، گانے اور اشعار کے رسیا ہوتے ہیں اور کلام رحمان پر شیطانی باجوں کو ترجیح دیتے ہیں''۔ ①

- **زنا اور قتل جیسے بھیانک جرائم کا ارتکاب :**

۴۔ یہ بھی لازم ہے کہ جادوگر حرام کاموں کا ارتکاب کرنے والا ہو، ان ہلاک کرنے والی چیزوں میں ملوث ہو جو رحمان کو ناراض کرنے والی اور شیطان کو خوش کرنے والی ہوں، جادوگر لوگ اکثر متروکہ مقامات پر ننگے بیٹھے رہتے ہیں، پرندوں اور جانوروں کو شیطانوں کا نام لیکر ذبح کرتے ہیں، یا اپنی چاہت کے مطابق دیگر شرکیہ معبودوں کا نام لیتے ہیں، مردہ جانوروں یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں سے کشید کئے ہوئے خون کو نبیذ میں ملاتے ہیں، پھر اس گندے آمیزے کو پیتے ہیں اور اس کو اپنے جسم پر مل لیتے ہیں، اور اپنی محفلوں میں ایسے گناہوں اور معصیتوں کا ارتکاب کرتے ہیں جنہیں انجام دینے سے پست ترین بازاری عورتیں بھی کتراتی ہیں۔

جادوگر اپنی محفلوں میں کوڑے دانوں اور راستوں اور گلیوں میں پھینکے ہوئے کھانے، نشہ آور اشیاء اور پرندوں اور جانوروں کے خون بڑی محنت سے جمع کر کے لاتے ہیں، بلکہ کچھ جادوگر تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو شیطان کو خوش کرنے کے لئے معصوم بچوں کو قتل بھی کر دیتے ہیں، اور معمول یہ ہے کہ جادوگر کسی مردے کی کھوپڑی کو پیالے کی شکل میں ڈھال کر پینے والی چیزیں اسی میں پیتا ہے۔

- **مہلک گناہ اور جنسی شذوذ :**

محمد محمد جعفر صاحب بیان کرتے ہیں کہ :

''جادوگر لوگ اکثر مہلک گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور جنسی شذوذ میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کے گروہ اپنی محفلیں ایک ٹیلے پر منعقد کیا کرتے تھے، اور چرائے ہوئے بچوں کی بلی دیتے تھے، انہیں ذبح کر ڈالتے

① مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام : ۲۱۶/۱۱۔

تھے، صرف تین ہفتوں کے درمیان فرانسی پولیس کو اس ٹیلے پر دو بچوں کی لاشیں دستیاب ہوئی تھیں..

یہ لوگ بچوں کو اس لئے قتل کرتے ہیں تا کہ ان کا خون جادو میں استعمال کیا جائے یا پھر شیطان کو راضی کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں، اور جو شخص جادوگر بننا چاہتا ہو اس پر شدید ترین شرطیں عائد کی جاتی ہیں جن کا مقصد جادوگر کو شیطان کا بندہ بنانا ہوتا ہے، اور وہ اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ سدا جادو کے منہج پر قائم رہے گا جو حق وعدل کا مخالف اور اللہ کے اس دین کے منافی ہوتا ہے جو اس نے اپنے رسولوں اور انبیاء پر نازل فرمایا ہے۔

جب یہ شرطیں پوری ہو جاتی ہیں تب اس پر یہ لازم کر دیا جاتا ہے کہ وہ بتدریج ان تباہ کاریوں اور برائیوں کا خود کو عادی بناتا جائے اور چند ماہ تک اس کی یہ مشق جاری رہتی ہے، یہ سب بطور تمہید چلتا ہے تا کہ جادوگر ان گھناؤنی، گندی اور نجس حرکتوں کا خوگر ہو جائے جو شیطان کو محبوب ہیں، پھر اس کے اوپر یہ لازم کر دیا جاتا ہے کہ وہ جادو کی ان کتابوں کا مطالعہ کرے جو اسے شیطان سے قریب کرنے کا راستہ دکھاتی ہیں، اور اسے اس بات کا اہل بناتی ہیں کہ اس پر شیطانوں کا نزول ہونے لگے۔

جادو میں خاص رتبے تک پہنچنے کے خواہشمند حضرات شیطان یا اس کے کسی پیروکار کا سامنا کرنے کے لئے تقریباً یکساں طریقے ہی اپناتے ہیں، چنانچہ ان کا ایک فرد کسی چاندنی رات میں کسی دور دراز کے متروکہ مقام پر جانے کے لئے نصف شب کو نکلتا ہے، اور وہاں پہنچ کر کچھ ایسے عمل کرتا ہے جو شیطان کو محبوب ہوتے ہیں اور اسے ان سے خوشی حاصل ہوتی ہے، مثلاً وہ اپنے کپڑے اتار کر برہنہ ہو جاتے ہیں، اور اپنے گرد ایک دائرہ بنا لیتے ہیں جس پر مختلف قسم کی شکلیں بنی ہوتی ہیں اور ایسے رموز اور طلسمات نقش ہوتے ہیں جو شیطان کو محبوب ہوتے ہیں اور اسے خوش کرتے ہیں، پھر جادوگر شیطان کی عظمت اور بزرگی کا ترانہ گاتا ہے، اس سے دعا کرتا ہے اور اظہار رغبت کرتا ہے۔

ان میں سے کچھ لوگ اپنے ساتھ جانور بھی لے جاتے ہیں، اور شیطان کی عظمت کا بھجن گاتے گاتے ان جانوروں کو ذبح کر کے اس پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

تب ہوسکتا ہے کہ شیطان پہلی بار یا دوسری تیسری بار میں اس کے سامنے ظاہر ہو جائے، اور اس کے ساتھ ایک معاہدہ کرے جس میں جادوگر بننے کا خواہشمند کسی بدبودار گندے مادے سے یہ اقرار نامہ لکھتا ہے کہ اب یہ گمراہ انسان شیطان کا بندہ بن کر رہے گا۔ اور شیطان اس گمراہ انسان کو اپنا معتمد بنانے کے لئے ایک وقت مقرر کر دیتا ہے، اور اس وقت مقرر پر علاقے کے سارے جادوگر جمع ہوتے ہیں، اور یہ بیچارہ بھی اس

مجلس میں شرکت کے لئے حاضر ہوتا ہے، اس جلسے میں کچھ ابالسہ اور خبیث روحیں بھی شریک ہوتی ہیں اور ایک گھناؤنی شکل میں اعتماد کی رسم پوری کی جاتی ہے جس میں اس جادوگر کو ذلیل وخوار کیا جاتا ہے، مارا پیٹا جاتا ہے، وہ گندی اور مردار چیزیں کھاتا ہے اور اس کو انتہائی قبیح قسم کا کوئی نام دے دیا جاتا ہے۔ اور اپنے سخت ترین دشمن کی اس انتہائی ذلت آمیز بندگی سے اس مسکین کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ شیطان اسے جادوئی اعمال انجام دینے کی صلاحیت عطا کر دیتا ہے''۔

- **شیطان کے ساتھ اگریمنٹ :**

نامور ایڈوکیٹ (موریس ہارسن)[1] نے اپنے اس لیکچر میں جو اس نے سن (۱۹۲۹ء) کو مابعد الطبیعاتی انسٹیٹیوٹ کے سامنے دیا تھا کہا تھا کہ :

''سب سے پہلا کام جو ایک جادوگر شیطان کے ساتھ اگریمنٹ کرتے ہوئے انجام دیتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ ... اور جب دوسرا فریق پہلی بار اس سے ملاقات کے لئے آتا ہے تو وہ ایک عہد نامہ یا اگریمنٹ لکھتا ہے جس میں یہ عبارت درج کی جاتی ہے کہ فریق اول فریق ثانی کے ہاتھ اپنی روح، اپنی ذات، اپنا ساز وسامان اور اپنی ملکیت کی ساری چیزیں فروخت کر رہا ہے اور فریق ثانی (شیطان) اس کے عوض میں فریق اول (جادوگر) کو جادوئی اعمال انجام دینے کی قوت اور صلاحیت عطا کرے گا''۔

- (برنا) کی ساحرہ نے جس پر مقدمہ چلا تھا اور سن (۱۶۱۹م) میں اسے جلا کر مار ڈالنے کی سزا دی گئی تھی اس وقت کے چیف جسٹس (بیوڈی لنکر) کے سامنے اس معاہدے کی تحریر پیش کی تھی جو اس نے شیطان کے ساتھ کیا تھا، وہ بلی یا کتے کے چمڑے کا ایک گندا سا ٹکڑا تھا جس پر خون حیض جیسی گندی چیزوں سے تحریر لکھی ہوئی تھی، ایسی چیزوں کو دیکھنا اور ان کی بدبو کو برداشت کرنا انسان کے لئے ناممکن سا ہو جاتا ہے۔

- شاید دنیا کا خبیث ترین معاہدہ جو کسی جادوگر اور شیطان کے درمیان ہوا تھا وہ جادوگر (اوربن گرانڈے) اور ابلیس کے درمیان طے پانے والا میثاق تھا، اس جادوگر کو ۱۸/اگست ۱۹۳۴ء کو سزائے موت دی گئی تھی اور (لوڈن) کے بازار میں برسرعام اس کا نفاذ کیا گیا تھا۔ اس معاہدے کی تصویر آج تک پیرس کی جنرل لائبریری میں موجود ہے، اور (ابسالا) کی لائبریری میں اس معاہدے کی تصویر موجود ہے جو شیطان اور جادوگر (ڈینیل سیلینٹس) کے درمیان طے پایا تھا، یہ جادوگر عبرانی زبان کا پروفیسر تھا، اس نے خود کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیا

[1] اپنے زمانے میں فرانس میں وکالت کی دنیا کا قطب تھا، اور علم سحر کے متعلق اسے ایک مستند مرجع شمار کیا جاتا تھا۔

تھا اور انجام کار جلد ہی ہلاکت سے دو چار ہوا۔

- ان عجیب وغریب معاہدوں میں سے ایک جس کے متعلق کہتے ہیں کہ بڑے شیطان کی مہر اس پر لگی ہوئی ہے وہ معاہدہ ہے جو (گرگیٹی) کے گرجا گھر کے دفتر خانہ میں موجود ہے جسے ایک پادری نے ابلیس کے ساتھ طے کیا تھا، اس کی تحریر کی زبان حد درجہ پیچیدہ ہے، حتی کہ آج تک اسے دیکھنے والے زبانوں کے ماہر اساتذہ اس کا ترجمہ کرنے بلکہ اس کی عبارت کا ایک لفظ سمجھنے سے قاصر ہیں، وہ تحریر ڈھلوان ترچھی لکیروں سے عبارت ہے، اس عہد نامے میں صرف اس پادری کا دستخط سمجھ میں آتا ہے باقی اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

- یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ بڑی تعداد میں سے ایک چھوٹا سا انتخاب ہے، مگر جادو اور جادوگروں کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے، اور مومن تو درحقیقت وہی ہوتا ہے جو اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوتا ہے اور منہج اور راہ عمل کے طور پر اپنے دین کو کافی سمجھتا ہے، جبکہ جادوگر شیطان کی عبودیت اور غیر اللہ کو رب بنانے پر راضی ہوتا ہے، سارے امکان کو اس کے تابع کر دیتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جادوگروں کے بارے میں بتایا ہے کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا، اور ان باتوں کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین مملکت سلیمان میں پڑھا کرتے تھے، اس نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ ان لوگوں نے جادو خرید لیا اور جو قیمت ادا کی وہ خود ان کی ذات تھی، انھوں نے خود کو اور اپنے مال ومتاع کو جادو کے عوض شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

﴿وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا۟ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ:۱۰۲]۔

''اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوتے''۔

- **جادوگروں کا اظہار زہد وتقویٰ محض فریب ہے :**

ایک اہم سوال اور اس کا جواب :

ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ آپ لوگ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جادوگر شیطان کے بندے ہوتے ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کچھ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں، اور اپنی تعویذوں میں قرآنی آیات لکھا کرتے ہیں؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ :

یہ حضرات لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کرتے ہیں، ان کا یہ ظاہر صرف دکھاوے کے لئے ہوتا ہے، جبکہ ان

کا باطن تقویٰ اور دینداری سے کوسوں دور ہوتا ہے۔

ایک سابق جادوگر کا اعترافِ حقیقت :

''**السیاسة**'' نامی کویتی اخبار نے ایک جادوگر کا انٹرویو کیا تھا جو اپنی جادوگری سے تائب ہو چکا تھا، اس نے صاف صاف اس بات کا اقرار کیا تھا کہ شیاطین اس بات کی طرف ان کی رہنمائی کیا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کے سامنے تقویٰ کا اظہار کریں، ایسے ہی وہ انہیں لوگوں کے سامنے آیات پڑھے بغیر نمازیں پڑھنے کی بھی ہدایات دیا کرتے تھے، وہ ایسے حالات میں صرف اٹھنے بیٹھنے کا کام کرتے تھے اور کچھ حرکتیں کیا کرتے تھے، اور جب ضروری ہی ٹھہر جاتا تو کچھ قرآنی آیتیں بھی پڑھ دیا کرتے تھے، وہ شیاطین ان سے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کے سامنے گناہوں اور بدکاریوں کا ارتکاب نہ کریں تاکہ لوگ یہی سمجھتے رہیں کہ فلاں شیخ بڑے متقی ہیں، سید ہیں، ولی ہیں، مگر جب تنہائی ملے اور اپنے جیسوں کے ساتھ ہوں تو وہ ہر قید و بند سے آزاد ہیں جو چاہیں کریں''۔ ①

سحر مجازی یا مصنوعی جادوگری

جادو کی ایک قسم سحر مجازی کی بھی ہے جس میں حقیقی جادوگری یا نظر بندی اور تخییل کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے، اس کا سارا کاروبار ٹیکنیکل حیلوں پر چلتا ہے، اس میں مخلوقات کے خواص کی معرفت کا استعمال کیا جاتا ہے اور کمزور عقل کے لوگوں کو ہاتھ کی صفائی اور جھوٹ کے سہارے دھوکہ دیا جاتا ہے۔

اول :

- **سحر مجازی اور سحر تخییل کے درمیان فرق :**

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جادوگری کی یہ قسم بھی سحر تخییل ہی کے تابع ہے، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ جو ساحر سانپ کی شکل کی کسی رسی کو کسی آلے کی مدد سے حرکت دیتا ہے، یا جو شخص اپنے گورے چہرے کو کسی لوشن کی مدد سے سیاہ کر لیتا ہے، یا جو شخص اپنا ہاتھ آگ میں ڈالتا ہے مگر آگ اسے جلاتی نہیں ہے، کیونکہ وہ انٹی فائر لوشن لگائے ہوتا ہے تو اس کا یہ فعل تخییل کے قبیل سے نہیں ہوتا ہے، کیونکہ تخییل کے عمل میں ساحر اپنی صلاحیتوں کے

---

① کویتی اخبار ''السیاسة'' ۱۹۸۷/۶/۷ ، دیکھیے : عالم السحر والشعوذه للأشقر : ۱۴۹-۱۷۵۔

ذریعہ مسحور کی قوت متخیلہ پر اثر انداز ہوتا ہے، یا اس کی آنکھوں پر جادو کر دیتا ہے اور وہ اشیاء کو حقیقت کے برعکس دیکھنے لگتی ہیں۔

ہمیں نہیں معلوم کہ ابن قیم رحمہ اللہ کے سوا کوئی اور ان دونوں قسموں کے درمیان تفریق کی طرف متوجہ ہوا ہو، کیونکہ ان کی رائے میں مرئی یا رائی (مشاہدہ کی جانے والی چیز یا مشاہدے کرنے والے) میں کوئی تبدیلی پیدا کر کے ہی سحر تخییل عمل میں آتا ہے۔

لہٰذا جن لوگوں نے فرعون کے جادوگروں کو دیکھا تھا یا تو ان کی آنکھوں کو جو سحر لاحق ہوا تھا اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان کی رسیوں اور لاٹھیوں میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہوگی، مثلاً جادوگروں نے روحوں سے مدد مانگی ہوگی اور انھوں نے ان کو متحرک کر دیا ہوگا جو درحقیقت شیاطین ہوں گے، اور لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ خود بخود حرکت کر رہی ہیں، یا پھر تبدیلی دیکھنے والوں میں واقع ہوئی ہوگی کہ انھوں نے تو لاٹھیوں اور رسیوں کو متحرک دیکھا ہوگا حالانکہ وہ بذات خود ساکن رہی ہوں گی۔

- **ابن قیم فرماتے ہیں :**

''اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ساحر ایسا بھی کرتا ہے اور ایسا بھی، کبھی تو وہ رائی (دیکھنے والے) کے نفس اور احساس میں تصرف کرتا ہے اور وہ اشیاء کو ان کی حقیقت کے خلاف دیکھتا ہے، اور کبھی مرئی میں اس طرح تصرف کرتا ہے کہ اس میں تصرف کے لئے ارواح شیطانیہ سے استغاثہ کرتا ہے''۔

ابن قیم صاحب اس بات کو پوری طرح مسترد کر دیتے ہیں کہ فرعون کے جادوگروں کا جادو کسی سائنسی حیلے اور کھیل کا نتیجہ تھا، یعنی انھوں نے اپنی لاٹھیوں اور رسیوں میں ایسی چیزیں رکھ دی تھیں جن کی وجہ سے وہ حرکت کرنے لگی تھیں، مثلاً انھوں نے اس کے اندر زئبق (پارہ یا تھر کنے والا دھات) رکھ دیا تھا، کیونکہ اس کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اگر اسے کسی چیز کے اندر بھر کر کسی گرم جگہ پر رکھ دیا جائے تو وہ اس چیز کو متحرک کر دیتی ہے۔

ابن قیم فرماتے ہیں :

''یہ بات جو انھوں نے کہی ہے وہ متعدد وجوہ سے باطل ہے، کیونکہ اگر بات ایسی ہی ہوتی تو پھر اس کا تعلق تخییل سے نہیں ہو سکتا، بلکہ حرکت حقیقی ہوتی، اور اسے آنکھوں کو مسحور کر دینا نہیں کہا جا سکتا تھا، اور نہ ہی اسے جادو کا نام دیا جا سکتا ہے، بلکہ وہ تو مشترکہ صناعتوں میں سے ایک صناعت اور فنکاری ہوگی، جبکہ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ [طہٰ:٦٦]۔

''اب تو موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں''۔

اگر منکرین کے بقول ان کے متحرک ہونے میں کوئی حیلہ کارفرما تھا تو پھر جادو سے اس کا کیا واسطہ، اور اس طرح کی چیز مخفی نہیں رہتی ہے، اور اگر ان کے کہنے کے مطابق یہ کوئی حیلہ تھا تو پھر اس کے باطل کرنے کا راستہ یہ تھا کہ ان کے اندر کا پارہ نکال دیا جاتا، اور اس حیلے کی قلعی کھول دی جاتی، اور اس بات کی حاجت ہی نہ تھی کہ وہ انہیں نگلنے کے لئے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالتے۔

نیز یہ بھی ہے کہ اس طرح کے حیلوں میں جادوگروں کی مدد لینے کی کیا ضرورت تھی، اس کے لئے تو بس اس فن کے ماہرین کافی تھے، اور اس کے لئے فرعون کو جادوگروں کی تعظیم کی ضرورت کیوں پڑتی اور اسے ان کے سامنے جھکنا کیوں پڑتا اور ان سے انعام واکرام اور قربت کا وعدہ کرنا پڑتا۔

نیز اس کے لئے یہ بھی کہنے کی حاجت نہیں تھی کہ :

﴿إِنَّهُۥ لَكَبِيرُكُمُ ٱلَّذِى عَلَّمَكُمُ ٱلسِّحْرَ﴾ [طہٰ:٧١]۔

''یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے''۔

کیونکہ اس طرح کی فنکاریوں کے سیکھنے سکھانے میں تو سبھی لوگ مشترک ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس چیز کا بطلان خود ہی اتنا ظاہر ہے کہ اس کی تردید کا تکلف کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے''۔ ①

دوم : سحر مجازی کے کچھ نمونے :

ہم چاہتے ہیں کہ ذیل میں سحر مجازی کے کچھ نمونے پیش کردیں جس کا مدار ہاتھ کی صفائی، سائنسی اور علمی حیلوں، اور ان اکتشافات پر ہوتا ہے جن میں ساحر اپنے ہمعصروں پر سبقت لے جاتا ہے، اور لوگوں کی نگاہوں میں جادوگروں کے افعال اس لئے بڑے نظر آتے ہیں کیونکہ جو چیزیں وہ دیکھتے ہیں انہیں ان کی تعلیل سمجھ میں نہیں آتی ہے، مگر جب وہ اس کے راز سے آگاہ ہوجاتے ہیں تو تعجب زائل ہوجاتا ہے۔

① التفسیر القیم : ص ٥٧٢۔

- **ان پرندوں کا راز جو بیت المقدس کے قبے میں زیتون لا کر ڈالا کرتے تھے :**

لوگ دیکھتے تھے کہ ہر سال ماہ آب (اگست) کی پہلی رات کو بیت المقدس میں ایک قبر پر بنے قبے میں سیکڑوں پرندے اپنی چونچوں میں زیتون کے دانے لئے آتے ہیں اور وہاں ڈال کر چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ قبہ زیتون کے دانوں سے بھر جاتا ہے۔

لوگوں کا اعتقاد یہی تھا کہ یہ اس قبے کے اندر مدفون میت کی کرامت ہے، حالانکہ حقیقت یہ نہیں تھی، بلکہ سب کچھ ایک مشہور موسیقار کا کھیل تھا جس میں اس نے پرندوں کو پھانس لیا تھا اور اسی کے نتیجے میں وہ اس مقام پر زیتون لا کر ڈالا کرتے تھے۔

- **ابوبکر رازی صاحب نے اس قصے اور اس کے پیچھے چھپے بھید کو بیان کیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ :**

''اس زمانے میں (ارجعیا نیوس) نامی ایک مشہور موسیقار تھا جو ایک بار صحرا سے گزر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ براصل نامی پرندے کا ایک چوزہ وہاں پڑا ہوا ہے، اور براصل پرندہ بڑا نرم خو اور مہربان واقع ہوا ہے، وہ چوزہ بڑی غمزدہ آواز میں چہچہا رہا تھا اور اس کی آواز تمام براصل سے جداگانہ لگ رہی تھی، براصل پرندے اس کے پاس نرم نرم زیتون لا کر ڈال رہے تھے، اور وہ حسب ضرورت ان میں سے کچھ کھا لیتا تھا، اور کچھ اس کی ضرورت سے زائد بچ رہتا تھا۔ موسیقار وہاں کھڑا وہ منظر دیکھ رہا تھا، اور اس چوزے کے حال پر غور کر رہا تھا، پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ عام پرندوں سے الگ اس کی آواز میں ایک طرح کا سوز پایا جاتا ہے گویا وہ اپنی آواز سے دیگر پرندوں کے اندر شفقت کے جذبات ابھار رہا ہو یہاں تک کہ ان کے اندر اس کے لئے رحمت کے جذبات پیدا ہو گئے، اور وہ اس کے پاس اس کی غذا پہنچانے لگے، لہٰذا اس نے بڑی مہارت کے ساتھ ایک ایسا آلہ بنایا جس سے ہوا گزرتی تو اس کے اندر سے اسی چوزے جیسی آواز برآمد ہوتی تھی، وہ برابر اس کا تجربہ کرتا رہا یہاں تک کہ اسے اس پر پورا اطمینان ہو گیا، اور اس کی آواز پر بھی براصل پرندے زیتون لیکر آنے لگے جیسے چوزے کی آواز پر لایا کرتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے وہاں اسی جنس کا کوئی چوزہ موجود ہے، پھر جب اسکی مراد بر آئی تو اس نے اپنی عبادت گزاری اور بزرگی کا اشتہار کیا، اور یروشلم کے ایک ہیکل کا قصد کیا، اور (اسطرخس) نامی زاہد جو وہاں مدفون تھا اور اس ہیکل کا بانی تھا اس کی وفات کے متعلق سوال کیا کہ وہ کون سی رات تھی جس میں اسے دفن کیا گیا تھا، لوگوں نے بتایا کہ وہ آب

(اگست) کی پہلی رات کو دفن کیا گیا تھا، اس نے برصلہ پرندے کی شکل کا شیشے کا ایک پرندہ بنایا اور اسے اندر سے کھوکھلا رکھا اور اسے ہیکل کے اوپر نصب کر دیا اور اس پرندے کے اوپر ایک قبہ بنا دیا اور آب کی پہلی تاریخ کو اسے کھولنے کا حکم دیا، اور جب ہوا اس مصنوعی برصلہ کے اندر سے گزرتی تھی تو اس سے چوزے کی آواز آنے لگتی تھی، اور براصل پرندے ہر روز وہاں زیتون لا لا کر پھینکتے تھے، قبہ زیتونوں سے بھر جاتا تھا، اور لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس میت کی کرامت ہے جو وہاں مدفون ہے''۔ [1]

- **روشنی کا فریب :**

ابن کثیر نے اسی قسم میں نصاری کے ان حیلوں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے وہ اپنے عوام کو متاثر کرتے ہیں :
''انہیں وہ کچرے [2] والے گرجا گھر میں جو بیت المقدس شہر میں واقع ہے روشنیاں دکھایا کرتے تھے، جس کی حقیقت یہ ہوتی تھی کہ وہ خفیہ طور پر اس کلیسے میں آگ لے آیا کرتے تھے، اور لطیف طریقے پر وہاں کی قندیلیں جلا دیتے تھے اور سادہ لوح عوام یہی سمجھتے تھے کہ وہاں سے انوار کی بارش ہوتی ہے، مگر خواص ان چالوں کا اعتراف کرنے کے ساتھ اس کی تاویل یہ کرتے تھے کہ اس طرح وہ اپنے مذہب کے لوگوں کو متحد رکھتے ہیں، اور اس کھیل کو اپنے لئے درست سمجھتے ہیں''۔ [3]

- **مقناطیس کا جادو :**

اسی قسم میں وہ حکایت بھی شامل ہے جس میں ایک شخص کے متعلق بتایا گیا ہے کہ قدیم زمانے میں اس نے مقناطیس کی خاصیت کو جان لیا تھا اور ایک کمرے میں اس کی ایسی سیٹنگ کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا جس سے لوہے کا ایک بت ہوا میں کھڑا ہو جاتا تھا کیونکہ چاروں طرف سے مقناطیسی جاذبیت کو ایسا سیٹ کیا گیا تھا کہ وہ بت گرتا نہیں تھا۔ اور وہ شخص اپنی قوم سے کہتا تھا کہ یہی تمہارا معبود ہے اس لئے تم سب اللہ کے سوا اس کی عبادت کرو۔

- **مریضوں کو شفا دینا :**

بہت سے مدعیان صلاح وتقویٰ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بیماروں کو ان لاعلاج بیماریوں سے شفا دے دیتے ہیں جن کے متعلق اطباء جواب دے چکے ہوتے ہیں۔

---

① قصة السحر : ص ۴۴۔

② مراد كنيسة القيامة ہے جسے انھوں نے قمامة الكنيسة سے تعبیر کیا ہے۔

③ تفسیر ابن کثیر : ۲۵۶/۱۔

ایسا ہی ایک قصہ حسب ذیل ہے :

ایک قصہ حسین بن منصور کا جو حلاج کے نام سے مشہور تھا

''وہ بلاد جبل کی ایک بستی میں گیا تو دیکھا ان کے پاس ایک مریض ہے جس کی بینائی گم ہو چکی ہے اور وہ اندھا ہو گیا ہے، اور اس پر فالج کا بھی اثر ہے جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو چکا ہے، لہٰذا اس نے اس معذور کے لئے دعا کی اور اپنے ہاتھوں میں تھوک کر اس کی آنکھوں اور پیروں پر مل دیا اور وہ اسی وقت دیکھنے اور اٹھ کر چلنے لگا، پھر جب اس کی حقیقت منکشف ہوئی تو پتہ چلا کہ یہ سب حلاج کا دجل وفریب تھا۔

اس واقعے کی حقیقت یہ تھی -جیسا کہ ابن کثیر نے خطیب بغدادی کے حوالے سے نقل فرمایا ہے- کہ حلاج نے اپنے خاص ساتھیوں میں سے ایک کو بلاد جبل میں سے ایک بستی کی طرف خوب سکھا پڑھا کر بھیجا کہ وہ وہاں جائے اور ان کے سامنے اپنی عبادت، زہد وورع اور نیکی کا خوب اظہار کرے، پھر جب اسے یقین ہو جائے کہ اب لوگ اس کی طرف متوجہ ہیں، اس سے محبت اور عقیدت رکھنے لگے ہیں، تو ان کے سامنے یہ ظاہر کرے کہ وہ اندھا ہو گیا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد انہیں یہ بھی دکھائے کہ وہ لنجا ہو گیا، پھر جب وہ اس کا علاج کرنے کی کوشش کریں تو وہ ان سے کہے کہ اے نیک لوگوں کی جماعت! تمہارے کسی علاج سے مجھے فائدہ نہیں ہوگا، پھر کچھ دنوں کے بعد انہیں بتائے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا جو اس سے فرماتے تھے کہ تجھے تو شفا بس ایک قطب کے ہاتھوں ہی مل سکتی ہے، اور وہ فلاں مہینے میں فلاں دن تیرے پاس آئے گا، جس کا حلیہ یوں اور یوں ہوگا۔ حلاج نے اس سے کہا کہ یہی وہ وقت ہوگا جب وہ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

چنانچہ وہ شخص مذکورہ بستی میں گیا اور وہاں اپنے زہد وورع اور عبادت گزاری اور نیکی کا اظہار کیا، قرآن کی تلاوت کرنے لگا، پھر ایک مدت تک اسی حال پر رہا یہاں تک کہ لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور اس سے محبت کرنے لگے، پھر وہ ان کے سامنے اندھا بن گیا اور کچھ دنوں تک ایسا ہی رہا پھر ان کے سامنے یہ بھی ظاہر کیا کہ اب وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گیا ہے، بستی والوں نے ہر ممکن طریقے پر اس کا علاج کرنے کی کوشش کی مگر نتیجہ صفر ہی رہا کچھ فائدہ نہیں ہوا، پھر اس نے کہا : اے بھلے لوگوں کی جماعت! یہ سب کچھ جو تم لوگ میرے ساتھ کر رہے ہو اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ مجھ سے فرماتے ہیں : تجھے عافیت اور شفا ایک قطب کے ہاتھوں ہی ملے گی، اور وہ فلاں مہینے میں

فلاں دن تمہارے پاس آئے گا، پہلے تو وہ لوگ مسجد ہی میں اس کی عیادت کرتے تھے مگر بعد میں اسے اٹھا کر لے جاتے تھے اور اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔

پھر جب وہ وقت مقرر آ گیا جو اس نے لوگوں سے بتایا تھا، اور جس پر حلاج سے اس کا اتفاق ہوا تھا، تو اسی وقت حلاج خفیہ طور پر بستی میں داخل ہوا، اون کے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا، وہ سیدھا مسجد میں چلا گیا اور وہاں ایک ستون کے پاس جم کر بیٹھ گیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا، کسی کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا، تب لوگوں نے اسے ان صفات سے پہچان لیا جو ان سے اس بیمار نے بیان کی تھی لہٰذا بستی والے بڑی تیزی سے اس کے پاس گئے اور سلام کرنے کے بعد اس سے تبرک حاصل کرنے کے لئے اسے چھونے لگے، پھر وہ لوگ اس معذور شخص کے پاس آئے اور اس سے اس کا حلیہ بیان کرنے لگے، اس نے کہا مجھے اس کی کیفیت بتاؤ، اور جب لوگوں نے اس کے متعلق بتایا تو اس نے کہا : ہاں بالکل یہی حضرت ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے مجھے بشارت دی تھی اور بتایا تھا کہ میری شفا انہیں کے ہاتھوں ہوگی، مجھے ان کے پاس لے چلو۔ چنانچہ لوگ اسے اٹھا کر اس کے پاس لے گئے اور اس نے اس سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ اے اللہ کے بندے میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ پھر اس سے اپنا خواب بیان کیا۔ تب حلاج نے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اس کے لئے دعا کی اور اپنی ہتھیلیوں پر تھوک کر اس کی دونوں آنکھوں پر ملا تو اس نے اپنی آنکھیں یوں کھول دیں جیسے کبھی کوئی بیماری رہی ہی نہ ہو، پھر اپنا تھوک اس کے پیروں پر ملا تو وہ یوں متحرک ہو گیا جیسے اسے کوئی عارضہ ہی لاحق نہ ہوا ہو، اور لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، اس شہر کے امراء اور بڑے لوگ بھی وہاں موجود تھے، لوگ بڑے زور سے چیخ پڑے، اللہ اکبر کے نعرے لگانے لگے، بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ پکارتے تھے، اب تو ان مکاریوں اور فریب کے باعث حلاج کی چاندی ہو گئی اور لوگ اس کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگے۔

پھر وہ ایک مدت تک ان کے درمیان بڑی عزت کے ساتھ رہا، وہ لوگ حد درجہ اس کا احترام کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ کچھ مال وغیرہ طلب کرے تو وہ لا کر اس کے قدموں پر ڈال دیں، پھر جب اس نے وہاں سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے چاہا کہ اس کے لئے ڈھیر سارا مال جمع کر کے لے آئیں، مگر اس نے کہا کہ مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے، ہم تو جہاں تک پہنچے ہیں ترک دنیا ہی کے سبب پہنچے ہیں، البتہ تمہارا یہ جو ساتھی ہے اس کے کچھ دوست احباب طرسوس کی سرحد پر جہاد کر رہے ہیں اور وہ ابدال میں سے

ہیں، وہ حج اور صدقات وغیرہ بھی کرتے رہتے ہیں، وہ اپنے ان کاموں کے لئے مال کے حاجت مند ہیں۔
اس معذور اپاہج نے کہا : شیخ صاحب بجا فرماتے ہیں، اب جبکہ اللہ نے میری آنکھیں واپس لوٹا دی ہیں، اور مجھے عافیت سے نواز دیا ہے، تو میں اپنی بقیہ عمر جہاد فی سبیل اللہ میں لگادوں گا، اور اپنے بھائی ابدال اور صالحین کے ساتھ جنھیں میں جانتا ہوں حج کیا کروں گا، پھر وہ انہیں اس بات کی ترغیب دیتا رہا کہ جو کچھ بطیب خاطر ممکن ہو مال اسے عطا کر دیں، اس کے بعد حلاج وہاں سے چلا گیا، اور وہ شخص ایک مدت تک ان کے درمیان رہا اور وہ لوگ اس کے لئے بڑا مال جمع کرتے رہے، یہاں تک کہ سونے چاندی کے ہزاروں سکے جمع ہو گئے، پھر جب اس کی مراد پوری ہوگئی تو وہ ان سے رخصت ہو کر حلاج کی طرف گیا اور دونوں نے وہ مال آپس میں تقسیم کرلیا"۔ ①

● حلاج کی ایسی شعبدہ بازیوں اور تماشوں نے لوگوں کو خوب فتنے میں ڈالا، اور یہ سلسلہ عہد در عہد جاری ہے، اس طرح کی چیزیں عوام اور ضعیف العقل لوگوں پر خوب چلتی ہیں، جو لوگ سحر کے مدعی ہوتے ہیں انہیں اس نوعیت کا بھی اچھی طرح پتہ ہوتا ہے جہاں ان کے جادو اور دجل وفریب کے کاروبار کو فروغ حاصل ہوسکتا ہے، بالخصوص جب یہ فنکار اور کھلاڑی سادہ لوحوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوجائیں کہ وہ بڑے پہنچے ہوئے ہیں اور انہیں کچھ خاص قسم کی شکتی حاصل ہے، یا پھر یہ کہ کچھ جنات ان کے تابع ہیں جو بلا چوں وچرا ان کا حکم بجالاتے ہیں، اور ان کے اندر ان کے امر ونہی کا سکہ چلتا ہے، ایسی صورت میں لوگوں کی عقلوں کو سن کرنے کے بعد ان کی شعبدہ بازیوں کا کاروبار بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ ترقی کے منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔

● ٹھگی کی اس طرز کو ابن کثیر نے تنبلہ کا نام دیا ہے اور بقول ابن کثیر اس کا جادو صرف بنی آدم کے ضعیف العقل لوگوں پر چلتا ہے، اور علم فراست میں کامل العقل اور ناقص العقل لوگوں کے درمیان تمیز کی رہنمائی موجود ہے، جب کوئی ٹھگ علم فراست میں ماہر ہوتا ہے تو اسے بخوبی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون لوگ اس کے جھانسے میں آسکتے ہیں اور کن پر اس کا وار خالی جائے گا۔

عوام خرافات، افسانوں اور ان جھوٹی خبروں کی تصدیق میں بڑے تیز واقع ہوئے ہیں جن کا وقوع ناممکن ہوتا ہے②۔

① البداية والنهاية لابن كثير : ۱۱/ ۱۳۵۔
② دیکھیے : تفسیر ابن کثیر : ۱/ ۲۵۷۔

زرنب نامی ایک حیوان کا افسانہ

ایسا ہی ایک قصہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں بیان فرمایا ہے :

وہ سن ۳۰۴ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ :

''بغداد میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ (زرنب) نامی ایک حیوان نکلا ہے جو رات کو محلوں میں چکراتا پھرتا ہے اور بچوں کو چارپائیوں سے اٹھا کر کھا جاتا ہے، سوتوں پر حملہ کر دیتا ہے، کبھی کسی آدمی کا ہاتھ یا کسی خاتون کا پستان کاٹ کر لے جاتا ہے اور وہ حالت خواب میں ہوتے ہیں۔

یہ افواہ اہل بغداد میں اپنا کام کر گئی، پورے شہر میں رت جگا ہونے لگا، لوگ گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر تانبوں اور لوہوں پر گھنٹے بجاتے تھے، تاکہ حیوان دور ہی سے آواز سن کر بھاگ جائے، مغرب سے مشرق تک بغداد کے تمام گوشوں میں ایسی ہی آوازیں گونج رہی تھیں، لوگوں نے بچوں کو محفوظ رکھنے کے لئے کھجور کے پتوں سے جال نما ڈھکن بنالئے تھے، چوروں نے اس شوشے کو غنیمت جانا اور جم کر چوریاں کیں اور مال کا اچھی طرح صفایا ہوگیا۔

پھر اس وقت تک لوگوں کو چین نہ آیا جب تک خلیفہ کے حکم سے ایک دریائی کتے کو پکڑ کر پل کے اوپر پھانسی پر نہ لٹکا دیا گیا، جب لوگوں نے اسے دار پر لٹکا ہوا دیکھ لیا تو شانت ہوگئے اور ان کی جان میں جان آئی کہ حکومت اس موہوم جانور کو پکڑنے اور اسے فنا کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہوگئی ہے''۔ ①

● مردے کو زندہ کرنے کا تماشا :

کچھ تماشے جو لوگوں کو تعجب خیز نظر آتے ہیں ان میں مردے کو زندہ کر دینے کا کھیل بھی ہے، جس میں ساحر اس میدان میں ہونے والی سائنسی ترقی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

اس کا مظاہرہ یوں ہوتا ہے کہ ایک شعبدہ باز مثلاً ایک کبوتر کو لیتا ہے اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن مروڑ دیتا ہے، اور ایسا لگنے لگتا ہے کہ وہ مر گیا ہے، پھر وہ اسے لوگوں کے درمیان پھینک دیتا ہے، لوگوں کو اس سنگ دلی پر دکھ ہوتا ہے، پھر وہ ان سے پوچھتا ہے کہ کیا وہ اسے دوبارہ زندہ کر دے؟ اس کے بعد وہ اسے ایک کاغذ کے اندر

---

① البداية والنهاية : ١١٦/١١۔

رکھتا ہے، اور کاغذ کے اوپر ضرب لگاتا ہے، تب وہ مردہ کبوتر پھڑ پھڑا کر اٹھتا ہے، اور مجمع کی طرف پرواز کر جاتا ہے جو دائری شکل میں اس جادوگر کے چاروں طرف کھڑا ہوتا ہے۔ اس کھیل کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شعبدے باز کبوتر کو پکڑنے سے پہلے اپنے ہاتھ میں بیہوشی کی دوا لگا لیتا ہے، اور کبوتر کو پکڑ کر لوگوں کے سامنے ایسا ظاہر کرتا ہے جیسے وہ اس کی گردن مروڑ رہا ہو جبکہ وہ اسے اپنے ہاتھ میں لگی بیہوشی کی دوا سنگھانے میں مشغول ہوتا ہے، اور وہ کبوتر اس کے نتیجے میں بیہوش ہو جاتا ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے، پھر جب وہ اس پر ضرب لگاتا ہے تو اس کی بیہوشی دور ہو جاتی ہے اور وہ پرواز کر جاتا ہے، اور جیسا کہ لوگ کہتے ہیں : سبب معلوم ہو جاتا ہے تو تعجب رفع ہو جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی بات انوکھی نہیں ہے، طبیب بڑے بڑے آپریشن کرتا ہے اور مریض اس کے سامنے بیہوشی والی دوا کے سبب مردے کی طرح لیٹا ہوتا ہے، اگر کوئی شخص آپریشن سے قبل اسے دیکھ لے تو وہ یہی سمجھے گا کہ یہ آدمی مر چکا ہے۔ [1]

• بند برتن کے اندر دھواں بھرنے کا کھیل :

ایک شعبدہ باز ایک ڈھکے ہوئے پیالے کو ہاتھ لگائے بغیر اس میں دھواں بھر دیتا ہے۔

اس کھیل کی حقیقت یہ ہے کہ جادوگر پیالے کے داخلی حصے کو (روح الملح) نامی مادے سے دھو دیتا ہے، پھر ایک طشتری ایسی لاتا ہے جس پر (نوشادر) ملے ہوتا ہے اور اس طشتری کو بالکل نارمل انداز میں پیالی کے اوپر رکھ دیتا ہے اور اسے رومال سے ڈھانپ دیتا ہے، پھر دور کھڑا سگریٹ سلگاتا ہے اور اس کا دھواں پیالی کی طرف پھینکتا ہے، تاکہ لوگوں کو ایسا لگے جیسے وہ اس پیالی کو دھوئیں سے بھر رہا ہے۔

جبکہ حقیقت میں (روح الملح) اور (نوشادر) کے کیمیائی تفاعل سے دھواں پیدا ہوتا ہے اور وہ پیالی اس وجہ سے دھواں سے بھر جاتی ہے، یہ بھی دراصل ایک سائنسی فنکاری ہے جس سے شعبدے باز فائدہ اٹھاتے ہیں۔

• جادوگر گورے چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے :

اس کھیل کے پیچھے جو راز ہے وہ یہ ہے کہ شعبدے باز لوگوں کے پاس آتے ہوئے اپنے چہرے پر (بزموتھ آکسائڈ) نامی مادہ لگا کر آتا ہے، اس سے چہرہ خوبصورت اور چمکدار ہو جاتا ہے، اس مادے کو کچھ خواتین اپنی زینت کے لئے استعمال کیا کرتی ہیں، پھر وہ شعبدے باز لوگوں کے سامنے (ہائیڈروجین) ملا ہوا پانی رکھ لیتا ہے، اس کے بعد

---

(1) فن الشعوذه الحديثة : من مذكرات شرلوك هولمز: ص ٩۔

وہ دعویٰ کرتا ہے کہ جیسے ہی وہ اس پانی کو سونگھے گا اس کا سپید چہرہ اچانک سیاہ پڑ جائے گا، اور ایسا درحقیقت ان دونوں کیمیائی مادوں کے تفاعل کی وجہ سے ہوتا ہے جو اس کے چہرے اور برتن کے پانی میں موجود ہوتے ہیں۔

- **مختلف رنگوں کا تماشا :**

شعبدے باز بند گوبھی کے کچھ پتے پانی میں ابالتا ہے، پھر جب اس پانی کا رنگ سرخ ہوجاتا ہے تو وہ اسے لے لیتا ہے، اور اسے ٹھنڈا کرنے کے بعد تین برتن لیتا ہے، ان میں سے ایک میں مادہ (امونیا) کے چند قطرے ٹپکا دیتا ہے دوسرے میں کبریٹک سالٹ کے کچھ ڈراپس گرا دیتا ہے، اور تیسرے برتن میں کوئی مادہ نہیں رکھتا ہے، پھر پہلے برتن میں بند گوبھی کے پتے والا سیال ڈالتا ہے تو رنگ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، پھر دوسرے میں ڈالتا ہے تو اس کا رنگ سبز ہوجاتا ہے اور اس وقت وہ مادہ امونیا سے متاثر ہوتا ہے، پھر جب اسے تیسرے میں ڈالتا ہے تو اس کا رنگ لال ہوجاتا ہے، اور یہ سب کیمیائی تفاعل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ [1]

- **وہ شعبدے بازی جس میں مہارت اور نگاہوں کو فریب میں مبتلا کرنے کی صلاحیت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے :**

شعبدہ بازی کی ایک قسم مہارتوں اور نگاہوں کو دھوکہ دینے کے کھیل پر مشتمل ہوتی ہے جس کی شعبدہ بازوں کو کافی مشق ہوجاتی ہے، مثلاً ایک جادوگر لوگوں کے سامنے کسی انسان کو ذبح کر دیتا ہے یا اس کے جسم میں تلوار گھونپ دیتا ہے، دیکھنے والوں کو خون بہتا ہوا بھی دکھائی دیتا ہے، پھر وہ اسے ایک لات مارتا ہے اور وہ زندہ ہوجاتا ہے اور اٹھ کر چلنے لگتا ہے۔

جب اس کی حقیقت کا جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو محض ایک تماشا اور شعبدہ بازی ہے اور حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، ورنہ ذبح کیا جانے والا اور تلوار کا مارا ہوا زندہ کیسے ہوجائے گا، کیونکہ مارنا اور جلانا تو فقط اللہ تعالیٰ کا کام ہے جسے وہ اپنے ارادے اور علم کے مطابق انجام دیتا ہے۔

عقیدہ تو ہر مسلمان کا یہی ہے مگر دنیا میں بڑی تعداد میں ایسی کمزور شخصیتیں پائی جاتی ہیں جن کی اکثریت مزاجی عصبیت سے دوچار ہے جو معمولی سے معمولی اوہام اور انفعالات کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، ایسے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ شعبدے باز یہ کارنامہ حقیقت میں انجام دیتا ہے، ذیل میں ہم چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت مثالوں

---

[1] فن الشعوذة : ۱۳۔۱۴۔

سے واضح کردی جائے۔

- **مقتول کو زندہ کرنے کا کھیل :**

جادوگر ایک نہایت تیز چھری لے کر آتا ہے، یا بہت ہی دھار دار کوئی آلہ حاضرین میں سے کوئی شخص اسے تھما دیتا ہے، اور وہ اسے اپنے معاون کی گردن پر پھیر دیتا ہے، اور اسے ذبح کر دیتا ہے، اس کا خون بہنے لگتا ہے، اور وہ مرجاتا ہے، پھر دس منٹ کے بعد وہ اسے ایک لات جماتا ہے اور مردہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

یہ محض ایک شعبدہ ہوتا ہے اور حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا ہے اور جب حقیقت سامنے آتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ہم فریب خیال میں مبتلا تھے۔

اس شعبدہ باز کا کل کارنامہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اس کے گلے پر انسانی جلد کی رنگت کا ایک پٹہ خون کی طرح کے سیال سے بھرا ہوا چپکائے رہتا ہے اور اس کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ بالکل انسانی جلد ہی کی طرح دکھائی دیتا ہے، پھر جب وہ چھری اس پٹے پر پھیرتا ہے تو وہ پھٹ جاتا ہے اور اس سے خون کی مانند وہ سرخ سیال باہر آجاتا ہے، اور دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ اس نے اپنے معاون کو ذبح کر دیا ہے۔

- **ایسا ہی ایک اور کھیل :**

ایسا ہی کھیل انسان کے جسم میں تلوار گھونپنے کا بھی ہوتا ہے، یہاں تک کہ پیٹ میں ڈالی ہوئی تلوار پشت سے باہر نظر آنے لگتی ہے اور خون بھی بہتا ہے، مگر اس کے باوجود جسے تلوار ماری جاتی ہے وہ مرتا نہیں ہے۔ [1]

اس میں بھی کمال ایک خون سے بھرے پٹے اور پائپ کا ہوتا ہے اور باقی اس کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی ہے۔

- **چلتی گھڑی کو روک دینے کا تماشا :**

انہیں تماشوں میں ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ جادوگر گھڑی کو چلنے سے روک دیتا ہے۔

نمائش گاہ میں جادوگر تمام حاضرین کو اپنی اپنی گھڑیاں نکالنے کا حکم دیتا ہے، پھر وہ ان میں سے کسی بھی گھڑی کی طرف اسے چھوئے بغیر ہاتھ بڑھا دیتا ہے، اور اسے چلنے سے رک جانے کا حکم دیتا ہے تو وہ رک جاتی ہے، ایسا ہی وہ باقی گھڑیوں کے ساتھ بھی کرتا ہے۔

اس کا راز یہ ہے کہ اس شعبدے باز نے ایک نہایت قوی قسم کا چھوٹا سا مقناطیس استعمال کیا تھا اور اسے اپنے

---

[1] فن الشعوذہ ص : ۲۷-۲۸۔

جبے یا قمیص کے نیچے کلائی پر ایسے باندھے ہوئے تھا جو تماش بینوں کو نظر نہیں آتا تھا، اور جیسے ہی اس کا ہاتھ کسی گھڑی کے پاس پہنچتا وہ فوراً رک جاتی تھی، اس کا سبب مقناطیسی جاذبیت ہوتی تھی، اس میں اس شعبدے باز کا کوئی ذاتی کمال نہیں ہوتا تھا۔

- **کچھ اور تماشے :**

یہاں اور بھی کچھ ایسے افعال ہیں جن کے ذریعہ شعبدے باز لوگوں کو فریب خیال میں مبتلا کر دیتے ہیں، مثلاً کچھ لوگ فاسفورس جیسے مادوں کا استعمال کرتے ہیں، یہ مومی رنگ کا ایک ٹھوس مادہ ہوتا ہے، جو ہوا کے لمس ہی سے شعلہ زن ہو جاتا ہے، اور زیتون کا تیل استعمال کیا جاتا ہے، ان دونوں مادوں کے کچھ اجزا کو ملا دیا جاتا ہے پھر اس سے سفید جبوں کو پینٹ کر دیا جاتا ہے، اور اسے ایک تاریک کمرے میں رکھ دیتے ہیں، لوگوں کو ایسا لگتا ہے کہ مختلف روشن چہرے ہیں جن سے شعائیں نکلتی ہیں۔

- **ایک بنگلہ دیشی جادوگر اور اس کے کرتب :**

- ’’جس جادو کا دارومدار فنکاریوں، حیلوں اور ہاتھ کی صفائی پر ہے وہ ان دنوں کثرت سے پائے جاتے ہیں، جنھیں لوگ ہر مقام پر دیکھتے ہیں، اس قسم کے جادو کا پیشہ اختیار کرنے والوں میں سے بہت سے لوگ کویت کا دورہ کر چکے ہیں، انہیں جادوگروں میں سے ایک ’’گوئل ایش‘‘ نامی بنگلہ دیشی جادوگر بھی تھا جو بنگلہ دیش کے فنون سحر سکھانے والے انسٹیٹیوٹ کا پرنسپل تھا جس کا نام بعد میں ’’مرکز بنگلہ دیش برائے جادوئی تحقیقات‘‘ ہو گیا تھا‘‘۔
- ’’مزدور یونین کی ایک نمائش کے اسٹیج پر اس نے متعدد تماشے دکھائے تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ متعدد تماش بینوں نے ملکر اس کے دونوں ہاتھ پس پشت باندھ دئے تھے، پھر اسے ایک بورے میں ڈال دیا تھا، پھر بورے کو صندوق میں رکھ دیا گیا، اور اسے مضبوطی کے ساتھ بند کر دیا گیا، اور صندوق کے اوپر ایک دوسرا بورا رکھ دیا گیا، اور ایک منٹ سے بھی کم میں وہ جادوگر صندوق سے باہر نکل کر جمہور کے سامنے آ گیا، اور اس نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ پھر بورے اور صندوق میں واپس چلا گیا، اور ایک منٹ سے بھی کم میں بدستور بندھا ہوا جمہور کے سامنے ویسے ہی آیا جیسے پہلے گیا تھا‘‘۔
- ’’اور اس کا ایک دوسرا کھیل یہ تھا کہ وہ ایک دوشیزہ کو ایک ایسے صندوق میں لٹا دیتا تھا جو اسی کے طول

میں تھا، پھر اسے ایک عریض چھری سے تین ٹکڑوں میں کاٹ دیتا تھا۔ اور ایک دوسرے کھیل میں وہ دو کبوتروں کو ایک خالی صندوق میں رکھ دیتا تھا اور جب وہ دوبارہ صندوق کو کھولتا تو وہ دونوں کبوتر غائب ہو چکے ہوتے تھے۔ اور ایک تیسرے کھیل میں وہ ایک لمبے سے کپڑے کے تھیلے میں ایک دوشیزہ کو ڈالنے کے بعد اسے اٹھاتا تھا اور جب اس تھیلے کو نیچے لاتا تھا تو وہ دوشیزہ غائب ہو چکی ہوتی تھی، پھر وہ اسے دوبارہ اٹھاتا تھا اور اسے نیچے لاتا تھا اور اس وقت دوشیزہ ایک نئے لباس میں سامنے آجاتی تھی'' !

● ''کچھ تماش بینوں نے خوب اچھی طرح اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی، اور ان میں سے کچھ دوسرے لوگ بلیک بورڈ پر کچھ عبارتیں لکھتے تھے۔ اور وہ بھی انہیں جیسی عبارتیں لکھ دیتا تھا، یہاں تک کہ ایک تماش بین تھیٹر سے اٹھا اور اس نے جادوگر کو دھوکہ دینا چاہا، اس نے صرف اپنی انگلی ہلا دی مگر کچھ لکھا نہیں۔ حیرت کا مقام تھا کہ اس جادوگر نے بعینہ اسی تماش بین کی حرکت دہرادی''۔

● اس ساحر نے اخبار ''القبس'' کا بھی دورہ کیا تھا، اور وہاں اس نے اپنی ایک نمائش رائٹرس ہال میں بھی پیش کی تھی، ''القبس'' اخبار نے اس کا ایک انٹرویو بھی لیا تھا جسے ۱۲/۱/۱۹۸۴ء کو شائع کیا گیا تھا۔

۸۔ دواؤں، غذاؤں اور کپڑوں کے خواص کا استعمال :

خوارق پیش کرنے کا دعویٰ کرنے والے کچھ جادوگر ایسے بھی ہوتے ہیں جو کچھ ایسے مواد کا استعمال کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے الگ قسم کی خصوصیتیں پیدا کر رکھی ہیں جنھیں یہ لوگ جان لیتے ہیں جبکہ باقی لوگ ان سے ناواقف ہوتے ہیں۔

● ان میں سے ایک کھیل یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ اپنے جسم پر انٹی فائرلوشن (آگ کو غیر موثر کرنے والے مواد) کا استعمال کئے ہوتے ہیں، اور ایسے کپڑے پہن رکھے ہوتے ہیں جنھیں آگ جلا نہیں سکتی ہے۔

● اور جن لوگوں کے متعلق ان کا دعوی ہوتا ہے کہ وہ ان پر جادو کر رہے ہیں، یا بطریق سحر انہیں اذیت دے رہے ہیں اس کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کے کھانوں میں کچھ دوائیں یا کھانے پینے کی ایسی چیزیں ملا دیتے ہیں جو انسان کے مزاج کو تبدیل کر دیتی ہیں، ان سے اس کی عقل میں بلادت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا جسم بیمار ہو جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی انسان گدھے کا بھیجہ کھالے تو اس کی عقل میں بلادت پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کی سوجھ بوجھ کم ہو جاتی ہے۔

● قرافی نے اس قسم کو "سیمیا" کا نام دیا ہے۔

"یہ ان اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے جنھیں ارضی خواص سے مرکب کیا جاتا ہے مثلاً خاص قسم کا تیل یا خاص قسم کے سیال جو مخصوص تخیلات کا موجب ہوتے ہیں، حواس خمسہ کو پکڑ لیتے ہیں، یا ان میں سے بعض کو، اور اس میں کچھ ماکولات (کھانے والی چیزوں) مشمومات (سونگھنے والی چیزوں) مبصرات (دیکھنے والی چیزوں) ملموسات (چھونے والی چیزوں) اور مسموعات (سننے والی چیزوں) کے حقائق کا عمل دخل ہوتا ہے، اور کبھی اس کا وجود حقیقی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ ان کوششوں کے وقت ان اعیان میں پیدا کر دیتا ہے، اور کبھی اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہے، اور کبھی اوہام اس قدر چھا جاتے ہیں کہ وہم کی وجہ سے مختصر زمانے میں لمبے لمبے سال گزرتے معلوم ہوتے ہیں، لگتا ہے موسموں کی آمد ورفت جاری ہے، عمر کا سلسلہ آگے بڑھ گیا ہے، اولاد پیدا ہوتی چلی گئی ہے، گھڑی کے بڑے قریب قریب کے وقت میں عمریں گزر گئی ہیں، اور اس طرح کے احساسات اجاگر ہوتے ہیں، صحیح فکر پورے طور پر سلب ہو جاتی ہے، ان پرفریب کاوشوں کے ساتھ انسان کے احوال بلا کسی فرق کے بالکل سونے والے کے حالات جیسے ہو جاتے ہیں، یہ سب باتیں اس شخص کے ساتھ خاص ہوتی ہیں جس پر وہ عمل کیا گیا ہوتا ہے اور جس کے ساتھ ایسا کوئی عمل نہیں کیا جاتا وہ ان میں سے ایسی کوئی چیز محسوس نہیں کرتا ہے"۔ ①

● بعض اہل علم نے ان میں کچھ ایسی چیزوں کے خواص کو بھی داخل فرمایا ہے جن کا سبب نہ معلوم ہو سکے، ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ جادوگروں کے دعوے کے مطابق اگر آپ بعض کتوں کو سات پتھر ماریں اور وہ ان میں سے ہر ایک کو کاٹ لیں، پھر آپ انہیں لیکر ایک برتن میں ڈال دیں، تو جو اس سے پئے گا اس پر عجیب مخصوص قسم کے آثار ظاہر ہوں گے۔ ②

● اس علم کے کچھ محققین اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ اس قسم میں صحت وسقم کے اعتبار سے مزاجوں کے انفعالات کے ساتھ مختص حقائق کے خواص کو داخل کیا جائے۔ مثلاً ان جمادات، نباتات اور حیوانات سے تیار دوائیں اور غذائیں جو اطباء، عطاروں اور طبعیات کے ماہرین کی کتابوں میں درج ہیں، کیونکہ انکا تعلق جادو سے نہیں علم طب سے ہے، اور ان میں سے بعض کا خیال یہ ہے کہ جو سحر میں داخل اور اس سے مختص ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جو جسموں کے بجائے نفوس پر مسلط ہوتا ہے۔ ③

---

① الفروق للقرافي : ۱۳۷/۴۔ ② الفروق : ۱۳۸/۴۔ ③ الفروق : ۱۳۸/۴۔

- اس کو جادو اس وقت کہا جاتا ہے جب ان کا استعمال کسی جادوگری کے دعویدار کی طرف سے کیا جاتا ہے، کیونکہ جادوگر جو کچھ کرتا ہے اور سرگرمیاں انجام دیتا ہے ان کا سبب لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا ہے، البتہ جب بھید کھل جاتا ہے اور حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے تو پھر وہ جادو نہیں رہ جاتا ہے۔

۹۔ چغلخوری کرنا اور خفیہ طریقے سے لگائی بجھائی کر کے بگاڑ پیدا کرنا :

ابوبکر رازی اور ابن کثیر وغیرہ کی تصریحات کے مطابق سحر مجازی کی ایک قسم چغلخوری اور بندوں کے باہمی تعلقات میں خرابی اور بگاڑ پیدا کرنا بھی ہے، اور جیسا کہ علماء فرماتے ہیں یہ قسم لوگوں میں عام ہے، اس نوع کا تذکرہ کرتے ہوئے جصاص صاحب فرماتے ہیں :

''جادوگری کی ایک قسم چغلخوری کرنا، لگائی بجھائی کا کام کرنا، ادھر کی باتیں ادھر پہنچانا، تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنا، اور لطیف وخفیہ طریقے پر جھگڑے لگانا بھی ہے، اور یہ چیز لوگوں کے درمیان خوب شائع اور عام ہے''۔

• لگائی بجھائی کی تاثیر کا ایک قصہ :

''بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت نے میاں بیوی کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا چاہا تو پہلے بیوی کے پاس گئی اور اس سے کہا: بہن ! تمہارا شوہر تم سے بے اعتنائی برت رہا ہے، دراصل اس پر جادو کردیا گیا ہے، اور تمہارے متعلق اس پر بندش لگادی گئی ہے، اب میں تمہارے لئے اس پر ایک ایسا جادو کروں گی کہ اسے تمہارے سوا کسی اور کی چاہت نہیں رہے گی، اور وہ تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں دیکھ سکے گا، مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ سوجائے تو تم مجھے اس کے حلق کے پاس کے تین بال استرے سے مونڈ کردے دینا، بس اسی سے کام بن جائے گا، وہ (بیوی) اس عورت کو سچا سمجھ کر اس کے جھانسے میں آ گئی۔

پھر وہ شوہر کے پاس گئی اور اس سے کہا : ارے میاں! تمہاری بیوی کسی اور کو دل دے بیٹھی ہے، اور اب وہ تمہیں راستے سے ہٹادینے کا تہیہ کرچکی ہے، وہ تمہیں جان سے مار ڈالے گی، وہ تو مجھے اس کے اس ارادے کا پتہ چل گیا اور میں ٹھہری تمہاری خیرخواہ، اس لئے لازم جانا کہ جھٹ تمہیں اس سے آگاہ کردوں اور حق نصیحت ادا کر کے سبکدوش ہوجاؤں بس اب تم ہوشیار رہنا، اور دھوکے میں مارنہ کھاجانا، کیونکہ وہ استرے سے اپنا کام کرے گی اور بہت جلد تمہیں اس کا پتہ چل جائے گا، اس کی اس حرکت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اب وہ آدمی اپنے گھر میں سوتا بنا ہوا بستر پر پڑا تھا، اور ادھر بیوی کو جب اس کے سوجانے کا یقین ہو گیا تو تیز دھار استرا لیکر آگے بڑھی کہ اسکے حلق کے پاس سے تین بال نکال لے جائے، اور جب آدمی نے یہ دیکھا کہ وہ استرا لیکر اس کے حلق کی طرف جھک رہی ہے تو اسے اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا کہ وہ اسے قتل کرنا چاہتی ہے، لہٰذا وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بیوی کو ذبح کر ڈالا پھر اس جرم کی پاداش میں خود بھی سزائے موت سے دوچار ہوا اور اسے قتل کر دیا گیا''۔ ①

- **شیخ عبدہ سورۂ فلق کی تفسیر میں لکھتے ہیں :**

''چغلخوری اس بات کے قرین ہے کہ اسے جادو کی ایک قسم میں شمار کیا جائے، کیونکہ وہ جھوٹ پر مبنی ایک خفیہ وسیلے سے دو دوستوں کی محبت کو نفرت میں بدل دیتی ہے۔

چغلخوری دو دوستوں کے وجدان کو ایسے ہی گمراہ کر دیتی ہے جیسے رات اپنے راہی کو اپنی ظلمت کی وجہ سے بہکا دیتی ہے، اور کسی کے لئے بھی چغلخوری سے بچنے کے لئے محتاط رہنا آسان نہیں ہے، کیونکہ چغلخور جو کچھ آپ کے متعلق کہتا ہے وہ آپ کے ساتھی سے کہتا ہے، اور آپ کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہ کیا کہتا ہے، اور نہ آپ یہی جان سکتے ہیں کہ وہ آئندہ کیا کہے گا۔

وہ جب آپ کے پاس آئے گا تو ایسی باتیں کرے گا جو آپ کو سچی لگیں گی، یہاں تک کہ اسے جھٹلانا تقریباً آپ کے لئے ناممکن سا ہوگا، اس لئے ناگزیر ہے کہ آپ اپنی قوت سے بہت بڑی کسی قوت سے مدد حاصل کریں، اور وہ ہے اللہ کی قوت''۔

- **علامہ صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں :**

''عیون المسائل'' میں ابوخطاب صاحب لکھتے ہیں :

''چغلخوری کرنا اور لوگوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا بھی جادو ہی کی ایک قسم ہے''۔

''الفروع'' میں وارد ہے کہ :

''اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ وہ (چغلخور) اپنے کلام اور عمل سے مکر اور حیلے کے ساتھ اذیت رسانی کا قصد رکھتا ہے، اس لئے سحر کے مشابہ ہے، اور عرف وعادت سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ اس کے عمل کی تاثیر

① احکام القرآن للجصاص : ۱/۴۸۔

اور نتیجہ بھی جادو جیسا ہی ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ، اسی لئے وہ بھی اسی کے حکم میں ایسے ہی داخل ہے جیسے دو متماثل اور متقارب چیزوں کا حکم یکساں ہوتا ہے۔

- **مگر ایک بات یہ ضرور کہی جاسکتی ہے کہ :**

ساحر کی تکفیر وصف سحر کی وجہ سے کی جاتی ہے، اور وہ ایک خاص امر ہے، اور اس کی دلیل بھی خاص ہے، اور یہ درحقیقت سحر نہیں ہے، البتہ اس کی تاثیر بھی وہی ہے جو اس کی ہے، اس لئے اس کا حکم بھی وہی ہے، صرف کفر اور عدم توبہ کا استثنا ہے جو جادوگر کے ساتھ مختص ہے''۔ ①

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمیمہ (چغلخوری) کو العضۃ (کاٹنے والی چیز) کا نام دیا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''أَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ هِيَ النَّمِيمَةُ الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ''۔

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ (العضہ) کاٹنے والی چیز کیا ہے؟ وہ چغلخوری ہے لوگوں کے درمیان (لگائی بجھائی والی) باتیں کرنا''۔ ②

- **نووی فرماتے ہیں :**

''لفظ ''العضۃ'' کو دو طریقے سے روایت کیا گیا ہے :

ایک تو ''العِدَةُ'' کے وزن پر ہے۔

دوسرا : ''اَلْوَجْهُ'' کے وزن پر عین کے فتحہ اور ضاد کے سکون کے ساتھ ہے۔

اور حدیث کی تقدیر یوں ہے :

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کاٹنے والی چیز کیا ہے؟ جو اپنی حرمت میں بھی سخت اور سنگین ہے''۔ ③

- **العضۃ :**

کا مطلب جھوٹ اور بہتان تراشا ہوتا ہے، اور چغلخوری کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ عام طور پر جھوٹ اور بہتان تراشی سے خالی نہیں ہوتی ہے۔

---

① الدين الخالص : ۳۳۱/۲۔

② صحیح مسلم : ۲۰۱۲/۴ ، حدیث نمبر : ۲۶۰۶۔

③ شرح النووی علی مسلم : ۱۵۹/۱۶۔

جادوگروں اور جادوگری کی زمینی حقیقت سے متعلق ایک رپورٹ

برصغیر کے مسلمانوں میں جادوگری اور جادوئی اعمال کی واقعی صورت حال

یوں تو سارے عالم اسلام میں توہم پرستی، ضعیف الاعتقادی اور دینی جہالت کا دور دورہ ہے، اسی لئے کالے پیلے علوم کے خود ساختہ ماہرین، عطائیوں، نیم حکیموں، شعبدہ بازوں، عیاروں، نوسر بازوں، جعلی بزرگوں، پیروں فقیروں، دین کی آڑ میں شکار کھیلنے والے باباؤں، عاملوں، راقیوں کاہنوں اور جادوگروں کی ہر جگہ بھاری تعداد موجود ہے اور پڑھے لکھے اور غیر پڑھے لکھے سادہ لوح اور دینی اعتبار سے جاہل مرد وخواتین کا جم غفیر ان کے جال میں پھڑ پھڑاتا نظر آتا ہے اور بسا اوقات انہیں اپنے زیر دام آنے کا احساس تک نہیں ہوتا ہے مگر اس وقت ہمارے پیش نظر برصغیر کا مسلم سماج ہے اور ہم اس کے متعلق ایک سروے رپورٹ پیش کرنے جا رہے ہیں جو ایک پاکستانی صحافی نے تیار کیا ہے۔

یہ رپورٹ پاکستان کی ایک خاتون نے اپنے مضمون میں روزنامہ وحدت کے حوالے سے پیش کی ہے۔ جسے ہم اپنے قارئین کی تجدید معلومات کے لئے حوالۂ قرطاس کر رہے ہیں ورنہ ہم میں سے بہت سے لوگ آئے دن اس طرح کے حقائق کا عینی مشاہدہ کرتے ہیں اور بہت سی باتیں اپنے کانوں سے سنتے رہتے ہیں۔

محترمہ لکھتی ہیں :

''آج کل یہ سوال۔ ہر دوسرے بندے کو پریشان کر رہا ہے، مختلف ٹی وی چینلز پر اس بارے میں پروگرام پیش کیے جاتے رہے ہیں، اور روزنامہ امت کراچی نے کالے علم کے موضوع پر متعدد بار بہت ہی لاجواب فیچرز بھی شائع کیے ہیں، تاہم اکثریت اس بارے میں لاعلم ہے اور جنھوں نے اس سب سے استفادہ کیا بھی تو ایک الجھے ذہن کے ساتھ، عوام اب تک اس کو سمجھنے سے قاصر ہے. بہر حال میں اپنی پوری کوشش کروں گی کہ قارئین کو ہر ممکن حد تک تسلی بخش معلومات اور تجربات پیش کرسکوں۔ سب سے پہلے تو یہ بات سمجھ لیجیے کہ جادوٹونا یا سفلی کوئی ماورائی افسانہ یا سنی سنائی چیزیں نہیں ہیں، یہ ویسے ہی ایک علم ہے جیسے باقی علوم ہیں، لیکن آپ اسے منفی علم کہیں گے کہ یہ اللہ کی مخالفت مول لے کر پڑھا پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے. جادو کا ہونا تسلیم کیا گیا لیکن یہ کہا گیا کہ بحیثیت علم کے یہ ایک حقیقت ہے جو شیاطین اور ان کے پیروکار اختیار کرتے ہیں۔

اگر آپ کالے جادو کی ابتداء کی بات کریں تو یہ حضرت آدم کی خلقت کے ساتھ ہی ہوگئی تھی کہ شیطان کو جو

طاقت اور اختیارات دیے گئے، اس نے وہ ہر ناجائز اور ناپاک کام کے لیے اختیار کیے، ظاہر ہے یہی کالا جادو ہے، اور یہی کالے علم کی حقیقت ہے. ہر وہ لفظ جو خدائی احکامات یا اوصاف کی مخالفت میں کہا جائے، وہ جادو ہے یا ناپاک اور نجس شے ہے۔

....

اب آتے ہیں اس بات کی طرف کہ یہ آخر ہے کیا، امت اخبار کے جس نمائندے نے وہ آرٹیکلز لکھے تھے، انہوں نے یہ لکھا تھا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے کہ جادو سیکھنے کی پہلی شرط قرآن کی بے حرمتی اور کچھ ایسی حرکات کرنا ہے جس سے کوئی بھی انسان سرے سے ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے. اب وہ حرکات کیا ہیں، انھیں بغور پڑھیے اور گانٹھ باندھ لیجیے۔

جادو سیکھنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ قرآن کو نعوذ باللہ کسی بھی قرآنی صفحے یا صفحات کو پاؤں تلے رکھ کر وظیفہ کیا جاتا ہے، اس کے لیے گندی ترین جگہ جیسے باتھ روم یا نجاست والی جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے، عورتوں کے حیض والے خون سے، اور ان کپڑوں پر جن پر خون لگا ہو، ان پر مقدس الفاظ الٹ کر لکھے جاتے ہیں، اس دوران چلہ کشی وغیرہ کی جاتی ہے، یہ عامل بننے کی ابتداء ہے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ جس کام کی ابتداء یہ ہے، اس کی انتہا اور اسفلیت کیا ہوگی؟ آپ نے کہانیوں اور ناولز میں پڑھا ہوگا کہ الو کا گوشت اور کھال وغیرہ جادو ٹونوں میں استعمال کی جاتی ہے، صرف یہی نہیں، حالت جماع میں جو نجاست بدن سے نکلتی ہے اسے بھی تعویذ لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور انسان اسفل السافلین میں شمار ہونے لگتا ہے۔ انسانی بدن کی نجاست کے علاوہ ناپاک جانوروں کی غلاظت، خون، کھوپڑیاں عملیات میں استعمال کی جاتی ہیں، بعض اوقات جو لوگ قبرستان میں سخت قسم کی چلہ کشی وغیرہ کرتے یا کرواتے ہیں، اس میں مردوں کی توہین، ان کے ساتھ بدفعلی، اور اس قسم کے ہزاروں ایسے کام کیے جاتے ہیں جس کے بارے میں عام انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

....

منتر تنتر کی اس پراسرار دنیا پر پہلے روزنامہ امت میں شائع ہونے والی ندیم محمود کی یہ تفصیلی رپورٹ دیکھیے :

"کوئی دس برس پرانا واقعہ ہے. خانیوال کی کھوکھرا پار کالونی نمبر 3 میں مولوی خلیل نامی ایک عامل نے اپنے زیر علاج ایک شخص سے یہ کہہ کر آٹھ نو ماہ کا بچہ ذبح کرا دیا تھا کہ تم پر کالی مائی کا جادو کرایا گیا ہے، لہٰذا اس کے توڑ کے لیے انسانی بھینٹ ضروری ہے۔ بعد میں عامل اپنے مریض سمیت گرفتار ہو گیا تھا. یہ واقعہ اس وقت

اخبار کی شہ سرخی بنا تھا۔ سید اعجاز شاہ ہمیں یہ واقعہ سناتے ہوئے مریضوں کو بھی نمٹاتے جا رہے تھے۔ کسی کو پڑھا ہوا پانی دیتے اور کسی کو تعویذ، نارتھ کراچی سیکٹر 3 کے ایک چھوٹے مکان میں مقیم شاہ جی کے پاس لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ کوئی اپنے کاروبار کی بندش کا رونا رو رہا تھا تو کسی کو اپنے عزیزوں سے شکوہ تھا کہ جن کے تعویذ گنڈوں نے اسے قبر کے دہانے پہنچا دیا تھا۔

جب وہ سزا دینے کے لیے ہمیں ایک کمرے میں بند کر دیتا تھا تو کوئی نادیدہ قوت ہمیں لاتیں، گھونسے مارتی، اس نے کئی بار یہ شعبدہ بھی دکھایا کہ موم بتی خود بخود جل اٹھی۔ نوجوان روبینہ ماضی کی راکھ کو کریدتے ہوئے آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔ تین برس پہلے وہ میڈیا اور عوام کے لیے اجنبی نہیں تھی جب رینجرز نے اسے اورنگی ٹاؤن کے ایک قبرستان کے نزدیک ایک عامل نثار کے ہمراہ پکڑا تھا۔ اس کے شاپنگ بیگ سے پانچ ماہ کا حمل برآمد ہوا تھا جسے وہ دفنانے جا رہی تھی۔ پھر دونوں سلاخوں کے پیچھے چلے گئے۔ کئی روز یہ واقعہ فالو اپ کے طور پر اخبارات اور الیکٹرونک میڈیا میں جگہ پاتا رہا۔ (اس کا تفصیلی ذکر آگے چل کر کیا جائے گا)

جادو ٹونہ اور تعویذ گنڈے ہمارے معاشرے میں کوئی نئی چیز نہیں، لیکن آج کل یہ معاملہ کچھ زیادہ ہی زوروں پر ہے۔ جادو کا ذکر قرآن پاک میں بھی ملتا ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا واقعی شہر میں اس پائے کے جادوگر، عامل یا سفلی گر موجود ہیں جو اپنے عملیات اور تنتر منتر کے زور پر نفرت کو محبت اور محبت کو نفرت میں بدل دیتے ہیں؟ کاروبار کو باندھ کر انسان کو کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دیتے ہیں؟ طلاقیں دلوا کر ہنستے بستے گھر کو اجاڑ دیتے ہیں؟ تالوں پر منتر پڑھ کر دماغ مقفل کر دیتے ہیں؟ خواتین کو شیطانی عمل کے ذریعے ہر جائز اور ناجائز کام پر راضی کر لیتے ہیں؟ اور یہ کہ سفلی عمل کے بعض عملیات میں واقعی انسانی بھینٹ دینا ضروری ہوتی ہے؟ جس کے نام پر المناک واقعات ہوتے ہیں۔ ذہن میں پیدا ہونے والے یہی سوالات ہمیں جادو ٹونے اور عاملوں کی پراسرار اور حیرت انگیز دنیا میں لے گئے۔ البتہ رپورٹ کی تیاری کے دوران ادراک ہوا کہ اس گورکھ دھندے کو سمجھنے کے لیے برسوں کا عرصہ چاہیے۔ سب سے بڑا مسئلہ سفلی اور کالے جادو کے حقیقی عاملوں سے رابطے کا رہا کیونکہ کالے جادو کا کوئی بھی ماہر یا سفلی گر خود کو ظاہر نہیں کرتا البتہ شعبدے بازوں سے سارا شہر بھرا پڑا ہے۔ ہم اپنے دوستوں کے توسط سے کالا اور سفید علم کرنے، سیکھنے اور اس کی کاٹ کے ماہروں کے علاوہ چند ایسے افراد سے بھی ملے جو کسی نہ کسی طور پر جادو ٹونے سے وابستہ رہے، لہٰذا پہلے ان بنیادی معلومات کا ذکر کرتے چلیں، جو ان افراد سے حاصل ہوئی۔

کتابی چلے اور منتر جنتر :

کالے جادو، سفلی عمل یا روحانی چلوں کے حوالے سے مارکیٹ میں سینکڑوں کتابیں دستیاب ہیں۔ان میں سے کئی سو، ڈیڑھ سو سالہ قدیم بھی ہیں جنھیں ری پرنٹنگ کر کے مارکیٹ میں لایا گیا۔ جادوٹونے کے عملیات کے مطابق ان کتابوں کی کم سے کم قیمت 25 روپے اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سے دوسو روپے تک ہے، تاہم عاملوں اور سفلی گروں کے مطابق کتابوں میں جو چلے اور عمل بیان کیے جاتے ہیں، ان میں کوئی ایک آدھ نقطہ چھوڑ دیا جاتا ہے، اس لیے یہ بیکار ثابت ہوتے ہیں، جس طرح شعر کے لیے ردیف قافیہ اور وزن کی ضرورت ہوتی ہے، بالکل ایسے ہی منتر بھی عموما باوزن ہوتا ہے۔ ایک آدھ لفظ خذف یا آگے پیچھے کر دینے سے منتر جاتا رہتا ہے۔ ایک عامل کے بقول، اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر ان کاموں کے شوقین افراد کی اکثریت 20، 25 روپے کی کتاب کے ذریعے عامل بنی پھر رہی ہوتی، صرف کتاب کی مدد سے کالے جادو کا عمل کامیاب ہونے کی تاریخ نہیں ملتی، عمل یا چلے کے لئے کسی عامل یا استاد کی اجازت اور رہنمائی ضروری ہوتی ہے کیونکہ اگر چلے یا عمل میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو استاد سنبھال لیتا ہے۔ بعض لوگ کتابوں میں پڑھ کر چلہ یا عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح نہ صرف یہ اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں بلکہ ان کو نقصان پہنچنے کا خدشہ بھی ہوتا ہے۔

ہر کالا علم، سفلی نہیں :

ہر کالا علم ضروری نہیں کہ سفلی ہو، سفلی عمل کا مقصد انسانیت کو سوائے نقصان پہنچانے کے اور کچھ نہیں ہوتا. کالے علم کے بعض عمل ایسے بھی ہیں جس میں عامل کو پاک صاف رہنا ضروری ہوتا ہے. اور دوران عمل جھوٹ بولنے سے لے کر زنا تک ہر برے فعل سے اجتناب برتنا لازم ہوتا ہے۔ دوسری جانب سفلی سراسر شیطانی عمل ہے اور اس عمل کے لیے غلیظ اور ناپاک رہنا اولین ہے۔ کالا علم سیکھنے والے ایک شخص استاد فیضو کا کہنا تھا کہ ”سفلی کے بعض عملیات ایسے بھی ہیں جس میں عامل کو 41 دن کے چلے میں روز شراب پینا اور زنا کرنا لازمی ہوتا ہے، ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ اسے اپنا فضلہ کھانا اور پیشاب پینا پڑتا ہے۔ نئی کراچی کا ایک سفلی گرو حید بھی ایسی ہی پستی میں گر چکا ہے، سفلی کے بعض 21 روزہ عمل بیت الخلا میں کرنے پڑتے ہیں۔“ علاوہ ازیں سفلی عملیات میں عموما قرآن پاک کی آیات کو الٹا پڑھنا ہوتا ہے (نعوذ باللہ) جس سے ان کا مفہوم بھی بالکل الٹ ہو جاتا ہے. لیاقت آباد کا رہائشی پرویز جو اپنے کپڑے کی دکان کی 'بندش' کھلوانے اور گھر والوں پر سفلی

عمل کے وار کے توڑ کے لیے عاملوں کے پاس جاتا رہتا ہے اور اسی مقصد کے لیے کبھی کراچی میں اپنے وقت کے صف اول کے سفلی گر رتن سائیں کے پاس بھی گیا تھا۔" رتن سائیں مختلف لوگوں کو حیض کے خون سے تعویذ لکھ کر دیتا تھا، یہ منظر کئی بار خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس کے علاوہ اس کے پاس ایسی عورتوں کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا جو شوہر کو تابع کرنے کی خواہش مند تھیں. ایسی خواتین سے وہ حیض کا کپڑا منگواتا پھر اس پر چند منتر پڑھ کر ہدایت کرتا تھا کہ کسی وقت موقع دیکھ کر اس کپڑے کو پانی میں گھول کر شوہر کو پلا دینا، وہ کتے سے زیادہ تمھارا وفادار ہو جائے گا، جو کرتی پھرو، کوئی روک ٹوک نہیں کرے گا۔" ماضی کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے پرویز کا کہنا تھا، "یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کافی پریشان رہتا تھا کیونکہ مخالفین نے کالے جادو کے ذریعے نئی کراچی میں واقع میری کپڑے کی دکان 'باندھ' رکھی تھی، کاروبار ٹھپ ہونے کی وجہ سے جہاں معاشی تنگی تھی وہیں گھر کے بعض افراد بھی جادو کے زیر اثر بیمار رہتے تھے. میں نے کئی بار اپنی دکان اور گھر کے نزدیک دبائے پتلے اور تعویذ برآمد کیے تھے، اس کا ذکر میں نے اپنے قریبی عزیز سے کیا تو وہ مجھے رنچھوڑ نارائن پورہ میں رہائش پذیر رتن سائیں کے پاس لے گیا، جو اس وقت کالے جادو کا سفلی کا 'ٹاپ' کا عامل تھا اور مشہور تھا کہ اس نے کالی دیوی اور ہنومان کو تابع کر رکھا ہے. مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رتن سائیں نے کچھ پڑھ کر چند لونگیں، سوئیاں اور سیندور میرے حوالے کیا اور کہا کہ گائے کا دل درمیان سے چیر کر اس میں یہ تمام اشیاء رکھنے کے بعد اسے سوئی دھاگے سے دوبارہ سی کر دوپہر بارہ بجے کے قریب کسی ویرانے میں پھینک آنا. اس سے ایسی کاٹ ہوگی کہ تم پر جادو کرانے والے خود شکار ہو جائیں گے. دوسرے دن میں نے رتن سائیں کی ہدایت کے مطابق دل خریدا اور اس میں مذکورہ اشیاء رکھ کر نئی کراچی 6 نمبر پر صبا سنیما کے نزدیک ندی کے کنارے اس دل کو پھینک دیا. اچانک تین چار خوفناک کتوں نے مجھے گھیر لیا، میں نے اپنی زندگی میں اس قدر ڈراؤنی شکل والے کتے نہیں دیکھے تھے، وہ دل پر لپکنے کے بجائے مجھے گھور رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ بھونکتے بھی جا رہے تھے. میں بڑی مشکل سے جان بچا کر گھر پہنچا. اگلے دن رتن کو جا کر سارا ماجرا سنایا تو کہنے لگا، بیوقوف میں نے بکری کا دل کہا تھا تم گائے کا لے آئے، شکر کرو کہ زندہ بچ کر آ گئے. خیر تمھیں سیندور اور لونگیں دوبارہ پڑھ کر دیتا ہوں، انھیں بکری کے دل میں چھپا کر پھینک آنا، تاہم میں اس قدر خوفزدہ ہو چکا تھا کہ میں نے ہامی تو بھر لی لیکن رتن کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔"

رنچھوڑ لین کے رہائشی سفلی گر رتن سائیں کو کئی برس پہلے ایک بلوچ نے قتل کر دیا تھا. اس بلوچ کی فیملی کے

تقریباً تمام افراد کسی نامعلوم بیماری کا شکار ہو کر مرے تھے، اسے شک تھا کہ رتن سائیں نے اس کے مخالفین سے بھاری رقم لے کر اس کے اہل خانہ پر کالا جادو اور سفلی کرایا تھا لہٰذا ایک روز وہ بہانے سے رتن کو میوہ شاہ قبرستان لے گیا اور گولیاں مار کر ہلاک کر دیا. اس طرح اپنے زمانے کا بدنام ترین سفلی گر اپنے انجام تک پہنچا. کہا جاتا ہے کہ رتن کے نام کے بغیر کراچی میں کالے جادو اور سفلی عمل کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی اور جادو ٹونے سے وابستہ شاید ہی ایسا کوئی فرد ہو جو اس کے نام سے واقف نہ ہو. اس کے ایک شاگرد گوگا کے دعوے کے مطابق جو آج کل سید اعجاز حسین کے پاس روحانی علم بھی سیکھنے آ رہا ہے. "رتن کے پاس ایک ایسا بھی عمل بھی تھا جسے پڑھ کر وہ کافی فاصلے تک اڑ بھی لیتا تھا." واللہ عالم بالصواب

شعبدے بازوں اور جادوگروں میں فرق :

سفلی اور کالے جادو کے حقیقی عاملوں اور شعبدے بازوں میں واضح فرق ہے. شہر بھر میں اپنی دکانیں سجا کر بیٹھے عاملوں کی 99 فیصد تعداد جعلی ہے، جو مختلف شعبدے دکھا کر سادہ لوح عوام کو بیوقوف بنا رہے ہیں، مثلاً کیمیکل کے ذریعے بغیر تیلی کے آگ لگا دینا، سرنج کے ذریعے لیموں کا رس نکال کر پھر سرنج کی مدد سے ہی اس میں سرخ رنگ بھر کر لیموں میں خون ٹپکتا دکھانا وغیرہ. اس کے برعکس اصل عامل اور حقیقی سفلی گر اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتے. اس معاملے میں وہ سخت رازداری برتتے ہیں، اور ہمیشہ اپنے قابل اعتماد کارندوں کے ذریعے ہی بھروسے کی پارٹیوں سے سودا کرتے ہیں. وہ کبھی کسی اجنبی کے سامنے اعتراف نہیں کرتے کہ وہ سفلی گر ہیں یا کالے علوم کے ماہر ہیں، اکثریت ایسے سفلی گروں کی بھی ہے جو خود کو بظاہر روحانی عامل ظاہر کرتے ہیں لیکن اصل میں وہ کالے جادو اور سفلی کا کام کر رہے ہیں، اس وقت لسبیلہ کا، کاکا، اورنگی ٹاؤن کا معمار شاہ، کورنگی سو کوارٹر کے بنگالی پاڑے کا انور، نیو کراچی کا سعید اور میر پور خاص کا بھگت سفلی اور کالے جادو کے ماہر کے تصور کیے جاتے ہیں. یہ بات طے شدہ ہے کہ سفلی گر یا عامل کتنا ہی نامور ہو، اپنے ساز و سامان اور حصار کے بغیر بے دست و پا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رتن جیسا نامی گرامی سفلی گر بھی ایک عام شخص کی گولیوں کا نشانہ بن گیا تھا.

کالی اور ہنومان کا جان لیوا عمل :

کالے جادو اور سفلی عاملوں میں کالی مائی، کالی دیوی یا کالکا دیوی اور ہنومان سخت ترین تصور کیا جاتا ہے، اور جس

کے قبضے میں ان میں سے ایک چیز بھی ہو، وہ انتہائی طاقتور عامل یا سفلی گر سمجھا جاتا ہے. استاد فیضو اس بارے میں کہتے ہیں: ”کالی دیوی یا ہنومان کراچی میں دو چار لوگوں کے پاس ہی ہے. کالی دیوی کو تابع کرنے کے لیے 41، 41 دن کے تین چلے کیے جاتے ہیں، وہ بھی اگر کوئی زندہ بچ جائے. کالے جادو میں یہ سب سے سخت عمل کہلاتا ہے کیونکہ کالی مائی کو بار بار جانوروں کی بھینٹ دینا پڑتی ہے، تاکہ عامل یا اس کی اولاد پر سختی نہ آئے. بعض شیطانی عملیات کے ذریعے کالی تک پہنچنے کے لیے انسانی جان کی بھینٹ بھی دینی پڑتی ہے. جادوٹونے کی دنیا میں یہ روایت مشہور ہے کہ کالی مائی تک پہنچنے کے لیے عامل کو سات ہزار میروں (پہریداروں) کو کراس کرنا پڑتا ہے، لیکن پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا عامل ہو جس نے یہ تمام میر عبور کر رکھے ہوں، یعنی کالی دیوی اس کے مکمل قبضے میں ہو، البتہ شہر میں ایسے متعدد عامل ہیں جن میں سے کسی نے 8، کسی نے 20 اور بعض نے سو ڈیڑھ سو میر کراس کر رکھے ہیں، اس طرح وہ چھوٹا موٹا عمل کر لیتے ہیں، یعنی ان کی طاقت صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ شیطانی عمل کے ذریعے دو دوستوں میں عداوت پیدا کر دیں یا کسی ہنستے بستے گھر میں فساد ڈلوا دیں، کسی غیر محرم عورت کو اپنے تابع کر لیں، کسی کا کاروبار متاثر کر دیں وغیرہ وغیرہ. ایسے عاملوں نے بھی اپنی دکان خوب چمکا رکھی ہے کیونکہ آج کل زیادہ ترکیس یہی آ رہے ہیں، دراصل ہندوؤں میں کالے جادو کرنے والے عاملوں کے دو فرقے ہیں، ایک رام کے ماننے والے اور دوسرے راون کے، رام کے ذریعے عمل کرنے والے عموما انسانیت کو نقصان پہنچانے کے کام نہیں کرتے جبکہ راون والے سرتا پا شیطان ہوتے ہیں۔“ کالی دیوی کو قابو کرنے کے لیے عمل کرنے والے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے استاد فیضو نے بتایا ”نئی کراچی، نئی آبادی میں ایک لڈن نامی شخص تھا اس نے بھی 41 دن کا صرف ایک عمل ہی پورا کیا تھا کہ برباد ہو گیا. مسلمان ہونے کے باوجود اس گھر کے ایک کمرے کو مندر کا روپ دے رکھا تھا اور وہاں باقاعدہ مورتیاں سجا رکھی تھی. دوسری جانب اس کی اہلیہ نہایت نیک اور پنج وقتہ نمازی تھی لہٰذا شوہر کی یہ حالت دیکھ کر اس نے لڈن میاں کا کھانا پینا، برتن اور کپڑے سب الگ کر دیے تھے. لڈن نے جب 41 دن کا پہلا عمل مکمل کیا تو پتہ نہیں اس سے کیا غلطی ہوئی کہ سارے جسم پر موٹے موٹے پھوڑے ہو گئے، جبکہ نحوست اس قدر ہو گئی کہ اس نے پالتو بکری کے بچے پر ایک دن ہاتھ رکھا تو وہیں مر گیا، حتیٰ کہ اپنے چھوٹے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھی ہلاک ہو گیا. ان واقعات سے وحشت زدہ ہو کر اس کی پنج وقتہ نمازی بیوی نے ایک دن مندر نما کمرے کا سارا سامان اٹھا کر پھینک دیا لیکن لڈن میاں کی طبعیت نہ سنبھل سکی اور کچھ عرصے میں وہ لقمہ اجل بن گیا۔“

کالی دیوی اور ہنومان کے سخت عمل کے بارے میں روحانی علاج کرنے والے سید اعجاز حسین شاہ کا کہنا تھا کہ "ان دونوں عمل سے پہلے اور بعد میں کسی جانور کی بھینٹ لازمی پڑتی ہے، اور جب کالی دیوی قابو میں آجاتی ہے تو بعض اوقات وہ انسانی بھینٹ بھی طلب کر لیتی ہے۔"

کالے جادو کے عامل کالی دیوی اور ہنومان کے علاوہ شمشانک دیوی، کملا دیوی، پدمنی دیوی، لکشمی دیوی، موہنی دیوی، کالا کلوا، گنیش جی، دیوتا سروپ، ہمادیو وغیرہ کو تابع کرنے کے لیے عمل کرتے ہیں جس کے لیے عمل کیا جا رہا ہو، عموماً اس کی مورتی سامنے رکھنی پڑتی ہے. اس لیے اس وقت کراچی میں متعدد مسلمان عامل ایسے ہیں جن کے گھروں میں ہر قسم کی مورتیاں سجی ملیں گی. یہ عمل کسی دریا کے کنارے، قبرستان، کسی ویران مکان یا پیپل کے درخت کے نیچے کیے جاتے ہیں عمل یا چلہ عموماً 7، 11، 21 اور زیادہ سے زیادہ 41 روز کا ہوتا ہے.

دست کی ہڈی اور کورا برتن :

گائے، بھینس، بکرے یا بکری کے دست یعنی شانے کی ثابت ہڈی کالے جادو اور سفلی عمل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قصاب ہمیشہ اس پتلی اور چپٹی ہڈی کو گوشت الگ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں. اس حوالے سے ہم نے متعدد قصابوں سے بھی بات چیت کی، انہوں نے اس بات کی تصدیق کی. اس کے علاوہ عموماً بکری کے دل پر بھی کٹ لگا دیتے ہیں، کیونکہ ثابت دل پر عمل چلتا ہے، اسی طرح کمہار کبھی کورا یا کچا برتن فروخت نہیں کرتا. عامل چاچا رشید کے بقول کمہار، بھٹی سے اتارا گیا تازہ برتن کبھی حوالے نہیں کرے گا اور اسے پکا کر ہی فروخت کرے گا. سفلی اور کالا عمل کرنے والے لوگ جان پہچان کے کمہاروں سے کورا برتن لے جاتے ہیں، جبکہ کمہار کے کام میں استعمال ہونے والا دھاگا بھی کالے علم میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے. دست کی ہڈی عموماً محبوب کو تابع کرنے یا مخالف کو برباد کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے. بعض اسے عورت کی کوکھ باندھنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں. چند عملیات میں عورت کو کوکھ باندھنے کے لیے تلے پر عمل کر کے اسے کنویں، دریا یا سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے. اس کے علاوہ کالے جادو اور سفلی عمل میں کثرت سے استعمال ہونے والی اشیاء درج ذیل ہیں. گوگل، ماش کی ڈال، انڈے، سپاری، ناریل، زعفران، دھتورا، مور کے پر، کیز کے پھول، شہد، آک کا پودہ، کوے کے سیدھے بازو کا پر، گیدڑ کی آنکھ اور دم، الو کی بیٹ، انسانی ناخن، جانوروں اور انسانوں کے جسم کی مختلف ہڈیاں، سیندور، لونگ، سوئیاں، ہینگ، کسی خوبصورت عورت کے بال جو تازہ تازہ مری ہو اور انسانی کھوپڑی وغیرہ.

بنگال کا خطرناک جادو" ڈھائیا" :

بنگال کا ایک جادو" ڈھائیا" انتہائی سریع الاثر اور خطرناک تصور کیا جاتا ہے. اسے ڈھائیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ڈھائی پل یا سیکنڈ، ڈھائی منٹ، ڈھائی گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ ڈھائی دن میں اپنا اثر دکھاتا ہے، اس سے زیادہ وقت نہیں لیتا. اس عمل کا سب سے کارآمد ہتھیار" ہانڈی" ہے جو کسی کی جان لینے کے لیے چڑھائی جاتی ہے. ہانڈی کے اندر عموما چاقو، چھری، قینچی، استرا، سوئیاں اور ایک دیا رکھا جاتا ہے. اس بارے میں مشہور ہے کہ کالے علم کے زور پر جلایا گیا یہ دیا اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ اگر کوئی طوفان بھی ہو تو یہ جلتا رہے گا اور منزل مقصود پر پہنچے گا. اسی طرح بھان متی کا جادو بھی انتہائی جان لیوا ہے اور اس کا توڑ بہت مشکل سے کیا جاتا ہے. یہ بھی سفلی عمل کی ایک قسم ہے.

کالے جادو کے زور پر شادی کرلی :

ہم نے ایک ایسے شخص سے بھی ملاقات کی جس نے کالے جادو کے ذریعے ایک ایسی لڑکی سے شادی کرلی جو اس سے بدترین نفرت کرتی تھی. آج وہ دو بچوں کا باپ ہے. نارتھ ناظم آباد کے رہائشی 30، 32 سالہ امجد (مذکورہ شخص کی درخواست پر نام تبدیل کر دیا گیا ہے) سے ہماری ملاقات ایک قریبی دوست نے کرائی. پشاور کی زریں جو اپنے گھر سے بھاگ کر کراچی آئی تھی، یہاں اس کی ملاقات تندور پر روٹیاں لگانے والے ایک شخص امین سے ہوئی جس سے اس نے شادی کرلی، لیکن کچھ عرصے بعد امین نے طلاق دے دی. اس سے آگے کی داستان امجد کی زبانی سنیے.

" میری دکان امین کے گھر کے سامنے تھی، میں اکثر اس کی خوبصورت بیوی کو حسرت سے دیکھتا تھا. کئی بار اس سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے دھتکار دیا. اسے طلاق ہوگئی اور وہ بے یارومددگار ہوگئی تو میں نے اس سے راہ ورسم پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن بات نہ بن سکی. ایک روز وہ اپنے کرائے کے مکان میں پریشان بیٹھی تھی. مالک مکان اس سے کرائے کا تقاضا کر رہا تھا لیکن طلاق کے بعد کوڑی کوڑی کی محتاج تھی، لہٰذا مکان خالی کرنے کا حکم سن کر اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے. میں نے اس کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے یہ موقع غنیمت جانا اور مالک مکان کو کرایہ ادا کرنے کے علاوہ اسے پناہ دینے کی پیشکش کی لیکن وہ نہ مانی. اس دوران علاقے کی ہی ایک پٹھان فیملی نے اسے اپنے گھر رکھ لیا، مجھے سن گن ملی کہ اس

فیملی کے دو بھائیوں میں سے ایک اس کے ساتھ شادی کی تیاری کر رہا ہے، اور لڑکی بھی رضامند ہے. میں نے اپنا اثر و سوخ استعمال کرتے ہوئے دونوں بھائیوں کو تھانے میں بند کروا دیا. اس واقعہ کے بعد لڑکی کے دل میں میرے لیے نفرت مزید بڑھ گئی. قصہ مختصر پولیس نے لڑکی کو عائشہ منزل پر واقع دارالامان میں پہنچا دیا. میں اس کی ملاقات کا خواہش مند تھا، دارالامان پہنچا تو معلوم ہوا کہ ملاقات کے لیے اول ایس ڈی ایم کا اجازت نامہ اور دوم لڑکی کی رضامندی ضروری ہے. ایس ڈی ایم کا اجازت نامہ تو حاصل کر لیا لیکن لڑکی مجھ سے ملاقات پر تیار نہ ہوئی. میرے دور کا ایک عزیز اکمل کالا جادو سفلی عمل وغیرہ کرتا تھا، تھک ہار کر میں اس کے پاس پہنچ گیا. اس نے کہا کہ اگرچہ میری فیس بہت زیادہ ہے لیکن رشتہ دار اور دوست ہونے کے خاطر میں تم سے صرف پانچ سو روپے لوں گا، وہ بھی عمل کے لیے کچھ سامان وغیرہ لانا ہے، اس لیے بس تم مجھے لڑکی اور اس کی ماں کا نام لا کر دے دو. اس کے بعد لڑکی کی شادی تمہارے علاوہ اور کسی کے ساتھ نہیں ہو پائے گی اور یہ کہ عمل کے ذریعے ایسا حصار قائم کر دوں گا کہ شہر سے باہر نہ جا سکے گی. میں نے دوسرے روز اکمل کو پانچ سو روپے لا کر دے دیے. ایک ہفتے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ جاؤ لڑکی سے ملاقات کا انتظام کرو. میں نے ایک بار پھر کوشش کر کے ایس ڈی ایم کا اجازت نامہ حاصل کیا اور ملاقات کے لیے دارالامان پہنچ گیا لیکن لڑکی نے ملنے سے پھر انکار کر دیا. اکمل نے مجھے کہا کہ جاؤ اب تمہارا کام ہو جائے گا. میں نے پھر ایس ڈی ایم سے اجازت نامہ حاصل کیا اور دار الامان پہنچ گیا. اس بار خلاف توقع لڑکی نے ملاقات پر رضامندی ظاہر کر دی، اس کے بعد ہماری دو تین ملاقاتیں اور ہوئیں، اور پھر ہم دونوں شادی کے بندھن میں بندھ گئے. آج ہمارے دو بچے ہیں اور ہم خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں، البتہ آج بھی یہی سوچتا ہوں کہ شادی سے پہلے اہلیہ کے دل میں میرے لیے نرم گوشہ دارالامان کی سختیوں کے سبب پیدا ہوا تھا یا واقعی کالے جادو نے اپنا اثر دکھایا. اہلیہ سے آج جب ماضی کے حوالے سے بات ہوتی ہے تو اس کا کہنا ہوتا ہے کہ بس اچانک میرے دل میں تمہاری ہمدردی اور محبت کا جذبہ موجزن ہو گیا تھا.‘‘ امجد نے اپنی بات مکمل کرنے کے بعد گود میں بیٹھے تین چار سالہ گول مٹول اور خوبصورت بیٹے کو جیب سے پانچ روپے نکال کر دیتے ہوئے کہا کہ جاؤ چیز لے کر آ جاؤ، لیکن وہ گھر جانے کی ضد کرتا رہا اور جب اس نے رونا شروع کر دیا تو امجد نے ہم سے رخصت چاہی.

سفلی عمل کرنے والوں کی اکثریت بے اولاد ہوتی ہے :

نوجوان سید اعجاز شاہ کا تعلق کبیر والا سے ہے. روحانی عمل کے ذریعے بلا معاوضہ جنات اور آسیب کا اثر

جھاڑنے، کالے اور سفلی عمل کی کاٹ اور مختلف بیماریوں میں مبتلا افراد کا روحانی آپریشن کرتے ہیں. نارتھ کراچی کے سیکٹر 3 کے ایک چھوٹے سے کرائے کے مکان میں انہوں نے اپنا آستانہ بنا رکھا ہے جہاں مریضوں کا تانتا بندھا رہتا ہے. ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے روحانی عمل کے ذریعے موکل تابع کر رکھا ہے، جس کی اجازت انہیں ان کے استاد سید راشد علی شاہ (سابق ایس ایس پی اسپیشل برانچ کوئٹہ) نے دی تھی. شاہ صاحب کا کہنا تھا "میں استخارے کے ذریعے معلوم کرتا ہوں کہ کسی پر کالا جادو ہے، آسیب ہے یا پھر وہ محض جسمانی عارضے میں مبتلا ہے." کالے جادو یا سفلی عمل کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ عموماً سفلی عمل کرنے والوں کی اولاد نہیں ہوتی، اگر ہوتی بھی ہے تو لنگڑی، لولی اور اپاہج، کیونکہ اس نے اپنا حصار توڑ رکھا ہوتا ہے لیکن 'شیطانی چیزیں' اس کی اولاد اور اہل خانہ کے دیگر ارکان پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں کیونکہ جنات، موکل یا کوئی بھی ناری چیز نہیں چاہتی کہ وہ مٹی (انسان) کے تابع ہو. عمل روحانی ہو یا شیطانی، دو باتیں ہوتی ہیں یا تو آپ نے اسے قابو کر لیا یا پھر وہ آپ پر حاوی ہو گئی، اگر وہ آپ پر حاوی ہو گئی تو ایسے ایسے کام کرائے گی جس کا آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا. میعادی پتلے کے حوالے سے شاہ جی کا کہنا تھا کہ "میعادی پتلے کا تصور یہ کیا جاتا ہے کہ اگر چالیس دن کے اندر اس فرد کا علاج کرا دیا جائے جس کے نام کا پتلا بنایا گیا ہے تو صحیح ورنہ تقریباً لا علاج ہو جاتا ہے. کسی کی مستقل بیماری اسے موت کے منہ میں پہنچانے کے لیے اس کے نام سے کپڑے، موم، یا آٹے کا پتلا بنایا جاتا ہے، جس سے ابتدائی طور پر ہدف بننے والے شخص کے جوڑوں میں درد رہنے لگتا ہے، یا وہ ان مقامات پر درد اور چبھن محسوس کرتا ہے. ڈاکٹر اسے گٹھیا کا مرض قرار دیتے رہتے ہیں، بالآخر مریض موت کے منہ میں پہنچ جاتا ہے. اس پتلے کو عموماً قبرستان میں کسی پرانی قبر کے اندر دفن کیا جاتا ہے. نوری عمل کے ذریعے بھی میعادی پتلا تیار کیا جاتا ہے، البتہ صرف کسی ظالم کو سزا دینے کے لیے." اعجاز شاہ کے بقول سب سے سخت اور شیطانی جادو ذکری فرقہ کا تصور کیا جاتا ہے یہ لوگ بیت الخلاء میں بیٹھ کر کئی کئی روز عمل کرتے ہیں اور تربت میں انہوں نے باقاعدہ اپنا (نعوذ باللہ) کعبہ بنا کر رکھا ہے جس کے گرد برہنہ ہو کر طواف کرتے ہیں.

اعجاز شاہ کا یہ بھی کہنا تھا کہ میرے پاس ایسے لوگ بھی بڑی تعداد میں آتے ہیں جو حد درجہ توہم پرستی اور وہمی ہوتے ہیں. مثلاً اگر انہیں کوئی جسمانی عارضہ بھی لاحق ہے تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان پر کسی نے جادو وغیرہ کر دیا ہے، یا پھر آسیب کا اثر ہے. ایسے ہی لوگوں کو شعبدے باز یا جعلی عامل ذہنی مریض بنا دیتے ہیں. پچھلے دنوں اس قسم کا ایک شخص میرے پاس آیا، میں نے استخارہ کیا تو معلوم ہوا کہ اسے کوئی آسیب یا جادو کا اثر نہیں

لیکن وہ بضد تھا کہ فلاں نے مجھ پر سفلی عمل کرایا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ میرے دل کی دھڑکن اچانک بڑھ جاتی ہے، سر اور پیٹ جکڑا رہتا ہے. بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر انہیں ٹھوکر بھی لگ جائے تو سمجھتے ہیں کہ کسی نے کچھ کرا دیا ہے، بالخصوص خواتین زیادہ وہمی ہوتی ہیں.

بھان متی کا عمل :

"ڈھائیا" کی طرح بھان متی بھی سفلی عمل ہے، اس کے عامل زیادہ تر بھنگی چمار یا نچلی ذات کے بدکار لوگ ہوتے ہیں. بھان متی پتلے پہ منتروں کا جاپ کر کے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا جاتا ہے. اور عامل کوسوں دور بیٹھ کر پتلے کے ساتھ جو سلوک کرے گا، اس کا دشمن پر بھرپور عمل ہوتا ہے. بھان متی کے جادوگروں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ہر سال دیوالی کی رات اپنا جادو جگاتے ہیں. اگر اس سال انھیں موقع نہ ملے تو سارے سال کے لیے بیکار ہو جاتے ہیں. صدر شاہین اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "قیام پاکستان سے بہت پہلے بھان متی ایک عرصے تک جنوبی ہند بالخصوص حیدر آباد دکن میں رائج رہا جو عام طور پر مخالفین کے خلاف انتقامی کاروائی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا. ایک زمانے میں تو حیدر آباد دکن میں اس جادو کا اتنا زور تھا کہ اس کے خلاف ریاستی پولیس میں باقاعدہ اینٹی بھان متی اسٹاف مقرر کرنا پڑا. اس کا حکم انگریز ڈائریکٹر جنرل پولیس مسٹر ڈبلیو اے گیر نے دیا تھا اور اینٹی بھان متی اسٹاف کے پہلے سربراہ چھمن راؤ تھے." ہم نے مختلف ذرائع سے کسی بھان متی کے عامل سے ملاقات کی کوشش کی لیکن تلاش بسیار کے باوجود ایسا عامل نہ مل سکا. بعض کا کہنا تھا کہ اس وقت کراچی میں شاید ہی کوئی بھان متی کا ماہر عامل موجود ہو، البتہ نئی کراچی کے نامی گرامی عامل یعقوب عرف انگارے شاہ عرف بھوپ کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بھان متی کا ماہر ہے. اس کی تدفین میں شریک بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بھوپ مرا تو قبر نے اس کی لاش قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا. لاش کو جب قبر میں اتارا جاتا تو وہ پراسرار طریقے سے باہر آ جاتی، بالآخر ایک روحانی عامل کو بلایا گیا، اس نے قرآنی وظائف کے ذریعے تدفین کے عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا.

کاروبار کی بندش کے لیے جادو ٹونہ :

روحانی عاملوں اور سفلی گروں کے علاوہ کیے گئے سروے سے معلوم ہوا کہ شہر میں زیادہ تر جادو ٹونہ اور تعویذ گنڈے ایک دوسرے کا کاروبار تباہ کرنے یا کسی کی دکان کا دھندہ چوپٹ کرنے کے لیے کرایا جاتا ہے. نئی

کراچی سندھی ہوٹل، لیاقت آباد، ملیر، اورنگی ٹاؤن، کورنگی اور جوڑیا بازار میں ہمیں متعدد ایسے دکاندار ملے جو اپنے دکانوں کی 'بندش' کھلوانے کے لیے روحانی اور سفلی دونوں قسم کے عاملوں کے پاس چکر کاٹتے نہیں تھکتے۔ سندھی ہوٹل نئی کراچی میں ایک نہاری کے ہوٹل والے کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے ایسا زبردست عمل اور تعویز گنڈے کرا رکھے ہیں کہ اس کے قریب وجوار میں ایک میل کے فاصلے تک کوئی دوسرا نہاری کا ہوٹل اپنی دکانداری چمکانے سے قاصر ہے، ایک دو نے کوشش بھی کی تو ان کی نہاری میں چند گھنٹوں بعد ہی پراسرار طریقے سے شدید بو کے بھبکے اٹھنے شروع ہو جاتے تھے۔ بعض عاملوں نے تو مختلف دکانداروں سے اس بنیاد پر منتھلی باندھ رکھی ہے کہ ان کے کاروبار کو ہر طرح کے جادوٹونے سے بچانے کے لیے حفاظتی حصار اور عمل کرتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر جادوٹونہ مخالفین کو جانی نقصان پہنچانے کے لیے کرایا جارہا ہے۔ اس میں دشمن کو ذہنی وجسمانی اذیت سے لے کر جان لیوا عملیات کے لیے مختلف سفلی اور کالے جادو کے ماہرین سے میعادی پتلے اور تعویذ وغیرہ بنوائے جاتے ہیں۔ سید اعجاز حسین سمیت روحانی علاج کرنے والے چند دیگر عاملوں کے آستانے میں ہماری ملاقات ایسے متعدد افراد سے ہوئی جو اپنے کاروبار اور اہل خانہ پر کیے گئے جادو کی کاٹ کے لیے وہاں پہنچے تھے۔ مثلاً خمیسہ گوٹھ کے امیر گل نے بتایا کہ "میں نے اپنی والدہ کے علاج پر ڈیڑھ لاکھ خرچ کر ڈالے لیکن مرض کی تشخیص ہوسکی نہ کوئی افاقہ ہوا۔ والدہ کے کبھی سر میں شدید درد ہوتا تو کبھی وہ پیٹ کے درد سے دہری ہو جاتی تھیں۔ میں پرانی سبزی منڈی پر واقع ایک نجی اسپتال میں ان کا مسلسل علاج کرتا رہا۔ پہلا ٹیسٹ کرایا تو پیٹ میں رسولی کی رپورٹ آئی، دوسرا ٹیسٹ کرایا تو رسولی غائب تھی۔ ہار کر روحانی علاج کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ والدہ پر کسی نے سفلی عمل کرا رکھا ہے، اب دو ماہ سے روحانی علاج کرا رہا ہوں اور خاصا افاقہ ہے۔" مخالفین کی لڑکیوں کے رشتوں کی بندش، گھر میں فساد، شوہروں کی فرمانبرداری کے لیے بھی کثرت سے جادوٹونہ، تعویذ گنڈے اور نقش بنوائے جا رہے ہیں، ایک بڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی بھی ہے جو من پسند محبوب کا دل جیتنے کے لیے روحانی اور سفلی دونوں طرح کے عملیات پر رقم خرچ کر رہے ہیں۔ استاد فیضو کے پاس ایک ایسا شخص بھی آیا جو اپنے حریف کو تکلیف پہنچانے کے لیے سفلی کے ذریعے اس کا پیشاب بند کروانا چاہتا تھا۔ پہلے تو مذکورہ شخص نے ایک کتابی منتر پر عمل کیا جو اس طرح تھا۔ "کسی اتوار کے دن ایک چھچھوندر شکار کر کے اس کی کھال اتارلو۔ پھر دشمن نے جہاں پیشاب کیا ہو، وہاں کی مٹی لے کر اس کھال میں بھر کر کسی اونچی جگہ ٹانگ دو تو دشمن کا پیشاب بند ہو

جائے گا اور اس وقت تک نہ کھلے گا جب تک مٹی کو کھال میں سے نکال نہ دیا جائے۔" لیکن یہ عمل بیکار گیا، پھر وہ ایک جعلی عامل کے ہتھے چڑھ گیا جس نے اس سے ہزاروں روپے بٹور لیے، بالآخر وہ استاد فیضو کے پاس پہنچا. ایک عامل کے مطابق تعویذ گنڈے کرانے والوں میں اکثریت خواتین کی ہے، کوئی اپنی ساس پر حاوی ہونا چاہتی ہے تو کسی کو خواہش ہے کہ بیٹا، بہو سے زیادہ اس کی سنے.

مؤکل کو قابو کرنے کے لیے چلہ :

مؤکل بھی دراصل جنات ہوتے ہیں، بعض لوگوں کے نزدیک یہ فرشتے ہیں. مؤکل روحانی عمل کے علاوہ کالے جادو اور سفلی عمل سے بھی تابع کیے جاتے ہیں. انہیں قابو کرنے کے لیے ہر قسم کے عمل میں چلہ کاٹنا ضروری ہے، البتہ نوری وظیفے کے دوران پانچوں وقت کی نماز پڑھنا اور پاک وصاف رہنا شرط ہے، اس کے برعکس سفلی عمل میں ناپاک رہنا لازمی ہوتا ہے. سید اعجاز شاہ جو خود بھی مؤکل کو تابع کرنے کے لیے روحانی چلہ کاٹ چکے ہیں، ان کا کہنا تھا" پاک اور صاف رہنے اور پنج وقتہ نماز کے علاوہ نوری چلہ کرنے والے کا دوران عمل کسی نجس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی ممنوع ہوتا ہے. جھوٹ نہ بولے حتیٰ کہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑے سے بھی گریز کی پابندی بھی کرنا پڑتی ہے جبکہ 41 دن تک وہ کسی دوسرے کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتا. اپنے لیے خود کھانا پکانا ہوتا ہے." اعجاز شاہ نے مزید بتایا" اپنے استاد کی جانب سے مؤکل کو تابع کرنے کی اجازت کے بعد میں 41 دن کے چلے میں روز گیارہ سو مرتبہ قل شریف پڑھتا تھا. چلہ مکمل ہونے پر نیاز کرائی جو بچوں میں تقسیم کرا دی." سفلی عمل کے ذریعے مؤکل کو قابو کرنے کے لیے بھی عموماً 41 دن کا چلہ کاٹنا ضروری ہے. سفلی کیونکہ شیطانی عمل ہے لہٰذا اس کے اکثر عملیات میں ناپاک اور پلید رہنا پڑتا ہے، روز شراب پینا اور زنا لازمی ہوتا ہے. اگر سفلی گر دوران چلہ پاک رہے گا یا شیطانی کام نہیں کرے گا تو بدی کی قوتیں اسے تنگ کرتی ہیں. روحانی یا سفلی دونوں قسم کے عملیات کے لیے عامل اپنے گرد حصار کھینچ کر بیٹھتا ہے تاکہ وہ ماورائی قوتوں سے محفوظ رہے. کالے جادو یا سفلی عمل کے لیے زیادہ تر سیندور سے حصار کھینچ کر شیطانی قوتوں کے لیے سات قسم کی مٹھائیاں، شراب اور دیگر چیزیں توشے کے طور پر رکھی جاتی ہیں. اس قسم کے چلے ہزاروں میں ایک دو کامیاب ہوتے ہیں اکثر ناکامی سے دوچار ہوتے ہیں. بعض کے چلے الٹے بھی ہو جاتے ہیں جس سے عامل پاگل ہو جاتا ہے یا خود کو اور اپنے عزیزوں کو نقصان پہنچتا ہے. جادوگر میں یہ تصور عام ہے کہ یہ کام اس سے "گندی چیزیں" کراتی ہیں جو چلہ الٹا ہو جانے کے بعد اس پر حاوی ہو جاتی ہیں.

ہمزاد کا چلہ بڑا سخت ہوتا ہے :

عاملوں اور جادوگروں میں ہمزاد کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں. بعض کا خیال ہے کہ ہمزاد ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، ساتھ ہی پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی مرتا ہے. کچھ کے نزدیک یہ شیطان ہے. اکثریت کا کہنا ہے کہ ہمزاد کا جسم لطیف، انسان کا سایہ ہے اس بارے میں مشہور ہے کہ اگر کوئی عامل کسی متقی، پرہیزگار اور پنج وقتہ نمازی کے خلاف ہمزاد کو استعمال کرے تو اسے الٹا نقصان ہوگا اور ہاتھ سے ہمزاد بھی جاتا رہے گا جب کہ متقی شخص کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا. ہمزاد کی بہت سی قسمیں ہیں مثلا: علوی، عکسی یا غیبی وغیرہ، اس میں ہمزاد علوی قسم بہت قوی تصور کی جاتی ہے. یہ تصور عام ہے کہ ہمزاد کو قابو کرنا سب سے مشکل کام ہے اور اس کا چلہ خواہ نوری ہو یا سفلی بڑا سخت ہوتا ہے. اس وقت شہر میں شاید ہی کوئی عامل ہو جس نے ہمزاد کو تابع کر رکھا ہے. اس حوالے سے یہ بھی مشہور ہے کہ کسی دوسرے کے ہمزاد کو قابو کرنے سے اپنا ہمزاد پکڑنا آسان ہوتا ہے.

45 سالہ طارق نے اپنا لڑکپن اور جوانی حکمت سیکھنے، کیمیا گری کے ذریعے سونا بنانے کی بے سود کوششوں اور مؤکل وہمزاد کو قابو کرنے کے مختلف چلے کاٹنے پر گزار دی. انہوں نے اب تک کل 12 چلے کاٹے، 13 واں کر رہے ہیں لیکن کامیابی حاصل نہ ہوسکی. طارق بھائی کبھی میرے روم میٹ ہوتے تھے. میں جب ڈیوٹی سے فارغ ہوکر رات دو تین بجے کے قریب گھر پہنچتا تو اکثر مکان کے دو کمروں میں سے ایک میں جائے نماز بچھائے کسی پڑھائی میں مصروف نظر آتے. ایک بار کہنے لگے کہ میں آج کل جو چلہ کاٹ رہا ہوں، اکتالیس دن مکمل ہونے پر اس رات کوئی ایک ڈیڑھ بجے مجھے کسی تازہ قبر پر جا کر پڑھائی کرنی ہے اور شرط یہ ہے کہ جاتے ہوئے اور واپسی میں گھر پہنچنے تک کسی سے بات نہیں کرنی، تم میرے ساتھ چلو، اگر کوئی راستے میں مل جائے تو اس سے نمٹ سکو یعنی مجھے بات نہ کرنا پڑے. میں کیونکہ ان چیزوں سے دور بھاگتا تھا اور بھاگتا ہوں لہٰذا میں نے ڈیوٹی کا بہانہ کر کے جان چھڑا لی. ان دنوں مجھے ان کے چلوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن جب اس حوالے سے میں نے خصوصی رپورٹ تیار کرنے کا فیصلہ کیا تو طارق بھائی یاد آئے چنانچہ ان کی تلاش شروع کی. معلوم ہوا آج کل صادق آباد میں اپنا مطب چلا رہے ہیں. بڑی تگ ودو کے بعد ان کے ایک عزیز سے موبائل نمبر حاصل کیا. طارق بھائی سے رابطہ کر کے ہم نے انہیں کہا کہ آپ نے جو اتنے چلے کیے ہیں، ان میں سے کوئی کامیاب ہوا؟ پہلے تو وہ حیران ہوئے کہ مجھے ان معاملات سے کیسے دلچسپی پیدا ہوگئی، جب انہیں

مقصد بتایا گیا تو ان کا کہنا تھا "اب تک مختلف میعاد کے 12 چلے کاٹ چکا ہوں جو نا کام رہے، لیکن یہ اللہ کا شکر ہے کہ کوئی الٹا نہیں ہوا، نہیں تو اس وقت تم سے بات نہ کر رہا ہوتا، اور یہ آج کل 13 واں چلہ کر رہا ہوں، بڑے کامل استاد نے دیا ہے۔ اس لیے امید ہے کہ اس بار کامیابی مل جائے گی۔"

طارق بھائی کے مطابق انہوں نے زیادہ تر چلے مؤکل کو تابع کرنے کے لیے کیے جبکہ ہمزاد کو قابو کرنے کے لیے صرف ایک بار چلہ کاٹا تھا۔ تفصیل سے بتاؤں تو کئی صفحے بھر جائیں گے، مختصر ان کے الفاظ میں "اس کے لیے استاد نے 41 دن تک مجھے عشاء کے وقت گلاب کے پھولوں پر آیت الکرسی پڑھنے کو بتائی تھی۔ میں روز ایک خالی کمرے میں وضو کرنے کے بعد چھری سے کڑا مار کر (حصار) بیٹھ جاتا، پیچھے چراغ جلا کر رکھتا، جس سے میرا سایہ سامنے پڑ رہا ہوتا جس پر نظر کر منتر پڑھتا۔ رات دو بجے کے قریب یہ عمل کر کے گلاب کے پھولوں کو اٹھاتا، ساتھ سرسوں کے تیل سے چراغ جلا کر ایک پیپل کے درخت کے نیچے رکھ آتا تھا لیکن یہ عمل کامیاب نہ ہو سکا۔" منتر کے بارے میں طارق بھائی کا کہنا تھا کہ ہر عامل عموماً اپنی مادری زبان میں منتر بناتا ہے جو سینہ بہ سینہ چلتے ہیں۔ مؤکل کو تابع کرنے کے چلے کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ "اس کے لیے بھی میں نے 41 دن کا چلہ کاٹا تھا، روزانہ باوضو ہو کر ایک ہزار مرتبہ تین فرشتوں تنقافیلہ، روماءلہ اور تنقاءلہ پڑھتا تھا۔ اس کے علاوہ سورہ مزمل بھی پڑھنی ہوتی تھی اس چلے کے دوران کسی نادیدہ طاقت نے مجھے غنودگی بہت دی۔ دماغ اور ذہن ہر وقت بھاری رہتا تھا خیر کسی نہ کسی طریقے سے 41 دن پورے ہوئے تو اس رات قبرستان میں کسی تازہ قبر پر جا کر آدھا گھنٹے پڑھائی کرنا تھا۔ یہ آخری مرحلہ تھا۔ جب میں نئی کراچی 6 نمبر کے قبرستان میں ایک تازہ قبر پر بیٹھا پڑھ رہا تھا تو آسمان سے کوئی تیز روشنی سی لپکی، میں کچھ خوفزدہ ہوا، لیکن ہمت کر کے پڑھتا رہا، واپس اپنے ٹھکانے کے نزدیک پہنچا تو ایک سائیکل والے نے پوچھا کہ قبرستان کو کون سا راستہ جاتا ہے؟ میں غیر ارادی طور پر اسے پتہ سمجھانے لگا، پھر خیال آیا کہ استاد نے کہا تھا کہ ٹھکانے سے پہلے کسی سے بات نہیں کرنا لیکن میں یہ غلطی کر بیٹھا۔ آج بھی سوچتا ہوں کہ شاید اسی وجہ سے میرا وہ چلہ ناکام ہوا۔ ایک خیال بھی ستاتا ہے کہ اتنی رات ویرانے میں سائیکل والا کہاں سے آ گیا تھا؟"[1]

(روزنامہ امت کی رپورٹ یہاں مکمل ہوئی)

---

① دیکھیے: کالا جادو، سفلی علم، فرق کیا؟ حقیقت کیا ہے؟ از سائرہ ممتاز ۲۱ فروری ۲۰۱۷ء۔
https://daleel.pk/2017/02/21/31423

جادو اور جادوگری سے متعلق کچھ اہم باتیں

اس رپورٹ کو ملاحظہ فرمالینے کے بعد کچھ باتیں خاص طور پر لائق توجہ ہیں جو حسب ذیل ہیں :

- ہم نے پچھلے صفحات پر یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ : جادو پورا کا پورا شیطانی عمل ہوتا ہے اور اس میں کہیں سے کہیں خیر کا تصور نہیں ہوتا ہے تاہم بعض سادہ لوحوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس میں کہیں کہیں ظاہری طور پر خیر کا بھی کوئی پہلو داخل کردیا جاتا ہے۔
- عام طور پر پیشہ ور عامل یا تو شعوری طور پر شیطان کے تابع ہوتے ہیں یا غیر شعوری طور پر تلاعب شیطانی کا نشانا ہوتے ہیں۔
- جادو، جنات اور شیاطین کا اثر عام طور پر ان علاقوں میں زیادہ ہوتا ہے جہاں عقیدۂ توحید کی حقیقت سمجھنے والے اور اسے اپنانے والے کم ہوتے ہیں، اللہ کی فرمانبرداری کم اور معصیت زیادہ ہوتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت کم ہوتا ہے۔
- نوری عمل کے نام پر جھاڑ پھونک کی دکان چلانے والے بھی درحقیقت شعوری یا غیر شعوری طور پر شیطان ہی کے آلۂ کار ہوتے ہیں۔
- چلے کا کوئی عمل اسلامی اور شرعی نہیں ہوتا ہے، اس میں صد فیصد شیطان کا عمل دخل ہوتا ہے گو اس میں قرآنی سورتوں یا آیتوں کا ورد ہی کیوں نہ کیا جاتا ہو۔
- جنات کا کسی انسان کے تابع ہونا محض خود فریبی کی بات ہے، اس کا حقیقت سے کچھ واسطہ نہیں ہے اور اس کے پیچھے بھی شیطانی تلاعب ہی کارفرما ہوتا ہے، البتہ دوطرفہ تعاون کا امکان موجود ہے، مگر اس میں بھی عام طور پر بندگی انسان کے حصے میں آتی ہے اور آقائی جنات کے۔
- جادو میں اثر مستقل اور دائمی نہیں ہوتا ہے بلکہ خاص اذن الٰہی کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔
- جادو کا اثر عام طور پر مشرکوں، بدعتیوں اور ضعیف الاعتقاد وتوہم پرست لوگوں پر ہوتا ہے۔ اور شاذونادر بطور ابتلا و آزمائش کسی نیک آدمی پر بھی اس کے اثر انداز ہونے کا امکان موجود ہے۔
- جادو کا شرعی علاج معوذتین اور قرآنی آیات کی تلاوت وغیرہ ہے نیز شرعی رقیوں کے ذریعہ دم کرنا بھی اس میں شامل ہے، اس کے علاوہ قبولیت کے خصوصی اوقات میں اللہ تعالیٰ سے اخلاص والحاح کے ساتھ دعا مانگنا بھی ایک کارگر علاج ہے۔ اور ابتلا وآزمائش میں صبر کرنا اور غیر شرعی چیزوں سے اجتناب کرنا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔

● جادوگروں اور جادوگری کے شر سے محفوظ رہنے میں سورۂ بقرہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''اِقْرَؤُوْا سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ : فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرْكَةٌ، وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ، وَلَا تَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ''۔

''سورۂ بقرہ پڑھو کیونکہ اس کا اخذ کرنا (باعث) برکت ہے، اور اس کا ترک کر دینا (باعث) حسرت ہے، اور جادوگر (اس کا مقابلہ کرنے یا سامنا کرنے) کی طاقت نہیں رکھتے ہیں''۔ ①

● اگر لوگ جادوگروں، عاملوں اور راقیوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اپنے عقیدے کی اصلاح کریں، توحید کی حقیقت کو سمجھیں، اللہ تعالیٰ سے اپنی بدعقیدگی اور سابقہ کوتاہی کی معافی مانگیں، توبہ کریں شرعی احکام کی پابندی کریں، اور جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے صدق دلی اور اخلاص کے ساتھ دعا کریں تو ان شاء اللہ بڑے سے بڑے جادو کا توڑ ہو جائے گا اور شیاطین خود بخود راستہ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

● مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کا کوئی رجحان نہیں پایا جاتا، یہ خود کس قدر اخلاقی پستی اور سفلی جذبات کا شکار ہیں اور لوگوں کو اذیت پہنچانے اور ان پر مسلط ہونے کے کس قدر خواہشمند ہیں؟ جہالت اور توہم پرستی اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہے، وہ شیطان کے آلۂ کار باباؤں، راقیوں، عاملوں اور خود ساختہ بزرگوں کے پیچھے دیوانہ وار بھاگ رہے ہیں اور شریعت کے احکامات اور تعلیمات سے انہیں مطلق کوئی واسطہ نہیں ہے۔

آخر یہ لوگ شیطان کا نرم چارہ نہیں بنیں گے اور شیاطین ان پر مسلط نہیں ہوں گے تو کن پر ہوں گے؟ یہ بات اپنی جگہ سچ ہے کہ : ''خود کردہ را علاجے نیست'' اپنے کئے کا کوئی علاج نہیں ہوتا ہے۔

● جادوگروں، پیشہ ور عاملوں اور راقیوں میں جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے اور مبالغہ آرائی کے ساتھ گفتگو کی خصلت نمایاں ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی باتوں سے فریب نہیں کھانا چاہیے نہ ان سے علاج کرانا چاہیے گو اس سے بظاہر فائدہ ہی کیوں نہ مل جاتا ہو، کیونکہ یہ سب کے سب خلاف شرع اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں۔

تاثیر سحر کے بیان میں بعض علماء کا افسوسناک رویہ

بعض اہل علم اپنے سامنے پیش آنے والے کچھ حادثات یا سنے ہوئے کچھ واقعات سے متاثر ہو کر جادو کی سنگینی

① احمد : ۲۲۱۴۶، مسلم : ۸۰۴۔

اور تاثیر کا بیان کرتے ہوئے ہولناک تعبیرات اور بھیانک الفاظ استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے حقائق سے ناواقف لوگوں اور عوام میں دہشت کا ماحول پیدا ہوتا ہے اور ان میں توہم پرستی جنم لیتی ہے، حالانکہ چند اشخاص یا واقعات میں شدت تاثیر یا کچھ مخصوص افراد کے شدید ترین حالات سے دوچار ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ جادو کی ایسی تاثیر دائمی ہوتی ہے یا ہر شخص پر اس کا اثر یکساں ہوتا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلے سے ہوتا ہے، اور اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت کارفرما ہوتی ہے، ممکن ہے کوئی شخصیت کسی وجہ سے عقوبت سے دوچار ہو، یا اسے ابتلا وآزمائش اور خصوصی امتحان سے گزارا جارہا ہو، یا اس کے پیچھے کوئی بھی دیگر سبب ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے شخص معین پر اس کی تاثیر شدید ہوگئی ہو۔ یا ممکن ہے کہ جس کے متعلق جادو کا خیال یا وہم پیدا ہو وہ مطلق جادو کا شکار ہی نہ ہو اور اس کی ابتلا کسی اور وجہ سے ہو؟ جب متعدد احتمالات موجود ہیں تو اس موضوع سے متعلق مبالغہ آرائی اور خوفناک طرز تحریر ایک مومن کے شایان شان نہیں، بالخصوص اہل علم کو اس سے گریز کرتے ہوئے قضاء وقدر پر اور تاثیر کے خالق پر ایمان پختہ کرنا چاہیے، مگر افسوس کہ جادو یا جنات پر لکھی جانے والی کتابیں یا تقریریں عام طور پر اعتقادی پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے دہشت کا ماحول پیدا کرتی ہیں۔ اور جادوگروں، عاملوں اور راقیوں کی چاندی ہوجاتی ہے جو دہشت گردی اور تخویف کا پیشہ ہی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اور علاج کے نام پر جو بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور زید وعمرو کے مجربات آزمائے جاتے ہیں ان کے بارے میں تو حدث ولاحرج کی کیفیت ہے۔ بس اللہ تعالیٰ امت محمدیہ **علی صاحبها الصلاة والسلام** پر رحم فرمائے۔

اسلام میں جادو اور جادوگروں کا حکم؟

- **اسلام میں جادو سیکھنے اور سکھانے کا حکم :**

یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ شیطانوں کی مدد اور ان کی بندگی کے بغیر جادو سیکھنا ممکن نہیں ہے، جادو سیکھنے والا جب قول وفعل سے شیطانوں کی عبادت کرتا ہے، اور حرام وخبیث چیزوں کا استعمال کرتا ہے تبھی اسے شیطانوں کی مدد حاصل ہوتی ہے اور وہ ان کی مدد سے جادوگر بنتا ہے، اور یہ سب کچھ شرک اور کفر ہے، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی مومن کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور ساحر کے کفر پر دلائل بکثرت موجود ہیں۔

اول :

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُوا۟ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾ [البقرة:١٠٢]۔

''سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔

آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں کفر کے حکم کو ایک وصف مناسب پر مرتب کیا گیا ہے جو سحر ہے، اور اس سے معلوم ہوا کہ کفر کی علت سحر ہے۔

دراصل یہودیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادو سے متہم کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ سلیمان نے کفر نہیں کیا۔ یہاں جادو کو کفر سے تعبیر کیا ہے اور کہا گیا کہ کفر شیاطین کرتے ہیں اور یہاں ان کا کفر جادو سکھانا ہے۔

اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جادو کفر ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جادو سکھانا کفر ہے۔

دوم :

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا۟ لَمَنِ ٱشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنْ خَلَـٰقٍ﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے، اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔

مطلوب پر آیت کی دلالت متعدد وجوہ سے ہے :

۱۔ **(فلاتکفر)** کفر نہ کر سے اس بات کی تصریح کر دی گئی کہ اس کا سیکھنا کفر ہے۔

علامہ صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں :

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ سحر (جادو) کا سیکھنا کفر ہے، اور اس کا ظاہر معتقد و غیر معتقد اور جادوگر بننے کے لئے سیکھنے اور جادو کو دفع کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے سیکھنے کے درمیان عدم تفریق ہے''۔ [1]

۲۔ جادو میں کوئی بھی نفع نہیں پایا جاتا ہے اور جو چیز خالص نقصاندہ اور مضرت رساں ہو اور اس میں کوئی فائدہ

[1] نیل المرام صدیق حسن خان : ص ۲۱۔

نہ ہو اللہ تعالیٰ ایسی چیز کو اپنے بندوں کے لئے جائز اور مباح نہیں کرتا ہے۔

۳۔ اس بات کی تنصیص (صراحت) کہ (جو اسے حاصل کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا) اور جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے وہ کافر ہی ہوتا ہے۔

سوم : ارشاد باری تعالیٰ :

﴿وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾ [طٰہٰ:٦٩] ''اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا''۔

وجہ دلالت یہ ہے کہ :

آیت عام طور پر ہر قسم کے فلاح (کامیابی) کی نفی کرتی ہے، اور (حَيْثُ أَتَىٰ) کہہ کر اس تعمیم کی مقامات میں بھی تاکید کردی گئی ہے، اور یہ اس کے کفر کی دلیل ہے، اس لئے کہ کلی طور پر فلاح کی عام نفی صرف اسی شخص سے کی جاتی ہے جس میں کوئی خیر نہ پایا جاتا ہو، اور وہ کافر ہی ہوتا ہے۔

قرآن کریم کا استقراء کرنے سے یہی بات علم میں آتی ہے کہ عام طور پر اس میں (**لا يفلح**) -کامیاب نہیں ہوگا- کے لفظ سے مراد کافر ہوتا ہے۔ [①]

﴿قُلْ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِى ٱلدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ ٱلْعَذَابَ ٱلشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ﴾ [یونس:٦٩-٧٠]۔

''آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں، وہ کامیاب نہ ہوں گے یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے پھر ہمارے پاس ان کو آنا ہے پھر ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سخت عذاب چکھائیں گے''۔

- کاہنوں اور عرافوں کے پاس جانے والوں کی مذمت میں بہت سے نصوص وارد ہیں جو ان کی تصدیق کرنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ جن کا بیان کیا جا چکا ہے۔

• سحر مجازی کا حکم :

سحر مجازی اگرچہ کفر کے درجے تک نہیں پہنچتا ہے، مگر وہ بھی حرام ہی ہے کیونکہ اس سے عوام کے عقائد خراب ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب عوام جادوگر کو عجیب وغریب امور انجام دیتے ہوئے دیکھتے ہیں اور انہیں ان کے اسباب کا پتہ نہیں ہوتا ہے تو ممکن ہے وہ یہ سمجھ بیٹھیں کہ اس ساحر کے اندر ربوبیت کی کچھ صفات آگئی ہیں، اور یوں وہ ہلاکت میں پڑ جائیں۔

① دیکھیے : اضواء البیان : ۴۷۸/۴۔

• ابن خلدون فرماتے ہیں :

''شریعت نے طلسماتی سحر اور شعبدے بازی میں تفریق نہیں کی ہے اور سب کو ممانعت کے ایک ہی باب میں رکھا ہے، کیونکہ شارع نے ہمارے لئے ان افعال کو مباح کیا ہے جو ہمارے لئے دین میں اہمیت رکھتے ہیں جس میں ہماری آخرت کی بھلائی ہے، یا ہمارے معاش میں اہم ہیں جس میں ہماری دنیا کی بھلائی ہے، اور جو ان دونوں میں سے کسی میں ہمارے کام کے نہ ہوں، پھر اگر ان میں ضرر ہو یا ایک طرح کا ضرر ہو جیسے کہ جادو کہ اس کا ضرر بالفعل ہوتا ہے، اور طلسمات بھی اسی سے ملحق ہیں کیونکہ ان دونوں کا اثر یکساں ہے، اور جیسے نجوم کہ اس میں تاثیر کے اعتقاد کی وجہ سے ایک طرح کا ضرر ہے جس میں امور کو غیر اللہ کی طرف لوٹا کر ایمانی عقیدہ فاسد ہو جاتا ہے تو پھر اس صورت میں وہ فعل اپنے ضرر کی نسبت کے اعتبار سے محظور و ممنوع ہوگا؛ اور اگر وہ ہمارے لئے اہم ہو نہ اس میں ہمارا کوئی نقصان ہو تو پھر اس میں کم سے کم یہ ہونا چاہیے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی قربت کے طور پر ترک کر دیا جائے کیونکہ :

''مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ''

''آدمی کے حسن اسلام کا یہ بھی ایک جزء ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ترک کر دے جس سے اسے کچھ مطلب نہ ہو''۔ ①

اسی لئے شریعت نے جادو طلسمات اور شعبدے بازی کو ان کے نقصان کی وجہ سے ایک ہی باب میں رکھا ہے۔ اور انہیں ممانعت اور تحریم سے مخصوص کیا ہے''۔ ②

• ابن حجر جادو سیکھنے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''اس آیت ③ سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ جادو کفر ہے اور اس کا سیکھنے والا کافر ہے۔ اور یہ چیز اس کے بعض انواع میں واضح ہے اور وہ ہے شیاطین اور ستاروں کا تعبد (یعنی ان کی عبادت کرنا) اور دوسری قسم جس کا تعلق شعبدہ بازی کے باب سے ہے، تو اصلاً اس میں کافر نہیں ٹھہرایا جاتا ہے''۔

• نووی فرماتے ہیں :

''جادو کا عمل حرام ہے، اس کے کبائر میں سے ہونے پر اجماع ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سات مہلک

---

① ترمذی : ۲۳۱۷ ، ابن ماجہ : ۳۹۷۶ ، از حدیث ابو ہریرۃ اور ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے۔

② مقدمہ ابن خلدون تحقیق درویش : ۲/۲۸۰۔

③ سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت : ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾ مراد ہے۔

چیزوں میں شمار کیا ہے، اس میں سے کچھ کفر ہوتا ہے اور کچھ کفر نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کا شمار معصیت اور کبیرہ میں ہوتا ہے، اگر اس میں کوئی ایسا قول یا فعل ہو جو کفر کا مقتضی ہو تو وہ کفر ہے، ورنہ نہیں، مگر اس کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے''۔ ①

- **ابن قدامہ اس کے سیکھنے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''جادو کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ اس سلسلے میں اہل علم کا کوئی اختلاف ہو''۔

ہمارے اصحاب فرماتے ہیں :

''ساحر کو اس کے سیکھنے اور اس کے کرنے دونوں پر کافر ٹھہرایا جائے گا خواہ وہ اس کے حرام ہونے کا قائل ہو یا جائز ہونے کا، اور احمد سے ایک ایسی روایت آئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے کافر نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ کیونکہ حنبل نے ان سے روایت کیا ہے کہ میرے چچا نے عراف، کاہن اور ساحر کے متعلق فرمایا کہ میری رائے تو یہی ہے کہ ان سب کاموں سے توبہ کرائی جائے، کیونکہ وہ میرے نزدیک مرتد کے معنی میں ہے، اس لئے اگر توبہ اور رجوع کرلے ۔تو مطلب یہی ہے کہ۔ اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا، میں نے ان سے عرض کیا کہ : قتل کردیا جائے؟ تو فرمایا : نہیں، قید کردیا جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ رجوع کرلے''۔

- **ذہبی فرماتے ہیں :**

''تیسرا کبیرہ گناہ جادو میں ہے، کیونکہ یہ تو لازم ہے کہ جادوگر کفر کرے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحۡرَ﴾ [البقرة:۱۰۲]۔

''بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔

اور انسان کو جادو سکھانے سے شیطان کی غرض ہی یہی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ شرک میں مبتلا ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہاروت و ماروت کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنۡ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٞ فَلَا تَكۡفُرۡۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيۡنَ ٱلۡمَرۡءِ وَزَوۡجِهِۦۚ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنۡ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنفَعُهُمۡۚ وَلَقَدۡ عَلِمُواْ لَمَنِ ٱشۡتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِي

① فتح الباری : ۱۰/ ۲۲۴۔

ٱلۡأٓخِرَةِ مِنۡ خَلَٰقٖۚ وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡاْ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمۡۚ لَوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ ﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے، اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔

آپ گمراہوں میں سے ایک بڑی خلقت کو دیکھیں گے کہ وہ جادو میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ بس وہ حرام ہی ہے، اور اسے یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ جادو کفر ہے، چنانچہ وہ سیمیاء کی تعلیم اور اس پر عمل کی راہ پر بھی لگ جاتی ہے، حالانکہ وہ خالص سحر ہے، اور یہ لوگ اپنی بیوی سے آدمی کی بندش کا کام بھی کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی جادو ہے، ایسے ہی مرد کے اندر عورت سے محبت اور نفرت پیدا کرنے کا عمل بھی، نیز اسی جیسے دیگر کام بھی ہیں جو ایسے مجہول الفاظ سے انجام دیئے جاتے ہیں جن میں سے اکثر شرک و ضلال ہیں''۔ ①

ابن العربی فرماتے ہیں :

''ایک قسم کا جادو وہ بھی ہوتا ہے جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی پیدا کی جاتی ہے، اور ایک وہ ہوتا ہے جس سے میاں بیوی کے درمیان الفت پیدا کرنے کا کام لیا جاتا ہے اور اسے ''التولہ'' کہا جاتا ہے، اور وہ دونوں ہی کفر میں داخل ہیں''۔ ②

• جادو سیکھنے کے وجوب یا استحباب کا قول :

کچھ لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ سحر کی تعلیم واجب یا مستحب و مشروع ہے :

علم کی طرف منسوب کچھ لوگوں نے شذوذ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا سیکھنا واجب یا مستحب و مشروع ہے، انہیں میں سے ایک رازی صاحب بھی ہیں، ان کے خیال میں اس کا سیکھنا واجب ہے، حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں انہیں کے الفاظ میں ان کا کلام نقل کیا ہے، جناب فرماتے ہیں کہ : ''جادو کا علم نہ قبیح ہے نہ ممنوع ہے، اس بات پر محققین کا اتفاق ہے، کیونکہ علم تو بذات خود شریف ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا قول :

﴿قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ﴾ [الزمر:۹]۔

''بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟''۔

---

① الکبائر للذہبی : ۱۴۔ ② أحكام القرآن لابن العربي : ۱/۳۱۔

عام ہے، اور اگر سحر کا علم نہ ہوتو پھر جادو اور معجزہ کے درمیان فرق کرنا ناممکن ہوگا، اور اس بات کا علم ہونا کہ معجزے میں تعجیز پائی جاتی ہے واجب ہے، اور جس پر کوئی واجب موقوف ہو وہ خود بھی واجب ہوتا ہے، تو پھر وہ حرام اور قبیح کیسے ہوسکتا ہے؟[1]

اور بعض اہل علم اس بات کے مدعی ہیں کہ حربی ساحر کا جواب دینے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جادو کا سیکھنا فرض ہے، اور عورت کے دل میں اس کے شوہر کی محبت ڈالنے کے لئے یا کسی شر پر جمع ہونے والوں کو منتشر کرنے کے لئے سیکھنا مباح یا مستحب ہے۔

ابن عابدین فرماتے ہیں :

''(ذخیرة الناظر) میں آیا ہے کہ اہل حرب کے ساحر کا مقابلہ کرنے کے لئے جادو سیکھنا فرض ہے، اور میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرنے کے لئے سیکھنا حرام ہے، اور ان دونوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے سیکھنا جائز ہے۔[2]

ایسی ہی باتیں قرافی، ابن حجر اور ابن جریر و آلوسی وغیرہ نے بھی نقل کی ہیں۔[3]

- **اس مذہب کے حامیوں کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل نقاط میں پیش کیا جاسکتا ہے :**

۱- جادو سیکھنا قبیح نہیں ہے۔

۲- جادو سیکھنا ممنوع نہیں ہے۔

۳- جادو سیکھنا محمود و ممدوح ہے۔

۴- جادو سیکھنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس سے معجزے اور سحر کے درمیان تفریق کی جاسکے، اس کے ذریعہ اہل شر و فساد کے درمیان انتشار پیدا کیا جائے، اہل حرب کے ساحر کو زیر کیا جائے، اور میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کی جائے۔

۵- اس بات سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ ملائکہ کو جادو سکھانے کی اجازت دی گئی ہے۔

- **اس مذہب کے ماننے والوں کی تردید حسب ذیل وجوہ سے کی جاسکتی ہے :**

اول : جو یہ کہتا ہے کہ جادو سیکھنا قبیح نہیں ہے، اگر اس کی مراد یہ ہو کہ عقلاً قبیح نہیں ہے تو اس خیال میں معتزلہ اس

---

[1] قصة السحر : ص ۵۰۔ [2] الفروق : ۱۵۷/۴۔

[3] دیکھیے : الفروق ، فتح الباری : ۲۳۴/۱۰ ، تفسیر ابن جریر : ۴۵۵/۱ ، روح المعانی : ۳۴۳/۱۔

کے مخالف ہیں، وہ اسے قبیح جانتے ہیں، اور اگر وہ اس بات کا مدعی ہو کہ شرعاً قبیح نہیں ہے، تو آیت اس کی تردید کرتی ہے، کیونکہ اس میں جادو سیکھنے والوں کی مذمت کی گئی ہے، اور اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ اس کا سیکھنا کفر ہے۔

دوم : اس بات کا دعویٰ کرنا کہ جادو سیکھنا ممنوع نہیں ہے، اور محققین اس پر متفق ہیں، صحیح نہیں ہے، کیونکہ آیات واحادیث تو اس کے سیکھنے والے کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں، اور ہمارے چوٹی کے علماء نے اس کے سیکھنے کی حرمت کی تصریح فرمائی ہے، اور ان میں سے ایک بڑی تعداد نے تو اس کے سیکھنے والے کو کافر ٹھہرایا ہے اور اس کے قتل کا فیصلہ سنایا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ پھر جناب نے ہمارے سامنے ان محققین کے اسمائے گرامی بھی تو نہیں پیش کئے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں۔

سوم : ان کا آیت : ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر:۹]۔

''بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟''۔

سے استدلال کرنا بالکل بے محل ہے، کیونکہ آیت میں جس علم کی تعریف کی گئی ہے وہ مطلق علم نہیں بلکہ شریعت کا علم ہے، یا وہ علم ہے جو شریعت میں مباح ہو۔

چہارم : ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ معجزے کا علم جادو سیکھنے پر موقوف ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہمارے نبی محمد ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ تو قرآن کریم ہے، اور یہ بات تو قطعی طور پر معلوم ہے کہ اس کے معجز ہونے کا علم جادو سیکھنے پر موقوف نہیں ہے، نیز ہمارے سلف صحابہ وتابعین اور ائمہ دین جادو سیکھے بغیر ہی معجز کو جان لیا کرتے تھے۔ ①

پنجم : یہ حقیقت تو بالکل عیاں ہو چکی ہے کہ جادو بہت سے مفاسد کا حامل ہے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر بھی اس کی تحریم واجب ہے، اور حدیث میں آیا ہے کہ :

''مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمَىٰ يُوْشِكُ أَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ''

''جو چراگاہ کے اردگرد گھومے گا وہ جلد ہی اس میں منہ مار لے گا''۔

اور آج تو ہم اس قدر سائنسی اور علمی ترقی کے باوجود یہ دیکھ ہی رہے ہیں کہ کس طرح جادو سے عوام کے عقائد متزلزل ہوتے رہتے ہیں، اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ شکوک وشبہات کا شکار ہوتے رہے ہیں۔

نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''درست مسلک کے مطابق جادو کا سیکھنا حرام ہے، اور جمہور کا فیصلہ یہی ہے، اور اسی کے مثل فلسفہ، تنجیم اور

---

① دیکھیے : تفسیر ابن کثیر : ۱/ ۲۵۳۔

نیچریوں کے علوم، اور وہ سب چیزیں بھی ہیں جو اکسانے اور ہیجان پیدا کرنے والی ہوتی ہیں''۔ ①

ششم : اللہ تعالیٰ نے جس جادو کے حامل کے متعلق کفر کا فیصلہ دیا ہے اس کا سیکھنا شیطان کی دوستی کے بغیر ہوسکتا ہے نہ اسے روبہ عمل لائے بغیر ہوسکتا ہے، ٹھیک ایسے ہی جیسے بانسری اور سارنگی عملی طور پر بجائے بغیر نہیں سیکھی جاسکتی ہے۔ ②

ہفتم : اس کا سیکھنا کفر اور شرک باللہ کے بغیر ممکن نہیں ہے، مثلاً اگر جادوگر کسی سلطان پر جادو کرنا چاہتا ہے تو وہ برج اسد کے لئے قیام کرتا ہے، اور پست ہوکر اس کے تقرب کی جستجو رکھتے ہوئے آواز لگاتا ہے :

''اے میرے آقا اے عظیم ہستی، وہ تو ہی ہے جس کے سامنے سارے بادشاہ اور جابر اور سارے شیر جھکے رہتے ہیں، میں تجھ سے اس بات کا سوالی ہوں کہ تو فلاں جبار کے دل کو میرے لئے مسخر کردے اور میرے تابع کردے''۔ ③

اور اس معنی کا ادراک بہت سے علماء نے کیا ہے، یعنی اس حقیقت کا کہ جادو شرک کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ابن العربی صاحب بھی انہیں علماء سے ایک ہیں، چنانچہ اسی ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ :

''سحر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا مرکب کلام ہوتا ہے جس میں غیر اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے، اور مقادیر (تقدیروں) اور موجودات کو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے''۔ ④

قرطبی صاحب لکھتے ہیں کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اہل فن کا ماننا یہی ہے کہ :

''کفر واستکبار، یا شیطان کی تعظیم کے بغیر جادو کی تکمیل نہیں ہوسکتی ہے، تب اس سروے کے مطابق جادو کفر ہی پر دلالت کرنے والا ہے''۔ ⑤

شیخ حافظ حکمی صاحب فرماتے ہیں :

''یقیناً یہ بات معلوم ہے کہ جادو کا عمل کفر باللہ کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، اور یہ بات آیت کے سبب نزول ہی سے معلوم ہے''۔ ⑥

شیخ سلیمان شرح (کتاب التوحید) میں فرماتے ہیں :

''چونکہ جادو کا تعلق انواع شرک سے ہے، کیونکہ اس کے بغیر جادو ہو ہی نہیں سکتا ہے، اسی لئے مصنف نے

---

① المجموع : ۲۷/۱۔ ② فتح الباری : ۲۳۴/۱۰۔ ③ الفروق للقرافی : ۱۵۳/۴۔

④ أحكام القرآن لابن العربي : ۳۱/۱۔ ⑤ تفسير القرطبی : ۴۸/۲۔ ⑥ معارج القبول : ۵۱۲/۱۔

اسے (کتاب التوحید) میں داخل کیا ہے، تاکہ اس بات کی وضاحت ہوجائے کہ یہ شرک ہے اس سے بچنا چاہیے، جیسا کہ انھوں نے دیگر انواع شرک کا بھی بیان کیا ہے''۔ ①

ابن عابدین فرماتے ہیں :

''شاید کہ جو کچھ اصحاب سے نقل کیا ہے (یعنی ساحر کے کفر کی بات) تو وہ اس حقیقت پر مبنی ہو کہ سحر کی تکمیل کفریہ چیزوں کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول :

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرہ:۱۰۲]۔

''وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر''۔

کا مفاد ہے۔

جادو اور جادوگروں سے شیطان کے تعلقات اور کفر وشرک کے بغیر ساحر کے عمل کی عدم تکمیل کی تفصیلات ہم پہلے ہی پیش کر چکے ہیں۔

ہشتم : اللہ تعالیٰ نے جس کی تحریم اور ممانعت کی صراحت فرمادی، جس کے سیکھنے والے پر کفر کا حکم لگادیا، اور جس کے متعلق صاف صاف بتادیا کہ اس میں صرف نقصان ہوتا ہے نفع نہیں ہوتا اسے جائز کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔

نہم : جس مدعی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جادو نفع بخش ہوتا ہے، اور اس کا سیکھنے والا اس کے ذریعہ شر کو دفع کرتا ہے اس کا یہ دعویٰ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے اور قول :

﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ﴾ [البقرہ:۱۰۲]۔

''یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے''۔

کا متناقض ہے جو اس نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے''۔ ②

ساحر کا سحر شیطان سے استعانت کے بغیر پورا نہیں ہوتا ہے، اور شیطان اولیاء الرحمان کے کام کب آسکتا ہے اور ان کی تکلیفیں دور کرنے کے لئے کمر بستہ ہوسکتا ہے؟! اور شر کے لئے جمع ہونے والوں کو شیطان کب اذیت دے سکتا ہے جبکہ وہ اس کے اولیاء ہی ہیں؟! جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ شر کو دور کرنے اور خیر کے حصول کے لئے جادو سیکھنا چاہتے ہیں وہ دراصل سحر کی حقیقت ہی نہیں جانتے ہیں۔

دہم : اور جن لوگوں نے فرشتوں کے جادو سکھانے سے اس کے جواز تعلم پر استدلال کیا ہے، ان کا استدلال

---

① تیسیر العزیز الحمید : ص ۳۳۳۔
② حاشیہ ابن عابدین : ۴/ ۲۴۴۔

ضعیف ہے، اور ابن جریر نے اس کا ضعف بیان کر کے اس کی تردید کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں : اگر کسی کند ذہن پر ہماری باتیں ملتبس ہوجائیں اور وہ یوں گویا ہو کہ صاحب بھلا اللہ کے فرشتوں کے لئے یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ وہ لوگوں کو میاں بیوی کے درمیان تفریق کی تعلیم دینے لگیں؟ یا یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف اپنے فرشتوں پر اسے نازل کرنے کی نسبت کی جائے؟

تو اس سے کہا جائے گا کہ میاں اللہ جل ثناؤہ نے اپنے تمام بندوں کو ان باتوں کی معرفت عطا فرما دی ہے جن کا انہیں حکم دیا ہے اور جن سے انہیں روک دیا ہے، پھر مامورات ومنہیات کے علم کے بعد انہیں حکم دیا ہے اور روکا ہے، اور اگر معاملہ اس کے علاوہ کچھ اور ہوتا تو پھر امر ونہی کا کوئی معنی مفہوم نہ ہوتا۔

اور جادو بھی انہیں چیزوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم میں سے اپنے بندوں کو منع فرما دیا ہے، اس لئے یہ بالکل غیر منکر ہے کہ اللہ جل ثناؤہ نے ان دونوں فرشتوں کو اسے سکھا دیا ہو جنھیں اس نے اپنی تنزیل میں نامزد فرمایا ہے، اور ان دونوں کو اولاد آدم میں سے اپنے بندوں کے لئے فتنہ اور آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہو، جیسا کہ اس نے ان دونوں کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ دونوں اپنے پاس اس کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے والوں سے کہتے ہیں کہ :

﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرۃ:۱۰۲] ''ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر''۔

مقصد یہی ہے کہ ان کے ذریعہ اپنے ان بندوں کا امتحان لے جنھیں اس نے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے سے روک دیا ہے، اور جادو سے بھی منع کر دیا ہے، تاکہ ان دونوں سے سحر کے تعلم کو ترک کرنے پر مومن کی تمحیص ہوجائے (یعنی اس کا کھرا اور مخلص ہونا ثابت ہوجائے) اور ان دونوں سے جادو اور کفر سیکھ کر کافر رسوا ہوجائے، اور وہ دونوں فرشتے جسے بھی اس کی تعلیم دیں وہ اپنے اس عمل میں اللہ کے مطیع وفرمانبردار ٹھہریں.. اور جب وہ اپنے پاس اسے سیکھنے آنے والوں کو اس سے روک دیتے ہیں تو پھر اس کے بعد ان سے جادو سیکھ کر اس کا استعمال کرنے سے ان دونوں کا کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے''۔ ①

● نجوم سے وابستہ جادو کا حکم :

جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ لوگوں پر ستاروں کی تاثیر ہوتی ہے اور وہ ان کی روزی، عمر، خوش بختی وبدبختی، فتوحات اور ہزیمتوں میں موثر ہوتے ہیں تو وہ ایسا کافر ہے جس کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور اگر وہ مزید

① تفسیر ابن جریر : ۱/۴۵۵۔

آگے بڑھتے ہوئے ان ستاروں کا قصد کرے، ان سے مدد مانگے، اللہ کے سوا ان سے فریاد کرے تو وہ کفر در کفر اور ضلال در ضلال ترقی کرتا جاتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا فساد واضح فرما دیا اور اسے کفر سے موصوف کیا ہے، چنانچہ اس حدیث میں جسے امام بخاری زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وارد ہے کہ :

''صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ''۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں رات کو ہونے والی بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلٹے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا : کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا ہے؟ انھوں نے عرض کیا : اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا : میرے بندوں میں سے کچھ نے مجھ پر ایمان رکھتے ہوئے صبح کی اور کچھ نے کافر ہو کر صبح کی، ہاں صاحبو! جس نے کہا : اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کا منکر ہے، مگر جس نے کہا : فلاں اور فلاں نچھتر سے بارش ہوئی وہ میرا منکر اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے''۔ ①

اب سوال یہ ہے کہ :

حدیث میں جس کفر کی تصریح آئی ہے وہ اصل ایمان کا سالب اور ملت اسلام سے خارج کر دینے والا ہے یا نہیں؟

تو جواب یہ ہے کہ :

ہاں صاحب! اگر انسان یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ستارہ فاعل و مدبر اور بارش کو وجود بخشنے والا ہے، جیسا کہ اہل جاہلیت سمجھتے تھے تو یقیناً یہ کفر اصل ایمان کا سالب اور ملت سے خارج کر دینے والا ہے، جو اس بات کا قائل ہو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جیسا کہ نووی فرماتے ہیں، اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے اور امام شافعی بھی انہیں میں

① بخاری : ۱۰۳۸ کتاب الاستسقاء. باب قولہ تعالیٰ : (وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ) فتح الباری : ۵۲۲/۲. مسلم : ۸۲/۱ حدیث نمبر ۷۱. اور مسلم میں اس حدیث کی متعدد صحابہ سے متعدد روایتیں ہیں. اگر آپ چاہیں تو وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

شامل ہیں، اور یہی حدیث کا ظاہر بھی ہے۔

لیکن اگر وہ اس اعتقاد کے ساتھ کہ بارش تو اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہی ہوتی ہے اور بارش برسانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے یہ کہتا ہے کہ فلاں نچھتر سے ہم پر بارش ہوئی ہے اور یہ نچھتر اس کا وقت مقرر اور عادت کے اعتبار سے اس کی علامت ہے تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں وقت میں ہم پر بارش ہوئی ہے تو پھر اس صورت میں وہ کافر نہ ہوگا، اور اس قول کی کراہت میں علماء کا اختلاف ہے، اور ظاہر اس کی کراہت ہی ہے مگر وہ کراہت تنزیہی ہے اس میں کوئی گناہ نہیں (مگر اس سے بچنا بہتر اور اولیٰ ہے) اور کراہت کا سبب یہ ہے کہ یہ کلمہ کفر اور غیر کفر دونوں کے درمیان گھومتا ہے، اس لئے اس کے بولنے والے کے ساتھ بدگمانی ہوسکتی ہے، اور اس لئے بھی کہ وہ جاہلیت کا شعار اور انہیں کی روش پر چلنے والوں کا طریقہ ہے، اور بعض اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اس قول کے قائل پر جس کفر کا حکم لگایا گیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کفر مراد ہے کیونکہ اس نے بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرنے پر اکتفا کرلیا ہے، جبکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ اس قول کو ستاروں کے متعلق عدم اعتقاد اور ان کے مدبر اور بارش کو وجود میں لانے والے نہ ہونے کے اعتقاد سے مقید کردیتا، اور اس قول کی تائید مسلم کی بعض روایات حدیث کے مضمون سے بھی ہوتی ہے :

''أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَكَافِرٌ'' ''لوگوں میں سے کچھ نے شاکر اور کچھ نے کافر ہو کر صبح کی ہے''۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے :

''مَا أَنْعَمْتُ عَلٰى عِبَادِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِنْهُمْ بِهَا كَافِرِيْنَ''

''میں نے اپنے بندوں پر جو بھی نعمت کی ہو مگر ان میں کا ایک گروہ اس کا کفر کرتے ہوئے ہی صبح کرتا ہے''۔

اور ایک تیسری روایت میں ہے :

''مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِيْنَ''

''اللہ تعالیٰ آسمان سے چاہے جو بھی برکت نازل فرماتا ہے لوگوں کا ایک گروہ اس کے ساتھ کفر (یعنی ناشکری) کرتے ہوئے ہی صبح کرتا ہے''۔

چنانچہ حدیث کا یہ لفظ کہ : ''اس کے ساتھ'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں مراد کفران نعمت یعنی ناشکری ہے۔ ①

---

① دیکھیے : شرح النووي على صحيح مسلم : ۲/۶۱۔

غیر مسلموں کے یہاں جادوگر کی سزا

جادوگروں سے نجات حاصل کرنے کے لئے مغربی ممالک نے اپنی انتہائی کوششیں صرف کرڈالیں، انھوں نے جادوگروں کے لئے سخت ترین اور کٹھور سزائیں مقرر کیں جن میں سب سے ہلکی سزا پھانسی کی سزا تھی، انہیں رنگارنگ عذابوں، کڑی سزاؤں اور تشہیری عمل سے گزارا گیا، اموال ضبط کر لئے گئے، ان کو اور ان کی ذریت تک کو بھانت بھانت کی عقوبتوں سے دوچار کیا گیا۔

فرانس، جرمنی اور اٹلی ان تینوں مقامات پر جادوگروں کو جلا کر مار ڈالنے کی سزا دی جاتی تھی۔ اسکاٹ لینڈ میں انہیں ایک بڑے سے آہنی برتن میں جوجوش مارتے ہوئے گرم گرم تارکول سے بھرا ہوتا تھا ڈال دیتے تھے، برطانیہ اور بعض دیگر یورپی ممالک میں انہیں سرعام پھانسی کی سزا دی جاتی تھی۔ امریکا میں جادوگر یا جادوگرنی کو راستے کے قریب ترین درخت سے لٹکا کر موت سے دوچار کیا جاتا تھا۔

خازوق کی سزا :

کچھ ممالک جادوگروں کو سزائے موت سے دوچار کرنے کے لئے خازوق کا طریقہ اپناتے تھے۔ یہ ایک وحشیانہ اور بربری قسم کی بھیانک سزا تھی جس میں ایک لمبا نکیلا ڈنڈا کبھی کبھی منہ سے ڈال کر مقعد کی طرف نکالا جاتا تھا اور عام طور پر مقعد میں ڈال کر منہ سے نکالا جاتا تھا اور اسے زمین میں گاڑ کر چھوڑ دیا جاتا یہاں تک کہ آدمی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی تھی۔

• بطریق تشبیح موت سے دوچار کرنا :

بہت سے ملکوں نے انہیں ملک عدم کا راستہ دکھانے کے لئے طریقۂ تشبیح کا راستہ اپنایا، جس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ جادوگر کو لایا جاتا اور اسے ایک بڑے سے دبیز دسترخوان پر جو چار حصوں میں ایک دوسرے سے جدا جدا تقسیم ہوتا تھا لمبا لٹا دیا جاتا تھا، اس کے دونوں بازوؤں کو جداگانہ اوپر کی طرف کر دیا جاتا تھا جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دائیں ہاتھ کو دسترخوان کی داہنی طرف بالائی گوشے میں اور بائیں ہاتھ کو بائیں گوشے میں مقید کر دیا جاتا تھا اور داہنے قدم کو دائیں طرف کے زیریں کنارے، اسی طرح بائیں قدم کو بھی مقید کر دیا جاتا تھا، اس دسترخوان کے وسط میں ایک چکا جو اسی کام کے لئے بنا تھا فٹ ہوتا تھا جسے ایک مخصوص طریقے سے دسترخوان سے جوڑا گیا ہوتا تھا، اسی

لئے جب وہ چکا گھومنے لگتا تو اس کے چاروں اجزاء جدا ہو جاتے تھے، اور اس کا ہر جزء ایک دوسرے کی مخالف سمت جاتا تھا، جس کے نتیجے میں دایاں بازو شمال مغرب اور بایاں شمال مشرق کی طرف جاتا تھا، جبکہ دایاں قدم جنوب مغرب اور بایاں جنوب مشرق کو ہولیتا تھا..اس طرح جادوگر کے اعضاء، عضلات اور جوڑ جوڑ الگ ہوجاتے تھے، اور اسے ایسے بھیانک اور سنگین قسم کے آلام سے دوچار ہونا پڑتا تھا کہ جس کے برداشت کی قوت ابلیس کو بھی نہیں تھی، اور بالآخر چند منٹوں میں وہ داعی اجل کو لبیک کہہ دیتا تھا، پھر اس کی لاش نذر آتش کردی جاتی تھی اور اس کی راکھ سڑکوں پر اڑادی جاتی تھی۔

- **سب سے بھیانک اور وحشیانہ عقوبت :**

مگر سب سے بھیانک، ہولناک اور قساوت قلبی کا مظہر وہ طریقۂ کار ہے جو جادوگر کو سزا دینے کے لئے اسپین کے محاکم تفتیش میں روبہ عمل لایا جاتا تھا، ان محکموں نے اس کے لئے مخصوص گروہ تیار کر رکھے تھے جو انسانی تصور میں آنے والے تمامتر وسائل اذیت رسانی اور آلات تعذیب سے لیس ہوا کرتے تھے، ان عقوبت خانوں کو (تعذیب گھروں اور اعتراف خانوں) کا نام دیا جاتا تھا۔جب کوئی جادوگر پکڑا جاتا اور اعمال سحر کی انجام دہی کا ابتدائی اعتراف کرلیتا تو اسے دار سے نار(گھر سے آگ) کی طرف لے جایا جاتا تھا...، وہ تعذیب گھر میں داخل کردیا جاتا جہاں اس پر حسب ذیل عقوبتوں کا اجرا ہوتا تھا..اس کے ہاتھوں کو دونوں طرف سے ایک بڑے سے پہیے سے باندھ کر پنڈلیوں کو اوپر اور سر کو نیچا کرکے الٹا لٹکا دیا جاتا تھا، پھر وہ پہیہ چند وحشیانہ چکروں کے ساتھ گھومتا تھا، جس کے نتیجے میں شکار درست وضع میں آجاتا تھا -یعنی اس کا سر اوپر اور پاؤں نیچے ہوجاتے تھے۔ تب عذاب کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوتا تھا، ایک ایک کرکے اس کے پاؤں کے سارے ناخن اکھاڑ لئے جاتے تھے، پھر جب اس کام سے فارغ ہوجاتے تو وہ پہیہ ایک بار پھر سے گھومتا ہے اور اسے سابقہ وضع مقلوب میں لے آتا ہے، تب وہ اس کے ہاتھوں کا ایک ایک ناخن اکھاڑ لیتے ہیں..، اس کے بعد وہ پہیہ پھر ایک بار گھومتا ہے اور اسے افقی وضع میں لے آتا ہے، اب یہ لوگ اس کے جسم کے ان حصوں کا انتخاب کرتے ہیں جو گوشت اور چربی سے پُر ہوتے ہیں مثلاً دونوں کاندھے یا جانگیں یا پنڈلیاں وغیرہ.. الخ اور ان میں حسب منشا ایک لمبا یا مختصر سا چیرا لگادیتے ہیں اور اس میں گرم گرم جوش مارتا ہوا تیل یا تارکول ڈال دیتے ہیں، پھر اسے پہلے سے وضع مقلوب میں لے آتے ہیں، اور لوہے کی گرم گرم سلائیوں سے اس کی آنکھیں پھوڑ دیتے ہیں، اور اس عذاب کی انتہا یوں ہوتی ہے کہ اسے آگ کے حوالے کردیتے ہیں۔

اس عذاب الیم کے پیش نظر ہسپانیہ کی عدالتیں ساحر کو اس وقت تک عقوبت کا فیصلہ نہیں سناتی تھیں جب تک وہ صاف صاف اعمال سحر میں ملوث ہونے کا اعتراف نہ کرلے جو کسی عہد و میثاق یا ایگریمنٹ پر مبنی ہوتا تھا جو ساحر نے شیطان کے ساتھ کیا ہوتا تھا، جادوگر پر لازم تھا کہ وہ اس کا تحریری اعتراف کرلے، اور اپنے اقرار میں اس بات کی بھی وضاحت کرے کہ اس نے اپنا ایگریمنٹ کب اور کہاں کیا تھا؟ اس اتفاق کی عبارت اور مدت کیا ہے؟ شیطان اس کے سامنے کس صورت میں ظاہر ہوتا تھا؟ کون سے مواد تھے جو وہ اپنے جادو میں استعمال کیا کرتا تھا، اور وہ سب اسے کون لاکر دیتا تھا؟ وہ کس کے لئے جادو کرتا تھا؟ اس سے کسے فائدہ پہنچتا تھا اور کس کا نقصان ہوتا تھا؟ ان کے علاوہ کچھ اور بھی سوالات ایسے ہوتے تھے جن سے ساحر کے ارادوں میں شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔

ان تمام عقوبتوں، تعذیب کے نت نئے طریقوں اور بھانت بھانت کی سزاؤں کے باوجود جو پردیسی حکومتوں نے جادوگرنیوں اور جادوگروں پر مقرر کر رکھی تھیں ان کی سرگرمیوں اور شوکت پر قدغن لگ پاتی تھی نہ ان میں کوئی تعطل پیدا ہوتا تھا، وہ سب انہیں ڈرانے اور ان کے نفوس سے شر اور بدی کی بیخ کنی کرنے میں ناکام تھیں، ان کا ماننا تو یہی تھا کہ اپنی روحیں شیطان کے ہاتھوں فروخت کرنے کے بعد ان کے پاس کوئی ایسی روح بچی ہی نہیں تھی جسے حکومت کی معرفت پھانسی یا آتش زنی یا سزائے موت کے دیگر ذرائع سے مٹایا جاسکے..

مگر یہاں پڑھے لکھے اعلیٰ قسم کے ملازمین یا اصحاب ثروت یا اساتذہ اور پروفیسران میں جادوگروں کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو قرار واقعی سزا کے ڈر سے اپنے جادو کو باطل اور بودی حجتوں کی آڑ میں چھپائے تھا، وہ اس بات کا مدعی تھا کہ اس کا جادو بھلے کاموں اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہے، مثلاً بیماروں کی شفا، فیملیوں یا شادی شدہ جوڑوں میں اصلاح کا کام، پوشیدہ خزانوں کا پتہ لگانا، مخفی علوم کی کھوج کرنا جن سے تمدنی فوائد حاصل ہوں اور لوگ ان سے مستفید ہوں، اسی لئے وہ اپنے جادوگری کے اس عمل کو سحر ابیض (سفید جادو) (White Magic) کا نام دیتے ہیں تاکہ وہ اس کالے جادو (Black Magic) سے الگ سمجھا جائے جس کا مقصد نقصان پہنچانا ہوتا ہے..

مگر ان تمام دعووں اور حیلوں کو نہ حکومتوں نے درخور اعتنا سمجھا نہ قانون نے اسے تسلیم کیا، بلکہ ہر طرح کے سفید، کالے، اور لال جادو پر انھوں نے سزائے موت ہی سنائی، کیونکہ جادو اپنے تمام حالات میں اپنے جادو ہونے کی صفت سے باہر نہیں آتا ہے، اس لئے کہ اس میں کامیابی کی اساس غیر فطری (Unusual) طاقتوں کے سہارے پر رکھی جاتی ہے، اور اس لئے بھی کہ نوامیس فطرت اور اس کے نظاموں پر غلبہ حاصل کرنے کی خاطر ساحر اپنے نفس کو ایک خاص قوت بہم پہچانے کے لئے عمل کرتا ہے، اور بشر کی عقلوں اور قلوب ونفوس پر تسلط حاصل کرلینے کا مدعی

ہوتا ہے۔ ①

ایک لرزہ خیز اور رونگٹے کھڑے کردینے والی عقوبت :

''انواع واقسام کی عقوبتوں میں سے ایک لرزہ خیز عقوبت جس سے ساحرات کو دوچار کیا جاتا تھا یہ بھی تھی کہ جس ساحرہ کو سزا سنائی جاتی تھی اسے تعذیب گھر لے جایا جاتا تھا جہاں اس کی تعذیب اور اذیت رسانی پر مقرر افراد چھوٹے چھوٹے گرم گرم موچنوں سے ایک ایک بال الگ الگ نوچتے تھے، اس سے ہونے والی اذیت بالکل ناقابل برداشت اور بشری قوت تحمل سے پرے ہوتی تھی، کوئی بھی ساحرہ خواہ کتنی ہی اڑیل ہوتی اور اصرار، مکابرہ اور صبر کے انتہا درجے پر فائز ہوتی تھی چند بالوں کے جسم سے اکھڑتے ہی چیخنے چلانے اور شدت الم سے دہائی دینے اور فریاد کرنے لگتی تھی اور اپنے سارے اعمال کا بلکہ ناکردہ گناہوں کا بھی اعتراف کر لیتی تھی، اور خود پر اندھادھند تہمتیں لگانے لگتی تھی تاکہ بال اکھاڑنے والا گروہ اس پر رحم کرتے ہوئے اور ترس کھاتے ہوئے اسے فوری طور پر آگ کے حوالے کردے تاکہ وہ اپنے انجام کو پہنچ جائے... مگر وہ تربیت یافتہ وحشی کب ماننے والے تھے... وہ تو انتہا تک پہنچ کر ہی دم لیتے تھے، قانون تعذیب کا حرفی نفاذ کرتے تھے اور ہو بہو اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی چھوڑتے تھے۔ وہ اسے اس وقت تک آزاد نہیں کرتے تھے جب تک اکھاڑ اکھاڑ کر اس کے جسم کے سارے بالوں کا نام ونشان نہ مٹا ڈالتے تھے، اس المناک آپریشن کے درمیان ہونے والی ہولناک تکلیفوں اور دہشتناک اذیتوں کے باعث وہ ساحرہ تقریباً اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتی تھی اور غیبوبت کی کیفیت میں چلی جاتی تھی، پھر اسے آگ کے حوالے کرنے کے لئے لے جایا جاتا تھا''۔ ②

جادو کے نام پر بے قصوروں پر ظلم

بیشک جادوگروں کی انسانیت سوز گھناؤنی حرکتوں اور ان سے پیدا ہونے والے شر وفساد اور اذیتناک حادثوں کے پیش نظر انسانیت کی اخلاقی قدروں کو نظر انداز نہ کرتے ہوئے اور وحشیانہ اور غیر انسانی عقوبتوں سے گریز کرتے ہوئے انہیں سخت ترین سزائیں دینا ہی قرین انصاف ہے؛ مگر یہ بھی ایک چونکا دینے والی حقیقت ہے کہ ان سزاؤں کے نفاذ میں بہت سے افراد ظلم کا شکار ہوئے اور انہیں ناحق جرم میں ماخوذ کیا گیا اور انھوں نے ناکردہ

① السحر لمحمد محمد جعفر: ۲۸-۳۰۔ ② السحر: ص ۳۰۔

گناہوں کی سزا کاٹی۔

ڈاکٹر کمال ادھم صاحب لکھتے ہیں :

''ایک بڑی تعداد جن کے خلاف ظالمانہ فیصلے کئے گئے اور انہیں کلیسا کی موافقت سے جلا دیا گیا اور ان کی لاشوں کا مثلہ کیا گیا وہ سب نفسیاتی مریض تھے، اس کی شہادت ڈاکٹر جان ویر (۱۵۱۵-۱۵۸۸) نے دی ہے جس نے سن ۱۵۶۹ میں ایک کتاب شائع کی تھی جس میں وہ لکھتا ہے : ''بہت سے لوگ جنھیں جادو کے الزام میں قتل کیا گیا جادوگر نہیں تھے، بلکہ وہ مختلف قسم کی اعصابی بیماریوں کا شکار مریض لوگ تھے، یقیناً وہ ایسی کڑی سزا کے مستحق نہیں تھے''۔

شاید اس کتاب نے کچھ معاشروں کے ضمیر کو جگا دیا تھا جو اپنے ظلم اور بربریت کی سنگینی اور ہولنا کی پر چونک اٹھے تھے، لہٰذا اس کے بعد ایسے مقدمات کی تعداد بتدریج کم ہوتی گئی۔

فنون السحر نامی کتاب میں لکھا ہے کہ :

''مشہور طبیب مسمی جان ویر مولود سن ۱۵۱۵ء اور متوفی سن ۱۵۸۸ء تھا اور اس نے سن ۱۵۶۹ء میں ایک کتاب شائع کی جس میں اس نے ایسے بہت سے لوگوں کی نشاندہی کی جن پر جادوگری کا الزام تھا حالانکہ وہ جادوگر نہیں تھے، بلکہ وہ سب مختلف قسم کی اعصابی بیماریوں کے مریض تھے، اس لئے وہ اس سزا کے مستحق نہیں تھے جس سے انہیں دوچار ہونا پڑا تھا، اور شاید اس کے عہد میں جو جادوگروں کے خلاف کئے جانے والے فیصلوں اور تعذیب میں کمی آئی تھی اس کا سہرا اسی کتاب کے سر بندھتا ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں گہرا اثر چھوڑا تھا اور انہیں اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ کسی شخص پر جادو کا الزام لگانے اور اسے سزا دینے سے پہلے طویل غور وفکر اور بحث وتحقیق کے مراحل سے گزر جائیں''۔ [1]

- ہمارے اس ملک ہندوستان میں بھی بہت سے مرد وخواتین جادوگر یا ڈائن ہونے کے الزام میں عوامی غیظ وغضب کا نشانہ بنتے رہے ہیں، اور ان کے خلاف انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ سلوک کیا گیا ہے، اور ان کے متعلق خبریں آج بھی وقتاً فوقتاً اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔

---

[1] الشنتاوي، احمد فنون السحر: ص ۱۰۶ ، دیکھیے : السحر والسحرة من منظار القرآن والسنة : ۳۴۶۔

اسلام میں جادوگر کی سزا

اس مسئلے میں بالاختصار علمائے اسلام کی رائیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ جادوگر کو توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کر دینا واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک یہی ہے اور اسی کی ایک روایت امام احمد بن حنبل سے بھی آئی ہے، اور حنابلہ کا مسلک اسی روایت پر قائم ہے۔

قرطبی نے اس قول کو جمہور اہل علم کی طرف منسوب کیا ہے، صحابہ میں سے اس کے قائل : حضرات : عمر، عثمان، ابن عمر، حفصہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم أجمعین ہیں، قرطبی نے اس قول کی نسبت سات تابعین کی طرف بھی کی ہے، اور فقہائے امصار میں سے ابوثور واسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔ ①

۲۔ جادوگر اگر اپنے جادو سے کوئی ایسا کام کرتا ہو جو کفر تک پہنچ جاتا ہو تو پھر اسے کفر کی سزا کے طور پر قتل کر دیا جائے گا، اور اگر اس کے سحر میں کفر تو نہ پایا جاتا ہو مگر اس نے اپنے سحر سے کسی کو قتل کر دیا ہو تو پھر اسے بطور قصاص قتل کیا جائے گا، اور ان دو حالتوں کے علاوہ میں اسے تعزیر اور سزا سے تو دوچار کیا جائے گا مگر قتل نہیں کیا جائے گا، امام شافعی کا مسلک یہی ہے، اور یہی امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک قول ہے۔

ابن منذر صاحب نے بھی یہی مسلک اختیار فرمایا ہے، قرطبی نے ان سے اسی کی حکایت کی ہے۔

قرطبی فرماتے ہیں : ابن منذر سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا :

”کوئی شخص اس بات کا اعتراف کر لے کہ اس نے کسی ایسے کلام کے ذریعہ جادو کیا ہے جو کفر پر مشتمل تھا اور اس نے توبہ بھی نہ کی ہو تو اس کا قتل واجب ہے، ایسے ہی اگر اس کے خلاف کوئی دلیل مل جائے اور دلیل میں کسی ایسے کلام کی وضاحت آ گئی ہو جو کفر ہو تو بھی یہی سزا ملے گی۔

اور اگر وہ اپنے جادو کے متعلق کوئی ایسا کلام بیان کرے جو کفر پر مشتمل نہ ہو تو اس کا قتل جائز نہ ہوگا، اور اگر اس نے مسحور کے ساتھ عمداً کوئی ایسا جرم کیا ہو جو موجب قصاص ہو تو پھر اس سے قصاص لے لیا جائے گا“۔ ②

۳۔ اگر جادوگر اہل کتاب میں سے ہو تو امام حنیفہ کے نزدیک اس کا قتل واجب ہے اور انھوں نے مسلم جادوگر

① تفسیر القرطبي : ۲/۴۷۔ ② تفسیر القرطبی : ۲/۴۸۔

اور اس میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اسے سزا ضرور دی جائے گی مگر قتل نہیں کیا جائے گا، صرف ایک صورت اس مستثنیٰ ہوگی کہ اگر اس نے اپنے جادو سے کسی کا قتل کیا ہوگا تو بدلے میں اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ یا اگر کوئی اور جرم کرے گا تو پھر اس جرم میں اس کا مواخذہ ہوگا۔

امام مالک فرماتے ہیں :

''اگر اپنے جادو سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے ہوگا تو اس کی وجہ سے وہ اپنا عہد توڑ لے گا''۔ ①

۴۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ جادوگرنی خواہ مسلم ہو خواہ ذمیہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے توبہ کرنے تک جیل میں رکھا جائے گا، باقی تینوں ائمہ نے اس حکم میں مرد اور عورت کے درمیان تفریق نہیں کی ہے۔

دلائل

- **جو لوگ ساحر کے وجوب قتل کے قائل ہیں ان کے دلائل :**

۱۔ کتاب اللہ کے نص سے جادوگر کافر ہے :

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُوا۟ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة:١٠٢]۔

''سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر''۔

سلیمان علیہ السلام سے کفر کی نفی کرنا واضح طور پر ساحر کے کفر پر دلالت کرتا ہے، اور اس سے بھی واضح حسب ذیل قول ہے :

﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة:١٠٢] ''ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر''۔

---

① دیکھیے : فتح الباری : ۱۰/۲۳۶، ۵/۴۷۷۔

● اور اگر کہا جائے کہ آپ لوگ اس سے توبہ کا مطالبہ کرنے سے کیوں روکتے ہیں جبکہ مرتد سے تو توبہ کرائی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مالکیہ کے نزدیک ساحر زندیق کی طرح ہوتا ہے، اور زندیق سے توبہ نہیں کرائی جاتی ہے۔

۲۔ اس مسلک کے حاملین یہ بھی کہتے ہیں کہ :

ساحر کو قتل کرنا خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سنت بھی ہے، چنانچہ سنن ابوداود میں بجالہ بن عبدہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا : میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا، اسی وقت حضرت عمر کی وفات سے ایک سال قبل ان کا ایک مکتوب ہمارے پاس آیا تھا کہ :

''اُقْتُلُوْا کُلَّ سَاحِرٍ'' ''ہر جادوگر کو قتل کردو''۔ [1]

اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

اسے احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے، اور بیہقی نے بھی، نیز ابن حزم نے اسے **المحلی** میں روایت کیا ہے۔ [2]

بجالہ کی اسی حدیث میں ہے کہ ہم نے ایک دن میں تین جادوگروں کو قتل کیا۔ [3]

جادوگر کا قتل کرنا ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی بروایت صحیحہ ثابت ہے، چنانچہ موطا امام مالک میں عبدالرحمان بن سعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت حفصہ نے اپنی ایک لونڈی کو جس نے ان پر جادو کیا تھا قتل کر دیا تھا، وہ ان کی مدبرہ لونڈی تھی جس کو ان کے حکم سے قتل کر دیا گیا تھا۔ [4]

● صحابی کا اگر کوئی مخالف نہ ہو تو اس کا قول اجماع شمار ہوتا ہے :

آپ دیکھ رہے ہیں کہ جادوگر کو قتل کر دینا متعدد کبار صحابہ کا مسلک ہے، اور یہ قاعدہ علماء اصول کے یہاں مقرر

---

① سنن ابوداود : ۳/۲۲۸. حدیث نمبر : ۳۰۴۳۔

② مسند احمد : ۱/۱۹۰-۱۹۱ ، بیہقی : ۸/۱۳۶ ، **المحلی لابن حزم** : ۱۱/۳۹۷۔

③ ابوداود : ۳۰۴۳۔

④ موطا مالک : ص ۵۴۳. اس حدیث کو مالک کے یہاں محمد بن عبدالرحمان نے بلاغا روایت کیا ہے ، اور عبداللہ بن احمد نے ''اپنے والد کے مسائل'' میں اسے موصولا روایت کیا ہے اور بیہقی : ۸/۱۳۶ نے عبداللہ بن عمر سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

ہو چکا ہے کہ جب صحابی کسی بات کا قائل ہو اور اس کا کوئی مخالف بھی علم میں نہ ہو تو اسے اجماع شمار کیا جاتا ہے۔

ابن قدامہ قتل ساحر کے وجوب کا مسلک اختیار کرنے والے صحابہ کا قول بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

''یہ قول مشہور ہوا مگر اس کا کوئی مخالف سامنے نہیں آیا اس لئے یہ اجماع ہو گیا''۔ ①

۳۔ ساحر کے قتل کا مسلک اختیار کرنے والوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جسے ترمذی نے بواسطہ حسن حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ''

اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ حدیث مرفوعا ضعیف ہے، اس لئے اسے حجت بنانا صحیح نہیں ہے، اسے وارد کرنے کے بعد ترمذی فرماتے ہیں : اس حدیث کو ہم اس سند کے علاوہ سے مرفوع نہیں جانتے ہیں، (اس کے ایک راوی) اسماعیل بن مسلم مکی حدیث میں ضعیف ٹھہرائے جاتے ہیں۔ (اور حدیث کے ایک دوسرے راوی) اسماعیل بن مسلم عبدی بصری کے متعلق وکیع نے فرمایا : یہ ثقہ ہیں، حسن سے بھی روایت کرتے ہیں۔

اور صحیح یہی ہے کہ روایت حضرت جندب سے موقوف ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وغیرہ میں سے بعض اہل علم کے نزدیک عمل اسی پر ہے۔ ②

امام ترمذی کے قول کا خلاصہ یہی ہے کہ حدیث مرفوعاً ضعیف ہے مگر جندب بن عبداللہ پر موقوفا صحیح ہے۔

مذکورہ حدیث پر علامہ البانی کا تبصرہ اور افادات :

علامہ البانی رحمہ اللہ اپنے سلسلۂ ضعیفہ میں ترمذی کی مذکورہ حدیث کی مرفوعا تضعیف کے بعد فرماتے ہیں :

اس کی تخریج حاکم (۴/۳۶۱) نے بھی بطریق اُشعث بن عبدالملک بواسطہ حسن کی ہے :

''امرائے کوفہ میں سے ایک امیر نے ایک جادوگر کو بلایا جو لوگوں کے سامنے تماشا دکھاتا تھا، یہ خبر حضرت جندب کو پہنچ گئی، تب وہ اپنی تلوار کی طرف بڑھے اور اسے اپنی گردن سے لٹکا لیا، اور جب جادوگر کے پاس پہنچ کر اسے دیکھا تو اس پر اپنی تلوار سے وار کر دیا، تب لوگ منتشر ہو گئے اور اسے چھوڑ کر جانے لگے، اس پر انھوں نے فرمایا : اے لوگوں گھبراؤ مت، میرا مطلوب تو صرف جادوگر تھا۔

پھر امیر نے انہیں اس کی پاداش میں ماخوذ کر کے جیل میں ڈال دیا۔ جب یہ خبر حضرت سلمان تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا : دونوں ہی نے بڑا برا کیا! اس کے لئے مناسب نہیں تھا کہ ایسا امام ہوتے ہوئے جس کی

① المغنی : ۵/۱۵۳۔ ② سنن ترمذی : ۴/۶۰ حدیث نمبر : ۱۴۶۰۔

لوگ اقتدا کرتے ہیں ایک جادوگر کو بلا کر اپنے سامنے تماشا کراتا اور نہ ان صاحب کے لئے مناسب تھا کہ وہ تلوار سے اپنے امیر کی سرزنش کرتے''۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ یہ سند حسن تک موقوف صحیح ہے، اور ان کی متابعت بھی ہوئی ہے، چنانچہ ہیثم فرماتے ہیں: خالد حزاء نے ہم سے بواسطہ ابوعثمان نہدی بیان کیا ہے کہ :

''ایک ساحر ولید بن عقبہ کے سامنے تماشا دکھاتا تھا، وہ تلوار لیکر خود کو ذبح کر لیتا تھا مگر اسے کچھ نقصان نہیں پہنچتا تھا، تب حضرت جندب تلوار کی طرف بڑھے اور تلوار اٹھا کر اس کی گردن ماردی، اس کے بعد پڑھا : ﴿أَفَتَأْتُونَ ٱلسِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ﴾ [الانبیاء:۳]۔

''پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھتے جادو میں آجاتے ہو''۔

اس کی تخریج دارقطنی نے کی ہے، اور ان سے بیہقی نے روایت کی ہے اور ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' (۱/ ۱۹/ ۴، ۲) میں، متعدد طرق سے اسے بواسطہ ہشیم روایت کیا ہے اور سیاق انہیں کا ہے۔

اور یہ اسناد صحیح موقوف ہے، ہشیم نے اس میں تحدیث کی صراحت کی ہے۔

- **روایت کا ایک دوسرا طریق :**

اور بیہقی کے نزدیک ابن وھب سے ایک دوسرا طریق بھی ہے جو حسب ذیل ہے : مجھے ابن لھیعہ نے بواسطہ ابوالاسود خبر دی ہے کہ :

''ولید بن عقبہ عراق میں تھے، ایک جادوگر ان کے سامنے تماشا دکھاتا تھا، وہ ایک آدمی کا سر ماردیتا تھا، پھر اسے زور سے آواز لگاتا تھا، تو وہ باہر نکل آتا تھا، اور اس کا سر بھی واپس آجاتا تھا، تب لوگ کہتے تھے : سبحان اللہ! یہ تو مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور وہ (جادوگر) مہاجرین میں سے ایک بزرگ کی نظر میں آگیا، اور انھوں نے بھی اس کا تماشا دیکھ لیا، پھر دوسرے دن وہ اپنی تلوار لئے آئے اور جب اس نے اپنا تماشا شروع کیا تو انھوں نے تلوار سونتی اور اس کی گردن ماردی، اور فرمایا کہ : اگر یہ سچا ہے تو خود اپنے آپ کو زندہ کر کے دکھائے! (اس پر) ولید نے اپنے جیلر دینار کو -جو ایک نیک آدمی تھے- حکم دیا کہ انہیں جیل میں ڈال دیں، مگر وہ بزرگ ان کے دل کو بھا گئے تھے، اس لئے ان سے کہا کہ : کیا آپ فرار ہو سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا : ضرور، دینار نے کہا : تب آپ نکل لیں، اللہ مجھ سے آپ کے متعلق کبھی باز پرس نہیں کرے گا''۔

میں کہتا ہوں: یہ سند صحیح ہے اگر ابوالاسود نے اس واقعے کو پایا ہو کیونکہ وہ ایک چھوٹے تابعی ہیں، اور ان کا نام محمد بن عبدالرحمن بن نوفل یتیم عروہ ہے۔

طرقیہ (یعنی صوفیاء) بھی اسی جادوگر کی طرح ہیں:

میں کہتا ہوں: اسی مقتول جادوگر کی طرح یہ طرقیہ (یعنی صوفیاء) بھی ہیں جو خود کو اولیاء اللہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں، خود کو تلوار اور نوکیلی سیخ سے مارتے ہیں، ان (کے شعبدوں) میں کچھ تو جادو ہوتا ہے، کچھ تخییل جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہے، اور تجربے اور مشقیں ہوتی ہیں جو ہر انسان مومن ہو یا کافر مہارت حاصل کرنے کے بعد اگر مضبوط دل ہو انجام دے سکتا ہے، ان کے شعبدوں میں ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ منہ اور ہاتھ سے آگ کو مس کرتے ہیں اور تنور میں گھس جاتے ہیں، ان میں سے ایک کے ساتھ حلب میں مجھے ایک واقعہ پیش آیا تھا جس میں اس نے خود کو انہیں میں سے ظاہر کیا تھا، اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ اپنے جسم پر تلوار مار سکتا ہے، انگارہ پکڑ سکتا ہے تب میں نے اسے نصیحت کی اور اس کے سامنے حقیقت بیان کی، اور اسے دھمکی دی کہ اگر تم خالی خولی دعوے سے باز نہ آئے تو میں تمہیں جلا دوں گا! مگر وہ اس پر بھی نہ پھرا، تب میں اٹھ کھڑا ہوا، اور تہدید کے طور پر آگ کو اس کے عمامے تک لے گیا کہ اگر وہ مصر رہا تو میں اسے جلا ہی دوں گا، وہ دیکھے جا رہا تھا! پھر میں نے اس ڈر سے اسے بجھا دیا کہ کہیں وہ اس کے نیچے اپنی سرکشی کی وجہ سے جل ہی نہ جائے، اور میرا تو خیال یہ ہے کہ اگر حضرت جندب رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو دیکھ لیتے تو انہیں بھی اپنی تلوار سے قتل کر ڈالتے جیسا انھوں نے اس جادوگر کے ساتھ کیا تھا۔

﴿وَلَعَذَابُ ٱلْـَٔاخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰٓ﴾ ''اور بیشک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور باقی رہنے والا ہے''۔ ①

فریق دوم کے دلائل:

امام شافعی اور ابن منذر نے اس واقعے سے استدلال کیا ہے کہ:

''حضرت عائشہ نے اپنی ایک مدبرہ لونڈی کو جس نے ان پر جادو کیا تھا فروخت کر دیا تھا، ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر اس کا قتل واجب ہوتا تو اسے فروخت کرنا حلال نہ ہوتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَايَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ : كُفْرٌ بَعْدَ إِيْمَانٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ حَقٍّ''

---

① سلسلة الاحاديث الضعيفة ج ۳ ص ۶۴۳ حدیث نمبر : ۱۴۴۶۔

''تین باتوں کے بغیر کسی بھی مسلم آدمی کا خون حلال نہیں ہے : ایمان کے بعد کفر، یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا، یا ناحق کسی جان کا قتل''۔

مگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بات بھی اس سے پیش نہیں آئی تھی، تب واجب یہی ہوا کہ اس کا خون حلال نہیں ہے''۔ ①

تقی الدین شبلی صاحب اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں :

''حضرت عمر و حفصہ سے جو کچھ مروی ہے شافعی نے اسے اس سحر پر محمول کیا ہے جو کفر پر مشتمل ہوتا ہے، اور حضرت عائشہ سے جو وارد ہے کہ انھوں نے اپنی ایک لونڈی کو فروخت کر دیا تھا جس نے ان پر جادو کیا تھا، اور اس کی قیمت گردن آزاد کرنے میں لگا دی تھی، تو اسے اس سحر پر محمول کیا ہے جو کفر پر مشتمل نہیں ہوتا ہے، انھوں نے یہ صورت آثار کے درمیان توفیق کے لئے نکالی تھی، اور ان کا اعتماد :

(أمرت أن أقاتل الناس)

والی حدیث پر ہے''۔ ②

امام شافعی اور ان کے ہمنواؤں کے لئے اس واقعے سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لبید بن اعصم کو جس نے ان پر جادو کیا تھا قتل نہیں کیا تھا۔

عقوبت ساحر کے متعلق تحقیقی بات

ایک تحقیق کرنے والا جب اہل علم کے اقوال اور دلائل پر غور کرتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ حقیقت امر میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس لئے کہ مسلک اول کے حاملین جو ساحر کے وجوب قتل کی رائے رکھتے ہیں، وہ اس لئے اس کے قائل ہیں کہ ان کے نزدیک جادو کفر اور شرک باللہ کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا ہے۔

اور دوسرے مسلک کے حاملین جو اس بات کے قائل ہیں کہ بعض حالات میں ساحر کو قتل نہیں کیا جائے گا، انھوں نے یہ مسلک اس لئے اختیار کیا ہے کہ ان کے خیال میں جادو کفر کے بغیر بھی کیا جاتا ہے، اور وہ اس بات میں فریق اول کے مخالف نہیں ہیں کہ اگر جادوگر کا جادو کفر پر مشتمل ہو تو اس کا قتل واجب ہو گا۔

---

① تفسير القرطبي : ۴۸/۲۔ ② المجموع للنووی : ۲۴۶/۱۹۔

حاصل یہ ہے کہ اس سلسلے میں حکم کی بنیاد اس بات کی تحقیق پر ہے کہ جادو کی حقیقت کیا ہے؟ اور حق یہی ہے کہ جادو کی تین قسمیں ہیں :

اول : سحر حقیقی : جس کی واقعتاً بھی ایک حقیقت ہوتی ہے۔

دوم : سحر تخییل۔

سوم : سحر مجازی۔

اور یہ بھی ایک حق ہے کہ قسم اول اور دوم کی تکمیل کفر اور شیطان کی بندگی کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے، اور تیسری قسم کبھی جنوں کی استعانت سے اور کبھی ان کی استعانت کے بغیر بھی پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے۔

اور جہاں تک اہل کتاب کے جادوگر کی بات ہے تو امام ابوحنیفہ کے مسلک میں اس کا قتل واجب ہے، انھوں نے اس کے اور مسلم جادوگر کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے، اور اپنے مسلک پر انہیں دلائل سے استدلال کیا ہے جن سے مسلم جادوگر کے قتل پر استدلال کیا ہے۔

جمہور کی رائے یہ ہے کہ اسے قتل تو نہیں کیا جائے گا مگر سزا دی جائے گی، ہاں اگر وہ اپنے جادو سے کسی کو قتل کر دیتا ہے تب پھر اسے بھی قتل کر دیا جائے گا، یا اگر وہ کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر اس کا مواخذہ ہوگا، امام مالک فرماتے ہیں : اگر اس نے اپنے جادو سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا ہوگا تو اس وجہ سے اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔ ①

اس کے عدم قتل کا مسلک رکھنے والے ائمہ میں مالک، شافعی، احمد، اور ابن شہاب زہری بھی ہیں، امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں :

ابن وہب کہتے ہیں کہ مجھے یونس نے ابن شہاب کے متعلق خبر دی ہے کہ ان سے سوال ہوا :
''کیا اہل عہد میں سے جو جادو کرے اس پر قتل کی سزا عائد ہوگی؟ تو انھوں نے فرمایا : ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا کیا گیا تھا مگر آپ نے اس کے کرنے والے کو قتل کی سزا نہیں دی تھی، اور وہ اہل کتاب میں سے تھا''۔ ②

- ممکن ہے دوسرے استدلال کا یہ جواب دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس لئے قتل نہیں کیا تھا

---

① دیکھیے : فتح الباری :۱۰/۲۳۶ ، ۵/۲۷۷۔

② صحيح البخارى، كتاب الجزية، باب : هل يعفى عن الذي إذا سحر"؟ فتح الباري : ٦/٢٧٦۔

کیونکہ آپ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا کرتے تھے، اور اس لئے بھی کہ آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر اسے قتل کر دیا گیا تو مسلمانوں اور ان کے حلیف انصاریوں کے درمیان ایک فتنہ کھڑا ہو جائے گا، اور یہ وہی طریقۂ کار ہے جو آپ نے منافقوں کے ترکِ قتل کے سلسلے میں اپنا رکھا تھا''۔ ①

- جادو کرنے والی اگر کوئی عورت ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا، ان کی رائے یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس سے توبہ کرائی جائے، اور حق وہی ہے جس کے قائل مالک، شافعی اور احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ انھوں نے تفریق کی کوئی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

ساحر کی توبہ

یہ بات ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی مسلک یہی ہے کہ جادوگر کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی، اس مسلک کے ماننے والوں کا استدلال اس بات سے ہے کہ صحابہ نے جادوگروں کو توبہ کرائے بغیر ہی قتل کر دیا تھا، اس لئے کہ سحر توبہ سے زائل نہیں ہوتا ہے، اور امام مالک اور ان کے اصحاب نے توبہ نہ کرانے کا مسلک اس لئے اختیار کیا ہے کہ ان کے نزدیک ساحر بھی زندیق کے حکم میں ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان سے یہ بات منقول ہو چکی ہے، اور زندیق کی توبہ ان کے نزدیک صرف اسی صورت میں قبول ہو سکتی ہے جب اس کے متعلق اطلاع ملنے سے پہلے ہی وہ تائب ہو کر آ جائے۔ اور امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی مسلک یہ ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، کیونکہ اس کا گناہ شرک سے بڑا نہیں ہے، اور مشرک سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ ساحر اگر کافر ہو اور مسلمان ہو جائے تو اس کا اسلام اور اس کی توبہ صحیح ہوگی۔

اور یہی بات -اِن شاء اللہ تعالیٰ- زیادہ ظاہر ہے، اور یہ دعویٰ کہ زندیق سے توبہ نہیں کرائی جائے گی ایک اختلافی مسئلہ ہے، اور ان کے اس اختلاف کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ اس کے توبہ کا حکم دنیا میں ثابت ہے کہ اس سے اس کا قتل وغیرہ ساقط ہو جائے گا یا نہیں، مگر جہاں تک بات اس کے اور اللہ کے درمیان کی ہے، اور آخرت میں اس کی عقوبت کے ساقط ہو جانے کی ہے تو اس کی پوری پوری گنجائش موجود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق

---

① فتح الباری : ۱۰/۲۳۶۔

میں سے کسی کے لئے بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا ہے، اور جو بھی توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں : ''ہمیں اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے''۔ ①

اور اللہ تعالیٰ ہی نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ فرعون کے ساحر ایمان لائے تھے اور اس نے ان کی توبہ قبول فرمالی تھی۔ ②

سورۂ بقرہ کی آیات سحر کی تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتۡلُواْ ٱلشَّيَٰطِينُ عَلَىٰ مُلۡكِ سُلَيۡمَٰنَۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحۡرَ وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنۡ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٞ فَلَا تَكۡفُرۡۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيۡنَ ٱلۡمَرۡءِ وَزَوۡجِهِۦۚ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنۡ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنفَعُهُمۡۚ وَلَقَدۡ عَلِمُواْ لَمَنِ ٱشۡتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنۡ خَلَٰقٖۚ وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡاْ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمۡۚ لَوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ ١٠٢ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ ءَامَنُواْ وَٱتَّقَوۡاْ لَمَثُوبَةٞ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ خَيۡرٞۚ لَّوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ﴾ [البقرة:١٠٢-١٠٣]۔

''اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے، اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ

---

① المغني : ١٥٤/٥ ، ١٥٤/٨ : دیکھیے : اضواء البیان : ٤٩٨/٤۔

② تفصیل کے لئے دیکھئے : عالم السحر والشعوذه للأشقر۔

اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوتے اگر یہ لوگ صاحب ایمان متقی بن جاتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب انہیں ملتا، اگر یہ جانتے ہوتے''۔

آیت کا شان نزول :

یہود کی اخلاقی پستی اور ایمانی انحطاط اس درجہ کو پہنچ گئے تھے کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کی پیروی کی بجائے، لالچ، حسد، بغض، کینہ، نفرت اور انہیں جیسے دیگر مذموم خصائل پر مبنی گھناؤنے جذبات کی تسکین کے لئے جادو جیسے شیطانی اور شری علم کا سہارا لیا اور اپنی خوئے بد کے مطابق اللہ کے ایک برگزیدہ نبی کو بھی بدنام کیا۔ اسی کی قلعی کھولنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات نازل فرمائی تھیں۔

- **ڈاکٹر اشقر صاحب لکھتے ہیں :**

''اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف ایک مبارک و پاکیزہ شریعت یعنی شریعت تورات نازل کی تھی مگر انھوں نے اسے ترک کر دیا اور پس پشت ڈال دیا، اور جادو کے عمل میں لگ گئے جو انہیں شیطان کی پرستش سے مربوط کر دینے والا تھا، پھر جب وہ شریعت آگئی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول خاتم پر اتارا تھا تو بھی وہ بدستور اپنی جادو کی پیروی والی گمراہی اور وحی آسمانی سے روگردانی والی روش پر ہی قائم رہے، اور اس بات کا بھی دعویٰ کر بیٹھے کہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کے لئے جو جن وانس، پرندے اور ہوا وغیرہ مسخر تھے وہ سب کچھ جادو ہی کے زور سے تھا، اسی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات ان کی مذمت کے طور پر نازل فرمائی تھیں جن میں ان کے کفر وضلال کا بیان بھی تھا اور اپنے بندے اور نبی سلیمان علیہ السلام کی اس تہمت سے براءت بھی تھی جو اہل ضلال نے ان پر لگائی تھی''۔

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''ان آیات کے سبب نزول میں دو اقوال ہیں :

اول : یہود جب بھی رسول اللہ ﷺ سے تورات کی کسی چیز کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے آپ ان کا جواب دے دیتے تھے، پھر انھوں نے آپ سے جادو کے متعلق سوال کیا اور اس کے متعلق آپ سے بحث ومباحثہ کرنے لگے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ قول ابو العالیہ کا ہے۔

دوم : جب قرآن میں سلیمان علیہ السلام کا ذکر آیا تو مدینے کے یہودیوں نے کہا : کیا تم لوگوں کو محمد

(ﷺ) کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا جو یہ کہتے ہیں کہ ابن داود نبی تھا؟ واللہ! وہ تو بس ایک جادوگر تھا، اسی پر یہ آیت نازل ہوئی تھی، یہ قول ابن اسحاق کا ہے۔[1]

تفسیر و بیان :

اللہ تعالیٰ کے قول : (جاءهم) میں ضمیر اہل کتاب کی طرف عائد ہے جن کے بہت سے معایب کا پردہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں فاش کیا ہے، جبکہ صورت حال یہ تھی کہ اہل کتاب اس بات کے مدعی تھے کہ وہ منتخب و مختار امت ہیں، اہل علم ہیں اور کتاب منزل کے حامل ہیں، پھر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب محمد ﷺ رسول بنائے گئے تو وہ ان پر ایمان لانے میں سبقت کرتے، کیونکہ وہ ان کی طرف بھی ایسے ہی مبعوث تھے جیسے دوسروں کی طرف، نیز ان کی کتاب نے انہیں ان کی تصدیق اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا، اور انہیں ان کی صفات سے بھی آگاہ کر دیا تھا:

﴿ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِى يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ﴾ [الاعراف:۱۵۷]۔

''جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں''۔

مگر انھوں نے ان کے ساتھ کفر کا رویہ اپنایا اور ان سے منہ موڑ لیا، اور اللہ کی کتاب کو جس نے انہیں اس رسول کریم کی پیروی کا حکم دیا تھا پس پشت ڈال دیا، اور شیاطین کے پیش کردہ یا بابل میں دو فرشتوں پر نازل ہونے والے جادو کی پیروی کی۔

اور آیت میں (رسول) کے نکرہ لانے کا فائدہ تفخیم و تعظیم ہے۔ یعنی ان کے پاس جب ایک عظیم و کریم رسول آیا۔

اور اللہ تعالیٰ کے قول : (مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ)

جار و مجرور ہے رسول کی ایک صفت محذوف کا متعلق ہے، یعنی اللہ کی طرف سے اسی کا مقرر کیا ہوا رسول آیا ہے، اور (مصدق) رسول کی ایک دوسری صفت ہے۔

اور (مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ) اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے کی صورت یہ ہے کہ انھوں نے صدق تورات کی اور اس کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے کی خبر دی ہے، اس میں جو توحید، اصول دین، اخبار امم اور مواعظ و حکم پائے جاتے ہیں ان سب کی تصدیق فرمائی، اور ان کے سوالوں کے مطابق اس کے غوامض کو ظاہر اور واضح فرما دیا۔ کہا گیا : تورات کی اس تصدیق سے اس صفت اور نعت کے مطابق ان کی بعثت کی

---

[1] زاد المسیر : ۱/۱۲۰ ، دیکھیے : عالم السحر والشعوذة : ۲۴۵-۲۴۶۔

تحقیق ہوگئی جو تورات نے بیان کی تھی، یقیناً ان کا وجود اور ان کی صفت ان اوصاف کے مطابق تھی جن کی خبر تورات نے دی تھی، اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی کیفیت کے مطابق نہ آتے تو تورات جھوٹی ہوجاتی.. اور صحیح یہی ہے کہ دونوں معانی درست اور مراد ہیں۔

لغت عرب میں ''نبذ'' کا اصل معنی پھینکنا اور ڈالنا ہے، اسی سے لقیط (راستے میں پھینکے ہوئے نومولود) کو منبوذ کہا جاتا ہے، اور اسی سے پانی میں ڈالے ہوئے کھجور اور کشمش کو نبیذ کہا جاتا ہے۔ آیت میں نبذ سے مراد رسول کی پیروی اور ایمان لانے پر مشتمل ان احکام سے اعراض ہے جن کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور اس کتاب پر عمل کرنے سے منہ موڑ لینا ہے جسے لیکر وہ تشریف لائے تھے۔

سدی فرماتے ہیں :

''انھوں نے تورات کو پیچھے ڈال دیا اور آصف کی کتابوں اور ہاروت و ماروت کے سحر کو اپنا لیا''۔

شعبی فرماتے ہیں :

''وہ ان کے سامنے ہے اسے پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل سے دامن جھاڑ لیا ہے''۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں :

''اسے حریر و دیباج کے جزدانوں میں رکھا ہے، اس پر سونے چاندی کا پانی بھی چڑھا رکھا ہے، مگر اس کے حلال کی کوئی پرواہ ہے نہ اس کے حرام سے کوئی مطلب ہے، یہی پھینکنے اور پس پشت ڈالنے کا معنی ہے''۔ [1]

ان کے کتاب کے ترک کردینے اور اس سے اعراض کرنے کو حق -تبارک وتعالیٰ- نے اس شخص کے حال سے تشبیہ دی ہے جو کسی چیز کو ہلکا جانتا ہے تو اسے اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیتا ہے۔

قرطبی فرماتے ہیں :

''یہ ایک مثال ہے جو اس شخص کے حق میں بولی جاتی ہے جو کسی چیز کو ہلکا سمجھ کر اس پر عمل نہیں کرتا ہے، عرب کہتے ہیں : ''اسے اپنے پس پشت رکھ دو، اپنے پیچھے ڈال دو، اپنے قدموں تلے رکھو'' مطلب یہی ہے کہ اسے چھوڑ دو اور اس سے اعراض کرو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱتَّخَذۡتُمُوهُ وَرَآءَكُمۡ ظِهۡرِيًّا﴾ [ھود:۹۲] ''کہ تم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے''۔

---

[1] تفسیر القرطبی : ۴۱/۲۔

اور ﴿كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ محل نصب میں حال ہے۔ یعنی اپنے پھینکنے میں وہ اس شخص کے مشابہ ہو گئے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور تصدیق سے متعلق تورات میں موجود حکم کو جانتا ہی نہیں ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی خبر ہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر معرفت کے باوجود حق کا انکار کر دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر سرکشی کا مظاہرہ کیا اور اپنے اوپر واجب ہونے کے باوجود اس کی مخالفت کی'۔ ①

﴿وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ ٱلشَّيَٰطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَٰنَ﴾ [البقرة:١٠٢]۔

''اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے''۔

تتلو فعل مضارع ہے ماضی کے معنی میں ہے یعنی تلاوت کیا۔

تتلو کے دو معانی ہیں :

اول : اتباع، کہا جاتا ہے : **تلوت فلانا**، میں فلاں کے پیچھے چلا اور میں نے اس کے نقش قدم کی پیروی کی۔

دوم : پڑھنے اور دراسہ کرنے کے معنی میں آتا ہے اور یہی معنی کتاب اللہ میں زیادہ وارد ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول :

﴿رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ﴾ [البقرة:١٢٩]۔

''اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے''۔

اور

﴿رَسُولٌ مِّنَ ٱللَّهِ يَتْلُواْ صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ [البينة:٢]۔ ''اللہ تعالیٰ کا ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھے''۔

اس بارے میں کوئی بھی صحیح خبر وارد نہیں ہے کہ شیاطین اس زمانے میں جادو کی تلاوت کس طرح کیا کرتے تھے ② اور نص ہی تنہا یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ یہود اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈالکر اور شیاطین کے القا کئے ہوئے جادو کی پیروی کر کے قابل مذمت ہو چکے تھے۔

(عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَٰنَ) میں علی فی کے معنی میں ہے۔ یعنی سلیمان علیہ السلام کی مملکت میں۔

(وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سلیمان علیہ السلام کو یہود کی لگائی ہوئی تہمت سے بری ٹھہرایا ہے، کیونکہ یہودی اس بات کے مدعی تھے کہ سلیمان ساحر تھے، اور جادو کے زور پر ہی جن وانس اور پرندے

---

① تفسير الطبري : ۱/۴۴۲۔

② اور شیاطین کی تلاوت کی کیفیت بیان کرنے والی روایتیں جو کتب تفسیر میں بھری پڑی ہیں وہ سب غیر صحیح روایتیں ہیں۔

ان کے تابع فرمان تھے اور ہوا ان کے لئے مسخر تھی۔ یہود ہمیشہ اپنے گھناؤنے کاموں اور جرائم کے لئے وجہ جواز پیش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور طرفہ یہ ہے کہ وہ اپنے کالے کرتوتوں کو انبیاء ومرسلین کی طرف بھی منسوب کردیتے ہیں، کہتے ہیں : حضرت لوط نے (معاذ اللہ) اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا تھا، حضرت یعقوب کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی تھی، اور سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے، گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں : اگر یہ سب کچھ ہم سے بھی واقع ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ تو اللہ کے بڑے بڑے انبیاء تھے پھر بھی ان سے یہ بھیانک کام ہوگئے، اور شاید اسی باب سے یہودیوں نے یہ دعویٰ کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاروت وماروت نامی دوفرشتوں کے اندر شہوت ڈال دی تھی، پھر جب وہ دونوں زمین پر آئے تو تھوڑے ہی دنوں میں انھوں نے ان چیزوں کا ارتکاب کرلیا جو اللہ نے ان پر حرام کی تھیں، اسی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل کو یہود کی تہمتوں سے بری اور پاک ٹھہرایا، اوران کے دعووں کی تکذیب فرمائی۔

(وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ) کے معنی میں اہل تفسیر کا اختلاف :

اس آیت میں وارد (مَا) کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے :

- مَا کو ایک گروہ موصولہ مانتا ہے اور دوسرا گروہ نافیہ مانتا ہے۔

ابن جریر طبری مَا کو موصولہ مانتے ہیں، اس صورت میں اس مَا کا عطف (وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ ٱلشَّيَـٰطِينُ) کے (مَا) پر ہوگا اور آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑ گئے جن کی تلاوت شیاطین کرتے ہیں اور اس چیز کے جو دونوں فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوئی۔

اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ ''سحر'' پر معطوف ہو۔ اور اس وقت معنی یہ ہوگا کہ شیاطین لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ چیز انہیں سکھاتے ہیں جو دونوں فرشتوں پر نازل ہوئیں۔ [1]

آیت کی اس تفسیر کو مفسرین کی ایک جماعت نے رد کردیا ہے، کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر جادو نازل فرمایا تھا اور فرشتے وہ جادو لوگوں کو سکھایا کرتے تھے، ان کا کہنا ہے کہ : قواعد شریعت اسے ناقابل قبول ٹھہراتے ہیں، ان لوگوں کے نزدیک (مَا) نافیہ ہے اور اس کا عطف (وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَـٰنُ) پر ہے، اس طرح یہ آیت یہودیوں کے ادعا کے برعکس فرشتوں کو ایسے ہی جادو سکھانے سے بری ٹھہراتی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو بری ٹھہراتی ہے۔ اور اس صورت میں آیت کا معنی ہوگا : نہ سلیمان نے کفر کیا نہ وہ فرشتوں پر

[1] تفسیر طبری : ۱/۴۵۹۔

نازل کیا گیا۔

- **مگر یہ فریق ایک اشکال میں پڑ گیا ہے، کیونکہ آیت کا جزء :**

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة:١٠٢]۔

''وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر''۔

اور دوسرا جزء :

﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ﴾ [البقرة:١٠٢]۔

''پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں''۔

کسی دو ایسی شخصیتوں کے وجود پر واضح دلالت کرتے ہیں جو متعلم کو تعلم سے روکنے کے بعد سکھاتے ہیں، اور متعلم ان سے جو کچھ سیکھتا ہے وہ اپنے اس علم کو آیت میں مذکور ضرر رسانی میں استعمال کرتا ہے۔

درحقیقت اس فریق نے نص قرآنی کی تاویل میں تعسف اور کھینچ تان سے کام لیا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے، اور اس کی تقدیر یہ ہے کہ :

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُوا۟ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ بِبَابِلَ هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ...

''نہ سلیمان نے کفر کیا نہ وہ دو فرشتوں پر نازل ہوا، مگر شیاطین ہاروت ماروت نے کفر کیا بابل میں لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں، اور وہ دونوں نہیں سکھاتے ہیں...''

- **چند وجوہ سے قول اول ہی ان شاء اللہ صحیح ہے :**

اول : قول ثانی کے ماننے والوں نے ہاروت و ماروت کو شیاطین سے بدل ٹھہرایا ہے، جبکہ عربی قواعد کی رو سے واجب ہے کہ بدل مبدل منہ کی حد پر ہو (یعنی دونوں میں مطابقت پائی جائے)، جبکہ بدل یہاں تثنیہ اور مبدل منہ جمع ہے، اور اس میں جو خلل ہے وہ مخفی نہیں ہے، اور قرطبی نے ہاروت و ماروت کے اعراب کی توجیہ میں تکلف سے کام لیا ہے۔

دوم : نص قرانی میں اس طرح کی تقدیم وتاخیر جو معموں سے قریب ہے اس اسلوب قرآنی سے مناسبت نہیں رکھتی ہے جو وضاحت و بلاغت کی چوٹی پر پہنچا ہوا ہے۔

- **علامہ شوکانی اس طرز تفسیر کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''میرے نزدیک اس طرز تعسف کا موجب کچھ بھی نہیں ہے جو ظاہر کا مخالف ہو''۔

- **علامہ آلوسی فرماتے ہیں :**

''کلام اللہ کو جو وضاحت و بلاغت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہے اس سے فروتر معانی پر محمول نہیں کرنا چاہیے، بالخصوص جبکہ وہ کتاب اللہ کے مسخ کرنے اور اسے اس کے طرز سے گرانے کے زمرے میں آتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ پونجی کی قلت (یعنی علمی افلاس) کے مفاسد بے شمار ہیں''۔

سوم : یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہاروت و ماروت شیطان ہوں پھر جادو سیکھنے کے لئے آنے والوں کو نصیحت بھی فرمائیں اور اسے یہ سمجھائیں کہ میاں (إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ) ہم تو فتنہ اور ذریعۂ امتحان ہیں اس لئے دیکھنا کفر نہ کر بیٹھنا، ہاں صاحب! ہم تو شیطان کو دلوں میں بدی کا وسوسہ ڈالنے والا ہی جانتے ہیں، ہم نے کبھی دیکھا نہ جانا کہ شیطان صاحب بھی خیر کے ناصح اور شر سے ڈرانے اور دور بھگانے والے بنے ہوں۔

یقیناً نص قرآنی اس بابت صریح اور واضح ہے کہ اللہ نے بطور فتنہ اور امتحان و ابتلاء بابل میں دو فرشتوں پر سحر نازل فرمایا تھا، اور اللہ کو یہ حق ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنے بندوں کا امتحان لے اور انہیں آزمائش کے مرحلوں سے گزارے، یہ دیکھو کہ حق -تبارک وتعالیٰ- ہی نے ابلیس کو پیدا فرمایا ہے جو بدی کی اصل اور بنیاد شر ہے، اور بندوں کو اس کی پیروی سے روک دیا اور اس سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی تلقین فرمائی ہے، حق تعالیٰ نے لشکر طالوت کا امتحان ندی کا پانی نہ پینے سے لیا۔ ①

شاید اس امتحان کے پیچھے حکمت یہ کارفرما ہو کہ اس زمانے کے لوگوں کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرا دی جائے اور انہیں تنبیہ ہو جائے کہ جادو کوئی ایسی بڑی چیز نہیں ہے کہ اسے خواص اور اصحاب عقول کے سوا کوئی اور نہ سیکھ سکتا ہو، جیسا کہ بہت سے لوگوں کا خیال تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرشتوں کو کھڑا کر دیا کہ وہ لوگوں کو جادو

---

①

- بنی اسرائیل سے کہا : یوم السبت (سنیچر) کے دن شکار نہ کرنا اور مچھلیوں کو مامور کر دیا کہ سنیچر ہی کے دن اچھل اچھل کر ان کے سامنے آؤ، اور سنیچر رخصت ہو تو تم بھی نگاہوں سے اوجھل ہو جاؤ۔
- حاجیوں سے کہا کہ خشکی کا شکار تم پر حالت احرام میں حرام ہے مگر جانور تمہارے سامنے ضرور آئیں گے اور تم بآسانی اپنے نیزوں سے ان کا شکار کر سکو گے، ہاتھ سے بھی گرفت میں آ جایا کریں گے۔۔

سکھائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ جادوگر تو ہر شخص بن سکتا ہے، مگر ہم تمہیں جادو سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں، کیونکہ جادو کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے دوچار کر دینے والا ہے۔

علامہ ابن العربی نے ان دونوں اشکالوں کا جواب دے دیا ہے جو ان لوگوں کے دلوں میں قائم ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سحر نازل فرمایا ہو اور فرشتے اس کی تعلیم دیتے ہوں، چنانچہ لکھتے ہیں : ''اگر یہ کہا جائے کہ صاحب! اللہ تعالیٰ نے باطل اور کفر کیونکر نازل فرمایا ہے؟

تو ہم عرض کریں گے :

ہر خیر یا شر، طاعت یا معصیت، ایمان یا کفر اللہ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے، صحیح میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''مَاذَا فُتِحَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ؟، وَمَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْفِتَنِ !! أَيْقِظُوا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ، رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ''

''آج رات کتنے خزانے کھولے گئے؟ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا فتنے نازل فرمائے!! حجروں والیوں کو جگا دو، دنیا میں کتنی جامہ پوش ہیں جو آخرت میں عریاں ہوں گی''۔

اب دیکھیے کہ آنحضرت علیہ السلام نے مخلوق پر فتنوں کے نزول کی خبر دی ہے''۔ ①

پھر اگر یہ کہا جائے کہ فرشتوں پر کفر کیسے نازل ہو گیا؟ جبکہ وہ وہی کرتے ہیں جن پر مامور ہوتے ہیں، شب و روز بلا تکان تسبیح میں لگے رہتے ہیں، تب یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ کفر بولیں اور سکھائیں؟

جواب یہ ہے کہ لوگوں کو کفر کی تعلیم دیتے ہوئے وہ دونوں فرشتے عاصی اور نافرمان نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے بندوں کی آزمائش اور امتحان کے لئے مکلف ہوتے ہیں اور یوں اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔

- **آلوسی فرماتے ہیں :**

''یہ دونوں فرشتے لوگوں کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جادو کی تعلیم دینے کو اتارے گئے تھے، پھر جس نے اسے سیکھا اور اس پر کاربند ہوا وہ کفر میں جا پڑا، اور جس نے سیکھا اور اس پر عمل کرنے سے بچا رہا وہ ایمان پر ثابت قدم رہا، اور اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ جس طرح چاہے اپنے بندوں کا امتحان

---

① أحكام القرآن : ۲۸/۱۔

کرے جیسے کہ اس نے قوم طالوت کو ندی سے آزمایا''۔ ①

• فتنہ کا معنی :

آزمائش اور امتحان ہے، اسی سے ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ :

''فَتَنْتُ الذَّهَبَ بِالنَّارِ'' ''میں نے سونے کو آگ سے پرکھا''۔

یہ اس وقت بولتے ہیں جب آپ زر خالص اور کھوٹے سونے کی پرکھ کے لئے اسے آگ میں ڈالیں۔

اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس بات کا مدعی ہو کر جادو سیکھے یا سکھائے کہ میں تو اس سلسلے میں ان دونوں فرشتوں کی اقتدا کرتا ہوں، اس لئے کہ وہ فرشتے جو تعلیم دیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا مکلف کیا تھا، مگر ساتھ ہی اپنے بندوں کو اس کی تعلیم حاصل کرنے سے منع بھی فرمادیا تھا، اسی سے ان جادوگر دجالوں کے فریب اور جھوٹ کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔

جو لوگوں کو اس بات کا جھانسہ دیتے ہیں کہ ان کا تعلق روحانی دنیا سے ہے اور وہ ہاروت وماروت کی اقتدا کرنے والے ہیں، اسی لئے وہ جن لوگوں کو محبت ونفرت کی تعویذ لکھنا سکھاتے ہیں ان سے یوں گویا ہوتے ہیں کہ دیکھنا ہماری نصیحت یادرکھنا کسی شادی شدہ خاتون کے دل میں اس کے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کی محبت پیدا کرنے کے لئے تعویذ نہ لکھنا! ایسے ہی میاں بیوی کے درمیان نفرت پیدا کرنے کی تعویذ بھی نہ دینا! ان فوائد کو بس مصلحت کے کاموں کے ساتھ خاص رکھنا، مثلاً ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے میاں بیوی کے درمیان محبت کے لئے، اور دو گنہگار عاشق ومعشوق میں تفریق کے لئے تعویذ دے دی جائے۔ اس طرح کی باتیں وہ لوگوں میں یہ خیال پیدا کرنے کے لئے کرتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ یہ حضرات تو علوم الٰہیہ کے حامل ہیں، ان کی حرفت روحانی اور ان کی نیت صحیح ہے۔ ②

• یہ بہت اہم نکتہ ہے اسے ذہن نشین رکھیں کیونکہ ہمارے ملک میں بھی کچھ اہل علم کی تعویذ گنڈوں اور ان کے فوائد پر مشتمل کتابیں (مثلاً اعمال قرآنی وغیرہ) اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں میں خرافات کو رواج دینے اور ان کے اعتقادی فساد میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔

قصہ ہاروت وماروت میں افسانوی باتیں :

قصۂ ہاروت وماروت میں بہت سی غیر مستند احادیث وآثار وارد ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ :

---

① روح المعاني : ۱/۳۴۰۔ ② مختصر تفسیر المنار: ۱/۸۳۔

''وہ دونوں فرشتے تھے جو روئے زمین پر اتارے گئے تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بنی آدم کی معصیتوں سے آگاہ کیا تو انہیں تعجب ہوا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی ڈھیر ساری نعمتوں کو دیکھنے کے باوجود اس کی نافرمانیاں کرتے پھرتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ان کی جگہ ہوتے تو تم بھی وہی کرتے''۔

انھوں نے عرض کیا: اے کہ تیری ذات پاک ہے، یہ ہمیں سزاوار نہیں۔

تب اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ زمین پر اترنے کے لئے دو فرشتوں کا انتخاب کرلیں، چنانچہ انھوں نے ہاروت وماروت کو منتخب کیا اور وہ دونوں زمین پر اتر آئے، اور ان کے لئے ہر چیز حلال کردی گئی، بس یہی پابندی تھی کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کریں، نہ چوری کریں، نہ زنا کریں، نہ شراب پئیں، نہ اللہ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کریں، یہ چیزیں ان کے لئے ممنوع تھیں، وہ دونوں لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے، اسی اثناء میں ایک عورت جو اپنے شوہر سے اختلاف رکھتی تھی ان کے سامنے آگئی، عربی میں اس کا نام زہرہ اور فارسی میں: فندرخت تھا، وہ سیدھے ان کے دلوں میں جا بیٹھی اور وہ اس کے طلبگار بن گئے، مگر اس نے گریز کیا اور شرط رکھی کہ وہ پہلے صنم پوجیں اور شراب پئیں، چنانچہ انھوں نے مے نوشی کی اور بت بھی پوجا اور اس کے ساتھ منہ کالا کیا، اور وہاں سے گزرتے ہوئے ایک راہگیر کو بھی اس خوف سے مار ڈالا کہ کہیں وہ ان کا بھانڈا بیچ چوراہے پر نہ پھوڑ دے، اور اسے وہ کلام بھی سکھادیا جسے بولنے والا آسمان پر چڑھ سکتا تھا، چنانچہ اس نے وہ الفاظ ادا کئے اور جا پہنچی آسمان پر، مگر وہاں پہنچ کر اترنے والا منتر بھول گئی، لہٰذا اسے مسخ کر کے ایک تارا بنادیا گیا۔

حضرت کعب صاحب فرماتے ہیں:

''قسم اللہ کی جس دن وہ اترے تھے انھوں نے اپنے اس دن کی شام بھی نہیں کی تھی یہاں تک کہ وہ سب کچھ کر گزرے جن سے انہیں روکا گیا تھا، اس پر فرشتوں کو بڑا تعجب ہوا، پھر ہاروت وماروت آسمان پر چڑھنے کی قدرت گنوا بیٹھے اور لگے جادو سکھانے''۔ ①

اور یہ قصہ جسے مفسرین اس آیت کی تفسیر کے وقت بیان کرتے ہیں غیر صحیح ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''قصۂ ہاروت وماروت میں جو اہل اخبار نے بیان کیا ہے، اور اہل تفسیر نے نقل کیا ہے اور اس کی تفسیر میں جو

① تفسیر الماوردی: ۱/۱۴۲۔

روایتیں علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد ہیں -اللہ آپ کو معزز کرے- یہ جان لیجئے کہ ان اخبار میں سے کوئی صحیح خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے نہ کوئی سقیم، اور یہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جسے قیاس سے حاصل کیا جائے، اور اس میں سے جو کچھ قرآن میں ہے اس کے معنی مطلب کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے، اور اس ضمن میں بعض لوگوں نے جو کچھ کہا ہے بہت سے بزرگان سلف نے اس پر نکیر فرمائی ہے، یہ ساری خبریں یہود کی کتابوں اور ان کی خودساختہ کہانیوں سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آغاز آیات میں اس کی صراحت فرمائی ہے''۔ ①

اللہ ابن کثیر کا بھلا کرے انھوں نے قصۂ ہاروت وماروت میں وارد احادیث وآثار کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا : ''ان سب کا حاصل اپنی تفصیل میں اخبار بنی اسرائیل کی طرف راجع ہے، کیونکہ اس سلسلے میں صادق ومصدوق ومعصوم سے کوئی بھی صحیح مرفوع اور متصل الاسناد حدیث نہیں آئی ہے جو ہوائے نفس سے کچھ نہیں بولتے ہیں، اور قرآن کا ظاہر سیاق کسی بسط وطوالت کے بغیر قصے کا اجمال ہے، اور ہم بھی انہیں تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو قرآن میں وارد ہے اور اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق ہے، اور حقیقت حال کا علم تو اللہ ہی کو ہے''۔ ②

مزید فرمایا : ''اور قصہ ہاروت وماروت میں بہت سے مفسرین جو یہ بیان کرتے ہیں کہ زہرہ ایک عورت تھی جسے ان دونوں نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ورغلایا تو اس نے شرط رکھی کہ پہلے مجھے اسم اعظم سکھاؤ، تب انھوں نے اس کی شرط مان کر اسم اعظم اسے سکھادیا اور اس نے اسم اعظم پڑھا، اور ستارہ بن کر آسمان پہ چڑھ گئی، تو یہ اسرائیلیوں کی وضع کردہ چیز ہے، گو اسے کعب احبار ہی نے نکالا ہو، اور ان سے سلف کی ایک جماعت نے حاصل کیا ہو اور اسے بر سبیل حکایت اور بنی اسرائیل سے تحدیث کے طور پر ذکر کردیا ہو''۔ ③

قصہ ہاروت وماروت میں وارد بعض آثار ونصوص کا ذکر کرنے کے بعد قرطبی فرماتے ہیں :

''یہ سب کا سب ضعیف اور ابن عمر وغیرہ سے بعید ہے، اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا قول ہے جسے ملائکہ کے متعلق مقررہ اصول مسترد کردیتے ہیں، وہ تو اللہ کی وحی کے امین اور اس کے رسولوں کی طرف اس کے سفیر ہیں، انہیں جو احکامات دئے جاتے ہیں وہ وہی کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں، اس کے بعد جو بات کہی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ عقلی طور پر ان سے اس چیز کا وقوع جائز ہے، مگر اس

① دیکھیے : محقق زاد المسیر کا تبصرہ : ۱/۱۲۵۔ ② تفسیر ابن کثیر : ۱/۲۴۸۔ ③ البداية والنهاية: ۱/۳۷۔

جائز کے وقوع کا علم سمع (شرعی دلیل) کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور وہ ثابت نہیں ہے''[1] انتھی

• (وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ)

یہاں اذن سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی (اجازت) اور فیصلے سے یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ کے امر سے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائیوں اور برائیوں کا حکم دیتا ہے نہ مخلوق سے اس کا تقاضا کرتا ہے، یہ بات ابن العربی نے کہی ہے۔[2]

یہ آیت بالکل صراحت کے ساتھ اور دوٹوک لفظوں میں اس حقیقت کا اظہار کرتی ہے کہ جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو اس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور اس کے چاہے بغیر جادوگر اپنے جادو سے اثر ڈالنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، اور اس کے ذریعہ بندوں کے دلوں کی رہنمائی اس طرف کی گئی ہے کہ وہ اپنے معبود اور باری کا قصد رکھیں اور دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہوں، اسی پر توکل لازم ہے، اور وہی امیدوں کا محور ومرکز ہے، **ولا حول ولا قوة إلا بالله**. اللہ کی مدد کے بغیر نہ کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

• (وَلَقَدْ عَلِمُوا۟ لَمَنِ ٱشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنْ خَلَٰقٍ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو احکامات دئے تھے ان سے یہود کو اچھی طرح یہ بات معلوم ہے کہ جو اللہ کی کتاب کو جادو سے بدل دیں گے تو ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اور یہاں فروخت سے مراد استبدال ہے، یعنی انھوں نے اللہ کی کتاب کو شیطانوں کی طرف سے کی جانے والی تلاوت (جادو) سے بدل لیا۔[3]

• جو نفع بخش چیزوں سے اعراض کرتا ہے اسے نقصاندہ چیزوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے :

شیخ عبدالرحمان سعدی فرماتے ہیں :

''چونکہ سنت قدسیہ اور حکمت الہیہ یہی ہے کہ جو سودمند چیزوں کو ترک کر دیتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے امکان کے باجود فائدہ نہیں اٹھاتا ہے، تو پھر وہ بطور ابتلاء ایسی چیزوں کی مشغولیت میں ڈال دیا جاتا ہے جو اس کے لئے ضرررساں ہوتی ہیں، اور جو رحمان کی عبادت ترک کر دیتا ہے وہ اوثان کی عبادت (یعنی بت پرستی) میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور جو شخص اللہ کی محبت اور اس سے خوف وامید کو ترک کر دیتا ہے وہ غیر اللہ کی محبت اور اس سے خوف وامید میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور جو اللہ کی اطاعت میں اپنا مال خرچ

---

[1] تفسیر القرطبی: ۲/۵۲۔ [2] احکام القرآن: ۱/۳۱۔ [3] نیل المرام صدیق حسن خان : ص ۲۲۔

نہیں کرتا ہے وہ اسے شیطان کی اطاعت میں خرچ کرتا ہے، اور جو اپنے رب کے لئے ذلت وانکساری ترک کر دیتا ہے، وہ بندوں کی ذلت اور انکساری میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور جو حق کو ترک کر دیتا ہے وہ باطل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

یہی حال یہود کا ہوا کہ جب انھوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا تو ان منتروں کی پیروی میں لگ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور مملکت سلیمان میں جادو ایجاد کیا کرتے تھے...''۔①

مذکورہ آیات کی تفسیر میں

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے ارشادات

مذکورہ آیات کی تفسیر میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اس میں چند مسائل ہیں :

۱۔ اہل کتاب میں کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ واقع ہوتا ہے اور وہ اس پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں، تو اللہ کی کتاب کو یوں چھوڑ دیتے ہیں گویا وہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں، اور باطل کتابوں میں جو باتیں پائی جاتی ہیں انہیں کو دلیل بنا لیتے ہیں۔

۲۔ تعجب تو یہ ہے کہ وہ اسی کو رسولوں میں سے کسی رسول کے خلاف حجت ٹھہرا لیتے ہیں۔

۳۔ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ جان بوجھ کر ایسا کرتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

۴۔ باطل مسائل کبھی کبھی بطور کذب وافترا انبیاء کی طرف منسوب کر دئے جاتے ہیں۔

۵۔ باطل کتابیں کبھی کبھی بعض صدیقین کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں۔

۶۔ اور یہ سب بھی ان چیزوں میں سے ہوتا ہے جو شیاطین انبیاء کے زمانے میں پڑھا کرتے ہیں، جیسے کہ کچھ چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی واقع ہوئی تھیں۔

۷۔ شیاطین نے سلیمان کے زمانے میں اسے حق کے ساتھ ملا دیا تھا۔

۸۔ سلیمان علیہ السلام کے متعلق گمراہ ہونے والے بعض مدعیان علم کے ضلال کا بیان جنھوں نے ان کی

① تیسیر الکریم الرحمان : ۱/۱۱۷-۱۲۰۔

طرف اسے منسوب کیا اور اسے مستحسن گردانا، یا سلیمان علیہ السلام کو طعن وتشنیع کا نشانا بنایا، جیسا کہ قتل عثمان کے بعد بہت سے لوگ حضرت علی کے متعلق گمراہ ہوئے۔

۹۔ جو بھی جادو کرے گا وہ کفر کا مرتکب ہوگا، گو وہ اسے باطل ہی جانتا ہو۔

۱۰۔ شیاطین اسے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔

۱۱۔ بندہ علم کے چاہے جس مقام تک پہنچ جائے اللہ کی پکڑ سے مامون اور بے خوف نہیں ہوتا ہے۔

۱۲۔ بندے کو اپنے نفس پر اعتماد کرتے ہوئے فتنوں سے روبرو نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اللہ سے عافیت مانگنی چاہیے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کے علم، مغفرت اور رحمت کی وسعت۔

۱۴۔ قضاء وقدر پر بھی کچھ نظر رکھی جائے۔

۱۵۔ بڑے سے بڑے فتنوں میں عورتیں بھی ایک ہیں۔

۱۶۔ ہوائے نفس کی اتباع تمام برائیوں کی جڑ ہے، بالکل ایسے ہی جیسے خواہشات نفس کی مخالفت تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔

۱۷۔ شرک اکبر بھی ان امور میں شامل ہے جو دل پر وارد ہوتے اور آتے ہیں۔

۱۸۔ ایک کلمے سے بھی شرک کا تلفظ ہوتا ہے، اس کے بولنے والے کے کفر کے لئے قلبی عقیدے، اور شرک کو ناپسند کرنے کی شرط نہیں لگائی جاتی ہے۔

۱۹۔ متکلم کو معذور نہیں گردانا جائے گا خواہ اس سے اس کا مقصود کسی اہم غرض کی تکمیل ہی کیوں نہ ہو۔

۲۰۔ قتل نفس زنا سے بڑا (گناہ اور جرم) ہے۔

۲۱۔ معصیتیں کفر کی ڈاک ہوتی ہیں۔

۲۲۔ ان میں سے بعض بعض کی طرف کھینچ لے جاتی ہیں۔

۲۳۔ معصیت کی سزا بسا اوقات عالم کے گمان سے بھی بڑی ہوتی ہے۔

۲۴۔ ہر شخص کی توبہ بلا عذاب قبول نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ کا ایک (خصوصی) فضل ہوتا ہے۔

۲۵۔ بندے کے گناہوں کی وجہ سے دنیا ہی میں اسے عذاب دے دینا بھی ایک نعمت ہے۔

۲۶۔ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن۔

۲۷۔ وہ قاعدہ جو عقل کی خاصیت ہے یہ ہے کہ جب دو شر روبرو ہوں تو ان میں سے ادنیٰ کا ارتکاب کر کے اعلیٰ کو دفع کر دیا جائے، اور سامنے دو خیر ہوں تو ادنیٰ کو نظر انداز کر کے اعلیٰ کو حاصل کیا جائے۔

۲۸۔ سحر (جادو) کی دو قسمیں ہیں۔

۲۹۔ اس کے اندر ایک طرح کی تاثیر بھی ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ﴾

۳۰۔ یوں توکل کی طرف رہنمائی کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔

۳۱۔ مدعیان علم میں کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی کتاب کے مقابلے میں کتب سحر کو اختیار کر لیتے ہیں۔

۳۲۔ اور وہ اس سے کتاب اللہ کا معارضہ کرتے ہیں۔

۳۳۔ غیر کتاب اللہ کی اتباع کرنا گمراہی ہے۔

۳۴۔ اپنے دین کے متعلق کتابوں سے بے خوف اور مامون رہیں نہ علم کی طرف انتساب رکھنے والوں سے۔

۳۵۔ علماء کا فساد رعایا کو بھی بگاڑ دیتا ہے۔

۳۶۔ جادو خلافت نبوت کے زمانے بھی واقع ہوا ہے، یہاں تک کہ عمر (رضی اللہ عنہ) وغیرہ نے جادوگر کو توبہ کرائے بغیر ہی قتل کا حکم دے دیا تھا اور مرتد کی طرح اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

۳۷۔ حسد بھی کتاب اللہ کو رد کر دینے کا ایک سبب ہے۔

۳۸۔ حاسد کبھی ناصح (خیر خواہ) سے بھی نفرت کرتا ہے اور اس کے قتل کی کوشش کرنے لگتا ہے۔

۳۹۔ حسد اسے دنیا و آخرت میں اللہ کی طرف سے مقرر اپنے نصیب کو مسترد کر دینے پر ابھارتا ہے۔

۴۰۔ یہ یہودیوں کے اخلاق میں سے ایک خصلت ہے۔

۴۱۔ اللہ تعالیٰ محسود [1] کو حاسد پر بلند کر دیتا ہے۔

۴۲۔ طاعت ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اور معصیت کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

۴۳۔ علم کی طرف انتساب رکھنے والوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان کے مقابلے میں کفر کا انتخاب

---

[1] جس سے حسد کیا جائے۔

کر لیتے ہیں حالانکہ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ اس کا انتخاب کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

۴۴۔ انسان کے اندر دو متضاد باتیں جمع ہوجاتی ہیں، وہ جانتا بھی ہے اور بے علم بھی ہوتا ہے۔

۴۵۔ ان کے غبن (خسارے اور گھاٹے) کا بیان اور اس فروختگی میں ان کے افراط جہل کا نوٹ کیا جانا۔

۴۶۔ اس شرک کا سبب دنیا کی ایک خسیس اور حقیر چیز خرید لینا ہے۔

۴۷۔ ان لوگوں نے اپنی جاہلی خصلتوں کی محبت اور فریفتگی کی وجہ سے اپنے پاس موجود کتاب اللہ کو یوں پس پشت ڈال دیا گویا وہ اسے جانتے ہی نہ ہوں۔

۴۸۔ انہیں ان گھناؤنی حرکتوں پر آمادہ کرنے والی چیز یہ بھی ہے کہ ان کے پاس اللہ کا حکم تو ان کے دین کے موافق ہی آیا تھا، مگر وہ ان کی جاہلی عادتوں کے مخالف تھا۔

۴۹۔ معجزات وکرامات اور شیاطین جو کچھ انہیں کے طور وتشبیہ کے مطابق کرتے ہیں ان کے درمیان فرق ہوتا ہے۔

۵۰۔ صحابی کے قول:

کیا خیر شر بھی لاتا ہے؟

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کی طرف توجہ مبذول کرانا۔ ①

۵۱۔ اگر انسان کو کسی چیز کا علم نہ ہو تو اسے اس کا منکر نہیں ہوجانا چاہئے، لوگوں کے ایک گروہ نے اس قصے کو اپنے حق کی معلومات کے مخالف جان کر اسے جھٹلایا اور گمراہ ہوگئے، اور اسی کے سبب کچھ لوگوں نے اللہ کے نبی سلیمان بن داود علیہما السلام کے متعلق کلام کیا۔ ②

---

① احمد : ۲۱/۳ ، بخاری : ۱۱/ ۲۹۳/ ۶۴۲۷ ، مسلم : ۲/ ۷۲۷-۷۲۹/ ۱۰۵۲ ، نسائی : ۵/ ۹۴-۹۵/ ۲۵۸۰، ابن ماجہ: ۲/ ۱۳۲۳/ ۳۹۹۵ ، من حدیث ابی سعید خدری : ۳۵-۳۹۔

② تفسير آيات من القرآن الكريم ص:۳۵-۳۹ ، دیکھیے : التدبر والبيان في تفسير القرآن بصحيح السنن للمغراوي: ۲/ ۱۰۰-۱۰۳۔

دور جدید کی کہانت اور اس کی تطبیقات

معرفت غیب کے غلط اور باطل مصادر اور ان کے فتنے

نصوص وحی کی خبروں کے مطابق انسان کی تخلیق اس انداز میں ہوئی ہے کہ اس کے اندر معرفت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے اور اسے اس کے لازمی آلات سے آراستہ کر دیا گیا ہے، اس کی محبت اس کی فطرت میں داخل ہے اور وہ اس کا مشتاق رہا کرتا ہے، اور اللہ عزوجل نے اس کے حصول کے طریقے صاف صاف بیان کر دیئے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات سے لوگوں کو پوری طرح آگاہ کر دیا ہے کہ اس نے اس کائنات کا نظام بالاستمرار ثابت رہنے والی سنتوں اور طریقوں پر قائم کیا ہے، اگر انسان ان پر غور وتدبر کرے تو بالیقین عالم شہادت سے متعلق حقیقت کی تہوں تک پہنچ سکتا ہے، البتہ عالم غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان رسولوں کی زبانی بیان فرمائی ہیں جو دلائل صدق سے مؤید ہوا کرتے ہیں، اور ان کے بعد بعض لوگوں کو اپنی طرف سے بطور کرامت کچھ کچھ علم خصوصیت کے ساتھ عطا فرمادیا کرتا ہے، اور ان کے علاوہ کے متعلق تکلف سے منع کر دیا ہے۔

دنیا چونکہ دار الامتحان ہے اس لئے رب حکیم جل جلالہ نے اس میں ایسے اسباب پیدا فرمادئے ہیں جن سے بندوں کی آزمائش کا کام چلتا رہے، چنانچہ اس کائنات میں بہت سے ایسے امور پائے جاتے ہیں جن کے متعلق عقلیں حیران وششدر رہ جاتی ہیں، اور ان کے پیچھے پڑ جانے والے کبھی کبھی فتنوں کا شکار ہو جاتے ہیں، ان عجائب وغرائب کا شمار بھی انہیں امور میں ہوتا ہے جنھیں انسان کبھی کبھی اپنے اردگرد دیکھا کرتا ہے، مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ ایک آدمی ہوا میں اڑ رہا ہے، یا پانی پر چل رہا ہے، یا آگ میں داخل ہوتا ہے اور صحیح سالم اس سے نکل آتا ہے ①، اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے جی میں کچھ سوچتا ہے کہ فلاں کام ایسے ہوگا اور وہ بالکل اسی طرح واقع ہو جاتا ہے، یا کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے اور اسے لگتا ہے کہ وہ اس کے واقع ہونے سے پہلے ہی اس میں رونما ہونے والے واقعات کا حصہ بن چکا ہے، یا کسی معاملے میں حیران پھرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ کوئی ہاتف (غیبی آواز والا) اس کی رہنمائی کرتا ہے، یا ایسی ہی بہت سی چیزیں اس کے سامنے آتی ہیں جو معمول کی عادت سے خارج ہوتی ہیں ②۔

① ان میں سے کچھ باتیں کرامت کے قبیل سے ہوتی ہیں اور بیشتر میں شیطانی تنزلات کارفرما ہوتے ہیں جن میں وہ اپنے اولیاء کی رفاقت کا حق ادا کرتے ہیں۔

② موجودہ زمانے میں انہیں کو پیرا سائکالوجی کے خوارق کا نام دیا جاتا ہے اور بشر کی مخفی قوتوں کی ترقی کے نام پر ان کا اہتمام بڑھتا جارہا ہے، اپنی اصطلاح کے مطابق انسان کامل تک پہنچنے کے لئے انہیں فروغ دینے کی مبالغہ آمیز کاوشیں ہورہی ہیں۔

• امورِ غیبیہ میں وحی الٰہی سے رہنمائی لینے والے :

پھر اگر ایسا شخص ان لوگوں میں ہو جو غیبی حقائق کو وحی کی خبروں سے حاصل کیا کرتے ہیں تو وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جو کچھ اس کے مشاہدے اور علم میں ہے اس کے ماوراء بھی بہت سی چیزیں ہیں جو اس سے غائب اور مخفی ہیں، خواہ ان کا تعلق عالم ملائکہ اور ان کے متعلق باذن اللہ خیر کے کاموں میں انسانوں کی اعانت کے معروف افعال سے ہو، یا عالم جن وشیاطین سے، یا عداوت ابلیس اور انسانوں کی گمراہی میں اس کی طرف سے کی جانے والی کاوشوں سے ہو، ایسے ہی وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بعض حکمتوں کے پیش نظر جنھیں وہی جانتا ہے کچھ تکوینی امور کا ارادہ فرمایا ہے، اور اسے کچھ شرعی امور کے بجالانے کا حکم دیا ہے اور اس سے یہ چاہا ہے کہ وہ اپنے مولا کی رضا مندی کے حصول میں مشغول رہے، اور یہیں سے وہ اپنی ساری توجہ ان کاموں پر صرف کر دیتا ہے جو اس سے اللہ کو مطلوب ہیں۔

• امورِ غیبیہ میں عقلی گھوڑے دوڑانے والے :

مگر جو وحی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے والوں میں سے نہیں ہوتا ہے وہ اپنی عقل کے پیچھے چل پڑتا ہے، پیش آمدہ سارے ظواہر کا تتبع کرنے لگتا ہے اس کے اندر ہر سبب کا راز فاش کر لینے کا ولولہ پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے خیالوں میں چکراتا پھرتا ہے، شیطان اس کے لئے ایسی باتوں کو مزین کر دیتا ہے جو اس کے دین کو فتنوں سے دوچار کر دیتی ہیں، اور اسے راہ حق سے پھیر دیتی ہیں، اس کے بعد تو وہ شیطان کے حیلوں سے غافل ہو کر اسی کے نقش قدم کی پیروی کرنے لگتا ہے، معرفت غیب کے وہ راستے اپناتا ہے جو وحی سے الگ ہوتے ہیں، وہ انہیں کے ذریعہ غیبی حقائق کی معرفت کی جستجو رکھتا ہے! اور یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اس کے اندر مخصوص قسم کی روحانی قوتیں موجود ہیں جن سے وہ غیب کی معرفت حاصل کر سکتا ہے یا بعض غیبی امور سے آگاہ ہو سکتا ہے، لہٰذا وہ اپنے نفس کے خواطر پر غور و تامل کرتا ہے، اپنے اندازوں اور ظنون وخیالات کی پیروی کرتا ہے، اپنے خیالات کی ترقی کے لئے مختلف قسم کی ریاضتیں کرتا ہے، بعض اشیاء کے مابعد الطبیعاتی [1] اور فلسفیانہ خصائص اور طبائع کے اسرار جاننے کے لئے کوشاں

---

[1] مابعد الطبیعاتی (میٹا فیزک) کی قید اس لئے لگائی گئی ہے تا کہ ان فزیکلی نیچرل خصائص سے انہیں الگ اور ممتاز رکھا جائے جو تجرباتی سائنس کے ذریعہ ثابت ہو چکے ہیں، مثلاً: مقناطیس کے اندر لوہے کو کھینچ لینے کی صلاحیت کا پایا جانا یا آگ میں جلانے والی حرارت کا وجود، مگر مابعد الطبیعاتی خصائص وہ خصائص ہوتے ہیں جن کا دعوی تو کیا جاتا ہے، مگر اس دعوے کی تائید نہ تو عقل صحیح سے ہوتی ہے نہ علمی وسائنسی تجربات ہی اس کی شہادت دیتے ہیں، اور ان کا مصدر وہ وثنی اور مشرکانہ عقائد ہوتے ہیں جو حقائق غیب کے ساتھ کفر اور غیبیات سے متعلق واقعات وظواہر کی تفسیر میں اٹکلوں پر مبنی ہوتے ہیں، ....

رہتا ہے، یا ان رموز واسرار کا تتبع کرتا ہے جو اس کے زعم کے مطابق نصوص وحی کے باطن میں چھپے ہوتے ہیں ①۔

• تاحیات ظلمتوں میں سرگرداں لوگ :

لوگوں کے ایک گروہ نے تاریخ انسانیت کے ہر عہد میں اپنے نفوس اور باطن کو حقیقت کی باطنی روحانی معرفت کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا، یہ لوگ اپنی ذات پر اس کا تجربہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہوئے اور اپنے دعووں کے مطابق خود ہی اس کا انکشاف کیا، اس لئے وہ ان کے نزدیک وحی سے حاصل شدہ معرفت سے بھی زیادہ سچی معرفت ہے، کیونکہ وحی تو ایک مصدر خارجی ہوتی ہے جس سے وہ یقین حاصل نہیں ہوسکتا جو یقین اس کشف اور ذوق سے حاصل ہوتا ہے جس کا معائنہ وہ اپنے زعم کے مطابق ② خود کرتے ہیں۔

باطنی معرفت کے نہ کچھ معین ومحدد موضوعات ہیں نہ کوئی ایسا ایک طریقہ ہی ہے جس کے حدود واضح ہوں، بلکہ اس سے متعلق علوم میں تداخل پایا جاتا ہے اور اس کے مختلف مکاتب فکر اور مسالک ہیں جن میں قدر مشترک بس ایک ہی غایت ہے کہ انسان کو مصدر معرفت سے متحد کر کے براہ راست اس سے اخذ کرنے کا راستہ دے دیا جائے، اور وہ ہستی کسی معبود پر ایمان رکھنے والوں کے نزدیک الٰہ ہے اور ملحدوں کے نزدیک -اسماء کے اختلاف کے باوجود- غیبی قوت ہے ③۔

.... مثلا یہ دعوی کہ نیلم پتھر میں حسد کو دفع کر دینے کی خاصیت پائی جاتی ہے، یا عقیق پتھر میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ جھگڑے کے وقت گھبراہٹ سے بچاتا اور دل کو سکون فراہم کرتا ہے! ھرمی شکل میں شفاء اور عمر لمبی کرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے! یا مریخ کے زمین کے مقابل گزرنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بکثرت جنگیں شروع ہو جاتی ہے، یا ایسی ہی دیگر چیزیں جو باطل غیب پر مبنی ہوتی ہیں، جن میں مذکورہ چیزوں کے متعلق دیوتاؤں یا مخصوص قوتوں کی حامل روحوں کا اعتقاد پایا جاتا ہو۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''شیطان نے ان کے لئے اثر کو ایسی چیزوں کی طرف منسوب کرنا مزین کر دیا ہے جو نہ وصفی اعتبار سے معتبر ہوتے ہیں نہ نوعی اعتبار سے''۔ (اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۳۴)

① تمام ادیان کے باطنی فرقے حروف اور کواکب (ستاروں) وغیرہ کے مزعومہ خصائص واسرار پر اعتماد کرتے ہیں، اور ان کی قبالہ اور جفر جیسی خاص کتابیں بھی ہیں۔ (دیکھیے: المعجم الفلسفی :۱/ ۱۹۵)

اور ٹھیک اسی اصل پر ان لوگوں کا بھی اعتماد ہے جو سورتوں کے اوائل میں موجود حروف مقطعات کی رمزیت کے قائل ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ ان کے اندر کچھ باطنی معانی پائے جاتے ہیں جن کی معرفت بس ان کے خواص ہی کو حاصل ہے۔ (دیکھیے : مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ۲۹۱/۳)

② دیکھیے : المنقذ من الضلال للغزالی : ۳۰ ، ''الیواقیت والجواہر للشعرانی'' : ۸۲/۲۔

③ ملحدوں سے مارکسیوں وغیرہ کی طرح کے صرف وہی لوگ مراد نہیں ہیں جو الٰہ کے منکر یا کلی طور پر وجود غیب کی نفی کرنے والے ہیں، بلکہ ان میں وہ روحانی اور فلسفی ملاحدہ بھی داخل ہیں جو اپنی عقلوں اور فلسفوں سے یا اذواق ومواجید سے درست غیب سے الگ ایک عالم غیب کا اثبات کرتے ہیں، اور بسا اوقات یہ لوگ اپنے باطنی اسالیب سے ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے شرعی الفاظ کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

اوران کے فلسفے کی بنیاداس اعتقاداوراصول پر قائم ہے کہ انسانی نفس کے اندر خیر کی روحانی قوتوں اور جسمانی شہوانی شری قوتوں کے درمیان تصادم کی فضا پائی جاتی ہے، اور اس تصادم کے ذریعہ نفس انسانی شر کے دواعی واسباب سے نجات حاصل کر کے اپنی اصل خلقت میں موجود خیر کی طرف رجوع کا خواہاں ہے اور چاہتا ہے کہ روحانی عرفان کی منزل تک پہنچ کر علوی وجود میں شامل اور ضم ہوجائے، اور یہ تصورادیان ومذاہب کے اعتبار سے رنگ بدلتا رہتا ہے [1] گوان بنیادی اصولوں میں محفوظ رہتا ہوجن کی نمائندگی عقیدۂ وحدت الوجود سے ہوتی ہے [2]۔

یہ معرفت مذاہب کے اختلاف اورزمانوں کے تنوع کے اعتبار سے مختلف ناموں سے موسوم ہوتی رہی ہے اور اس کے سب سے نمایاں اسماءحسب ذیل رہے ہیں:

۱۔ عرفان یاباطنی معرفت

یہ تسمیہ اس قول پر مبنی ہے کہ حقائق کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن بھی ہوتا ہے، اور ظاہر وہ رموز اور اشارات ہوتے ہیں جہاں عوام کی حدختم ہوجاتی ہے مگر خواص کا نفوذ انہیں کے ذریعہ باطن تک ہوجاتا ہے جسے ان کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، اور وہ دینی حقائق کے اسرار کا علم ہوتا ہے، کیونکہ باطنی فلسفیوں کی رائے یہ ہے کہ بشری عقل حقائق الھیہ کی معرفت پر اس لئے قادر ہے کیونکہ اس پر عقل کلی کا فیضان ہوتا ہے، ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اس مرحلے تک رسائی سے عرفان تام یا اس مرتبے کی تحقیق ہوجاتی ہے جسے وہ حکمت کا نام دیتے ہیں۔

۲۔ معرفت غنوصیہ (Gnosticism)

غنوص کی اصل یونانی لفظ (gnosis) ہے جس کا معنی فلسفہ اور دین میں خصوصی عرفان اور روحانی حقیقت کا تخمینی ادراک ہے۔ اور اس کا استعمال ایک ایسے سری باطنی طریقے پر دلالت کے لئے کیا جاتا ہے جو معرفت حقیقت

---

① سارے مشرقی ادیان اسی فلسفے کے گرد گھومتے ہیں، یہی معاملہ نصاری کے غنوصی فرقوں، اور یہودی قبالہ کے طائفوں کا بھی ہے، نیز اسلام میں شہرت یافتہ باطنی فرقے: قرامطہ، روافض، اسماعیلیہ، بہائی، قادیانی، بہرہ، اور حلول واتحاد کا مسلک اختیار کرنے والے بہت سے متصوفین اور فلاسفہ بھی اسی راہ پر گامزن ہیں۔

(دیکھیے: المعجم الفلسفی:۲/۲۷،ومعجم الفرق والمذاهب الاسلامية لإسماعيل العربي:۵۵)

② دیکھیے: تاريخ الفسلفة اليونانية ليوسف مكرم : ۲۴۴ ، تاريخ الفكر الفلسفى عندالعرب :۱۰۲، موسوعة الفلسفة لعبدالرحمان بدوى : ۸۶/۲ ، اور الاسلام في مواجهة الفلسفات القديمة لانورالجندى: ۱۳۸۔

کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور اسی کو غایت حیات [1] اور زندگی میں راہ نجات مانتا ہے۔ [2]

لہٰذا اپنے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے (غنوصیت) کا معنی وہ کشفی روحانی معرفت ہے جہاں تک -کتب مقدسہ میں محجوب سری حکمت کے تتبع میں جو مخصوص متوارث سری تعلیمات (رسومات) کے واسطے سے حاصل کی جاتی ہے۔ رسائی کا دعوی تمام ملتوں کے باطنی حضرات کیا کرتے ہیں [3]۔

۳۔ اشراقی معرفت

اشراق سے مراد ان عقلی انوار کا ظہور ہے جن کا فیضان جسمانی مواد سے نفوس کاملہ پر ہوا کرتا ہے، یہ درحقیقت عالم غیب اور معرفت الٰہیہ سے براہ راست تلقی ہوتی ہے جو ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو روحانی مشقوں اور نفسیاتی مجاہدوں کے ذریعہ اپنے نفوس کو بشری آلائشوں سے پاک صاف کر چکے ہوتے ہیں، تب ان کے زعم کے مطابق عالم علوی میں منقوش علوم ومعارف ان میں منعکس ہوجاتے ہیں یا ان میں اپنی چمک دکھانے لگتے ہیں اور روشن ہوجاتے ہیں [4]۔

۴۔ علم الاسرار یا سری معرفت

اس علم کو یہ لوگ ایسی دائمی حکمت شمار کرتے ہیں جو تمام معلومات کا احاطہ کئے ہوتی ہے، ابن عربی کہتے ہیں [5]:

---

① امام ابن تیمیہ باطنی فلسفیوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ : ''یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ کمال نفس مجرد علم میں ہے، اور وہ اسی علم کو نفوس کی تکمیل کرنے والا ٹھہراتے ہیں جسے وہ جانتے ہیں یعنی مابعد الطبیعاتی علم، اور عبادات کو اخلاق نفس کی ریاضت قرار دیتے ہیں تاکہ اس کے اندر علم کی استعداد پیدا ہوجائے اور نفس عالم موجود کے موازی ومقابل ایک اور الگ تھلگ عالم بن جائے۔ (مجموع الفتاویٰ : ۳/۹۴)

② دیکھیے : ''الهرطقة فى الغرب'' لرمسيس عوض : ۲۵ ، اور :

''The American Heritage Dictionary of the English language 2000''۔

③ دیکھیے : تاريخ الفكر الفلسفى عندالعرب : ۱۰۲ المعرفة الباطنية لبوريس مورافيف تعريب فؤاد رامز : ۱/۴۔

④ المنقذ من الضلال للغزالى :۱۲۰، المعجم الفلسفى لجميل صليبا :۱/۹۴، أصول الفلسفة الاشراقيه لمحمد ابوريان : ۱۱۹ ، عقيدة الصوفية وحدة الوجود الخفية لأحمد القصير: ۴۹۹۔

⑤ یہ صاحب ابوعبداللہ محمد بن علی بن محی الدین ابن عربی طائی اندلسی، صوفی ہیں، ان کی مصنفات میں فصوص الحکم اور الفتوحات المکیۃ وغیرہ ہیں جن میں انھوں نے معقول اور غیر معقول ہر طرح کی باتیں جمع کر رکھی ہیں، اور ان میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو اپنے ظاہر کے اعتبار ہی سے کفر صریح ہیں، ان کی وفات (۶۳۸ھ) میں ہوئی۔ (دیکھیے:البداية والنهاية لابن كثير : ۱۷/۲۵۲ ، شذرات الذهب لابن عماد : ۳/۱۹۰)

''علم اسرار کا جاننے والا سارے علوم کو جانتا ہے، اور ان سب کا احاطہ کئے رہتا ہے، جبکہ دوسرے علوم کا حامل ایسا نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس علم محیط سے اشرف کوئی علم نہیں ہے جس کے دائرے میں ساری معلومات جمع ہوتی ہیں ①۔ اور یہ ایسا علم ہے جو عقلی طور سے بالا ہے، یہ تو دل کے اندر روح القدس کی پھونک ہے جس سے محض نبی اور ولی ہی سرفراز ہوتے ہیں اور وہ بطریق الہام حاصل ہوتا ہے''۔ ②

۵- معرفت لدنیہ

یہ متصوفین اور اسلام کی طرف انتساب رکھنے والے بعض فلاسفہ کا تسمیہ ہے، اس سے مقصود وہ معرفت ہے جو خاص اللہ تعالیٰ کے پاس سے ملتی ہے، جیسا کہ اس نے خضر علیہ السلام کی تعلیم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ :

﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ [الكهف:٦٥] ''اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا''۔

لہٰذا -ان کی تعریف کے مطابق- یہ وہ علم ہے جس کے حصول میں نفس اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہے، وہ تو سراج غیب کی روشنی کی طرح ہے جو قلب صافی پر وارد ہوتی ہے۔ ③

ابن عربی صاحب کہتے ہیں کہ :

''آدمی ہمارے نزدیک مقام علم میں اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا علم کسی نقل یا شیخ کے بغیر اللہ سے بلا واسطہ نہ حاصل ہونے لگے''۔ ④

۶- علم حقیقت

یہ تسمیہ بھی متصوفین کے یہاں شائع ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ علوم کو علم شریعت اور علم حقیقت کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک علم شریعت کا مطلب عبودیت کی پابندی ہوتی ہے جبکہ حقیقت میں مشاہدۂ ربوبیت ہوتا ہے۔ ⑤

اور -ان کے علاوہ کے نزدیک- جو حقیقت تک پہنچ جاتا ہے وہ بطریق رسول وارد شرع کے امر ونہی کی پابندی نہیں کرتا ہے، بلکہ اپنے کشف اور ذوق ووجد اور اسی طرح کے ذرائع سے حاصل احکامات پر عمل کرتا ہے۔ ⑥

① الفتوحات المكية لابن عربى : ۱/۱۴۰۔
② دیکھیے : اليواقيت والجواہر للشعراني : ۱/۲۱۔
③ دیکھیے : الرسالة اللدنية للغزالى : ۱۱۴۔
④ الطبقات الكبرى للشعرانى : ۱/۵۔
⑤ دیکھیے : الرسالة القشيرية : ۸۲۔
⑥ دیکھیے: مجموع فتاوى ابن تيمية : ۱۰/۱۶۹۔

وہ لوگ اس علم کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

''سارے علوم کا ثمرہ، سارے علوم کی انتہا اور سارے علوم کی غایت یہی علم حقائق ہی ہے، جب آدمی کی رسائی اس علم تک ہوجاتی ہے تو وہ ایک ایسے سمندر میں داخل ہوجاتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ہے، اور یہی علم القلوب، علم المعارف، علم الاسرار، علم الباطن، علم تصوف، علم الاحوال اور علم المعلومات ہے، ان میں سے جو چاہو کہہ لو معنی سب کا ایک ہی ہے''۔ ①

باطنی معرفت کو اس کے اسماء کے اختلاف کے باوجود اس کے قائلین معرفت کا ایسا قطعی مصدر تسلیم کرتے ہیں جو قدر و منزلت اور وسعت میں تمام مصادر سے آگے ہے؛ کیونکہ یہ ایسے حقائق پر مشتمل ہوتا ہے جن تک ان مصادر کی رسائی نہیں ہے، اور اس کی کامل تحصیل کی شرط یہ ہے کہ احساس وعقل کی تاثیر سے آزادی حاصل کرلی جائے جو اس کی بلندی تک پہنچنے میں آڑے آتے ہیں اور حجاب بن جاتے ہیں، اور اس کا طریقہ ریاضتیں، بھوک، شب بیداری، تصفیہ، فنا اور احوال و مقامات ہیں، جب آدمی ان مراحل سے گزر لیتا ہے تو اسے مزعومہ روحانی بلندی اور نورانی تجلیات حاصل ہوجاتی ہیں! اور اس کی بنیاد ان کی ایک اصل فاسد پر قائم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ اپنے نفس کو پاک صاف کرلیتے ہیں تب ان کے دلوں پر عقل فعال یا دیگر کسی شیئ کی طرف سے علم کا نزول ہوتا ہے۔ ②

باطنی معرفت کا مصدر

اس کے قائلین کا اس مصدر کی تحدید میں اختلاف ہے جہاں سے اس کا فیضان ہوتا ہے، اشراقی فلاسفہ -عقلی اہل تصوف- مثلاً فارابی ③ اور ابن سینا ④ وغیرہ اس معرفت کو عقل فعال کی طرف لوٹاتے ہیں، وہ لوگ اس بات

---

① اللمع في التصوف للطوسی : ۴۵۷۔

② دیکھیے : الردعلی المنطقتیین لابن تیمیة : ۵۱۰۔

③ یہ محمد بن محمد طرخان ترکی ابونصر فارابی صاحب ہیں، فلسفہ ومنطق اور موسیقی کے فن میں ان کی متعدد تصنیفات ہیں، ان کے کچھ مخصوص مذاہب وعقائد ہیں جن میں وہ مسلمانوں کے حق پر مبنی عقائد کے مخالف ہیں، ان کی وفات سن (۳۳۹ھ) میں ہوئی۔

(دیکھیے : ''وفیات الأعیان'' لابن خلکان ۵/۱۵۳ ، ''البدایة والنهایة'' لابن کثیر : ۱۱/۲۲۴)۔

④ یہ ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا بلخی صاحب ہیں، ان کی طب اور منطق وفلسفہ وغیرہ میں بہت سی تصنیفات ہیں جو اسلامی عقائد کی مخالفتوں سے بھری پڑی ہیں ان کی وفات سن (۴۲۸ھ) میں ہوئی۔

(دیکھیے : ''وفیات الأعیان'' ۲/۱۵۷ ، اورسیر اعلام النبلاء للذهبي : ۱۷/۵۳۱)۔

کے قائل ہیں کہ بشری عقل اپنی ترقی اور پیش رفت میں تدریجی مراحل سے گزرتی ہے جن میں سے ایک دوسرے سے اوپر ہوتا ہے، چنانچہ وہ اول امر میں بالقوہ عقل ہوتی ہے، پھر جب معلومات عامہ اور حقائق کلیہ کی ایک بڑی مقدار اسے حاصل ہوجاتی ہے تو وہ بالفعل عقل بن جاتی ہے، اس کی نظری وسعت کا فاصلہ بڑھ جاتا ہے، وہ بیشتر کلیات کا احاطہ کر کے ایسے بلند درجات تک پہنچ جاتی ہے جہاں تک انسان کی رسائی ہوتی ہے اور وہ عقل مستفاد یا فیض والہام کا درجہ ہوتا ہے، یہ رتبہ ان کے نزدیک سعادت کا وہ مقام ہوتا ہے جہاں تک صرف وہ مقدس وطاہر نفوس ہی پہنچ سکتے ہیں جن کے لئے غیب کے پردے کو چاک کر کے عالم نور وسرور تک پرواز کرنا ممکن ہوتا ہے اور مسلمان صوفیاء اتحاد یا عقیدہ وحدت الوجود کی بنیاد پر اس معرفت کا مصدر اللہ عزوجل کو ٹھہراتے ہیں [1]۔

بسطامی کہتے ہیں [2]:

''تم نے اپنا علم میت از میت لیا ہے، جبکہ ہم نے اپنا علم اس زندہ ہستی سے لیا ہے جسے موت نہیں آتی ہے، ہم جیسے لوگ کہتے ہیں: ''حَدَّثَنِيْ قَلْبِي عَنْ رَبِّيْ'' میرے دل نے مجھ سے میرے رب کے واسطے سے بیان کیا، اور تم کہتے ہو: مجھ سے فلاں نے بیان کیا! وہ فلاں ہے کہاں؟ کہتے ہیں: وہ تو مر گیا، اس نے فلاں کے واسطے سے بیان کیا تھا، اچھا تو وہ فلاں کہاں ہے؟ کہتے ہیں: وہ بھی مر گیا ہے''۔ [3]

فلاسفہ اس کا مصدر نفس اور اس کے اندر پائی جانے والی قوتوں کو سمجھتے ہیں، ان کے اعتقاد کے مطابق نفس کے اندر ایک ایسی علمی قوت پائی جاتی ہے جسے وہ قدسی طاقت کا نام دیتے ہیں اور اس سے علم بلا تعلم حاصل ہوتا ہے، اور اس میں ایک قوت تخیلیہ پائی جاتی ہے جو اس کے اندر ایسے تخیلات پیدا کرتی ہے جس سے وہ اپنے جی میں یوں سمجھتا ہے کہ اسے اپنے نفس میں کچھ چیزیں دکھائی دیتی ہیں یا آوازیں سنائی دیتی ہیں جیسا کہ سونے والا دیکھتا اور

---

① قدیم یا جدید وثنی ادیان کے حاملین اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کے سوتے اس وقت پھوٹتے ہیں جب تدبیر کرنے والی قوت علیا سے براہ راست رابطہ ہوتا ہے اور ان کے نزدیک اس قوت کے نام الگ الگ ہیں، مثلا: برھما، طاو، بدھا، یا ایسے اسماء جن کے متعلق ان کا ماننا یہ ہے کہ یہ سب مضبوط کونی شکتیاں ہیں جو انہیں (مذکورہ ہستیوں) سے نکلی ہوئی ہیں جیسے: شیو، وشنو، کی، قی، پران، ھا، کا، مانا یا قدیم فلسفی اسماء: مطلق، عقل کلی وغیرہ، اور عصر نو میں: جمعی لاشعور، تیسری آنکھ، اور روحانی توانائی اور قوت وغیرہ۔

② یہ ہیں: علی بن مجد الدین بسطامی ہروی رازی، طریقہ صوفیت کے ایک شیخ اور صاحب شطحات تھے، عربی وفارسی دونوں زبانوں میں نحو، ادب، معانی وبیان، فقہ، اصول، منطق اور تصوف میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں، سن (۸۷۵ھ) میں ان کا انتقال ہوا۔

(دیکھیے: ابجد العلوم صدیق خان: ۳/ ۵۳)۔

③ دیکھیے: الفتوحات المكية لابن عربی: ۴/ ۲۷۲۔

سنتا ہے حالانکہ خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے۔ ①

افلاطونی فلاسفہ اس کی تفسیریں کرتے ہیں کہ وہ نفس عارفہ ہے اور وہ دراصل بدن سے جدا عالم مثال میں ہوتی ہے اور جب بدن اور اس کی شہوتوں میں مقید ہو جاتی ہے تو اس پر فراموشی طاری ہو جاتی ہے، اور جب اس کا تصفیہ ہوتا ہے اور اسے آلائشوں سے پاک کر دیا جاتا ہے تو وہ عالم مثال والی اپنی اصل طبیعت میں موجود یقینی معرفت کی طرف لوٹ آتی ہے۔ ②

اور اپنے فلسفے میں غزالی ③ کی رائے یہ ہے کہ اس معرفت کا مصدر بصیرت ہے، اور بصیرت کا عقل کے حوالے سے وہی مقام ہے جو نور بصارت کا مقام آنکھ کے نزدیک ہوتا ہے، اور نفس کے تزکیہ وریاضت سے بصیرت لوح محفوظ پر کھل جاتی ہے اور دلوں کی آنکھوں سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور لوح محفوظ پر لکھی ہوئی بعض تحریریں ان میں مجلیٰ ہونے لگتی ہیں۔ ④

مگر آج کے روحانی فلسفۂ جدید نے مذکورہ فلسفوں میں نئے طریقوں کی آمیزش کر لی ہے اور وہ سب بھی عقیدہ وحدت الوجود ہی کے گرد گھومتے ہیں۔ ⑤

کیونکہ ان میں معرفت کا مصدر وہ شیٔ ہے جسے یہ لوگ عقل باطن کا نام دیتے ہیں جہاں سے نفس پر معرفت کا فیضان ہوتا ہے، جب انسان عقل کے تسلط سے جو اس کے دماغ کا شعوری جزء ہوتا ہے آزاد ہو جاتا ہے تو وہ لاشعور کی حالت میں داخل ہو جاتا ہے، اور وہیں سے جمعی لاشعور کے رابطے میں آ جاتا ہے اور جسم کی قید اور عقل کے تسلط

---

① اور بطور تلبیس وتضلیل مسلمانوں میں شرعی مراد کے خلاف اس کے لئے اسلامی مصطلحات کا استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ صورتیں جو نظر آتی ہیں وہ دراصل اللہ کے ملائکہ ہوتے ہیں اور ان آوازوں کو اللہ کا کلام بتایا جاتا ہے۔ (دیکھیے : مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ۱۱/۲۲۹)۔

② دیکھیے: اطلس-dtv الفلسفة: ۴۱۔

③ یہ ہیں محمد بن محمد طوسی ابو حامد غزالی صاحب، ان کی مصنفات بڑی تعداد میں ہیں، احیاء علوم الدین، تهافت الفلاسفة اور المستصفى وغیرہ بھی انہیں میں سے ہیں، ان کی وفات سن (۵۰۵ھ) میں ہوئی، دیکھیے: طبقات الشافعية للأسنوي: ۲/۱۱۱، العقد المذهب لابن الملقن : ۱۱۶، اللہ بخشے ایمان بالغیب کے باب میں ان کی شطحات وزلات بہت ہیں، شاید اپنی آخری عمر میں انھوں نے ان چیزوں سے رجوع کر لیا تھا اور ان کی وفات ہوئی تو صحیح بخاری ان کے سینے پر تھی۔

④ دیکھیے : احیاء علوم الدین للغزالی : ۱/۸۶، ۳/۱۶۔

⑤ یہ وہی وثنی فلسفہ ہے جو یونانیوں اور ہندوستانیوں کے یہاں پایا جاتا رہا ہے مگر تحریک عصر جدید کے معاصر روحانی پیشوا اپنے فلسفوں کی نظریاتی توضیح کا اتنا اہتمام نہیں کرتے جتنا اہتمام ان پر مبنی مشقوں اور تدریبات کا کرتے ہیں۔

سے آزاد ہو کر -جو ان کے اسلاف کی سنت [1] کے مطابق ان کے کسی مخصوص طریقے سے غائب کر دی جاتی ہے۔ عرفان سے سیراب ہوتا ہے۔ [2]

• خوابوں کی دنیا میں رہنے والے لوگ :

ان فلسفوں کے ماننے والے اس بات کے مدعی ہیں کہ ان کی روحانی ریاضتوں کی مشقوں میں مہارت حاصل کرنے والے عرفان کے ان اعلیٰ درجات تک پہنچ سکتے ہیں جن میں ماضی، حال اور مستقبل سب کچھ ان پر مکشوف ہو جاتا ہے، بلکہ ایسے شخص کی زندگی میں گویا سب کچھ حال ہی حال ہو جاتا ہے، اور اس میں اس کے لئے تغییر، تحویل اور تبدیلی بھی ممکن ہو جاتی ہے [3]، اس لئے کہ ان کے زعم میں جب انسان اس عالم روحانی کے رابطے میں آ جاتا ہے تو پھر علم، قدرت اور زمانے کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ [4]

اس معرفت کے قائلین اسے خفیہ اور سرّی گردانتے ہیں، ایسے ہی یہ شخصی اور نسبی بھی ہے، نفس میں پائی جانے والی کیفیت کے مطابق ایک سے دوسرے شخص میں مختلف ہوتی ہے، ان میں سے کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس کی بلندیوں پر ترقی کا دارومدار قدیم ومحفوظ کتب حکمت میں مدون تجربات کے مطالعے پر ہے جو باطنی معرفت کے اس

---

① دیکھیے :

-"The Implication of New Age thought for the quest for truth: A Historical Prespective", Irmhild Helene Horn"

-"Angels of Light? The Challenge of New Age Spirituality, Lawrence Osborn, Daybreak-

② آگے ان شاء اللہ ان کے کچھ طریقوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

③ اس فکر اور اس کی معاصر تطبیقات کی صورتوں میں اسے نقطہ صفر کا نام دیا جاتا ہے جس کے متعلق ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کائنات کی ساری معلومات اس میں جمع ہو جاتی ہیں، وہ -ان کے زعم کے مطابق- لوح محفوظ کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

(دیکھیے : رسالة على أبواب الملحمة (التغيير فى المستقبل) لصلاح الراشد، ملحقة بمجلة فواصل العدد: ۱۲۲/ الصادر ۲۰۰۳ ، ص۶۰-۶۶)۔

④ اس مرحلے کے تسمیہ میں جس میں نفس انسانی -ان کے دعوے کے مطابق- عرفان کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور اس میں اس پر انوار کی بارش ہونے لگتی ہے قدیم وجدید وثنی ادیان اور الحادی فلسفوں کو رواج دینے والے گروہوں میں اختلاف ہے، چنانچہ حسب ذیل ناموں سے اس کی تعبیر کی جاتی ہے: نروان، استنارہ، تنور، یا مشرقی ادیان میں اسے حکمت یا جذب کا نام بھی دیا جاتا ہے، اور معاصر روحانی تطبیقات میں اسے رفعت، کامل روحانی سرور (نشوہ) یا غشیہ کا نام بھی دیا جاتا ہے، اہل زار اسی کو حضرة (حاضرات) کا نام بھی دیتے ہیں اور اجتماعی حلقۂ ذکر میں انہیں سے قریب اہل تصوف کا تسمیۂ فنا اور غیبت وغیرہ بھی ہے، اور اس فکر کی جدید تطبیقات میں اسے لاوعی یا لاشعور سے موسوم کرنے پر بھی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔

(دیکھیے : التنويم لصلاح الراشد : ۲۶ ، اور الاسلام في مواجهة الفلسفات المعاصرة لأنورالجندي : ۱۲۷)۔

سری ورثے کی نمائندگی کرتے ہیں جو ان لوگوں سے منقول ہیں جو اس فن کی چوٹی تک پہنچ چکے تھے جنھیں حکمائے عارفین یا حکمائے اوائل سے موسوم کیا جاتا ہے، ان میں سب سے مشہور کتابوں میں ہندوؤں کے یہاں (وید) یہودیوں کے یہاں کتاب (قبالہ) اور (زُهر) اور روافض کے یہاں کتاب (جفر) ہے۔ اور بہت سی باطنی کتابوں کے ترجمہ وتالیف اور نشر واشاعت کی سرگرم تحریک اٹھ چکی ہے، مثلاً حروف کے اسرار کی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عالم کے خاتمے تک مستقبل کے اسرار کا پردہ فاش کرتی ہیں، اسی طرح اصول تنجیم اور سحر وطلسمات، خفیہ توانائی یا چھٹی حس وغیرہ پر بھی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ①

حالت عرفان تک پہنچنے کے طریقے

جسے حالت عرفان کہا جاتا ہے اس تک پہنچنے کے طریقے متنوع اور مذاہب اور طائفوں کے اعتبار سے مختلف ہیں، ان میں سے بیشتر کا اعتماد مسلک تزھد، خلوت اور اس مادی پہلو کو جو ان کے نظریے کے مطابق شر کا حامل ہوتا ہے ② مغلوب کرنے اور عرفان ویقین تک پہنچنے کے لئے روحانی پہلو کے احیا پر ہے، لہٰذا اس تجرید کا مقصد عالم

---

① دیکھیے: المعجم الفلسفی لصلیبا: ۱/ ۱۹۵۔

② عصر جدید کے آخری ادوار میں اسلامی فکری سرمائے کے حوالے سے اس موضوع پر گفتگو کا سلسلہ خوب چلا کہ انسان ازدواجی طبیعت کا حامل ہے، اس کی تکوین ایک ایسے جسم سے ہوئی ہے جس کی اصل کیچڑ والی مٹی ہے اور اس میں ارضی میلانات پائے جاتے ہیں جو شہوتوں، جسم کے سرگرم مطالبات اور شر کے رجحانات کی شکل میں سامنے آتے ہیں، اور ایک اللہ کی پھونکی ہوئی روح ہے، اور یہی اس کا روحانی پہلو ہے اور اسی میں شعور وادراک ہے جس کی نمائندگی اخلاقی قدروں اور اس کمال کے میلانات سے ہوتی ہے جو انسان کے اندر پایا جاتا ہے، اور نصوص پر تامل سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ انسان روح اور جسم سے بنا ہے، مگر یہ بات کہ جسم دنیاوی مطالبات اور شر کے ساتھ خاص ہے جبکہ روح خیر اور کمالات کے ساتھ تو نصوص سے اس کا کوئی مستند نہیں ہے، بلکہ نفوس کے فطرت پر پیدا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ فِىٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ کے مطابق بہترین تقویم پر پیدا ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کی تکوین جسم اور روح دونوں کے ساتھ خیر پر ہو اور وہ اس کی جبلت میں موجود ہو، اسلامی تصور میں جسم کے مطالبات شر نہیں ہوا کرتے ہیں، بلکہ شر تو نفس پر اس وقت طاری ہوتا ہے جب وہ ایک ایسے دشمن کے وسوسوں پر لبیک کہتا ہے جس سے اس کے رب نے چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ہدایت دی تھی، پھر جب وہ اس دشمن کی بات مان کر معرفت کی روحانی حاجت اور حصول انس کی تکمیل کے لئے زار (حاضرات) شیاطین کو بلانے والے حلقوں، اور بدعی ذکر کی مجلسوں میں حاضری دینے لگتا ہے، یا نکاح کی جسمانی طلب زنا اور بدکاری سے پوری کرتا ہے تو پھر وہ دونوں حالتوں میں گمراہ ہو کر اور اوندھے منہ اسفل سافلین میں جا گرتا ہے۔ (دیکھیے: "تمهید فی التاصیل" للصبیح: ۱۶۸)۔

- انسان چاہے جیسی بھی ریاضت کر لے اسے یہ صلاحیت نہیں حاصل ہو سکتی کہ وہ فرشتوں یا جنوں کو دیکھ سکے یا اپنی مرضی کے مطابق ان سے کوئی کام لے سکے، یہ سب فریب نفس اور شیطانی تلاعب کا شاخسانہ ہے۔ گمرہی اور انحرافات کے رنگ ہزار اور عنوانات گوناگوں ہیں۔ ابلیس بشر کو ہر بار نئے سوراخوں میں ڈستا ہے، جبکہ کچھ لوگ ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسے جاتے ہیں اور ایمان سے دوری کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

غیب پر اطلاع اور فرشتوں کی رویت، یا جسم سے انفصال اور عالم ارواح سے اتصال یا ان غیبی امور کا کشف ہوتا ہے جن کا تعلق غیب نسبی یا غیب مطلق سے ہوتا ہے۔

غزالی فرماتے ہیں :

''قلب کو دنیاوی شواغل سے پاک صاف کر کے خلوت میں جلوس مع اللہ اور مجاہدے سے علوم دین کے دقائق منکشف ہو جاتے ہیں اور دل میں ان گنت ولاتعداد حکمت کے چشمے بہہ پڑتے ہیں، لہٰذا قلب کی صفائی اور خلوت میں جلوس مع اللہ ہی الہام کی کنجی اور کشف کا منبع ہے''۔ ①

دور جدید اور اس کے نئے فریب

عہد نو میں باطنی عرفان کے دعاۃ نے ایک ایسا راستہ منتخب کیا ہے جو عصری ثقافت سے ہم آہنگ ہو سکے، چنانچہ انھوں نے اساسی طور پر شعور (عقل) کے تسلط اور اس کے قوانین اور اس کے معتمدات کی تاثیر سے آزاد ہو کر (لاشعور) کے آزاد عرفان تک رسائی کے لئے تنویم ایحائی اور تنویم مقناطیسی ② کے اسالیب کو اپنایا ہے جس میں منوّم (عمل تنویم کا معمول) (جمعی لاشعور) سے رابطہ کرتا ہے جس سے مقصود اس معرفت سے سیرابی ہوتی ہے جو ان کے زعم کے مطابق زمان ومکان کے حدود کو تجاوز کر جاتی ہے۔ ③

---

① دیکھیے: فاتحة العلوم للغزالی: ۲۹۔

② یہ کام ریفریشر کورسوں (دورات تدریبیہ) کے ذریعہ کیا جاتا ہے جن میں سب سے مشہور اعصابی لغوی پروگرامنگ کے کورسس اور مختلف ناموں سے بشری توانائی کے پروگرام کی مشقیں ہوتی ہیں۔

③ جوزف مرفی عقل باطن (لاشعوری) یا (غیر ظاہری) کے متعلق کہتا ہے کہ :

''آپ کی غیر ظاہری عقل فطری حاسۂ بصارت کے بغیر دیکھتی ہے، اس کے اندر دائرۂ بصر کے ماوراء ہر چیز کو دیکھنے کی قدرت وصلاحیت ہوتی ہے... آپ کی باطنی عقل کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ آپ کے جسم کو چھوڑ کر دور دراز کے مقامات کی طرف سفر کر جائے، - اور بہت سے اوقات میں۔ معلومات جمع کرلائے... آپ اپنی عقل باطن کے واسطے سے دوسروں کے افکار پڑھ سکتے ہیں اور بند خزانوں اور خطوں کے مشتملات پڑھ سکتے ہیں''۔

(قوۃ عقلک الباطن: ۲۰)

باطنی عرفان سے حاصل معرفت کی تفسیر اور غیبی معرفت میں اس کی قیمت

یہ معرفت جو یہ حضرات اپنے باطنی اسالیب میں پاتے ہیں وہ حقیقت امر میں اس معرفت کی طرح ہوتی ہے جو بندہ کبھی کبھی غیر حسی یا غیر عقلی طور پر اور کسی پہنچنے والی خبر کے بغیر ہی اپنے نفس میں پاتا ہے، اور وہ اس کے لئے نہ کوئی شعوری کوشش کرتا ہے نہ مشقوں اور ریاضتوں سے گزرتا ہے، اور یہ معرفت حسب ذیل صورتوں سے تجاوز نہیں کرسکتی ہے :

- وہ یا تو الہام وکرامت ہوگی یا فتنہ واستدراج۔

اور غیر انبیاء کے لئے خواب کی طرح الہام کا مصدر بھی تین میں سے ایک چیز ہوتی ہے :

- یا تو اس کا حصول فرشتے کے واسطے سے ہوتا ہے۔
- یا جن وشیاطین کے واسطے سے۔
- یا خود نفس ہی اس کا مصدر ہوتا ہے، اور اسی کے اوہام وافکار اور تخیلات سامنے آتے ہیں۔

علم لدنی سے متعلق علامہ ابن قیم کا ایک بصیرت افروز کلام

اس حقیقت کو امام ابن القیم نے موکد کردیا ہے، فرماتے ہیں :

''لدنی لدن کی طرف منسوب ہے جو''عند'' کے معنی میں ہوتا ہے، چنانچہ علم لدنی کا معنی علم عندی ہے، اور اس کا حال اسی سے متعین ہوتا ہے جس کے پاس سے یہ علم ہوتا ہے، اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کی بڑی بلیغ اور انتہائی درجے کی مذمت فرمائی ہے جو ایسی باتیں اس کی طرف منسوب کردیتے ہیں جو اس کے پاس سے نہیں ہوتی ہیں، فرماتا ہے :

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [آل عمران:۷۸]۔

''اور یہ کہتے بھی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں، وہ تو دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں''۔

اور حقیقی علم لدنی تو وہی ہوتا ہے جس کے متعلق صحیح دلیل قائم ہو جائے کہ وہ اللہ کے پاس سے آیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ خضر علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے :

﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ [الكهف:٦٥] ''اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا''۔

اور اس کے علاوہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خود نفس انسانی ہی کا لدنی ہوتا ہے اسی سے شروع ہوتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ آتا ہے، یا پھر شیطان اور ھوی (نفسانی خواہشات) کا لدنی ہوتا ہے، اور (اب تو) علم لدنی کا باندھ ٹوٹ چکا ہے، اور اس کا بھاؤ بہت گر گیا ہے، یہاں تک کہ ہر گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ اس کا علم علم لدنی ہے''①۔

● مصدر کی تعیین کا ضابطہ :

بالجزم اس معرفت کے مصدر کے بارے میں کچھ کہنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اسے شرعی ضوابط پر پیش کیا جائے، خواہ اس کا تعلق اس معرفت کا دعویٰ کرنے والے کی ذات سے ہو، یا اس معرفت سے ہو جس کا وہ مدعی ہو، اور ان دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہے، اس لئے کہ کبھی کبھی بطور فتنہ و آزمائش مستقیم الحال شخص کو بھی شیطانی خواب آتے ہیں یا اسے جناتی الہام -وسوسوں- کا سامنا کرنا ہوتا ہے، اس لئے ان غیر معتاد امور کو شریعت اور اس کے نصوص پر پیش کرنا لازم ہے، اور اس امت کے سلف میں سے جن کی بزرگی مسلم و مشہود تھی وہ اسی طرح کیا کرتے تھے، اس لئے کہ ان میں سے بہتوں کو عجیب و غریب احوال پیش آتے تھے، مگر جب وہ انہیں شریعت اور اس کے نصوص پر پیش کرتے تھے تو انہیں ان میں سے باطل چیزوں کا پتہ چل جایا کرتا تھا اور وہ انہیں باطل کو دفع کرنے کے انہیں طریقوں کے مطابق دفع کر دیا کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمائے تھے اور وہ دفع ہو جایا کرتے تھے۔②

● یہ خود فریبی بھی کیا چیز ہے !!

مگر دوسرے لوگ جن کے نفوس احوال اور خوارق عادات سے مربوط ہو چکے تھے وہ تو انہیں طلب کیا کرتے تھے اور ان کے لئے روحانی یا فلسفی طریقوں کے مطابق سعی بھی کیا کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ شیاطین ان کے ساتھ کھیلنے لگے، جبکہ انھوں نے (خود فریبی میں مبتلا ہوکر) یہ سمجھا کہ وہ اہل خیر و کرامت ہیں، ذہن نشین رہے کہ شیطان

① دیکھیے : مدارج السالكين لابن القيم : ٤٧٦/٢ ، ٤٣٢/٣۔ ② دیکھیے : الموافقات للشاطبي : ٣٦٨ ۔

انسان کے پاس اس کی محبتوں، چاہتوں اور نفسانی خواہشات کے دروازے ہی سے آتا ہے جیسا کہ انھوں نے والدین (آدم وحوا) علیہما السلام کے ساتھ کیا تھا کہ جب اس نے خلد اور نعیم مقیم کی طرف ان کا میلان دیکھا تو اس نے وہی راہ پکڑ لی۔ ①

- **شاخ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا :**

ہاں صاحب! گرہ سے باندھ لیجیے کہ جو بھی معرفت عقل کو غائب کر کے اور نقل کی تحکیم کو ترک کر کے آئے گی وہ حق سے بعید ہی ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والا فیصل ٹھہرایا ہے، اور اپنے بندوں پر اس کا احسان بھی جتایا ہے؛ کیونکہ وہ انہیں غی وضلال (انحراف اور گمراہی) سے بچاتی ہے، بس شرط یہی ہے کہ وہ اس سے اسی طرح سوچنے سمجھنے کا کام لیں جیسا اس کے اور ان کے خالق نے مشروع فرمایا ہے۔ ②

حصول علم سے کنارہ کشی کی دعوت :

اور اس معرفت کا ایک جزء یہ دعوت بھی ہے کہ قلب کو فارغ رکھا جائے اور اسے تلاوت قرآن یا طلب علم سے منتشر نہ کیا جائے، یہ وہی دعوت ہے جس کا آوازہ صوفیاء لگاتے چلے آئے ہیں، اسی ضمن میں یہ دعوت بھی دی جاتی ہے کہ (لاشیئ) کا مراقبہ کیا جائے یا اس عمل سے گزرا جائے جسے (ذات پر ترکیز) کا نام دیا جاتا ہے جس کی مشقیں اپنے مراقبوں (دھیان گیان) میں مشرقی ادیان کے ماننے والے کرتے رہے ہیں، اور آج جس کی دعوت روحانی مذاہب کی تطبیقات (عملی مشقوں) سے مفتون مسلمان دے رہے ہیں۔

ابن الجوزی ③ غزالی ④ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''مجھ پر بڑا شاق گزرا کہ یہ کلام ایک فقیہ سے صادر ہوا ہے، جس پر اس کی قباحت مخفی نہیں ہے، کیونکہ یہ

① دیکھیے : إغاثة اللهفان لابن القيم : ۱/۱۳۲۔

② اس ضمن میں بعض لوگ یوں بھی فتنے میں پڑے کہ انھوں نے عقلی طور پر آفت رسیدوں اور دیوانوں کے متعلق ولایت کا اعتقاد رکھا، اور اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حدیثیں بھی وضع کیں، یہاں تک کہ ان پاگلوں سے صادر ہونے والے ہذیان کو انھوں نے حکمت اور حق شمار کیا۔

(دیکھیے : شرح الطحاوية : ۷۶۹ ومابعد)

③ یہ ہیں عبدالرحمن بن علی بن محمد قریشی تیمی ابوالفرج حنبلی، ان کا نسب صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے ان کی بہت ساری تصنیفات ہیں جن میں التحقيق، اور العلل المتناهية وغیرہ بھی شامل ہیں، ان کی وفات ۵۹۷ھ میں ہوئی۔

(دیکھیے : المقصد الأرشد لابن مفلح : ۲/۹۳)

④ الاحیاء : ۳/۱۹ میں انھوں نے الہامات کی تحصیل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اس کے لئے دعوت کا تذکرہ کیا ہے۔

تو درحقیقت بساط شریعت ہی کو لپیٹ دینا ہے جو تلاوت قرآن اور طلب علم کی ترغیب دیتی ہے...، اور ابو حامد نے جو ترتیب بتائی ہے اس کی بنیاد پر تو نفس اپنے وسوسوں اور خیالات کے ساتھ تنہا ہوگا اور اس کے پاس وہ علم بھی نہیں ہوگا جو اس کیفیت کو دور کر سکے تب ابلیس تو اس کے ساتھ ایسا کھیل کھیلے گا کہ نہ پوچھیے! وہ اسے وسوسے کو گفتگو اور مناجات کر کے دکھائے گا"۔ ①

اور حقیقت میں ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے جو معرفت کو اس کے عقلی اور شرعی طریقوں کے علاوہ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اور نفس کی تجرید کے مطالبے اور ماورائے حس کے عوالم کے متعلق آگاہی کے اہتمام کی اصل یہ ہے کہ وہ قدیم فلاسفہ سے منقول ہو کر آیا ہے، بالخصوص ان میں سے شرقیوں کی طرف سے جو ایسی مخصوص ریاضتیں مقرر کیا کرتے تھے جو آسمانی شریعتوں سے ماخوذ تھے نہ ان شریعتوں میں ان کی تعلیمات پائی جاتی تھیں، یعنی حیوانی یا حیوان سے نکلنے والی غذا کے بجائے نباتی غذا کی شرط رکھنا اور ایسی ہی دیگر شرائط مقرر کرنا۔ ②

اور یہ حضرات جن چیزوں کا حکم دیتے تھے ان میں بھوک، شب بیداری اور جاگتے رہنا، اور خلوت کے ساتھ سکوت قابل ذکر ہیں، چنانچہ یہ لوگ مطلق بیداری، مطلق بھوک اور خلوت کے ساتھ مطلق خاموشی کا حکم دیتے ہیں، جن کے نتیجے میں انہیں شیطانی احوال پیش آیا کرتے تھے۔ ③

• فریب خوردگی کی انتہاء :

پھر ان کے احوال میں جو کچھ بھی تخیلات انہیں پیش آتے تھے وہ ان سب کو اصل معرفت شمار کرتے تھے بلکہ اسلام کی طرف منسوب بعض لوگ تو اسے وحی کی جنس سے سمجھتے تھے، اور اسی پر انھوں نے اپنے اس قول کی بنیاد رکھی تھی کہ نبوت کسبی ہوا کرتی ہے، اور جبرئیل علیہ السلام ہی وہ خیال تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس میں ایک شکل اختیار کر لیتے تھے، اور انبیاء وغیر انبیاء کو جو کچھ علم قلوب میں حاصل ہوتا ہے وہ سب عقل فعال کی طرف سے ہوتا ہے، اور وہ سب اصل خیال سے اخذ کرتے ہیں جبکہ رسول بواسطہ خیال اخذ کرتے ہیں۔ ④

---

① تلبيس ابليس لابن الجوزي : ٣٦٣۔ ② دیکھیے : الموافقات للشاطبي : ٢/٧٢۔

③ دیکھیے : مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ١٠/٤٠٣۔

④ (دیکھیے : حوالہ مذکور : ١١/٢٣٣) اسی لئے بعض اہل طرق تو اس حال کو پہنچ گئے تھے کہ باقاعدہ نبوت کا انتظار کرتے تھے، سہروردی صاحب فرماتے ہیں :

"میں تو اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک مجھ سے یہ نہ کہا جائے کہ : "قم فأنذر" اور سبعین صاحب مقام نبوت پر دست درازی کرتے ....

• طریقۂ محمدیہ کی روشنی اور جہالت کے کرشمے :

علامہ ذھبی صاحب ان طرائق کی منہجی خطا اور ان کے ماننے والے اپنے نفوس میں جو کچھ پاتے اور محسوس کرتے ہیں اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''مثالی طریقہ تو طریقہ محمدیہ ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ طیبات سے اُخذ کیا جائے اور بلا اسراف مباح شہوتوں کا حصول ہو، دیکھو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتیں حد درجہ محبوب تھیں، ایسے ہی گوشت، مٹھائی، شہد، ٹھنڈا میٹھا مشروب اور مشک بھی آپ کی پسندیدہ چیزیں تھیں، جبکہ آپ مخلوق میں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب تھے، پھر جب وہ عابد جو علم سے عاری ہو زہد اور گوشہ گزینی کی راہ اختیار کرے گا، بھوکا ہوگا، اپنے نفس کے ساتھ خلوت میں ہوگا، گوشت اور پھلوں کو ترک کر چکا ہوگا، ٹوٹوں اور ٹکڑوں پر اکتفا کرتا ہوگا تو اس کے حواس شفاف اور لطیف ہو جائیں گے، نفس خواطر کی آماجگاہ بن جائے گا، اسے ایسا خطاب سنائی دے گا جو بھوک اور بیداری سے پیدا ہوا ہوگا اور شیطان اس کے باطن میں داخل خارج ہوتا رہے گا تو وہ یقینا یہی سمجھے گا کہ اب تو وہ پہنچا ہوا بن چکا ہے، اسے مخاطب کیا جاتا ہے اور اس کے درجات بلند ہوئے جا رہے ہیں، تب شیطان اس پر چھا جائے گا اور اسے اپنے وسوسوں کا نشانا بنالے گا... اور ممکن ہے کہ بات اس حد تک جا پہنچے کہ وہ خود کو ولی اور صاحب کرامات وتصرفات باور کرنے لگے''!![1]

خبردار ! خبردار !

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ جو کوئی معرفت ان مجاہدوں اور ریاضتوں کے واسطے سے حاصل ہو، یا ان کے زعم کے مطابق عالم ارواح سے ملے اس پر اعتقاد وعمل میں اعتماد کرنا درست ہے نہ وہ کسی حال میں علم یقینی کا فائدہ دینے والی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں میں جو کچھ رکھتا ہے وہ کبھی فرشتوں کے واسطے سے ہوتا ہے اگر وہ حق ہو، اور کبھی شیطانوں کے واسطے سے اگر وہ باطل ہو، اور بہت سے لوگوں کو احوال شیطانیہ اور احوال رحمانیہ کے درمیان اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے، اور انہیں بھی اس جنس کے احوال درپیش ہوتے ہیں جیسے کاہنوں اور جادوگروں کو پیش

.... ہوئے اور نہایت ہی گھناؤنی ڈھٹائی کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :
''لانبي بعدي'' میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (دیکھیے : درء تعارض العقل : ۱/۳۱۸ ، اور الرد علی المنطقیین : ۴۸۳)

① سیر اعلام النبلاء : ۱۲/۸۹ قدرے اختصار کے ساتھ۔

آتے ہیں۔ ①

• باطنی معرفت ابلیس کا ایک ہتھیار :

باطنی معرفت پر غالب تو یہی ہے کہ وہ باطل ہوتی ہے شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور اس کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے حاملین کو الحاد تک اور حقائق غیب کی نفی تک پہنچا کر چھوڑتی ہے، اور وہ اس عالم کی تفسیر اپنی آراء سے کرنے لگتے ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

"باطنی فلاسفہ ملائکہ اور شیاطین کی تفسیر قوائے نفس سے کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آخرت کے متعلق جو وعدے کرر کھے ہیں ان کے متعلق ان کا ماننا یہ ہے کہ یہ سب لوگوں کو سمجھانے کے لئے موت کے بعد انسانی نفس کے ساتھ قائم لذت والم کے لئے بیان کی ہوئی مثالیں ہیں اور یہ ان منفصل حقائق کے اثبات کے لئے نہیں آئے ہیں جن سے انسان نعمتوں میں ہوگا یا دکھ سے دو چار ہوگا... بالآخر ان کا قول وحدت الوجود ہی پر جا کر رکا۔ جیسا کہ ابن عربی صاحب فصوص الحکم اور انہیں جیسے دیگر لوگوں نے کیا، یقیناً یہ لوگ داخل اسی دروازے سے ہوئے تھے مگر ہوا یہ کہ وہ ہر دین اور عقل سے باہر نکل گئے"۔ ②

• قرآن فہمی کا نیا طریقہ یا الحاد و کہانت کی تازہ مہم ؟

ایسے ہی ان کی معرفت نے انہیں اس حال تک پہنچا دیا کہ وہ شرعی احکام اپنی آراء اور اذواق سے حاصل کرنے لگے اور دعویٰ یہ کیا کہ یہ نصوص کے جدید افہام ہیں جو انہیں بذریعہ کشف حاصل ہوئے ہیں، شعرانی صاحب ③ رقمطراز ہیں کہ :

---

① اگر آدمی ہوا میں اڑتا ہو، پانی پر چلتا ہو، یا اسے مکاشفات یا تاثیر کا حصول ہو تو بھی اہل معرفت وتحقیق کا فرمان یہی ہے کہ اس وقت تک اس کو ولی تسلیم کیا جائے گا نہ اس کی پیروی کی جائے گی جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے موافق نہ نظر آئے، اور جس نے ایسے کسی صاحب احوال کو دیکھا اور خلاف کتاب وسنت میں اس کی پیروی کرنے لگا تو وہ دجال کے پیروکاروں کی جنس سے ہوگا۔

(دیکھیے : مجموع فتاوی ابن تیمیه : ۱۰/۳۹۸ ، الرسالة الصفدية : ۱۸۷-۱۸۹، وفتح المنان في جمع كلام شيخ الإسلام عن الجان : ۱/۳۵۰)

② دیکھیے : مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ۱۳/۲۳۹۔

③ یہ عبدالوہاب شعرانی صاحب ہیں، ایک شافعی فقیہ اور متصوفین کے سرداروں میں سے ہیں ان کی تصنیفات میں : البحر المورود في المواثيق والعهود، ولطائف المنن وغیرہ ہیں، ان کی وفات (۹۷۳ھ) میں ہوئی تھی۔ (دیکھیے : شذرات الذهب لابن العماد : ۱/۵۴۴)

''ولی کبھی کوئی نئی شریعت نہیں لاتا ہے، وہ تو بس کتاب وسنت کی ایک نئی فہم ہوتی ہے جو اس سے پہلے کسی کے لئے معروف نہیں ہوتی ہے، اسی لئے جن کا اہل طریق پر ایمان نہیں ہوتا ہے انہیں اس پر سخت تعجب ہوتا ہے''۔ ①

اور بہت سی باتیں جن کے متعلق وہ فہم جدید کے مدعی ہوتے ہیں، وہ درحقیقت اللہ کی آیتوں میں الحاد اور الفاظ میں تحریف کے قبیل سے ہوتی ہیں ② اور یہ ایک ایسا کشادہ باب ہے جس میں قدیم وجدید میں بہت سے لوگ پھسل چکے ہیں۔

اور اس معرفت کے کچھ ادعیاء مزعومہ روحانی عرفانی شخصی اثر کو بھی تجاوز کر گئے ہیں تا کہ وہ اس سے الگ صورتوں والی ایک صناعت تیار کرسکیں جو مصادر باطلہ میں سے ایک اور مصدر کی نمائندگی کرے اور جاہل لوگ متنوع اسالیب اور مختلف طریقوں سے خود پر مخفی امور غیب کی معرفت کے لئے ان کا رخ کریں جنھیں اسم کہانت کے تحت جمع کیا جاسکتا ہے۔

• نیا جال لائے پرانے شکاری :

آج نجومیوں کے انداز بدل گئے ہیں، وہ بھی اب ماڈرن طریقے اپناتے ہیں اور ایسے طریقوں پر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں جو ان کی ثقافت سے میل کھاتے ہیں، معاصر نجومی اپنے اٹکلوں اور غیبی تکوں کو اب (علم توانائی) کے نام سے پیش کرتے ہیں، یہ کہانت اور تنجیم محرم کی جدید صورت ہے، یہ لوگ انسان پر ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں، تاریخ ولادت کو شخصیت کی نوعیت اور جذباتی خواص سے مربوط ٹھہراتے ہیں، اس لئے جب انسان اپنی تاریخ ولادت کی تعیین کردیتا ہے تو منجم اس بات کی تعیین پر قادر ہوجاتا ہے کہ شخص مذکور کس قسم کے ستاروں سے نسبت رکھتا ہے، اور کون سا انسان اس سے زیادہ ہم آہنگ ہوسکتا ہے، ایسے ہی وہ اسے اس پیشے سے بھی آگاہ کرسکتا ہے جو اس کے لئے مناسب ہے، وہ کب اور کس رخ پر سفر کرسکتا ہے یا نہیں کرسکتا ہے اس کی بھی وضاحت ہوسکتی ہے، اور اس کے لئے کون سے مہینے اور کون سے سال مناسب ہیں وہ یہ بھی بتا سکتا ہے۔

حالانکہ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اشخاص اور ارضی حوادث میں ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ ان بددین صابیوں

---

① الطبقات الكبرى للشعراني:١/٦۔

② اسی زمرے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ پنجوقتہ نمازوں کی تفسیر معرفت اسرار سے اور صیام رمضان کی تفسیر کتمان اسرار سے کرتے ہیں، اور اسی طرح دیگر چیزوں کی بھی۔ (دیکھیے : مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ٣/٢٩)

کے معتقدات میں سے ہے جو شمس وقمر اور کواکب کی تعظیم کرنے والے تھے، ان کے اگلے لوگ تو ان کے ہیکل بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے اور ان کے سامنے جھکے رہا کرتے تھے، مگر آج ان کے پیروکاروں میں شرک کے انداز بدل گئے ہیں، بالخصوص ان کے مسلم پیروکار بظاہر اپنے دین پر قائم رہتے ہیں، شرک جلی اور غیر اللہ کی عبودیت کو مسترد کر دیتے ہیں، مگر ان عقائد کے حاملین کی گمراہی میں ان کے ہمنوا ہیں، کیونکہ وہ تنجیم محرم کی ان صورتوں کے متعلق براءت کے دعووں کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب! یہ تو مجرد عام سا علم ہے اور ماضی کے تمدن کی پیداوار ہے، اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے!

(علم الطاقات التسع نو توانائیوں کا علم) کے مرتب خود کو اور بہت سے جاہلوں کو فریب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''توانائی کا علم حیات بشری پر اپنی تاثیر کی وجہ سے تنجیم یا علم غیب شمار نہیں ہوتا ہے؛ کیونکہ غیب کا علم تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے [1]، اس کے بعد فرماتے ہیں:

''مجھے امید ہے کہ آپ ہر انسان کی ولادت کے وقت اس کی توانائی، اس کے رجحانات وجذبات اور صحت پر اس کی تاثیر کے متعلق اس علم سے استفادہ کریں گے، اور اس حقیقت تک پہنچ جائیں گے کہ ہم کس طرح اپنی صحت کے مسائل اور معاشرتی قضیوں میں اس مفہوم سے استفادہ کر سکتے ہیں اور اسے مسخر کر کے خدمت لے سکتے ہیں، اور کس طرح مختلف توانائیوں کے حامل جوڑوں میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا کر سکتے ہیں''۔ [2]

واللہ یہ وہی محرم تنجیم ہے مگر نئے لبادے میں اور عصری تقاضوں اور ماحول سے ہم آہنگ ہے، اب اس کے حاملین یہ نہیں کہتے کہ جو فلاں برج میں پیدا ہوا وہ خوش بخت ہوگا، اور جو فلاں برج میں پیدا ہوا وہ شقی اور بدبخت ہوگا، بلکہ کہتے ہیں کہ: جو فلاں برج میں پیدا ہوا اس پر واجب ہے کہ وہ یوں کرے، فلاں چیز سے بچے، فلاں چیز ہی کھائے، اور اس سے شادی کرے جو فلاں برج میں پیدا ہوا ہو، فلاں سال اور فلاں مہینے ہی میں سفر کرے، اور اسی سمت جائے، اور اگر وہ فلاں مہینے میں اپنا سامان فروخت کرے گا تو اسے نفع ہوگا! [3]

دونوں طریقوں میں محض شکلی اختلاف ہے ورنہ حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو مسلمان اس عصری کہانت کی مشق کر رہے ہیں انہیں خود ہی اس کی حقیقت سے آگاہی نہ ہو، کیونکہ وہ طریقۂ رسول

① حوالہ مذکور: ٦۔ ② حوالہ مذکور: ٧۔

③ فائدے کے لئے دیکھیے: القول المفید علی کتاب التوحید للعثیمین: ۱۲۵/۲۔

سے ناواقف ہیں اور انہیں باطل کے طریقوں اور ان کے حقائق کی معلومات بھی نہیں ہے، پھر یہ علوم انہیں ان اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں ملے ہیں جو بیشتر لوگوں کے یہاں معلومات کا مستند اور قابل اعتماد مصدر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور اس کے پیش کرنے والوں کے خود ساختہ القاب واوصاف بھی انہیں اس فریب میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ یہ حضرات علمی رسوخ کے بلند درجے پر فائز ہیں۔ ①

مشرق کے وثنی فلسفوں کی مقبولیت کے اسباب

علاج کے نام پر کفر اور بدعقیدگی کو فروغ

معاصر آئیڈیالوجی کی صورت حال کا جائزہ لینے والے پر یہ حقیقت اچھی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ آج اس پر مشرق کے روحانی فلسفوں کے اصول اور معتقدات چھائے ہوئے ہیں اور ان کے احیاء اور فروغ کی ایسے جدید طریقوں پر کوشش کی گئی ہے جو عصری کلچر اور اس کے مطالبات اور جدید معیشت کے طور طریقوں سے ہم آہنگ ہیں اور وہ اپنے مضامین اور تطبیقات میں ان عالمی دعوتوں کے بہت موافق ہیں جو ثقافتی توسع وکشاد اور انسانی بلکہ کونی اخوت کی منادی ہیں، اسی لئے انسانی معاشرے کی متنوع اکائیوں میں انہیں آسانی سے قبولیت اور فروغ حاصل ہوگیا۔

آج ان اصولوں اور معتقدات کے حامل اور بڑی مقدار میں ان کی نشر واشاعت میں نمایاں کردار ادا کرنے والے وہ طریقے ہیں جن پر استشفاء اور علاجی مشقوں کا لیبل لگا ہوا ہے۔ کیونکہ ان سے لوگوں کی روزمرہ ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے، اور وہ جس کامیابی، تمیز، صحت اور خوشحالی تک رسائی چاہتے ہیں ان میں انہیں اپنا مطلوب پورا ہوتا نظر آتا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج فیملی اور خاندان کا کردار بہت محدود ہو چکا ہے، عام لوگوں کی روزمرہ زندگی مغربی طرز معیشت سے متاثر ہے جس پر مادیت کا غلبہ ہے اور اس کا روحانی پہلو بہت کمزور ہے، دوسری طرف صنعتی ترقی، عالمی تغیرات اور ان کے چھوڑے ہوئے آثار کے باعث صحت کے متعلق قلق اور فکرمندی ایک عصری علامت بن چکی ہے، ایسے ہی تیز رفتار خبر رسانی اور اس کی دہشت انگیزیوں کا بھی اپنا کردار ہے، جنگوں، آفتوں اور وبائی امراض وغیرہ سے متعلق خبریں اور افواہیں بہت تیزی کے ساتھ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے

---

① ان کے القاب کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں: ماہر صحت، پاور (توانائی) سے علاج کرنے والے معالج کبیر، امتیازی شان کے حامل بڑے ٹرینر، توانائی سے متعلق انسانی مشکلات پر ریسرچ کے کنسلٹنٹ، ماہر میکرو بائٹک، ایسے ہی القاب ان پر چسپاں ہوتے ہیں جو ان کی عصری معرفت بلکہ دقیق تخصص کا اشارہ دیتے ہیں۔

کو نے تک پہنچ جاتی ہیں اور عوام میں قلق اور خوف کے جذبات پیدا کرنے میں ان کا اپنا حصہ ہوتا ہے جو کافی بڑا ہوتا ہے، اسی لئے وہ ان فارمولوں کو بڑی جلدی قبول کر لیتے ہیں جن میں انہیں اپنی صحت اور خوشحالی کا مطلوب پورا ہوتا نظر آتا ہے اور وہ ان کی صحت اور واقعی افادیت کی تحقیق بھی نہیں کرتے ہیں۔

اس لئے آج اس بحث وتحقیق کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے جو ان وثنی عقائد اور مشرقی فلسفے کے اثر کا جائزہ لے جو عالمی پیمانے پر لوگوں میں شائع ہیں اور انہیں فروغ ملتا جا رہا ہے، اور مسلمانوں کے مختلف گروہ بھی ان کے تدریبی اور علاجی ظاہر سے فریب کھاتے ہوئے انہیں اپنی زندگی میں داخل کرتے جا رہے ہیں اور ان کا عملی نفاذ کر رہے ہیں، دراصل وہ ان کی مارکیٹنگ کرنے والے ان تشہیری دعووں کے پیچھے دوڑ پڑے ہیں جن میں زندگی میں ایک بہتر تبدیلی کی نوید سنائی جاتی ہے جس کا عنوان صحت، خوشحالی اور کامیابی ہے، یہ دعوے بہت مبالغہ آمیز ہیں، واقعات شاہد ہیں کہ ان کا حاصل ان خوبصورت وعدوں سے بہت بہت کم ہوتا ہے جن کی امید دلائی گئی ہوتی ہے، اور جو مالی، نفسیاتی اور صحی خسارے ہوتے ہیں وہ اس پر مستزاد ہیں۔

مشرقی فلسفوں اور ان کے مشرکانہ افکار کو فروغ دینے والے مغربی ادارے اور ان کے ذریعہ عالم اسلام میں داخل ہونے والی شرکیات، وثنیات اور خرافات (نئی بوتل میں وہی پرانی شراب خانہ خراب)

یہ مشرق بالخصوص امت مسلمہ کی بدنصیبی اور بے توفیقی ہے کہ وہ مغرب کے فکری کچرا گھروں سے برآمد ہونے والی غلاظتوں کو حد درجہ مستند سرمایۂ حیات سمجھ کر ان کی طرف لپک پڑتی ہے اور بہت دور تک بھٹکنے اور ٹامک ٹوئیاں مارنے کے بعد اسے ہوش آتا ہے کہ :

چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

مغرب کے اپنے معاشرتی حالات وظروف ہیں جن میں اس نے مذہب بیزاری کا ایک طویل عرصہ گزارا ہے، اس وقفے میں اس کا روحانی خلاء بڑھتا گیا ہے، اس کے اندر روحانی تقاضوں کی پیاس شدت اختیار کرتی گئی ہے، اور اس کے محرف ادیان اس پیاس کو بجھانے سے قاصر تھے، وہ اس کے جانے پرکھے تھے کہ ان میں وہ صلاحیت

موجود نہیں ہے، اسی اثناء میں مشرق کے سیانوں نے (جنھیں روحانی مرشد کہا جاتا تھا) اپنے مذہبی رسم ورواج اور فلسفوں کے ساتھ مغرب کا رخ کیا اور ان کی پیاس کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے اپنے دھرموں اور فلسفوں سے ایسے فارمولے تیار کئے جو مغربی ذہن کو اپیل کرنے والے تھے اور وہ اسے چشمۂ آب حیات سمجھتا ہوا دیوانہ وار اس سراب کے پیچھے دوڑ پڑا جس نے اسے آسودہ کرنے سے زیادہ تھکا یا مگر فکری افیم اور بھانگ کی طاقتور گولیوں نے اسے اپنے زیاں کا احساس ہی نہیں ہونے دیا۔ پھر مغرب کے ہوشیار اور دانا تاجروں نے ان فارمولوں کو اپنے تجارتی مفادات اور سیاسی مقاصد کے لئے اچک لیا اور نئے انداز سے اپنی استادانہ مہارتوں سے کام لیتے ہوئے ان کی مارکیٹنگ کرنے لگے۔

مغرب میں منظم روحانی تحریکوں کا دور

مغرب میں گزشتہ مسیحی صدی کی چھٹی دہائی میں منظم روحانی تحریکوں کا دور شروع ہوا جن میں سب سے نمایاں :

(پوشیدہ بشری صلاحیتوں کی تحریک)

Human Potential Movement

تھی جس میں مغربی فلاسفہ اور علماء کا ایک گروہ جمع ہو گیا تھا جو مختلف سائنسی اور علمی فروعات کے متخصص اور ماہرین تھے، ان سب کو اس اعتقاد نے جمع کیا تھا کہ انسان کے پاس کچھ مخفی صلاحتیں اور معمول سے ہٹ کر خارق توانائیاں ہیں جو معروف بشری طبیعت کو تجاوز کر جاتی ہیں، اس لئے ان کی تحقیق پر کام کرنا اور انہیں لوگوں کے سامنے نمایاں کرنا واجب ہے، تاکہ وہ اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ان سے استفادہ کر سکیں، اور یہ ان کے خیال میں وہی صلاحیتیں تھیں جنھیں اہل مشرق نے جان لیا تھا اور انھوں نے اپنے روحانی فلسفوں اور متنوع مذہبی رسومات کے ذریعہ انہیں ترقی دی تھی اس لئے غیر معمولی صلاحیتوں کے کسب میں انھوں نے نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔

تحریک کا مقصد

اس تحریک کا سب سے اہم مقصد اور ہدف یہ تھا کہ ان صلاحیتوں اور ان کے ساتھ اہل مشرق اور اصنام پرستوں کے طرق تعامل پر ریسرچ کیا جائے، اور اس پر معاون رسومات کی جدید تشکیل پر کام کیا جائے اور وہ تشکیل اس طرح

کی جائے کہ وہ علمی عہد کے مزاج اور ادیان اور نسبتوں کے اختلاف کے باوجود عوام کے روزمرہ زندگی کے مطالبات سے ہم آہنگ ہو، اس لئے اس تحریک نے اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ اپنی دینی غیر جانبداری اور اس دعوے کو نمایاں کرسکے کہ اس کی تیار کردہ تطبیقات (عملی مشقوں کا پروگرام) اور جن کی وہ دعوت دیتی ہے مختلف مذاہب اور عقائد کے موافق ہے اور مشرقی ادیان اور فلسفوں سے ماخوذ ہونے کے باوجود ان کے ماننے والوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔اور (بشری صلاحیتوں کی ترقی)Human Potential Developmentکے نام سے بہت سے پروگرام منظر عام پر آئے جو''مخفی بشری صلاحیتوں کی تحریک'' پر مشتمل فکر کی عملی مشقوں کے ذریعہ نمائندگی کرتے تھے اور مختلف وثنی عقائد اور مشرقی فلسفوں سے ماخوذ تھے، اور ان کی مارکیٹنگ شروع ہوئی، عوام کو یہ بتایا جانے لگا کہ وہ ان کے ذریعہ اپنی مخفی صلاحیتوں کا انکشاف کرسکتے ہیں اور انہیں خودمختاری عطا کرکے ان سے غایت درجہ استفادہ کرسکتے ہیں۔ پھر مختلف قسم کی تدریبی اور استشفائی تحریک کی عملی مشقوں اور ترویج واشاعت کا کام چل پڑا، ساتھ ہی تشہیری عمل بھی جاری تھا جس میں یہ بتایا جاتا تھا کہ یہ ایک جدید خوشحال زندگی کا آغاز ہے جس میں لوگ ایسی علمی اور تاثیری صلاحیتوں کے ساتھ ہوں گے جن کے ذریعہ ان کی رسائی مطلوبہ خوشحالی تک یقینی ہوجائے گی، اور مغرب کے ان علمی حلقوں میں جنھوں نے ان پروگراموں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی متابعت اور پیروی کی تھی یہ حقیقت خوب روشن ہوچکی تھی کہ ان سے مربوط لوگ اور ان کی پیروی کرنے والے مشرقی ادیان سے متاثر ہیں اور وہ بدھشتوں کو ان صلاحیتوں کو اپنے اختیار میں کرلینے میں آئیڈیل شمار کرتے ہیں اور اس بات کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے کہ جو مفاہیم نشر کئے جارہے ہیں اور جن نتائج کا دعویٰ کیا جارہا ہے ان میں کتنی سچائی پائی جاتی ہے؟ اور جو چیزیں علمی اور سائنسی حقائق کے نام پر پیش کی جارہی ہیں انہیں علمی منہج اور سائنسی اصولوں کے مطابق جانچنے کا بھی ان میں کوئی اہتمام نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ یورپ میں روحانیت کی واپسی کا نعرہ دینے والی جو لہر چلی ہوئی تھی ان پروگراموں کی مقبولیت میں اس کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔لہٰذا بعینہ اس ہدف کی دعوت دینے والے متعدد مراکز اور انسٹیٹیوٹس وجود میں آگئے، وہ سب اسی پر کام کرنے لگے کہ مشرقی روحانیوں کے یہاں پائی جانے والی مخفی قوتوں کے اسرار، ان کے فہم اور انہیں ایسے قوالب میں ڈھالنے پر ریسرچ اور تحقیق کی جائے جو مختلف مذاہب کے عام لوگوں کے لئے قابل قبول ہوں۔

❀ ❀ ❀

امریکا کا ایسالن انسٹیٹیوٹ

Esalen Institute

ان مراکز میں سب سے نمایاں ''اِیسالن انسٹیٹیوٹ (Esalen) تھا[1] جو مشرقی روحانی فکر کی مرکزی کارگاہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مرکز ہے جس کا مقصد مشرقی فلسفوں اور (مغربی) انسانی علم النفس کے درمیان توافق پیدا کرنا اور انہیں یکجا کرنا ہے، یہ مشرقی عملیات اور دینی رسومات کی تحقیق، اس کے اسرار کے اکتشاف اور عوام میں اس کی نشر واشاعت کے امکانات کا جائزہ لینے والا سینٹر ہے۔[2]

تحریک عصر جدید

New Age Movement

اِیسالن انسٹیٹیوٹ کی (مخفی بشری صلاحیتوں کی تحریک) ہی سے ''تحریک عصر جدید'' New Age Movement نامی ایک جدید روحانی تحریک پیدا ہوئی جس نے اور وسیع پیمانے پر عوام میں روحانی فلسفی فکر کی نشر واشاعت اور اس کی متنوع تطبیقات اور عملی مشقوں کی مارکیٹنگ میں مہارت اور تخصص کا ثبوت دیا اور یہ مہم اس نے تربیتی، استشفائی (علاجی) اور ریاضیاتی پروگراموں کے ذریعہ انجام دیکر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی کہ یہ ایک نئے دور کا آغاز ہے جس میں انسان اپنی بڑی قدرتوں اور صلاحیتوں کا اکتشاف کر رہا ہے، اور ان کے اعتقاد

---

① (Esalen) اِیسالن انسٹیٹیوٹ امریکن یونائیٹڈ اسٹیٹس کی ریاست کیلیفورنیا میں واقع ہے، اسے مخفی بشری قوتوں کے اکتشاف کے لئے ۱۹۶۱ء میں قائم کیا گیا تھا، اور یہ مغربی ومشرقی فلسفوں کی آمیزش کے عمل میں شہرت یافتہ ہے، اس میں تربیتی اور مشرقی وشامانی فلسفوں سے ماخوذ علاجی ورکشاپ قائم کئے جاتے ہیں، انسٹیٹیوٹ کا ہدف روحانی فکر Spirituality کی نشر واشاعت اور اسے مذہب Religion کا متبادل بنا کر پیش کرنا ہے، اس انسٹیٹیوٹ میں دسیوں فاؤنڈیشن خاص اس مقصد کے لئے بن چکے ہیں کہ: انسٹیٹیوٹ کی فکر کو امریکا کے اندر اور باہر مخفی بشری صلاحیتوں کی تحریک اور تحریک عصر جدید کے نام سے پیش کیا جائے۔

دیکھیے: The upstart springs : Esalen and the Human Potential Movement, Walter T.Anderson, iuniverse, lincoln, NE , USA, 2004 دیکھیے: انسٹیٹیوٹ کی آفیشل سائٹ: www.esalen.org۔

② دیکھیے: Perspectives on the new age - edited by : James R. Lewies & J Gordon Melton,P44۔

کے مطابق اس الٰہ (معبود) سے بے نیاز ہو چکا ہے جس کے متعلق آسمانی مذاہب خبر دیتے ہیں۔ [1]

تحریک عصر جدید نے دسیوں تربیتی واستشفائی (علاجی) پروگرام مشرقی ادیان اور وحشی قبائل کے عقائد سے اُخذ کر کے مرتب کئے جو انہیں (دھرموں) کے رسومات پر قائم تھے اور انہیں :

(بشری تنمیہ یا ذاتی ترقی)

Personal Develoment یا Human Potential of Development

کے نام پر پھیلایا۔ اور اس کے پروگرام کمیت وکیفیت اور تسویق (مارکیٹنگ) ہر اعتبار سے سابقہ پروگراموں پر فائق تھے، اور اپنی خوش قسمتی سے اس کو وہی زمانہ مل گیا جس میں انسان کی تعمیر اور بشری قوتوں سے استفادہ اور ان کی ترقی کا عالمی اہتمام شروع ہوا تھا؛ اس لئے یہ پروگرام اپنے آغاز ظہور ہی سے پہلے پہل امریکا میں پھر پورے یورپ میں پھیل گئے، اسی طرح انھوں نے عالم عرب اور عالم اسلام میں بھی بری طرح شب خون مارا، بالخصوص جبکہ مسلم ٹرینروں نے انہیں اپنا لیا اور ان کے فلسفوں کو حاشیے پر رکھنے کی کوشش کی یا علوم کو (اسلامی رنگ میں رنگنے) کے نام پر ان کے اور اسلامی مفاہیم کے درمیان توافق پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہے!

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں :

(بشری تنمیہ)

Human Potential of Development

ایک پرکشش نام اور ایک مجمل لفظ ہے جو مہارتوں کو ترقی دینے، شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی نشوونما اور اسی جیسی چیزوں پر دلالت کرتا ہے جو ایک ضروری تمدنی مطلوب ومقصود ہے، اور اپنی زندگی میں کامیابی تک رسائی کے لئے ادیان اور رجحانات کے اختلاف کے باوجود سبھی اس کے لئے کوشاں رہتے ہیں، ایسے ہی یہ نام :

(بشری موارد کے تنمیہ)

Human Resources Development

کے نام سے ملتا جلتا ہے جو ملکوں اور اداروں کی سطح پر عالمی وتمدنی اہتمام کا مرکز ہے اور اس کے سائبان تلے بہت سے مفید علمی وتربیتی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔

---

[1] حوالہ مذکور : PP 41-42۔

- **خواہ ان کا تعلق انتظامی امور سے ہو جیسے :**

  - منصوبہ بندی کرنا
  - اہداف کے خاکے بنانا
  - ٹائم مینجمنٹ (ادارۃ الوقت) وغیرہ

- **یا ان تربیتی پروگراموں سے ہو جو معاشرتی امور سے متعلق ہوتے ہیں مثلاً :**

  - تربیت اولاد اور خاندانی روابط کے فنون پر مشتمل کورسس

- **یا ان تربیتی کورسس سے ہو جن کا تعلق مہارتوں سے ہوتا ہے، مثلاً :**

  - گفتگو کے فنون
  - رابطے اور خطاب کی مہارتیں
  - اور زبانوں اور کمپیوٹروں وغیرہ کی مہارتیں

- **یا وہ امور جن کا تعلق نفسیاتی پہلوؤں سے ہوتا ہے مثلاً :**

  - حوصلہ بڑھانے والے اور کام کے دباؤ سے باہر نکالنے والے پروگرام

اور ایسے ہی دیگر پروگرام جو ہمہ گیر اور پائیدار ترقی اور نشوونما کے لئے نفع بخش اور مفید ہوں اور عالمی پیمانے پر عوامی اداروں اور اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں اس کی ایجاد اور اس کی تربیت کا نظام قائم کرنے میں سنجیدگی کے ساتھ عمل پیرا ہوں۔

- **غلط فہمی میں ناموں کا کردار :**

روحانی چھاپ رکھنے والے اس (بشری تنمیہ) کے پروگرام اور انسانی علوم کے محصولات پر قائم ''بشری موارد کے تنمیہ'' کے پروگرام میں امتزاج اور خلط ملط کے پیچھے نام میں اجمال اور دونوں لفظوں کے تشابہ کا اثر صاف صاف کارفرما نظر آتا ہے، اسی لئے افرادی اور جماعتی اعتبار سے مستفید ہونے والی بہت سی جہتوں کے نزدیک معاملے میں اشتباہ پیدا ہو گیا، بالخصوص اس لئے بھی کہ ٹریننگ ایک رائج تجارت اور اوپن مارکیٹ بن چکی ہے جس کا دارومدار تشہیری قوت اور ٹرینروں کی شخصیات پر ہے۔

• ناموں میں یکسانیت حقیقت وجوہر میں اختلاف :

اور حق یہ ہے کہ : ''بشری تنمیہ'' اور ''بشری موارد کے تنمیہ''

کے پروگراموں کے درمیان جوہر اور حقیقت اور اہداف ومحصولات کے اعتبار سے بہت بڑا اختلاف ہے، اس لئے کہ ''بشری موارد کے تنمیہ'' کے پروگرام مغربی تمدن کی پیداوار ہیں جو عقل، وقت اور علم کے اہتمام سے برآمد ہوئے ہیں، جبکہ ''بشری تنمیہ'' کے پروگراموں کو مغرب کے ان فکری مکاتب نے پیدا کیا ہے جو مشرقی فلسفے سے متاثر ہیں اور انسان کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ جسم میں محبوس ایک ایسی روحانی مخلوق ہے جس کی بہت سی قوتیں اور امکانات معطل ہو چکے ہیں، اور وہ روحانی مشقوں کے ذریعہ انہیں آزاد کر کے ترقی کرتا کرتا انسان کامل کے درجے تک پہنچ سکتا ہے۔

جیسا کہ بدھ مت Trancendentalism میں پایا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں ٹریننگ اور علاجی پروگراموں کی کثرت اور اس کے اسباب

عام ترقیاتی منصوبوں کے تقاضوں کے مطابق عصر حاضر میں ٹریننگ اور کوچنگ ایک اہم تمدنی واقتصادی صنعت بن چکی ہے، آج یہ عالمی پیمانے پر ایک نفع بخش تجارت ہے کیونکہ اس کی مانگ بہت بڑھ چکی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں تربیت کے اگلے اداروں کا کردار سمٹ چکا ہے جن کی نمائندگی گھر اور اسکول کے ذریعہ ہوا کرتی تھی، اور اس کے اسباب بہت سارے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آج معرفت اور رابطے کے ذرائع میں بڑی وسعت پیدا ہو چکی ہے، اور موجودہ معاشرتی حالات نے گھریلو تربیت کے لئے مہیا وقت اور اسکول کے معلمین اور نصاب کے تفاعل کو بہت محدود کر دیا ہے۔

ایسے ہی موجودہ زمانے میں متبادل طبی اور علاجی پروگراموں اور اس کی مختلف تطبیقات میں زبردست اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے، اور یہ پروگرام وباؤں کی کثرت اور ماحولیاتی آفتوں کے چھوڑے ہوئے مواد سے اپنی صحت کے لئے خائف اور فکرمند لوگوں کی پناہ گاہ بنتے گئے ہیں، اور جو لوگ روایتی کیمیائی علاج سے خود کو دور رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی ان سے مربوط ہو رہے ہیں، ایسا اس لئے بھی ہو رہا ہے کہ ان دنوں ڈاکٹروں کی غلطیوں، دواؤں کی

تجارت، اور کیمیکل سے بنی ہوئی دواؤں کے خطرناک جانبی اثرات (سائڈ ایفیکٹس) کا بڑا چرچا ہے اور اس کے متعلق عام گفتگو ہونے لگی ہے۔

اس طرح تربیتی اور علاجی پروگرام موجودہ زمانے کے مطالبات کا ایک اہم جز بن گئے ہیں۔ اور سرکاری یا غیر سرکاری طور پر بہت سے ٹریننگ سینٹر وجود میں آچکے ہیں، جبکہ باطنی فکر اور فلسفیانہ حقیقت کے حامل پروگراموں اور (بشری موارد کے تنمیہ) کے پروگراموں میں تمیز کرنا حد درجہ دشوار ہو چکا ہے، کیونکہ پروگراموں کے نام اکثر مجمل ہوتے ہیں اور اپنی حقیقت کا اظہار کرنے والے نہیں ہوتے ہیں، مثلاً: بشری توانائی کے پروگرام، ترقی ذات کے کورسس، نفسیاتی انجینئرنگ کے کورسس، اعصابی لغوی پروگرامنگ کے کورسس، عقلی اسٹراٹیجیوں کے کورسس، رنگوں اور مقام کی توانائی کے کورسس وغیرہ وغیرہ۔

ایسے ہی آج تغذیہ کے مراکز، ہیلتھ کلبوں اور متبادل طب کے سنٹروں میں مشرقی علاجی طریقوں کا دور دورہ ہے، متبادل طب کی لائسنس یافتہ اور غیر لائسنس یافتہ کلینکیں جابجا کھل چکی ہیں، ترقیاتی تربیتی اور علاجی پروگراموں میں صحیح اور غلط اس قدر خلط ملط ہو چکے ہیں کہ ان میں تمیز دشوار ہے، مختلف قسم کی نو وارد فلسفیانہ تطبیقات جو علم الامراض کے اصولوں پر قائم نہیں ہیں غیر محسوس طریقے پر در آئی ہیں، ان کا طب سے ذرا بھی حقیقی تعلق نہیں ہے، وہ سب بس کچھ فلسفیانہ معتقدات، اور وثنی رسومات ہیں جن میں تھوڑی سی ریاضی مشقوں کی آمیزش کر دی گئی ہے، یا ان میں کچھ دوائیں اور غذائیں شامل کر دی گئی ہیں، جن کی وجہ سے ان پر حق کا گمان گزرنے لگتا ہے اور ان میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے، اور ان کے ذریعہ قسم قسم کے باطل اور شرکیہ اعمال کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان پروگراموں کی سرپرستی کچھ مغربی علماء بھی کر رہے ہیں جو مشرقی فلسفوں سے متاثر ہیں، نیز کچھ اطباء بھی انہیں ایک قسم کے مفید وہمی علاج کی شفا طلب مشقیں تسلیم کر کے ان کی تائید کر رہے ہیں کہ چلو پیچیدہ بیماریوں کے حامل مریض انہیں کے سہارے امیدوں کی ڈور پکڑے اپنی باقی زندگی گزار دیں گے! اور ان پر علمی تجرباتی چھاپ ڈالنے میں ایسالن انسٹیٹیوٹ کا بہت بڑا کردار رہا ہے!

ان پروگراموں کا چینی اور ہندوستانی طب کے اصولوں [1]، فنون قتال اور مشرقی تاثیر سے بھی خاصا ربط رہا ہے

[1] یہ بات تو مسلم ہے کہ چینی اور ہندوستانی طب بہت قدیم ہے اور بہت سے امراض کے علاج میں وہ اپنی کامیابی اور فعالیت ثابت کر چکا ہے، مگر جہاں وہ علمی اور تجرباتی نسخوں پر مشتمل ہے وہیں اس میں فلسفیانہ عقائد اور دینی رسومات بھی شامل ہیں اور یہ آخری چیز اکثر طبی اور علاجی نسخوں میں جابجا گھسی ہوئی ہے اور وہاں لوگوں میں رائج بھی ہے کیونکہ وہ ان کے عقائد اور دھرموں سے مربوط ہے۔ اسی لئے اہل تخصص پر یہ واجب قرار پاتا ہے کہ وہ فلسفہ کو طب سے، عبادات اور دینی رسومات کو جسمانی ریاضتوں سے اور اس عظیم ورثے میں سے حقیقت کو دعووں سے الگ اور ممتاز کر دیں۔ ....

جنھیں اپنی وسیع تر قدیم تاریخ اور روحانیات کے ساتھ اہتمام کی وجہ سے کافی شہرت ملی ہے، اور عالمی طور پر بڑے پیمانے پر ان کے عام ہونے کا ایک سبب یہ بھی رہا ہے، نیز اہل مغرب نے روزمرہ زندگی کے نظام حیات کے طور پر ان پروگراموں کو اس لیے بھی قبول کرلیا کہ وہ روحانی اور نفسیاتی پہلوؤں کا اہتمام رکھتے ہیں؛ کیونکہ وہ خالص مادی فکر کی خشکی سے جو صدیوں ان کے یہاں چھائی رہی تھی تھک چکے تھے، مزید برآں ان کے پیچھے تشہیری قوت اور مارکیٹنگ کے عمدہ طریقے بھی برابر اپنا کام کرتے رہے۔ ان سارے اسباب نے معاصر زندگی کے طرز جدید کی شکل میں ثقافتوں اور ادیان کی تمیز کے بغیر سب کے لئے میسر ان پروگراموں کی نشر واشاعت اور اظہار میں اپنا اپنا کردار ادا کیا اور لوگوں نے انہیں آسانی، معتقدات اور قدیم تربیت کی ڈھیر ساری ترتیبات کے دباؤ اور زندگی کے پریشر سے نجات حاصل کرنے اور ایک نئی خوشگوار زندگی کے وسیلے کے طور پر قبول کرلیا۔

- **تشہیری مہم میں جدید وسائل کا کردار :**

مشرقی فلسفیانہ روحانیات کی فکری نشر واشاعت فقط (بشری تنمیہ) کے تربیتی کورسوں اور پروگراموں تک ہی محدود نہیں رہی جن میں متبادل طب کے مراکز میں علاجی نسخے، غذائی نظام یا ریاضی نظام بھی شامل تھے، بلکہ ساتھ ساتھ ڈیجیٹل اور مطبوعہ کتابیں تیار کی گئیں، فلمیں منظر عام پر لائی گئیں، آڈیوز بازار میں آئیں، اور قدیم باطنی سرمائے کا ترجمہ کر کے اسے مختلف شکلوں میں عام کیا گیا، اس طرح دنیا کے تمام گوشوں میں عام لوگوں کے درمیان اس فکر کی ادبیات نشر ہوگئیں، اور بہت سے لوگ موعود تبدیلی، نفسیاتی امن، خوشحالی، صحت اور کامیابی تک رسائی کی لالچ میں بھاگتے ہوئے ان پروگراموں کے مختلف مدارج کا حصہ بنتے چلے گئے۔

ذیل میں مشرقی فلسفے کے نمایاں اصول وقواعد اور مرتکزات کا بیان کیا جا رہا ہے، ساتھ ہی اس کے وثنی عقائد کا تعارف بھی سادہ الفاظ میں بالاختصار پیش کیا جا رہا ہے، تاکہ اس کی ٹریننگ دینے والے مسلمان اور استفادہ کرنے والے عوام ان سے آگاہ ہو کر صحیح موقف اختیار کرسکیں نیز علماء کے سامنے بھی اس کی تفصیلات آجائیں اور وہ ان نوازل محدثہ کا صحیح تصور قائم کر کے لوگوں میں بیداری پیدا کریں اور ان کے اعتقادی خطرات اور فلسفیانہ ضلالتوں سے انہیں آگاہ رکھیں۔

❊ ❊ ❊

.... ہماری اس تحریر سے آپ کو کچھ فائدہ ضرور ملے گا مگر یہ ایک مکمل ادارہ جاتی تحقیق وریسرچ کا موضوع ہے جس میں علوم کی مختلف شاخوں کے متخصصین کی مشارکت ضروری ہے، اس میں فیزیاء، طب اور علم النفس کے متخصصین کے ساتھ علوم شرعیہ کے ماہرین کی بھی ضرورت ہے۔

مشرقی فلسفیانہ معتقدات کے نمایاں اصول وقواعد

مشرقی فلسفے کا ارتکاز وجود، کائنات، حیات اور انسان کے فلسفیانہ تصور پر ہوتا ہے، اور وہ کائنات کی ابتدا وانتہا کا ایک ہمہ جہتی تصور پیش کرتا ہے مگر اس کی بنیاد معرفت غیب کی عقلی اور ذوقی کاوشوں پر قائم ہوتی ہے، جبکہ وحی کے بغیر اس کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ذیل میں ان اہم قواعد اور معتقدات کو مختصر طور پر پیش کیا جارہا ہے جن پر یہ فلسفہ قائم ہوتا ہے :

اول :

اس بات کا اعتقاد کہ وجود کی اصل ''ایک کلی'' ہے اور کائنات میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کی تجلی ہے

اس فلسفے کے اعتبار سے یہ ''واحد کلی''[1] ہی ہر چیز کی اصل ہے اور ہر چیز اسی کی طرف لوٹتی ہے، نہ وہ دیکھی جاتی ہے، نہ اس کی کوئی شکل ہے، نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔ ایک زبان سے دوسری زبان اور ایک دھرم سے دوسرے دھرم میں اس کے نام الگ الگ ہیں مگر مسمی ایک ہی ہے، چنانچہ چینی طاوی فلسفے میں اسے (طاو)Tao کہا جاتا ہے، وہی ہندووں کے یہاں (براہما) ہے، بدھشٹوں کے یہاں (بدھا) یا (آتما) ہے، مغرب کے وثنی ادیان کے ماننے والوں کے یہاں اسے (مانا)MANA کہتے ہیں، یونانی فلسفے میں اس کا نام (عقل کلی) ہے، مانویوں کے نزدیک وہ (نور اعلیٰ) ہے، فراعنہ اسے (کا) سے تعبیر کرتے تھے، اور وہی وحدت الوجود کے قائل صوفیاء کے نزدیک (ھو) سے جانا جاتا ہے۔

مشرقی فلسفے کے مطابق ساری کائنات اور اس میں موجود تمام چیزیں اسی (واحد کلی) سے وجود میں آئی ہیں اور ساری کائنات اور موجودات اس کی تجلیات ہیں، وہ اپنا وجود، اپنی قوت اور اپنی روحانیت اسی سے حاصل کرتی ہیں اور اس انبثاق (پھوٹ نکلنے) کی تعبیر اشراق، فیض، تجلی یا انقسام سے کی جاتی ہے۔

چینی فلسفے میں -جس کی اصطلاحات پر اکثر زیر بحث نو وارد پروگراموں کا دارومدار ہے- کائنات کی ابتدا (طاو) سے پھوٹ نکلنے والی ایک متناقض اور ہم آہنگ ثنائی سے ہوئی ہے جسے (ین) اور (یانگ) کہتے ہیں۔

---

[1] دیکھیے : الفلسفة في الهند : ۴۵۱ ، وتناسخ الأروح أصوله و آثاره : ۱۸۔

اس سے پھوٹ نکلنے والی پہلی ثنائی ایک (غیر مجسم وجود) سے عبارت ہے جسے (قی) کہتے ہیں اور وہ قوت مطلق ① کی نمائندگی کرتی ہے، اور اس فلسفے کی تطبیقات میں اس کا نام ایک پروگرام سے دوسرے پروگرام میں مختلف ہوتا ہے، چنانچہ اسے (کی)Ki، (چی-قی)Chi-Qi اور (پرانا)Prana کا نام دیتے ہیں، اور ایک (مجسم وجود) کہتے ہیں جس سے سورج اور چاند کی تشکیل ہوئی ہے۔

پھر شمس وقمر سے بہت سی متناقض ثنائیات وجود میں آئی ہیں جن سے ساری مجسم کائنات کی تکوین ہوئی ہے اور انسان بھی انہیں میں سے ہے۔ لہٰذا (مجسم) ثنائیات میں سب سے عظیم شمس وقمر ہیں، ان کے بعد سارے کواکب ونجوم ہیں۔

اور اس اعتقاد کے مطابق ان کواکب ونجوم سے قریب کائنات کے تمام امور کے خصائص، نوعیت اور مستقبل میں ان کی زبردست تاثیر ہوتی ہے، اور انسان بھی انہیں میں سے ہے۔

اور جہاں تک غیر مجسم وجود (قی) کی بات ہے تو وہ کلی کے خصائص سے زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ اپنی صفات پر باقی ہے: نہ وہ دیکھا جاتا ہے، نہ اس کی کوئی شکل ہے، نہ حد ہے۔ اسی لئے اس کے اندر ایک ایسی قوت ہے جو زبردست اور عظیم خصائص کی حامل ہے، اور اس کے اندر مجسم اجسام میں دوڑنے اور ساری جگہوں پر پہنچ جانے کی بھی خاصیت پائی جاتی ہے، جہاں وہ انہیں قوت حیات، صحت، روحانیت، محبت اور سعادت عطا کرتی ہے۔ اور انسان بھی کسی بھی مجسم وجود کی طرح حیات، قوت اور محبت وغیرہ کے لئے اس کا محتاج ہے، اور وہ اپنی طبیعت کے اعتبار سے توانائی کی ایک خاص مشینری سے آراستہ ہے جو اس کے اندر یہ صلاحیت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ ان مشقوں اور رسومات کی پابندی کے اعتبار سے جو اس طاقت کے پورے جسم میں پھیل جانے میں معاون ہوں اپنے اندر اس کا اضافہ کر لے تاکہ اس کے ذریعہ اسے قوت حیات کی توانائی مل جائے، اور اس کا ذخیرہ اس کی ان مخفی قوتوں میں شمار ہوتا ہے جنھیں مخصوص رسومات اور مشقوں کے ذریعہ باہر لایا جا سکتا ہے، اور اس اعتقاد کے مطابق انسان اتنی ہی ترقی کر سکتا ہے جتنا وہ اس کونی طاقت کے حصول میں کامیاب ہوتا ہے اور ترقی کرتا کرتا وہ اس ''واحد کلی'' کے خصائص سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ ②

---

① ان لوگوں کے یہاں اس کا مشہور تسمیہ (توانائی) ہے جس میں کھلی ہوئی تدلیس پائی جاتی ہے جس کا مقصد لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنا ہے کہ یہ وہی توانائی ہے جس کا تعلق فزیکس کی توانائی کی قسموں سے ہے جس کے انواع کا اکتشاف سائنس کرتی ہے، حالانکہ یہ ایک فلسفی اعتقاد ہے جس کا تجرباتی علم سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ آگے چل کر اس کی تطبیقات اور پروگراموں کے تعارف سے واضح ہو جائے گا۔

② دیکھیے: كتاب التاو: ٧٧ اور المبدأ الفريد: ٤٥۔

کونی طاقت (قی) ہی اپنے مختلف ناموں سے مشرقی فلسفے کی اصل ہے، اور یہی اس سے ماخوذ ٹریننگ اور علاج کے پروگراموں کی بھی اساس ہے۔

کتاب اسرار الطاقۃ کے مولف فرماتے ہیں کہ :

''جب آپ اس حقیقت کو پالیں گے کہ آپ ہر وجود میں موجود ہیں... تب آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ ایک ایسا جزء ہیں جو کونی اکائی اور خود اپنے اندر موجود مخفی طاقت (توانائی) سے جو خالق کی توانائی سے مجسم ہے الگ نہیں ہوتا ہے، اور یہاں ہم پلٹ کر آپ کو حلاج کی یاد دلاتے ہیں جو کہتا ہے :

رُوْحُهُ رُوْحِيْ وَ رُوْحِيْ رُوْحُهُ
إِنْ يَشَأْ شِئْتُ وَ إِنْ شِئْتُ يَشَأْ

اس کی روح میری روح ہے اور میری روح اس کی روح ہے، اس کی مشیئت میں میری مشیئت ہے اور میری مشیئت میں اس کی مشیئت ہے۔

اس وقت تم ناظر بھی ہوگے اور منظور بھی، قاری بھی ہوگے مقروء بھی، تمہیں چہرہ بھی ہوگے اور آئینہ بھی، اور نغموں کی کتابوں میں عظیم ترین لفظوں کی طرح (حلقہ کاملہ) بن جاؤ گے، اللہ کے ساتھ عابد بھی ایک ہوجائے گا اور طالب ومطلوب ایک بن جائیں گے''۔ ①

دوم :

(ین / یانگ) کی قوتوں اوران کے درمیان ہم آہنگی اور توازن کی ضرورت کا اعتقاد

(ین / یانگ) کا طاوی فلسفہ ایک ایسا فلسفہ شمار کیا جاتا ہے جس کی جڑیں مشرقی ادیان میں بہت گہری ہیں کیونکہ موجودات کے وجود میں آنے اور ان کے تجسم کی تفسیر یہی ہیں، اور روزمرہ زندگی میں انہیں کی فہم اور ان کے تقاضوں کی عملی تطبیق کی اساس پر ہی نجات، خلاصی اور وحدت کی طرف واپسی کا حصول ہوتا ہے۔

اس فلسفے کے مطابق کائنات اپنی تمام موجودات کے ساتھ (ین / یانگ) نامی متناقض وہم آہنگ ثنائیات کی شکل

① أسرار الطاقة : ١٦٦-١٦٧۔

میں (کلی واحد) سے انبثاق اور فیض کی صورت میں وجود میں آئی ہے، (ین) : چاند، انوثت، سکون، ٹھنڈک اور ایجابیت کی نمائندگی کرتی ہے جبکہ (یانگ) سورج، ذکورت، حرکت، حرارت اور سلبیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس فلسفے کی تطبیقات ان دونوں قوتوں میں توازن اور ان دونوں نقیضوں : موجب وسالب اور مذکر ومؤنث کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی دعوت دیتی ہیں تا کہ سب مل کر ایک متوازن وہم آہنگ اکائی بن جائیں۔ ①

اس فلسفے کے مطابق (ین / یانگ) کی ثنائی ہر چیز میں تسلسل کے ساتھ موجود ہے، اور وہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے، اس لئے ایسا ہوسکتا ہے کہ (ین) کسی زمانے میں پائی جائے اور (یانگ) کسی اور زمانے میں! یا دوسرے ظروف میں شمس وقمر اور کواکب کی حرکت اور عناصر خمسہ : (لکڑی، آگ، زمین، معدن اور پانی) کی قوتیں اس کی تعیین کریں، اور یہ سب ایک کامل حلقے کی نمائندگی کرتے ہیں ہر عنصر خود کار طور پر ایک عنصر پیدا کرتا ہے اور دوسرے کو تباہ کرتا ہے، طبیعت میں دائمی توازن کی ایجاد کے لئے ان میں کونی طاقتوں کے قوانین کارفرما ہوا کرتے ہیں۔

اس فلسفے میں انسان پر لازم ہے کہ وہ (ین / یانگ) کی قوتوں کے درمیان توازن کے لئے کوشاں رہے؛ تا کہ اسے (کلی) کے ساتھ کامل ہم آہنگی نصیب ہوجائے اور وہ نجات تک یا وہاں تک پہنچ جائے جسے (نروان) ② کہا جاتا ہے جہاں اس کی روح جسم کی قید سے آزاد ہوجاتی ہے اور اس درجے تک رسائی حاصل کر لینے والے کو صحت، قوت، سعادت اور حکمت مل جاتی ہے۔

اس فلسفے اور اس کے مختلف نظریات سے ماخوذ نو وارد تدریب واستشفاء کے پروگراموں کا جائزہ لینے سے جو تبدیلی، صحت، اور کامیابی کی دعوت دیتے ہیں یہ حقیقت اچھی طرح ظاہر ہوجاتی ہے کہ اس کی اکثر مشقیں اور ہدایات اسی فلسفے کی عملی تطبیقات ہیں جن کا مقصد انسان کے مجسم وجود اور اس کے ارد گرد موجود غیر مجسم قوتوں کے درمیان یکجہتی کے حصول میں تعاون کرنا ہے تا کہ اسے (کلی) کے ساتھ اتحاد کے لئے مطلوب کامل ہم آہنگی میسر آسکے اور سب متحد اور ایک ہوجائیں! چنانچہ (تی گونگ)، (تائی جی قوان) اور (یوگا) کی مشقیں یا ریاضتیں ہوں یا (میکروبیوٹک)

---

① الفكر الشرقي القديم : ٣٣٨۔

② نروان (Nirvana) بدھ مت میں ایک معروف مشرقی فلسفی دینی اصطلاح ہے، اور یہ نو وارد تدریب (ٹریننگ) اور استشفاء کے پروگراموں میں علمی اصطلاح کے طور پر رائج ہے! اس کی اصل سنسکرت اور بالی زبان میں پائی جاتی ہے اور اس کا معنی شہوت کا معدوم ہونا یا بجھ جانا ہے، اور اس کا مقصد : مادی حیات کی بیڑیوں اور جسمانی شہوتوں سے نجات اور ابدی سعادت کی تحقیق ہے۔

(اس کے اصولوں کے لئے دیکھیے : مجموعة اصطلاحات البوذية : ٢٤٦ ، اور الفلسفة الهندية : ٢٣٠)

اور نو وارد روحانی پروگراموں میں اسے مرحلہ جذب ورفعت یا سرور کامل یا غشیہ (غیاب یا بیہوشی کا مرحلہ) کہا جاتا ہے۔ (دیکھیے : التنويم : ٢٦)

نظام پر مبنی طرز حیات ہو ان سب میں دارومدار (ین / یانگ) کی مابعد الطبیعاتی خصائص کی فہم پر ہوتا ہے، اور کونی توانائی کے ساتھ ہم آہنگی اور توافق کے لئے جسم میں ان دونوں کے توازن پر ہی کام کیا جاتا ہے۔

اس فلسفے کے مطابق (ین / یانگ) مابعد الطبیعاتی قوتیں ہیں، اور ان کے اسرار گزشتہ چینی حکماء اور ان کے تلامذہ وخواص کے یہاں معروف ہیں۔

جدید توسع اور وسائل تواصل کے عہد میں اس کے اسرار عام ہو چکے ہیں اور اس کی تطبیقات لوگوں میں اس طور پر مشتہر ہیں کہ وہ صحت، کامیابی اور تمیز سے متعلق توانائی سے بھرپور پروگرام ہیں جو کائنات، فلک، فزیکس اور غذا وغیرہ کے بارے میں بحث کرنے والے نیچرل مشرقی علوم سے ماخوذ ہیں۔ مگر مطلوبہ نتائج کے حصول کی ضمانت کے لئے توانائی کے اسرار اور (ین / یانگ) کے موسمی اور فصلی تغیرات کے ماہرین اور سیانوں سے رجوع کرنے کی بھاری اہمیت اپنی جگہ پر باقی ہے۔ ①

سوم :

عناصر خمسہ اور ان کی کونی تاثیرات کا اعتقاد

جدید اشتشفاء وتدریب کے بیشتر پروگرام جن اہم اصولوں پر قائم ہیں انہیں میں عناصر خمسہ اور ان کی کونی تاثیرات کا اعتقاد بھی ہے، اور یہ ایک ایسا اصول ہے جو طاوازم اور بدھ مت کے مشرقی فلسفے سے ماخوذ ہے، اور کونی طاقت (تی) اور (ین / یانگ) کے فلسفوں کی تکمیل کرنے والا ہے۔

عناصر خمسہ کی قوت کا اعتقاد بڑا پیچیدہ اعتقاد ہے، اس کا سمجھنا دشوار اور مشکل ہے اور وہ بھی سارے فلسفیانہ عقائد کی طرح اسرار سے پر ہے ② البتہ اس کی جو باتیں ہمارے لئے اہم ہیں ہم ان کی مختصر شرح آئندہ سطور میں پیش کر رہے ہیں :

---

① بہت سے مسلمان ٹرینز فلسفۂ (ین / یانگ) کی شرح کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یہ اشیاء کی ایسی تقسیم ہے جو ان میں ظاہر فطری تضاد کی نمائندگی کرتی ہے! اور یہ وہی زوجیت ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے! جبکہ حق یہ ہے کہ یہ فلسفہ اعتقادی جڑوں والا ہے اور اس مشرقی فلسفے کے مجموعہ سے الگ نہیں ہے جو اپنی تمام تر کفریات اور شرکیات کے ساتھ موجود ہے۔

(مثال کے طور پر دیکھیے : مقدمة بين الطب النبوي والماكروبيوتيك لأسامة مأمون : ١٠٥-١٢٣، علم الطاقات التسع: ١١-٣٢)

② دیکھیے : العناصر الخمسة والسوق العشرة : ٢٣ ۔

''اس کا مطلب یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ تمام کائنات کا مرجع پانچ عناصر ہیں جو حسب ذیل ہیں : (پانی، لکڑی، آگ، مٹی اور معدن) یہی پانچوں عناصر تمام موجودات کا اساسی مواد شمار کئے جاتے ہیں، اور یہ عناصر کائنات میں (ین / یانگ) کے مختلف تحولات (تغیرات) اور تاثیرات سے پیدا ہوتے ہیں [1]، اور چینی فلسفے کے مطابق عناصر خمسہ (ین / یانغ) کے باہمی تفاعل سے وجود میں آئے ہیں اور اس کے بعد سے وہ دائمی تفاعل میں ہیں اور ان کے درمیان تعمیر وتخریب کا تعلق قائم ہے، اور محیط حالات وظروف، زمانے اور سمتوں کے اعتبار سے تمام موجودات انہیں سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور موجودات کی تکوین کرنے والے یہ عناصر ایک گشتی سلسلے کے اعتبار سے جس کا تعلق افلاک ونجوم کی حرکت سے ہوتا ہے دائمی تفاعل کی کیفیت میں ہوتے ہیں اور بقا یا فنا اور صحت ومرض کے اعتبار سے تمام موجودات پر اثر انداز ہوتے ہیں، ایسے ہی ان کا اثر لوگوں کی شخصیات اور ان کے طوالع (قسمتوں) اور اسی طرح کے دیگر متغیرات پر بھی ہوتا ہے! اس لئے لمبی خوشگوار زندگی، صحت اور دائمی سعادت کی خاطر اس فلسفے کے ماننے والوں پر لازم ہے کہ وہ ان عناصر کے درمیان توازن کے لئے کوشاں رہیں''۔

روزمرہ زندگی میں فلسفۂ عناصر خمسہ کی تطبیق کا دارومدار اس اساس پر ہے کہ ہر عنصر کے لئے جسم کے اعضاء میں سے ایک عضو خاص ہوتا ہے جو اس کے موافق ہوتا ہے، ایسے ہی ایک رنگ بھی خاص ہوتا ہے، اور یہی معاملہ سمتوں، شکلوں اور پتھروں وغیرہ کا بھی ہے، اس لئے زندگی میں ان اسرار کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، تاکہ صحت وسلامتی اور سعادت میں موثر مطلوبہ کونی توازن اور اس کی ہم آہنگی کو بگاڑنے والے حالات سے بچے رہنے کی ضمانت حاصل رہے۔

استشفاء وتدریب کے معاصر پروگراموں اور ان کی ادبیات میں عناصر خمسہ اور ان کے موافقات اور ان کی اساس پر تنظیم حیات کی کیفیت کی شرح میں اس بات کی وضاحت کی جاتی ہے کہ غذا کی نوعیت کیا ہو، طریقۂ تنفس کیا ہو، سمتوں، رنگوں، شکلوں اور ان کی خفیہ قوتوں کے اسرار کی رعایت گھروں کی تیاری اور ترتیب میں کس طرح کی جائے؟ ایسے ہی امراض کی تشخیص اور ان کے علاج تجویز کرنے کی کیفیات بھی اس کا موضوع بحث ہوا کرتی ہیں [2] ایسے ہی اس کا تعلق بہت سے روحانی امور اور خارق قوتوں مثلاً: مستقبل اور اس میں پیش آنے والے واقعات اور سعادت یا شقاوت کی پیشینگوئی کی صلاحیتوں کے حصول میں عناصر خمسہ کے تحولات کے اسرار کو سمجھنے سمجھانے سے بھی ہے۔

---

① دیکھیے : طاقة الكون بين يديك : ٢٦ ، الفكر الشرقي القديم : ٣٣٨ ۔

② دیکھیے : مقدمة بين الطب النبوي والماكربيوتيك : ١٠٥-١٢٣ ، علم الطاقات التسع : ١١-٣٢ ۔

چہارم :

Astral body

جسم اثیری کا اعتقاد

مشرقی فلسفے میں جسم اثیری ایک اہم اصول ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

''اس فلسفے میں بنیادی طور پر یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ تمام (مجسم) کائنات کے سات اجسام ہوا کرتے ہیں!

۱- مادی بدنی جسم ۲- جسم اثیری ۳- عاطفی (جذباتی) ۴- عقلی

۵- کوبکی ۶- قدسی ۷- اور سب سے آخری جسم سببی ہے

جسم اثیری ایک (غیر مجسم) جزء ہوتا ہے جو (واحد کلی) سے نکلتا ہے اور اپنی تمام طاقتوں (توانائیوں) اور امکانات کے ساتھ جسم (یعنی بدنی جسم) میں محبوس ہوجاتا ہے، اور یہی سب سے اہم جسم ہوتا ہے، کیونکہ اسی پر طاقت (توانائی) کی ایک کامل مشینری ہوتی ہے، جس کے ذریعہ کونی توانائی کا سارے اجسام سبعہ میں پہنچنا ممکن ہوتا ہے، اور اس طرح انہیں اس کے ذریعہ سعادت، صحت اور حکمت ملتی ہے، اور اس کے حامل کی چھٹی حس بہت تیز اور مضبوط ہوجاتی ہے جس سے اسے تاثیر اور علم وغیرہ کی خارق صلاحیتیں حاصل ہوجاتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ جو باقی اجسام ہیں تو ان میں سے ہر ایک کا انسان کے کسی نہ کسی پہلو کے ساتھ اختصاص ہے اور جب انسان اس سے آگاہ ہوجاتا ہے تو وہ اسے زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکتا ہے اور اسے ایسے مواقع فراہم کرسکتا ہے جن کے ذریعہ وہ انسان کی معتاد صلاحیتوں سے کافی آگے بڑھ جائے، اور جب انسان روحانی سکون اور خوشی کے کمال تک پہنچتا ہے جہاں -ان لوگوں کے اعتقاد کے مطابق- اسے کلی کے ساتھ وحدت کا احساس ہوتا ہے تو اس وقت اس پر جسم (قدسی) کا غلبہ ہوتا ہے۔

اور آخری جسم جسے جسم (سببی) کہا جاتا ہے سعادت سرمدی (نروان) Nirvana کے عالم میں حکماء اور متنورین اسی جسم کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، اور وہ سب سے کامل حالت میں اس وقت ہوتا ہے جب خواہشات کو مار کر مادی جسم کو فنا کردیا جائے یا اس پر موت طاری ہوجائے، تب کائنات میں اس کی تاثیری صلاحیتیں مضبوط اور توانا ہوجاتی ہیں۔ [1]

---

① مزید معلومات کے لئے دیکھیے : الشفاء بالطاقة الحيوية : ۲۹، الطاقة الخفية والحاسة السادسة : ۱۴۲ ، الوجوه الأربعة للطاقة : ۶۱۔

مشرقی فلسفے کے مطابق جسم اثیری کی اہمیت یوں ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کے اندر (کونی توانائی) کے ساتھ ہم آہنگی کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے کہ اس جسم (اثیری) میں کونی طاقت کو اخذ کرنے اور اسے انسان کے سارے جسم میں بہانے اور دوڑا دینے کے لئے تمام ضرورتوں سے لیس ایک کامل مشینری پائی جاتی ہے۔ اور یہ جسم اثیری انسان کے ساتھ اس کی ولادت کے وقت سے ہی موجود ہوتا ہے، اور ایک نقرئی ڈور کے ذریعہ سدا اس سے مربوط رہتا ہے، اور انسان کے لئے اس وقت اسے دیکھنا ممکن ہوتا ہے جب وہ (جسم کے باہر سفر) Out-of-body experience کا تجربہ کرتا ہے، اس وقت وہ اپنے جسم اثیری کے ساتھ بدنی جسم سے دور چلا جاتا ہے مگر اس ڈور کے ذریعہ اس سے مربوط بھی رہتا ہے جو اسی وقت کٹتی ہے جب آدمی مرجاتا ہے۔

توانائی کے فلسفے میں چکروں کی اہمیت

اور توانائی کی جس مشینری کا یہ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں وہ اس جسم پر بنیادی منطقوں سے آتی ہے جنھیں چکر [1] (پہیے) کہا جاتا ہے، اور یہ چکر کونی توانائی سے رابطے کے منافذ (گزرگاہ) ہوا کرتے ہیں! اور ہر (چکر) ایک پیچدار گھومنے والی توانائی کے ساتھ ملنے کے مقام کے مانند ہوتا ہے جو جسم اثیری کو بدنی جسم کے ساتھ جوڑتی ہے۔ اور یہ چکے (چکر) ہر انسان کے پاس موجود توانائی حیات کا ذخیرہ شمار کئے جاتے ہیں؛ اور یہی بدن تک کونی توانائی کے پہنچنے کی گزرگاہ اور دیگر ساتوں اجسام سے خروج ودخول کا منفذ بھی ہوتے ہیں، اور یہ چکر (پہیے) شاخدار راہوں سے مربوط ہوتے ہیں جنھیں (نادیات) یا (زوالیات) کہا جاتا ہے جو اپنے مجموعے سے توانائی کی وہ مشینری تشکیل دیتی ہیں جو انسان کی زندگی صحت اور سعادت کی ذمہ دار ہوتی ہے!

مشرقی فلسفے کے مطابق ہر (چکر) کا ایک مذکر یا مؤنث نام ہوتا ہے جو اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اور اس کی ایک خاص قدرت، طاقت اور توانائی ہوتی ہے، اور اس کا ایک مقدس رمز یا اسی کے ساتھ مخصوص ایک إلٰہ (دیوتا) ہوتا ہے، اور اسے ایک خاص رنگ پسند ہوتا ہے جو اس کی فعالیت پر اثر انداز ہوتا ہے، اور اس کی طاقت (توانائی) مخصوص قسم کے قیمتی ونفیس پتھروں (Precious Stones) میں ظاہر اور منعکس ہوتی ہے جسے اس کے خصائص کے حصول کے لئے اپنے پاس رکھا اور استعمال کیا جاسکتا ہے، ایسے ہی ہر چکر کی توانائی کو خاص قسم کی عطریاتی خوشبوؤں کے ذریعہ برانگیختہ کیا جاسکتا ہے!

---

[1] یہ سنسکرت کا ایک لفظ ہے جس کا معنی چکہ (چرخی) (Wheel or vortex) ہوتا ہے۔

• منتروں کی اہمیت :

اور ان چکروں کو سرگرم کرنے کے سب سے قوی اسرار خاص منتروں ① کے جاپ اور بھجن میں پائے جاتے ہیں جو ان چکروں کی لامحدود توانائی کی پراسرار کنجی جیسے ہیں۔ ②

اور یہی منتر خارق قوتوں اور موثر کونی توانائی کے حصول کے لئے ایک پراسرار قوت تسلیم کئے جاتے ہیں!

مریم نور جو عالم عربی واسلامی میں نو وارد استشفائی تطبیقات کی صف اول کی ٹرینزوں میں سے ہیں منتر کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ :

''یہ فقط ایک لفظ ہوتا ہے جس کی آپ اس طرح تکرار در تکرار کرتے ہیں کہ آپ کی ساری عقلی توانائی اسی ایک لفظ پر مرکوز ہوجاتی ہے، تب اسوقت یہ لفظ ایک شیشے میں تبدیل ہوجاتا ہے اور آپ کی عقل میں موجود ساری توانائی کو جمع کرلیتا ہے جس کی وجہ سے آپ قوی اور موثر بن جاتے ہیں، یہاں تک کہ آپ فقط تفکیر سے معجزات انجام دے سکتے ہیں...اگر آپ منتر کے ماہرین میں سے ہوجائیں تو آپ درخت سے کہہ سکتے ہیں کہ مرجا تو وہ مرجائے گا، ایسے ہی اگر آپ کسی شخص سے کہیں کہ تندرست ہوجا تو اسے اپنے مرض سے عافیت مل جائے گی، اور اگر آپ کسی شخص سے کہیں گے کہ بیمار ہوجا تو وہ بیماری میں مبتلا ہوجائے گا''۔ ③

• چکروں کی تعداد میں اختلاف :

ادیان شرقیہ کے ماننے والوں میں ان (چکروں) کی تعداد کے متعلق ہلکا سا اختلاف ہے کہ وہ پانچ ہیں، سات ہیں یا نو ہیں، البتہ یہ سب مرتب طور پر ایک چینل کی لمبائی پر واقع ہیں جنھیں (کنڈالینی) Kundalini کہا جاتا ہے، اور یہ سر کی چوٹی سے ریڑھ کی ہڈی کے آخری گوشے تک جسم اثیری پر چلے جاتے ہیں اور بدن پر ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں، اور اکثر نو وارد استشفائی اور تدریبی پروگرام سات چکروں کے اعتقاد پر ایسے ہی

---

① منتر (Mantra) ایک خاص لفظ ہوتا ہے جس کا جاپ نہایت سکون کے ساتھ (چکروں) کو کھولنے کے لئے یا مراقبے کے وقت کیا جاتا ہے، اور منتر عام طور پر ان اشیاء کے نام ہوا کرتے ہیں جو مشرقی ادیان میں مقدس سمجھے جاتے ہیں، اہل مشرق کا ماننا یہ ہے کہ یہ منتر توانائی کو جمع کرنے کا کام ایسے کرتے ہیں جیسے وہ کوئی شیشہ ہوں، اس طرح انسان کے اندر توانائی کی قوت سے محض نظر یا حکم کے ذریعہ محسوس وغیر محسوس اشیاء میں تصرف کی قدرت وصلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

(دیکھیے : فصل (المانترا) في مذكرة ستة أيام في بيت السلام مريم نور)

② دیکھیے : العافية : ۸۶ ، طاقة الكون بين يديك : ۲۴ ۔

③ من مذكرة البرنامج التدريبي (ستة أيام في بيت السلام) مريم نور ، ص ۸۴-۸۵ ۔

اعتماد کرتے ہیں جیسے کہ وہ بدھ مت کے ورثے میں پائے جاتے ہیں! اور جہاں تک (زوالیات) کی بات ہے تو وہ جسم میں پورے طور پر بدنی جسم کی اعصابی لائن سے ملے ہوتے ہیں، اور انہیں پر ان پوائنٹس کا ایک مجموعہ واقع ہوتا ہے جو اس اعتقاد کے مطابق ایسے مقامات شمار کئے جاتے ہیں جن کی جسم کے اندر توانائی کو سرگرم کرنے اور اسے استقلال عطا کرنے میں خاص اہمیت ہوتی ہے۔ ①

• جسم اثیری اور چکروں کی شرح :

اس فلسفے پر قائم تدریب واستشفاء کے پروگراموں میں جسم (اثیری) کی مع اس کے چکروں کے یوں شرح کی جاتی ہے کہ وہ ہمارے جسم میں موجود ایک ایسی مشینری ہے جس کا تعلق عالم روح سے ہے، اور یہی انسان کے لئے بڑی روحانی اور علاجی خواص والی کونی توانائی کے حصول کا مصدر بھی ہے جو قدیم زمانے سے چینی اور ہندوستانی طب کے نزدیک معروف ہے! ان پروگراموں میں اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ یہ (چکر) کیسے کھیلیں گے، اور ان کے اردگرد کا احاطہ کرنے والی مساحت کیسے سرگرم ہوگی، اور بدنی جسم کی شاخدار لائنوں میں کیسے روانی پیدا ہوگی؟ ان کا ذریعہ کچھ مخصوص قسم کی ریاضتیں اور بھجن ہوتے ہیں، اور ان کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ کائنات کے ساتھ کامل ہم آہنگی پیدا کر کے ان پروگراموں میں تربیت حاصل کرنے والوں کے اندر ذات کی ترقی، صلاحیتوں میں اضافے اور روحانیات سے متمتع ہونے کے لئے توانائی کی قوت سے استفادے کی انتہائی استعداد اور صلاحیت پیدا کر دی جائے۔

• شراب سے پہلے سرور :

میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر

اور اس فلسفے اور اس کی تطبیقات کے مطابق توانائی کی مشینری کے لئے کی جانے والی ان مشقوں کے فوائد اور منافع صحت، سکون اور سلامتی کے آثار کو تجاوز کر جاتے ہیں تب انسان کو نمایاں کامیابی ہاتھ آجاتی ہے، وہ خارق قدرتوں اور صلاحیتوں کا مالک بن جاتا ہے، مثلاً اس کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ کسی انسان کو محض چھو کر شفاء دے سکتا ہے، اس پر دنیوی عوارض سردی گرمی کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، بلکہ جو ماسٹر یا مردِ توانائی (پاور مین) کے درجے تک پہنچ جاتا ہے وہ لوگوں کے افکار بھی پڑھ سکتا ہے، اور محض تفکیر ونظریا کلام سے اشیاء واشخاص اور حوادث میں

① دیکھیے : الكامل في اليوغا : ٣٤٤ ، اور اس فلسفے کو تطبیقی شکل اور علمی غلاف کے تحت پیش کرنے کے طریقے کو جاننے کے لئے دیکھیے: مقدمة بين الطب النبوي والماكرو بيوتيك: ١١٧-١٢٣ ، والشفاء بالطاقة الحيوية : ٢٩ ۔

تصرف کرسکتا ہے، اور جیسے جیسے تنویم ذاتی اور (تغیراتی شعور کے حالات)[1] میں دخول کے میدان میں اس کی تطبیق مشقوں کی تعداد میں اضافہ اور تنوع پیدا ہوتا جاتا ہے ویسے ہی اس کی قدرتوں اور خوارق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے!!

ایسے ہی ہر اس معمولی اور عام انسان کے لئے بھی اس توانائی کے دیگر وظائف ہیں جو خوشگوار زندگی اور عمدہ صحت کی چاہت رکھتا ہو، تو یہ صحت میں توازن کا سبب ہے، مزمن اور پیچیدہ امراض سے شفاء اور نفسیاتی سکون تک رسائی کا بھی سبب ہے، اور یہی عقل نشاط، تازگی، روحانیت اور خود اعتمادی کے پیچھے بھی کارفرما ہوتی ہے، اسی لئے توانائی کے ذریعہ علاج کی ترویج اس طور پر کی جاتی ہے کہ یہ ایک تکاملی علاج ہے، جس میں جسم، نفس، روح اور عقل کا علاج ایک ساتھ اور یکساں طور پر ہوتا ہے![2]

● بے بنیاد فلسفہ اور فکری انارکی :

توانائی کے تدریبی واستشفائی پروگراموں میں ٹرینر حضرات تربیت حاصل کرنے والوں کو یہ بتاتے ہیں کہ وہ انہیں ایسی (ٹیکنکس Techniques) سکھاتے ہیں جو ان کے اندر اس بات کی صلاحیت پیدا کردیتی ہیں کہ وہ (چکروں Chakras) کے منافذ (گزرگاہوں) کو کھول کر اپنے پاس موجود توانائی کی مشینری سے استفادہ کرسکتے ہیں اور قوت حیات کی توانائی سے بھاری مقدار حاصل کرسکتے ہیں، یا اس سے متحد ہوسکتے ہیں، اس طرح وہ زندگی کی مشکلات، بیماریوں اور شقاوتوں سے مطلوبہ نجات حاصل کرکے (نروان) تک پہنچ جائیں گے جہاں صحت، خوشحالی اور حکمت ہوتی ہے۔[3]

اور (تدریبی ٹیکنکس) مخصوص بھجنوں (منتروں) اور معینہ وضعیات (حالتوں) پر مشتمل ہوتی ہیں جو مختلف مشرقی ادیان میں معروف روحانی مراسم، عبادتوں اور ریاضتوں سے ماخوذ ہیں اور یہ ان کے نزدیک اس لئے انجام دی جاتی ہیں تاکہ روح کی گردش سے نجات اور چھٹکارا مل جائے اور تاثیر وشفاء کی غیر معمولی قوت حاصل ہوجائے، اور ان سے اپنی ذات کو اور دوسروں کو صرف چھوکر شفاء دینے کی حکمت اور قدرت بھی مل جاتی ہے۔ ادھر مسلمان ٹرینروں کا ارتکاز تاثیر، شفا اور سعادت کی قوت حاصل کرنے کے پہلوؤں پر ہوتا ہے، اور وہ انہیں (اپنے) دینی مفاہیم سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں![4]

---

① دیکھیے : العافية : ۸۶ ، وخارقية الإنسان : ۱۸۵ ۔ ② دیکھیے : طاقة الكون بين يديک ۔

③ دیکھیے : مقدمة بين الطب النبوي والماكرو بيوتيک: ۱۲۰-۱۲۲ ۔

④ البوذية : ۲۶۴ ، والريكي للمبتدئين : ۳۰ ، وطاقة الكون بين يديک : ۱۲۰ ۔

پنجم :

اس بات کا اعتقاد کہ (عقل اور جسم سے آزادی حاصل کر لینا) ہی غایت حیات ہے

وہ حالت جس میں یہ آزادی حاصل ہوتی ہے (نروان) Nirvana کہلاتی ہے، اور یہی مشرقی دھرموں میں ایک بدھشٹ، ہندو اور طاوی کا منتھائے مقصود ہوتی ہے جو وہ اپنے مراقبوں اور روحانی ریاضتوں سے چاہتا ہے؛ اس مرحلے تک پہنچ کر وہ اپنی جسمانی چاہتوں سے آزاد ہو جاتا ہے، اب اسے اپنی لذتوں کا احساس ہوتا ہے نہ عذاب کا، نہ اس کے اندر اپنی حاجتوں اور شہوتوں کا اہتمام رہ جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ باشعور عقل اور اس کے موثر تسلط سے آزاد ہو جاتا ہے جو خوفزدہ کرنے والی اور خوش کرنے والی ہوتی ہے اور ممکن و ناممکن چیزوں کی تعیین کرتی ہے! لہٰذا وہ نجات (نروان) کے کامل روحانی سکون کی کیفیت میں زندگی گزارتا ہے جو ان کے نزدیک بڑے فرق کے ساتھ (جنت) کے اعتقاد کے مقابل ہوتا ہے۔

- **فکری توانائی کا ضیاع اور بے فیض سرگرمیاں :**

مشرقی فلسفے کے مطابق (نروان) تک رسائی یوگا، مراقبہ، تنفس، جسمانی چاہتوں: نیند، کھانے پینے، پہننے اور نکاح کے اہتمام کے ترک جیسی طویل روحانی مشقوں اور ریاضتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس مرحلے تک رسائی کلی کے ساتھ کامل اتحاد کی راہ میں ایک اہم قدم شمار کی جاتی ہے، جس میں انسان اپنی ذات کا انکشاف کرتا ہے، اس کے لئے حکمت کا دروازہ کھل جاتا ہے، وہ ایک غائب حقیقت کی زندگی جینے لگتا ہے، اور اس کی مخفی قوتیں پھوٹ کر بہہ پڑتی ہیں [1] ۔ اس حالت اور اس تک رسائی کے طریقوں کو مغرب میں زبردست پذیرائی ملی کیونکہ اسے ۔منشیات کی عادت اور کحولیات کے استعمال کے بغیر جن کا ضرر ان کے عقلاء کے یہاں ثابت ہو چکا تھا۔ اس کی صورت میں (تغیری شعور کے حالات) تک پہنچنے کا ایک مامون متبادل ہاتھ آ رہا تھا۔

- **بلند بانگ دعوے اور بہلاوے :**

مشرقی معتقدات کے مطابق (نروان) تک رسائی حاصل کر لینے سے آدمی کے اندر بلندی، روحانیت، حکمت

---

[1] دیکھیے : البوذیة : ۲۵۱ ومابعدھا ۔

اور نورانیت پیدا ہوجاتی ہے، اور وہ کامل سرور کی حالت میں زندگی گزارنے لگتا ہے، بسا اوقات اس پر غیبوبت طاری ہوجاتی ہے اور وہ ایک طویل مدت تک اسی حالت میں ہوتا ہے، اس کے لئے چشم حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ مستقبل کے امور پر گفتگو کرنے لگتا ہے، یا ماضی کے ان واقعات پر گفتگو کرتا ہے جو اس کی زندگی یا شعور وادراک کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی رونما ہوچکے ہوتے ہیں، یا وہ اپنی عقل کھول بیٹھتا ہے اور کلی کے ساتھ وحدت کا احساس اس پر حاوی ہوجاتا ہے، اسے لگتا ہے کہ کائنات واحد کلی کے ماسوا سے خالی ہے اور وہ خود وہی وہی ہے۔ اور یہی حالت فلاسفہ اور صوفیاء کے یہاں حالت (فنا) یا (سکر) یا (جذب) یا (اشراق) کہلاتی ہے، اور باطنیوں کے یہاں اسے (غنوص) یا (عرفان) کہتے ہیں، اور یہی وہ مرحلہ ہے جس میں اسلام کی طرف منسوب بہت سے لوگوں کے متعلق شطحات ثابت ہیں جنھوں نے انہیں کفر اور وحدت الوجود کے اعتقاد تک پہنچا دیا تھا۔[1]

- **خوابوں اور فریب کی دنیا :**

مگر نو وارد تدریب واستشفاء کے پروگراموں میں (نروان) کا اصول مشرقی فلسفے میں پائی جانے والی اپنی اصلی شکل سے مختلف ہوجاتا ہے، بالخصوص تدریبی پروگراموں کے ابتدائی مراحل میں؛ یہاں اسے محض ایک علاجی حالت، استرخاء کی ترقیاتی حالت، ایجادی صلاحیت، تخلیقی فکر، خوداعتمادی اور حکمت کی تحصیل کے وسیلے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اس میں معرفت کے ان فیوض کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جو اس میں اچانک ہی دستیاب ہونے لگتے ہیں۔ اور جس ٹریز کو مزید تمیز اور قوت تاثیر کے حصول کی چاہت ہوگی نروان (لاشعور) کی حالت تک پہنچنے کے لئے اس کی یومیہ مشقوں میں بھی اضافہ ہوجائے گا، خواہ اسے ذاتی ترقی مقصود ہو یا وہ اس سے مریضوں کے علاج میں یا تربیت حاصل کرنے والوں کی تربیت میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہو جن کی وہ ان کے پاس موجود (لاشعور) کے ذریعہ تربیت کرتا ہو، اور اس کی بنیاد یہی اعتقاد ہوتا ہے۔

(نروان) کا مطلب آزادی اور رفعت ہے، کیونکہ آدمی لاشعور کی کیفیت میں (جمعی لاشعور) سے رابطے میں آجاتا ہے، اسی لئے اس کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ دوسروں کے (لاشعور) سے بھی رابطہ قائم کرلے اور اس طرح باہمی خیال رسانی کے عمل (ٹیلی پیتھی)، دور سے تاثیر اور جلاء بصری وغیرہ کی صورت حال پیش آنے لگے جس کا شمار ان خوارق میں ہوتا ہے جن کا سبب غیر معروف ہوتا ہے، یا ان کا شمار کرامات ومعجزات میں ہوتا ہے![2]

---

[1] دیکھیے : فصول في أديان الهند : ١٢٥ ، البوذية : ٣٠٥ ومابعد ۔

[2] دیکھیے : خارقية الإنسان البارا سيكولوجى من المنظور العلمي: ١٢ ومابعد ۔

- **اصطلاحات سے دھوکہ :**

ان پروگراموں میں (نروان) کے اصول کو ان جدید اصطلاحات کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے جو علمی زبان سے ہم آہنگ ہوتی ہیں یا پھر اسی زبان میں اس کی تفسیر کی جاتی ہے، چنانچہ اسے (حالت لاشعور) یا (لاشعور) کا نام دیا جاتا ہے اور (لاشعور) کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ ایک (باطنی عقل) ہے اور اگر وہ تنویم کے ذریعہ شعوری عقل کی قیود سے آزاد ہو جائے تو پھر اس کی صلاحیتیں لامحدود ہو جاتی ہیں!

اور (نروان) کو اس طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ وہ ایک بلندترین انسانی حالت ہے جس کا تعلق کسی دین سے نہیں ہے، اور یومیہ خاص روحانی مشقوں کے ذریعہ اپنی جدوجہد کے مطابق کسی بھی شخص کے لئے اس تک رسائی ممکن ہے۔

نروان کے متوسط درجے تک رسائی کے لئے عملی مشقوں کی ایک مثال وہ سسٹم بھی ہے جس کی دعوت میکرو بیوٹیک کے پروگراموں میں دی جاتی ہے، اس نظام میں ایک خاص غذائی لائحہ عمل کی پیروی کی سخت پابندی کی جاتی ہے جس کا دارومدار (ین / یانگ) کے خصائص پر ہوتا ہے، اور اس میں بنیادی طور پر انحصار تھوڑے سے پانی کے ساتھ تھوڑے سے جو پر ہوتا ہے، اور اس میں ایک لمبی مدت تک تمام حیوانی پیداواروں سے دوری لازمی ہوتی ہے، ارتقائی مراقبے اور تحولاتی تنفس کی یومیہ مشقیں بھی جاری ہوتی ہیں یا ھندسی اشکال، روحانی مجسموں اور چکروں کے رموز پر ارتکاز کا طریقہ اپنایا جاتا ہے یا مخصوص (منتروں) کی مشق کرائی جاتی ہے جس کی وجہ سے لاشعور کی کیفیت میں پہنچ کر کلی سے جڑ جانا ان کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور وہ صحت وسعادت کا اپنا مطلوب حاصل کر لیتے ہیں۔

- **بے خودی بے سبب نہیں غالب :**

معاصر پروگراموں میں (نروان) اور لاشعور کی حالت میں داخل ہونے کی دعوت یوں نمایاں ہوتی ہے کہ اس حالت میں افکار کی جانچ پڑتال اور تمحیص اور اس کی روشنی میں ان کے قبول یا مسترد کرنے میں عقل کا عمل معدوم ہو جاتا ہے، جبکہ صحو اور خواب کے عالم میں موجودہ صورت حال کا ایک ہلکا سا احساس باقی رہتا ہے، جس میں کسی شخص کو بعض مفاہیم کی تلقین کی جاسکتی ہے، اس کی عقل میں کچھ افکار کی کاشت کی جاسکتی ہے اور انہیں اس کے نفس میں ڈالا جاسکتا ہے، جبکہ شخص مذکور اس وقت شعور اور اختیار کی حالت میں نہیں ہوتا ہے۔ اور عصر جدید کی تحریک کے طور پر ان تطبیقات کو رواج دینے والی باطنی تحریکات کو اپنے ہدف کے مطابق تبدیلی پیدا کرنے کے لئے یہ ایک امر مطلوب ہے۔ مشرقی فلسفے کے مطابق مختلف قسم کی خارق قوتوں کی تحصیل کا راستہ بھی یہی ہے کہ آدمی اس حالت میں

داخل ہوجائے جہاں بدن کو عقل کے تسلط سے آزادی مل جاتی ہے جو بدیہی فطری احکام کی بنا پر اسے بہت سے تصرفات سے روک دیتی ہے؛ اسی لئے اس کی مشق کرنے والے آگ کے جلتے ہوئے انگاروں پر ننگے پاؤں چلتے ہیں، یا منجمد ہوتی ہوئی ٹھارندی میں برہنہ کھڑے رہتے ہیں جیسا کہ بدھشٹ بھکشو اور جوگی لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور اس فلسفے کے مطابق اسی میں بشری صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے، اور مشق کرنے والے (ضوئی قرأت) کے پروگراموں کے ذریعہ چند منٹوں میں بہت سارے مجلدات پڑھ سکتے ہیں، (زمانے کی لکیر) کے پروگراموں میں اپنے ماضی اور مستقبل کی بہت سی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ ایسے ہی (ریکی) اور (بشری توانائی) کے پروگراموں میں شفاء ذاتی کے عمل کی تکمیل کرسکتے ہیں۔ اسی طرح لاشعور (نروان) کی حالت کو علم باطنی کے حصول اور حکمت تک رسائی کا ایک موقع بھی تسلیم کیا جاتا ہے، جس میں انسان قسم قسم کے معارف تک رسائی حاصل کرلیتا ہے اور اسے ایسا عرفان حاصل ہوتا ہے جو براہ راست (کلی) سے نفس پر چلا آتا ہے!

- **وثنی فلسفوں کو مسلمان کرنے کی کوشش :**

جو مسلمان ان فلسفوں کی تطبیقات سے منسلک ہوچکے ہیں وہ (نروان) کی اہمیت کے بیان میں یہ اضافہ بھی کرتے ہیں کہ یہ ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے جس میں نفس عبادت میں اطمینان، روحانیت اور خشوع تک پہنچ جاتا ہے! (اعصابی لغوی پروگرامنگ) اور (بشری توانائی) کے ایک ٹریز اور اپنے تربیتی پروگراموں پھر اپنے سنٹروں اور مولفات سے اسلامی ممالک میں ان پروگراموں کی سب سے پہلے مارکیٹنگ کرنے والے صلاح راشد صاحب تبدیلی، ترقی ذات اور شفاء کے طلبگاروں کے لئے اس مرحلے کی اہمیت کو پختہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''(قی گونگ) کھیل کی مشق کرنے والے چین کے بڑے علماء کی رائے یہ ہے کہ جب انسان اس حالت میں داخل ہوجاتا ہے جسے (خلاء) یا (غشیہ) Emptiness کا نام دیا جاتا ہے تو وہ کوئی بھی نفسیاتی یا جسمانی یا روحانی مشکل حل کرسکتا ہے۔ یہ مرحلہ تنویم میں (سکر) Trance کے نام سے جانا جاتا ہے اور اسلام میں صوفیاء کے نزدیک اسے (فنا) اور بدھشٹوں کے نزدیک (نروان) کہتے ہیں'' مزید لکھتے ہیں :

''یہی وہ کیفیت ہوتی ہے جس کا احساس ایک مومن کو اپنے قیام اللیل، یا سجدوں کی لذت، یا ذکر کی تکرار میں ہوتا ہے۔ اس حالت میں ہم آہنگی کے ساتھ عقل کا روح اور جسم کے ساتھ ارتباط ہوجاتا ہے اور یہی مرحلہ شفا بخشی، پروگرامنگ اور تغییر کی انتہا ہوتا ہے''۔ ①

---

① دلیل المستخدم لفن التنویم : ۲۵ ۔

اس طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہی مشرقی معتقدات اور اصول وقواعد وہ اساسی مرتکزات ہیں جن پر ان نو وارد (تدریبی) اور متبادل علاجی پروگراموں کا قیام ہوتا ہے، مگر وہ تربیت حاصل کرنے والوں اور شفاء کے طلبگاروں کے سامنے یومیہ عملی مشقوں کے ضمن میں پیش کئے جاتے ہیں، خواہ وہ ان فلسفوں کو مذکورہ پروگراموں کے آغاز میں نظریاتی طور پر جانیں یا وہ ان کے سامنے ان پروگراموں کے درمیان منتشر طور پر اس تاکید کے ساتھ پیش کئے جائیں کہ یہ محض طبی یا علمی نظریات ہیں جو ایک عام تمدنی ورثے کی نمائندگی کرتے ہیں اور وہ قدیم چینی اور ہندی طب سے ماخوذ ہیں جن کا عقائد وادیان سے تعلق ہے نہ ان کی مشق کرنے والے مسلمانوں کے عقیدے پر اس کی کوئی تاثیر ہے!

اب آنے والے صفحات پر ان شاء اللہ تدریب واستشفا کے ان نمایاں پروگراموں کو پیش کیا جائے گا جو مشرق سے عالم اسلام میں مغرب کے واسطے سے پہنچے ہیں اور اسی فلسفے کے معتقدات اور اصول وقواعد کے حامل ہیں مگر انہیں ایک نئی ترکیب وترتیب کے ساتھ عصری قوالب میں پیش کیا گیا ہے، اور بعض ایسے علمی نظریات وفرضیات سے بھی انہیں تقویت پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے جو ان میں اشتباہ پیدا کر دیں اور اسی مقصد سے انہیں اسلامی نصوص اور دینی مفاہیم سے بھی مزین اور آراستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ وہ اپنی حقیقت اور جوہر میں ان سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور فلسفہ اور دین میں تلفیق کی یہ کوششیں تسلسل کے ساتھ بار بار کی گئی ہیں۔

فلسفی اصولوں کے حامل تدریب واستشفاء کے نمایاں پروگرام

مغرب کے واسطے مشرق سے عالم اسلام میں نو وارد تدریب واستشفاء کے یہ پروگرام (بشری تنمیہ) اور (متبادل طب)[1] کی تطبیقات کے نام پر پیش کئے جاتے ہیں یا انہیں (تکاملی) کہا جاتا ہے۔[2]

---

① متبادل طب ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں صحیح علاجی واستشفائی نسخے بھی شامل ہیں مثلاً علاج کے وہ طریقے جو وحی معصوم کے نصوص سے ثابت ہیں جیسے قرآن، رقیہ شرعیہ، شہد اور زمزم وغیرہ سے علاج کرنا یا اسی طرح کی دیگر چیزوں کا استعمال کرنا، یا دیسی طب کے ان نسخوں کا استعمال کرنا جو جڑی بوٹیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، مختلف قسم کی غذاؤں، مشروبات، مشقوں اور مالش وغیرہ سے استفادہ کرنا، مگر عصر نو میں ان کے ساتھ بہت سے شرکیہ نسخے اور مختلف وثنی مراسم بھی داخل ہو چکے ہیں۔

② علمی اور سائنسی حلقوں میں یہ پروگرام اس لئے مسترد کئے جا چکے ہیں کیونکہ وہ صحیح علمی اصولوں پر قائم نہیں ہیں، مگر ان پر ایمان رکھنے والوں نے ان کے لئے عالمی یونینیں اور جمعیتیں بنا لی ہیں، مثلاً: اعصابی لغوی پروگرامنگ کے ٹرینروں کی عالمی یونین، تجاوزی مراقبہ کی مشق کرنے والوں کی عالمی ....

ان میں سے اکثر پروگراموں کا انحصار مشرقی فلسفے میں مقصود (توانائی) ① کے اسی اعتقاد پر ہے جس کی شرح گزشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے، اور یہ ایک ایسا اصول اور فلسفہ ہے جس کا علم (اور سائنس) سے کوئی تعلق ہے نہ فزیکس میں معروف توانائی (Energy) سے ② مگر اس کے مروجین لوگوں کو اشکال اور التباس میں ڈالنے کے لئے اس نام کا استعمال کرتے ہیں۔ ③

- **یہ وہی فلسفیانہ توانائی ہے :**

جی ہاں توانائی (Energy) سے مقصود وہی فلسفیانہ توانائی ہے جس کے معتقد مشرقی ادیان کے ماننے والے

.... انجمن، یا جمعیت برائے اہرامی تحقیقات یا سعودی جمعیت برائے ریکی وغیرہ، اور یہ یونینیں یا جمعیات ایک طرح کی مرجعی حیثیت کی حامل ہو چکی ہیں، تربیت حاصل کرنے والوں اور ٹرینروں کو سرٹیفکیٹ اور توصیات بھی جاری کرتی ہیں۔ ایسے ہی انھوں نے خصوصی یونیورسٹیاں اور انسٹیٹیوٹ بھی بنا رکھے ہیں جو ان پروگراموں سے متعلق مختلف قسم کی سندیں دیا کرتے ہیں۔ مثلاً مہارشی یونیورسٹی اور امریکن پسیفک یونیورسٹی جو علمی رنگ میں اور ایم اے اور پی، ایچ، ڈی کے پروگراموں کی شکل میں باطنی فکر اور اس کی تطبیقات کی نشر واشاعت میں متخصص ہے۔

The Tao of the west, J.Jaclarke, P31. New age Spirituality : Ad Assessment, edited by : Duncan S.fergusan, P150.

① یہ فزیکس اور علمائے طبیعت کے نزدیک ایک ایسا فلسفہ ہے جس کا علم تجربی اور اس کے منہج سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ مع اس کی تطبیقات کے اس پر ''علوم زائفہ'' کھوٹے علوم (Pseudoscience) کا اطلاق کرتے ہیں۔

دیکھیے : Scince of Pseudoscience, Bauer, Henry H., University of Illinois Press, 2000. Brainscam : Neuromythologies of the new age, Beyerstein Bl. Int'l.J of Mental Health, 1990, 19 (3) , PP27-36.

② وہ اسے علم نجوم کا ایک جز مانتے ہیں، مائکل سیڈز (Michael Seeds) جو ریاستہائے متحدہ امریکا کے اریزونا میں واقع فرینکلین ومارشل کالج میں علم فلک کا پروفیسر ہے اپنی کتاب (Foundation of Astronomy) ''علم فلک کی اساسیات'' میں لکھتا ہے کہ : (Astronomers) علم فلک کے ماہرین نجومیوں (Astrologers) کو جو پست نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کا سبب فقط یہی نہیں ہے کہ علم تنجیم کا تعلق ''علوم زائفہ'' سے ہے بلکہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ جو کچھ وہ لوگ کرتے ہیں اس کی بنیاد علم صحیح پر ہے، حالانکہ علم تنجیم تو معمولی علمی قواعد سے بھی متعارض ہے۔

③ بڑے افسوس کی بات ہے کہ عربی اور مترجم کتابیں فلسفہ توانائی کو اس طور پر پیش کرتی ہیں کہ وہ ایک غیر جانبدار علم ہے جس تک اپنے روحانی تجربات اور قدیم مہارتوں سے اہل مشرق کی رسائی ہوئی ہے! یا یہ کہ یہ وہی توانائی (Energy) ہے جو سائنس کے فزیکس میں معروف ہے اور وہ اسے لہراتی ہوئی اور متحرک توانائی یا الیکٹرو میگنیٹک توانائی کا نام دیتے ہیں اور اس طرح بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(بطور مثال دیکھیے : التنفس اسلوب الحياة الجديدة لجوديت كرافيتز : ۹۲ اور خارقيه الإنسان البارا سيكولوجى من المنظور العلمي لصلاح الجابري : ۱۲-۶۳-۶۷ ، اور الطاقات التسع ليوسف البدر : ۵)

ہیں [1] کہ وہی ہر چیز کے وجود کا سبب ہے، وہی ہر چیز کا جوہر ہے، اور وہی سعادت، حکمت اور صحت عطا کرنے والی ہے، اور اس سے ایک جزء منقسم ہوا ہے جو کائنات میں بہتی ہوئی ایک حرارت کی شکل میں موجود ہے، اور انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ اس سے استمداد اور اس کے ساتھ اتحاد کی کیفیت کو مشق سے حاصل کرلے، تاکہ سعادت، حکمت اور صحت کی تحصیل کرسکے۔

مغربی روحانی فلسفے اور (عصرنو) کے پروگراموں میں علاوہ ان سابقہ مشرقی ناموں کے ان پر علمی یا تشہیری چھاپ اور رنگ والے اسماء کا بھی اطلاق کیا جاتا ہے، مثلا :

- (روحانی توانائی) [2]
- (قوت حیات) کیونکہ وہ لوگ اسے مصدر ومنبع حیات تسلیم کرتے ہیں۔
- اور (قوت شفاء) اس لئے کہ اس کی طرف شفائی قدرتوں کا انتساب کیا جاتا ہے۔
- اور (کونی توانائی) کیونکہ وہی ان کے نزدیک کائنات کی اصل ہے اور اس میں پھیلی ہوئی ہے۔
- اور (بشری طاقت) اس اعتبار سے کہ وہ بشر کے پاس استمداد کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس کے بعد وہ مشرقی فلسفے کے مطابق لوگوں کو اس کے ذریعہ ان چیزوں تک پہنچا سکتی ہے جس کے وہ امیدوار ہوتے ہیں۔ [3]

• توانائی پر ایمان ناگزیر ہے :

زیر بحث پروگراموں میں (توانائی) وہ پہلا اصول ہے جس پر ایک تربیت حاصل کرنے والے اور شفاء کے طلبگار شخص کو ایمان لانا چاہیے اور اس کی اہمیت وقوت کا اعتقاد رکھنا چاہیے، اور یہ جاننا چاہیے کہ اس توانائی کو حاصل کرنے کے طریقے کیا ہیں، اور ان ریاضتوں کی عملی مشق کرنی چاہیے جو اسے سارے جسم میں رواں کردینے اور اس کے ساتھ متحد کردینے میں معاون ہوں۔ اس بات کا بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان چیزوں کا سمجھنا اور ان کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ایک ایسا سرّ تھا جس کا علم صرف گزشتہ باطنیوں، حکیموں، روشن دماغوں اور انبیاء ہی کو تھا اور وہ عہد در عہد

---

① دیکھیے : Taoism : Growth of a religion Isabel Robinet, P7 ۔

② مغرب میں روحانی تحریکوں کے ظہور کے آغاز میں (روحانی توانائی) کا نام خوب شائع ہوا تھا، اور اسی اصل سے جدید روحانی تحریک کی تشکیل ہوئی تھی جو اٹھارویں صدی ہجری میں سارے عالم پر چھا گئی تھی، اور روحوں کی حاضری والی نشستوں کی تطبیقات کے ساتھ خوب لمبی چلی تھی۔ (دیکھیے : الروحية الحديثة دعوة هدامة (جدید روحانی تحریک ایک تخریبی دعوت ہے) لمحمد محمد حسین)

③ دیکھیے : الشفاء بالطاقة الحيوية : ٦ ، العلاج بالطاقة والماكرو بيوتيك : ٦٧ ۔

کی مخصوص روحانی ریاضتوں اور ذوقی وجدانی تجربوں کے ذریعہ اس تک پہنچتے تھے اور اسے عام لوگوں پر افشا نہیں کیا جاتا تھا مگر تحریک عصر جدید نے اس راز کو افشا کرنے [1] اور اسے عام لوگوں میں شائع کرنے کا بیڑا اٹھالیا اور دینی امتیاز کے بغیر اسے سب کی دسترس میں کر دیا، ان تحریکوں کے بعض پیروکاروں نے مغرب کی طرف ہجرت کر کے آنے والے روحانی مرشدوں (گروؤں) کی شاگردی اختیار کی تھی، اور بعض لوگوں نے مشرق اقصی میں تبت اور چین کے راہبوں سے ان کے ملکوں ہی میں تربیت لی تھی، اس لئے اس فلسفے کی شرح اس کی تمام تطبیقات اور پروگراموں کے نظریاتی دائرے کی ترجمان بن گئی۔ [2]

• ایمان وعقیدے سے بے نیازی کی تحریک :

چونکہ اس تحریک کا اس بات پر ایمان تھا کہ یہ فلسفہ اور اس کی تطبیقات صلاحیتوں میں اضافہ کر کے انفرادی سطح پر ایک ہمہ جہت تبدیلی پیدا کر دیں گی اور عالمی پیمانے پر ان کی وجہ سے قوموں کے درمیان دینی فوارق ملغیٰ ہو جائیں گے جس سے ایک ہمہ گیر امن کا ماحول پیدا ہوگا اسی لئے اس نے چینی ورثے یا یوں کہہ لیجئے کہ اس چیز کا اہتمام کیا جسے (حکمت) کہتے ہیں، ایسے ہی اس نے بدھشٹوں اور روحانی مرشدوں (گروؤں) کے تجربات کا بھی اہتمام کیا، اور مشرقی روحانی تطبیقات، مراسم اور مشقوں کو تمام لوگوں کے لئے قابل قبول بنانے اور وسیع پیمانے پر لوگوں کی روزمرہ زندگی کے مختلف پہلوؤں میں انہیں داخل کرنے کے لئے ان کی تشکیل جدید کا کام کیا گیا، جو اس بات کا اعلان تھا کہ اب ایک ایسے نئے عہد کا آغاز ہو رہا ہے جس میں انسان عقیدہ اور منہج حیات کے طور پر دین اور

---

① ان فلسفیانہ روحانی پروگراموں کے ساتھ ہی قانون جذب نامی ایک چیز بھی شائع ہوئی تھی، اس کے بعد ہی کتاب (السر) آئی تھی جس میں اس مشرقی فلسفیانہ مضمون کی مغربی طرز پر شرح کی گئی تھی اور ساتھ ہی وہ تصور بھی لائی تھی جسے (۱۹۰۶ء) میں ولیم اٹکنسن ایڈیٹر نیوتھاٹ میگزین نے اپنی کتاب : (فکری تھرتھراہٹ یا عالم فکر میں قانون جذب)

(Thought vibration or the law of attraction in the thought world by william walker Atkinson)

میں پیش کیا تھا۔ اس میں اس نے پرزور انداز میں کہا تھا کہ عقیدہ سریت یا وحدت الوجود (Panthiesm) ہی وہ سری حقیقت ہے جسے وہ موجودہ بشریت کی بھلائی کے لئے افشا کرے گا، اور حیات میں ایک کونی ضابطے اور قانون کے طور پر لوگوں کو اس کی عملی مشقوں کی تربیت دے گا جس سے انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ حیات، صحت، سعادت، ثروت اور محبت وغیرہ میں سے جو کچھ بھی چاہے گا اپنی طرف کھینچ لے گا، اور اسے اپنے نفس کے باہر کے کسی الٰہ کی مدد کی ضرورت بھی نہیں پیش آئے گی! اور پچھلے دنوں صالح عجیری کی ''خرافة السر'' نامی ایک کتاب شائع ہوئی جس نے کتاب السر کے دعووں کے پرخچے اڑا دئے، اس میں اس کی باطنیت کی فضیحت کو اچھی طرح اجاگر کیا گیا اور اس کی تطبیقات سے دور رہنے کی تنبیہ کی گئی۔

② دیکھیے : علم الطاقات التسع : ۱۱-۱۲ ۔

اس کی تعلیمات سے بے نیاز ہو جائے گا گو وہ اس کی طرف منسوب ہوتا رہے۔ [1]

• کائنات اور وجود کے مشرکانہ فلسفوں کی سائنسی تفسیریں :

توانائی کے نام پر پیش کئے جانے والے تمام پروگرام جداگانہ تناسب کے باوجود اسی باطنی فلسفے (Esoteric) پر مشتمل ہوتے ہیں، اور ان میں مشرقی عقائد کی شرح اس طور پر کی جاتی ہے کہ وہ کائنات اور اس کے وجود کی اصل کے متعلق علمی کونی حقائق ہیں [2]، ایسے ہی ان میں انسان کی اصل اور مشرقی فلسفے کی رو سے اس پر اثر انداز ہونے والے ماورائی موثرات کا بھی تعارف کرایا جاتا ہے، مگر یہ کام علمی ظاہر رکھنے والی عبارتوں کے ذریعہ اور تربیتی فضاؤں میں انجام دیا جاتا ہے [3]، جس کی وجہ سے تربیت حاصل کرنے والے مختلف قسم کی تطبیقات اور مشقوں کو ایحائی شکل میں انجام دیتے ہیں اور اس بات کی طرف ان کی توجہ مبذول نہیں ہوتی ہے کہ ان میں سے بہت سوں کا تعلق مشرقی وثنی فلسفوں اور ادیان کے مخصوص مراسم سے ہے۔

• مغالطہ :

یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ علوم طبیعیہ میں معروف علمی اصطلاح سے مشتبہ (توانائی) کے نام سے اس فلسفے کو

---

① اس بات کی طرف اشارہ کر دینا اہم ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک آسمانی عقائد کا شماران ذہنی تصورات میں ہوتا ہے جسے حکماء اور روشن خیالوں نے پیش کیا ہے اور ان کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔ ایسے ہی تمام معاصر روحانی تحریکیں اپنے تمام پروگراموں اور ادبیات میں آسمانی معتقدات اور ادیان وغیرہ پر تنقید کے سلسلے میں اپنے عدم اہتمام کا مظاہرہ کرتی ہیں، کیونکہ وہ ان کی نظر میں مجرد شخصی ذہنی تصورات ہوا کرتے ہیں! بلکہ ٹرینر حضرات تو ان عقائد و ادیان کو سراہتے ہیں جو تربیت حاصل کرنے والے تربیتی پروگراموں کے درمیان ظاہر کیا کرتے ہیں! ان تحریکوں کے باطنی منہج کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کی توجہ فقط انہیں افکار و مفاہیم اور جدید فلسفوں پر مرکوز رہے جو عقل کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، اور قدیم معتقدات کو موضوع بحث نہ بنایا جائے، کیونکہ جن افکار کو زمانے کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے وہ اس بات کے ضامن ہیں کہ ذہنوں میں نئے مفاہیم کو راسخ کر دیں گے اور رفتہ رفتہ پرانے مفاہیم نابود ہو جائیں گے۔

(دیکھیے : نیو یارک ٹائمز میگزین شمارہ ۲۹ رستمبر ۱۹۶۸ء مضمون بعنوان :(المبادئ الروحية تجتذب سلالة جديدة من الملتزمين) : Spiritual concepts draving a different bread of adherent, New York Times, September 29,1986.)

② الوجوه الأربعة للطاقة : ۳۴ ، اور دیکھیے : الريكی للمبتدئين : ۳۰ ، وطاقة الكون بين يديك : ۱۲۰ ۔

③ ان ماورائی فلسفوں پر علمی تجربی رنگ چڑھانے کی کوششوں کے ضمن میں امریکن پیسیفک یونیورسٹی American Pacific University برائے باطنی علوم امریکا میں قائم ہوئی جو حسب ذیل تخصصات میں بی اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کرتی ہے: جادو، روح کی تشریح، منتر اور تبت کا تنتر، رمل، کہانت، عرافت، میکروبیوٹک، اعصابی لسانی پروگرامنگ، توانائی (Energy) ریکی، تائی جی اور فنگ شوئی!

(دیکھیے : یونیورسٹی کی الیکٹرونک سائٹ : www.ampac.edu)

پیش کئے جانے کی وجہ سے بھی بہت سے تربیت حاصل کرنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک علم ہے اور مادی تمدن کی پیداوار ہے، اسی لئے وہ اس کے دین یا معتقد ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور اسے علم فزیکس اور اس کی اصطلاحات اور فروعات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ اس کی حقیقت کے کھوٹ کو واضح کرنے والوں کو اس بات سے متہم کرتے ہیں کہ وہ جدید تمدن اور علوم کو مسترد کردینے والے ہیں۔

ایسے ہی ان کا ان کے اصل ناموں سے جو مشرقی زبانوں میں ان کے لئے مخصوص ہیں پیش کیا جانا مثلاً (ریکی)، (تی گونگ)، (فنگ شوئی)، (تائی جی)، (یوگا) اور (پرانا) وغیرہ نے بھی بہت سے ان لوگوں کو اپنی طرف کھینچا جو صحت میں پیشقدمی اور متبادل طب [1] کی مختلف قسموں میں تفوق کے سلسلے میں مشرق۔ ہند اور چین۔ کے معترف ہیں، اس طرح یہ روحانی سری باطنی فلسفہ [2] جو متنوعہ وثنیات اور مشرقی ادیان کی اصل ہے تربیتی اور علاجی اسما کے تحت عالم کے تمام گوشوں میں رواج پا گیا جس میں عالم اسلام بھی شامل ہے۔ اور ان مشقوں کو شفاء طلبی اور امراض سے نجات کے سرگرم وسائل کے طور پر دیکھا گیا، یا خوشگوار زندگی کے دوام، صحت کے دوام، امن اور ایجابیت کی تحقیق اور وقائی نسخوں کے طور پر دیکھا گیا، اور مسلمانوں تک میں انہیں پذیرائی، حوصلہ افزائی اور پیشوائی کرنے والے دستیاب ہو گئے۔ [3]

---

① چینی طب نیچرل نسخوں کے اعتبار سے نمایاں حیثیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں جڑی بوٹیوں اور مالش وغیرہ کا بڑا اہتمام پایا جاتا ہے، مگر اس میں طاوی دھرم کے بہت سے عقائد کی بھی آمیزش ہے، چنانچہ توانائی، جسم اثیری اور چکروں کا فلسفہ اس کی بہت سی تطبیقات کی اصل ہے ۔

② دینی اسرار کا اصول وثنی ادیان اور ان سے متاثر مذاہب کا ایک معروف اصول ہے جن کی مثال اسلام میں تصوف اور غالی تشیع ہے، یہودیت میں قبالہ ہے اور نصرانیت میں غنوصیت ہے، اور ان عقائد کے عظیم ترین اسرار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ :

''انسان ایک الٰہی عنصر ہے جو جسم کے مادے میں محبوس ہے، اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مصدر سے متحد ہونے کے لئے اس سے آزاد ہو جائے، اور وہ روحانی تجربات متنوع ہیں جو اسے اس کے مادی جسم سے آزادی دلا سکتے ہیں اور اس کے لئے کشف، حکمت اور قدرت کے آفاق کھول سکتے ہیں مگر یہ سب ان اسرار کے مطابق ہی ہو سکتا ہے جو مختلف مذاہب وادیان میں کاہنوں کے درمیان سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے چلے آئے ہیں۔

(دیکھیے : دراسات في الأديان الوثنية لأحمد عجيبة: ١٨٥-١٦١)

③ فلسفہ توانائی اور اس کی تطبیقات کو علمی لبادے میں پیش کرنے کی کیفیت جاننے کے لئے دیکھیے : مثلاً : العقل الكوني الحقيقة المجردة لعلاء الحلبی۔

اور اسے علمی اور دینی غلاف چڑھا کر پیش کرنے کا طریقہ جاننے کے لئے دیکھیے : مبادئ العلاج بالطاقة الحيوية لعبدالتواب حسين، اور الشفاء بالطاقه الحيوية لأحمد توفيق۔

تحولی وعمیق تنفس کا پروگرام

Transformational Breathing

تنفس ایک تدریبی (تربیتی) واستشفائی (علاجی) پروگرام ہے جس کا دارومدار فلسفۂ توانائی پر ہے، اور وہ تنفس کی چند خاص مشقوں سے عبارت ہے، جو (پرانا) کی کونی توانائی کے حصول کا ذریعہ ہیں! جسے بہت سی مشرقی ادبیات میں نَفَس (Breath) کہا جاتا ہے، کیونکہ تنفس اس کے حصول کا ایک اہم طریقہ ہے اور وہ اس نفس کی نمائندگی کرتا ہے جو حیات کونی کی محافظ ہے۔

تنفس کا پروگرام ایسی متنوع تدریبات (مشقوں) پر مشتمل ہوتا ہے جو (پرانا) کی توانائی کے جسم میں ابلنے اور پھیلنے کا احساس کرنے کی کیفیت سکھاتی ہیں، اور یہ بتاتی ہیں کہ وہ کس طرح جسم میں تازگی اور قوت وسعادت لے آتی ہے، اور اس کیفیت تک پہنچنے کے لئے عمیق استرخاء کی حالت میں جانا ضروری ہوتا ہے جس سے ترنگ اور کامل سرور تک رسائی ہوتی ہے، اس وقت سلبی توانائیوں سے نجات مل جاتی ہے، سکینت حاصل ہوتی ہے اور بہت سے امراض سے آدمی شفا پا جاتا ہے۔ ①

عمیق تنفس (گہری سانس لینا) روحانی تعلیم کا ایک پروگرام مانا جاتا ہے جسے علاج وصحت کے مستقل پروگرام کے تحت پیش کیا جاتا ہے مگر وہ اس فلسفیانہ اصول علاج (روح، عقل اور نفس کے معالجے) سے الگ نہیں ہوتا ہے جس پر تمام متبادل استشفائی پروگرام زور دیتے ہیں، کیونکہ متبادل علاج اول درجے میں معروف امراض کا اہتمام نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ انہیں ایسے اعراض تسلیم کرتے ہیں جو ساتوں اجسام کے درمیان، یا روح وعقل اور نفس کے درمیان توانائی کے عدم توازن کا اظہار کرتے ہیں اور ایسی تطبیقات کے ذریعہ -جن کا ظاہر یہ ہے کہ وہ سرگرمیاں اور نشاط پیدا کرنے والی ہیں مگر جن کی حقیقت فلسفیانہ ہے- توانائی کے توازن کو واپس لانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

تنفس کو بشری تنمیہ اور عام بشری صلاحیتوں میں ترقی کے ایک روحانی تربیتی پروگرام کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے ②۔

---

① دیکھیے: Taoism : growth of religion , Isabelle robinet , p7.
Historical Dictionary of new age movements , michael york , p152.

② دیکھیے: التنفس اسلوب لحياة جديدة: ۱۵-۲۲۔

• خالق کائنات سے قربت کا خودساختہ ذریعہ :

کتاب التنفس کی مولفہ لکھتی ہیں کہ :

''تحولی تنفس ہمیں خالق کائنات سے زیادہ قریب کر دیتا ہے کیونکہ اس سے ہماری داخلی رویت کی شفافیت بڑھ جاتی ہے اور یہ بات ہمارے مقدور میں ہوجاتی ہے کہ ہم مناسب وقت میں مناسب تدبیر اختیار کرسکیں...اوراس بات کی امید باقی رہتی ہے کہ آپ کا تحولی تنفس آپ کواس بات کا موقع فراہم کردے کہ آپ اپنی توجہ دوبارہ اس بھاری قوت پر مرکوز کرسکیں جس پر اللہ کے ساتھ آپ کا اساسی تعلق مشتمل ہے''۔ ①

• اس وقت کی باتیں جب ماں کے پیٹ میں تھے :

ایسے ہی تنفس کو اکثر نو وارد تدریبی وعلاجی پروگراموں میں ایک اہم مشق کے طور پر پیش کیا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ شعور کے تغیراتی حالات میں داخلے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے،جس پر (لاشعور) کے مرحلے میں صلاحیتوں کوآزاد کرنے کے لئے اکثر پروگرام اعتماد کرتے ہیں،جس میں انسان کوایک اچھوتی روحانیت والی زندگی کا تجربہ ہوتا ہے اور وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اپنی مخفی قوتوں کا انکشاف کرسکے، اوراسے ایک ترنگ اورخوشی کا احساس ہوتا ہے، اس کی قوت یاداشت اور دیکھنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اوراسے ایسے واقعات یادآنے لگتے ہیں جواس کے آغاز تخلیق میں رونما ہوئے ہوتے ہیں اوراس کی ماں کے پیٹ میں پیش آتے ہیں بلکہ اس سے بھی پہلے عالم ذر (عالم عہد ومیثاق) تک کی باتیں اسے یادآتی ہیں !

• تربیت لینے والی ایک محترمہ کا تجربہ :

تربیت لینے والی ایک محترمہ اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں :

''حقیقت یہ ہے کہ اس تجربے کوالفاظ میں مجسم کرنا دشوار ہے جس میں میں نے زندگی گزاری ہے...ایک شیریں اورزندگی سے بھرپورتوانائی میرے جسم،میری عقل اورمیری روح کو بلاحدود وبلاالم ایک ہی وجود میں متحد ہوجانے کے لئےتہس نہس کئے دے رہی تھی''۔ ②

---

① حوالہ مذکور : ۲۵ ، اور یہاں لفظ جلالہ (اللہ) کا نام لینا اسلامی سیاق میں ترجمۂ کفر کے گمراہ کن عمل اورتضلیل کے قبیل سے ہے۔

② حوالہ مذکور : ۲۹۔

اسی لئے تنفس کی تربیت اور اس کی عملی مشق دائمی خشوع اور نماز وعبادت میں حصول لذت کے لئے مخصوص کورسوں اور دوروں کی شکل میں مکمل کی جاتی ہے، اور حفظ کی کرشماتی صلاحیتوں کو سرگرم کرنے کے لئے اسے (حفظ قرآن کریم کے موجدانہ افکار) کے کورسوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے !

ماورائی استغراق ومراقبہ (گیان دھیان)

Transcendental meditation

ماورائی استغراق ہندوانہ مراقبے کی ایک قسم ہے، جس کے اصول ہندوؤں کے نزدیک مقدس ویدکی تعلیمات سے ماخوذ ہیں، اور یہ مہارشی طریقے کے معروف مراسم کی بھی ایک قسم ہے جو بدھ مت اور ہندومت کے اصولوں سے ماخوذ ہے [1] اور اس کا ہدف ترقی اور بلندی اور بشری جسم کی محدود صلاحیتوں سے تجاوز ہے جس تک رسائی کا طریقہ یہ ہے کہ کامل استرخاء اور لاشعور کی حالت میں داخل ہوجائیں پھر کامل روحانی سکون (نروان) کی حالت تک پہنچ جائیں جس میں ان کے اعتقاد کے مطابق انسان مافوق البشری ملکوں اور قوتوں کی توانائی واپس لاسکتا ہے، انہیں بے غبار بناسکتا ہے اور اطمینان، حکمت اور امراض وآفات سے اپنے نفس کو شفا دینے کی قدرت حاصل کرسکتا ہے۔ [2]

اپنی معاصر صورتوں میں اس مراقبے کا بیان یوں کیا جاتا ہے کہ یہ ایک عقلی ٹیکنک ہے جو عقل کے لئے ایسے بلند فکری مراحل کا تجربہ کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے جو بشری پیمانے کو تجاوز کرجاتے ہیں اور (شعور کامل) کے مصدر تک پہنچ کر مطلق سے متحد ہوجاتے ہیں، اور اس کی تصنیف ایک باطنی استسراری تطبیق کے طور پر کی جاتی ہے، کیونکہ اس کے اساسی قواعد واسرار ایک معین گروہ کے ساتھ ہیں جو ان کے بلند درجات کی طرف پیشقدمی کے اعتبار سے انہیں بتدریج عطا کئے جاتے ہیں۔ [3]

---

① دیکھیے : الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب والأحزاب المعاصرة : ۲/۸۱ ۷ ۔

② دیکھیے : The skeptic's dictionary robert carroll P144

③ دیکھیے : transcendental meditation relaxation or religion ronald L.carlson,PP 46-47

the oxford handbook of new religious movements edited by : James R.Lewis P 104.

• ماورائی طریقۂ مراقبہ کا موجد :

مہارشی یوگی [1] اس معاصر ماورائی طریقۂ مراقبہ کا موجد تسلیم کیا جاتا ہے اور کسی دین کی تخصیص کے بغیر یومیہ غیر جانبدرانہ مشقوں کی شکل میں اسے عوام میں رواج دینے کا سہرا اسی کے سر جاتا ہے، اس کا ہدف اس (عالمی روشن خیالی) کا حصول ہے جس کا اعلان امریکا نے ۱۹۵۸ء میں کیا تھا، اور اس کی موجودہ الیکٹرونک سائٹ پر یہ دعویٰ موجود ہے کہ دنیا میں مطلوبہ امن کے قیام کا مقصد عالمی پیمانے پر ماورائی مراقبہ کے مراکز کو عام کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے، جہاں مراقبہ کرنے والے گروہ کامل سرور اور اشراق کے مرحلے میں داخل ہوکر اپنے اردگرد ایجابی توانائی بکھیر سکتے ہیں اور اپنی تاثیر اور روحانیت کو اپنے آس پاس کے علاقوں میں پھیلا سکتے ہیں!

• مراقبے کا طریقہ اور مزعومہ نتائج :

مراقبے کے پروگرام گہرے تنفس اور تحولی تنفس [2] پر مشتمل ہوتے ہیں اور کامل سکون کے ساتھ انجام دیئے جاتے ہیں اور اس وقت توجہ ہندسی اشکال ورموز اور نجوم پر مرکوز رکھتے ہوئے ان کے ساتھ اتحاد کا تخیل قائم کیا جاتا ہے، اور مرتب انداز میں مقدس اشلوک اور منتر پڑھے جاتے ہیں جن میں سب سے قوی ''(Aum) اوم...اوم...اوم...ہوتا ہے''۔

جو مشرقی ادیان میں مقدس ثالوث (تروئی) : خالق (برہما) مخرب (شیوا) اور محافظ (وشنو) کا رمز ہے [3]۔

---

① مہارشی یوگی مہیش پرسادورما : ایک معاصر ہندو سربراہ ہے جو ۱۹۱۱ء میں ہندوستان کی ریاست مدھیہ پردیش (موجودہ چھتیس گڑھ) میں پیدا ہوا تھا، یہ امریکا کے روحانی مرشدوں (دھرم گروؤں) میں سب سے مشہور آدمی تھا، اس نے وہاں مہارشی دھرم کی بنیاد ڈالی اور اسے استسر اری باطنی روحانی تحریکی اصولوں کی شکل میں پیش کیا جس کے قواعد ہندوانہ تھے مگر ایسے طریقے پر اسے پیش کیا گیا جو مغرب کے تحیر زدہ افراد کے لئے موزوں تھا، یہی شخص موجودہ شکل میں ماورائی مراقبے کا موسس اور مختلف مراکز، کورسوں اور فضائی چینلوں کے ذریعہ ساری دنیا میں اسے پھیلانے کا ذمہ دار بھی تھا، ایسے ہی اس نے ریاست آیوا میں ماورائی مراقبہ کے ٹرینزوں کی تخریج اور فراغت کے لئے ایک یونیورسٹی بھی بنائی تھی۔

دیکھیے : الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب والأحزاب المعاصره : ۷۸۱/۲ اور

the oxford handbook of new religious movements edited by : James R.Lewis P 448

transcendental meditation relaxation or religion ronald L.carlson,PP 11-24

دیکھیے : مہارشی کی سائٹ : www.maharishitm.org

② تحولی کا مطلب تنفس میں ردوبدل کرتے رہنا کبھی سانس لینا، پھر چھوڑنا اور کبھی سانس روک لینا ہوتا ہے۔

③ دیکھیے : الحكمة الهندوسية : ۱۳۵ ، الكامل في اليوغا : ۳۷۸ ۔

اور ہندو اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہی وہ آواز ہے جس کے واسطے سے کائنات کی تخلیق ہوئی ہے [1]۔ کبھی کبھی پرسکون فضا اور خفیف روشنی کے التزام کے ساتھ مقدس اشلوکوں کی سماعت سے بھی مدد لی جاتی ہے، اور اس بات کی ہدایت دی جاتی ہے کہ مراقبہ کرنے والا جس حد تک ممکن ہو ہلکی غذا کا استعمال کرے اور ہلکے کپڑے پہن کر آئے۔

ماورائی مراقبے کو ایک متعدد درجات پر مشتمل استشفائی متبادل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس میں امراض کا سبب بننے والی سلبی طاقتوں سے بتدریج چھٹکارا پالیا جاتا ہے، تاکہ ذاتی طور پر جسم تندرست اور صحت مند رہے پھر اس کے اندر دوسروں کو شفاء دینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے! ماورائی مراقبے کے مزعومہ فوائد اس مرحلے کو بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور اس کی تاثیر انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لیتی ہے: چنانچہ اس کی عقل کھل جاتی ہے اور وہ اپنے عمل اور معاشرتی تعلقات میں کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

اور اس پروگرام کے اگلے درجات میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مراقبہ کرنے والے جب (خالص سکون Pure Bliss) کے مرحلے تک پہنچتے ہیں تو ایسے کرشماتی امور انجام دیتے ہیں جو بشری طبیعتوں سے بالا ہوتے ہیں مثلاً اڑنا اور نگاہوں سے اوجھل ہو جانا، اور اس میں انہیں سارا علم حاصل ہو جاتا ہے اور ان کے سامنے تمام امکانات کھل جاتے ہیں۔

ریکی

Reiki

ریکی ایک مرکب لفظ ہے جو ری Rei اور کی Ki سے بنا ہے ری کا معنی کائنات کی روح ہے اور کی کا معنی قوت حیات کی توانائی ہے، یہ چینی (تی) کی توانائی کا جاپانی نام ہے۔ اس کا اطلاق تربیتی پروگراموں اور استشفائی مشقوں کے ایک مجموعے پر ہوتا ہے جس کا دارومدار پورے طور پر کونی توانائی کے اعتقاد پر ہوتا ہے، اور اسے ذات اور صلاحیتوں کی ترقی کے لئے پیش کیا جاتا ہے، اور اس طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ تربیت حاصل کرنے والوں میں ذاتی شفاء کی اور مجرد لمس سے دوسروں کا علاج کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ [2]

---

① دیکھیے: الأديان الحية: ۳۲، الوجوه الأربعة للطاقة: ۳۱ اور Hinduism Luis Renou P 24۔
the science of being and art of living maharishi mahesh yogi PP (xviii-xviv)
the oxford handbook of new religious movements edited by : James R.Lewis P 453۔

② دیکھیے: الريكى للمبتدئين: ۲۰ اور Esential Reiki Diane Stein,P16۔

ریکی کے پروگراموں میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ کس طرح کونی توانائی حاصل کر کے اس سے اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے اور جسم اثیری کے خصائص کی معرفت حاصل کر کے اور چکروں کو ایجابی توانائی کے استقبال کے لئے کھول کر اس میں توازن پیدا کیا جاسکتا ہے اور جسم کو ان متنوع سلبی طاقتوں سے نجات دلائی جاسکتی ہے جو سلبی افعال اور خوف وکراہیت کے جذبات کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اور ان کے فلسفے کے مطابق وہ طاقتیں جسم پر ظاہر ہونے سے پہلے عقل، نفس اور روح کی گہرائیوں میں امراض کا سبب بنتی ہیں۔ ①

اور ایسے ہی اس کے اونچے درجات میں اس بات کی تربیت دی جاتی ہے کہ اشراق یا نروان کی حالت تک رسائی کے لئے کس طرح کونی توانائی کو پورے جسم میں پھیلایا اور بہایا جاتا ہے۔ ②

- **ریکی اور وحدت الوجود کا عقیدہ :**

(ریکی کے پروگراموں) میں اتحاد اور وحدت الوجود کا عقیدہ بالکل واضح طور پر اور صاف صاف دکھائی دیتا ہے، کیونکہ وہی اس پروگرام کی تمام تدریبات اور مشقوں کا ہدف ہے۔

عالم اسلام میں ریکی کے ایک ٹرینر صاحب فرماتے ہیں :

''مشق کرو.. مشق کرو یہاں تک کہ ''کی'' تمہارے اندر رواں ہوجائے تاکہ عقل فعال کے ساتھ تمہارا وصال ہوجائے''۔ ③

نروان کی حالت تک رسائی کے وقت ریکی کی تربیت لینے والوں کے جو احساسات ہوتے ہیں ان کا بیان کرتے ہوئے ایک صاحب فرماتے ہیں :

''ان لمحات میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم کتنے مدھم اور کمزور سے ہیں اور ہمیں ریکی کے جوہر کے متعلق کتنی کم معرفت حاصل ہے، بالکل ہمارا وہی حال ہوتا ہے جو سمندر کے سامنے بارش کے قطرے کا ہوتا ہے، ان دونوں کی طبیعت یکساں ہوتی ہے، اور آخر میں دونوں ایک ساتھ مل جاتے ہیں اور ایک ہی چیز بن جاتے ہیں''۔ ④

---

① دیکھیے : طاقة الكون بين يديک : ۱۲۳ ، الريكى للمبتدئين : ۲۰ اور الاستشفاء بالطاقة الحيوية : ۱۳-۲۸۔

② دیکھیے : طاقة الكون بين يديک : ۱۴۹۔

③ دیکھیے : مذكرة المستوى الأول ريكى دى جو، طلال خياط۔

④ دیکھیے : الريكى للمبتدئين : ۱۳۱ ۔

• ریکی کا موجد :

ریکی کی ادبیات میں اس کے اکتشاف کا قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی کھوج ایک جاپانی (میکا ؤ یوسوی) نے کی تھی، جو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عیسی علیہ السلام اور گوتم بدھ [1] کے معجزات کا سِرّ کیا ہے چنانچہ اس نے کتب مقدس کی روایتوں سے دور دور راست تجربے سے ان اسباب تک رسائی کی کوشش شروع کر دی اور ایک پہاڑ پر تنہا برت رکھتے ہوئے مراقبے میں جا بیٹھا یہاں تک کہ اسے کچھ آوازیں سنائی دیں اور اس نے کچھ انوار بھی دیکھے جن کا مصدر اسے معلوم ہو سکا نہ وہ ان کی حقیقت تک پہنچ سکا۔ پھر اسے خاص رموز سکھائے گئے اور وہ اپنا شعور کھو بیٹھا، مگر افاقے کے بعد تو اسے عجیب وغریب شفائی قدرتیں حاصل ہوئی تھیں جو ریکی کے معالجوں کا نقطہ آغاز تھیں!

• پھر یوسوی گرو بن گیا :

اس کے بعد یوسوی اپنی صلاحیتوں میں اضافے کے لئے فارغ ہو بیٹھا اور اس کے اسرار اپنے تلامذہ کو بھی بتانے لگا، اس نے ان کے ساتھ نصرانیت اور بدھ مت کی کچھ اخلاقی تعلیمات اور مقدس آداب بھی جوڑ دئے، اس طرح ریکی ایک عملی پروگرام اور مشق کے طور پر شروع ہوئی، پھر روحانی مرشدوں (مہارشیوں اور اچاریوں) نے اسے امریکا اور مغربی دنیا تک پہنچا دیا جہاں اسے عوامی پذیرائی حاصل ہوئی، کیونکہ اسے ان کے سامنے روحانی قوالب اور ذاتی تدریبات کی شکل میں متبادل طب کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ پھر اسے مخفی بشری صلاحیتوں کی تحریک اور تحریک عصر جدید کے سائبان تلے دیگر پروگراموں کے ساتھ متعدد درجات میں مارکیٹنگ کے انداز میں منظر عام پر لایا گیا اور تدریب وعلاج کے مراکز میں اس کی نشر واشاعت ہوئی اور ریکی کے پروگراموں میں ترقی ہوتی گئی۔ [2]

• شفا اور علاج کی معجزانہ قوت کا دعویٰ :

ریکی کے مروجین اس بات کے مدعی ہیں کہ ریکی کے فوائد مجرد استشفاء اور صحت سے کہیں زیادہ اور بہت زیادہ ہیں، کیونکہ جو شخص ریکی کا ماہر ہوتا ہے وہ اس کے لئے ایک کرشماتی وسیلہ بن جاتا ہے، اور اس کی صلاحیت حالیہ امراض کو شفاء دینے سے تجاوز کر کے ماضی اور مستقبل میں پائے جانے والے امور کا معالجہ کرنے لگتی ہے [3] اس کے

---

① گوتم بدھ کے لئے معجزات کا اطلاق محض نقل ہے۔

② دیکھیے : الریکی للمبتدئین : ۳۰ ، و The skeptic's dictionary robert carroll P144۔

③ دیکھیے : طاقة الكون بين يديک : ۱۴۲ ۔

اندر دور دراز سے معالجہ اور تاثیر کی ایسی قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ہوا کے ذریعہ توانائی ارسال کر کے یا رابطہ کے جدید وسائل کا استعمال کر کے علاج کر سکتا ہے یا دور کے مریض کا پتلا بنا کے بھی اس کا علاج کر سکتا ہے کیونکہ پتلے کا ہر جزء اس شخص کے مقابل جزء کی نمائندگی کرتا ہے۔ ①

• ریکی ہر درد کی دوا ہے !!!

ریکی کو ترقی ذات، اخلاق حمیدہ کے حصول، تعلقات میں بہتری، آفات اور جنگوں میں تخفیف، موسم کی تحسین، سفر اور کوچ کے احوال میں حفاظت، امن، رضا، حمایت، برکت اور ہدایت کے حصول کا ایک وسیلہ تسلیم کیا جاتا ہے ② کیونکہ مُرْ دَانِ توانائی (ریکی کے ٹرینر حضرات) کونی توانائی میں تحکم کی صلاحیت رکھتے ہیں جو وجود میں سمائی ہوئی ہے، وہ اسے ہدایات دے سکتے ہیں، اور کائنات میں ایجابی تاثیرات پیدا کرنے کے لئے اس کے کرشماتی خصائص کا استعمال کر سکتے ہیں، ایسے ہی نقصان پہنچانے کے لئے وہ اس کا سلبی استعمال بھی کر سکتے ہیں مگر ریکی کے آداب انہیں اس سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ③

• مسلم ٹرینروں کی فریب دہی :

مقام افسوس ہے کہ ریکی کے پروگراموں میں ضلال کے واضح ہونے کے باوجود بعض مسلمان ٹرینر حضرات اس گمراہ کن پروگرام پر اسلامی لیبل لگانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ریکی (رقیہ شرعیہ) ہی کی ایک صورت ہے، اور اسی کے نام سے عجمی لہجے میں مشتق ہے ④ اور ان میں سے کچھ لوگ یہ بھی کہتے پھرتے ہیں کہ (حاشا وکلا) محمد ﷺ توانائی کو ترقی دینے والی مشقوں کے ایک عظیم استاد تھے۔

اس وقت ریکی پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور اس کی جمعیات اور انجمنیں عالم عرب واسلام میں قائم ہیں، جو اپنے منتسبین کو جوڑے رکھتی ہیں اور ریکی اور اس کے مشابہ پروگراموں کی مارکیٹنگ کرتی ہیں، کورس کراتی ہیں اور خاص وعام نشستوں کے ذریعہ علاجی اور استشفائی خدمات پیش کرتی ہیں۔

---

① دیکھیے :Essential Reiki, Diane Stein, P 70۔

② دیکھیے : الريكى للمبتدئين : ۳۱ ، اور طاقة الكون بين يديک : ۱۳۰۔

③ دیکھیے : العلاج بالطاقة والماكرو بيوتيک : ۲۶۔

④ دیکھیے : العافية : ۱۶۳ ۔

میکرو بیوٹک

Macrobiotic

لفظ (میکرو بیوٹک) کا معنی بڑی زندگی یا زندگی کا بڑا نقطہ نظر ہے، اور یہ لفظ ایک یونانی کلمے سے مشتق ہے جس کے دو جزء ہیں: (میکرو) یعنی بڑا اور (بیوس) Bios یعنی زندگی۔ ①

جاپانی فلسفی (جارج اوشاوا) میکرو بیوٹک کی معاصر صورت میں اس کا موسس تسلیم کیا جاتا ہے، وہ چینی تعلیمات کی ترقی اور عالم میں ان کی نشر واشاعت کا بڑا حریص تھا، اور اس کے شاگرد (میتشو کوشی) نے بھی اسی کی پیروی کی تھی، اس نے میکرو بیوٹک کے معلمین کی ٹریننگ کے لئے قائم (کوشی انسٹیٹیوٹ) کے ذریعہ میکرو بیوٹک کو پورے امریکا میں پھیلایا تھا، اس انسٹیٹیوٹ کے تحت سرگرم توانائی والی نیچرل غذاؤں کی فروخت کے مراکز بھی قائم تھے جن کی تاثیر بعد میں چہار دانگ عالم کے مراکز تک پہنچ گئی۔ ②

- **میکرو بیوٹک کی کرامات کے تشہیری دعوے:**

آج میکرو بیوٹک کی مارکیٹنگ ایک تربیتی علاجی پروگرام کے طور پر کی جاتی ہے جس پر صحت وتندرستی سے متعلق بیداری پیدا کرنے کی چھاپ ہوتی ہے، اور اسے کونی توانائی پر ایمان کی اساس پر قائم متبادل علاج کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس میں زندگی کھانے، پینے، اور ورزش کی از سر نو تنظیم پر زور دیا جاتا ہے، گھر کو ایسی شکل میں مرتب کرنے کی ہدایت دی جاتی ہے جو کونی توانائی کی ہمہ جہت رسائی سے ہم آہنگ ہو اور اسے مناسب ماحول فراہم کرے، اور اس کے ہر جگہ پہنچنے اور اس سے اتحاد پیدا کرنے کو آسان بنادے تاکہ جسمانی صحت وشفاء سے گزرتے ہوئے روحانی بلندی تک رسائی ہو سکے، لمبی عمر نصیب ہو، اور آفات وامراض اور مصیبتوں سے سلامتی مل جائے!

① دیکھیے: الماکرو بیوتیک للمبتدئین: ۵، و العلاج بالطاقة والماکروبیوتیک: ۲۷۔

② الماکرو بیوتیک للمبتدئین:۵.

آج نوبت یہ ہے کہ کتب خانوں کے ریک سیکڑوں عربی کتابوں سے بھرے پڑے ہیں جو زندگی کے تمام پہلوؤں میں میکرو بیوٹک کی تطبیقات کی تفصیلات سے پر ہیں، خواہ یہ وہ کتابیں ہوں جو مغرب ومشرق سے ترجمہ کی ہوئی آئی ہوں یا وہ کتابیں جن کے مولف میکرو بیوٹک کی تطبیقات کے گرویدہ مسلمان ہیں جو ان کے درمیان اور سائنس کی حصولیابیوں اور نصوص دین کے درمیان موافقت پیدا کرنا چاہتے ہیں!

عالم عرب میں میکرو بیوٹک کی صف اول کی مشہور علمبردار (مریم نور) صاحبہ لکھتی ہیں کہ :

''میکرو بیوٹک کوئی عقیدہ اور دین نہیں ہے، یقیناً یہ وہی تدین ہے جو قلب اور زندگی کی محبت میں موجود ہوتا ہے۔ وہ کوئی فکری تصور بھی نہیں ہے بلکہ وہ اس بعد کو پار کر جاتا ہے، زندگی اور اسے الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہے، یہ تو جوہر حیات وصحت اور سعادت وحریت ہے''۔ ①

- **یہاں بھی اسی مشرکانہ توانائی کا راج ہے :**

(میکرو بیوٹک) اور اس کی تطبیق کی فہم میں (قی) کی طاقت (توانائی) کا اعتقاد بہت ہی اہم مانا جاتا ہے کیونکہ چینی فلسفہ اور اس سے ماخوذ تمام پروگراموں میں یہی اساسی اعتقاد ہے، اس اعتقاد کا مفاد یہ ہے کہ کونی توانائی (قی) ہی تمام موجودات کی اصل ہے اور وہ ساری کائنات کے اندر گھسی ہوئی ہے، اس اعتبار سے یہ سارے کے سارے ہی توانائی کے حصول کے مصادر مانے جاتے ہیں، غذائی پروگرام جو میکرو بیوٹک کا ظاہر ہے (قی) کی اہم توانائی کے طور پر کھانے کی اہمیت پر زور دیتا ہے جس میں تحکم انسان کی استطاعت میں ہے، ② یعنی وہ اسے کنٹرول کرسکتا ہے، یہ پروگرام ایک پختہ غذائی نظام پر مشتمل ہوتا ہے جس کا دارومدار پورے طور پر کونی توانائی اور (ین / یانگ) کی ثنائیت کے فلسفے پر ہوتا ہے، اسی لئے توانائی کے فلسفے پر مبنی مابعد الطبیعاتی خصائص کی بنیاد پر غذاؤں کا انتخاب عمل میں آتا ہے، ③ اور اس میں (علم کاشتکاری) کے ضمن میں نباتات کے خواص اور ان کی روحانیت اور ان کے لئے مستعمل کواکب وہیکلوں کی روحانیت سے ان کی مشاکلت وموافقت کا تعارف تو معروف تھا، اور یہ چیز اسے سحر کے باب میں داخل کردیتی ہے؛ اسی لئے مسلمانوں نے اس علم سے وہ باتیں اخذ کرلیں جن کا تعلق زراعت، کاشتکاری اور علاج سے تھا اور دیگر باتوں کو نظر انداز کردیا۔ ④

- **کراماتی غذاؤں کے ساتھ فلسفے بھی کھائیے :**

اس غذائی نظام میں اس کے فلسفے کے مطابق بلند کونی توانائی والی غذاؤں کو استعمال کرنے کی خصوصی ترغیب دی

---

① مذكرة البرنامج التدريبى (ستة أيام في بيت السلام) مریم نور، ص ۸۔

② الماكرو بيوتيک للمبتدئين : ۲۷-۳۲ ، والماكرو بيوتيک : ۳۵۔

③ دیکھیے : دعوة إلى الصحة والسعادة : ۱۴۔

④ دیکھیے : المقدمة : ۴۶۵ ۔

جاتی ہے مثلاً روزانہ پابندی کے ساتھ میزو پینا،① اور حیوانی محصولات: گوشت، دودھ اور شہد سے بچنے کی تلقین کی جاتی ہے جو توانائی پر سلبی اثر ڈالتے ہیں۔②

میکرو بیوٹک کے پروگراموں کے ابتدائی درجات میں غذا اور یومیہ نظام حیات کی تطبیقات پر زور دیا جاتا ہے، اور اس کے تربیتی پروگراموں کے اعلیٰ درجات میں وجود و معرفت اور کون وحیات کا فلسفہ پیش کیا جاتا ہے اور کونی توانائی، اجسام سبعہ اور عناصر خمسہ وغیرہ کے معتقدات کی شرح کی جاتی ہے۔③ اور قدیم چینی حکمت پر مبنی یومیہ اسلوب حیات کی تنظیم سے متعلق تعلیمات پیش کی جاتی ہیں۔④

میکرو بیوٹک کے مروجین تو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے فوائد صحت اور بیماریوں سے شفا کے مرحلے کو تجاوز کر کے فرد کے جذباتی، خاندانی اور معاشرتی پہلوؤں کو بھی تقویت پہنچاتے ہیں، اس کی فطری حس اور تخمینی صلاحیتوں میں اضافے اور بلند روحانی شعور کے مرحلے تک رسائی میں بھی معاون ہوتے ہیں۔⑤

یوگا Yoga

بتوں سے دوستی اور برہمن سے بیر
مگر اب برہمن سے بھی دوستی ہوگئی

(یوگا) سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کا معنی اتحاد و توحید ہوتا ہے اور یہ توحید فردی ذات کے کونی ذات سے متحد

---

① میزو دریائی نمک کے ساتھ سویا کی پھلیوں کے سرکے اور مختلف قسم کے دانوں کے آمیزے سے تیار کیا جاتا ہے اور اسے ایک مدت تک چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں خمیر اٹھ جاتا ہے، تب اسے استعمال کیا جاتا ہے، میکرو بیوٹک کے ماننے والوں کا اعتقاد یہ ہے کہ میزو کے اندر ایسے حمایتی خصائص پائے جاتے ہیں جو شخصی تندرستی اور صحت کو تجاوز کر کے گھروں کو بھی کونی آفات ومصائب سے محفوظ رکھتے ہیں ! (دیکھیے : الماكرو بيوتيك : ٧٢)

② دیکھیے : مقدمة بين الطب النبوي والماكرو بيوتيك: ٢٧-٣٠ ، والماكر و بيوتيك : ٢٨ ۔

یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ مسلم مولفین ان مفاہیم اور تطبیقات کو اس طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اسلامی ثقافت سے ہم آہنگ ہو جائیں۔

③ دیکھیے : Historical Dictionary New Age Movement, Michael york, P139۔

④ دیکھیے : الماكرو بيوتيك للمبتدئين : ١۔

⑤ دیکھیے: الماكروبيوتيك للمبتدئين :٥٧، دعوة إلى الصحة والسعادة : ٢٩-٣٠ ، دليل الماكروبيوتيك إلى الحياة السعيدة : ١١٠۔

ہونے پر دلالت کرتی ہے، ① (یوگا) کا شمار ہندوستانی ادیان کی قدیم ترین تعلیمات میں ہوتا ہے، اس میں انسان عالم ظواہر وتعددیت سے وحدت مطلقہ کی طرف خروج اور اسی میں گھل جانے کے مقصد سے جسمانی اور روحانی مشقوں کے ایک مجموعے کا عملی نفاذ کرتا ہے اور انہیں روبہ عمل لے آتا ہے ② ۔ اسی لئے قوت عظمی کے ساتھ اتحاد کی تحقیق کے متعلق ان ادیان کے ہدف کو پورا کرنے کے لئے یوگا ایک اہم عملی مشق تسلیم کیا جاتا ہے ③ ۔ ان ادیان کے مطابق یوگی (یوگا کی عملی مشق کرنے والا) وہ شخص ہوتا ہے جو بلندی اور اشراق تک رسائی حاصل کر چکا ہوتا ہے، اور اپنے نفس کی الوہی حقیقت کی معرفت سے جس کا انکشاف اسے یوگا کی نشستوں کے درمیان ہوتا ہے کرشماتی صلاحتیں حاصل کرلیتا ہے، چونکہ ان کے عقیدے کے اعتبار سے انسان الٰہ کا ایک جزء ہوتا ہے، اس لئے ان کے اعتقاد کی رو سے یوگی ایک ایسا شخص ہوتا ہے جس کا حکم عالم ارواح میں چلتا ہے، وہ جب انہیں اترنے کا حکم دیتا ہے تو وہ ہماری اس دنیا میں اتر آتی ہیں، اور جب مُردوں کو ظہور کا حکم دیتا ہے تو وہ طوعا ظاہر ہوجاتے ہیں۔ اور طبیعت کی تمام قوتیں اس کے حکم سے مسخر ہیں ④ !

آج یوگا کو ترقی ذات اور علاج واستشفاء کے لئے ورزشی مشقوں اور تربیتی پروگراموں کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، اور وہ ایک ایسے ظاہر کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے جو روحانی اور ریاضی پہلو کا اہتمام کرتا ہے، جسم کی حرکتوں اور عمیق تنفس میں ربط پیدا کردیتا ہے، زمان ومکان کے حدود سے آزادی کے لئے مراقبے پر اعتماد کرتا ہے، اور بڑی سی بڑی مقدار میں پرانا کی توانائی اخذ کرکے ان کے اعتقاد کے مطابق ذات فردیہ کو ذات کونیہ یا الٰہ کے ساتھ ضم کردیتا ہے۔ ⑤

(یوگا) کا تربیتی واستشفائی پروگرام ایک ایسے غذائی نظام پر مشتمل ہوتا ہے جو میکرو بیوٹک نظام کے مشابہ ہوتا ہے، اور بڑی حد تک نباتات اور دانوں کے استعمال پر انحصار کرتا ہے، ساتھ ہی کھانے کے نگلنے کے عمل میں ارتکاز اور استغراق سے کام لیا جاتا ہے، اور اسے کھانے کی مقدار کو گھٹانے کا ہدف پورا کرنے کے لئے ایک اہم اور

---

① الحكمة الهندوسية : ۱۴۲ ، أعمدة اليوغا الثمانية : ۴، و : Practising Yoga, Geddes & Grosset, p12 -
- An Introduction to Complementary Medicine, Simon Borg-Olivier, Bianca Machliss, p276

② دیکھیے : الحكمة الهندوسية : ۱۴۶ ، واليوغا سيطرة على النفس: ۱۱۰ ۔

③ دیکھیے : اليوجا والتنفس : ۱۹ ۔

④ دیکھیے : فلسفة راجا يوجا : ۴۶ ، و The skeptic's Dictionary, Robert Carroll, p198 -

⑤ دیکھیے : الكامل في اليوجا : ۳۳۵ ۔

مرتب سرگرمی کے طور پر دیکھا جاتا ہے، نیز فکری مراقبہ اور ارتکاز کا عمل بھی ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔

یوگا کی عملی مشق جس حد تک ممکن ہو نیچرل ماحول اور نیچرل کپڑوں میں ہوتی ہے جو ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں، اور وہ ایسے آسنوں پر مشتمل ہوتا ہے جن میں سے اکثر مظاہر طبیعت کے مشابہ ہوتے ہیں، مثلاً درخت اور کمل کے پھول کی وضع، یا کتے، بلی اور شیر کی اوضاع کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ①

وہ ایسی ریاضتی مشقوں پر مشتمل ہوتا ہے کہ وہ بھی فطرت سے ہم آہنگ ہوتی ہیں مثلا سورج کو سلام کرنے کی ریاضت (سوریہ نمسکار) جو مشرقی زبانوں میں سورج کے ناموں کا ورد کرتے ہوئے اور روشنی اور گرمی فراہم کرنے پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انجام دی جاتی ہے، ان مشقوں اور نشستوں کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ بڑی حد تک فطرت (نیچر) اور کائنات کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر لی جائے۔ ②

توانائی کے دیگر پروگراموں کی طرح (یوگا) میں بھی مرض کی تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ توانائی کے نظام میں خلل پیدا ہو گیا ہے اور سلبی توانائیوں کا حصول ہو گیا ہے جن کا عقل اور فکر پر ڈھیر جمع ہو گیا ہے اور وہ جسم پر اثر انداز ہو رہی ہیں اس لئے اول تو صحت کے اعادہ کے لئے ان سے نجات حاصل کرنا ناگزیر ہے، دوسرے عافیت میں کمال حاصل کرنے اور دوسروں کو عافیت عطا کرنے کی صلاحیت تک رسائی کے لئے بھی یہ لازم ہے۔ ③

ایسے ہی یوگا صحت پر کنٹرول رکھنے کی امکانیت کو پختہ کر دیتا ہے بلکہ اگر نفس کی تربیت ہو جائے اور اسے عقل کے تسلط سے آزاد کرا لیا جائے تو پھر مستقبل کو بھی قابو میں رکھنا ممکن ہو سکتا ہے۔ ④ جب عالم عرب و اسلام میں متبادل طب کے مراکز اور صحت کے کلبوں میں یوگا کو اس طور پر پیش کیا گیا کہ وہ مختلف درجات میں مجرد صحت و خوش قامتی کے لئے کی جانے والی ریاضتی مشقیں ہیں تو موجودہ دور میں اختلاف ادیان کے باوجود یوگا کی تعلیمات کو عوام میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی، اور تربیت حاصل کرنے والے (یوگا) کی مشقی نشستوں میں جس قدر پابندی کے ساتھ شریک ہوتے اور روزانہ تسلسل کے ساتھ حصہ لیتے ہیں اور تربیت کے اعلیٰ درجات تک پہنچ جاتے ہیں وہ بتدریج (یوگا) کے فلسفیانہ اصولوں کی فہم سے قریب ہوتے جاتے ہیں اور وہ ان کی روزمرہ زندگی کا جزء بن جاتا ہے جیسا کہ فلسفیانہ اصولوں والے تمام تربیتی وعلاجی پروگراموں میں ہوتا ہے۔

---

① دیکھئے: الحکمة الهندوسية: ١٤٧، وأعمدة اليوغا الثمانية: ١٢٣، واليوجا سيطرة على النفس: ٦٦ وما بعدها۔

② دیکھیے: واليوغا والتنفس: ١٥٠، وينظر اليوغا في ميزان النقد العلمي: ١٦۔

③ دیکھیے: الكامل في اليوغا: ٢٥٨۔

④ دیکھیے: اليوغا سيطرة على النفس: ١٤۔

تائی جی قوان

Taijiquan

(تائی جی قوان) ایک چینی لفظ ہے جس کا معنی وجود نہائی اور لانہائی کی طرف پیشقدمی ہوتا ہے، یہ مشرقی قتال کا ایک فن اور چینی فلسفہ اور طاوی معتقدات سے ماخوذ ایک معاصر ورزشی مشق ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ان مشقوں کا آغاز اٹھارویں صدی کے اواخر میں ہوا تھا اور ان کی ایجاد کا سہرا ان راہبوں کے سر جاتا ہے جنھوں نے فطرت کا مطالعہ کر کے ذاتی دفاع اور ہجوم میں سانپوں اور حیوانوں کے طریقۂ عمل سے انہیں اخذ کیا تھا۔ اور اس کی ظاہری شکل کا حصول یہیں سے ہوا تھا۔ مگر جہاں تک اس کی ادبیات اور فلسفوں کی بات ہے تو اس ضمن میں (تائی جی) کا انحصار طاوی دھرم کے فلسفے اور کائنات و وجود سے متعلق اسی کی تفسیر پر ہے جو کونی توانائی (قی) اور اسی سے برآمد شدہ (ین ریانگ) کے محصولات اور ان کے درمیان توازن کی ضرورت پر مبنی ہے، اس کی متوارث ادبیات وجود میں (خالق ومخلوق) کی ثنائیت کی نفی کو پختہ کر دیتی ہیں اور اس بات پر زور دیتی ہیں کہ انسان وجود واحد کی ایک صورت کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

(تائی جی) کی تمام مشقوں کا ہدف یہی ہے کہ جسم، عقل اور روح کو متحد کر کے انہیں کونی توانائی کے ساتھ مربوط کر دیا جائے تا کہ انسان ترقی کرتا ہوا عالم مادی کو تجاوز کر جائے اور مشرقی فلسفیانہ (خلود) کا ہدف پورا ہو جائے۔

عصر نو میں (تائی جی) کو ایک فلسفیانہ قتالی فن کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر موجود کونی توانائی کے فروغ پر زور دیکر جو جسمانی تقویت کو کنٹرول کرتی ہے بدنی قوت کو مضبوط کیا جائے۔ اور کسی بھی ریاضتی مشق کی طرح (تائی جی) میں بھی صحت سے متعلق کچھ ضمنی فوائد موجود ہیں، اور فلسفۂ چین کی تمام علاجی تطبیقات کی طرح اس کے متعلق بھی دعوی یہی کیا جاتا ہے کہ یہ بہت سے امراض کی دوا ہے مثلاً روماٹزم دمہ، بے خوابی، معدے کی سوزش، پریشر، سر درد اور آدھا سیسی (نصف سر کے درد) میں مفید ہے۔ مگر مستند طبی تحقیقات نے ابھی تک ان دعووں کی صحت کا اثبات نہیں کیا ہے۔

(تائی جی قوان) کے مختلف اسکول ہیں جو چینی معلمین میں سے مریدوں کو ورثے میں ملتے چلے آئے ہیں اور معاصر روحانی تحریکات کے ساتھ موجودہ زمانے میں ساری مغربی دنیا میں پھیل گئے ہیں، اور متبادل طب کے فنون

اور بشری تنمیہ کی تطبیقات کے ذریعہ وہاں سے عالم عرب واسلام میں بھی پھیل گئے ہیں۔ ①

ایک حقیقت جس کا واضح طور پر اظہار اہم ہے وہ یہ ہے کہ دور جدید کی فلسفۂ توانائی کے تحت پیش کردہ تمام متبادل طبی تطبیقات کی طرح (تائی جی قوان) سے بھی صحت کے متعلق کچھ فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ وہ ریاضت، استرخاء اور مخصوص غذا کے اہتمام پر مشتمل ہے۔ مگر وہ سب باتیں بے بنیاد ہیں حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے جو کونی توانائی کے بہاؤ کے حصول اور ان کے ساتھ ہم آہنگی سے متعلق کہی جاتی ہیں، یہ بس ان کے مروجین کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

قی گونگ

Qigong

ایک چینی اصطلاح ہے جو دو شقوں سے بنا ہے: (قی)Qi بمعنی کونی توانائی اور گونگ gong بمعنی طریقۂ مہارت واتقان ② اس کی اصل چند ریاضتی حرکتیں ہیں جن کا استعمال مابعد الطبیعاتی ابعاد والے مشرقی قتال کے فنون میں کیا جاتا ہے۔

(قی گونگ) کے متعدد مدارس ہیں جن کی جڑیں مشرقی ادیان میں موجود ہیں، طاوی مدرسہ فطرت پر تأمل پر زور دیتا ہے، اور اس کا ہدف خلود (دوام) کے حصول کے لئے صحت اور شفا کو تقویت پہنچانا ہے، جبکہ بدھشٹ مکتبۂ فکر روح کی بیداری اور روشن خیالی کے حصول پر زور دیتا ہے، اور کنفیوشس مکتب فکر اس کے واسطے سے اس ہدف تک پہنچنا چاہتا ہے کہ توانائی کو صحیح رخ عطا کر کے معاشرے میں صالح افراد پیدا کئے جائیں۔ ③

(قی گونگ) کے بعض مدارس ماورائی قوتوں اور روحوں کو حاضر کرنے کی کرشماتی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لئے اس میں شامانی مراسم سے ماخوذ مشقوں کا اضافہ کر لیتے ہیں۔

---

① اس وقت سعودی عرب کے ''المركز الوطني للطب البديل والتكميلي'' (قومی مرکز برائے متبادل وتکمیلی طب) میں ایک ایسی عملی تحقیق منظر عام پر لانے کا کام چل رہا ہے جس میں توانائی سے استشفاء (علاج) کی مشقوں سے متعلق شائع ہونے والی تمام تحقیقات کا ایک جامع مراجعہ شامل ہو اور ان کے پیش کرنے والوں کے مزعومہ علمی براہین کی اچھی طرح جانچ کی گئی ہو، چنانچہ مذکورہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ علاجی مشق کرنے والوں کے دعوے ابھی تک بس دعوے ہی دعوے ہیں جنھیں صحیح علمی دلائل وبراہین کی حاجت ہے۔

② دیکھیے: كتاب الطب الصيني: ١٣٧۔

③ دیکھیے: تعلم التشيكونغ: ٦، و A Complete Guide to Chi-Gung, Daniel Reid, pp33-55۔

(قی گونگ) بھی اساسی طور پر تمام مشرقی فلسفیانہ تطبیقات کی طرح کونی توانائی اور جملہ جوانب حیات میں اس کی مرکزیت کے اعتقاد پر قائم ہے، اور بڑی سی بڑی مقدار میں کونائی توانائی کے اکتساب اور جسم میں اس کے بہاؤ کے لئے زندگی میں فلسفہ (ین / یانگ) و (عناصر خمسہ) کی تطبیق پر اعتماد کرتا ہے۔ ①

اوران کی تعبیر کے مطابق مشرقی فلسفے میں ہدف اعلیٰ کے حصول کا مطلب اتحاد یا مصدر (کلی) کی طرف واپسی ہوتی ہے۔ ②

(قی گونگ) کا تعلق چین میں ان قدیم سری روایات سے تھا جو متوارث چلی آتی تھیں اور طاوی اور بدھشٹ راہب اپنے معبدوں میں نہایت سکون کے ساتھ اس کی مشقیں کیا کرتے تھے، اوراپنے اسرار صرف اپنے خواص کو بتایا کرتے تھے، مگر پچھلے دنوں ترقی ذات، صلاحیتوں کے فروغ، استشفاء اور مریضوں کے علاج کے لئے روحانی ترقیاتی پروگراموں کے گروپ میں تربیتی پروگراموں کی شکل میں یہ ہر جگہ پھیل گیا، ان پروگراموں کی سر پرستی مغرب میں تحریک عصر جدید نے کی تھی اوراس کی طرف سے ساری دنیا میں ان کی مارکیٹنگ کی گئی تھی۔ ③

آج (قی گونگ) کو صحت کی حفاظت اور دوام کے لئے ایک تربیتی پروگرام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو ریاضتی سرگرمیوں اور ضبط تنفس کی چند مشقوں کے ایک گروپ پر مشتمل ہوتا ہے، جن کا مقصد انسان کے اجسام سبعہ میں کونی توانائی (قی) کو سرگرم کرنا ہوتا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ عمومی صحت اور جسمانی، روحانی، عقلی اور جذباتی سطح پر سعادت تک رسائی کے حصول کی توقع ہوتی ہے اور وہ بھی تمام سابقہ پروگراموں کی طرح کونی طاقت کے حصول اور سارے جسم میں اسے دوڑانے کے لئے ذاتی مسئولیت پر زور دیتا ہے، اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ صحت وسعادت طول عمر جیسے ان فوائد کا حصول ہو جن کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی اس کا استعمال متعدد استشفائی اور علاجی اغراض کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے، اس کی طرف صحت سے متعلق بہت سے فوائد منسوب کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ بھی کچھ ریاضتوں اور عمیق تنفس کی مشقوں پر مشتمل ہوتا ہے ④ اوراس کے متعلق مشرقی فلسفے سے مربوط مابعد الطبیعاتی اسباب کا جو ذکر کیا جاتا ہے وہ اس پر مستزاد ہیں۔

---

① دیکھیے: تعلم التشیکونغ: ۷-۸۔ ② حوالہ مذکور: ۸۱-۸۵۔

③ دیکھیے: A Complete Guide to Chi-Gung, Daniel Reid, pp1-51 -

- The New Age: The History of a Movement, Drury, Nevill

④ دیکھیے: كتاب الطب الصيني: ۱۳۷، و - Handbook of Chinese Popular Culture, J.A English-Luek, P142۔

اسے ترقی ذات کے پروگرام اور بہت سے پیچیدہ امراض مثلاً دمہ، نصف سر کا درد اور روماٹزم وغیرہ کے لئے کیمیائی علاج (ایلوپیتھی) کے متبادل طبی نسخے کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے۔

نیز پروگرام کی مشقوں کے واسطے سے اصلِ وجود (کونی توانائی) یا طاو، عظیم انبثاق اور (ین/یانگ) کے وجود کے فلسفے کے متعلق چینی فلسفے کی ادبیات کی نشر واشاعت کی جاتی ہے، اجسام سبعہ کا فلسفہ، جسم اثیری اور اس پر موجود چکروں کے خصائص اس طور پر پیش کئے جاتے ہیں کہ یہ سب وہ علمی حقائق ہیں جن کا انکشاف قدیم چینی طب نے کیا تھا[1]، اس لئے کہ (چی گونگ) کی مشق کرنے والا ہرگز اس توانائی کے حصول کے لئے جدوجہد نہیں کرے گا جس کے وجود اور فوائد پر اس کا ایمان ہی نہ ہو۔

فنگ شوئی

Feng Shui

ایک چینی اصطلاح ہے جو دو شقوں: (فنگ) Feng بمعنی ہوا اور (شوئی) Shui بمعنی پانی سے بنا ہے[2]، اور مشرقی فلسفوں کے ایک مجموعے کا رمز ہے جن کا تعلق کونی طاقتوں اور ان کے درمیان توازن پیدا کرنے کی کیفیت سے ہے، اسی لئے اس کی تطبیق کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی مشرقی فلسفے کی وسیع فہم رکھتا ہو، اس کے پیچیدہ معادلات اور لاانتہا تفصیلات سے آگاہ ہو اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی مہارت صرف ان سیانوں کو ہوتی ہے جو اس فلسفے کی فہم، تطبیق اور عملی مشقوں میں اعلیٰ درجات تک پہنچ گئے ہوں، اسی لئے وہ ہمیشہ مشقیں کرنے والوں کے لئے بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

- آج فنگ شوئی کو عوام کے لئے ان سیانوں اور ماہرین کی طرف سے چند تطبیقی نصیحتوں کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انہیں وہ کتابیں دی جاتی ہیں جو عملی مثالوں پر مشتمل ہوتی ہیں، یا پھر وہ جزوی تربیتی پروگرام ہوتے ہیں جن میں (مقام کی توانائی) کے اسرار کو سیکھنے پر زور دیا جاتا ہے، جن کا لحاظ کرنے سے گھر کے اندر نیچرل طاقتوں کے درمیان توازن پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے، اور یہ داخلی ڈیکوریشن کی تنسیق وترتیب کے ذریعہ کیا جاتا ہے! جس کے واسطے سے -مشرقی عقائد کے مطابق- ساکنان منزل مختلف

---

① دیکھیے: Handbook of Chinese Popular Culture, J.A English-Luek, P146 - ۔

② الاستشفاء بالطاقة الحيوية الريكي والفونغ شوي: ٩٣ ۔

طریقوں سے کوئی توانائی (قی) کو اندر لا سکتے ہیں اور اسے سارے گھر میں پھیلا سکتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی حفاظت ہوتی رہے گی، اور انہیں سرّ حیات مل جائے گا اور ان کی زندگی افضل اور بہتر ہو جائے گی، انہیں وہاں صحت، سکون، اطمینان اور سلبی طاقتوں کی تاثیر سے نجات مل جائے گی اور ان کی رسائی سعادت، ثروت اور روحانیت تک ہو جائے گی۔

فنگ شوئی میں توانائی کے حصول کے لئے مقررہ اصول

فنگ شوئی کے فلسفے کے مطابق (قی) کی توانائی کے حصول کے لئے حسب ذیل اصولوں کی پابندی اہم ہے :

- مسکن کے انتخاب میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ وہ ساکن کے چینی برجوں اور اس کی تاریخ ولادت سے مناسبت رکھتے ہوں۔
- ان کا توازن (ین ر یانگ)، اور عناصر خمسہ کے حسابوں پر قائم رہے۔
- انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خفیف گھنٹیاں لٹکائی جائیں۔
- روحانی ہندسی (جیومیٹریکل) اشکال کے خصائص کا لحاظ رکھا جائے اور ترتیب بندی میں ان کا استعمال کیا جائے بالخصوص اہرام کا۔
- کواکب (ستاروں) کے ساتھ سمتوں کے تعلق کو سمجھا جائے جو صحت وسعادت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- شمعوں، خوشبوؤں اور نمک کا استعمال کیا جائے۔
- شفائی توانائی کے حصول کے لئے اہرام جیسے روحانی اسرار والے بعض مجسموں کا استعمال کیا جائے۔
- تونگری کے حصول کے لئے ایک ٹانگ والے میڈک کا مجسمہ۔[1]
- حمایت وحفاظت کے حصول کے لئے گھات میں بیٹھے ہوئے شیر کا مجسمہ۔
- (فنگ شوئی) کی ہدایات میں سے یہ بھی ہے کہ زوجین (میاں بیوی) میں الفت اور اتفاق کی کوشش کے لئے خشبی بطخ کا جوڑا رکھا جائے[2]۔ اور ایسے ہی بعض حیوانات یا مجسموں اور ان پر دلالت کرنے والے رنگوں کے

---

[1] دیکھیے : فنغ شوي، دليل الطاقة الإيجابية (البيت): ٩۔

[2] اسی طرح ان فلسفیانہ مشقوں کے تحت بہت سی وثنیات اور مشرکانہ تطبیقات کی نشر واشاعت ہوتی ہے۔

(دیکھیے : مجلة الدليل إلى الطب البديل، عدد أغسطس ٢٠٠٣م ص : ٦٩)

بھی مخصوص اسرار ہوا کرتے ہیں۔اس لئے :

- جسمانی قوت کی تقویت اور بول چال اور عمل کے لئے چیتے کو دائیں طرف یا مغرب کی طرف رکھا جائے۔
- اژدھے کو مشرق کی سمت رکھا جائے، اور یہ حکمت عطا کرتا ہے۔
- جبکہ کچھوے کی جگہ شمال ہے، اور اس سے حفظ وامان کے احساس کو تقویت ملتی ہے۔
- سرخ پرندے کو گھر کے سامنے والے حصے میں رکھا جائے تاکہ گھر والوں کے لئے مستقبل کی رویت واضح ہوتی رہے۔
- مال کو گھر لانے کے لئے متحرک پانی اور فواروں کا نظم رکھا جائے۔
- معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے جنوب مغربی گوشے میں روشنی رکھی جائے۔

ان کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جن کے متعلق اعتقاد پایا جاتا ہے کہ یہ روحانی اسرار پر مشتمل ہیں، اہل منزل کے لئے اہم ایجابی توانائیوں کو کھینچ کرلانے والی ہیں !

اسی طرح موجودہ دور میں (فنگ شوئی) کو ان گھروں کی (روحانی صفائی ستھرائی) کے نام سے بھی پیش کیا جاتا ہے جو ان تعلیمات کے مطابق مرتب نہیں کئے گئے ہیں، یہ پروگرام اس عدم ترتیب کے آثار اور سابقہ ساکنان منزل کے آثار سے بھی انہیں پاک صاف کر دیتا ہے، کسی بھی جگہ پر واقع ہونے والے واقعات مستقبل میں وہاں کے ساکنوں پر اثر انداز ہوتے ہی ہیں! اس لئے فنگ شوئی کے فلسفے کے مطابق روحانی طور پر گھروں کی صفائی اور انہیں ماضی کی نحوست سے نجات دلانا ناگزیر ہے، اور یہ کام شمعیں جلا کر، خوشبوؤں کی دھونی دے کر اور کئی طرح کی موسیقی اور خوبصورت آوازوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اور اسی کام کے لئے گھروں کے تمام گوشوں پر نمک بھی چھڑ کے جاتے ہیں پھر آئندہ کل اسے صاف کر دیا جاتا ہے۔ ①

عالم عرب پر بھی جدیدیت کا نشہ طاری ہے اس لئے جدت کے نام پر شرک بھی گوارہ ہے

عالم عرب واسلام میں (فنگ شوئی) کو اس کے اصلی نام سے بھی متنوع تربیتی کورسوں کی شکل میں اور

① الوجوه الأربعة للطاقة : ٦١ وما بعدها ، و Historical Dictionary of New Age Movements, - Michael York, p72.

(بایوجیومیٹری) یا (مقام کی توانائی) یا اس کی جزوی تطبیقات کے نام سے پیش کیا جاتا ہے مثلاً (پنڈولم کی توانائی)، (اہرام کی توانائی کے اسرار)، (ھندسی أشکال کی توانائی) اور (رنگوں کی توانائی کے اسرار) کے کورسس۔ اسی طرح اسے نئے گھروں کی ترتیب اور منصوبہ بندی کے تعمیری مشوروں کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے، اور جب اس پروگرام کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کعبہ، اس کے تقدس اور اس کی روحانیت پر گفتگو کی جائے، اور مکعب شکل کے اسرار اور مقام کی توانائی میں اس کا اثر بیان کیا جائے اور اسے کعبہ اور طواف سے مربوط کر دیا جائے! اور (تی) کی توانائی کی تفسیر اس طور پر کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے لغت میں اسی کو (برکت) کہا جاتا ہے![1] اس طرح عوام یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک علمی کشاد یا اعجاز ہے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے عملی طور پر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اہرام، پتھر اور روحانی اسرار والے ان مجسموں کی خرید وفروخت کا سلسلہ وسیع پیمانے پر جاری ہے جن کے متعلق (تی) کی توانائی لانے کا عقیدہ ہوتا ہے!

اس بات کی طرف بھی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے کہ فنگ شوئی کی تعلیمات میں کچھ منطقی نصیحتیں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً یہ کہ گھروں کو ہوادار رکھا جائے، ان کے سامنے نیچرل پودے لگائے جائیں، اس لئے اس طرح کی چیزوں سے مسلمانوں کا دھوکہ کھانا لازم ہے، اور وہ اسی وجہ سے فنگ شوئی کو گھروں کے ڈیکوریشن اور منازل کی تعمیری ترکیبات کا ایک نفع بخش فن سمجھتے ہیں؛ مگر فنگ شوئی کی نصیحتوں کے پیچھے ان مابعد الطبیعاتی فوائد کا اعتقاد کارفرما ہوتا ہے جو ان کی دینی تعلیمات کا حصہ ہے، چنانچہ ان کے اعتقاد کے مطابق گھروں میں پودوں کی فراہمی خوش قسمتی لاتی ہے! اور ہوا کا بہتر نظام کونی توانائی کے باطل فلسفے کے مطابق سلبی توانائیوں کو دور بھگاتا ہے[2]۔

ہونا

Huna

ہونا کی اصل وہ مشقیں ہیں جو امریکا کے ہوائی نامی جزیروں کے باشندوں سے ماخوذ ہیں، اس کی بنیاد امریکی

---

① دیکھیے: رسالة فن صناعة الحياة الطيبة لصلاح الراشد: ۵-۶۳، مطبوعة ملحقة بمجلة فواصل عدد: ۱۰۴: بتاریخ: ۱/۹/۲۰۰۳م۔

② دیکھیے: مجلة الدليل الى الطب البديل، شمارہ اگست ۲۰۰۳م ص: ۶۹: پیونیا کے پھولوں (ایک جھاڑی کے سرخ پھولوں) کا گھر میں رکھنا کنواری دوشیزہ کے لئے شادی کے امکانات میں اضافہ کر دیتا ہے۔

فلسفی میکس لانگ Max Long نے ۱۹۳۶ء میں رکھی تھی، اور یہ بھی (تحریک فکر جدید) Movement New Thought کے مفکرین میں سے ایک تھا جنھیں فکر اور حیات اور ماورائے مادہ عالمِ روحانی سے تعامل کے جدید طریقوں کی حیثیت سے لوگوں میں شامانی مشقوں کی نشر واشاعت کا بڑا اہتمام تھا۔ ①

یہ ایک تربیتی پروگرام ہے جس میں مافوق البشری تاثیری صلاحیتوں کے حصول کے لئے مختلف قسم کے ترقی یافتہ اسرار کی مشق کرائی جاتی ہے جن کے ذریعہ جنوں (توانائیوں) کے ساتھ تعامل کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، مگر وہ ارضی طاقتوں اور سفلی قوتوں کے ساتھ تعامل، عقل سے مادہ پر اثر انداز ہونے کی ٹکنکس اور مقناطیسی نگاہ سے اشیاء کو دور سے حرکت دینے کی صلاحیت کے فروغ کے نام سے پیش کیا جاتا ہے یا اسی طرح کی دیگر چیزوں کا نام لیا جاتا ہے جو بشری ترقی کے عام دائرے میں آتی ہیں۔

پچھلے دنوں یہ پروگرام محدود اور تنگ دائرے میں عالم اسلام میں بھی معروف ہوا؛ کیونکہ اس کی تطبیقات بہت حساس تھیں اور ان میں براہ راست مختلف قسم کے منتروں کا جاپ کیا جاتا تھا، اور ایسے طلسمات کا استعمال ہوتا تھا جو کھلے طور پر ضلال اور گمرہی کے حامل تھے، اور مشرقی فلسفوں کی دیگر تطبیقات اور ان کے مراسم کی طرح اسے اسلامی یا علمی قالب میں پیش کرنا دشوار تھا، اسے محض خفیہ طور پر ایسے گروپوں کے سامنے ہی پیش کیا جاسکتا ہے جو خوارق اور کرشمات کے دلدادہ ہیں اور انہیں منہج اور عقیدے کی سلامتی کا چنداں اہتمام نہیں ہوتا، یا جن کی بصیرت مسخ ہوچکی ہے۔ اور اس پر یہ غلاف چڑھایا جاتا ہے کہ یہ ایک مخصوص قسم کا علم ہے جس کا تعلق ترقی یافتہ طبیعاتی علوم (فزیکس) سے ہے اور ابھی تک عام لوگوں پر مکشوف نہیں ہوا ہے، اور یہ بھی لازم ہے کہ اسے راز ہی رہنے دیا جائے، کیونکہ اس کی قوت اثر اور عوام کے نزدیک معروف قوت سحر سے اس کی مشابہت کی وجہ سے لوگ اسے جادو ہی سمجھ بیٹھیں گے۔

پرانا سے علاج

Pranic Healing

(پرانا) سنسکرت زبان کا ایک لفظ ہے جس کا معنی سرگرم توانائی یا توانائی حیات ہے جو انسان کے جسم اثیری میں صحت وحیات کی محافظ ہے، جاپانی زبان میں اسی کو (کی) اور چینی زبان میں (تی) کہا جاتا ہے۔

---

① دیکھیے : - Huna : A Beginners Guide, Max Long, Schiffer Publishing, 1977.

- The Secret Science of Work : THe Huna Method as away of Life, Max Long, Devorss &co, 1953.

پرانا سے علاج یا (پرانک ہیلنگ) اسی قسم کے علاج کا ایک نیا نام ہے جس کا اعتماد بعینہ کونی توانائی کے فلسفے پر ہے، اپنے جدید طریقے میں اسے اس طور پر پیش کیا گیا ہے کہ وہ تبتی راہبوں کے علاجی اسرار کا ایک مجموعہ ہے جس میں دوسروں کے علاج کے لئے اور بالتحدید ان کے آلام کی تخفیف کے لئے کسی جسمانی لمس کے بغیر سرگرم توانائی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بلا کاوش شفاء امراض میں (پرانا) کی توانائی کی جانب زبردست قدرتوں اور صلاحیتوں کا انتساب کیا جاتا ہے، مبینہ طور پر پرانا کے معالج کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ مریض کے جسم میں مقام الم پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ تصور کرلے کہ اس کے ہاتھوں سے اس مقام تک پرانا کی قوت کا فیضان ہو رہا ہے تو اس سے بیمار کرنے والی سلبی توانائی کی صفائی ہوجائے گی اور اس میں شفاء دینے والی توانائی (پرانا) اس کے ہاتھوں سے بہنے لگے گی اور مریض کو فوری شفاء مل جائے گی۔ ①

بلکہ معالج اگر ماہر اور تجربے کار ہو تو بالکل ریکی ہی کی طرح پرانا کے ذریعہ بھی دور ہی سے علاج کیا جاسکتا ہے۔ ②

• بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ :

اس کی تفسیر یوں کی جاتی ہے کہ یہ انبیاء کے انہیں معجزات کی تطبیق ہے جو -ان کے اعتقاد کے مطابق- انبیائے کرام کونی توانائی کے ساتھ اتصال کے ذریعہ انجام دیا کرتے تھے! اس قسم کے علاج کا ایک فلسفی کہتا ہے : ''مسیح کے لئے عجائب کا پیش کرنا کیونکر ممکن ہوا، مثلاً اندھوں کو بینائی عطا کر دینا، بیماری سے شفاء دے دینا؟ ... یہ درحقیقت جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں عجائب نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک قانون الٰہی ہے۔ کیونکہ اللہ کی کونی طاقت سے اپنا ذاتی وصال مسیح کے امکان میں تھا۔ ③

• پرانا بھی ہر مرض کی دوا ہے :

توانائی سے علاج کی تمام تطبیقات کی طرح پرانا بھی اپنے ماننے والوں کے نزدیک اکثر بیماریوں کا علاج ہے جس کی کارکردگی صحت کے معمولی اضطرابات سر درد، نکسیر پھوٹنے، دانت درد، کھانسی، حرارت میں اضافے، پیٹ کے درد وغیرہ کے علاج سے ہو کر مشکل امراض ٹی بی، ہائی بلڈ پریشر، جگر کے انفیکشن، نصف سر کے درد، روماٹیزم اور دماغی دوروں کے علاج تک پہنچ جاتی ہے، اسی طرح اس کے ذریعہ جذباتی اور عقلی اضطرابات مثلاً شدید عصبیت،

① دیکھیے : الکامل في الیوغا : ۲۹۶ ، والیوغا والتنفس : ۶۲-۶۳۔

② دیکھیے : الکامل في الیوغا : ۲۵۸۔ ③ دیکھیے : حوالہ مذکور: ۲۹۷، اور الیوغا والتنفس: ۶۳ ۔

اور شخصیت کے انتشار وغیرہ کا بھی علاج کیا جاتا ہے۔

● پرانک ہیلنگ کا مؤسس ماسٹر قوکوک شوئی :

پرانک ہیلنگ کی تاسیس کا سہرا توانائی کے ایک معاصر شخص ماسٹر ''قوکوک شوئی'' کے سر باندھا جاتا ہے جس نے پرانک کی جدید صورت کا خاکہ بنایا تھا اور اس کے قدیم تبتی اسرار کی نشر واشاعت کی تھی۔ پرانا کے معالجین بڑے پیمانے پر سورج، درخت اور ہوا سے ماخوذ توانائی پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے زعم کے مطابق علاج اس وقت اپنی فاعلیت میں اعلیٰ واقوی ہوتا ہے جب معالج براہ راست (مقدس) توانائی کے استعمال کی استطاعت رکھتا ہے۔

توانائی پر مبنی علاج کی ساری قسموں کی طرح پرانا کے علاج میں بھی عمیق تنفس کا بڑا عمل دخل ہے جسے پرانا کی توانائی کا تنفس کہا جاتا ہے، اور ماورائی مراقبے کا مطلب پرانا کی توانائی کا حصول ہے، ایسے ہی کریسٹل اور نفیس پتھروں سے علاج کے ذریعہ بھی پرانا کی توانائی کو کنٹرول کیا جاتا ہے اور اس کی تحصیل کی جاتی ہے۔ ①

رنگوں سے علاج

● اس قسم کا علاج متبادل طب کی کلینکوں میں پیش کیا جاتا ہے، ایسے ہی اسے ترقی ذات اور استشفائے ذاتی کے ایک تربیتی پروگرام کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے، مشرقی فلسفے کے ہدف اول کی تحصیل کے لئے رنگوں کو ایک وسیلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ کالا رنگ کُلّی کے ساتھ اتحاد کا ایک وسیلہ ہے!

رنگوں سے علاج ایک علاجی تطبیق کے طور پر کیا جاتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ معالج اس رنگ کا اکتشاف کرتا ہے جو مریض کے لئے مناسب ہوتا ہے، جس میں اس کی شفاء یا اس کی سعادت ہوتی ہے، یہ کام ہالہ (اورا) کے چیک اپ کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے، پھر مریض کو اس رنگ کے کپڑے پہننے کی ترغیب دی جاتی ہے جو اس کی توانائی سے مناسبت رکھتے ہیں، یا اسے ملون (رنگدار) کپڑے اوڑھنے کی نصیحت کی جاتی ہے، یا ملون چراغوں کا استعمال کر کے اس کی شعائیں مریض پر ڈالی جاتی ہیں، یا اسے ایسی غذائیں استعمال کرائی جاتی ہیں جو اس رنگ کی حامل ہوتی ہیں جس کی مریض کو ضرورت ہوتی ہے! ② یا اسے ایک مدت تک ملون کپ سے یا ملون کپڑوں سے

---

① دیکھیے : موقع مدربة الطاقة والبرانيک مها هاشم : www.mahahashem.com۔

② دیکھیے : الصحة والعلاج باللون لماري أندرسون : ۴۹ ، والعلاج بالطاقة والماكرو بيوتيک لغادة المعايطة الدلابيح : ۱۱۰ ، و Ayurveda for Health and Well-being, Sally Morningstar, p29, p39, p47 -

ڈھکے ہوئے برتن سے پانی پلایا جاتا ہے، یا ایسے رنگوں کے حامل نفیس پتھر لٹکانے کو دئے جاتے ہیں جن کی مریض کو ضرورت ہوتی ہے۔

اور کبھی کبھی استرخاء کی نشستوں میں صرف تخیل پر بھی اکتفا کرلیا جاتا ہے جن میں مریض یا تربیت لینے والا رنگ کا تصور کرتا ہے اور خود سے مخصوص (چکر) اور اس کے اسرار اور اس میں پائی جانے والی قوت اور اثر کے متعلق غور وفکر کرتا ہے، پھر اپنے خیال میں مجسم رنگ کو اپنے محتاج جسم یا عضو مریض کی طرف متوجہ کردیتا ہے۔ ①

نفیس پتھروں اور کریسٹل سے شفاء طلبی

نفیس پتھروں کا تعلق معدنیات سے ہوتا ہے جنھیں زمین کے مختلف مقامات سے نکالا جاتا ہے پھر انھیں صاف ستھرا اور صیقل کرکے بطور زینت یا وثنی خرافاتی معتقدات اور مشرقی فلسفوں کے مطابق علاج اور خوش قسمتی کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ②

- عصر نو میں پتھروں سے علاج اور شفاء کی طلب کو متبادل طب اور توانائی سے علاج کی ایک فرع شمار کیا جاتا ہے، اور رنگوں سے علاج، فنگ شوئی اور آیورویدک وغیرہ پروگراموں کے ساتھ مخلوط ہے جن کی نشر واشاعت دنیا میں تحریک عصر جدید کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

• پتھروں کی تاثیر ایک مشرکانہ عقیدہ :

پتھروں کے خصائص کا اعتقاد مشرقی فلسفے اور ان وثنی معتقدات سے ماخوذ ہے جو متوارث اسرار پر قائم ہیں ③ اور اس کی کچھ علمی بنیادیں یا منطقی دلائل نہیں ہیں جن پر ان کا انحصار ہو، ان فلسفوں میں نفیس پتھروں اور کریسٹلی بلوروں کو توانائی کی صورتوں اور تجلیات میں سے ایک گنا جاتا ہے، مشرقی فلسفے کے مطابق اس جسم میں جو بیماریوں کا سبب بنتا ہے توانائی کے توازن کے واپس لانے کے لئے یا نالیوں میں اس کے بہاؤ کو سرگرم کرنے کے لئے ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہر (چکر) کے لئے ایک معین پتھر مقرر کیا جاتا ہے جو

---

① دیکھیے: .Hands of Light, Barbara Brennan, pp237-241 -

- Spiritual Healing, Martin Daulby & Caroline Mathison, p143

② دیکھیے : الشفاء بالأحجار الكريمة لأضواء هادي : ٨-٢٣٧ ۔

③ حوالہ مذکور : ٦٥۔

اس سے مرتبط بیماریوں کا علاج کرتا ہے[1] یہ پتھر چکروں کے ذریعہ جسم وروح اور اثیری مواقع کے درمیان توازن اور ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں پھر جسم کو شفائے ذاتی کا حوصلہ دیتے ہیں اور اسے نشاط اور تازگی سے بھر دیتے ہیں[2]!

- **ہر پجاری کا اپنا بابت ہر قسمت کا اپنا ستارہ :**

ہر شخص کے لئے مناسب پتھر یا پتھروں کی تحدید اس کے برج اور تاریخ پیدائش کے مطابق کی جاتی ہے، پھر مریض اسے لٹکا لیتا ہے، یا اسے انگوٹھی میں پہن لیتا ہے یا اس کے نقوع کا پانی پیتا ہے، یا اسے سفوف بنا کر نگل جاتا ہے، یا ان پتھروں کے سفوف سے چکروں اور توانائی کی نالیوں کی مالش کی جاتی ہے تاکہ اس کی تاثیر توانائی والے جسم پر ظاہر ہو اور مریض کو صحت بلکہ توفیق اور کامیابی مل جائے۔[3]

وثنی معتقدات اور فلسفوں کے مطابق یہ پتھر لوگوں کو خطرات، نظر بد اور سانپوں کے کاٹنے سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔[4]

- **پتھروں کا سب سے اہم وظیفہ :**

اور سب سے اہم یہ ہے کہ یہ پتھر چاہت رکھنے والوں کے سب سے اعلیٰ فلسفی ہدف (کلی سے اتصال) کی تکمیل میں معاون ثابت ہوتے ہیں، اگر انہیں مراقبے یا استرخاء کے وقت تیسری آنکھ پر رکھ دیا جائے تو وہ مستشفی (شفاء طلب کرنے والے) کے اندر ماضی و مستقبل کے واقعات کے متعلق پیشینگوئی کی صلاحیتوں کا دروازہ کھول دیتی ہے۔[5] فنگ شوئی کے اکثر پروگراموں میں نفیس پتھروں اور بلوروں کا استعمال بکثرت ہوتا ہے، چنانچہ انہیں ایجابی

---

① دیکھیے : العلاج والشفاء بالأحجار الكريمة لحسان جعفر: ۱۴-۴۳۳ ، اور

- Spiritual Healing, Martin Daulby & Caroline Mathison, p144

② دیکھیے : علاج الأمراض بالأحجار الكريمة لزكريا هميمي: ۸۱-۸۲ ، اور

- Perspectives on the New Age, edited by : James R. Lewis & J. Gordon Melton, p80

③ دیکھیے : العلاج والشفاء بالأحجار الكريمة لحسان جعفر: ۴۲۳-۴۳۷ ، اور

-Perspectives on the New Age, edited by : James R. Lewis & J. Gordon Melton, p80

- Ayurveda for Health and Well-being, Sally Morningstar, p30, p31, p40, p48

④ دیکھیے : علاج الأمراض بالأحجار الكريمة لزكريا هميمي: ۲۳ ۔

⑤ دیکھیے : العلاج والشفاء بالأحجار الكريمة لحسان جعفر: ۱۳ ، اور

- Healing with Crystals & Gemstones , Daya Sarai Chocron, p37

توانائی کی حفاظت اور اہل خانہ کی توانائی میں توازن برقرار رکھنے اور انہیں محفوظ رکھنے کے لئے گھر کے گوشوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔ ①

- **میرے صنم تیرے صنم جدا جدا :**

نفیس پتھروں کے ذریعہ علاج کرنے والے پتھروں کے نفع پر ایمان رکھنے کی اہمیت کی طرف برابر توجہ مبذول کراتے رہتے ہیں تاکہ ان سے واقعی فائدہ اٹھایا جاسکے ②، ایسے ہی انہیں دوسروں کے ساتھ خاص پتھروں کے استعمال کی سنگینی بھی یاد دلاتے رہتے ہیں، کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق ان میں اپنے سابقہ مالکان کی سلبی صفات آجاتی ہیں، اس لئے اگر آدمی ایسے لوگوں کے جواہرات پہن لے گا جن کی توانائیاں اس کی توانائی سے مختلف ہوں گی یا وہ بیمار یا بدنصیب ہوں گے تو ہوسکتا ہے کہ وہ بیمار ہوجائے، اس لئے پتھروں کو استعمال کرنے سے پہلے پانی اور نمک میں رکھ کر تطہیر کے مرحلے سے گزار لینا ناگزیر ہے۔ ③

- **حجر پرستی پر سائنس کا غلاف :**

پتھروں پر ایمان رکھنے والے بعض لوگ ان کے شفائی خصائص اور پتھروں کی نفعیت کے متعلق اپنے معتقدات کی تفسیر جدید سائنس کی حصولیابیوں اور نظریات سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ ان کے اندر مقناطیسی قوتیں، ایکسریز اور تھرتھراتی لہریں پائی جاتی ہیں جو انسان کے جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں ④۔

Pyramaid energy

اہرامی توانائی سے استشفاء وعلاج

مشرقی فلسفے اور مشرق ادنیٰ کی وثنیات کے مطابق جہاں فرعونی فلسفے میں اہرام کو ایک خصوصی عنصر کی حیثیت دی گئی تھی اہرام سے علاج ان ہندسی اشکال (جیومیٹریکل نقشوں) سے علاج کی ایک قسم ہے جو نوع بہ نوع توانائی اور

---

① دیکھیے : حوالہ مذکور : ۱۷ ، اور Light Emerging, Barbara Brennan, p111 - ۔

② حوالہ مذکور : ۱۳ ، ۱۶ ۔

③ حوالہ مذکور : ۱۳ ، Healing with Crystals & Gemstones , Daya Sarai Chocron, p37 - ۔

④ دیکھیے : علاج الأمراض بالأحجار الكريمة لزكريا هميمي : ۸۱-۸۲ ، اور

Perspectives on the New Age, edited by : James R. Lewis & J. Gordon Melton, p80

شفاء کے اسرار سے مالا مال ہیں۔

ان فلسفوں کے مطابق ہرمی شکل ایک ایسی ھندسی (جیومیٹریکل) شکل مانی جاتی ہے جو کونی توانائی کے حصول میں عجیب خصائص رکھتی ہے، ایسے ہی وہ ارضی قوتوں کو یوں چوس لیتی ہے جس سے ہرم کے اندر موجود توانائی کو زبردست موقع فراہم ہوجاتا ہے جسے علاج اور صحت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور انسان کی سرگرم توانائی پر اس کے فوائد و خصائص عجیب ہیں!

اور کسی بھی شخص کے لئے اپنا ہرم خاص لکڑی یا پلاسٹک یا کسی بھی غیر معدنی مادے سے بنالینا ممکن ہے، بس اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اس کے لئے وہی رنگ منتخب کیا جائے جو اس کی اپنی توانائی یا ان امراض سے مناسبت رکھتا ہو جن سے نجات مطلوب ہو، اور ایسا اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ کونی توانائی کو حاصل کرکے بلند درجے کی صحت اور مختلف قسم کے امراض کے علاج میں اس سے استفادہ کیا جائے۔

چھوٹے چھوٹے اہراموں کو پانی، غذاؤں، دواؤں اور سامان آرائش (Cosmetics) کو نقصاندہ آلودگی اور جدید صنعت کے چھوڑے ہوئے کچروں اور بقایا جات کی تاثیر سے پاک کرنے والے فلٹر اسٹیشن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے؛ اسی لئے (ھرمی) ماکولات ومشروبات مزیدار، تازہ توانائی سے مالا مال اور نقصاندہ مواد سے خالی ہوتے ہیں![1]

فطری طور پر ہرم اندر سے پوپلا (خالی) ہوتا ہے، آٹھ طویل ستونوں پر مشتمل ہوتا ہے، ان کے درمیان جوڑ ہوا کرتے ہیں اور محدد زاویوں سے اسے ہرم کی شکل میں تیار کیا جاتا ہے، پھر کسی کپڑے یا کسی غیر معدنی چیز سے اسے ڈھانپ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خیمے کی طرح ہوجاتا ہے، اور اس کے نیچے سوتے یا بیٹھتے ہی آپ کو اس سے علاجی توانائی حاصل ہونے لگتی ہے۔

● رنگارنگ ہرم کے رنگارنگ کرشمے :

اہرام پر ایمان رکھنے والے ان کی طرف بہت بڑے بڑے فوائد منسوب کرتے ہیں جو مادے کو تجاوز کر روح اور عقل تک پہنچ جاتے ہیں، چنانچہ سرخ ہرم نشاط اور مال کے حصول میں معاون ہوتا ہے، گہرے نیلے رنگ کا ہرم بلندی، الہام، پیشینگوئی، شخصیت کے تکامل اور نفسیاتی واعصابی امراض سے سلامتی کے لئے ہوتا ہے، جبکہ سبز ہرم

---

① دیکھیے : موقع شمس النیل (الجمعیة المصریة لأبحاث الأهرام والإعلام الصحي)۔
http://www.shamselnel.com/ar.pyramidology.html

مختلف امراض کے علاج کے ساتھ بڑی حد تک جذباتی تعلقات پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، اور زرد ہرم عقل، تفکیر اور قوت ارتکاز کے ساتھ خاص ہے۔

علاج کے چینی صلاح کار اپنے مراجعہ کرنے والوں کو اپنے بیڈ روم میں اہرام رکھنے کی نصیحت کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کی وجہ سے کمرہ نئی عمارتوں میں استعمال ہونے والے لوہے کے سریوں سے پیدا ہونے والی نقصاندہ سلبی شعاعوں اور برقی تاروں سے اٹھنے والی نقصاندہ شعاعوں سے پاک صاف رہتا ہے، ایسے ہی اگر انہیں بیڈ کے نیچے رکھ دیا جائے تو ہرم کی چوٹی سے نکلنے والی شعائیں خراٹوں کو روکنے، بے خوابی کو دور کرنے، گہری نیند سونے اور صاف و مُفَسّر خواب دیکھنے میں معاون ہوتی ہیں۔ بچوں کو ان کے اندر پیدا ہونے والی سلبی توانائیوں سے نجات دلانے کے لئے بھی جو بیماریوں یا شقاوت اور کثرت حرکت کا سبب بنتی ہیں ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ [1]

گرافولوجی

Graphology

یہ -جیسا کہ اس کے متعلق اعلان کیا جاتا ہے- ایک تربیتی استشفائی (تشخیصی) پروگرام ہے اور عالم اسلام میں خوب شائع ہے، اس کا مقصد تربیت حاصل کرنے والوں کو ایسے سامان فراہم کر دینا ہے جن سے وہ لوگوں کے مزاجی حالات، ان کی شخصیتوں کے اسرار اور ان کے صحت و مرض کا حال معلوم کر لیا کریں، بلکہ کسی شخص کی تحریر کے اسرار اور اس کے دستخط کے موڑوں کے ذریعہ اس کے ماضی یا حاضر کا بھی بہت کچھ حال جان سکیں۔

گرافولوجی کے قوانین کے مطابق تحریر کے ذریعہ بہت سے غیبی امور کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے، لہٰذا ابجدی حروف کے سری خصائص کے ذریعہ جسے اہل گرافولوجی خوب اچھی طرح جانتے ہیں آپ انسان کے ماضی، حال اور مستقبل کے احوال بھی معلوم کر سکتے ہیں۔

پروگرام کی ابتدائی تطبیقات میں تحریر کی شکل میں باطنی امور اور کچھ دلالتوں کے درمیان یوں ربط دکھایا جاتا ہے کہ ممکن ہے ہم انہیں نسبتاً مقبول تسلیم کرلیں، مثلاً سرعت کی دلالت یہ ہے کہ یہ شخص جلد باز ہے، واضح حروف کی دلالت یہ ہے کہ آدمی صاف ستھرا اور واضح ہے۔ نوکیلے زاویوں والے خط کی دلالت یہ ہے کہ آدمی تیز مزاج اور تنگ

---

[1] دیکھیے : القوة النفسية للأهرام : ١٢ ، وموقع العلاج بالطاقة الحيوية :
http://www.aah3.com/vital-energy-therapy.htm

نظر ہے وغیرہ، یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ممکن ہے انہیں قرینہ تسلیم کرلیا جائے گو شبہے ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

پھر ٹریننگ دینے والا بتدریج ان گہرے اسرار کی طرف بڑھتا ہے جو کسی شخص کے ماضی یا حاضر کے واقعات کو بے نقاب کرتے ہیں یا باطنی سری خصائص کے مطابق اس کے قرابتداروں کی صفات بیان کرتے ہیں، یہ خصائص اپنی حقیقت کے اعتبار سے کہانت اور عرافت کے سوا کچھ اور نہیں ہیں جو ابا جادی عرافت سے مربوط ہیں جس کے ماننے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حروف اور انسان کی زندگی میں بڑا گہرا اور مضبوط رابطہ پایا جاتا ہے، نیز ان کا ربط کائنات اور اس میں رونما والے واقعات سے بھی ہے، یہ لوگ حروف کے خصائص اور ستاروں اور برجوں کے درمیان بھی ربط کے قائل ہیں، اور اس سے واقعات کے اوقات، غیب کی خبروں، عمروں اور نحوس وسعود وغیرہ کا بھی استخراج کرتے ہیں ①۔

گرافولوجی کو تربیت اور علاج کے لئے پیش کردہ پروگراموں میں ایک نیا پروگرام تسلیم کیا جاتا ہے جسے تحریک عصر جدید کے پروگراموں کے ضمن میں اس باطنی فلسفے کی نشر واشاعت کے اہم طریقے کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کی سرپرستی یہ تحریک کرتی ہے ②۔ اور اس کی حقیقت سراسر فلسفیانہ ہے جس کا علم اور سائنس سے کوئی تعلق نہیں ہے ③۔

نئے علوم پر نگاہ رکھنے والے مغربی علماء اور سائنسدانوں ہی نے اس کی فضیحت آشکارا کردی ہے اور اس کا شمار کھوٹے علوم (العلوم الزائفة) میں کیا ہے، جبکہ کچھ مفتون مسلم ٹرینرز اسے اسلامی ثقافت میں معروف فراست کے حصول کی ایک علمی منہجیت شمار کرتے ہیں، اور اس پروگرام کی صحت ومشروعیت کو علم اور دینی نصوص اور تاریخ کے ذریعہ مدلل کرنا چاہتے ہیں!

---

① دیکھیے : المقدمة لابن خلدون : ۱۱۴، ومعارج القبول : ۱/۴۲۶ ۔
پروگرام کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ یہ اسی جفر ہی کا ایک دوسرا چہرہ ہے جس کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ ایسے حرفی قوانین کا علم ہے جن کے ذریعہ کونی حوادث کے مجہولات کے استنباط تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔

② دیکھیے: - New Age encyclopedia, By Belinda Whitworth, p116.

- New Age Almanac, By J. Gordon Melton, Jerome Clark, Aidan A. Kelly, p194

③ عالمی سطح پر علمی حلقوں میں ایک علم کے طور پر اس کے اعتراف کو مسترد کردیا گیا ہے ، دیکھیے : حسب ذیل تحقیقات اور رپورٹیں :

- Driver, Russel H.; M. Ronald Buckley and Dwihgt D. Frink (April 1966). "Should We Write Off Graphology?". International Journal of Slection and Assessment 4 (2): 78-86.

- Furnham, Adrian; Barrie Gunter, 2987. "Graphology and Personality: Another Failure to

- Validate Graphological Analyses.". Personality and Individual Differences 8: 433-435

اعصابی لسانی پروگرامنگ کے کورسس

Neuro Linguistie Programming

اس کا اختصار (NLP) ہے اور یہ نو وارد تربیتی پروگراموں میں سب سے مشہور اور عالم عرب و اسلام میں داخل ہونے والا سب سے پہلا پروگرام ہے، اس کے پروگرام ایسے کورسوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو سائنس، فلسفوں، اعتقادات اور عملی مشقوں کے آمیزوں سے ماخوذ ہیں، جن کا مقصد انسان کے ذہن میں موجود صورت حال کی ایسی ترکیب نو ہے جو فرد کے اندر داخل ہوجاتی ہے اور اس کا اثر اس کے تصرفات پر ظاہر ہونے لگتا ہے۔

اعصابی لسانی پروگرامنگ کے تربیتی پروگرام کی تاسیس گریگ روری بیٹسن Gregrory Bateson (۱۹۰۴-۱۹۸۰م) کی نظریہ سازی اور امداد سے ہوئی جو ایسالن انسٹیٹیوٹ کے نمایاں ترین اسکالروں میں سے تھا اور جس نے بدھ دھرم قبول کر کے امریکا کے بدھشٹ (زن) سینٹر سے خود کو مربوط کر لیا تھا اور وہیں اس کی موت واقع ہوئی تھی۔

اور اس پروگرام اور اس کی مشقوں کی ٹیکنکس کو مشرقی روحانیات کا اہتمام کرنے والی تین نمایاں ترین شخصیتوں کے (نمونوں) کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا تھا، جس کی صورت یہ تھی کہ ان کی شخصیات، فکر و سلوک اور جذبات کا مطالعہ کیا گیا، ان کی کامیابی اور تمیّز کے اسباب پر غور کیا گیا اور اس بات کی اسٹڈی کی گئی کہ وہ لوگ اپنی فکر کی تطبیق اور اپنے معتقدات کا عملی نفاذ کس طرح کیا کرتے تھے اور وہ تینوں شخصیات حسب ذیل ہیں :

۱- میلٹن ارکشن Melton Erickson (۱۹۰۱-۱۹۸۰م)

عقل سے (شعور کے متغیر حالات) کی طرف خروج کی ٹیکنکس کی تربیت میں نمایاں ہوا تھا، جو درحقیقت زن کی بدھیّت کی راست تطبیق تھی جس کا وہ اہتمام کرنے والوں میں سے تھا۔

۲- فرٹز پرلز Firtz Perls (۱۸۹۳-۱۹۷۰م)

ایسالن انسٹیٹیوٹ کے ریسرچ اسکالروں میں سے ایک تھا جسے فلسفۂ (وحدت الوجود) کا بڑا اہتمام تھا۔

۳- ورجینیا ساتر Virginia Satir (۱۹۱۶-۱۹۸۸)م

وہ روحانی معالج جو دوسروں پر تاثیر کے میدان میں خوب نمایاں ہوئی تھی، اس نے امریکا میں تحریک عصر

جدید کے ایک بہت بڑے مرکز (اوانتا سینٹر) Avanta Center کی بنیاد ڈالی تھی، اور جن ہندوستانی عقائد کو اس نے قبول کیا تھا انہیں کے مطابق خود کو روح کی گردش سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ ہدایت دی تھی کہ مرنے کے بعد اس کی لاش جلا کر اس کی راکھ اڑا دی جائے[1]۔

اعصابی لسانی پروگرامنگ (NLP) کے کورسس مختلف درجات میں عالم عرب و اسلام میں شائع ہیں جن کا آغاز اعصابی لسانی پروگرامنگ میں ڈپلوما سے ہوتا ہے اور انتہا ٹریزوں میں بڑے نمایاں ٹریز کے پروگراموں پر ہوتی ہے۔

(NLP) اپنے اس وصف سے نمایاں ہے کہ وہ ایک انتقائی Electic پروگرام ہے، جو فلسفی آراء کے ساتھ علم کی دوسری شاخوں سے جمع کئے ہوئے کچھ فرضیات اور نظریات کو بھی ضم کر دیتا ہے، مثلاً ثقافتی سلوکی علم نفس اور علم ادارہ (مینجمنٹ) وغیرہ کا علم بھی اس کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، لہٰذا اعصابی لسانی پروگرامنگ کی مشقوں میں کچھ نفسیاتی یا علاجی مشقیں بھی شامل ہوتی ہیں جنھیں پروگرامنگ کے مربیوں نے دوسرے علوم سے اخذ کر رکھا ہے، اور اس پروگرام کو ایک خوبصورت مظہر دیا گیا اور اسے یوں متعارف کرایا جاتا ہے کہ اس سے فرد کے اندر دوسروں سے رابطے کی صلاحیتوں کو فروغ دیا جاتا ہے اور ممتاز ہستیوں کی نقل کرنے کی صلاحیتوں کو جلا بخشی جاتی ہے، حالانکہ جن فرضیات ونظریات پر اس پروگرام کا دارومدار ہوتا ہے وہ بذات خود غیر ثابت شدہ ہیں اور علمی اعتبار سے انہیں مسترد کیا جا چکا ہے مگر ٹریز حضرات انہیں یوں پیش کرتے ہیں گویا وہ ثابت شدہ علمی حقائق ہوں۔[2]

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی:

(تحریک عصر جدید) کے واسطے سے مشرق سے نو وارد استشفاء اور تربیت کے تمام پروگراموں کی طرح اس

---

① اعصابی لسانی پروگرامنگ کی مزید معلومات کے لئے دیکھیے کتاب: البرمجة اللغوية العصبية حقيقتها ومضامينها منشور ضمن مكتبة موقع الفكر العقدي الوافد ومنهجية التعامل معه على الشبكة العنكبوتية ، اور حسب ذیل مراجع کا بھی مطالعہ کیجئے: - New Age encyclopedia Belinda Whitworth, p160.

- Historical Dictionary of New Age Movements , Michael York, p13.

- Christian Responses to the New Age Movement, John A. Saliba. p12

② علم النفس کے متخصص علمی حلقوں نے ان نظریات کی علمیت کے بہت سے دعووں کو مسترد کر دیا ہے جن کی تطبیق اعصابی لسانی پروگرامنگ میں ثابت شدہ علمی حقائق کے طور پر کی جاتی ہے، انہیں میں وہ رپورٹ بھی شامل ہے جسے برطانیہ کی شفیلڈ یونیورسٹی کے کلینیکل سائکالوجی (Cilinical psychology) کے ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ مائکل ہیپ نے پیش کی ہے۔ Hypnosis, Michael Heap, pp68-2800

پروگرام کی سنگینی بھی اس کے اصل فلسفے میں ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ (اعصابی لسانی پروگرامنگ) کے کورس میں باطنی فلسفے کے متنوع اصولوں اور مفاہیم کی نشر واشاعت ہوتی ہے،[1] ان میں سے کچھ کا تعلق انسان کی اصل اور اس کے لامحدود امکانات سے ہے، جن کی تحصیل عقل باطن (لاشعور) اور اس کی کرشماتی صلاحیتوں کے واسطے سے ہوسکتی ہے جن کے ذریعہ انسان بذات خود کسی بھی خارجی مصدر سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ غنوصی ماہر نفسیات (کارل یونگ) کی اس جمعی لاشعور سے متعلق فرضیات پر قائم ہے جو عقل کلی کے ایک جزء کی نمائندگی کرتا ہے جو فلسفے میں اصلِ وجود اور کُلِ وجودِ حقیقی ہے۔

خط الزمن (وقت کی لکیر) سے علاج

Time line Therapy

یہ بھی ایک تربیتی پروگرام ہے جسے ترقی ذات یا مختلف لسانی پروگراموں کے ساتھ یا ان سے الگ بھی پیش کیا جاتا ہے اور چند تربیتی مشقوں پر مشتمل ہوتا ہے، ایک امریکی ٹیڈ جیمس Tad James نے ۱۹۸۸ء میں اس کی بنیاد ڈالی تھی، اس کا دارومدار کسی بھی شخص کے ساتھ خاص وقت کی لکیر کا اکتشاف کرنے کی صلاحیت پر ہوتا ہے، جس پر انسان کے ماضی کے واقعات (اس کی یاداشتوں)، حاضر کے واقعات (اس کے تجربات، قراردادوں، اور اچھے یا برے اقدار)، اور اس کے مستقبل کے واقعات (یعنی اس کی آرزؤں اور امیدوں) کا ذخیرہ ایک محفوظ تسلسلاتی تھرتھراتی توانائی کی شکل میں ایک لکیر کی صورت موجود ہوتا ہے جس کا کسی نہ کسی پوائنٹ پر کائنات کے ساتھ اتصال ہوجاتا ہے، جب انسان لاشعور کی حالت میں اپنی لکیر تک رسائی حاصل کرلیتا ہے تو وہ زمان ومکان کے حدود پھلانگ جاتا ہے اور تینوں زمانی مدتوں (ماضی، حال اور مستقبل) میں آزادی کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے کیونکہ توانائی

---

① عالم اسلام میں بہت سے دعاۃ نے اپنی اس چاہت کے پیش نظر اعصابی لسانی پروگرامنگ کو ہاتھوں ہاتھ لیا تھا کہ اس سے امت کی اصلاح ہوگی اور مسلمانوں کو شخصیاتی ترقی میں مدد ملے گی، اس کے ذریعہ نفسیاتی مشکلات کا شکار لوگوں کے سامنے ان کی پریشانیوں کا حل پیش کیا جائے گا، اور لوگوں کو امتیازی حیثیت اور کامرانی کے حصول کے طریقے بتائے جائیں گے، اور جب انہیں اس پروگرام کی حقیقت معلوم ہوئی تو انھوں نے اس کے متعدد درجات میں پیش کئے جانے والے اس کے ان نظریات اور مشقوں سے اسے پاک کرنے کی بھی کوشش کی جو اسلامی اصولوں سے متصادم تھے، مگر ان کی کاوشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو ایک شر آمیز خیر ملا، اور سب سے خطرناک اور سنگین بات یہ ہوئی کہ اس نے شر کا ایک بہت بڑا دروازہ یوں کھول دیا کہ اس کے ذریعہ دیگر بہت سارے پروگرام بھی دیار اسلام میں چلے آئے جن کا ظاہر خوشنما تھا اور وہ ترقی ذات کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے تھے مگر انھوں نے درحقیقت مزید ضلالتوں اور انحرافات کی ترویج کی جو قسم قسم اور بھانت بھانت کی تھیں۔

زمان ومکان کی حدود میں نہیں سماتی ہے، اور جب انسان اپنے ساتھ مخصوص وقت کی لکیر کا اکتشاف کر لیتا ہے اور اپنے توانائی والے جسم کے ساتھ متحرک ہوتا ہے تو وہ زمانے کی حدود پار کر جاتا ہے اور اس پر اس کے لئے ماضی اور مستقبل کی سیر ممکن ہوجاتی ہے، پھر تو اس کے لئے اپنے ماضی کی معرفت یوں میسر ہوجاتی ہے جیسے وہ اسی میں جی رہا ہو، اور وہ مستقبل میں بھی بالکل ایسے ہی جیتا ہے جیسے وہ رونما ہونے والا ہوتا ہے! ایسے ہی مخصوص ٹیکنکس کے ذریعہ اس کے اندر تاثیر کی صلاحیت بھی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اس ماضی کو مٹا کر مُلغیٰ کر دیتا ہے، اور حاضر کو مضبوط کر کے اسے ترقی دیتا ہے اور مختلف طریقوں سے مستقبل پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

• وہمی لوگ وہمی طریقے اور پاگلوں کی جنت :

جب یہ پروگرام ایک علاج کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تو معالج زمین پر یا دیوار پر ایک وہمی لکیر کھینچ دیتا ہے، تاکہ جس کا علاج کیا جارہا ہے وہ یہ تصور کرے کہ یہی اس کے وقت کی لکیر ہے، اور اس کے ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات اسی پر ہیں، پھر پرسکون فضاؤں میں ٹرینر کی سرگوشی جیسی مرتب آوازوں کے ساتھ مراقبے اور تخییل کے ذریعہ معمول لاشعور کی حالت میں چلا جاتا ہے، اور اس کے اندر اپنی معرفت ذات کا ایک عمیق احساس پیدا ہوتا ہے، اور اسے اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ (میں کہاں کا ہوں؟) اور اسی وقت اسے اپنے ساتھ مخصوص وقت کی لکیر کا پتہ چلتا ہے اور وہ اسے دیکھ لیتا ہے، اور اس کے واسطے سے کائنات کے ساتھ مربوط ہوجاتا ہے، پھر اس کا ماضی اس پر منکشف ہوجاتا ہے، اور وہ دوبارہ اس کے واقعات کے ساتھ جینے لگتا ہے، اور قدم بہ قدم اس کے متعلق خبر دیتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اپنے شعور وتمیز کے پہلے واقع ہونے والی باتوں کی بھی تفصیلات بتاتا ہے، مثلا جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں جنین کی شکل میں تھا تو اس وقت کی سنی ہوئی باتیں بتاتا ہے [1]۔ بلکہ کبھی تو ان امور کی خبر دیتا ہے جنھیں اس نے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی دیکھا ہوتا ہے [2]، پھر مستقبل کا زمانہ اس کے سامنے مکشوف

---

① دیکھیے : التنویم صلاح الراشد : ۴۲۔

اور صلاح راشد کے زیر نگرانی نادی السعادۃ سے شائع ہونے والے ایک فولڈر میں جو شمار نمبر ۲۶/ کے تحت اگست ۲۰۰۳ کو صادر ہوا تھا اور جس کا عنوان تھا : **علی أبواب الملحمة**. صلاح راشد صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ وقت کی لکیر کے ذریعہ مستقبل کے بڑے بڑے واقعات میں تبدیلیاں کیسے ممکن ہوں گی، مثلاً یاجوج وماجوج اور بڑی بڑی جنگوں پر کس طرح اثر انداز ہوا جاسکتا ہے فرماتے ہیں: مراقبے کی نشستوں کے ذریعہ جو وقت کی لکیر تک رسائی کو ممکن بنا دیتی ہیں ایسا کیا جاسکتا ہے، وہاں پہنچ کر آدمی بڑے بڑے رونما ہونے والے واقعات کا دھارا اور رخ موڑ سکتا ہے تاکہ زمین پر مستقبل زیادہ امن اور سلامتی والا ہوجائے!

② وقت کی لکیر سے علاج کے فلسفے کا مدار تناسخ ارواح (آواگون) کے عقیدے پر ہے جو کارما (جزاء) کے قانون پر مبنی ہے، جس میں مریض کی ....

ہو جاتا ہے، اور وہ اپنی مستقبل کی چاہتوں کے بارے میں گفتگو کرتا ہے اور ان کا تخیل کرتا ہے، اور ایسے جیسے وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، ان واقعات کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو، اور کچھ لوگوں کے ساتھ اس کی ملاقاتیں ہوتی ہیں اور وہ ان سے باتیں کرتا ہے! اور کبھی ایسا بہت ہوتا ہے کہ ان امور کا اجرا بالکل اسی طرح ہوتا ہے جیسا اس نے اپنی اس حالت میں بیان کیا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حقیقی مستقبل میں بھی اس کی ملاقات ان لوگوں سے ہو جائے جن سے وہ وقت کی لکیر والے علاجی جلسے کے زمانہ مستقبل میں مل چکا ہو! ①

آگ کے انگاروں پر چلنا

Fire Walking

یہ ایک خاص تربیتی پروگرام ہے جسے مختلف ناموں سے پیش کیا جاتا ہے جن میں سب سے مشہور حسب ذیل ہیں:

(اپنے اندر کے بھاری بھرکم انسان کو بیدار کیجئے اور اسے آزاد چھوڑ دیجئے) اور (اپنی مخفی قوتیں بیدار کیجئے)۔

انگاروں پر چلنے کی مشق اپنی اصل کے اعتبار سے مشرقی ادیان سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ ہندوؤں کے نزدیک سادھو سنتوں کی قداست کے اظہار کی ایک سالانہ رسم ہے، اور بدھ مت میں اسے بشری عاجزی کو مغلوب کرنے کا ایک رمز تسلیم کیا گیا ہے۔

(انگاروں پر چلنے) کا جدید پروگرام ٹولی برکان Tolly Burkan سن ۱۹۷۷م اور اعصابی لسانی پروگرامنگ کے ٹریز Anthony Robbins کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس نے اسے اپنے مشہور کورسیس

.... بیماری یا نحوست اور شقاوت کی تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ ان کا تعلق اس کی سابقہ زندگی سے ہے جو اسے اپنی نارمل حالت میں یاد نہیں ہے مگر جب وہ وقت کی لکیر کے ذریعہ اپنے ماضی کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ زندگی اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔

اس پروگرام کے موجد ٹیڈ جیمس نے اپنی کتاب: Time line therapy and the basis of personality, Tad James & Wyatt Woodsmall, Meta Publications, 1988. - میں اس حقیقت کو پختہ کردیا ہے۔

① کچھ ابنائے اسلام نے بھی وقت کی لکیر سے علاج کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے جبکہ وہ اس کی حقیقت سے ناواقف ہیں، وہ اس کا شمار بس نفسیاتی علاجی مہارتوں میں کرتے ہیں! ان مبتدیوں کے ہاتھوں علاج کرانے والے ماضی و مستقبل کی صرف تھوڑی سی معلومات تک ہی پہنچتے ہیں، جبکہ (ٹیڈ جیمس) کے ہاتھوں تربیت پانے والے افراد اس بات کا اعتراف شد و مد سے کرتے ہیں کہ وہ وقت کی لکیر کے ذریعہ کبھی انہیں ماضی تک اور کبھی ان کی سابقہ زندگی تک لے جاتا تھا اور اس بات کا بھی یقین دلاتے ہیں کہ وہ انہیں وقت کی لکیر کے ذریعہ کائنات سے مربوط کر دیتا تھا تاکہ وہ خود اپنی سعادت اور شقاوت کا اکتشاف کر کے اس کے لئے لائحہ عمل ترتیب دے لیں!

اور اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کہ جنات اپنے کافر و ساحر اولیاء کی مدد کرتے ہوں!

(اپنے اندر کے بھاری بھرکم انسان کو بیدار کیجئے اور اسے آزاد کر دیجئے) کے ذریعہ جو پچھلے دنوں عالم اسلام میں بڑے پیمانے پر شائع ہوئے تھے رواج دیا تھا، اور اسے ترقی ذات یا نشہ خوری کی لت اور فوبیا وغیرہ کے علاج کے بشری تنمیہ والے پروگراموں میں سے ایک سمجھا گیا تھا۔

تربیت حاصل کرنے والوں کا ننگے پاؤں دہکتے ہوئے انگاروں پر چلنا اس پروگرام کی آخری مشق کے طور پر ہوتا ہے، اس سے پہلے ٹرینر انہیں بشری نفس اور اس کے اندر موجود خفیہ قوتوں کے متعلق بتاتا ہے، اور ان کے سامنے ان غیر معمولی امکانات کے قصے بیان کرتا ہے جو کچھ لوگوں کو حاصل ہو چکے ہوتے ہیں، اور اگر کوئی شخص خیال اور مخفی قوتوں کو آزادی سے روکنے والی عقل کی بندش سے آزاد ہو جائے جو ان مفاہیم کی شکل میں اس کے اندر راسخ ہوتی ہے جو واقعی طور پر ثابت شدہ حقائق نہیں ہوتے ہیں تو ان غیر معمولی امکانات کی تکرار اس کے لئے بھی ہو سکتی ہے! اور وہ اس اصول کو پرزور انداز میں دہراتا ہے کہ ارادے کے سامنے ناممکن نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی ہے، اور اسی طرح کی باتیں کرتا ہے، جن کی وجہ سے تربیت حاصل کرنے والے جوش وجذبے سے بھر جاتے ہیں اور جماعتوں کی شکل میں دہکتے ہوئے انگاروں کے بستر پر ننگے پاؤں چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور یہ جملہ ان کے ورد زبان ہوتا ہے کہ آگ ٹھنڈی ہے.. آگ ٹھنڈی ہے۔ ①

نفسیاتی آزادی کا پروگرام

Emotional Freedom Techniques

اپنی تربیتی صورت کے اعتبار سے ایک نیا پروگرام ہے جس پر بطور اختصار (EFT) کا اطلاق ہوتا ہے، یہ فلسفی توانائی (Subtle Energy) ہی سے علاج کی ایک قسم ہے، پچھلے دنوں وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت ہوئی ہے، کچھ ٹرینر حضرات اسے تفکیری میدان سے علاج (Thought, Field Therapy Techniques) یا احساسات کی آزادی کے ذریعہ علاج Emotional Freedom Therapy Techniques کا

① اس پروگرام کے ٹرینر حضرات روشن انگاروں کی بساط پر ایک ایسا مادہ ڈال دیتے ہیں جو ان کی چمک بڑھا دیتا ہے، وہ دہکتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر اس سے حرارت کی مقدار مسلسل کم رہتی ہے اور منتشر نہیں ہونے پاتی ہے اور وہ انگارے عام طور پر ایک مخصوص ٹھنڈی گھاس کی بساط پر رکھتے ہیں اور تربیت لینے والوں کو یوں تیز گزر جانے کی ہدایت دیتے ہیں جیسے وہ آگ کے اندر سے جا رہے ہوں، اس لئے اکثر لوگ اس پر سے جلے بغیر گزر جاتے ہیں، صرف انہیں کو تھوڑی تکلیف پہنچتی ہے جو سست رفتار ہوتے ہیں۔

دیکھیے : انگاروں پر چلنے کی سائٹ : www.firewaking.com-

نام دیتے ہیں۔

- **وہی وہمی توانائی اور گھسے پٹے فلسفے :**

اور یہ پروگرام خواہ کورسس کی شکل میں پیش کیا جائے یا علاج کے طور پر پیش کیا جائے اس کی اصل تو وہی کونی توانائی اور انسان اور کائنات سے منسلک اس کے سارے متعلقات کا فلسفہ ہی ہے، تربیتی قالب میں اس کی تاریخ کا آغاز روگر کلاہن Roger Callahan سے ہوتا ہے جس نے تفکیری میدان سے علاج Thought Field Therapy Techniques کی بنیاد ڈالی تھی، اس نے ۱۹۸۱ م کو چینی سوئیوں کے ذریعہ علاج کو الگ رخ دیا تھا اور سوئیوں کی جگہ (تھپتھپانے جیسے) ٹھوکے لگانے کا طریقہ نکالا تھا، مگر کونی توانائی، جسم اثیری، توانائی کی گزرگاہوں، اور کونی توانائی کے ساتھ شخصی توانائی کے تعلق اور اس کے ماورائی فلسفے کے اعتقادات کو بعینہ باقی رکھا تھا۔

- **گرو کے آگے چیلے کے اجتہادات :**

پھر اس کے شاگرد گیری کریگ Gary Craig نے اسے مزید الگ رنگ دیا اس نے ٹھوکے لگانے (تھپتھپانے) کے لئے ہر بیماری کے کیس کے لئے معین مقامات کی شرط نہیں رکھی بلکہ سب کے لئے ایک ہی طریقہ اور تمام امراض کے لئے مشترک مقامات اختیار کئے مگر اس نے بھی اس سے مربوط فلسفے کو برقرار رکھا اور اسے احساسات سے آزادی کے ذریعہ علاج (Emotional Freedom Therapy Techniques) کا نام دیا۔ اور اس کی نشر واشاعت نزلے سے کینسر تک تمام امراض کے تیز اور سہل طریقۂ علاج کے طور پر ہوئی!!

- **امراض کا فلسفیانہ نقطۂ نظر :**

اس کے پیچھے یہ نظریہ کارفرما ہوتا ہے کہ سارے امراض کا سبب نفسیاتی ہوتا ہے جو ان سلبی احساسات (Negative Emotions) کی شکل میں ہوتا ہے جنھیں انسان محسوس کرتا ہے، اور توانائی اور جسم اثیری کے متعلق ان کے معتقدات کے مطابق اس کا سبب جسم کے اندر توانائی کی گزرگاہوں میں پیدا ہونے والا اضطراب ہوتا ہے اور جوڑوں اور گزرگاہوں پر جہاں سے توانائی گزرتی ہے سلبی احساسات کے متعلق سوچتے وقت ضرب لگانا (تھپتھپانا) جسمانی توانائی کے توازن کو واپس لاتا ہے۔

- **نقلی علاج کا اثر :**

اور مشق کرنے والے کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ اس کی ہر تھپتھپاہٹ کے ساتھ اس عبارت کا ورد کرتا رہے کہ

(باوجویکہ میں ---...اور اس وقت اپنے سلبی احساسات کو یاد کرے۔ مگر میں اپنی ذات کو قبول کرتا ہوں اور اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرتا ہوں) اور (معالج) ہاتھ، سر اور گردن کے مخصوص مقامات پر ضرب لگاتا ہے یہاں تک کہ اس کے سلبی احساسات ختم ہوجاتے ہیں ان کا گراف بہت نیچے آجاتا ہے، اور آدمی ان کی قید سے آزاد ہوکر شفایاب ہوجاتا ہے [1]۔ کچھ تربیت لینے والوں یا شفاء کے طلبگاروں کو تھپتھپانے والی ایک ہی نشست سے فائدہ ہوجاتا ہے، کیونکہ نفسیاتی حریت ایک طرح کا خیالی علاج ہے جو اوہام کے مریضوں پر فعالیت کے ساتھ اثر ڈالتا ہے جو علمی طور پر پلاسیبو کی تاثیر (Placebo Effect) سے معروف ہے (یعنی نقلی دوا کا اثر لینا جو درحقیقت دوا کا اثر نہیں ہوتا ہے) مگر اس کی وجہ سے مشق کرنے والے الحادی فلسفے کے کیچڑ میں لت پت ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ ایسے فلسفیانہ معتقدات پر مشتمل ہوتی ہے جو مبنی بر ضلال ہوتے ہیں۔

الغرض سب سے اہم اس حقیقت کو نمایاں کرنا ہے کہ گزشتہ صفحات میں جن پروگراموں کا تعارف کرایا گیا ہے وہ سب کے سب تربیت واستشفاء کے ان (علاجی) پروگراموں کے مشہور نمونے ہیں جن کی تشکیل اور نشر واشاعت کا کام مغرب کی روحانی باطنی تحریکوں نے کیا ہے، اور جن کی مارکیٹنگ عالم عرب واسلام میں ہورہی ہے اور مقام افسوس یہ ہے کہ اس امت کے بہت سے فرزندوں نے انہیں اپنالیا ہے اور ان کے ٹرینر بن کر ان کے مستقبل کی بشارت سنارہے ہیں۔

ان ٹرینروں میں کچھ تو ایسے ہیں جو مذکورہ پروگراموں کو ان کے سابقہ معروف ناموں ہی سے پیش کرتے ہیں جن سے وہ عالمی طور پر مشہور ہیں اور جنھیں اس تحریر میں پیش کیا گیا ہے، مگر کچھ لوگوں نے اپنے اپنے مخصوص پروگرام بھی بنارکھے ہیں جنھیں ان ناموں سے پیش کیا جاتا ہے جو عربی اور اسلامی ثقافت میں زیادہ مقبول ہیں مگر قائم اسی فلسفے کی اساسیات پر ہیں۔ اور اس کا مقصد یہی ہے کہ ان کے پاس ٹریننگ لینے والوں کو ان عالمی اداروں سے سندیں دستیاب ہونے کی ضمانت حاصل رہے جن کی تشکیل اس فلسفے کی تعریب اور مارکیٹنگ کرنے والوں نے کررکھی ہے۔

ایسے ہی بعض مسلم ٹرینر حضرات نے جنھوں نے ان پروگراموں کے اصولوں اور ان کے کچھ فلسفوں کو پی رکھا ہے اس کے اصولوں اور ان کے باطل فلسفی مفاہیم کو ان تربیتی پروگراموں کے ساتھ خلط ملط کردیا ہے جو واقعی صحیح مہارت پیدا کرنے والے پروگرام ہوتے ہیں مثلاً (خطابت اور تاثیر کے فنون) کے کورسس جن کے علمی مواد

---

[1] دیکھیے : http://www.eftinfo.com ۔

میں بعض ٹرینرحضرات مذکورہ تطبیقات کی آلودگیوں کا بھی اضافہ کردیتے ہیں اور (ہارا)[1] کو سرگرم کرنے کی تربیت دیتے ہیں اور اس بات کے دعوے کرتے ہیں کہ یہ مہارت خود اعتمادی اور دوسروں پر تاثیر کے اعلیٰ درجات تک پہنچانے کی ضامن ہے! اور استشفاء کی تطبیقات کو بیماریوں کے علاج کے لئے (اسمائے حسنیٰ کی توانائی)[2] کے نام پر پیش کرتے ہیں! ایسے ہی توانائی سے علاج کی متنوع تطبیقات کی بھی نشرواشاعت کی جاتی ہے مثلاً توانائی کا کنگن، توانائی کا لاکٹ، توانائی کی تازگی سے بھرپور گولی اور توانائی کا قلم وغیرہ، جن کے متعلق ساتھ ساتھ چلنے والے مارکیٹنگ پروپیگنڈے (تسویقی تشہیر) کی وجہ سے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ سب سائنٹفک پروڈکٹس (مصنوعات) ہیں جنھیں فزیکس اور نینوٹکنالوجی کے اکتشافات کے مطابق نئی ٹکنکس کے ساتھ بنایا گیا ہے جو لوگوں کی مطلوبہ صحت اور کامیابی کے حصول میں معاون ہوتے ہیں!

ان ساری چیزوں نے مسلم معاشرے میں ان فلسفوں اور ان کی تطبیقات کی نشرواشاعت میں اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے، اور انہیں یوں فروغ حاصل ہوا ہے گویا وہ محض علاجی مشقیں، یا علمی حقائق اور غیر جانبدارانہ انسانی تجربات ہوں!

تحقیق کا نتیجہ

حالانکہ ہماری یہ تحقیق جس نتیجے تک پہنچی ہے اس سے یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ یہ سارے پروگرام مشرقی ادیان، شامانی[3] وثنیات اور مختلف قسم کے الحادی فلسفوں سے ماخوذ فلسفیانہ بنیادوں پر قائم ہیں، تحریک عصر جدید (نیو

① اس فلسفے کے ماننے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ (ہارا) کا منطقہ ہی تمام توانائیوں کا مرکز ہے اور اس کے واسطے سے (قی) سارے جسم میں متحرک ہوتی ہے اور یہ وہ پوائنٹ ہوتا ہے جو ناف اور اس کے نیچے بیلوجیکل جسم پر واقع ہوتا ہے۔ (دیکھیے : العناصر الخمسة والسوق العشرة : ٣٣)

② اس طریقے کا موجد ابراہیم کریم نامی شخص ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ اس سے قدیم وجدید باطنی فلسفے کے مقررات کے مطابق حروف کی ایک متفاوت ایجابی توانائی کا اکتشاف ہوتا ہے۔

③ شامانیت : وثنی اعتقادات اور مراسم کے ایک مجموعے کا نام ہے جو خیر کی ارواح اور شر کی ارواح (شیاطین) کی تاثیر کے گرد گھومتے ہیں، اور انہیں کے ساتھ تعامل پر مرکوز ہوتے ہیں۔ اور ان کے ماننے والوں کو شامان کہا جاتا ہے جو خارق (کرشماتی) صفات سے متصف ہوتے ہیں، (حسب ادعا) ان کے اندر شفا دینے اور مریضوں کو اچھا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، وہ جسے چاہیں اذیت دینے یا نفع پہنچانے پر بھی قادر ہوتے ہیں۔ اور روحوں پر تسلط حاصل کرکے وہ موسموں پر کنٹرول کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، شامان کے اہتمامات اور مراسم کا ارتکاز نجوم، جادو اور عرافت پر ہوتا ہے اور عمر کو لمبا کرنے کے طریقوں پر ریسرچ کے متعلق بھی ان کی شہرت ہے۔

دیکھیے : - An encyclopedia of religion, edited by : vergilius ferm, p707.

- Shamanism : Traditional and contemporary Approaches to the mastery of spirits and healing.

اتیج تھاٹ) نے مغرب میں اس کی ترکیب جدید کی ہے اور بشمول آسمانی مذاہب کے ماننے والوں کے تمام لوگوں میں ان کی مارکیٹنگ اور نشر واشاعت کے لئے انہیں معاصر قوالب میں پیش کیا گیا ہے، اور اس کے لئے وہی باطنی منہج اختیار کیا گیا ہے جس کا انحصار مقابلے کے بجائے مزاحمت پر ہے، چنانچہ لوگوں کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ سعادت، صحت اور امن کے حصول کے لئے اپنی روزمرہ زندگی کے پروگراموں میں ان تطبیقات کا اضافہ کرلیں!

اور ان کے سابقہ دینی اعتقادات سے تنقید یا مخالفت وغیرہ کے ذریعہ قطعی تعرض نہیں کرتے ہیں۔

یہ پروگرام اپنی فلسفیانہ حقیقت، دینی مراسم اور شرکیہ معتقدات اور مشرقی ادیان کی مقدس کتابوں میں متوارث دینی ورثے کو تربیت اور طبابت کے ظاہری رخ کے پیچھے چھپالیتے ہیں، جبکہ مشرقی ادیان کی تحقیق کرنے والے، یا ان فلسفی مذاہب اور روحانیات اور کواکب کے علوم کو پڑھنے والے بلکہ ان ابواب میں تصنیف کردہ بعض عام کتابوں کی ورق گردانی کرنے والے کو بھی ان پروگراموں اور ان ادیان اور فلسفوں کے درمیان ظاہری مطابقت اور مضبوط تعلق پوری وضاحت کے ساتھ نظر آجاتا ہے۔

گمراہ کن فلسفہ، مبالغہ آمیز تصورات اور مشرکانہ تطبیقات

اس بحث کے آخر میں ہم آپ کی توجہ کچھ خاص امور کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو ایک مسلمان کے لئے بہت اہم ہیں۔

- اسلامی تعلیمات میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود میں (جنھیں تجاوز کرنے کی صلاحیت کسی انسان میں نہیں ہے) روحانی بلندی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچنے کا عمدہ اور نہایت معتدل و جامع اور مستند طریقہ ربانی ہدایات کے مطابق بتمام وکمال موجود ہے، جو ایک مومن کو تمام فلسفوں اور معتقدات سے بے نیاز کردیتا ہے۔ اور اسے روحانی ترقی یا بلندی کے حصول کے لئے خود ساختہ عبادتوں اور ریاضتوں کے پیچھے بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔
- انسان کے اتھاہ ولامحدود ہوجانے، یا مطلق العنان ہوکر کائنات میں مافوق الاسباب طور پر تصرف کی صلاحیت کے مختلف مراحل تک رسائی کا تصور ایک شیطانی اور مشرکانہ نظریہ ہے جو نہایت بے بنیاد اور خطائے محض ہے۔ اور کتاب وسنت کے نصوص ودلائل اس کی تردید سے بھرے پڑے ہیں۔

● یہ پورا نظام اور اس کے تحت چلنے والی مشقیں لوگوں کو اللہ اور مذہب سے دور کر دینے کی ایک عالمی سازش کا حصہ ہیں جس میں شیطان اور صہیونیت کا بڑا ہاتھ ہے، ورنہ ایک ہندوستانی گرو کے لئے جو خود اپنے ملک میں نہیں ٹک سکا یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ دنیا کے مختلف گوشوں میں ان باطل فلسفوں اور ان کی تطبیقات کی نشر و اشاعت کے لئے بڑی بڑی یونیورسٹیاں اور ادارے قائم کر دیتا اور آناً فاناً عالم اسلام میں بھی اس کی پذیرائی شروع ہو جاتی، اس کے لئے مہارشی مہیش کی داستان حیات ملاحظہ کر لیجئے بہت سے حقائق آپ پر خود بخود روشن ہو جائیں گے۔

● الحمد للہ شرعی تعلیمات میں حفظان صحت کے زریں اصول ہمہ جہت موجود ہیں جن کی ابتدا عقیدے کی صفائی ستھرائی سے ہوتی ہے، اور پاکی طہارت، نماز، روزہ، حج، جیسی معتدل مشقت طلب عبادتوں وغیرہ سے گزرتے ہوئے، کھانے پینے، سونے جاگنے، اور بود و باش کے متعلق ہدایات کی شکل میں پورے نظام حیات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور ان میں مادی و معنوی دونوں طرح کی تعلیمات شامل ہیں، اگر انسان ان کی پیروی کرے تو وہ ان کے لئے صحت و تندرستی اور برکت و خوشحالی کی پوری طرح ضامن ہیں۔ اور مسلمانوں کے لئے اس باب میں مادی تجربات اور علم و حکمت کا دروازہ مقررہ اصولوں کی روشنی میں پوری طرح کھلا ہوا ہے، اسلئے انہیں اس باب میں مشرق و مغرب کے بے بنیاد اور غیر علمی فلسفوں اور ٹوٹکوں کی قطعی کوئی حاجت نہیں ہے۔

● ہوش و خرد سے بیگانگی اور کتاب و سنت کے علم سے دل و دماغ کو فارغ رکھنے کا نعرہ ایک ابلیسی نعرہ ہے جس کی دعوت منحرف فرقوں کا قدیم شعار رہا ہے، ان کا ماننا یہ ہے کہ عقل و خرد اور علم کے اصول انسان کو معرفت کی ان بلندیوں تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں جن میں اس کی صلاحیتیں آزاد اور لامحدود ہو جاتی ہیں اور وہ کسی مشقت اور کاوش کے بغیر بڑے بڑے کارنامے انجام دینے پر قادر ہو جاتا ہے، تمام وحدت الوجودی فلسفوں میں یہ دعوت قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے کچھ لوگ ہوش و خرد سے بیگانگی کے لئے بھانگ کھاتے ہیں، حشیش پیتے ہیں اور افیم کی گولیاں نگلتے ہیں تب ترنگ میں آتے ہیں اور کچھ لوگ یہی کام شدید ریاضتوں اور تپسیاؤں سے لیتے ہیں، اور کچھ لوگ سماع و سرود کی محفلوں میں عرش بریں تک کی خبر لاتے ہیں۔

سائنس داں اڑا کے جہازوں کو چند میل
اترا رہے ہیں کس لئے برق اور بھاپ پر
دیکھیں ہمارے صوفی عالی مقام کو
عرش بریں تک اڑتے ہیں ڈھولک کی تھاپ پر

آپ نے پچھلے صفحات پر پڑھا کہ انبیاء پر جب وحی آتی ہے تو وہ کامل ہوش وحواس اور ادراک وشعور کی بلندیوں کی حالت میں ہوتے ہیں اور انہیں نزول وحی کا سلسلہ تمام ہونے پر وہ ساری باتیں یاد رہتی ہیں جو اثنائے وحی انہیں بتائی جاتی ہیں جبکہ کاہنوں پر جب ان کے شیاطین سوار ہوتے ہیں اور ان پر القائے شیطانی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے تو وہ ہوش وحواس گم کر بیٹھتے ہیں اور ان پر غیبوبت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور جب یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو انہیں اپنی وہ بکواس یاد ہی نہیں رہتی ہے جو وہ اپنے حاضرین مجلس کو سنا چکے ہوتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں؟!

یقیناً جو معرفت عقل وخرد کے دروازے بند کر کے حاصل ہوگی وہ ہدایت کے بجائے گمراہی ہی لیکر وارد ہوگی، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے شیطان انہیں حالت سکر میں آرزؤں اور امنگوں بھری فلمیں دکھائے اور نت نئی وہمی جنتوں کی سیر کرائے مگر علم ومعرفت کے اصولوں کی روشنی میں وہ ساری کیفیات محض توہمات اور خیالات سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھیں گی۔

- قرآن وسنت میں ہمیں آیات آفاق وانفس میں غور وتدبر کی دعوت دی گئی ہے کہ اس کائنات میں بکھرے ہوئے عجائب قدرت کو دیکھو اور ان کے بنانے اور ان میں تصرف کرنے والے خالق ومدبر کی قدرت اور عظمت کا اعتراف کرو اور آسمانی ہدایت کی روشنی میں ان سے استفادہ کرو، خود انسان کے نفس میں اتنی نشانیاں ہیں کہ جن پر غور وتدبر سے انسان حیران وششدرہ جاتا ہے کہ اس میں کتنا وسیع اور دقیق نظام کام کر رہا ہے اور اس میں رب کی اتنی نعمتیں ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔

مگر یہ تدبر قرآن وسنت کے ساتھ مربوط ہے جن کے اندر موجود تعلیمات اور ہدایات انسان کو بھٹکنے اور گمراہ ہونے سے محفوظ رکھتی ہیں اور اس کے لئے درست راہ عمل متعین کرتی رہتی ہیں، ان میں کچھ ثوابت اور اصول ایسے ہیں جو قدم قدم پر اسے روشنی فراہم کرتے ہیں اور تدبر کے اس عمل کے بعد اور قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد اسے کسی خود ساختہ مراقبے اور گیان دھیان، مصنوعی تنفس اور سانسوں کے پر تکلف زیر وبم کی حاجت نہیں رہتی ہے۔

- اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت اسلام میں سب سے بڑا مطلوب ہے اور شریعت میں عائد کردہ فرائض اللہ تعالیٰ کی قربت کا سب سے موثر ذریعہ ہیں جو اسے سب سے زیادہ محبوب بھی ہیں، اور نوافل سے اس کی قربت میں اضافہ

ہوتا جاتا ہے اور بندہ ان کے ذریعہ ترقی کے اس بلند مرتبے تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی کے مطابق اس کی آنکھ، کان اور دست وقدم بن جاتا ہے، اور اس سے دوستی دشمنی اللہ سے دوستی دشمنی کے مترادف ہوجاتی ہے۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

- اسلام اپنے ضابطے کے مطابق فنون حرب وضرب، قتالی مہارتوں، نجی دفاع کی صلاحیتوں کو فروغ دینے، اور جسم کو چست اور چاک و چوبند رکھنے والی جائز ورزشوں سے نہیں روکتا ہے، نہ اس سلسلے میں اقوام عالم کے تجربات سے استفادہ کرنے میں مانع ہے، مگر اس نام پر گمراہ ہونے، اور بے وقوف و نادان ہونے سے ضرور روکتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ اپنے علم وخرد کی آنکھیں کھلی رکھو اور ضرورت وو ہم، دعوی وحقیقت اور حق و باطل کے درمیان تمیز کو لازم جانو۔
- امراض کے روحانی طریقہ علاج کے طور پر ہمارے یہاں رقیہ شرعیہ ایک انتہائی موثر اور فعال وسیلہ ہے جو ان تمام خرافاتی اور توہماتی طرقہائے علاج سے بے نیاز کردیتا ہے جو وثنی فلسفوں اور معتقدات پر مبنی ہیں، بشرطیکہ صدق دلی واخلاص کے ساتھ شریعت کی رہنمائی کے مطابق درست طریقے سے اس سے استفادہ کیا جائے اور اس میں وسواسی ایجادات سے گریز کیا جائے۔
- دعا مومن کا ایک ایسا ہتھیار ہے جو دور سے بھی اتنا ہی کارگر ہوتا ہے جتنا نزدیک سے ہوتا ہے۔
- انبیاء کرام کو کونی توانائی کے فلسفے سے وابسطہ بتانا نہایت گھناؤنا جھوٹ اور فریب ہے۔
- تحریروں سے ماضی، حال اور مستقبل کے حالات معلوم کرنے کا دعویٰ بھی تیروں، پرندوں اور اسی طرح کے وہمی ذرائع سے مستقبل کا حال جاننے کی ہی طرح ہے جو جاہلی دور کے مشرکوں کا طریقہ تھا اور جس کے ڈانڈے کہانت اور جادوگری اور شعبدے بازی سے ملتے ہیں اور باطنی فرقوں نے اس کا ازحد اہتمام کیا تھا۔
- ان مشقوں میں انسان کو پتھروں، رنگوں، ستاروں، جیومیٹریکل نقشوں اور شکلوں وغیرہ کی تاثیر کے اعتقاد سے وابستہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو کھلے طور پر مشرکانہ اور خرافاتی عقیدہ ہے جس کی کوئی علمی بنیاد اور دلیل نہیں ہے اور انسان اس عقیدے کی وجہ سے اوہام اور خیالات کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اور نفسیاتی اعتبار سے نہایت کمزور اور توہم پرست ہوجاتا ہے۔

مذکورہ تطبیقات اور مشقوں سے حاصل مزعومہ صلاحیتیں

پیرا سائکالوجی اور اس سے متعلق علوم

اگرچہ آنے والی مزعومہ صلاحیتوں کا تعلق بھی گزشتہ صفحات میں پیش کردہ وثنی عقائد، مشرکانہ فلسفوں اور ان کی دیومالائی تطبیقات اور تلبیسات ہی سے ہے تاہم انہیں خاص موضوع بنا کر اس قدر اس کا مبالغہ آمیز پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور ان کے نام پر لوگوں کو ایک توہماتی وتخیلاتی دنیا سے مربوط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انہیں مستقل زیر بحث لانے کی ضرورت ناگزیر ہوچکی ہے اس لئے ذیل کے صفحات پیش خدمت ہیں :

مابعدالطبیعاتی فلسفوں کے نقطۂ نظر سے کرشماتی صلاحیتوں اور خارق قوتوں کا ڈھنڈھورا پیٹنے والوں کی طرف سے پیراسائکالوجی (Para Psychology) (ماورائی علم النفس) کو سائکالوجی یا علم النفس کی ایک شاخ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور ان کے مطابق اس میں ایسے مظاہر سے بحث کی جاتی ہے ابتدا میں جن کی تفسیر محال سی نظر آتی ہے یا معیار فہم سے اونچی لگتی ہے، اسی لئے اس فن کی تحقیق میں ان مظاہر کا تجزیہ کرکے حتی المقدور ان کے فطری اسباب کا پتہ لگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

لفظ (پیرا) Para کا مطلب ہے قرب یا جانب میں ہونا، اسی سے اس علم کا نام پیرا سائکالوجی رکھنے کی وجہ معلوم ہوجاتی ہے کہ یہ علم النفس سے قریب ایک علم ہے، مگر یہ ان عجیب وغریب مظاہر کی اسٹڈی کرتا ہے جو علم النفس کے موضوع سے خارج ہے۔ مثلاً :

- بصری شفافیت ''Clair voyance''
- سمعی شفافیت ''Clair Audiance''
- فکری ارتکاز کے واسطے سے اشیاء کو حرکت دینا ''Psychokineses''
- مادی اشیاء کو حاضر کردینا ''Teleportation''
- روحانی طبابت ''Psychic Healing''
- ہوا میں بلند ہوجانا ''Levitation''
- اثر (کسی کی استعمال کردہ یا اس کی طرف منسوب اشیاء) کے ذریعہ کسی نتیجے تک پہنچنا ''Psychometry''

- ذہنی رابطہ اور خیال رسانی Telepathy
- پیش آگہی اور مافوق الفطری پیش بینی کی صلاحیت ''Precognition''
- ایک ہی وقت میں دو مقامات پر پایا جانا ''Bilocation''
- ذہنی کاوش سے آگ لگا دینا ''Pyrokinesis''
- مستقبل کی کرشماتی رویت ''Second Sight''
- نورانی ہالہ Aura یا خارجی جبلت Ectoplasm
- علاجی لمس Therapeutic touch
- کرشماتی نفسیاتی قرأت Psychic reading
- خارق نفسیاتی اڑان Transvection وغیرہ۔

یہی وہ موضوعات ہیں جن سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے بلکہ ان سب صلاحیتوں کو ایک ایسی حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس کا حصول انسانی کاوشوں سے ممکن ہے۔

اس علم سے مربوط لوگوں کا ماننا ہے کہ اسے اپنے راستے میں بہت ساری صعوبتوں کا سامنا ہے، بالخصوص اس لئے بھی کہ اس علم کو کسی لیبارٹری تجربات سے گزارنا از حد دشوار ہے، کیونکہ پیراسائکالوجی کے مظاہر اساسی طور پر خودکار مظاہر ہوتے ہیں اور کچھ متعین حالات مثلاً مشقتوں اور آزمائشوں، نفسیاتی تکلیفوں وغیرہ کی معینہ مشکلات سے مربوط نہیں ہوتے ہیں، جب امر واقع یہی ہے تو ان مظاہر کا لیبارٹری ٹیسٹ سے گزارنا تقریبا محال سا ہے، مگر اس کے باوجود اس کے اسکالروں کے عزم کو اس بات سے موڑا نہیں جاسکا کہ وہ ایسے راستوں اور اسلوبوں کی جستجو میں لگے رہیں جن کے ذریعہ انسانی نفس کو اکسا کر اس کی ان مخفی قوتوں کو ظاہر کر دیا جائے جن سے دنیا والے چونک پڑیں۔

- **دنیا میں پیراسائکالوجی پر ریسرچ کے مراکز :**

اور ہمارے زمانے میں تو پیراسائکالوجی کی اسٹڈی اور ریسرچ کے لئے متخصص سنٹروں کا ایک جال سا بچھ گیا ہے جو عالم کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔

ڈاکٹر روجہ خوری صاحب لکھتے ہیں :

''یہاں پیراسائکالوجی کے مظاہر کی تعلیل کرنے والے دو سو سے زائد مراکز ہیں، جو یونیورسٹیوں، اداروں،

لبارٹریز اور انجمنوں پر مشتمل ہیں الخ، چنانچہ ہمیں امریکا میں ان امور کا اہتمام کرنے والے پچیس سنٹر دستیاب ہوجاتے ہیں، ہندوستان میں دس مراکز ہیں، ویٹیکن سٹی کی کلیسائی یونیورسٹی (Pontifical University) میں فادر ریش کی نگرانی میں ۱۹۷۲ء میں ان عوامل کی تحقیق کے لئے ایک خاص شعبہ قائم کیا گیا تھا۔ ہالینڈ میں اس کے لئے مختص پانچ ادارے قائم ہیں جو ۱۹۳۲ء ہی سے اپنا کام کر رہے ہیں، ان ملکوں میں پیرا سائکالوجی کے اسباق کا سلسلہ قائم ہے، انگلستان میں دس یا گیارہ مراکز ہیں، کناڈا میں دس، جرمنی میں پانچ یا چھ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں سات سے زائد ہیں اور ارجنٹائنا میں آٹھ ہیں، فرانس، ڈنمارک، روس، بلغاریا، اٹلی، اسپین، برازیل، چیکوسلوواکیہ، یوگوسلاویہ، پولینڈ، چلی، مکسیک اور ہمارے پڑوسی ممالک میں بھی ان کے متعدد سنٹر موجود ہیں۔

شمالی کیرولینا کی ڈیوک یونیورسٹی میں موجود بڑی تجربہ گاہ خاص طور پر قابل ذکر ہے، ایسے ہی لینن گراڈ اور ماسکو میں بھی ہے جس کا حکومت بھی خصوصی طور پر اہتمام کرتی ہے، اور یہ بھی ہمارے علم میں رہے کہ علمی ترقی کی امریکن سوسائٹی نے پیرا سائکالوجی کے اس انٹرنیشنل ادارے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا ہے جو ہمارے زمانے میں نفسیاتی علوم کا سب سے بڑا ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے، اور ہر اہم قدم اس علمی مرتبے کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں تک ان غریب مظاہر کی ریسرچ اور تحقیق کی رسائی ہوچکی ہے"۔ ①

● سائنسی دنیا نے ان کے علمی دعووں کو مسترد کردیا ہے :

گزشتہ صفحات پر یہ حقیقت واضح کی جاچکی ہے کہ بعض حکومتیں ایسے اداروں کو اپنی سرپرستی میں لیکر ان سے کیا کام لیا کرتی ہیں، نیز عالمی صیہونی ادارے بھی اس طرح کے پروگراموں کو گود لیکر انہیں اپنے مفادات کے لئے استعمال کیا کرتے ہیں مگر یہ بھی ایک علمی حقیقت ہے کہ دنیا کی علمی برادری نے پیرا سائکالوجی اور اس کی خرافات کو مسترد کردیا ہے اور ایک علم کے طور پر اسے قبول نہیں کیا ہے بلکہ ان کے یہاں اس کی تصنیف علوم زائفہ (Pseudo Science) کے ضمن میں کی جاتی ہے جس کا اطلاق ان تصریحات، اعتقادات یا مشقوں پر ہوتا ہے جن کی علمیت اور حقیقت کا بیک وقت دعویٰ کیا جاتا ہے مگر وہ علمی منہجیت کے ساتھ میل نہیں کھاتا ہے۔

① خوری روجه ، البار اسيكولوجيا في خدمة العلم ، بيروت ، روجه خوری ، ۱۹۸۰، ص ۴۴۹ ، بحواله السحر والسحرة من منظار القرآن والسنة تاليف ڈاکٹر ابراهيم كمال ادهم ص : ۴۱۰۔

- **یہ وہی کھوٹے سکے ہیں جو رد کئے جا چکے ہیں :**

اور اگر بات یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنی حکمت کے پیش نظر کسی بندے کو وقتی طور پر ان میں سے کسی صلاحیت سے نواز سکتا ہے تو بیشک اس کا انکار نہیں ہے مگر جہاں تک اسلامی نقطۂ نظر سے زیر بحث پیرا سائکالوجی اور اس سے متعلقہ علوم اور صلاحیتوں کا جائزہ لینے کی ضرورت کا احساس ہے تو یہ بات دوٹوک اور بلا خطر کہی جاسکتی ہے کہ یہ وہی کہانت، عرافت، تنجیم اور جادوگری ہے جن کا سامنا انسانیت کو قدیم زمانے سے ہے اور جن کے ڈانڈے الحادی وحدت الوجودی فلسفے سے ملے ہوئے ہیں بلکہ وہ اسی کے اصولوں پر قائم ہیں، اور مسلم سماج میں صوفیاء اور اصحاب طرق کے ذریعہ ایک زمانے سے رائج چلے آتے ہیں، جو سلفی معاشرے میں یکسر مسترد کردئے گئے تھے مگر تازہ صورت حال میں مغربی نوسر بازوں اور کھوٹے سکوں کو اونچے بھاؤ چلانے والے اور اصل سے زیادہ ردی کے دام کھرے کرنے والے عیار فرنگی تاجروں نے جب سے ان کی تجدید کاری کرکے ان کی مارکیٹنگ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے سلفی معاشرہ بھی پوری طرح انکی زد میں ہے اور پرانے شکاریوں کے نئے جال میں پھنسنے کو آمادہ و تیار بیٹھا ہے۔اس لئے اب لازم ٹھہرا ہے کہ اس سلسلے کے حقائق از سر نو طشت از بام کئے جائیں۔

اور اس کے لئے کچھ خاص مشقت کی ضرورت نہیں ہے، بس اسلامی ثقافت کے کچھ مسلمات کی یاددہانی ہی اس کے لئے کافی ہے، اس لئے حسب ذیل تحریر پیش خدمت ہے۔

انسانی نفس پر اثرانداز ہونے والے غیبی موثرات کی معرفت

انسان کی تکوین میں کچھ عناصر عالم غیب کے اور کچھ عناصر عالم شہادت کے ہیں اور وہ یکساں طور پر عالم غیب اور عالم شہادت کے بہت سے امور سے متاثر ہوتا ہے، انسان پر موثر ہونے والے ظاہری اور حسی امور کا اکٹھا کرنا اور ملاحظے و تجربے کے ذریعہ عقل و احساس کے واسطے سے ان کا تعارف حاصل کرنا انسان کے دائرۂ امکان میں ہے، مگر جہاں تک اس پر اثرانداز ہونے والے غیبی امور کا تعلق ہے تو گو انسان ان کے آثار کا ادراک کرلیتا ہے مگر حقیقی طور پر ان کی کنہہ کی معرفت سے یا کامل طور پر ان کی تفسیر کرنے سے قاصر رہتا ہے کیونکہ وہ علم و معرفت سے متعلق اس کی قدرتوں اور صلاحیتوں کے دائرے سے خارج ہیں۔

اور یقیناً یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مہربانی ہے کہ اس نے انسانوں پر اثرانداز ہونے والی غیبی مخلوقات کے متعلق

اہم باتوں سے انہیں آگاہ فرمادیا ہے، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ جہاں انہیں اپنے نفس کے متعلق کامل معرفت دستیاب ہوئی وہیں ان کے اندر یہ صلاحیت بھی پیدا ہوگئی کہ وہ ان موثرات کے درمیان تمیز کر کے ان کے ساتھ تعامل کی مشروع کیفیت سے آگاہ ہوگئے۔ اوران موثرات میں سب سے اہم وہ ہیں جن کا تعلق عالم ملائکہ اور عالم جن سے ہے کیونکہ انسان کی ساری زندگی میں ان دونوں کے ساتھ اس کا مضبوط رشتہ قائم ہے، چنانچہ ملائکہ ابرار کا عالم ایک حقیقی غیبی عالم ہے جو موجود ہے اور قرآن وسنت میں اس کے متعلق تمام ضروری معلومات کا ذخیرہ محفوظ ہے۔

- **انسانوں سے فرشتوں کا رابطہ :**

اللہ عزوجل اور اس کے رسول امین ﷺ کی طرف سے وارد متواتر سچی خبریں اس بات پر دلالت کرتی ہیں، اور غیب کی تصدیق کرنے والے اہل ایمان کو بذریعہ وحی یہ حقیقت معلوم ہے کہ انسانوں کے ساتھ فرشتوں کا مضبوط رابطہ ہے۔

- **اعمال کی نگرانی اور نامۂ اعمال کی ترتیب :**

ان میں سے کچھ اس کے عمل کی نگرانی اور اس کا حساب کتاب رکھنے پر مامور ہیں :

﴿إِذْ يَتَلَقَّى ٱلْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ ٱلْيَمِينِ وَعَنِ ٱلشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق:۱۷-۱۸]۔

”جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے (انسان) منھ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے“۔

- **نگہبانی اور حفاظت :**

کچھ کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ مقدرات کے استثناء کے ساتھ مختلف مراحل حیات اور گوناگوں احوال میں انسان کی حفاظت کرتے رہیں:

﴿لَهُۥ مُعَقِّبَٰتٌ مِّنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِۦ يَحْفَظُونَهُۥ مِنْ أَمْرِ ٱللَّهِ﴾ [الرعد:۱۱]۔

”اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں“۔

- **روح قبض کرنے والے فرشتے :**

اور ان میں سے کچھ کو اس بات کا مکلف کیا گیا ہے کہ وہ موت کے وقت اس کی روح قبض کیا کریں :

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾ [الانعام:٦١]۔
''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے، اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے''۔

• جن وشیاطین اور انسان :

اور عالم جن وشیاطین بھی ایک حقیقی عالم ہے، غیب پر ایمان رکھنے والا مومن ان کے متعلق خبر دینے والے نصوص کے ذریعہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے، چنانچہ اسے یہ معلوم ہے کہ وہ موجود ہیں اور اس کی طرح ایمان کے مکلف ہیں، مگر ان میں سے کچھ مومن ہیں اور کچھ کافر و فاسق ہیں، اسے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس کے مسکن اور کھانے پینے میں اس کے ہمراہ ہوا کرتے ہیں اور وہ تو اسے دیکھتے ہیں جبکہ وہ انہیں نہیں دیکھ سکتا ہے، مگر وہ اللہ عزوجل کا ذکر کر کے مذکورہ چیزوں میں شرکت سے انہیں روک سکتا ہے، ایسے ہی اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ابلیس لعین بھی انہیں میں کا ایک فرد ہے جو بنی آدم سے عداوت کا رشتہ گانٹھے ہوئے ہے، اور انہیں اغوا کرنے اور راہ حق وہدایت سے بہکانے کے لئے ہر وقت گھات لگائے رہتا ہے اور موقعے کی تاک میں رہتا ہے، انسان کو اس کی اور اس کے لشکر کی صفات اور خصلتیں اتنی معلوم ہیں کہ وہ باذن اللہ ان کے شر اور فتنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اور اللہ عزوجل نے ہر انسان کے ساتھ اس کا ایک قرین جن اور ایک قرین فرشتہ لگا رکھا ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں :

''مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ "، قَالُوا: وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: " وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ، فَأَسْلَمَ''

''تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ اس کا قرین جن نہ لگا دیا گیا ہو، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ کے ساتھ بھی لگایا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ بھی لگایا گیا ہے مگر اللہ نے اس کے متعلق میری مدد کر دی ہے اور وہ میرا تابعدار بن گیا ہے''۔ ①

اور سفیان کی حدیث میں ہے کہ :

''وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ''

''اس کے ساتھ جنوں میں سے اس کا قرین اور ملائکہ میں سے اس کا قرین لگا دیا گیا ہے''۔ ②

① مسلم : ٢٨١٤ ۔ ② مسلم : ٢٨١٤ ۔

اس میں تو کوئی شک نہیں ہے ملائکہ اور جن دونوں کا تعلق عالم غیب سے ہے اور اللہ کی تقدیر اور سنت کے مطابق انسان پر دونوں کی تاثیر مختلف انواع کی ہے اور ان میں اتنا ہی تفاوت ہے جتنا ان دونوں عالموں کے درمیان تفاوت ہے، وحی الٰہی کے ذریعہ ہمیں انسان پر ان دونوں کی تاثیر کے متعلق بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

١۔ اللہ عزوجل کے حکم سے انسان کی مدد کرنا

کوئی انسان اللہ عزوجل کی اعانت سے کبھی کبھی ایسا کام کرگزرتا ہے کہ اسی جیسا دوسرا انسان اسے انجام دینے سے عاجز ہوتا ہے، اور اس اعانت کی کیفیت عالم الغیب سبحانہ وتعالیٰ کی خبر کے بغیر معلوم بھی نہیں ہوسکتی ہے۔

- **بلاواسطہ اعانت :**

اور اس نے ہمیں یہ بتادیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی بلاواسطہ اعانت فرمایا کرتا ہے اور بیشک وہ قدیر ہے :

﴿إِنَّمَآ أَمۡرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيۡـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ [یس:٨٢]۔

''وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرمادینا (کافی ہے) کہ ہوجا، وہ اسی وقت ہوجاتی ہے''۔

اسی لئے اس نے اپنے بندوں کی رہنمائی اس جانب فرمائی ہے کہ وہ اسی سے اعانت اور مدد طلب کیا کریں :

﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ [الفاتحۃ:٥]۔

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

- **اللہ کی فوجیں :**

ایسے ہی اس نے یہ خبر بھی دی ہے کہ اس کے پاس کچھ فوجیں بھی ہیں جن سے وہ اپنے ان مومن بندوں کی جن کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا کہ :

﴿فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيۡهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٖ لَّمۡ تَرَوۡهَا﴾ [التوبۃ:٤٠]۔

''پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں''۔

- **ملائکہ بھی اللہ کی فوجی ہیں :**

اور ملائکہ بھی اس کی فوجوں میں شامل ہیں، ارشاد فرماتا ہے :

﴿فَٱسۡتَجَابَ لَكُمۡ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلۡفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُرۡدِفِينَ﴾ [الانفال:٩]۔

''تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگا تار چلے آئیں گے''۔

اللہ کے حکم سے فرشتوں کے ذریعہ انبیاء اور مومنوں کی اعانت کی صحیح خبریں بکثرت موجود ہیں، چنانچہ فرشتے ہی انبیاء علیہم السلام تک اللہ عزوجل کے احکامات اور غیب کی خبریں پہنچایا کرتے ہیں، اور یہی لوگ اللہ کے مومن بندوں کی تائید اور حمایت کا کام بھی کرتے ہیں۔ ①

• بندوں کے لئے جنوں کی تسخیر جو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے :

ایسے ہی اللہ اپنی مشیئت کے مطابق کچھ بندوں کی مدد کے لئے جنوں کو بھی مسخر کردیتا ہے جیسے کہ وہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کئے گئے تھے :

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيۡمَٰنَ جُنُودُهُۥ مِنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ وَٱلطَّيۡرِ فَهُمۡ يُوزَعُونَ﴾ [النمل:١٧]۔

''سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرند میں سے جمع کیے گئے (ہر ہر قسم کی) الگ الگ درجہ بندی کردی گئی''۔

• جنات کی رضا کارانہ امداد :

اور کبھی مومن جن مومن انسانوں کی ایسے ہی مدد کرتے ہیں جیسے ان کے کفار انسانوں کے کفار کی مدد کیا کرتے ہیں۔ ②

• مومن اور کافر :

نصوص میں وارد خبروں کے مطابق جنوں کا تعلق ایک مکلف عالم سے ہے اور ان میں سے کچھ مومن اور کچھ کافر ہیں:

﴿وَأَنَّا مِنَّا ٱلصَّٰلِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَۖ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدٗا﴾ [الجن:١١]۔

''اور یہ کہ (بیشک) بعض تو ہم میں نیکوکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں، ہم مختلف طریقوں سے بٹے ہوئے ہیں''۔

---

① دیکھیے : النبوات لابن تیمية : ١٠٢٦/٢ ۔ ② دیکھیے : حوالہ مذکور : ٥٢٧/١ ۔

اعانت کے مختلف رنگ اور مختلف مقاصد

- کبھی ملائکہ اور جنوں کی طرف سے انسان کی اعانت اللہ عزوجل کی تائید اور نصرت کے طور پر ہوتی ہے۔
- اور کبھی فتنے اور استدراج کے طور پر ہوتی ہے۔
- عمل کے اعتبار سے فرشتے حق وصدق کی تائید کرتے ہیں، اور شیاطین کذب اور بہتان کی تائید کرتے ہیں۔ [1]
- اور کبھی یہ اعانت اس وقت ہوتی ہے جب انسان اللہ عزوجل کو یا کسی غیر کو پکارتا ہے، اور کبھی انسان کے قصد وطلب کے بغیر ہی حاصل ہو جاتی ہے، اور کبھی ظاہر ومحسوس امور پر ٹھہر جاتی ہے اور کبھی کچھ خفیہ امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ [2]

• موضوع سے متعلق اہم باتیں :

خیر اور طاعت کے امور میں اعانت عام طور پر فرشتوں کی طرف سے ہوتی ہے، گو مومن جنوں کی طرف سے اس کے ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے، یا بندوں کے لئے بطور فتنہ کافر جنوں کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے، مگر باطل پر اعانت کا معاملہ یہ ہے کہ اسی کے ذریعہ کچھ جنات بنی آدم کا اغوا کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ ان کے لئے گمراہی کے راستوں کو مزین کرتے ہیں [3]، اور یہ تو لازم ہے کہ جناتی شیاطین جن کی مدد کرتے ہیں ان کے اندر نادانستہ یا

---

① حوالہ مذکور : ۲/ ۱۰۵۳-۱۰۶۱ ۔

② شیخ الاسلام نے ان امور کو متعدد مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ، مثلا : **اقتضاء الصراط المستقيم : ۲/ ۲۲۲ ، ۳۱۶ ، الصفدية : ۱۰۶۲ ، ۱۰۵۸ ، الرد على المنطقيين : ۲۸۶ ، الفرقان بين اولياء الرحمان و أولياء الشيطان: ۲۲۲** ۔

③ جنات جن افراد کی مدد کرتے ہیں ان میں سے بہت لوگوں کو یہ پتہ ہی نہیں چل پاتا ہے کہ علمی یا تاثیری امور میں سے انہیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ سب انہیں جنوں کی مدد سے ہی حاصل ہوا ہے، اور وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ یہ جو کچھ انہیں حاصل ہوا ہے وہ ان قوتوں اور شکتیوں کی وجہ سے ہوا ہے جو انہیں اپنی خاص مشقوں اور ریاضتوں سے پراپت ہوئی ہیں، اور ایسا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انہیں اس بات کی تمیز نہیں ہوتی ہے کہ جن کسی کو گمراہ کرنے کے لئے یا اسے گمراہی میں دور تک لے جانے کے لئے خود سے بھی کسی کی مدد کیا کرتے ہیں اور یہ صورت اس سے الگ ہوتی ہے جب کوئی عملی طور پر اور بالقصد ان سے اعانت کا طلبگار رہتا ہے؛ خواہ وہ ان شرکیہ اعمال اور معصیتوں کے ذریعہ ہو جن سے جناتی شیطانوں کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، یا راست طلب کے ذریعہ ہو جو ایسے لوگوں کی جانب سے ہوتا ہے جو مسلمان جنوں کو مخاطب کیا کرتے ہیں۔ اور اس آخری صورت میں استفادہ کو بعض علماء نے جائز ٹھہرایا ہے گو انھوں نے جنوں کی خبروں کی تصدیق میں جو خطرات ہیں ان سے بھی آگاہ کر دیا ہو، دیکھیے : **"الفتاوى الذهبية فى الرقى الشرعية، لخالد الجريسى"** ۲۷۴ کے ضمن میں شیخ ابن جبرین کا فتوی اور **المجموع العثمين: ۲/ ۲۳۹** میں شیخ ابن عثیمین کا فتوی۔ جبکہ **اللجنة الدائمه للبحوث العلمية والافتاء** مملکت سعودی عرب کا فتوی اس کی ممانعت پر ہے گو وہ نظر بد، جادو، بیماری کی نوعیت یا اسباب کی معرفت جیسے مباح امور ہی میں کیوں نہ ہو، فتوی نمبر :۲۰۳۶۱ بتاریخ ۱۷/ ۴/ ۱۴۱۹ھ۔ انتھی

حقیقت یہ ہے کہ جنوں سے استعانت خواہ وہ مسلم ہی کیوں نہ ہوں شرعی دلائل کی روشنی میں اور بے شمار مفاسد کے پیش نظر ناجائز ہے جیسا کہ ہم نے اس کے مقام پر ثابت کیا ہے۔

دانستہ کوئی گناہ ایسا پایا جاتا ہو جو اس سے مربوط شیاطین کے مناسب حال ہو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شیطانی اعانتیں انہیں لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں جو قرآن وسنت سے باہر چلے جاتے ہیں اور ان کے بھی درجات ہیں، چنانچہ اگر انسان کافر یا فاسق یا جاہل ہو تو وہ اس کے کفر وفسوق اور ضلال کے اعتبار ہی سے اس کے ساتھ ہوتے ہیں[1]، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ﴾ [الشعراء:٢٢١-٢٢٣]۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں (اچٹتی) ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں''۔

- **اس حقیقت کو گرہ سے باندھ لیجئے :**

بس تو یہ حقیقت ذہن میں رہے کہ شیاطین انہیں سے مربوط ہوتے ہیں جو اہل شرک وفجور میں سے ان سے ہم آہنگ ہوتے ہیں، اور ان کو فتنے میں دور تک لے جانے اور انہیں گمراہ کرنے کے لئے ان کے مددگار بن جاتے ہیں، اور شیطانوں کا کاہنوں اور جادوگروں کی مدد کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جی ہاں کاہنوں کو خبر دینے والے جنات ہوا کرتے ہیں، اور ساحر بھی جو کسی کو قتل کر دیتا ہے، یا بیمار کر دیتا ہے، اور ہوا پر بلند ہو جاتا ہے اور اسی طرح کے کام کرتا ہے تو وہ سب کچھ وہ شیطانوں کی مدد ہی سے کرتا ہے۔[2]

۲۔ حالت خواب یا بیداری میں ان کا مادی شکل میں ظاہر ہونا

بطریق وحی یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ عالم جن وشیاطین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں اور ایسے جسموں کے ساتھ سامنے آسکتے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ سکیں، نیز ملائکہ کے متعلق بھی وارد ہے کہ فرشتے انبیاء کے سامنے انسانی شکل میں آیا کرتے تھے اور یہ بات بھی ہمیں بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہے کہ فرشتہ مریم علیہا السلام کے سامنے ایک کامل بشر کی صورت میں آیا تھا، اور یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جبرئیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں بارہا دیکھا تھا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فرشتے کبھی کبھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے والے اصحاب تقویٰ اولیاء اللہ کے سامنے مادی شکل میں آجایا کرتے ہیں اور مومنوں کے لئے یہ اللہ کی

---

① مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ۱۳/۷۹-۱۱/۲۸۸-۲۹۵ ۔

② دیکھیے : النبوات لابن تيمية : ۲/۸۲۰ ۔

طرف سے فرشتوں کے ذریعہ تائید ہوا کرتی ہے۔ ①

ایک اہم نکتہ

جنوں اور ملائکہ کے درمیان تفریق کا ہمارے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں ہے اسی لئے شیطان اس راہ سے بڑے دھوکے دیتا ہے۔

شیاطین اس قدر لوگوں کے سامنے مختلف شکلیں بنا کر آتے ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے، اور کسی بھی واقعے میں یہ کہنا کہ انسان کے سامنے آنے والا فرشتہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر کے بغیر صحیح نہیں ہے، گو وہ بظاہر خیر ہی کی دعوت لیکر کیوں نہ آیا ہو، کیونکہ اللہ عزوجل کے بھیجے بغیر فرشتے کسی کے سامنے نہیں آتے ہیں، اس لئے کہ فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے حکموں میں اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور ان سے باہر نہیں جاتے ہیں، جبکہ جنوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ ایک غیبی مخلوق ہیں جو انسانوں کی طرح مکلف ہیں، اور ان میں سے کچھ تو انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں، اور کبھی کبھی یہ کام وہ ان امور میں انسان کی اعانت کر کے انجام دیتے ہیں جو بظاہر خیر پر مبنی ہوتے ہیں مگر اس کے پیچھے مقصد انہیں اغوا کرنا اور بڑے فتنے میں مبتلا کرنا ہوتا ہے، علمائے کرام نے بہت سے ایسے قصے بیان کئے ہیں جس میں شیطان مادی شکل میں آیا اور انہیں اغوا کرنے اور فتنے میں ڈالنے کے لئے چالیں چلتا رہا، اسی ضمن میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان بسا اوقات کسی زندہ یا مردہ مخلوق سے استغاثہ کرتا ہے اور اسے مدد کے لئے پکارتا ہے تو شیطان اسی مستغاث بہ (یعنی پکارے گئے شخص) کی صورت بنا کر حاضر ہو جاتا ہے اور مستغیث (پکارنے والے) کی حاجت پوری کر دیتا ہے، اور اسے یہ باور کرا دیتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جسے اس نے پکارا تھا اور حقیقت میں اسی نے اس کی مدد کی ہے، یا اسے اس گمان میں ڈال دیتا ہے کہ وہ کوئی فرشتہ تھا جو اس شخص کی شکل میں اس کی مدد کو آ گیا تھا، جبکہ درحقیقت وہ شیطان ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے اسے گمراہ کر دیتا ہے، اور کبھی کبھی شیطان انسان کے سامنے کسی آدمی کی شکل بنا کر حاضر ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں خضر ہوں، اور بعض امور میں اس کی مدد بھی کر دیتا ہے اور اس کے کچھ مطلوبات بھی پورے کر دیتا ہے، اور کبھی کسی شیخ کی شکل بنا کر آ جاتا ہے اور اسے اس چیز سے نجات دلا دیتا ہے جو اس کے لئے اذیت کا باعث ہوتی ہے تو وہ اس شیخ کے متعلق فتنے میں پڑ جاتا ہے اور اس

① دیکھیے: مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۱۱/۲۷۶۔

کے متعلق غلو کرنے لگتا ہے۔

● کبھی کبھی شیطان کسی پودے یا پتھر کی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے، یا جس طرح انسانوں کے اندر داخل ہوتا ہے اسی طرح ان اشیاء میں بھی داخل ہو جاتا ہے، پھر انسان کو مخاطب کر کے بتاتا ہے کہ اس پودے یا اس پتھر میں کیا کیا فائدے ہیں، یا کہتا ہے کہ اے اللہ کے ولی آپکو مبارک ہو آپ کا کیا کہنا ہے! جبکہ درحقیقت وہ شیطان ہوتا ہے اور جب آدمی آیت الکرسی پڑھتا ہے تو وہ رفو چکر ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی آدمی اپنے بند گھر میں ہوتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو باہر دیکھتا ہے حالانکہ وہ خود دروازہ بھی نہیں کھولتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، یقیناً یہ سب شیطان ہی کی کارستانی ہوتی ہے۔

● اور کبھی شیطان کسی آدمی کے مرنے کے بعد اس کی شکل بنا کر آتا ہے، اور لوگوں کے دل میں یہ اعتقاد بیٹھ جاتا ہے کہ وہ مردہ ہی اپنی موت کے بعد زندہ ہو کر آیا ہے، پھر وہ قرضے ادا کرتا ہے، امانتیں واپس لوٹاتا ہے اور ایسے امور انجام دیتا ہے جن کا تعلق میت سے ہوتا ہے، مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگ اچھی طرح فتنے میں پڑ جائیں، اور کبھی کسی شخص کے پاس جا کر کہتا ہے کہ دیکھو! میں اللہ کے امر میں سے ہوں، اور اسے جھانسہ دیتا ہے کہ وہی مہدی موعود ہے جس کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی اور اس سے خوارق ظاہر کراتا ہے، مثلاً اس کے دل میں ہوا میں اڑتے ہوئے کسی پرندے یا ٹڈی کے متعلق کسی تصرف کا خیال گزرتا ہے؛ اور اس کے دل میں ٹڈی یا پرندے کے متعلق دائیں یا بائیں جدھر جانے کا خیال گزرتا ہے وہ ٹھیک اسی کے ارادے کے مطابق اسی سمت ہو لیتا ہے، اگر اس کے دل میں کسی چوپائے کے متعلق یہ خیال گزرتا ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے یا سو جائے یا چلا جائے تو اس کی کسی ظاہری حرکت کے بغیر اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے، اور کبھی اسے اٹھا کر مکہ کی سیر کرا لاتا ہے، یہ سب شیطان کے مکر کا ہی حصہ ہے۔

● بلکہ کبھی کبھی شیطان انسان کے سامنے یہ منظر بھی لاتا ہے کہ اسے ہوا پر عرش دکھائی دیتا ہے جس کے اوپر نور ہی نور ہوتا ہے، اور وہ سنتا ہے کہ کوئی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے : میں تمہارا رب ہوں، اب اگر وہ اہل معرفت میں سے ہوتا ہے تو فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ شیطان ہے اور وہ اسے ڈپٹ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کرتا ہے تو یہ سب کچھ مٹ جاتا ہے ورنہ آدمی اس سے ایک عظیم فتنے میں پڑ جاتا ہے۔ ①

---

① یہ اور اس طرح کی بہت سی مثالوں کے لئے دیکھئے : الصفدية : ۱۰۵۹ ، اور مجموع فتاوى ابن تيمية : ۱۱/ ۲۸۸-۳۰۰ ، ۱۳/ ۷۷-۸۴ ۔

- **فتنوں سے حفاظت میں علمی بصیرت کی اہمیت :**

ہاں صاحب! اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے اور گرہ سے باندھ لیجئے کہ اگر انسان کو ان مخلوقات کی تاثیر اور انسانوں پر ان کے اثر انداز ہونے کی کیفیت کا علم حاصل ہو جاتا ہے تو پھر فتنوں سے بچے رہنے میں اس کا بڑا اثر ہوتا ہے، اب انسان چمکتے ہوئے انوار سے دھوکہ کھاتا ہے نہ نازل ہوتی ہوئی روحانیات کے فریب میں آتا ہے، کیونکہ غیبی دنیا سے متعلق جو کچھ احوال اسے پیش آتے ہیں وہ انہیں کتاب وسنت پر پیش کر کے حق و باطل کے درمیان تمیز کر لیتا ہے کہ کیا حق ہے جس کی اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے اور کیا باطل ہے جو جن وانس کے شیطانوں کا مزین کیا ہوا ہوتا ہے۔ ①

۳۔ الہام ووسوسہ

کبھی کبھی انسان کے دل میں فکر و استدلال کی کاوش کے بغیر بھی کوئی علم آ پڑتا ہے، پھر اگر اس کا مصدر شیطان ہو تو وحی نے اس کا نام وسوسہ رکھا ہے اور جیسا کہ صحیح میں وارد ہے شیطان ابن آدم کے خون کی رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے ② جب وہ سہو وغفلت کا شکار ہوتا ہے تو شیطان وسوسے ڈالتا ہے اور جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور وحی نے یہ بات تو نہیں بتائی ہے کہ شیطان یہ کام کس طرح کرتا ہے مگر اس نے مومنوں کو وہ طریقہ ضرور سکھایا ہے جس سے وہ شیطان سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں :

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝١ مَلِكِ ٱلنَّاسِ ۝٢ إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ ۝٣ مِن شَرِّ ٱلْوَسْوَاسِ ٱلْخَنَّاسِ ۝٤ ٱلَّذِى يُوَسْوِسُ فِى صُدُورِ ٱلنَّاسِ ۝٥ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ﴾ [الناس:١-٦]۔

''آپ کہہ دیجئے! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے''۔

① دیکھیے : الموافقات للشاطبي : ٣٦٧ ۔

② بخاری : ۲۰۳۹ ، مسلم : ۲۱۷۴ ۔

اور اگر اللہ کی طرف سے اس علم کا مصدر ملائکہ ہوں تو اسے الہام کہا جاتا ہے۔ ①

● الہام اور وسوسے کے درمیان تفریق کا پیمانہ ؟

اور انسان کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے نفس میں جو بات آئی ہے وہ اللہ کی طرف سے الہام ہے کسی صحیح دلیل کا محتاج ہے، اور انقطاع وحی کے بعد اس کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے، اب اس کی ایک ہی صورت بچی ہے کہ اس چیز کو کتاب وسنت پر پیش کر دیا جائے، پھر جو ان دونوں کے موافق ہو تو اسے الہام کے زمرے میں رکھا جائے اور جو ان دونوں کے مخالف ہو اسے وساوس شیطانی کی قسم میں شمار کیا جائے۔

● غیب پر ایمان رکھنے والوں کی امتیازی شان :

چونکہ غیب پر ایمان رکھنے والوں کو ان عوالم کی حقیقت معلوم ہو چکی ہے، انہیں یہ پتہ چل گیا ہے کہ ان کا انسان سے کیا تعلق ہے اور وہ اس پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں، اس لئے انہیں اپنے ساتھ پیش آنے والے بہت سے امور کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے یا جو کچھ وہ سنتے اور اپنے سامنے رونما ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ فوراً اس کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور فرشتوں اور جنوں کے متعلق اخبار تو تمام رسالتوں کے ذریعہ وارد ہوئی ہیں؛ اسی لئے بنی آدم میں ان پر ایمان عام رہا ہے، اور ان کا انکار چند شواذ کے سوا کسی نے نہیں کیا ہے، مگر وحی معصوم کے نصوص ان کے متعلق جن خبروں پر مشتمل ہیں وہ سب سے کامل وشامل اور جامعیت کے حامل ہیں، اب اگر اس حقیقت کی روشنی میں دیکھا جائے تو سابقہ امتوں کے عام لوگ -اپنی کتابوں میں تحریف کے بعد- گو آدمیوں سے منفصل ارواح کے وجود کا اعتراف کرتے ہیں، جنوں پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی خبروں اور عالم میں ان کی تاثیر اور مختلف امور کے متعلق ان کے خبر دینے کی تصدیق کرتے ہیں مگر وہ ان کی صفات اور اعمال کے متعلق ایسی معرفت نہیں رکھتے جیسی اللہ تعالیٰ نے دین خاتم میں غیب پر ایمان رکھنے والوں کے لئے محفوظ رکھی ہے، اسی لئے آج عالم ملائکہ اور عالم جن کی تاثیر کے متعلق حقائق کی معرفت ان لوگوں کے سوا کسی کو نہیں ہے جو ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بتائی ہیں، اور مومنوں کی رہنمائی اور دوسروں کے خلاف حجت کے طور پر انہیں محفوظ رکھا ہے۔

---

① بعض اہل علم الہام کا لفظ وسوسہ کے لئے بھی بول دیتے ہیں مگر اس کے ساتھ ایک قید بھی لگی ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے : الہام شیطانی، اور نفس میں گزرنے والے افکار وخیالات پر بھی بولتے ہیں جسے الہام نفسانی کہا جاتا ہے، مگر بلا قید اس کا استعمال صرف اس کے لئے ہوتا ہے جس کا مصدر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

• غیب پر ایمان نہ رکھنے والوں کا علمی افلاس اور تحیر و بے راہ روی :

جولوگ غیب پر ایمان نہیں رکھتے یا اس ایمان کی صحیح راہ سے منحرف ہو گئے ہیں نفس انسانی کے متعلق ان کی تفسیری کاوشیں ناکام ہو چکی ہیں، فلسفہ کے قدیم اساطین اور علم النفس کے معاصر عباقرہ ایسے واضح اور قائل کرنے والے اصول پیش کرنے سے عاجز رہ گئے ہیں جن کی روشنی میں نفس انسانی کو سمجھا جا سکے یا سلوک انسانی کے غیر معتاد مظاہر کے انواع کی تفسیر کی جا سکے، کیونکہ یہ لوگ ان غیبی مخلوقات کی حقیقت اور نفوس میں ان کی حقیقی تاثیر ہی کے منکر ہیں، اس لئے غیر مومنوں کی تحقیقات سلوک انسانی کے بعض سطحی اور ہامشی مظاہر ہی کے تتبع تک محدود رہ گئی ہیں جنھیں تجرباتی تحقیق سے گزارا جا سکتا ہے اور سائنسی پیمانوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اوران کی تحقیق میں ان جوہری گوشوں کے مطالعہ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جن کا تعلق انسان کے روحانی پہلو سے ہے، اور جو لوگ غیبی موثرات کا انکار نہیں کر سکے وہ ان کی حقیقت اور کنہہ کی معرفت میں ششدر و حیران رہ گئے ہیں، اس لئے غیب میں اٹکلوں سے کام لیتے ہیں اور قدیم اساطیر اور دیو مالائی قصوں کا ورد کرتے پھرتے ہیں جس کے نتیجے میں خال خال صواب کو پہونچتے ہیں اور اکثر لغزشوں اور ٹھوکروں کا شکار رہتے ہیں اور بڑی خطائیں کرتے ہیں۔

عصر نو میں علم کا عام رجحان غیبی موثرات کے وجود کا معترف ہو رہا ہے، بالخصوص جب سے نفسیات کے بعض مغربی علماء نے مادی تجربے کے ورکشاپوں کے دائرے سے علم النفس کی تخریج کی ہے، اور نفس انسانی کے روحانی و وجدانی پہلوؤں کے اہتمام کی صدا لگائی ہے یہ رجحان کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ہے، مگر غیبی حقائق کی معرفت میں جن قدیم و جدید مصادر سے انھوں نے اپنی پیاس بجھانے کا اہتمام کیا ہے ان میں حق باطل کے ساتھ اور علم افسانے کے ساتھ گڈمڈ ہو گیا ہے۔ ①

اسی لئے انسان پر موثر ہونے والی اور اس کی معتاد صلاحیتوں میں اضافہ کرنے والی چیزوں کی ماہیت کی تفسیر کرنے کی کوشش کرنے والے جدید نظریات میں قدیم فلسفوں کے ساتھ زبردست تشابہہ پایا جاتا ہے، اور ان

---

① اس کی پیشوائی کرنے والا زعیم ابراہیم مازلو (Maslo) (۱۹۰۸-۱۹۷۰ م) تھا ، یہ ایک ماہر نفسیات تھا، انسانی سلوک کی توجیہ و تحریک میں روحانی پہلوؤں اور ان کے اثرات کا اہتمام کرتا تھا ، باطنی تحقیقات کے انسٹیٹیوٹ (ایسالن) نے اس کی تحقیقات کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور (بلند و بالا انسان) کی مشقوں Transpersonal Psychology کی ترقی کے لئے اس کا استعمال کیا جو اس اساس پر قائم تھیں کہ تھیوصوفی فلسفے کے مطابق انسان روحانی اعتبار سے ترقی کرتے کرتے معبودیت کے درجے تک پہنچ سکتا ہے !

دیکھیے : "The implication of New Age Thought for the quest for truth : A Histrical Perspective" , Irmhild helene Horn

فلسفوں میں سے کچھ حسب ذیل :

۱۔ قوائے نفس (نفس کی قوتوں اور طاقتوں) کا اعتقاد

قوائے نفس اپنی اصل کے اعتبار سے ایک فلسفی اصطلاح ہے جس کا آغاز قدیم فلاسفہ نے انسانی سلوک اور اس کی ظاہری قوتوں کی تفسیر کے لئے کیا تھا، اور ان کے تسمیات اور شمار میں ان کا اختلاف ہے، ان میں سے بعض لوگوں کے نزدیک اس کی تقسیم قوتوں کے درمیان وجہ شبہ اور اس کی طرف منسوب چیزوں کے اعتبار سے یوں ہے :

● قوی نباتیہ ● قوی حیوانیہ ● اور قوی معدنیہ۔

اور کچھ لوگوں نے اس کی طرف متوجہ ہونے والی چیزوں کے اعتبار سے اس کی تصنیف علمی قوت اور عملی قوت میں کی ہے یا اس سے متعلق چیزوں کے اعتبار سے قوی بدنیہ اور قوی نفسیہ میں کی ہے۔ [1]

● انسان کی متنوع قوتیں :

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر سماعت و بصارت اور عقل کا احسان جتایا ہے، اور اس کے اندر ادراک وتمیز وغیرہ کی صفات رکھ دی ہیں، اور ان ساری چیزوں کو قوتوں کا نام دیا جاسکتا ہے، چنانچہ انسان کے اندر ایک قوت سماعت کی ہوتی ہے، ایک قوت بصارت کی ہوتی ہے، اور ایسے ہی اس کے بدن کی اور بھی ظاہری قوتیں ہیں، مثلاً اسے قوت ادراک حاصل ہے جس سے وہ تمیز کرتا ہے، قوت تخیل ہے جس سے وہ اشیاء کا تصور کرتا ہے، قوت ارادہ ہے جو صبر، حلم اور عفت پر اس کی اعانت کرتی ہے، قوت غضب ہے، قوت شہوت ہے، اور ان کے علاوہ اور بھی قوتیں ہیں جو مشاہدے میں ہیں اور معروف ہیں، فلاسفہ نے قدیم زمانے میں بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے، اور موجودہ دور کے ماہرین نے بھی علم النفس کے مجالات اور دائرہ کار کی تحقیقات میں اس پر بحث کی ہے۔ مگر یہ اور اس طرح کی قوتیں یہاں اس موضوع میں مقصود نہیں ہیں گو ان کا شمار بھی ان قوتوں کے ساتھ ہی کیا جاتا ہو جن کے متعلق فلاسفہ گفتگو کیا کرتے ہیں، بلکہ یہاں مقصود وہ قوتیں ہیں جن کا وجود ان لوگوں نے ان کرشماتی مظاہر کی تفسیر کے لئے فرض کیا ہے جو عام لوگوں کی عادت کے خلاف ہوا کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق علم کے میدان سے ہو خواہ تاثیر کے میدان سے، مثلاً پیشینگوئی یا دور سے فکری رابطے کی صلاحیت یا بصری شفافیت یا جسے یہ لوگ روحانی بعد نظر کا نام دیتے ہیں یعنی انسان کے اندر غیر منظور (نہ نظر آنے والی) اشیاء اور حوادث کی رویت کی

---

[1] دیکھیے : الجدید في الحكمة لابن كمونة : ۴۱۹-۴۴۴ ۔

صلاحیت پیدا ہو جائے خواہ اس کا تعلق زمان سے ہو یا مکان سے [1]، یا مختلف مادی اشیاء پر تاثیر کی صلاحیت پیدا ہو جائے مثلاً دور سے اشیاء کو حرکت دینا یا بیمار کر دینا یا شفاء دے دینا اور اسی طرح کے دیگر کارنامے انجام دینا، ان کے دعوے کے مطابق وہ قوائے نفسانی ہی ہوا کرتی ہیں جو انسان کو کامیابی کے اس مقام تک پہنچا دیتی ہیں جہاں اس کے اندر اس طرح کی صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ نبی یا کاہن یا ساحر ہو جاتا ہے!

• پچھلی نسل بھی گمراہی میں اگلی نسل کی روش پر :

عصر نو میں بھی وحی کا راستہ چھوڑ کر غیبی حقائق کی معرفت کے طلبگار اسی قدیم فلسفی مفروضے سے آگے نہیں بڑھ سکے، اس لئے انھوں نے بھی انہیں قوتوں کو سمجھنے کی مزید کوشش کیں، اور ان کا نام (خفیہ قوتیں) رکھا، اور بالآخر ان کی رسائی اس قول تک ہوئی کہ یہ قوتیں تمام لوگوں کے پاس بتفاوت موجود ہیں جن کی نشوونما پر کام کر کے تمام لوگوں کے لئے ان سے آگے بڑھ جانا ممکن ہے تاکہ عام طور پر بشری جنس کی ترقی ہو سکے [2] اور ایک ایسے عصر جدید تک رسائی ہو سکے جس میں زندگی گزارنے والا انسان کامل ہو [3] اور اس اعتقاد کی نشر و اشاعت مختلف ناموں سے ہوئی جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں : • نفس کی خفیہ قوتیں • روحانی قوتیں • خارق (کرشماتی) قوتیں

---

① دیکھیے : التنبؤ بالغيب للشنتاوي : ١٢ ۔

② معاصر مغربی فلاسفہ میں ان قوتوں کا سب سے پہلا قائل جرمن یہودی فلسفی ہنری برگسن (Bergson) (١٨٥٩-١٩٤١م) کو تسلیم کیا جاتا ہے، اسے ان مابعد الطبیعاتی موثرات کا بڑا اہتمام تھا جو تغییر اور ایجادی صلاحیتوں تک لے جانی والی ہوں، پھر اس تصور کی خدمت اور ترقی کے لئے ١٩٦١ء میں مغرب میں خفیہ بشری صلاحیت کی تحریک Human Potentia Movement کی بنیاد ڈالی گئی جو (ایسالن) انسٹیٹیوٹ سے نکلی تھی، اس نے ان تمام ابحاث، عقائد اور فلسفوں کو جمع کرنے کی کوشش کی جو ان قوتوں کے معترف تھے اور ان کی ترقی اور انہیں دینی (غیر عقلانی) معتقدات کے بندھن سے آزاد کرانے کے داعی تھے، اپنی تعبیر کے مطابق ان سے ان کا مقصود وہ آسمانی معتقدات تھے جو حلت وحرمت پر قائم تھے۔ نیز وہ اس بات پر بھی غور و تدبر کر رہے تھے کہ اپنی فکر کو عوام وخواص میں ڈھب ڈھب کے معاصر، جمہوری اور راست تطبیقی طریقوں اور ایک ایسے منہج کے ساتھ کس طرح پھیلایا جائے جو سائنس، دین اور جادو کے درمیان تقریب کے لئے کوشاں ہو۔

"The implication of New Age Thought for the quest for truth : A Histrical Perspective" , Irmhild helene Horn, Unpublished Ph.D theses, "The upstart springs : Esalen and the Human Potential Movement" , Walter T. Anderson , iuniverse , lincoln , NE , USA , 2004.

③ انسان کامل یا انسان متعالی (بلند و بالا انسان) وہ انسان ہے جس نے باطنی فلسفے کے مطابق یہ جان لیا ہو کہ وہ اپنی شخصیت میں موجود الوہی پہلو کو کس طرح فروغ دے سکتا ہے۔

مزید کیلئے دیکھیے : باطنی مولف ندرہ یازجی کی کتاب ''تأملات في الحياة النفسية'' کی فصل معالم الشخصية المتكاملة : ٢/١٥-٢٩۔

- خفیہ قوتیں • سرگرم توانائی [1]۔

اس طرح ایمان بالغیب سے انحراف اور انبیائی خبروں سے اعراض کرنے والے بالآخر اس قول تک پہنچے کہ یہی قوتیں نفس انسانی پر اثر انداز ہونے والی سب سے اہم خفیہ موثرات ہیں، اور یہی تمام خوارق کی اساس ہیں خواہ وہ انبیاء کے خوارق ہوں یا جادوگروں اور کاہنوں کے [2]۔ ان کی رائے کے مطابق ان کے اور ان کے درمیان فرق محض ارادۂ خیر یا ارادۂ شر کے درمیان اختلاف قصد کا ہے! اور یہ درحقیقت ایک باطل قول ہے جو بہت سے فاسد اصولوں پر مبنی ہے جن میں نمایاں ترین حسب ذیل ہیں :

ملائکہ کا انکار اور جنات کا انکار، یا ان کی حقیقت کا انکار، چنانچہ قدیم فلاسفہ نے کہا کہ: شیاطین سے مراد نفس کی خبیث قوتیں اور ملائکہ سے مراد نفس کی صالح قوتیں ہیں [3]، اور انہیں جیسی بات جدید فلاسفۂ نفس نے بھی کہی ہے :

''ہماری نظر میں ابالسہ کا مطلب بس وہی شریر اور اوچھی چاہتیں اور رغبتیں ہیں جو دبے کچلے دواعی ومحرکات سے ابلتی ہیں''۔ [4]

• مزعومہ قوتوں اور ادعائی واقعات کی حقیقت :

ان مزعومہ قوتوں اور ان کے امکانات اور ان کے حاملین کے حقیقی یا ادعائی واقعات پر غور کرنے والا اس حقیقت تک پہنچ جاتا ہے کہ ان کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے جو ایک غیب پر ایمان رکھنے والے مومن کو بنی آدم پر ملائکہ اور جنوں کی تاثیر کے متعلق معلوم ہے، گو صحیح بات یہی ہے کہ دیگر عوالم یا نادیدہ قوتوں کا وجود بھی مستبعد نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کا عدم علم اس کے وجود کی نفی پر دلالت نہیں کرتا ہے، مگر تاثیر کا احالہ ان غیبی اسباب کی طرف کرنا جن کی معرفت اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ہے ان چیزوں کی طرف کرنے سے بہتر ہے جن کا وجود ہی ثابت نہیں ہے یا جن کا سبب ہونا ثابت نہیں ہے، پھر وہ سارے واقعات واحداث جن میں ان قوتوں کے مظاہر کا بیان کیا جاتا ہے ان کی تفسیر غیبی حقائق کے متعلق غیب پر ایمان رکھنے والے مومن کی معرفت سے ہم آہنگ ہے خواہ ان کا تعلق ان امور سے ہو جو اشخاص کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً نفس ساحر کی قوت، یا نفس کاہن کی قوت یا

---

① دیکھیے : خارقية الإنسان لصلاح الجابرى : ١٣، وخوارق اللاشعور لعلي الوردى : ١٤٣، اور الطاقة الخفية والحاسة السادسة لشفيق رضوان : ١١-١٥ ۔

② دیکھیے : الجديد في الحكمة لابن كمونة : ١٢٠-١٢٥ ۔

③ دیکھیے : مجموع فتاوى ابن تيمية : ١٣/٢٣٩ ، اور الجواب الصحيح : ٦/٢٤ ، اور النبوات لابن تيمية : ٢/٨٣٧ ۔

④ ابليس في التحليل النفسى لفرويد ، ترجمه جورج طرابيش : ٦ ۔

شامان کی قوت[1]۔ یا ان امور سے جو معین اعضاء کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً قوت مخیّلہ جس کا حامل لوگوں کے تصور میں وہ چیزیں لے آتا ہے جو حقیقت میں نہیں ہوتی ہیں، اور عین (نظر) کی قوت جس کا حامل اپنے مقصود کو نقصان سے دوچار کر دیتا ہے، یقیناً یہ اور ان جیسے دیگر امور کے متعلق عقلاً ونقلاً یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان کے اندر حقیقی تاثیر پائی جاتی ہے جو اپنے حاملین کے اعتبار سے الگ الگ ہوتی ہے۔[2]

- **اسلامی تعلیمات میں درست اور کافی رہنمائی موجود ہے :**

وحی نے ان موثر قوتوں کی ماہیت اور ان کی تاثیر کے واقع ہونے کی کیفیت تو نہیں بتائی ہے، ہاں شیطان کے متعلق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اس کی جبلی صفات کے متعلق خبر ضرور دی گئی ہے اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اسے ایسی قوتیں عطا کی گئی ہیں جن سے وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے، دیکھنے والے کے سامنے غیر حقیقی تخیل پیش کر سکتا ہے، اس قدر تیزی کے ساتھ حرکت کر سکتا ہے کہ کوئی اسے پکڑ نہیں سکتا ہے، اور کبھی وہ بولتا اور باتیں بھی کرتا ہے، اور کسی چیز کے اندر داخل ہو کر اس کی زبان پر بھی بولتا ہے، اور اسے کچھ وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں جو انسان سے مخفی رہ جاتی ہیں، ایسے ہی وحی نے یہ بھی بتایا ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اسے گمراہ کرنا اور فتنے میں ڈالنا چاہتا ہے، اسی لئے نفوس پر واقع ہونے والے امور کی تفسیر وحی کے ثابت کردہ حقائق سے کرنا اس بات سے بہتر ہے کہ اس کے لئے کچھ خفیہ نفسانی یا روحانی قوتوں کے وجود کو فرض کیا جائے، ہاں اس کے ساتھ اس بات پر ایمان ضرور رہے کہ اللہ تعالیٰ کی فوجیں اتنی ہے جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، اور اس نے اس کائنات میں اتنے اسباب بنا رکھے ہیں جن کا شمار اس کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم!

۲- عقل باطن Unconcious Mind کا اعتقاد

باطنی عقل کا اعتقاد ایک نئی چیز ہے جس کا دارومدار لاشعور (Unconcious) کے تصور پر ہے جس کا قائل

---

① افریقہ کے گمنام علاقوں، آسٹریلیا کے جنگل واشیوں اور جنوبی امریکا وجزر ہوائی کے ریڈ انڈینوں میں اسے اسی نام سے پکارا جاتا ہے، شامان قبیلے کا جادوگر ہوتا ہے جو سماوی اور ارضی قوتوں پر مشتمل روحانی قوتوں کے ذریعہ ان میں علاج معالجے کا کام کرتا ہے! اخبار عکاظ نے بتاریخ ۳/ جمادی الآخر ۲۴ھ کو نشر ہونے والے اپنے شمارے میں سائبریا کے شامانوں کی تصویریں شائع کی تھیں جن میں وہ اپنی روحانی قوتوں کو باہر لانے کے لئے کچھ مراسم کی ادائیگی کر رہے تھے جن میں وہ قبیلے کی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے شعلوں کی روحوں کو مدد کے لئے بلا رہے تھے۔

② دیکھیے : الفروق للقرافي ۱۴۶/۴ ، اور الملل والنحل للشهرستانی : ۲۵۳/۲ ، اور المقدمه لابن خلدون : ۹۳۲-۹۲۶۔

فرائڈ (Freud) تھا[1]، اور اسے ترقی جونگ (Jung)[2] نے دی تھی اور اس پر جمعی لاشعور Collective Unconcious کا اضافہ کیا تھا، فرائڈ کے نزدیک لاشعور دبی کچلی خفیہ چاہتوں اور ماضی کے تجربات کی نمائندگی کرتا تھا، مگر جونگ نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے اسے حقائق عالیہ، عبقریت اور نبوت کا منبع قرار دے دیا[3]۔

مزید یہ کہ فرائڈ جس لاشعور کا قائل تھا وہ فرد کی حصولیابیوں کے ساتھ خاص تھا مگر جمعی لاشعور جس کا اضافہ جونگ نے کیا تھا وہ عام انسانیت کی حصولیابیوں سے مرکب تھا۔[4]

پھر اس کے بعد اس فکر کو ترقی دینے والے تھیوصوفیوں[5] نے اسے روح یا اللہ کے اس جزء کے معنی تک پہنچا دیا جو

---

① یہ سیگمنڈ فرائڈ ہے جو آسٹیریا کا نفسیاتی طبیب تھا، اس کا عرصہ حیات (۱۸۵۶-۱۹۳۹م) ہے، نفسیاتی تجزیہ کے ایک مکتب فکر کا بانی ہے، اور وہ اساسی فکر جس پر اس کے مسلک کی بنیاد قائم ہے یہ ہے کہ انسانی سلوک کی تفسیر اس اساس پر کی جائے کہ انسان لذت کا متلاشی ہے اور اس کی شخصیت پر اثر انداز ہونے والا مرکزی موثر جنسی غریزہ ہے، اور لاشعور کا سب سے پہلا قائل بھی وہی ہے۔
(دیکھیے : موسوعة الفلسفة لعبد الرحمان بدوي : ۱۲۵/۲)

② کارل جونگ سوئزرلینڈ کا ایک ماہر نفسیات ہے اس کا وقفہ حیات (۱۸۷۵-۱۹۶۱م) ہے، فرائڈ کا معاصر ہے اور لاشعور کے تصور کا اہتمام کرتا ہے، جمعی لاشعور کے فکر کا موجد بھی یہی ہے جس کی بنیاد اس نے وحشی قبائل اور اساطیر واحلام کے مطالعے پر رکھی ہے۔ (دیکھیے : حوالہ مذکور : ۶۴۲/۲)

③ دیکھیے : The skeptic's dictionary robert carroll : P388
encyclopedia britannica, 2004, "Unconscious"

④ دیکھیے : المعجم الفلسفی لجمیل صلیبا : ۲۶۵/۲ ۔

⑤ تھیوصوفیت Theosophy ایک الحادی مذہب ہے اور اس کلمے کی اصل دو یونانی لفظوں Theos بمعنی إلٰہ (معبود) اور Sophy بمعنی حکمت سے ماخوذ ہے، اور اپنے مجمل کے اعتبار سے اس لفظ کا معنی معبودوں (دیوتاؤں) کی حکمت یا حکمت إلٰہیہ ہوتا ہے اور یہ بلا واٹسکی Blavatsky (۱۸۳۱-۱۸۹۱م) کی اصطلاحات میں سے ہے، اور اس سے مقصود وحدت الوجود کا فلسفہ ہوتا ہے ، دیکھیے : بلا واٹسکی کی ''مفتاح الثیو صوفیا'' : ۴ ، اور Sophy کا لفظ یونان میں ایک ایسے مذہب پر بولا جاتا تھا جس کے ماننے والے وحدت الوجود کے قائل تھے اور اسے حقیقت مجردہ گردانتے تھے، (یعنی ایسی چیز جس کا ادراک صرف ذہن سے کیا جاتا ہے)۔ (دیکھیے : ''تحقیق ماللهند من مقولة'' للبیروني : ۲۴)
اور انیسویں صدی عیسوی سے جب سے فیناس کویمی (۱۸۰۳-۱۸۶۶م) نے تحریک (نیوتھاٹ) New Thought کی بنیاد ڈالی تھیوصوفی فکر اور اس کے ترجے اور تطبیقات کے مطالعے کا رجحان بڑھ گیا، اس شخص نے مذکورہ تحریک کے ذریعہ ایک نئی تفکیر کی دعوت دی جو غیب کا اعتراف تو کرتی ہے مگر اسے کسی دین کے ساتھ خاص وحی کے ذریعہ حاصل نہیں کرتی ہے بلکہ وہ روحانی ارتقا کے تجربوں کے ذریعہ خود انسان سے اسے حاصل کرتی ہے، مگر اس فکر کے خط وخال اس وقت زیادہ واضح ہوئے جب بلا واٹسکی نے نیویارک تھیوصوفی سوسائٹی کی بنیاد ڈالی اور اس کے تحریری مراجع متوفر ہوئے، اور اس مواد کے اصولوں اور تطبیقات کی تالیف اور نقل کا کام شروع ہوا جس کا نام اس نے دین حکمت Wisdom Religion یا باطنی فلسفہ Esoteric Philosophy رکھا ہے اور تبت اور ہندوستان کے بدھشٹ کاہنوں سے جسے پڑھنے اور سیکھنے میں بلا واٹسکی نے اپنی ساری عمر کھپا دی تھی جنھیں (International White Brotherhood) سفید عالمی بھائی چارہ کا نام دیا جاتا ہے، اور بلا واٹسکی سے پہلے تھیوصوفیت کی تعلیمات سری تھیں عوام کے لئے انہیں نشر نہیں کیا جاتا تھا۔ (دیکھیے: The skeptic's dictionary robert carroll : P376)

انسان کے اندر حلول کر گیا ہے ①۔(تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ) اللہ تعالیٰ ان کی ان خرافی صفات سے بہت بلند ہے۔

• اپنے ماننے والوں کے نزدیک باطنی عقل کی حقیقت :

اپنے ماننے والوں کے نزدیک باطنی عقل ایک ایسی قوت کی نمائندگی کرتی ہے جو قوائے نفسیہ سے بلند ہے، اور یہ نفس کے دیگر تمام قوی پر اثر انداز ہونے والی قوت ہے جو بڑی حد تک اس چیز کے مشابہ ہے جسے اشراقی فلاسفہ اور صوفیاء کے اعتقاد کے مطابق بہ اختلاف تسمیہ الہام وبصیرت کا مصدر تسلیم کیا جاتا تھا، چنانچہ ابن سینا (قوت قدسیہ) کا قائل تھا جس سے بلا تعلم علم حاصل کیا جاتا ہے، اور اس سے ایسے علوم کی تحصیل ہوتی ہے جو نبوت سے حاصل ہونے والے علوم سے اعلیٰ ہوتے ہیں ②۔

• جونگ کا نیا تصور :

جب سے جونگ نے اس تصور کو نمایاں کر کے پیش کیا کہ فردی لاشعور اور جمعی لاشعور میں اتصال ممکن ہے جس کی تفسیر اس سے کی گئی ہے کہ وہ ایک عقل عالی یا برتر روح یا نفسیاتی اکائی ہے جو افراد کی عقلوں سے الگ اور مستقل پائی جاتی ہے اس وقت سے عقل باطن کا مفہوم بڑی حد تک فلسفیانہ عقل کلی سے مطابقت رکھنے لگا ہے ③، اور لوگوں کے لئے ممکن ہے کہ وہ شعور مغیر ④ کے حالات میں داخل ہو کر جو باطنی طور پر انہیں منبع الہام اور ماضی و مستقبل کی معلومات کے جائے استقرار عقل کلی سے مربوط کر دیتا ہے اپنی مخفی قوتوں کو بہتر سے بہتر بنا لیں ⑤۔

---

① دیکھیے : ''خوارق اللاشعور'' لعلی الوردی : ۱۴۲ ۔

② دیکھیے : النجاة لابن سینا : ۱۶۶ ، اور مجموع فتاوی ابن تیمیة : ۲۲۹/۱۱ ۔

③ اکثر ماہرین نفسیات نے جونگ کے نظریے کو مسترد کر دیا ہے اور اسے علمی منہج سے خروج ٹھہرایا ہے، کیونکہ جونگ مشرقی فلسفوں، جادو، وثنیت اور تنجیم سے متاثر تھا، مگر جونگ اس کا دفاع کرتا تھا اور اسے ایک ایسی فکر ٹھہراتا تھا جسے بطریق احلام واساطیر اور اپنے تسمیہ کے مطابق ابتدائی قوموں کی ثقافتی معلومات سے مبرہن کیا جا سکتا ہے !

(دیکھیے :''مدخل إلی نظریات الشخصیة'' لبابر انجلز ، ترجمہ فهد دلیم : ۸۴ ، اور نظریات الشخصیة لجابر عبدالحمید جابر : ۹۰)

④ دیکھیے : ''خارقیة الإنسان'' لصلاح الجابري : ۲۱۲-۲۱۵ اور اسرار الآلهة والدیانات ، ترجمة حسان اسحاق : ۵۸۵ ، اور The skeptic's dictionary robert carroll P186-

⑤ اس فکر کے ماننے والے بعض لوگوں نے عالم میں جمع معلومات کے مرکز کو نقطۂ صفر Zero Point Field کا نام دیا ہے جس کی وجہ سے ان رجوم (اٹکلوں) اور ظنیات پر ایک فزیکل علمی چھاپ نظر آتی ہے، جبکہ حقیقت میں وہ ایک فلسفہ ہے جس کے ماننے والے اپنی عقلوں کے ذریعہ غیب تک رسائی کے خواہاں ہیں، اور یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ بعض افاضل نے بھی اس دجل کو تسلیم کر لیا ہے، شیخ عبدالرحمان میدانی صاحب -غفر اللہ لہ- فرماتے ہیں : ''کائناتی علمی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہاں ایک بہت بڑا کونی دفتر ہے جس میں سارے اعمال، اقوال، اور نفس کے ....

• باطنی عقل کی مزعومہ صلاحیتیں :

اپنے ماننے والوں کے نزدیک باطنی عقل انسانی عقل کے سب سے بڑے اور اہم جزء کی نمائندگی کرتی ہے، چنانچہ اسی کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ انسان کی تقدیر: سعادت وشقاوت یا کامیابی وناکامی یا بیماری اور عافیت کو کنٹرول کرے، اور وہی ایسی ہے کہ -جو انسان اس کے ساتھ اچھی طرح تعامل سیکھ لیتا ہے- وہ اسے کرشماتی صلاحیتیں حاصل کرنے کا موقع فراہم کرا دیتی ہے جن کی وجہ سے وہ شفا یا مال یا سعادت وغیرہ کے متعلق اپنی چاہتوں کے حصول پر قادر ہو جاتا ہے، اور وہ اس کے حسی ادراک کا دائرہ وسیع کر دیتی ہے جس کی وجہ سے انسان غیر مسموع چیزیں سننے لگتا ہے، دیدہ چیزوں کے بہت پرے دیکھنے لگتا ہے، اور زمان ومکان کے حدود پھلانگ جاتا ہے، بلکہ باطنی عقل کی قوت انسان کے اندر معروف حواس کے بغیر اشیاء پر تاثیر کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے، مثلاً وہ اپنی آنکھوں سے اشیاء کو متحرک کر دیتا ہے، اپنی ایک انگلی سے لوہے کو موڑ دیتا ہے اور ایسے ہی دیگر کام

.... خیالات ووساوس درج کئے جاتے ہیں، چنانچہ ہر ہر لفظ جو ہم بولتے ہیں اور سارے اعمال جو ہم سے صادر ہوتے ہیں وہ اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ اثیر میں درج کئے جاتے ہیں، اور کسی بھی وقت ان کا پیش کیا جانا ممکن ہے، بس شرط یہی ہے کہ اس بڑے رجسٹر میں درج چیزوں کے کشف پر قادر اور اس کی لہروں کو کنٹرول کرنے والی مشینیں مہیا ہو جائیں۔ جی ہاں! قرون اولیٰ سے ہر موجود کی صورتیں اور موجود کی آوازیں اس کے اول وجود سے آخر وجود تک کامل طور سے درج ہیں، لحہ لحہ کی تفصیل موجود ہے، اس میں سے چھوٹی یا بڑی کوئی بھی چیز ضائع نہیں ہوئی ہے خواہ وہ روشنی میں انجام دی گئی ہو یا تاریکیوں میں، اور سائنسی تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے تمام افکار وخیالات اپنی کامل شکل میں محفوظ ہیں، اور ہم انہیں مٹانے پر ہرگز قادر نہیں ہیں، گو ہم اپنی ظاہری عقل میں یا اپنے شعور کے درجات میں انہیں فراموش کر بیٹھیں، یقیناً وہ ہمارے پاس وہاں محفوظ رہتی ہیں جسے علمائے نفس (ماتحت الشعور) کہتے ہیں ''العقیدة الإسلامية'' : ٦٧٤۔

اور ان کی طرف سے یہ بات بڑی مستغرب اور تعجب خیز ہے، کیونکہ کسی بھی طرح کے کونی اور سائنسی تجربات کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس طرح کے غیبی امور کا اثبات کریں جن کا وجود قطعی ہو! بلکہ سائنسی تجربات نے تو ایک ایسے مادے کے وجود کا بطلان ثابت کر دیا ہے جس کا نام اثیر بتایا جاتا ہے اور اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ وہ کائنات کے خلا کو پر کرتا ہے اور اس پر اثر انداز ہوتا ہے، اور شیخ -غفر اللہ لہ- نے ان اوصاف کے ساتھ جس دفتر کے وجود کا ذکر کیا ہے وہ بعض وجوہ سے لوح محفوظ کے مشابہ ہے جس کا اثبات خبر وحی کے ذریعہ ہی ہوا ہے اور اس تک رسائی ناممکن ہے۔ اور اس فکر کے ماننے والے ایک صلاح راشد صاحب ہیں وہ تو میدانی سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور آسمان دنیا میں موجود کتاب القدر (تقدیر کی کتاب) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مسلمانوں کے لغت اور ان کی ثقافت کے اعتبار سے وہ ایک عقل عالی ہے اور جدید سائنس اور فلسفی میراث اسے ترقی دیکر ماضی ومستقبل کے غیب تک رسائی کی پوزیشن میں آچکی ہے! بلکہ ان دونوں میں تبدیلی کر کے انہیں اس طور پر بنا سکتی ہے جیسا اپنے لئے چاہتی ہے اور اس کا طریقہ مشرقی ادیان کے مطابق عمیق تنفس (ٹھنڈی آہیں بھرنا اور خواب دیکھنا) اور ارتقائی مراقبہ (بے پر کے اڑنا) ہے !

دیکھیے : رسالة التغيير في المستقبل اعداد : صلاح الراشد نشرة ملحقة بمجلة فواصل عدد ٢٦، بتاریخ ١/اگست ٢٠٠٣م

اور رسالة (التغيير في الزمن) له أيضا بتاریخ ١٥/اگست ٢٠٠٣م (دیکھیے : قوة عقلك الباطن لجوزيف ميرفي : ٢٠)

کرتا ہے[1]!

• اس سراب کے پیچھے بھاگنے والوں کی کثرت :

باطنی عقل کی قوۃ کے تصور کو موجودہ صدی میں بہت بڑا رواج اور فروغ حاصل ہوا، چنانچہ اس کے بیان میں کتابیں تصنیف کی گئیں اور اس کی اساس پر بہت سی آراء اور مکاتب فکر کھڑے ہوگئے، اور بہت سے لوگوں کے درمیان جن میں مسلمانوں کے بھی کچھ گروہ شامل ہیں اسے ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر دیکھا جانے لگا[2]، اور اس -مزعومہ- قوت کو ترقی دینے کی مشق عام لوگوں کی دسترس میں ہوگئی! اور یہیں سے -ان کے فلسفے کے مطابق- لوگوں کے عقل وشعور اور تمیز کے ساتھ عام کھلواڑ اور تلاعب ایک امر مطلوب بن گیا، اسی ڈھب پر انہیں مشق کرائی جاتی ہے، اور عملی زندگی میں اسے بروئے کار لانے کی دعوت دی جاتی ہے، اور اس کا مقصد یہی بتایا جاتا ہے کہ اس سے انہیں ایک کرشماتی صلاحیت ملے گی اور حقائق امور اور ماضی و مستقبل کے مغیبات کے متعلق کشفی معارف حاصل ہوجائیں گے[3]!

• اٹکل کو علم اور شریعت کا جامہ پہنانے کی کوشش :

اس معاملے میں سب سے سنگین بات یہ ہے کہ اس تخرص اور اٹکل کو علمی اور شرعی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی گئی ہے! یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ باطنی عقل غیب نسبی کا ایک جدید کشف اور آیات انفس میں سے ایک آیت ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے اور اس پر غور وفکر کی دعوت دی ہے!

حق یہی ہے کہ عقل ثانی کے وجود یا عقل کے کسی ایسے جزء کے وجود کا مسئلہ جسے باطنی عقل کا نام دیا جاتا ہے ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر لفظ اور مضمون دونوں اعتبار سے صحیح بحث وتحقیق منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے[4]، تا کہ علمی

---

[1] دیکھیے : "قوة عقلك الباطن" لجوزف ميرفي : ٢٠ ۔

[2] تکریتی صاحب کہتے ہیں : یہ باطنی عقل ہی ہے جس نے اس آدمی یا شہر کا نام یاد کرنے میں تمہاری مدد کی جسے تم بھول چکے تھے، اور وہی ہے جس نے تمہاری عادت کے خلاف تمہیں نیند سے بیدار کر دیا، اور وہی ہے کہ جب تم اپنی مشکل اس کے حوالے کر کے بھول گئے تو اس نے تمہارے قابو سے باہر ہوجانے والی مشکل کا حل تمہیں عطا کیا... (آفاق بلاحدود : ٢٠٧)

اور توفیق واعی صاحب فرماتے ہیں : "میں اپنی باطنی عقل کے واسطے سے ہر کام کر سکتا ہوں"۔

(الايمان و إيقاظ القوى الخفية : ٣٧)

[3] دیکھیے : "خارقية الانسان: البارا سيكولوجي" لصلاح الجابري : ١٨٥ ۔

[4] عقل باطن، قوائے نفس، جسم اثیری اور وہ سارے مزعومہ امور جن کا تعلق نفس انسانی کے غیبی پہلوؤں سے ہوتا ہے یہ سارے ایسے مسائل ہیں ....

طور پر ثابت شدہ چیزوں اور روشنی عقائد سے ماخوذ فلسفے یا مجرد ظنون واوہام کے درمیان تمیز ہوسکے جنھیں قدیم وجدید میں انسان پر اثر انداز ہونے والی غیبی مخلوقات کے حقائق سے ناواقف لوگ آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مسلمانوں کے لغت میں لفظ عقل کا جو مفہوم ہے وہ یونان کے لغت سے مختلف ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے نزدیک عَقَلَ یَعْقِلُ کا مصد عَقْلاً ہے، اور اس سے مراد وہ غریزہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اس لئے رکھا ہے تاکہ وہ اس سے سوچنے سمجھنے کا کام لے، مگر ان لوگوں کے نزدیک وہ ایک ایسا جوہر ہے جو بنفسہ قائم ہے، اور یہ رسول اور قرآن کے لغت کے مطابق نہیں ہے، اور ایسے ہی وہ آج کے ملحدوں اور مادہ پرستوں کی فکر میں جو ملائکہ اور جن وشیاطین پر ایمان نہیں رکھتے باطنی عقل ہے، اور اسی نظریے کے تحت وہ ان تمام چیزوں کو جن کے مصدر سے وہ ناواقف ہوتے ہیں ایک ہی سبب میں جمع کردیتے ہیں جسے وہ عقل باطن کا نام دیتے ہیں اور اسی کے اردگرد چکراتے پھرتے ہیں، اس سے رخ نہیں موڑتے ہیں۔

.... جن پر وسیع اور متخصص بحث وتحقیق کی ضرورت ہے جسے اسلامی ثوابت کے دائرے میں انجام دیا جانا چاہیے۔ اور -عقل باطن کے موضوع پر ابتدائی تحقیق سے۔ راقم السطور (اصول الایمان وآثارہ کی مولفہ) پر یہ ظاہر ہوا کہ انسانی نفس کی ترکیب میں متعدد ایسے خفیہ امور ہیں جن کی دقیق شکل میں معرفت اور اسباب تک سائنس کی رسائی نہیں ہوسکی ہے مثلا: جسم کی داخلی مشینری کے منظم عمل کا سبب، انسان کا کسی استدعاء کے بغیر بعض معلومات، یا احساسات یا مواقف کا اچانک یاد کرلینا، اور بعض غیر عادی امور مثلاً بغیر کسی کے وجود کے آواز کے سننے، یا خیالی طور پر کسی چیز کے دیکھنے اور عملی طور پر اس کے رونما ہوجانے کی علت اور دیگر خفیہ اسباب جو غیر مسلموں کے یہاں معموں کی شکل اختیار کرگئے ہیں جنھیں حل کرنے کے لئے وہ عالم غیب کو تجربات کے تابع کرنے کی جدوجہد میں تھک گئے مگر ان کی رسائی بس یہیں تک ہوسکی کہ انھوں نے انسان کی ترکیب میں کسی ایک چیز یا متعدد اشیاء کے وجود کو فرض کرکے انہیں کو ان امور کا سبب ٹھہرادیا، اور اسی زمرے میں وہ بھی شامل ہے جسے یہ لوگ لاشعور یا عقل باطن کہتے ہیں۔

مگر اسلامی نقطۂ نظر سے یہ اور دیگر امور ان غیبی حقائق کی روشنی میں سمجھے جاسکتے ہیں جن کے متعلق رسولوں نے خبر دے رکھی ہے اور انہیں میں سے کچھ چیزیں حسب ذیل ہیں:

- عنایت الٰہیہ اور رب سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت وحکمت۔
- ان غیبی مخلوقات کی تاثیر جن کے متعلق وحی نے خبر دے رکھی ہے مثلاً قرین جن اور قرین ملائکہ۔
- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتیں اور ملکے جنھیں اس نے اپنے بیان سے بھی واضح فرمایا ہے مثلاً عقل، قلب، دماغ اور نفس وغیرہ۔

اس لئے مسلم علماء نے اپنے نفس کو جدید اسباب کی جستجو کے پیچھے مشغول نہیں کیا بلکہ انہیں جیسے معلوم اسباب کی طرف منسوب کردیا جن کا تذکرہ کیا گیا اور انہیں ایسے امور کی طرف منسوب نہیں کیا جن کا وجود ہی ثابت نہ ہو یا جن کا سبب ہونا ثابت نہ ہو، جی ہاں! انھوں نے محکم معلوم کو مشتبہ مجہول کے لئے نہیں چھوڑا۔ اور یہی صحیح، محکم اور سلامتی کے زیادہ قرین راہ عمل ہے جو سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منہج کی علامت اور شناخت تھی۔

۳۔ جسم اثیری کا اعتقاد[1]

جسم اثیری کا اعتقاد بھی عقل باطن اور قوائے نفس کے اعتقاد ہی کی طرح ہے، اس کا ذکر انہیں کے یہاں شائع ہوا جو حقائق غیب سے غافل تھے اور رسولوں کی راہ چھوڑ کر ان تک رسائی کے خواہاں تھے، چنانچہ ان معتقدات کی اصل مشرقی وثنی ادیان اور سری باطنی معتقدات میں منقول ہونے والی میراث سے ماخوذ ہے، اور اس کی تمام ریاضتی وعلاجی مشقیں جنس بشری کے تنمیہ کے لئے جسم میں ان قوتوں کو ترقی دینے کی دعوت دیتی ہیں تاکہ آنے والے زمانے میں انسان کے لئے ان کاموں کا کرنا ممکن ہوجائے جنھیں گزشتہ زمانوں میں کرشمہ سمجھا جاتا تھا، مثلاً انسان پیشینگو یا کاہن بنے بغیر پیشینگوئی یا دور سے تاثیر یا علاجی لمس وغیرہ کی صلاحیت حاصل کرلے، اور اسے ایسی حیثیت مل جائے کہ اسے اپنے نفس کے سوا کسی خارجی مصدر کی حاجت نہ رہ جائے[2] !

• مسلمانوں پر جدید وثنی اداروں کی سرگرمیوں کے اثرات :

جب اسے ایسالن (Esalen)[3] انسٹیٹیوٹ کی اختیار کردہ تطبیقات کے ذریعہ ایک اکتشاف کے طور پر پیش

---

① دیکھیے : مجموع فتاوى ابن تيمية : ۳۳۶/۱۸ ۔

② یہ بعینہ وہی افکار ہیں جن کی پکار مغرب کے بہت سے ملحد فلاسفہ نے لگائی تھی، یہ دیکھیے یہ مذہب قوت کا بانی نیٹشے ہے جس نے بڑے غرور کے ساتھ اس بلند اور نمایاں انسان کے اخراج کی دعوت دی تھی جو معبود سے بے نیاز ہوتا ہے، نیٹشے کہتا ہے : ''یقیناً سارے آلہہ (معبود) مرچکے اور اب صرف بلند اور نمایاں انسان کے ظہور کی امید باقی رہ گئی ہے، لہٰذا اب ہماری مراد یہی ہونا چاہیے'' اللہ تعالیٰ اس کی ان ہرزہ سرائیوں سے بلند وبالا ہے! آگے کہتا ہے : ''کیا تم لوگ کوئی اِلٰہ (معبود) پیدا کرسکتے ہو؟ تب تم سارے آلہہ (معبودوں) کے ذکر سے باز آجاؤ، کیونکہ اب تمہارے سامنے ایک ممتاز اور فائق انسان کی ایجاد کے سوا کچھ نہیں ہے''۔ Thus Spoke Zanathustra P.104-107

③ امریکا میں واقع ریاست کیلیفورنیا کے ایسالن انسٹیٹیوٹ Esalen Institute of California کی بنیاد تھیوصوفی فکر کے ماننے والوں کی طرف سے ۱۹۶۱ء میں ڈالی گئی تھی اور اس کے بانیوں میں سب سے نمایاں مائیکل میرفی اور ریچرڈ برائس تھے، یہ انسٹیٹیوٹ باطنی تحقیقات کے لئے قائم کیا گیا تھا اور اس کا ہدف روحانی فکر (Spirtituality) کی نشر واشاعت اور اسے دین (Religion) کا متبادل بنانا تھا، اس نے متنوع مجالات کے متخصصین کو یکجا کرلیا تھا جو اس امکان پر ایمان کے تحت جمع ہوگئے تھے کہ انسان ترقی کرتے ہوئے روحانی الوہیت کے مرحلے تک رسائی حاصل کرسکتا ہے، ان میں کارل جونگ اور ابراہیم ماز لو وغیرہ بھی تھے، اور مخفی بشری صلاحیتوں کی تحریک اور تحریک عصر جدید کی طرح کے ادارے اس معہد سے وجود میں آئے جن کا مقصد امریکا کے اندر اور باہر معہد کی فکر کو پھیلانا اور اس کی نشر واشاعت کرنا تھا۔

دیکھیے : "The upstart springs: Esalen and the human potential movement" , Walter T. Anderwod iuniverse, lincoln, NE, USA, 2004

کیا گیا اور تحریک عصر جدید (New Age Movement)① نے اسے عوام کے لئے مفتوح تدریبی دوروں یا علاجی مشقوں کی شکل میں رواج دینا شروع کیا تو یہ اعتقاد مسلمانوں کے درمیان بھی چل پڑا②، حالانکہ پہلے یہ ایک غامض اعتقاد تھا جو جدید روحانی تحریک کے ماہرین③ اور روحانی واسطوں④ کے نزدیک تحضیر ارواح کے حجروں

① تحریک عصر جدید (New Age Movement) ایک دینی تحریک ہے جو صدی عیسوی کی ساتویں دہائی میں ایسالن انسٹیٹیوٹ سے نکلی تھی اور اس نے بہت سی علاجی اور تربیتی مشقوں کا اجرا کیا تھا جو اس بات کی ضمانت دیا کرتی تھیں کہ انسان بذاتہ خارجی مصدر (اللہ) سے اور اس کے اوامر علیا (بلند احکامات) (یعنی دین) کی تطبیق سے بے نیاز اور مستغنی ہو جائے گا اور -ان کے دعوے کے مطابق- عصر نو میں انسان طبیعت اور عقل اور اپنی لامحدود صلاحیتوں کے ساتھ اپنے نفس کو ایک ایسے زمینی منہج کے ذریعہ خوشگوار زندگی کی تعمیر کرنے کی ضمانت دے سکتا ہے جو اس نے خود اپنے لئے وضع کیا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان دینی تمایز اور گروہ بندی نہ پیدا ہو!

دیکھیے: "The New Age: The history of a movement "Wenill Drury, thames & hudson, London, UK, 2004.

"The implications of new age thought for the quest for truth : A historical perspective" , irmhild helene horn, un published ph . D theses.

② علاجی مراکز، تدریبی دوروں، کتابوں اور ان نشریاتی و ابلاغی پروگراموں کی کثرت سے بھی اس سلسلے میں مدد ملی جو مسلم ممالک میں اس عقیدے کو پیش کرتے ہیں اور ان مسلمانوں کی طرف سے بھی اسے پیش کیا جاتا ہے جو اسے مانتے ہیں اور ایک ایسے باطنی منہج کے ذریعہ اسے پھیلاتے ہیں جس کے ظاہر میں سقیم افہام کے ساتھ کتاب وسنت کے نصوص دکھائی دیتے ہیں۔

ولا حول ولا قوة إلا بالله

③ روحانیت کی تحریک نو ایک ایسی تحریک ہے جس کا آغاز (روحانی تحقیقات کے انسٹیٹیوٹ) سے ہوا تھا جس کی بنیاد انگلینڈ میں مابعد الطبیعاتی تحقیقات کے اجرا کے لئے بعض ماہرین نفسیات نے ڈالی تھی، جنھوں نے انسان کے روحانی پہلو مثلاً جذبات، دین اور اس جیسی دیگر چیزوں کی تحقیق کی اہمیت کا نعرہ دیا تھا، پھر ان مراکز کی زیادہ تر تحقیقات اور بحثیں دجل، جادو اور جن وشیاطین سے رابطے پر انحصار کرنے لگیں اور اس کا ذریعہ وہ نشستیں تھیں جنھیں (مردوں کی روحوں کی حاضری) سے موسوم کیا گیا تھا! اور اس دعوت کو اپنانے والی جمعیتیں دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیل چکی تھیں، مصر میں بھی اسے قبول کیا گیا اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی بعض نیشنل جمعیتوں نے اسے اپنا لیا تھا اور بہت سے مسلمانوں نے ان سے فریب کھایا تھا۔

(دیکھیے : **الروحية الحديثية لمحمد محمد حسين : ٢٠** اور **عالم الجن والشياطين للأشقر : ٩٢**)

ان تحقیقات کو اپنانے والے بہت سے لوگوں مثلاً رؤوف عبید اور علی راضی وغیرہ نے تحضیر ارواح یا استحضار ارواح (روحوں کی حاضری یا روحوں کو بلانے) کی اصطلاح کو مسترد کر دیا ہے، یہ لوگ (جسم اثیری کی تحقیق کا علم) یا (ماورائے عالم مادی کی تحقیق کا علم) کی اصطلاح کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا نام ہے جو ایک طرف تو ان ابحاث کی بہت سی اجراءات (کارروائیوں) کو عام لوگوں سے چھپا لیتا ہے اور دوسری طرف وہ علمی اور سائنسی زبان سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔

(دیکھیے : **"مفصل الإنسان روح لاجسد" لرؤوف عبيد : ١/١٦٠** اور **"العالم غير المنظور" لعلي راضي : ١١**)

④ روحانی واسطہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کے اندر ایک خاص شفافیت پائی جاتی ہے جو اسے ہمارے عالم اور ....

میں محصور تھا۔

اپنے ماننے والوں کے نزدیک جسم اثیری ان ساتوں اجسام میں سے ایک ہوتا ہے جو ہر موجود کے پاس ہوتے ہیں، اور یہی ان جسموں میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے اور سب سے اہم تسلیم کیا جاتا ہے اور اسی کو انسان کی حیات وصحت اور روحانیت وسعادت کی اساس قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ اس کے اندر ایسی قوتیں ہوتی ہیں جو ترابی جسم (یعنی بدن) کی قوتوں کو تجاوز کر جاتی ہے۔

ان کے فلسفے کے اعتبار سے جسم اثیری ہر انسان کے ترابی جسم (یعنی بدن) کا جڑواں ہوتا ہے مگر وہ نادیدہ چمکدار شعاعوں والا ہوتا ہے، اسی لئے وہ فزیکل مواد کے درمیان سے گزر سکتا ہے اور دیگر عوالم سے بھی مربوط ہوسکتا ہے! اور جسم اثیری پر ایسے مراکز واقع ہوتے ہیں جو اس کی قوت کو بڑھا دیتے ہیں اور صاحب جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انہیں (چکر) کہا جاتا ہے۔ ①

یہ چکر ہی وہ پوائنٹ ہوتے ہیں جہاں سے ان کے اعتقاد کے مطابق اس کونی روحانی توانائی کی تلقی اور حصول ہوتا ہے جو حیات انسانی کا راز اور اس کی سعادت کی اساس ہوتی ہے۔ اور جسم اثیری انسان کی زندگی میں جسم ترابی کے ساتھ ایک خفیہ نقرئی اثیری ڈور کے ذریعہ مربوط ہوتا ہے، جو اس سے پورے طور پر اس کی موت کے وقت ہی جدا ہوتی ہے، یہ جسم اثیری رسائی کے خاص طریقوں کے مطابق ایک خاص روحانی عالم سے جا ملتا ہے، اور اس وقت اس کے لئے مردوں کی روحوں سے تخاطب ممکن ہوجاتا ہے ②!

اس اعتقاد کے ماننے والوں نے ان معتقدات اور سائنس کے درمیان تقریب کی بھی کوششیں کی ہیں، اور دعویٰ کیا ہے کہ ایک نورانی ہالے کی شکل میں جسے ہندوؤں کے یہاں اورا (Aura) کہا جاتا ہے جسم اثیری کی رویت

.... عالم ارواح کے درمیان واسطہ بننے کا اہل بنا دیتی ہے اور واسطہ بننے والے شخص (وسیط) کے لئے واجب ہے کہ وہ عالم ارواح سے رابطہ کرنے سے پہلے کچھ مخصوص شرطوں کی پابندی کرے، جن میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کھانا بہت کم کھائے یا اس دن روزہ رہ لے۔

(دیکھیے : ''اضواء علی الروحیة'' لعلي راضي : ۹)

① چکر سنسکرت کا ایک لفظ ہے جس کا معنی (پہیہ) ہوتا ہے، اور یہ چکر اعصاب کے روحانی مراکز ہوتے ہیں اور غامض روحانیت ان کے مزاج کا حصہ ہوتی ہے، وہ کوئی حیاتیاتی توانائی نہیں ہوتے ہیں، مگر یہ لوگ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ایک زندہ کونی توانائی جس کا نام (قی) یا (کی) یا دیگر ہے ایک اسکرو کی شکل میں جس کی حرکت چرخی یا پہیے کی حرکت سے مشابہ ہوتی ہے ان کے اندر آتی جاتی رہتی ہے۔

② دیکھیے : ''اعرف روحک'' لعلي راضي : ۵۳، و ''ظواهر الخروج من الجسد'' لرؤوف عبيد : ۱۷، و ''دراسات ثيوصوفية'' لجهاد الشيخ : اور The skeptic's Dictionary Robert Carroll: P.20,33

ممکن ہے، اور سائنٹیفک طریقے پر اس کا اثبات اور ایک خاص مشین کرلیان (Kirlian)[1] کے ذریعہ اس کی تصویر کشی بھی ممکن ہے، اور ہالے کی چمک اور اس کے رنگوں کے واسطے سے صاحب جسم کی بدنی، نفسیاتی اور روحانی صحت کے متعلق بہت سی معلومات کی تعیین ہوسکتی ہے۔

۴۔ ستاروں کی تاثیر یا کونی توانائی کا اعتقاد[2]

عہد قدیم ہی سے ایمان بالغیب میں منحرف لوگ انفس وابدان پر ہر طرح کی تاثیر نجوم وافلاک کی طرف منسوب کرتے آئے ہیں، چنانچہ کچھ لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ عالم میں جو چیز موثر ہے وہ یہی دوران فلک اور اس کی گردشیں اور

① اسے اس تصور کے موجد روسی کرلیان (Kirlian) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس مشین کا سائنسی نام: (برقی اخلاء کی تصویر کا کیمرہ ہے) اور در حقیقت یہ کیمرہ جو تصویریں اتارتا ہے اس کا جسم اثیری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، وہ تو درحقیقت جسموں کے باہر ہونے والے برقی اخلاء کی تصویر ہوتی ہے جو لمحاتی طور پر جسم کے اندر ہونے والے حیاتیاتی تغیرات سے متاثر ہوتا ہے یا جسے (جسم کا میٹاپولیزم) کہا جاتا ہے، چنانچہ وہ جسم کو محیط ایک ہالے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اور اسی کے بارے میں چینیوں نے یہ دعویٰ کردیا کہ یہ وہی جسم اثیری ہے جس پر وہ ایمان رکھتے ہیں، پھر ان کی تطبیقات اور فلسفوں پر ایمان رکھنے والے ان لوگوں نے جو مسلمانوں میں سے ہیں اس کی تفسیر روح سے کردی۔

دیکھیے: "الانسان الحائر بين العلم والخرافة" لعبد المحسن الصالح: ۱۱۱-۱۳۳

اور دیکھیے: The Skeptic's Dictionary. Robert Caroll:P189

② تجرباتی علوم میں (توانائی) کا لفظ لوگوں کے یہاں مالوف ہے اور اپنے مختلف تغیرات کے ساتھ فزیکل توانائی پر دلالت کرتا ہے، پھر ان میں سے کچھ حراراتی ہوتی ہیں کچھ ایٹمی اور کچھ میکانیکل وغیرہ ہوتی ہیں، اور کبھی سرگرم توانائی یا روحانی توانائی کا استعمال عبادت میں نشاط اور حوصلے کے لئے بھی کیا جاتا ہے، مگر ان کہنوتی مسالک میں اس سے مراد وہ غیبی قوت ہوتی ہے جسے یہ لوگ (قوت حیات) یا (حیاتیاتی قوت) کا نام دیتے ہیں، اور یہ ایک وثنی فلسفیانہ اعتقاد کا معاصر تسمیہ ہے، یہ درحقیقت منکرین نبوات -مشرقی ادیان کے ماننے والوں اور ملحدوں- کی طرف سے ان کے سامنے آنے والی ان چیزوں کی تفسیر ہے جن کا تعلق قوت، حرکت، انفعال اور تاثیر جیسی زندہ کائنات سے ہے، یا پھر ان کرشماتی امور سے ہے جو کبھی کبھی پیش آیا کرتے ہیں، وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کا سبب ایک ایسی توانائی ہے جو کائنات میں موجود ایک کلی قوت سے نکلتی ہے، اور تمام موجودات کا اس میں کچھ نہ کچھ نصیبہ ہے اور بہتر صحت وسعادت اور روحانیت کے حصول کے لئے اسے ترقی دینا ممکن ہے۔ بلکہ اس سے ایسی قوتوں کا بھی اکتساب ہوسکتا ہے جن سے کشفی علمی یا عملی تاثیری خوارق ومعجزات بھی انجام دیئے جاسکتے ہیں!

ان کے تصور کے مطابق یہ توانائی کائنات میں موجود خلا کو پر کردیتی ہے اور حیات وقوت سے تمام مخلوقات کی امداد کرتی ہے، اور اس کی نمائندگی نجوم وکواکب اور افلاک میں موجود قوتوں کی شکل میں ہوتی ہے، اور اس کی تشکیل دو متضاد وہم آہنگ قوتوں سے ہوتی ہے، یعنی ایک ایجابی توانائی ہوتی ہے دوسری سلبی، اور چینی تعبیر کے مطابق (ین) کی توانائی اور (یانگ) کی توانائی، اور توانائی کی تمام تدریبات اور مشقیں اپنی مختلف اقسام کے ساتھ اسی توانائی کے حصول اور مہیا جسم اثیری کی گزرگاہوں میں اس کے بہاؤ کی تنظیم کے لئے کوشاں ہوتی ہیں، ان کے دعوے کے مطابق اس کے حصول کا یہی طریقہ ہوتا ہے! ایسے ہی ان کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ اس توانائی کے اسرار حروف، ہندسی (جیومیٹریکل) شکلوں، اہرام، رنگوں، نفیس پتھروں اور کچھ معدنیات میں بھی ....

اس کا طلوع وغروب اور اقتران ہے، اور کچھ لوگوں کا ماننا یہ تھا کہ نفع ونقصان کا تعلق سات نجوم سیارہ سے ہے، اور ان لوگوں کے اپنے کپڑوں اور ذبیحوں وغیرہ کے سلسلے میں ان کے ساتھ خاص تصرفات ہوا کرتے ہیں [1] البتہ ان کی تاثیر کے سلسلے میں ان کا اختلاف ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ابدان وانفس سب میں موثر ہیں جبکہ باقی حضرات کا کہنا یہ ہے کہ وہ نفوس میں نہیں صرف ابدان میں موثر ہوتے ہیں، اور اوائل منجمین میں سے اکثر کا قول یہی ہے۔ اور انھوں نے بروج کو مذکر و مونث کے درمیان تقسیم کر رکھا ہے۔

ابن قیم فرماتے ہیں :

''اپنے اسی بکواس اور ہذیان سے انھوں نے عقلاء سے اپنی ہنسی اڑوائی ہے کہ انھوں نے برجوں کو دو قسموں میں بانٹ رکھا ہے: گرم مزاج اور سرد مزاج اور اس میں سے گرم کو مذکر ٹھہرایا اور ٹھنڈے کو مونث، چنانچہ سورج مذکر ہے اور چاند مونث ہے [2] ۔''

• تدبیر کائنات کی خودساختہ تفسیریں :

یونانی فلاسفہ کی ایجاد کردہ بدعتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انھوں نے افلاک کے لئے عقول ونفوس ٹھہرا رکھے تھے جو انہیں چلاتے اور کنٹرول کرتے تھے، پھر ان کے متأخرین نے فیض وصدور کا نظریہ ایجاد کیا جس میں انھوں نے کائنات کو چلانے والی عقول عشرہ کا ذکر کیا تھا [3] ، اور اسلام کی طرف منسوب ان کے تلامذہ مثلاً ابن سینا وغیرہ نے

.... پائے جاتے ہیں، اور جس شخص کو ان سے استفادہ کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے اس کے لئے حیاتیاتی توانائی میں اضافے کا امکان بھی پیدا ہو جاتا ہے! اور موجودہ عہد میں اس توانائی کے نام حسب ذیل ہیں: (قوت حیات کی توانائی)، متحدہ روس کے مارکسسٹوں کے نزدیک (سائی کی قوت)، چین کے عقائد اور ان کی تدریبی تطبیقات میں (تی) اور جاپانی عقائد اور اس کی علاجی تطبیقات میں (کی) اور ہندؤوں اور عمیق تنفس کی مشق کرنے والوں کے نزدیک (پرانا) ہے، اور فراعنہ کے نزدیک اسی کا نام (کا) ہے، اور قدیم روم کی وثنیت میں اسے (الکٹرا) کہتے ہیں، اور جو لوگ ان فلسفوں اور معروف آسمانی مذاہب کے درمیان توفیق کی کوشش کرتے ہیں وہ اس کی تفسیر (اللہ سے کرتے ہیں) [جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی ان خرافات سے بہت بلند ہے] یا (اللہ کے نور) سے کرتے ہیں! یا (روح القدس) سے کرتے ہیں، اور انہیں ماننے والے بعض مسلمان اس کی تفسیر (برکت) سے کرتے ہیں جو قوت عطا کرتی ہے اور امور کو سلاست کے ساتھ رواں کرتی ہے ! (دیکھیے : "تشي، الطاقة ، قوة الحياة" لناصر العبيد : ١٢ ، و "التنفس اسلوب لحياة جديدة " لجودت كرافيير ترجمه نوره الشميل : ٧٦...)

[1] دیکھیے : "الملل والنحل" للشهرستاني : ٣٥٨/٢ ۔

[2] "مفتاح دار السعادة" لابن القيم : ٢٢٧/٢-٢٣١ ۔

[3] دیکھیے : "موقف شيخ الإسلام ابن تيمية من آراء الفلاسفة" لصالح الغامدي : ٣٦٩ ۔

لوح محفوظ کی تفسیر قوت فلکیہ سے کی تھی جسے انھوں نے علم غیب کا مصدر قرار دیا تھا①، اور جو لوگ کواکب پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے اوپر کچھ اشخاص کے نزول کے مدعی ہیں، اور اسے کواکب کی روحانیت کا نام دیتے ہیں! جبکہ حقیقت میں وہ شیطان ہوتا ہے جو ان کے شرک کی وجہ سے انہیں اغوا کرنے اور ان کے لئے اثر کو ایسی چیزوں کی طرف منسوب کرنے کو مزین کرنے کے لئے نازل ہوتا ہے جو نہ نوعی اعتبار سے موثر ہوتی ہیں نہ وصفی اعتبار سے②۔

عصر حاضر میں بھی تنجیم ویسی ہی موجود ہے جیسی سابق میں تھی گو اس کے طریقے اور نام بدل گئے ہوں، مگر وہ بعینہ اپنے قدیم اصولوں اور بنیادوں پر ہی قائم ہے③، اور آج مسلمانوں میں اسے رائج کرنے والوں نے اوائل رافضیوں اور اخوان الصفا وغیرہ کا طریقہ اپنایا ہے جو یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ تنجیم ایک صحیح علم ہے جو عقل④ و نقل⑤ کے ثوابت سے ہم آہنگ ہے۔

باطل عقائد اور خرافات کی نشر واشاعت میں اسالیب ووسائل جدیدہ کا کردار

ہمارے زمانے میں وسائل علم، نئی ایجادات، ذرائع ابلاغ اور وسائل نقل کی ترقی نے ان باطل معتقدات کی

---

① دیکھیے : "النبوات" لابن تيمية : ٧٠٢/٢ ۔

② دیکھیے : "الرسالة الصفدية" لابن تيمية : ١٠٥٨ ، و "الرد على المنطقيين" : ٢٨٦، و "الفرقان بين أولياء الرحمن و أولياء الشيطان" : ٢٢٢ ۔

③ دیکھیے : "اقتضاء الصراط المستقيم" لابن تيمية : ٢٣٤ ۔

④ آج بہت سے لوگ انسانوں پر نجوم کی تاثیر کے دعوے اور معقول علم کے درمیان تقریب کی کوشش کرتے ہیں، ۱۹۸۴ء میں نجوم کا اعتقاد رکھنے والے دو ہندوستانی ڈاکٹروں نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں انھوں نے بیان کیا تھا کہ چاند کے ابتدائی ایام (ہلال) کے مقابلے میں پورے چاند (بدر) کے دنوں میں جرائم کا تناسب تین گنا بڑھ جاتا ہے، مگر وہ دونوں اپنے ادعا پر کوئی ایسی علمی دلیل نہیں پیش کر سکے جو قابل اعتنا ہو، جبکہ اکثر محققین ان کی مخالفت کرتے ہوئے اس حقیقت کو پختہ کر دیتے ہیں کہ قمر و ہلال وغیرہ کواکب اور بشری اعمال اور بشری زندگی کے واقعات کے درمیان کوئی تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔

(دیکھیے : منزلة الفلك والتنجيم في تراثنا العلمي: ٣٥١ اور القول في التنجيم مقدمة المحقق يوسف السعيد : ١١٧)

⑤ اس باطل کو شرعی رنگ میں رنگ دیا گیا ہے! اس سلسلے کی اولین کوششیں فلاسفہ کی طرف سے کی گئی تھیں اور ان کی پیروی باطنیوں نے کی تھی بالخصوص روافض نے جن کا علم نجوم کی تاثیر کو مبرہن کرنے میں بڑا ہاتھ تھا، درحقیقت انھوں نے اس سلسلے میں ایسے شبہات کا سہارا لیا جنھیں نصوص کی دلالتوں میں تحریف کر کے اور مکذوب احادیث کے ذریعہ تقویت پہنچانے کی سعی نامسعود کی گئی تھی۔

(دیکھیے : "التنجيم والمنجمون" للمشعبي : ١٢٧)

نشر واشاعت میں خاصا تعاون کیا، ان کے ذریعہ نجومیوں کی خبریں، ان کے شبہات اور ان کے اباطیل اکثر لوگوں تک پہنچ گئے، اور ان کا ورود ایسے شبہات کے ساتھ ہوا جن کے دفع کرنے کی صلاحیت اکثر لوگوں میں نہیں تھی، پھر اس کا نیا نام (توانائی کا علم) زمانے کے مادی لغت سے کافی مناسبت رکھتا ہے۔ اور یہ تاثر پیدا کرتا ہے کہ اس کا تعلق علم اور سائنس سے ہے، حالانکہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے معاصر زبان میں تنجیم ہی کی ترقی اور تطبیق کے سوا یہ کچھ اور نہیں ہے، یہ صرف اس کے علمی اکتشافات سے ہم آہنگ ہونے کی ایک صورت ہے، اور اس کا خلاصہ اس اعتقاد کی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ ساری کائنات میں چلنے والی ایک حیاتیاتی کونی توانائی پائی جاتی ہے جو اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان میں پوری طرح موثر ہے، اور اس کی معرفت اس بات کے لئے ایک مرشد رہنما کے طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ انسان اس سے خود کو پہچان لیتا ہے، اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی ترقی کس طرح ہو سکتی ہے، اس کی سعادت کا راستہ کیا ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کی کامرانی کے مواقع کیا کیا اور کہاں کہاں ہیں [1]! حاصل یہ ہے کہ یہ علم ان تمام باطل اعتقادات پر مشتمل ہے جو کائنات، وجود، حیات اور انسان کے متعلق مشرقی ادیان کے فلسفوں اور غنوصی معتقدات پر قائم ہیں اور وہ سب اس اعتقاد کی اساس پر کھڑے ہیں کہ کواکب ونجوم اور افلاک ہی کائنات کی تدبیر کرتے ہیں اور اس کا نظام چلاتے ہیں۔

جی ہاں! اب فلکی روحانیات کا اعتقاد صابیوں، ستارہ پرستوں اور مختلف ملتوں کے اصحاب میں سے ان کے فلسفوں سے متاثر، لوگوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں رہ گیا ہے، ایسے ہی اس کی عملی تطبیق طلسمات [2]، نیرنجات [3] اور حروف ابجاد [4] وغیرہ امور پر مشتمل بدعات وشرکیات اور جادو ہی کی معروف شکلوں میں منحصر نہیں رہ گئی ہے جو ان

---

① دیکھیے: علم الطاقات التسع اعداد البدر: ٦۔

② طلسم ایک جادوئی عبارت ہوتا ہے جس میں اپنے اعتقاد کے مطابق آسمانی اور زمینی قوتوں کے درمیان آمیزش پر اعتماد کیا جاتا ہے۔
(دیکھیے: مفتاح السعادة لطاش کبری زاده: ١/٢٧٧)

③ نیرنجات بھی جادو کی ایک قسم ہے جو معدنیات، نباتات اور انسانی اعضاء کے خواص پر مبنی ہوتی ہے جن کے درمیان ایسے طریقوں سے آمیزش کی جاتی ہے کہ ان میں اور ان سے مشاکلت رکھنے والے ستاروں اور برجوں کے مزاجوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔
(دیکھیے: "الدر المنظوم" لمحمد الكشناوي: ٢/١٧٤)

④ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ماننے والے اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حروف، انسانی زندگی، اس کے مستقبل اور کائنات کے اور جو کچھ اس کائنات میں واقع ہوتا ہے ان سب کے درمیان ہر حرف کے مزعومہ خصائص کے اعتبار سے مضبوط ربط قائم ہے، اور یہ لوگ اس کے درمیان اور نجوم اور برجوں کے درمیان بھی تعلق جوڑتے ہیں اور اسی سے واقعات کے اوقات، غیب کی خبریں، عمروں کی معلومات اور نحوست وسعادت کا بھی استخراج اپنے شیطانوں کے املاء کے مطابق کیا کرتے ہیں۔ (دیکھیے: "المقدمة" ابن خلدون: ١١٤، و معارج القبول للحکمی: ١/٤٢٦)

کے تسمیہ کے مطابق علوی روحانیات یا روحانی طلسم کی تاثیر کے اعتقاد پر قائم ہیں ①، بلکہ یہ اعتقاد اس قدر شائع ہوا ہے کہ اپنے ماننے والوں کے دینی انتساب اور عملی تطبیقات کے اختلاف کے باوجود عصر نو میں عالمی انسانی معاشرے کی ثقافت کا ایک جزء بن چکا ہے، اور روزہ مرہ کے سرگرم پروگراموں کی شکل میں اس اعتقاد کی ترجمانی کرنے والی مولفات، پروگرام اور قسم قسم کی عملی مشقیں پورے معاشرے میں پھیل گئی ہیں، جن کا ہدف بشریت کی نشوونما یا ترقی ذات بتایا جاتا ہے جس کا نعرہ آج پوری دنیا لگا رہی ہے، ان پروگراموں میں اس تصور کو دلوں میں ڈالنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ عملی مشق اور شخصی تجربہ حقیقت کا سب سے سچا برہان ہوتے ہیں، اور اس وقت یہ احساس اجاگر ہوتا ہے کہ ان روحانیات کی توانائی لوگوں کی زندگی میں رواں دواں ہے اور ان پر اثر انداز ہو کر ان کی توقعات کے مطابق انہیں صحت، کامیابی، اور سعادت وسلامتی عطا کر رہی ہے، اور یہیں سے نجوم پر ایمان اور اس سے مربوط عقائد عملی تطبیقی شکل میں اور روزہ مرہ زندگی سے منسلک عملی مشقوں کی صورت میں پورے معاشرے میں پھیل گئے، اور ان میں سے بہت سی صورتوں کو تو متبادل طب ② کے تحت درج کر دیا گیا جو غذا اور ریاضت کا اہتمام کرتی ہے، اس طرح ان غذائی نظاموں کو رائج کیا گیا جو غذاؤں اور نباتات کو مزعومہ کواکب کی روحانیت اور فعال آسمانی قوتوں سے مشاکلت رکھنے والے روحانی خصائص کے اعتبار سے نفع بخش اور نقصاندہ میں تقسیم کرتے ہیں ③۔

---

① دیکھیے : "کشف الظنون" لحاجي خليفة : ۱۱۴/۲۔

② متبادل طب کے لئے کچھ معین ضوابط نہیں ہیں؛ اسی لئے دیسی جڑی بوٹیوں کے طب یا دونوں وحیوں کے طب میں معروف تطبیقات کے پہلو بہ پہلو اس نام کے تحت کونی توانائی کی تمام تطبیقات کو بھی رائج کیا گیا ہے، اور متبادل طب کے رسالے کی ورق گردانی کرنے والے کو عجیب وغریب چیزوں کا سامنا ہوگا، اس لئے کہ یہاں خرافات، جہالت اور کذب کے پہلو سے تمام قسم کے فلسفوں اور تنجیم کو رواج دیا جاتا ہے !

③ علم زراعت کے تحت یہ تقسیم قدیم ہی سے معروف رہی ہے جس کا موضوع نباتات ہوتے ہیں کہ انہیں کیسے لگایا جائے اور کیسے ان کی نشوونما کا انتظام کیا جائے اور ان کے خواص وروحانیت اور کواکب کی روحانیت اور اس کے لئے مستعمل ہیکلوں کے درمیان مناسبت سے بحث کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ سحر (جادو) کے باب میں داخل ہے، اس لئے مسلمانوں نے اس علم سے صرف انہیں چیزوں کو لیا جن کا تعلق کاشتکاری، شجرکاری اور علاج معالجے سے تھا اور دوسرے کلام سے انھوں نے اعراض کیا تھا۔ (دیکھیے : المقدمة : ۴۶۵)

موجودہ دور میں (میکرو بیوٹک) کے نام سے مزعومہ روحانی خواص سے متعلق جزء کا اہتمام بھی واپس آ گیا ہے، اس کی تطبیقات جو افلاک کی تاثیر کے اعتقاد پر قائم ہیں شائع ہوگئی ہیں، ان میں خاص قسم کی غذاؤں پر انحصار کیا جاتا ہے اور ان کی تقسیم کواکب کی تاثیر اور چینی فلسفے کے مطابق (ین) اور (یانگ) کی تقسیم کی روشنی میں مذکر اور مونث میں کی گئی ہے۔ (دیکھیے: الماكرو بيوتيك لخالد التركي : ۳۷، اور الاستشفاء الطبيعي بالماكر بيوتيك لميتشوكوشي ترجمه اسامه مامون : ۳۱-۵۷)

• علاج کے نام پر گمراہی کی تجارت :

اسی طرح ان علاجی استشفائی [1] پروگراموں کو بھی رواج دیا گیا ہے جو انسان کو لاشعور کی حالت میں داخل کر دیتی ہیں جس کے متعلق ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اس سے انسان کے اندر ناپسندیدہ اور شر کی توانائی سے نجات پانے اور محبت اور خیر کی توانائی کے اکتساب کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے صحت، روحانیت اور سعادت پر اثر انداز ہونے والی شفاء کی کونی توانائی حاصل ہوتی ہے!

• گھروں کی روحانی ترتیب کا فریب :

ایسے ہی گھروں کی ترتیب [2] کے ساتھ مخصوص پروگرام بھی چلائے گئے، جن میں ایسے طریقے پر گھروں کی ترتیب کی جاتی ہے جس سے مزعومہ کونی توانائی کو مسکن کے تمام گوشوں میں رواں دواں رہنے کا موقع حاصل رہے تا کہ موجب روحانیات کے ذریعہ انہیں صاف ستھرا کیا جا سکے جس کی وجہ سے اس گھر میں رہنے والوں کو سعادت صحت اور کامیابی ملتی ہے اور وہ بدنی، روحانی اور نفسیاتی امراض سے محفوظ رہتے ہیں!

• ایمانی بصیرت کے فائدے اور ضلالت کے خسارے :

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے ایمان بالغیب سے منحرف ہونے والے تمام لوگ باطل اعتقاد کی مختلف قسموں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے اور بھانت بھانت کے شرک و بدعات میں جا پڑے، مگر اہل ایمان بالغیب عالم غیب کے حقائق سے اس طرح آگاہ ہوئے کہ ان کے آگے آگے ایک روشنی چلتی رہی جو ان کی راہ کو منور کئے جاتی تھی، لہٰذا انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور وہی تنہا اس کائنات میں صفت خلق کے ساتھ متصف ہے اور تخلیق کے عمل کو اپنی قدرت، ارادے اور حکمت کے ساتھ جاری کئے ہوئے ہے، اور وہی اکیلا جب چاہے اس کے فنا اور زائل کرنے پر قادر ہے، وہ اس حقیقت کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ شمس وقمر اور نجوم وافلاک صرف اور صرف مقہور ومربوب مخلوقات ہیں جو اپنے خالق عزوجل کی بندگی اور حکم برداری پر مجبور ہیں :

---

[1] اس قسم کو مشرقی ادیان اور ان کی لغات کے اعتبار سے (فنگ شوئی) کا نام دیا جاتا ہے اور مغربی سائنسی لغت کے اعتبار سے اسے (بایو جیومیٹری) کہا جاتا ہے اس کے متعلق تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔

[2] اس توانائی پر ایمان رکھنے والے مطلوبہ توانائی کی نوعیت اور کمیت کی تحدید اور ان میں حاصل نقص کا پتہ لگانے اور انہیں ریچارج کرنے میں مختلف قسم کے آلات سے مدد لیتے ہیں جن کی تفصیلات پیش کی جا چکی ہیں۔

﴿وَٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتِۭ بِأَمۡرِهِۦٓ﴾ [الاعراف: ۵۴]۔

''سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں''۔

اسی لئے انھوں نے اپنی زندگی کے واقعات کو نجوم کے مواقع (گرنے) اور ان کی حرکتوں سے مربوط کرنے کا اہتمام ذرا بھی نہیں کیا کیونکہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس سلسلے میں پہلے ہی متنبہ کر رکھا تھا اور فرمایا تھا :

''أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ بَعْدِيْ تَكْذِيْبًا بِالْقَدْرِ، وَتَصْدِيْقًا بِالْنُجُوْمِ''

''میں اپنے بعد اپنی امت کے متعلق تقدیر کے جھٹلانے اور نجوم کی تصدیق کرنے کا خوف رکھتا ہوں''۔ ①

اس لئے وہ اپنے دلوں کا رخ غیر اللہ کی طرف کرنے سے محفوظ رہے، اور خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اس کی طلب میں مخلصانہ سعی کی، اور اس کے عطیات کے ذریعہ دوسروں سے بے نیاز رہے، اس لئے اس نے انہیں غناء عطا فرمایا اور دنیا و آخرت کے خیر کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ان باطل فلسفوں کو ماننے والوں اور ان کی تطبیقات کی مشق کرنے والوں کو کبھی کبھی ان کا متوقع نفع حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ بعض اوقات کسی چیز کا کسی چیز کے ساتھ اقتران ہونا ہی جبکہ اس کا انتقاض بھی ہوتا رہتا ہے باتفاق عقلاء اس کے غلبہ کی دلیل نہیں ہے، اور رونما ہونے والے امور میں اس بات کا علم کہ فلاں چیز ہی اس کا سبب یا بعض سبب یا شرط سبب ہے بہت جانا جاتا ہے، بہت گمان کیا جاتا ہے، بہت خیال کیا جاتا ہے، مگر وہ صرف ایک وہم ہوتا ہے جس کا کوئی صحیح مستند نہیں ہوتا ہے، بس اس کے پیچھے عقلی کمزوری ہی کارفرما ہوتی ہے ②۔ پھر باطل معتقدات کے حاملین کی اٹکلوں کے مطابق علم وعمل یا صحت وسعادت کے اعتبار سے جن چیزوں کے متعلق لوگوں کی خاطر نفع بخش تاثیر کا گمان کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے جو اسباب لوگوں کے لئے مشروع ومباح کئے ہیں ان میں ایسی صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ نفع کی مذکورہ گمان کردہ چیزوں سے بے نیاز کر دیں۔

- **امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''وہ تمام چیزیں جن کے متعلق عالم میں تاثیر کا گمان کیا جاتا ہے اور وہ شریعت میں حرام ہیں مثلاً فلکی

---

① دیکھیے : صحیح الجامع للالباني : ۲۱۵ ۔

② دیکھیے : ''اقتضاء الصراط المستقیم'' لابن تیمیة : ۲/ ۲۳۴۔ اور اسی کو جدید علم احصاء میں (تراجعی لغزش) Regressive fallacy کہا جاتا ہے۔

تمریجات (اٹکلیں) [1] اور نفسانی توجہات مثلاً نظر بد، حرام دعا، حرام رقیے یا طبعی تمریجات (نظام کائنات سے متعلق اٹکلیں) اور اسی طرح کی چیزیں تو ان کی مضرت ان کی منفعت سے زیادہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ خود اس مطلوب کے متعلق بھی... اور ان اسباب والوں میں سے ناکام ہونے والے کامیاب ہونے والوں کے مقابلے میں کئی کئی گنا زیادہ ہیں، پھر ان کے اندر جتنی نحوست و محرومی اور ضرر موجود ہے اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے، کیونکہ وہ بذات خود مضر ہیں، اور ان سے شاذ و نادر ہی غرض حاصل ہوتی ہے، اور اگر حاصل بھی ہو جائے تو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے... اور مباح یا مستحب اسباب خواہ طبعی ہوں مثلاً تجارت یا زراعت یا دینی ہوں مثلاً اللہ پر توکل اور اس پر اعتماد اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مشروع طریقے پر ان مقامات اور زمانوں میں دعا کرنا جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے فضیلت والا ٹھہرایا ہے اور امام المتقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماثور الفاظ میں دعا کرنا، اور مثلاً صدقہ، اور بھلائی کا کام کرنا تو یقیناً ان سے خیر محض یا خیر غالب حاصل ہوتا ہے۔ اور کسی مشروع عمل سے یا کسی غیر مشروع عمل کے ترک سے جس سے روک دیا گیا ہو جو ضرر واقع ہوتا ہے تو وہ ضرر حاصل کردہ خیر کے پہلو میں مغلوب ہوتا ہے [2]''۔

اگر نجوم کے احکام پر غور کرنے اور اس کی توانائی اور اس کی روحانی قوت کا اعتقاد رکھنے سے کوئی صحیح علم حاصل ہوتا اور وہ کسی نفع بخش عمل کی طرف داعی ہوتا تو بھی ہمارے لئے شریعت کے منع کرنے کی وجہ سے اس کا استعمال جائز نہ ہوتا تب اس کے بے فائدہ ہونے پر کیا عرض کیا جائے؟ اور نجوم کے بارے میں جو بھی معتقدات پائے جاتے ہیں کہ وہ فاعل و مدبر ہیں، سعادت و نحوست عطا کرتے ہیں اور عالم میں جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ ان کی حرکتوں ہی سے واقع ہوتا ہے، یہ سب کے سب باطل و ضلال ہیں، ان میں سے کوئی بات صحیح نہیں ہے، ستاروں کے متعلق صرف یہی بات درست ہے کہ ان سے بر و بحر کی تاریکیوں میں رہنمائی لی جاتی ہے، اور شمس و قمر سے سالوں کی تعداد اور حساب کا پتہ چلتا ہے، اور ان میں اللہ کی قدرت اور حکمت کی دلالت پائی جاتی ہے۔ [3]

---

① تمریجات مرج سے ماخوذ ہے جس کا معنی خلط ملط اور فساد ہے اور اس سے مقصود ان لوگوں کے تخرصات (اٹکل) ہیں جو افلاک کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں، دیکھیے: ''القاموس المحیط'': ۲۱۴/۱۔

② اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیة: ۲۱۱/۲۔

③ دیکھیے: ''القول في علم النجوم'' لبغدادي: ۱۷۹۔

اس موضوع سے متعلق زیادہ تر تفصیلات محترمہ ڈاکٹر فوزی بنت عبداللطیف کامل کی کتاب: اثر الفلسفة الشرقية والعقائد الوثنية في برامج التدريب والاستشفاء المعاصرة اور اصول الایمان بالغیب و آثارہ سے ماخوذ ہیں فجزاها الله كل خير.

نتیجہ بحث اور حاصل کلام

اگر آپ اس پورے سسٹم، اس کے معتقدات فلسفوں اور تطبیقات اور تربیتی سرگرمیوں کا سنجیدگی اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لیں تو اسی نتیجے پر پہونچیں گے کہ :

■ یہ ترک عمل، مشروع اسباب سے اعراض، اور خوابوں اور آرزؤں پر اعتماد کی ایک دعوت اور تحریک ہے جو آپ کو حسین سپنے دکھاتی ہے اور مزعومہ چند امور پر ارتکاز اور مشقوں سے آپ کی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تکمیل کی ضمانت دیتی ہے۔

■ اس کا دعویٰ ہے کہ انسان مطلق صلاحیتوں اور قدرتوں کا مالک ہے اور اس کے پاس کرشماتی اور خارق امکانات موجود ہیں، جن کی رسائی اس حد تک ہے کہ انسان ان کے ذریعہ عدم سے خلق وایجاد پر بھی قادر ہوسکتا ہے، اور وہ خود اپنے افعال کا بھی خالق ہوسکتا ہے، نیز وہ اپنے اردگرد کے واقعات بھی پیدا کرسکتا ہے، اور بلاشک وشبہ یہ باتیں توحید ربوبیت سے متصادم ہیں جو اس بات پر مشتمل ہے کہ خلق وایجاد اور احیاء واماتت (جلانا مارنا) تنہا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہیں، بلکہ شرعی عقیدہ قضاء وقدر سے بھی متصادم ہیں جس کا تقاضا اس بات پر بھی ایمان رکھنا ہے کہ افعال عباد کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ [الصافات:۹۶]۔

''حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے''۔

اور وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ فرماتا ہے :

﴿ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ [الزمر:۶۲]۔

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے''۔

■ یہ باطل عقیدہ وحدت الوجود کی دعوت ہے جو خالق ومخلوق کو ایک ہی چیز ٹھہراتا ہے اور اس بات کا قائل ہے کہ انسان مادی جسم میں اللہ ہی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت ہی بلند وبالا ہے۔

■ یہ نظام حلول واتحاد جیسے تمام مشرقی عقائد اور وثنی فلسفوں کے احیاء کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے اور مشرکانہ عقائد کو فروغ دے رہا ہے۔

■ یہ اس بات کی دعوت ہے کہ اپنی چاہت اور سوال وطلب کا رخ ''کون اور ہستی'' کی طرف پھیر دیا جائے

اور اسی سے مربوط ہوجائیں، اگر آپ کی کوئی مراد ہو تو آپ اپنی طلب ''کون'' کے سامنے رکھیں اور ''کون'' یقینا آپ کی طلب پوری کردے گا، جبکہ شرعی طور پر ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ کون (کائنات) ایک مخلوق ہے اور بذات خود اشیاء کی ایجاد میں اس کی کوئی تاثیر نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق ومدبر ہے، اسی لئے ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرتے ہیں اور اپنی توجہ کا رخ صرف اسی کی طرف رکھتے ہیں، ''کون'' سے کچھ نہیں مانگتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ'' ''جب تم کچھ مانگنا تو اللہ ہی سے مانگنا''۔ ①

■ اس دعوت میں عقیدۂ قضاء وقدر کے ساتھ ایک دوسرے رخ سے بھی تصادم پایا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں نہیں لکھی ہیں، اور جو بھی امور رونما ہوتے ہیں اور وجود میں آتے ہیں وہ کسی سابقہ تقدیر پر مبنی نہیں ہوتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے مدعیان کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر:۴۹] ''بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے''۔

اور فرمایا :

﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [حدید:۲۲]۔

''نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ''

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں''۔ ②

■ یہ اس بات کی دعوت ہے کہ انسان اپنی ذات کو مقدس سمجھتے ہوئے اپنی شہوتوں اور لذتوں کے پیچھے دیوانہ وار بھاگتا رہے، شرعی ضوابط سے آزاد اور احکام الٰہیہ سے کلی طور پر دامن کش ہوجائے، مادیت میں غرق اور دنیاوی لذتوں سے شرابور رہے۔

---

① ترمذی : ۲۵۱۹ ، مسند احمد : ۲۷۵۸ ۔ البانی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے ، دیکھیے : صحیح سنن ترمذی : ۲۵۱۶ ۔

② مسلم : ۲۶۵۲ ، ترمذی : ۲۱۵۶ ، مسند احمد : ۶۵۴۳ ۔

■ اس میں انسان اپنے ساتھ ہونے والے جنوں اور شیطانوں کے تلاعب کو اپنی کرامت سمجھنے لگتا ہے، اور شیاطین کی جانب سے طاری کردہ کیفیات کو روحانی بلندی اور روحانی ترقی کے بلند مدارج سے تعبیر کرنے لگتا ہے اور خودفریبی کے ساتھ جگ فریبی کا بھی شکار ہوتا ہے۔

● **یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ :**

■ اسلام میں یہ ایک راسخ اور محکم عقیدہ ہے جس پر سارے صحابہ، سلف صالحین اور ائمہ دین کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے، اپنی ذات اور وجود کے اعتبار سے سب سے بلند ہے، البتہ اس کا علم ہر جگہ ہے، ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور ایسے ہی اس کی قدرت بھی ہر چیز میں کارفرما ہے، وہ نہ اپنی کسی مخلوق میں حلول کرسکتا ہے، نہ کوئی مخلوق اس میں ضم ہوسکتی ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، اس کے سوا سب اس کے محتاج ہیں خواہ ان کا درجہ اور مقام کچھ بھی ہو، وہ اس کائنات اور اس کی ہر چیز کا خالق ہے، اور ان میں تنہا اسی کا تصرف چلتا ہے اور وہی سب کی تدبیر کرتا ہے، نہ تخلیق میں اس کا کوئی ساجھی وشریک ہے نہ کائنات کی تدبیر اور تصرف میں۔ اور کائنات کی کوئی چیز اس کی مشیئت سے باہر نہیں ہے۔

■ یہ ایک باطل عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، یا اس کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مخلوقات کے اندر ہر ایک شیٔ میں موجود ہے، یا تخلیق کے بعد اس نے کائنات کا نظام کچھ ہستیوں کے سپرد کردیا ہے۔ مگر افسوس کہ متاخرین کا ایک بڑا طبقہ اس مسئلے میں بری طرح گمراہ اور انحراف کا شکار ہوگیا اور باطل ادیان ومذاہب کی یہ تمام خرافات صوفیاء اور متکلمین کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوگئیں اور بہت سے بھیانک ملحدانہ افکار مسلمانوں میں رائج ہوگئے، اور اب مذکورہ فلسفوں اور مشقوں کے ذریعہ نئے اسلوب میں انہیں کا احیاء ہورہا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ پیرا سائکالوجی کے علوم کے تحت ذکر کردہ صلاحیتوں میں سے بیشتر کا تعلق شیطان کی دسیسہ کاریوں اور تضلیلات سے ہے، اور ان کے حصول کے لئے جو ریاضتیں کی جاتی ہیں وہ وثنی عقائد ووظائف پر مبنی ہوتی ہیں اور سحر وکہانت سے ان کا مضبوط ربط ہوتا ہے اور ان میں مزعومہ کامیابی کا دارومدار شیاطین کا منظورِ نظر بننے پر ہے۔ اس راہ کے زیادہ تر سالک زندگی بھر ایک سراب کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں اور شیطانی تلاعب سے دوچار ہوتے رہتے ہیں اور ان کی حصولیابیاں اکثر تخیلات اور الجھی ہوئی تمناؤں تک محدود رہ جاتی ہیں اس لئے کوئی بھی عقلمند بالخصوص صاحب ایمان ان کے پیچھے اپنی توانائیاں اور وقت ہرگز برباد نہیں کرسکتا ہے۔

نحوست اور بدشگونی

۱۔ تطیر وتشاؤم (منحوس جاننے اور بدشگونی لینے) کی تعریف :

تطیر اور تشاؤم ہم معنی ہیں جس کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کو منحوس جاننا یا اس سے بدشگونی لینا اور اس کا معنی نیک شگون لینا اور پر امید ہونا بھی آتا ہے۔ اس کا اشتقاق طیر سے ہے، عرب کے لوگ کوے اور اخیل نامی پرندے اور انہیں جیسے کچھ دیگر پرندوں سے بدشگونی لیا کرتے تھے اور انہیں منحوس سمجھتے تھے، ان کا ماننا تھا کہ یہ پرندے حصول خیر میں رکاوٹ ہیں، زمانہ جاہلیت کا کوئی شخص جب کسی کام سے نکلتا تھا اور کسی پرندے کو دائیں طرف اڑ کر جاتا دیکھ لیتا تو اس سے نیک فال لیتا تھا اور اپنی راہ چلتا جاتا تھا، اور اگر یہ دیکھتا کہ پرندہ بائیں طرف اڑا ہے تو اسے اپنے لئے فال بد سمجھتا تھا اور واپس لوٹ جاتا تھا، اور بعض لوگ تو جان بوجھ کر پرندوں کو چھیڑ کر اڑاتے تھے، اور جو پرندہ یا حیوان اکسانے پر دائیں طرف کا راستہ پکڑتا تھا اسے (سانح) کہتے تھے، اور اس سے اچھا شگون لیتے تھے اور اپنے لئے بابرکت سمجھتے تھے، اور اسے اس بات کی دلیل ٹھہراتے تھے کہ ان کا سفر کامیاب اور ان کی ضرورتیں پوری ہوجائیں گی۔

اور جو پرندہ یا حیوان بائیں طرف چلا جاتا تھا وہ اسے (بارح) کہتے تھے اور اس سے بدشگونی لیتے تھے، اور بعض لوگ اپنا سفر ملتوی کر کے گھر آجاتے تھے، یا جو کام شروع کرتے تھے اسے روک دیتے تھے اور ایسی صورت حال میں اقدام سے باز رہتے تھے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اس ضمن میں جو بیان کیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

’’عرب کے لوگ کسی کام کے لئے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تھے تو کسی پرندے کو اکسا دیا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ کوے کی آواز کو منحوس جانتے تھے، ہرنوں کے گزرنے سے بھی بدشگونی لیتے تھے اور ان سب کو تطیر کہتے تھے کیونکہ اصل وہی اول عمل (یعنی پرندوں کو اکسا کر شگون لینا) تھا۔

بیان کرتے ہیں : عجمیوں کے یہاں بھی شگون لینے کا عمل رائج تھا، جب وہ بچے کو معلم کے پاس جاتا دیکھتے تو اس سے بدشگونی لیتے تھے، یا واپس آتا دیکھتے تو اسے نیک فال تصور کرتے تھے؛ اسی طرف جب اونٹ کو بوجھ لادے ہوئے دیکھتے تو اس سے بدشگونی لیتے اور جب اسے بوجھ اتارا ہوا پاتے تو اس سے خیر

کی امید رکھتے تھے، پھر شریعت نے ان تمام چیزوں کا خاتمہ کر دیا‘‘۔ ①

یہ بدشگونی زمانہ قدیم سے پچھلی امتوں میں بھی پائی جاتی رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرعون اور اس کی قوم کے متعلق بتایا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ اور ان کے اصحاب سے بدشگونی لیا کرتے تھے :

﴿فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ﴾ [الاعراف:١٣١]۔

’’سو جب ان پر خوشحالی آ جاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے‘‘۔

یہی کام قوم صالح نے بھی کیا : ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ﴾ [النمل:٤٧]۔

’’وہ کہنے لگے ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں؟‘‘۔

اور اس بستی والوں نے بھی اپنے رسولوں کے ساتھ یہی کام کیا جہاں بیک وقت کئی رسول بھیجے گئے تھے :

﴿قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ [یاسین:١٨]۔ ’’انہوں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں‘‘۔

ان سب کو یہی جواب ملا کہ یہ سب تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور تمہارے کفر و عناد اور اللہ تعالیٰ کی سنتوں کو نظر انداز کر دینے کی سزا ہے :

﴿أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ﴾ [الاعراف:١٣١]۔ ’’یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے‘‘۔

﴿طَائِرُكُم مَّعَكُمْ﴾ [یاسین:١٩]۔ ’’تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے‘‘۔

• ہر قوم میں بدشگونی کے اپنے اپنے انداز ہیں :

دنوں، گھڑیوں اور عددوں سے متعلق قوموں کی بدشگونی کے واقعات و حقائق بے شمار اور عجیب و غریب ہیں۔

• روافض کی بدشگونی :

امام ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق روافض کے نزدیک عشرہ (یعنی دس) کا لفظ بولنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس میں دس آتا ہو ناپسندیدہ ہے، یہاں تک کہ وہ دس ستونوں یا دس تنوں پر کوئی عمارت یا گھر بھی نہیں بناتے ہیں، کیونکہ وہ ان افضل ترین صحابہ سے نفرت کرتے ہیں جنھیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ (جن کی تعداد دس ہے اور انہیں دنیا ہی

① دیکھیے : جامع الاصول : ٧/٦٢٨ ، شرح النووی علی مسلم : ٤/٢١٨ ، فتح الباری : ١٠/٢١٣ ۔

میں جنت کی بشارت دی گئی ہے)[1]

- **فرنگیوں کی بدشگونی :**

اہل مغرب یعنی یورپین اور انگریز ۱۳ نمبر کو منحوس جانتے ہیں، اسی لئے کچھ ایئر لائنوں نے اپنے ہوائی جہازوں کی سیٹوں سے تیرہ کا نمبر ہی حذف کر دیا ہے۔

- **عربوں کی موجودہ بدشگونی :**

بہت سے عرب ملکوں میں آج بھی الّو اور کوّے کی آواز کو منحوس سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان بھی بدشگونی میں کسی سے پیچھے نہیں

ہمارا ملک ہندوستان بھی اس سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں ہے، یہاں بدشگونی اور فال سے متعلق بہت سے غلط عقیدے اور خیالات رائج ہیں جن میں سے کچھ باتیں حسب ذیل ہیں :

- کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ فلاں جانور یا فلاں پرندے کے بولنے سے موت پھیلتی ہے۔
- مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں پھڑکنے سے کوئی مصیبت، رنج اور اس کے برعکس ہونے سے خوشی پیش آتی ہے۔
- اگر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہو تو مال آنے والا ہے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہو تو مال جانے والا ہے۔
- اگر منڈیر پر کوا بولے تو سمجھتے ہیں کوئی مہمان آنے والا ہے۔
- ڈوئی مارنے سے ہوکا ہو جاتا ہے، یعنی جس کے ڈوئی ماری جائے وہ کھانا زیادہ کھانے لگتا ہے۔
- غیر شادی شدہ لڑکے لڑکیاں اگر ڈوئی یا ہانڈی چاٹ لیں تو ان کی شادی میں بارش اور آندھی کا شگون لیا جاتا ہے۔
- کچھ لوگ بعض گھوڑوں کو منحوس سمجھتے ہیں، یا بعض دیگر جانوروں مثلاً بیلوں وغیرہ میں سے بھی کچھ کو منحوس گردانتے ہیں۔

---

[1] منهاج السنة : ١/١٠ ۔

- بعض لوگ کہتے ہیں فلاں جانور فلاں وقت بولا اس لئے کام نہ ہوا، یا اس کے بولنے سے وبا آ گئی۔
- گھر سے نکلنے پر اگر بلی راستہ کاٹ جائے تو کہتے ہیں اب کام نہیں بنے گا، یا ضرور کام بگڑ جائے گا، اس لئے کچھ لوگ واپس چلے جاتے ہیں یا کچھ دیر رک کر آگے جاتے ہیں۔
- بعض لوگ صبح کے وقت کسی مقام یا کسی جانور جیسے سانپ سور وغیرہ کے نام لینے کو منحوس اور برا سمجھتے ہیں۔
- کچھ لوگ بدھ کے دن کو منحوس جانتے ہیں، کچھ دیگر ایام کو، اسی طرح بعض لوگ ماہ صفر کو منحوس گردانتے ہیں، اور بعض لوگ ماہ محرم میں شادی وغیرہ سے گریز کرتے ہیں اور اسے دوسروں کے لئے بھی برا جانتے ہیں۔
- کچھ لوگوں کا ماننا یہ ہے کہ جھاڑو مار دینے سے مار کھانے والا سوکھ جاتا ہے اس لئے اس پر تھتکار دو۔
- کچھ مقامات پر یہ بھی رواج ہے کہ جب کوئی آدمی کہیں جا رہا ہو اور اس کو پیچھے سے بلایا جائے تو وہ لڑائی لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے کہ تم نے مجھے پیچھے سے کیوں بلایا، کیونکہ اب میرا کام نہیں ہوگا۔
- اگر زبان دانت کے نیچے دب جائے تو سمجھتے ہیں کسی نے گالی دی ہے۔
- کچھ لوگ قمری کو منحوس جانتے ہیں، اسی لئے کہتے ہیں کہ اسے گھر میں مت پالو اگر شوق ہو تو مسجد میں پال لو، شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ اگر اجڑے تو اللہ ہی کا گھر اجڑے۔
- بعض عورتیں کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتی ہیں، کہتی ہیں یہ درخت مردے کے کام آتا ہے، اس لئے اس کو گھر میں نہ ہونا چاہیے۔
- بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس مکان پر الو بولتا ہے وہ اجاڑ ہو جاتا ہے، اس لئے یہ منحوس ہے۔
- کچھ لوگوں میں مشہور ہے کہ شام کے وقت مرغا اذان دے تو اس کو فوراً ذبح کر لو کیونکہ یہ اچھا نہیں۔
- بعض لوگ رات کو جھاڑو دینے کو یا منہ سے چراغ گل کرنے کو یا دوسرے کا کنگھا استعمال کرنے کو اگرچہ باجازت ہو برا سمجھتے ہیں۔
- کچھ لوگ شام کو اپنے چراغ سے چراغ نہیں جلانے دیتے اس لئے کہ ان کی لچھمی (دولت اور برکت) چلی جاتی ہے۔
- کچھ لوگ بوہنی سے پہلے سودا ادھار نہیں دیتے اور اسے اپنے لئے برا شگون جانتے ہیں۔
- لوگوں میں مشہور ہے کہ مرغی اذان دے تو اس کو بھی فوراً ذبح کر دو کیونکہ اس سے وباء پھیلتی ہے۔
- اگر مریض کے لئے دو آدمی حکیم کو بلانے جاویں تو اسے برا سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اب مریض صحت

یاب نہیں ہوگا۔

- جب کوئی نئی دلہن کنویں پر پانی لینے جاتی ہے تو اس کو اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ پہلے کنویں پر چراغ جلایا جائے۔
- دستور ہے کہ جب کوئی کہیں جا رہا ہو اور کوئی چھینک دے تو جانے والا واپس چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اب کام نہیں ہوگا۔
- صبح سویرے کسی کے گالی دینے، ٹھوکر لگ جانے یا اور کوئی ضرر پہونچ جانے پر شام تک اسی طرح ہوتے رہنے کا شگون لیا جاتا ہے۔
- بعض جگہ رواج ہے کہ بھینس، گائے کی نر سے جفتی کرانے کے بعد گابھن رہ جانے کے خیال سے گائے، بھینس کو گھر میں داخل کرتے وقت مکان کی چوکھٹ پر موسل رکھ دیتے ہیں اور اس کے اوپر سے گائے بھینس کو گزار دیتے ہیں۔
- مشہور ہے کہ گنے سے مارنے سے گنا مردار ہو جاتا ہے، پھر سات دفعہ ٹانگ کے نیچے سے نکال کر کھاتے ہیں۔
- مشہور ہے کہ چارپائی پر بیٹھ کر پیر ہلاتے ہیں تو چارپائی والا مقروض ہو جاتا ہے۔
- مشہور ہے کہ اگر بستر کو جھاڑو سے صاف کیا جائے تو گھر کا صفایا ہو جاتا ہے۔
- کچھ عورتوں کو سبز قدم یعنی منحوس سمجھا جاتا ہے، اور بہت سے کاموں سے بانجھ عورت کو کام کے خراب ہونے کے ڈر سے دور رکھا جاتا ہے۔
- بعض عورتوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کے آٹھواں بچہ پیدا ہو تو اس کو ایک چرخہ صدقہ میں دینا چاہیے ورنہ بچہ پر خطرہ ہے۔
- بعض جاہل سمجھتے ہیں کہ عورت اگر زچہ خانہ میں مر جائے تو بھوتنی ہو جاتی ہے۔ جبکہ حدیث میں آیا ہے کہ ایسی عورت شہید ہوتی ہے۔
- بعضے جاہلوں کا دستور ہے کہ جس روز گھر سے بونے کے واسطے اناج نکلتا ہے، اس روز دانے نہیں بھناتے۔
- مشہور ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی اور ایک ہاتھ میں آگ لے کر چلنا منحوس ہے۔
- یہ بھی مشہور ہے کہ قینچی نہ بجاؤ آپس میں لڑائی ہو جائے گی۔
- دو آدمیوں کے بیچ آگ لے کر مت نکلو، نہیں تو ان میں لڑائی ہو جائے گی۔

- گھر میں گھونگچیاں مت رہنے دو نہیں تو گھر میں لڑائی ہوگی۔
- دو آدمی ایک کنگھی نہ کریں، نہیں تو دونوں میں لڑائی ہوجائے گی۔
- دن میں کہانیاں مت کہو، نہیں تو مسافر راستہ بھول جائیں گے۔
- بعضے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ جو کوئی ''**قل اعوذ برب الناس**'' کا وظیفہ پڑھے اس کا ناس ہوجاتا ہے۔
- بعض عوام خصوصا عورتیں سمجھتی ہیں کہ ہر آدمی پر اس کی عمر کا تیسرا، آٹھواں، تیرھواں، اٹھارواں، اور اکیسواں، اڑتیسواں، تینتالیسواں، اڑتالیسواں سال بھاری ہوتا ہے۔
- اکثر عوام اور خصوصاً عورتیں مرض چیچک اور کنٹھی میں علاج کرانے کو برا سمجھتے ہیں۔
- بعض عورتیں ایسی عورت کے پاس کہ جس کے بچے اکثر مرجاتے ہیں خود جانے اور بیٹھنے سے رکتی ہیں اور اپنے بچوں کو بھی ایسی جگہ جانے سے روکتی ہیں، اور یوں کہتی ہیں کہ مرت بیائی لگ جائے گی۔
- مشہور ہے کہ جو عورت حالت حیض یا حمل میں فوت ہوجائے اس کا سنگل ڈال کر دفن کیا جائے، کیونکہ وہ ڈائن ہوجاتی ہے اور جو اسے ملے اسے کھا جاتی ہے۔
- مشہور ہے جہاں میت کو غسل دیا جائے وہاں تین دن چراغ روشن کیا جائے۔
- اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بلا ڈھڑک کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص پر میری مخالفت کرنے سے فلاں مصیبت آئی۔ [1]

یقینا یہ سارے خیالات غلط اور بے بنیاد اور شرعی اعتبار سے نادرست ہیں اور ان کا شمار طیرہ اور بدشگونی یا بیجا شگون ہی کے ضمن میں ہوتا ہے اور بعض چیزیں تمیمہ اور تعویذ گنڈوں کے زمرے میں آتی ہیں۔

۲۔ بدشگونی اور بدفالی کی سنگینی :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (طیرہ) بدشگونی کو (جبت) میں شمار کیا ہے، اور جبت کا مطلب جادو ہے، چنانچہ ابوداود کی اس روایت میں ہے جسے قطن بن قبیصہ اپنے والد کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ : ''**اَلْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ**''۔

''پرندوں کو اکسا کر شگون لینا، کسی بھی پرندے یا حیوان وغیرہ سے شگون لینا اور پیش گوئی کے لئے کنکڑ یاں پھینکنا

---

[1] ان میں سے بہت سی باتوں کے لئے دیکھئے: اغلاط العوام تھانوی صاحب و بڑوتوی صاحب۔

(یا ریت پر لکیریں بنانا) یہ سب جبت ہے''۔ ①

● جبت کا مطلب سحر (جادو) ہے اور یہ تفسیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ہے، اسے حضرت عمر سے بخاری نے تعلیقاروایت کیا ہے۔ ②

● اسلام نے بدشگونی سے بچنے کی تلقین کی ہے اور اس سے روکا ہے، چنانچہ سنن ابوداود اور سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

''الطِّيَرَةُ شِرْكٌ - ثَلَاثًا - وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلَكِنَّ اللَّهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''بدشگونی شرک ہے، تین بار (کہا) اور ہم میں سے ہر شخص (کے دل میں کچھ نہ کچھ خیال آہی جاتا ہے) مگر اللہ تعالیٰ توکل سے اسے دور کر دیتا ہے''۔ ③

● ہر شخص کے ذہن میں کبھی نہ کبھی کوئی بدشگونی کی بات آہی جاتی ہے :

(ومامنا)...

اس عبارت میں کچھ حذف پایا جاتا ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ :

''ہم میں سے ہر شخص کے ذہن میں کبھی نہ کبھی کوئی بدشگونی کی بات آہی جاتی ہے، اور اس کے دل میں اس کے متعلق کراہت پیدا ہو جاتی ہے، مگر اسے بطور اختصار حذف کر دیا ہے اور اسے سامع کی فہم پر چھوڑ دیا ہے، اور ترمذی میں وارد ہے کہ یہ بات ابن مسعود کے کلام کا جزء ہے، اور حدیث کا حصہ نہیں ہے''۔

اور اس کلام میں کہ (ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں بدشگونی کی کوئی نہ کوئی بات آہی جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے توکل کے ذریعہ دور کر دیتا ہے) اس بات کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس کے دل میں ایسی کوئی بات آجائے اور وہ خود کو اللہ کے سپرد کر دے اور بدشگونی کی پرواہ نہ کرے تو اس کیفیت پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور شگون لینے کو شرک اس لئے ٹھہرایا ہے کہ وہ اس سے نفع یا نقصان کے معتقد تھے، تو گویا انھوں نے اس چیز کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا دیا، اور یہ اعتقاد اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے اقوال میں مقررہ ضابطے کے خلاف ہے :

---

① سنن ابوداود : کتاب الطب : ۲۲/۴ ۔ نمبر ۳۹۰۷ ۔

② صحیح بخاری : کتاب التفسیر ، سورۃ النساء ، فتح الباری : ۲۵۱/۸ ۔ جبت کی تفسیر میں علماء کے دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔ دیکھیے : فتح الباری : ۲۵۲/۱۰ ۔

③ ابوداود : ۲۲/۴ ، حدیث نمبر : ۳۹۱۰ ، ترمذی : ۱۶۰/۴ حدیث نمبر : ۱۶۱۴ ، اور فرمایا کہ حدیث حسن صحیح ہے ، اور الفاظ ابوداود کے ہیں ۔

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾ [یونس:۱۰۷]۔

''اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں''۔

یقیناً اللہ ہی ضار و نافع (نفع نقصان کا مالک) ہے، اور ان پرندوں کو غیب کا علم ذرا بھی نہیں ہوتا، نہ ان کا دائیں جانا نفع بخش ہے نہ بائیں جانا نقصاندہ۔

- **ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

تطیر کا مطلب کسی دیکھی جانے والی یا سنی جانے والی چیز سے بدشگونی لینا ہوتا ہے، پھر اگر انسان اسے استعمال کرتا ہے اور اپنے سفر سے پلٹ جاتا ہے یا جس کام کے کرنے کا عزم کر چکا ہو اس سے باز آجاتا ہے تو سمجھ لو کہ اس نے شرک کا دروازہ کھٹکھٹا دیا ہے، بلکہ اس میں داخل ہو گیا ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل سے کنارہ کش ہو گیا ہے، اور اپنے نفس پر خوف اور غیر اللہ سے تعلق کا دروازہ کھول لیا ہے، اور دیکھی یا سنی جانے والی چیز سے بدشگونی پر کاربند ہو گیا ہے، اور یہ چیز مقام :

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحہ:۴]۔

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

اور ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [ھود:۱۲۳]۔

''پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے''۔

اور ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ [الشوریٰ:۱۰]۔

''جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں''۔

سے کاٹ دینے والی ہے۔

اس طرح اس کا دل عبادت اور توکل کے اعتبار سے غیر اللہ کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے، اور اس کے قلب وایمان اور حال کو فاسد کر دیتا ہے، اسے بدشگونی کے تیروں کا ہدف بنا دیتا ہے، اور وہ تمام حاجتوں کے متعلق اسی کی طرف ہانک دیا جاتا ہے، اور اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو اس کے دین اور دنیا کو برباد کر دیتا ہے، اور نہ جانے کتنے اسی کے سبب ہلاک اور دنیا وآخرت میں خائب وخاسر ہوئے۔

اور اس بدشگونی نے نہ جانے کتنے بندوں کو ان کی دنیا میں خسارے سے دوچار کیا اور بہت ساری بھلائیوں سے

محروم کر دیا۔ ہم نے نہ جانے کتنے گھروں کو دیکھا کہ انھوں نے ایک سنے ہوئے لفظ یا ایک دیکھے ہوئے خواب کی وجہ سے اپنی عزیز ترین بیٹی کی طے شدہ شادی منسوخ کر دی اور بچی کی مصلحت کو فراموش کر کے ایک سنہرا موقع گنوا دیا۔

کتنے تاجروں کو دیکھا کہ انھوں نے اپنا سفر ملتوی کر دیا اور کسی بدشگونی یا کسی جھوٹے دجال کی پیشینگوئی پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی تجارت کو نظر انداز کر دیا اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہ گئے۔

۳۔ بدشگونی کسی درست بنیاد پر قائم نہیں ہوتی ہے

بدشگونی کسی صحیح اساس پر قائم نہیں ہوتی ہے، اس کا دار و مدار صرف دل میں واقع ہونے والے توہمات اور تخیلات پر ہوتا ہے، بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے وارد کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا عَدْوَی ، وَ لَا طِیَرَةَ، وَ لَا هَامَةَ، وَ لَا صَفَرَ''۔

''کوئی بیماری (بذات خود) متعدی نہیں ہوتی، نہ شگون کوئی چیز ہے، نہ الو منحوس ہے (نہ مقتول میت کے پرندہ بن کر پیاس بجھانے کی صدا لگاتے رہنے کی کوئی حقیقت ہے) نہ پیٹ میں سانپ پیدا ہونے کی کوئی حقیقت ہے، جو متعدی بیماری کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ (نہ ماہ صفر کی نحوست میں کوئی صداقت ہے)''۔ ①

- اور بخاری نے حدیث میں وارد صفر کی تفسیر پیٹ میں لاحق ہونے والی ایک بیماری سے کی ہے اور اس حدیث کی تفسیر میں یہ بھی ایک قول ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں چند ایسے امور کی نفی فرمائی ہے اہل جاہلیت جن کا اعتقاد رکھتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ مریض بذات خود اپنے مرض کو کسی تندرست آدمی کی طرف منتقل کر دیتا ہے، ایسے ہی وہ اپنے اقدامات کا انجام معلوم کرنے کے لئے پرندوں کو اڑایا کرتے تھے، اور (لَا هَامَةَ) کہہ کر اہل عرب کے اس اعتقاد کی نفی کی گئی ہے کہ میت کی ہڈیاں اور اس کی روح ایک پرندے کی شکل اختیار کر جاتی ہیں اور وہ اڑتا ہے۔

اور (لَا صَفَرَ) کے ذریعہ اس اعتقاد کی نفی کی گئی ہے کہ ماہ صفر منحوس ہوتا ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ یہ آفتوں کا مہینہ ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نفی کی اور اس خیال کو باطل ٹھہرایا اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ ماہ صفر بھی دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے، حصول منفعت اور دفع مضرت میں اس کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔

ایسے ہی دنوں، راتوں اور گھڑیوں میں (اس اعتبار سے) باہم کوئی فرق نہیں ہے۔

- اہل جاہلیت بدھ کے دن کو منحوس گردانا کرتے تھے۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الطب، باب لاصفر، فتح الباری: ۱۰/۱۷۱، مسلم: ۴/۱۷۴۲، حدیث نمبر ۲۲۲۰۔

● اور ماہ شوال میں نکاح کرنے میں خاص طور سے انہیں بدشگونی اور نحوست کا خیال آتا تھا، اسی اعتقاد کی نفی کرنے کے لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ماہ شوال ہی میں شادی کی تھی، بتاؤ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون تھا ؟ ①

● **دنوں اور گھڑیوں کو منحوس سمجھنے کے متعلق ایک آیت سے استدلال :**

کچھ لوگ جو بعض ایام اور گھڑیوں کو منحوس سمجھتے ہیں وہ اپنے اس اعتقاد کی صحت پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر نازل ہونے والے عذاب کا وصف بیان فرمایا ہے :

﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيحٗا صَرۡصَرٗا فِي يَوۡمِ نَحۡسٖ مُّسۡتَمِرّٖ﴾ [القمر:۱۹]۔

''ہم نے ان پر تیز وتند مسلسل چلنے والی ہوا، ایک پیہم منحوس دن میں بھیج دی''۔

اور ﴿فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيحٗا صَرۡصَرٗا فِيٓ أَيَّامٖ نَّحِسَاتٖ﴾ [فصلت:۱۶]۔

''بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز وتند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی''۔

ان کا کہنا یہ ہے کہ دیکھیے ان آیات میں قرآن خود ہماری رہنمائی اس بات کی طرف کرتا ہے کہ دنوں میں بھی نحوست اور برکت وخوش بختی ہوتی ہے۔

ان لوگوں کی تردید کے لئے۔جیسا کہ علامہ آلوسی نے فرمایا۔یہی کافی ہے کہ قوم عاد کا حادثہ تو ہفتے کے سارے ایام کا احاطہ کئے ہوئے ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٖ وَثَمَٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومٗا﴾ [الحاقۃ:۷]۔

''جسے ان پر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک (اللہ نے) مسلط رکھا''۔

لہٰذا اگر اسی وجہ سے دنوں کو منحوس قرار دیا جائے تو پھر ہفتے کا کون سا ایسا دن ہے جو اس سے خالی رہا ہے؟

حق یہی ہے کہ سارے ایام یکساں ہیں، کوئی بھی دن نحوست کے لئے مخصوص ہے نہ کسی کو برکت کے ساتھ اختصاص حاصل ہے، اور ساری گھڑیوں کا معاملہ ایسا ہے کہ کوئی گھڑی حصول خیر یا حصول شر کے اعتبار سے کسی کے لئے بابرکت اور کسی کے لئے منحوس ثابت ہوتی ہے، اس لئے اگر کسی حادثے کے واقع ہونے کی وجہ سے کسی دن کو منحوس سمجھا جاتا ہے تو دیگر ایام کو بھی حادثوں کے وقوع کی وجہ سے منحوس سمجھنا چاہیے، اور دن میں رات اور رات میں دن تو داخل ہی اسی لئے ہوتے رہتے ہیں کہ ان میں کچھ واقعات اور حادثات رونما ہوتے رہیں، مگر ان میں رونما

① دیکھیے : فتاویٰ ورسائل الشیخ محمد بن ابراہیم : ۱/۱۶۷ ، یہ حدیث مسلم میں بھی موجود ہے ، دیکھیے : حدیث نمبر : ۱۴۲۳ ۔

ہونے والے واقعات میں ان کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی ہے، اور وقت یا مقام یا چیزوں کا کسی نحوست یا برکت میں کوئی کردار نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ بدشگونی کا علاج :

کوئی سوال کرنے والا یہ پوچھ سکتا ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے دل میں پیدا ہونے والے بدشگونی اور نحوست کے خیال کو دور نہیں کر پاتا ہے، تب ایسی صورت میں وہ کیا کرے ؟

اس کا جواب : یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کی پیروی سے باز رہے اور انہیں خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنا کام کرتا رہے۔

صحیح مسلم میں حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! ہم لوگ جاہلیت کے زمانے میں بدشگونی لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا :

''ذَاکَ شَيْئٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِيْ نَفْسِهِ، فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ''۔

''یہ ایک ایسی چیز ہے جسے تم میں سے کوئی بھی اپنے دل میں محسوس کرسکتا ہے، مگر ایسی صورت میں اسے اپنے کام سے رکنا نہیں چاہئے''۔ ①

اور سنن ابوداود میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی چیز سے بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے، اور جب آپ اپنے کسی عامل (سرکاری ذمہ دار) کو بھیجتے تھے تو پہلے اس کا نام پوچھتے تھے، جب آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو اس کی خوشی آپ کے چہرے پر نظر آنے لگتی تھی، اور اگر اس کا نام آپ کو ناپسند لگتا تو اس کی کراہیت بھی آپ کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتی تھی، اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام پوچھتے تھے، پھر اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو آپ اس سے خوش ہوتے تھے، اور اس خوشی کا اثر آپ کے چہرے پر نظر آتا تھا، اور اگر اس کا نام ناپسند ہوتا تو اس کا بھی اثر آپ کے چہرے پر دکھائی دیتا تھا''۔ ②

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بدشگونی کا علاج یہی ہے کہ ہم اس کی وجہ سے اپنے اس کام کو ترک نہ کریں جس کے کرنے کا عزم کر چکے ہوں، اور اللہ سے اعانت طلب کرتے ہوئے اور اس پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھتے جائیں۔ اور بعض آثار میں ایسے موقع پر حسب ذیل وظیفہ وارد ہوا ہے :

---

① صحیح مسلم : ۱۷۴۸/۴۔ ② ترمذی : ۲۵/۴ ، حدیث نمبر : ۳۹۲۰۔

''اللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ ، وَ لَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ''۔

''اے اللہ بھلائیاں فراہم کرنے والا بس تو ہی ہے، اور برائیوں کو دور کرنے والا بھی تو ہی ہے، اور تیری مدد کے بغیر کوئی طاقت وقوت کارگر نہیں ہے''۔ ①

• دل میں بدشگونی کا خیال آنے پر پڑھنے کی ایک صحیح دعا اور کفارہ :

اور احمد نے اپنی مسند میں اور ابن سنی نے بسند صحیح عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ'' ''بدشگونی نے جسے اپنی ضرورت سے پھیر دیا اس نے شرک کیا''۔

لوگوں نے پوچھا اس کا کفارہ کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا : یہ کہو کہ :

''اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ''۔

''اے اللہ! تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی ہے، نہ تیرے شگون کے سوا کوئی شگون ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں''۔

۵۔ نحوست تین چیزوں میں ہے :

اگر یہ کہا جائے کہ ایک طرف تو بدشگونی سے روکا گیا ہے اور دوسری طرف بعض احادیث میں ثابت ہے کہ فرمایا گیا : نحوست تین چیزوں میں ہے : گھر، عورت اور گھوڑے میں، جیسا کہ عبداللہ بن عمر کی روایت کردہ حدیث میں وارد ہے کہ :

''لَا عَدْوَى وَ لَا طِيَرَةَ، وَ إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِيْ ثَلَاثٍ : فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَ الدَّارِ''۔

''نہ کوئی بیماری (بذات خود) متعدی ہے، نہ بدشگونی کوئی چیز ہے، اور نحوست تین ہی چیزوں میں ہوتی ہے : گھوڑے، عورت اور گھر میں''۔ ②

اور ایک روایت میں ہے :

① اس حدیث کو ابوداود نے سنن میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند پر کلام ہے اس لئے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا گیا ہے۔

② بخاری : ۵۷۵۳ ، مسلم : ۲۲۲۵ ۔

''ذَكَرُوْا الشُّوْمَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: "إِنْ كَانَ الشُّوْمُ فِيْ شَيْئٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ"''۔

''لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس نحوست کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا : نحوست اگر کسی چیز میں ہوتو وہ گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوسکتی ہے''۔ ①

علامہ نووی فرماتے ہیں :

''اس حدیث کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ امام مالک اور ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ اپنے ظاہر پر ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کبھی کبھی کسی گھر کی سکونت کو باعث نقصان وہلاکت بنا دیتا ہے، اسی طرح کسی معین عورت، گھوڑے یا خادم کا حصول بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی وجہ سے ہلاکت کا موجب ہوتا ہے، اور اس کا مطلب یہی ہے کہ کبھی کبھی ان تینوں چیزوں میں نحوست ظاہر ہوجاتی ہے جیسے کہ :

''إِنْ يَكُنِ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْئٍ'' ''اگر نحوست کسی چیز میں ہو''۔

والی روایت میں اس کی صراحت وارد ہے، اور خطابی اور دیگر بہت سے علماء فرماتے ہیں :

یہ (طیرۃ) بدشگونی سے استثناء کے معنی میں ہے، یعنی بدشگونی منع ہے مگر یہ کہ وہ کسی گھر سے متعلق ہو جس میں آدمی رہتا ہے، یا ایسی عورت کا معاملہ ہو جو اسے ناپسند ہو، یا کوئی ناپسندیدہ گھوڑا یا خادم ہو تو وہ ان سب سے فروخت وغیرہ کے ذریعہ جدا ہوجائے اور عورت بیوی ہو تو اسے طلاق دے دے۔

اور دوسروں نے کہا : گھر کی نحوست اس کی تنگی اور اس کے پڑوسیوں کی اذیت رسانی ہے، عورت کی نحوست اس کا بانجھ ہونا یا زبان دراز ہونا اور مشکوک زندگی گزارنا ہے، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ اس پر غزوہ نہ کیا جائے، یا اس کی عادت چلتے چلتے رک جانے یا ہٹ دکھانے کی ہو، اور اس کی قیمت زیادہ ہو، اور خادم کی نحوست اس کی بدمزاجی، کام چوری اور مفوضہ امور میں غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ یہاں نحوست سے مراد ہم آہنگی اور موافقت کا فقدان ہے۔

کچھ ملحدوں نے ''لا طیرۃ'' بدشگونی نہیں ہے، والی حدیث سے اس پر اعتراض کیا ہے۔

ابن قتیبہ وغیرہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ''لا طیرۃ'' سے مخصوص ہے کہ ''إلا فی هذه الثلاث'' یعنی بدشگونی یا نحوست صرف ان تین چیزوں ہی میں درست ہے''۔

---

① بخاری : ۵۰۹۴۔

قاضی فرماتے ہیں :

''احادیث میں واردان سابقہ فصول میں جامع تین قسمیں ہیں :

اول : جس سے ضرر واقع ہو، نہ عمومی یا خصوصی معمول کے اعتبار سے اس کا تسلسل ثابت ہو، تو اس چیز کی طرف توجہ ہی نہیں دی جائے گی، اور شریعت ایسی چیزوں کی طرف توجہ کو منکر ٹھہراتی ہے، اور وہ ہے ''بدشگونی''۔

دوم : جس کی وجہ سے ضرر عام ہو، کسی کے ساتھ خاص نہ ہو، اور وہ چیز نادر ہو، بار بار نہ آتی ہو، جیسے وباء کا معاملہ ہے تو نہ وہاں جایا جائے گا، نہ وہاں سے بھاگا جائے گا۔

سوم : جو چیز خاص ہوتی ہے عام نہیں ہوتی ہے مثلاً گھر، گھوڑا اور عورت، تو اس سے فرار مباح ہے۔''[1]

بدشگونی اسی کو لاحق ہوتی ہے جو اس کا قائل ہوتا ہے

- **اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ :**

ایک دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ان تینوں چیزوں میں نحوست اسے لاحق ہوتی ہے جو ان سے بدشگونی لیتا ہے اور انہیں منحوس گردانتا ہے، اسی لئے ان کی نحوست اس پر آجاتی ہے، اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اور نحوست و بدشگونی کا خیال نہیں لیتا وہ اس کے لئے منحوس نہیں ہوتی ہیں۔

اس کے لئے وہ حدیث انس سے استدلال کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ :

''اَلطِّيَرَةُ عَلٰى مَنْ تَطَيَّرَ'' ''نحوست اسی پر آتی ہے جو بدشگونی لیتا ہے''۔[2]

اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندے کی بدشگونی اور نحوست کے خیال کو اس کے لئے مکروہ کے حلول کا سبب بنا دیتا ہے (یعنی اسی وجہ سے اس پر مصیبت آجاتی ہے)، ٹھیک اسی طرح جیسے وہ خود پر اعتماد و توکل کرنے اور امید و بیم کو اپنی ہی ذات کے ساتھ منفرد رکھنے والے کے (اس اعتماد و یقین اور امید و خوف کو) اس شر سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے عظیم ترین اسباب میں سے بنا دیتا ہے جس کا بدشگونی کے ذریعہ اندیشہ اور خوف ہوتا ہے۔

---

① شرح نووی علی مسلم : ۲۲۱/۱۴ ۔

② اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے حسن کہا ہے ، دیکھئے : **التعليقات الحسان : ٦٠٩٠ ۔**

اور اس کا راز یہ ہے کہ بدشگونی شرک باللہ، غیر اللہ سے خوف اور اللہ پر عدم توکل اور عدم اعتماد پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے بدشگونی کا قائل شر اور بلاؤں کے تیروں کا نشانا ہوا کرتا ہے اور وہ بہت تیزی سے اس پر اثر انداز ہوجاتی ہیں، کیونکہ اس کے پاس توحید کی زرہ اور توکل کی بچانے والے ڈھال نہیں ہوتی ہے، اور جو بھی اللہ کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہے وہی اس پر مسلط کردی جاتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے اللہ کے ساتھ کسی غیر سے محبت کرنے والے کے لئے اسی غیر کو عذاب کا ذریعہ بنادیا جاتا ہے، اور جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ سے امیدوار ہوتا ہے تو اسی سے اس کے ہاتھ مایوسی لگتی ہے اور وہی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، اور یہ ایسے امور ہیں جن کا تجربہ ہی کافی دلیل ہے اور اس کے لئے الگ سے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔

نفس میں بدشگونی تو یقیناً پیدا ہوتی ہے مگر مضبوط ایمان والا مومن اپنی بدشگونی کے موجب کو توکل علی اللہ سے دفع کردیتا ہے، اس لئے کہ جو فقط اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اپنے غیر سے اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ ٱلْقُرْءَانَ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ ﴿٩٨﴾ إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾ إِنَّمَا سُلْطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشْرِكُونَ﴾ [النحل:٩٨-١٠٠]۔

”قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں“۔

اسی لئے ابن مسعود نے فرمایا تھا :

”وما منا إلا“ ”یعنی ہم میں سے ہر شخص کے دل میں بدشگونی کا خیال آتا ہے“۔

”ولكن الله يذهبه بالتوكل“ ”مگر اللہ توکل سے اسے لے جاتا ہے“۔

اور اسی کی ترجمانی زبان بن سیار نے اپنے حسب ذیل اشعار میں کی ہے :

أَطَارَ الطَّيْرَ إِذْ سِرْنَا زِيَادٌ لِتُخْبِرَنَا وَمَا فِيْهَا خَبِيْرُ

أَقَامَ كَأَنَّ لُقْمَانَ بْنَ عَادٍ أَشَارَ لَهُ بِحِكْمَتِهِ مُشِيْرُ

تَعَلَّمْ أَنَّهُ لَا طَيْرَ إِلَّا عَلَى مُتَطَيِّرٍ وَهُوَ الثُّبُوْرُ

جب ہم چلے تو زیاد نے پرندہ اڑایا، تاکہ وہ ہمیں خبر دے حالانکہ اس میں خبر دینے کی صلاحیت نہیں ہے۔

یوں رکا رہا جیسے لقمان بن عاد نے اسے اپنی حکمت سے مشورہ دے دیا ہو۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ بدشگونی صرف اس کے لینے والے پر آتی ہے اور ہلاکت اسی کا نصیبہ ہوتی ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ :

ممکن ہے جو نحوست گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جو ان سے بدشگونی لیتے ہوں اور انہیں منحوس گردانتے ہوں، مگر جو صرف اللہ پر توکل کرے، فقط اسی سے ڈرے، اور بدشگونی اور نحوست کا قائل نہ ہو تو گھوڑا، عورت اور گھر اس کے حق میں منحوس نہیں ہوں گے۔

- **دوسرے گروہ کی رائے :**

اور ایک دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ :

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدشگونی کو ابھارنے والے ان اسباب کی خبر دی ہے جو غریزوں میں مخفی ہوتے ہیں، یعنی لوگوں کے غریزوں میں بدشگونی کو ابھارنے والی یہی تین چیزیں ہوتی ہیں، اس لئے آپ نے ہمیں اس سے آگاہ فرما دیا ہے تاکہ ہم ان سے محتاط رہیں، چنانچہ فرمایا : ''نحوست گھر، گھوڑے اور عورت میں ہوتی ہے''، یعنی حوادث ان اشیاء کے ساتھ کثرت سے واقع ہوتے ہیں، اور جو مصیبتیں ان کے پاس کثرت سے واقع ہوتی ہیں وہ لوگوں کو ان سے بدشگونی لینے کی طرف کھینچ لے جاتی ہیں، اس لئے کہہ دیا کہ ''ان میں نحوست ہوتی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں پر ان میں نحوست کا سامان مقدر کر دیتا ہے اور کچھ لوگوں پر نہیں کرتا ہے۔

- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اس طرح کا خطاب اس لئے فرمایا کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات مسلم ہو چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدشگونی کو باطل ٹھہراتے ہیں اور کسی چیز کے بذات خود متعدی ہونے کا انکار کرتے ہیں، اس لئے جیسا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد : **''لَا يُوْرَدُ الْمُمْرِضُ عَلٰى الْمُصِحِّ''** کے متعلق پہلے استفسار کیا تھا اس طرح اس کے متعلق نہیں پوچھا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے اس حدیث کے متعلق کہ ''تندرست کو مریض پر نہ لا جائے'' یہ پوچھا تھا کہ اللہ کے رسول! اس کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے انہیں بتایا تھا کہ انہیں اس اذیت کا خوف تھا جو مریض سے تندرست کو لاحق

ہوگی، اس میں متعدی سمجھنے کی کوئی بات نہیں تھی؛ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو باہمی مودت، ایک دوسرے کے درمیان خوشی پیدا کرنے اور بہتر درگزر کا معاملہ کرنے کا حکم دیا تھا، اور باہمی طور پر قطع تعلق، نفرت اور اذیت رسانی سے منع فرمایا تھا۔

لہٰذا جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدشگونی یا نحوست کو اشیاء میں سے کسی چیز کی طرف یوں منسوب کیا ہے کہ وہ اللہ کے سوا اس ضمن میں موثر ہوتے ہیں تو اس نے اللہ پر اور اس کے رسول پر زبردست بہتان باندھا اور بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

● نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدا بدشگونی اور عدوی (متعدی ہونے) کی نفی سے فرمائی اس کے بعد ارشاد ہوا:

''نحوست تین چیزوں میں ہے اور ایسا اس لئے فرمایا تا کہ عدوی اور بدشگونی کا وہم ان تین چیزوں سے بھی کاٹ دیا جائے جن کے متعلق فرمایا کہ نحوست ان میں ہوتی ہے اس لئے فرمایا: ''کوئی چیز (بذات خود) متعدی نہیں ہوتی، نہ بدشگونی درست ہے، اور نحوست تین چیزوں میں ہے'' جس کی خبر آخر میں دینی تھی اسے انہیں اس لئے جلد بتا دیا تا کہ ''نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے'' سے متعدی ہونے اور بدشگونی کا وہم پیدا ہونے کا جو احتمال ہے اسے فاسد ٹھہرا دیا جائے۔

حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان تین چیزوں میں نحوست کی خبر دی ہے تو اس میں بدشگونی کا اثبات نہیں ہے، اس کی غایت بس یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ منحوس اعیان پیدا کئے ہیں جو ان سے قریب ہوگا یا وہاں سکونت اختیار کرے گا وہ ان کی نحوست کا شکار ہوگا، جبکہ کچھ اعیان مبارک ہوتے ہیں، جو ان سے قریب ہوتا ہے اسے ان سے کبھی نحوست یا شر کا سامنا نہیں ہوتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کچھ والدین کو ایسا لڑکا عطا کرتا ہے جو مبارک ہوتا ہے اور ان دونوں کو اس کا خیر اس کے چہرے پر نظر آتا ہے، اور دوسرے کچھ والدین کو منحوس لڑکا عطا کرتا ہے اور اس کا شر ان دونوں کو اس کے چہرے پر دکھائی دیتا ہے، ایسے ہی بندے کو جو منصب اور ملازمت وغیرہ ملتی ہے اس کا معاملہ بھی اسی طرح ہوتا ہے، اور یہی بات گھر، عورت اور گھوڑے میں بھی پائی جاتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی نے خیر وشر اور برکت ونحوست پیدا کی ہے، پھر وہ ان بعض اعیان کو بابرکت اور خوش بختی کا حامل بنا کر پیدا کرتا ہے اور اس کا فیصلہ ہوتا ہے کہ جو بھی ان کے قریب جائے وہ ان کی برکت اور سعادت سے فیضیاب ہو، اور بعض اعیان کو منحوس پیدا کرتا ہے اور جو بھی ان کے قریب جاتا ہے وہ ان کی

نحوست کا شکار ہوتا ہے، اور یہ سب کچھ اللہ کی تقدیر اور قضا سے ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے سارے اسباب پیدا کئے ہیں اور انہیں ان کے متضاد ومختلف اسباب سے مربوط کر دیا ہے، جیسے اس نے خوشبو کی حامل ذوات سے مشک وغیرہ خوشبودار چیزیں پیدا کی ہیں جو اپنے قریب آنے والوں کو لذت سے ہمکنار کرتی ہیں، اور اس کی ضد کی بھی تخلیق فرمائی اور اسے اپنے قریب آنے والوں کے لئے باعث الم بنا دیا ہے۔ اور ان دونوں قسموں کے درمیان جو فرق ہے اس کا ادراک حس کے ذریعہ بخوبی ہو جاتا ہے، اور ایسی ہی بات گھروں، عورتوں اور گھوڑوں میں بھی پائی جاتی ہے، لہٰذا یہ ایک الگ چیز ہے اور بدشگونی الگ شیٔ ہے''۔ ①

- **موضوع زیر بحث میں علامہ البانی کی رائے :**

''اَلشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَ الْفَرَسِ'' والی حدیث کی توجیہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ : اَلطِّيَرَةُ مِنَ الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ''

''اہل جاہلیت : گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست کے قائل تھے''۔ ②

اس کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں :

خلاصۂ کلام یہی ہے کہ حدیث کے الفاظ میں رواۃ کا اختلاف ہے، کچھ لوگوں نے تو اسے بالکل ایسے ہی روایت کیا ہے جیسا حدیث ترجمہ میں ہے، اور کچھ لوگوں نے اس کے شروع میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے جن سے بدشگونی یا نحوست کی نفی ہوتی ہے۔ اور وہ دونوں ہم معنی ہیں جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ اور اکثریت اسی پر ہے، اور حقیقت میں ان ہی کی روایت راجح ہے، کیونکہ ان کے پاس مزید علم ہے، اس لئے اسے قبول کرنا واجب ہے، اور اس کی تائید حدیث عائشہ سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ وارد ہے کہ یہ بات اہل جاہلیت کہا کرتے تھے، اور زرکشی نے ''الإجابة'' (ص ۱۲۸) پر فرمایا : بعض ائمہ نے کہا : عائشہ کی روایت اس موضوع پر ان شاء اللہ صواب کے زیادہ قرین ہے (مراد ابوہریرہ کی حدیث کے مقابلے میں) اس لئے کہ حدیث عائشہ بدشگونی کے متعلق آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کی عام ممانعت، اس کی کراہت اور اس کے ترک کی ترغیب کے موافق ہے جو آپ نے اپنے اس ملفوظ میں ارشاد فرمائی تھی کہ :

---

① مفتاح دارالسعادۃ : ۱۵۵۳-۱۵۵۶۔

② احمد : ۲۶۰۸۸ ، حاکم : ۳۷۸۸ ، صحیح الجامع : ۴۴۵۲ ، حدیث کی راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں ۔

''جنت میں ستر ہزار لوگ بلاحساب جائیں گے، اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو داغواتے ہیں، نہ رقیہ طلب کرتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں''۔

میں کہتا ہوں : انھوں نے اپنے قول : ''بعض ائمہ'' سے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے، جو''مشکل الآثار''اور اسی طرح''شرح معاني الآثار''میں حضرت عائشہ کی مذکورہ حدیث کی ترجیح کی طرف گئے ہیں، اور اسی پر انھوں نے اس موضوع پر اپنی بحث کو ختم کیا ہے، اور حدیث سعد اور اس کی ہم معنی حدیثوں کے متعلق فرمایا : ''اس حدیث میں وہ بات پائی جاتی ہے جس کی دلالت اپنے ماقبل کی حدیث سے مختلف ہے، (مراد ابن عمر کی حدیث بروایت عتبہ بن مسلم اور ابن عمر سے اسی کے ہم معنی دیگر روایتیں ہیں) اور یہ یوں کہ حضرت سعد نے سعید کو ڈپٹ دیا تھا جب انھوں نے ان سے بدشگونی کا ذکر کیا تھا، اس کے بعد فرمایا تھا :

''إِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ''

''اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو وہ عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی''۔

اس میں یہ نہیں بتایا تھا کہ نحوست ان میں ہوتی ہے، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اگر کسی چیز میں (نحوست) ہوتی تو ان میں ہوتی، یعنی اگر کسی چیز میں نحوست کے پائے جانے کا امکان ہوتا تو ان چیزوں میں ہوتا، لہٰذا جب ان تین چیزوں میں بھی نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں نہیں ہے''۔ [1]

- **اسی موضوع سے متعلق ایک سوال ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا جو حسب ذیل ہے :**

سوال : صحیحین میں وارد ابن عمر کی حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''اَلشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَ الْفَرَسِ'' ''نحوست عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوتی ہے''۔

اس حدیث کی فقہ کیا ہے؟

شیخ : یہ حدیث دو الفاظ میں وارد ہے جن میں سے ایک تو یہی ہے :''الشؤم''اور دوسرا لفظ اسی کا ہم معنی : ''إنما الشؤم''ہے۔ مگر صحیح لفظ یہ ہے کہ : ''لَوْكَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ'' اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو وہ ان تین قسموں میں ہوتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کردہ حدیث میں اعتماد اسی پر ہے کہ ''اگر نحوست ہوتی'' اس لئے کہ دیگر الفاظ

[1] الصحيحة : ٦٨٩/٢ ، ٦٩٢ ، ٦٩٣ ، موسوعة الالباني في العقيدة ، نمبر : ٤٤١ ۔

روایتاً مرجوح ہونے کے ساتھ ہی ان صریح نصوص کے بھی مخالف ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ : ''اسلام میں نحوست ہوتی ہی نہیں ہے''.. لَاطِيَرَةَ فِي الْإِسْلَامِ، جی ہاں! رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے تو بدشگونی سے منع فرمایا ہے پھر آپ خود ہی گھر، عورت اور گھوڑے میں اس کا اثبات اور جزم کیوں کر فرما سکتے ہیں؟ نہیں بھائی! روایتاً یہ شاذ ہے، محفوظ اور صحیح روایت تو یہی ہے :

''لَوْكَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْئٍ لَكَانَ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرْسِ''

''اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو وہ عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوتی''۔

اس سوال کا جواب یہی ہے۔ ①

۶۔ گھروں اور سواریوں میں نحوست کے پیش کردہ نمونے :

سنن ابوداود میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا :

''يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي دَارٍ كَثِيرٌ فِيهَا عَدَدُنَا، وَكَثِيرٌ فِيهَا أَمْوَالُنَا، فَتَحَوَّلْنَا إِلَى دَارٍ أُخْرَى فَقَلَّ فِيهَا عَدَدُنَا وَقَلَّتْ فِيهَا أَمْوَالُنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَرُوهَا ذَمِيمَةً''۔

''اے اللہ کے رسول ہم ایک ایسے گھر میں تھے جس میں ہماری تعداد بڑھ گئی تھی، مال میں بھی اضافہ ہوا تھا، پھر ہم ایک دوسرے گھر میں منتقل ہو گئے، اور وہاں ہماری تعداد گھٹ گئی، اور مال میں بھی کمی آ گئی؟''۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اسے برا جان کر چھوڑ دو۔ ②

● گھر چھوڑ دینے والی حدیث کے متعلق ابن اثیر کی رائے :

ابن اثیر ''دعوها ذميمة'' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''اسے برا جان کر چھوڑ دو، انہیں گھر بدل دینے کا حکم اس لئے دیا تھا تا کہ ان کے دل میں جو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اس تکلیف دہ صورت حال کا سامنا انہیں اس گھر اور وہاں کی سکونت کی وجہ سے ہوا تھا وہ دور ہو جائے

① فتاویٰ جدہ : ۱۱/۱۱۴ : ۰۸ : ۰۱ ، موسوعة الالباني في العقيدة ، نمبر : ۴۴۲ ۔

② سنن ابوداود : ۴/۲۶ ۔ حدیث نمبر : ۳۹۲۴ ۔

گا، اور جب وہ وہاں سے منتقل ہو جائیں گے تو اس وہم کا مادہ ہی منقطع ہو جائے گا، اور جو فاسد شبہ اور وہم پیدا ہوا تھا وہ جاتا رہے گا۔ واللہ اعلم۔'' ①

اور موطا میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا :

''دَارٌ سَكَنَّاهَا، وَالْعَدَدُ كَثِيْرٌ، وَالْمَالُ وَافِرٌ، فَقَلَّ الْعَدَدُ وَذَهَبَ الْمَالُ''۔

''ایک گھر ہے جب ہم وہاں رہنے آئے تو تعداد بڑی تھی، مال کافی تھا، مگر تعداد بھی گھٹ گئی اور مال بھی جاتا رہا؟''۔

آپ نے فرمایا : ''دَعُوْهَا ذَمِيْمَةً'' ''اسے برا جان کر چھوڑ دو''۔

• مذکورہ حدیث کے متعلق ابن قیم کی شرح :

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''تحولوا عنها'' اسے بدل دو :

''اس میں بدشگونی کا وہ مفہوم بالکل نہیں جس سے منع فرمادیا ہے، مگر جب ان کے دلوں میں اس (گھر) کے متعلق ایک بات پیدا ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مصلحتوں اور فائدوں کی وجہ سے اسے چھوڑ دینے کا حکم دیا:

ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ :

جس مکان میں ان کے ساتھ وہ تکلیف دہ صورت حال پیش آئی اور انہیں آفتوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے متعلق ان کے دل میں گرانی اور وحشت سی پیدا ہو چلی تھی اور اس جگہ کو چھوڑ دینے سے انہیں فوری طور پر اس کیفیت سے راحت مل جاتی اور ماحول کے بدلنے سے ان کا رنج وغم اور ذہنی دباؤ ہلکا ہو جاتا اور گھبراہٹ رفع ہو جاتی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے غرائز اور ترکیب میں یہ بات رکھ دی ہے کہ جہاں انہیں کسی شر اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اس جگہ سے انہیں گرانی اور تکلیف ہوتی ہے گو اس اذیت میں وہ کوئی سبب بنا ہو نہ اس کا کوئی عمل دخل رہا ہو، اور جن کے ہاتھوں انہیں خیر کا حصول ہوتا ہے وہ انہیں محبوب ہوتے ہیں گو انھوں نے بالارادہ انہیں فائدہ نہ پہنچایا ہو بلکہ اتفاقیہ ایسا ہو گیا ہو۔

لہٰذا جہاں سے انہیں ناپسندیدگی کا سامنا ہوا انہیں اس جگہ کو بدل دینے کا حکم فرمایا؛ کیونکہ اللہ عزوجل نے

① جامع الاصول : ۶۴۱/۷۔

انہیں رحمت بنا کر بھیجا تھا، وہ عذاب بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے، انہیں آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا تھا، وہ لوگوں کو مشکل اور تنگی میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے، تو پھر آپ اسی جگہ انہیں مقام کرنے کا حکم کیونکر دے سکتے تھے جس جگہ سکونت میں انہیں غم واندوہ لاحق ہوا تھا، اور وہاں فوت ہونے والوں کی کثرت سے وہ وحشت زدہ ہو گئے تھے، پھر وہاں ٹھہرنے میں نہ کوئی فائدہ تھا نہ وہ کوئی نیکی کی بات تھی اور نہ اس سے تقویٰ وہدایت ہی میں کوئی اضافہ ہونے والا تھا؟!

بالخصوص اس حکم پر -ان کے دلوں کو جو رنج وملال لاحق ہوا تھا اس کے بعد تو- وہاں ان کا طول مقام انہیں بدشگونی اور نحوست کے خیال کی طرف لے جا سکتا تھا اور ان کے دلوں میں اس سے متعلق منفی اعتقاد پیدا ہو سکتا تھا اور اس طرح وہ دو سنگین صورت حال سے دوچار ہو جاتے :

ایک تو یہ کہ : وہ شرک میں مبتلا ہو جاتے۔

اور دوم یہ کہ : بدشگونی کی وجہ سے انہیں ایک دوسری مصیبت کا بھی سامنا ہوتا جو نحوست اور بدشگونی کا اعتقاد رکھنے والوں کو لاحق ہو جاتی ہے۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے -اپنے کمال رحمت ورأفت سے- انہیں اس گھر میں رہ کر ان دونوں مکروہوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنے سے بچا لیا، اور انہیں مقام بدل دینے کا حکم دیا، پھر اس سے انہیں دنیا میں کوئی ضرر لاحق ہونے والا تھا نہ دین میں کوئی کمی آتی تھی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کے سوال سے یہ سمجھ لیا کہ وہ وہاں سے کوچ کے متعلق حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کہیں ان کے لئے نقصان دہ اور انہیں بدشگونی کی طرف لے جانے والا تو نہیں ہے؟ تو فرمایا کہ : ''اسے برا جان کر چھوڑ دو''۔

اور یہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جو کسی طاعون زدہ مقام سے راہ فرار اختیار کئے بغیر نکل جاتا ہو۔

اور جب گھر میں لوگوں کو پے در پے مصیبتوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، ان پر رزق کی تنگی آن پڑی ہو، وہاں سے انہیں توحید کی سلامتی کے باوجود اگر کوچ کرنے سے روک دیا جائے تو اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ جس پر کسی شہر میں رزق کی تنگی آن پڑی ہو وہ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے شہر منتقل نہیں ہو سکتا ہے، اور جس کی صناعت کا فائدہ وہاں کم ہو وہ کسی اور جگہ نہیں جا سکتا ہے''۔ ①

① مفتاح دارالسعادة : ۱۵۵۷-۱۵۵۸ ۔

منحوس طیارہ (ہوائی جہاز)

(Lockeed Constellation) ٹائپ کا چار انجنوں والا بھاری بھرکم مسافر بردار ہوائی جہاز منحوس ثابت ہونے والی سواریوں کا ایک نمونہ ہے، اس جہاز کی نحوست کا سلسلہ ماہ جولائی ۱۹۴۵ء سے شروع ہوا، اس کا آغاز ایک ایسے حادثے سے ہوا جس کا شکار ایک مینٹیننس ورکر ہوا، جب وہ ورکر ایک انجن کے پاس اس کی صفائی کے لئے پہنچا تو اچانک انجن اسٹارٹ ہوگیا اور وہ اس کی زد میں آکر مارا گیا، اسکے ایک سال بعد ۹/جولائی ۱۹۴۶ء کو اس طیارے کا کیپٹن آرتھر لویس اپنے کیبن میں بیٹھے بیٹھے دل کے دورے میں وفات گیا اور اس وقت طیارہ اٹلانٹک کے اوپر پرواز کر رہا تھا، پھر ٹھیک ایک سال بعد ۹/جولائی ۱۹۴۷ء کو جہاز کا ایک انجن اڑنے کے تھوڑی ہی دیر بعد پھٹ گیا، اور کیپٹن کے کیبن میں زبردست آگ لگ گئی، اگر کیپٹن اور اس کا اسٹنٹ معجزاتی طور پر طیارے کو زمین پر اتارنے میں کامیاب نہ ہوجاتے تو بہت بڑا حادثہ رونما ہوگیا ہوتا، آنے والا سال ۱۹۴۸ء حوادث کے بغیر گزر گیا، مگر ۱۰/جولائی ۱۹۴۹ء کو جہاز شیکاگو کے قریب گر کر تباہ ہوگیا اور اس کے سارے مسافر مارے گئے۔

منحوس کار

گاڑیوں کی نحوست کا ایک مشہور نمونہ آسٹیریا اور ہنگری کے ولیعہد (فرانسس فرڈینڈ) کی کار بھی ہے جسے سرائیفوسٹی میں ایک صربین اسٹونٹ نے ۱۹۱۴ء میں گاڑی پر سوار ہوتے وقت قتل کر دیا تھا، اس حادثے میں اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ ہی ماری گئی تھی، اور یہی وہ حادثہ تھا جس نے پہلی عالمگیر جنگ کی آگ بھڑکائی تھی، اور جنگ کے آغاز کے کچھ ہی دنوں بعد وہ گاڑی آسٹیریا کے قومی قائد جنرل (پوٹیورک) کے قبضے میں آئی، اور چند ہی ہفتوں کے بعد (فالکیفو) میں اسے زبردست ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، اور اسے ذلیل کر کے ویانا واپس بھیج دیا گیا، جہاں وہ اپنی رسوائی برداشت نہ کرتے ہوئے پاگل ہوگیا اور اسی حالت میں مر گیا۔

گاڑی کا آنے والا مالک (پوٹیورک) کی مشاورتی کونسل کا ایک رکن اور آسٹیریائی فوج کا آفیسر تھا، گاڑی کا مالک بننے کے ۹/دن بعد اس نے دو کسانوں کو اپنی گاڑی سے ٹکر ماری جس کے نتیجے میں وہ دونوں مر گئے، اور وہ خود وہ ایک درخت سے ٹکرا گیا جس میں اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

جنگ کے خاتمے پر وہ گاڑی یوگوسلاویا کے حاکم کے قبضے میں چلی گئی، اسے چار ہفتوں میں چار سڑک حادثوں کا

سامنا کرنا پڑا، اور آخری حادثے میں وہ اپنا ایک بازو گنوا بیٹھا، پھر اس نے گاڑی ایک ڈاکٹر کے ہاتھوں فروخت کردی، چھ ماہ بعد اس منحوس گاڑی کو ایک گڑھے میں پایا گیا، اور وہ ڈاکٹر اس کے اندر بری طرح پسا ہوا پایا گیا، اس کے بعد وہ گاڑی جواہرات کے ایک مشہور مالدار تاجر کے ہاتھ آئی، اور ایک سال کے بعد ہی اس نے خودکشی کر لی، پھر وہ گاڑی ایک دوسرے طبیب نے خرید لی، مگر اس نے اس گاڑی کو منحوس گردانتے ہوئے ایک سوئس کھلاڑی کے ہاتھوں بڑے خسارے کے ساتھ بیچ دیا جو پیشہ ور کار ریسر تھا، نیا مالک اٹلی میں الپ نامی پہاڑیوں کے پاس کار ریسنگ مقابلے میں اس وقت مارا گیا جب اس کی گاڑی فصیل کے اندر حادثے کا شکار ہوگئی، اس کا اگلا مالک صربیا کا ایک کسان تھا، وہ بھی ایک حادثے میں کار کے اندر ہی مر گیا، اس کا آخری مالک گاڑیوں کا گیرج چلاتا تھا، اس کا نام (ٹیبو ہرس فیلڈ) تھا، وہ ایک دن اسی گاڑی سے اپنے چھ دوستوں کے ساتھ ایک شادی کی محفل میں شرکت کے بعد واپس آرہا تھا کہ اس نے ایک گاڑی کو اوورٹیک کرنا چاہا مگر اس کی گاڑی پلٹ گئی اور وہ اپنے چار دوستوں کے ساتھ فوت ہوگیا، اب لگتا ہے کہ اسی پر اس کا نامہ اعمال بھر چکا تھا اور اس میں مزید کی گنجائش نہیں تھی اسی لئے اس گاڑی کو ویانا کے میوزم میں بھیج دیا گیا اور وہ آج تک وہاں موجود ہے۔

نحوست زدہ محل

نحوست زدہ گھروں کا ایک نمونہ (ٹریسٹا) کے قریب (میرامر) کا قلعہ تھا جو اپنے ساکنوں کے لئے بدبختی کا سبب بن جایا کرتا تھا، اس محل کو ہنگری کے شہنشاہ (فریز جوزف) نے انیسویں صدی کے نصف میں تعمیر کیا تھا، مگر وہ اس میں سکونت نہیں اختیار کر سکا تھا، اس کا سب سے پہلا ساکن (ارشیدوق ماکسملین) تھا جو بعد میں مکسیک کا بادشاہ بنا تھا، اور وہیں فائرنگ اسکواڈ کے سامنے سزائے موت سے دوچار ہوا تھا، اور اس کی بیوی پاگل ہوگئی تھی، اس کے بعد وہاں (ملکہ الزبتھ) اور اس کے بیٹے شہزادہ بارونی (روڈلف) نے سکونت اختیار کی، (روڈلف) نے ۱۸۸۹ء کو اپنی معشوقہ (میری فیسٹر) کو قصر (میرامر) کے اندر قتل کر دیا پھر اس کی لاش کے سامنے خودکشی کر لی، اور (ملکہ الزبتھ) ۱۸۹۸ء میں ایک ایٹالین شورش پسند کے ہاتھوں ماری گئی جو اٹلی کو ہنگری سے آزاد کرانے پر یقین رکھتا تھا۔

اس محل کا اگلا ساکن (روڈلف) کا چچا زاد (ارشیدوق فرانسس فرڈیننڈ) تھا جو اس منحوس گاڑی کا بھی مالک تھا جس میں وہ ۱۹۱۴ء میں مارا گیا تھا، اور اسی کی وجہ سے پہلی عالمگیر جنگ بپا ہوئی تھی، اس جنگ کے خاتمے پر (میرامر) میں رہنے کے لئے آنے والی شخصیت (دوق اوستا) کی تھی، اور یہ ہنگیرین دوق جنگ کے درمیان

قیدیوں کی ایک برٹش چھاؤنی میں مر گیا، پھر یکے بعد دیگرے اس محل میں رہنے کے لئے دو انگریز جنرل اس وقت آئے جب حلیف فوجوں نے اٹلی پر قبضہ کرلیا تھا، اور وہ دونوں ہی یکے بعد دیگرے ہارٹ اٹیک کا شکار ہو کر موت سے دوچار ہوئے، اور اس کے بعد قلعہ (میرامر) ایک میوزیم میں تبدیل ہوگیا①۔

کسی چیز میں بدشگونی اور نحوست کا خیال بہر حال باطل ہے

اس طرح کے اتفاقات اور نمونوں کے باوجود (بسا اوقات جن کی عقلی توجیہ بظاہر مشکل نظر آتی ہے) کسی چیز میں نحوست اور بدشگونی کا خیال باطل اور غلط ہے؛ کیونکہ شریعت نے اسے اہل جاہلیت کا عمل قرار دیتے ہوئے اس کی تردید کردی ہے اور اس کا اعتقاد رکھنے سے منع کیا ہے۔

اس سے قبل اس موضوع پر بہت سی واضح حدیثیں گزر چکی ہیں مزید ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ وَلَا مَنْ تُطِيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ تَسَحَّرَ أَوْ تُسُحِّرَ لَهُ''

''وہ ہم میں سے نہیں جو بدشگونی لے (یا کسی چیز میں نحوست جانے) اور نہ وہ جس کے لئے شگون لیا جائے یا وہ جو کہانت کرے یا اس کے لئے کہانت کی جائے (یعنی کاہنوں کے طریقے کے مطابق اس کے لئے کوئی پیشینگوئی کی جائے) یا جادو کرے یا اس کے لئے جادو کیا جائے''۔②

اس حدیث میں صاف صاف ایسے آدمیوں سے بیزاری اور براءت کا اظہار کردیا گیا ہے، واضح کردیا گیا ہے کہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور یہاں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس چیز کی عقلی توجیہ ہمارے لئے ممکن نہ ہو ہم اسلامی تعلیمات کے خلاف اس کے متعلق کوئی عقیدہ بنالیں یا معاشرے میں رائج کسی خیال کو قبول کرلیں، جبکہ اس طرح کے واقعات کو اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور قضاء وقدر سے مربوط کردینا زیادہ مناسب ہے، اور اگر کسی مسلمان کو ایسی مشتہر کسی چیز کے استعمال یا اس کی خریداری کی ضرورت پیش آجائے تو اسے تمام اندیشوں اور اوہام کو اپنے ذہن سے جھٹک کر استخارہ کرلینا چاہیے،

① دیکھیے: عالم السحر والشعوذة للاشقر: ۳۰۷-۳۱۰۔

② البزار: ص ۱۲۹۔ زوائده، اور طبرانی في الكبير: ۱/۷۳ منتقى، دیکھیے: الصحيحة للالبانی: ۲۱۹۵، اور صحيح الجامع: ۵۴۳۵۔

پھر اگر دل اسی فیصلے پر مطمئن ہو کہ اسے ترک کر دینا چاہیے تو اس کے ترک کر دینے پر کوئی ملامت نہیں ہے اور اگر اس بات کا اطمینان ہو کہ اسے استعمال کرنا چاہیے تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے بسم اللہ کیجئے اور توہمات پر دھیان نہ دیجئے، ان شاء اللہ خیر ہوگا۔ اور ایسی کسی چیز کو جو نئے نئے آپ کی تحویل میں آئے تو اسے استعمال کرنے سے پہلے اس کے متعلق وارد دعا ضرور پڑھ لیجئے۔ اور اس کا آغاز اللہ کے نام اور اس کے ذکر سے کیجئے۔ واللہ الموفق۔

۷۔ ایک ایسی دعا جو ان تینوں کی نحوست کو دور کرنے والی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک ایسی دعا سکھائی ہے جو کسی عورت سے شادی کرنے پر یا کسی خادم یا جانور کے خریدنے پر پڑھنی چاہیے، چنانچہ بخاری نے (**خَلْقُ أَفْعَالِ الْعِبَادْ**) میں، نسائی نے (**عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ**) میں، ابن ماجہ نے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے اور بیہقی نے اور بغوی نے بھی (شرح السنۃ) میں اسے روایت کیا ہے، راوی عمرو بن شعیب ہیں جو اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَوِ اشْتَرَى خَادِمًا، فَلْيَقُلْ:

جب تم میں کا کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرے یا کوئی خادم مول کر لے آئے تو اسے چاہئے کہ کہے:

'' اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَإِذَا اشْتَرَى بَعِيرًا فَلْيَأْخُذْ بِذِرْوَةِ سَنَامِهِ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ''۔

''اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس چیز کی بھلائی چاہتا ہوں جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے، اور میں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے۔ اور جب کوئی اونٹ خرید کر لائے تو اس کے کوہان کے سرے کو تھام لے اور اسی کے مثل پڑھے''۔ ①

اس کی سند حسن ہے اور نووی نے اسے ''الأذكار'' میں صحیح کہا ہے، اور حافظ عراقی نے فرمایا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

فال

فال ان اچھے الفاظ کو کہتے ہیں جنہیں سن کر انسان کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور اسے بشارت کا احساس ہوتا ہے۔

---

① القول السديد فی تخريج احاديث تيسير العزيز الحميد : ۱۵۸ ۔

ابن اثیر فرماتے ہیں :

''فأل''، اصلا مہموز ہوتا ہے اور کبھی اس میں تخفیف بھی ہوتی ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص مریض ہو، اور وہ کسی دوسرے کو کہتا سنے کہ ارے او سالم، یا وہ کسی چیز کا طلبگار ہو اور کسی کو کہتے سنے : او واجد (پانے والے) تو اس کے ذہن میں یہ بات آئے کہ وہ اپنی بیماری سے ضرور شفا پائے گا، اور اسے اپنی طلب میں کامیابی ملے گی، اور اسے اس خوشخبری کے حصول کی توقع ہو جائے، اور اس کا جی اس سے خوش ہو جائے، کیونکہ اس کے قائل کی زبان سے وہ بات اتفاقیہ طور پر نکل جاتی ہے۔

تب تم اسے سن کر کہتے ہو کہ میں نے اس سے نیک فال لیا ہے''۔ [1]

اور یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھی، چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ "، قَالَ، قِيلَ: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: " الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ''۔

''نہ کوئی بیماری متعدی ہوتی ہے، نہ بدشگونی درست ہے، اور مجھے فال پسند ہے، لوگوں نے عرض کیا : فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا : اچھے الفاظ''۔ [2]

اور اسی کے مثل بخاری کی ایک روایت میں ہے :

آپ نے فرمایا :

''وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ'' ''اور مجھے اچھا فال پسند ہے، اچھے الفاظ''۔

اور مسلم کی ایک روایت میں بھی اسی کے مثل ہے :

فرمایا : **''وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ''۔**

''مجھے فال پسند ہے : اچھے الفاظ، عمدہ الفاظ''۔ [3]

اور سنن ترمذی کی روایت میں حضرت انس ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ :

''كَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَنْ يَسْمَعَ : يَا رَاشِدُ، يَا نَجِيحُ''۔

''جب آپ اپنی کسی ضرورت سے نکلتے تو یہ سننا آپ کو بہت اچھا لگتا تھا کہ اے راشد، اے نجیح''۔

(راشد کا معنی ہدایت یافتہ اور نجیح کا معنی کامیاب ہوتا ہے)

---

[1] جامع الأصول : ۶۳۸/۷ ۔ [2] اس کی تخریج بخاری و مسلم نے کی ہے ۔ [3] جامع الاصول : ۶۳۱/۷ ۔

اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ [1]

- **فال اور بدشگونی میں فرق :**

کوئی سوال کرنے والا یہ پوچھ سکتا ہے کہ فال اور بدشگونی میں کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ : اول کو مستحب اور دوسرے کو حرام ٹھہرانے کا راز جیسا کہ ابن اثیر نے فرمایا یہ ہے کہ:

''فال ان امور میں ہوتا ہے جن میں خیر کے واقع ہونے کی امید رکھی جاتی ہے، اس کا ظاہر اچھا اور خوشگوار لگتا ہے، اور بدشگونی صرف تکلیف دہ چیزوں میں ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فال کو اس لئے پسند فرمایا ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ سے فائدے کی امید رکھتے ہیں اور ہر کمزور یا مضبوط سبب کے حصول پر اس کی عنایتوں کی توقع رکھتے ہیں تو پھر وہ خیر ہی پر قائم ہوتے ہیں، اب اگرچہ ان کی مرادیں نہ پوری ہوں تب بھی اللہ سے امیدواری اور اس کی عنایتوں اور نوازشوں کی جستجو بذات خود ایک نیک اور درست عمل ہے، اور خود امیدواری ان کے لئے ایک خیر معجّل (فوری طور پر حاصل ہونے والی بھلائی) ہے، کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر وہ اللہ سے اپنی توقعات اور امیدیں ختم کر لیں تو یہ چیز ان کے حق میں باعث شر ہو جائے گی؟

اب رہی بات بدشگونی کی تو اس میں یقیناً بدگمانی پائی جاتی ہے، امید توڑ لی جاتی ہے، بلا کی توقع ہوتی ہے اور نفس کو خیر سے مایوس کر لیا جاتا ہے، اور یہ چیز عقلاء کے نزدیک مذموم اور از روئے شرع ممنوع ہے''۔ [2]

بدشگونی سے متعلق ابن قیم کے اہم ارشادات

- **ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''بدشگونی لینے والے کو بدشگونی صرف اس کے شرک کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے، اس لئے کہ خوف ہمیشہ شرک کے ساتھ ہوتا ہے، اور امن ہمیشہ توحید کے ساتھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی وہ حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا جس میں انھوں نے اپنی قوم سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ :

﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الانعام:۸۱]۔

---

[1] سنن ترمذی : ۱۶۱/۴ حدیث نمبر : ۱۶۱۶ ۔ [2] جامع الاصول : ۶۳۱/۷ ۔

''اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے درمیان اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا :

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [الانعام:۸۲]۔

''جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں''۔

اور اس آیت میں وارد ظلم کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح روایت کے مطابق شرک سے کی ہے، آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے نیک بندے کی بات نہیں سنی کہ :

﴿يَـٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان:۱۳]۔

''میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے''۔ ①

توحید اندیشوں اور خوف پیدا کرنے والی چیزوں سے امن حاصل کرنے کے مضبوط ترین اسباب میں سے ہے۔ جبکہ شرک خوف اور اندیشوں کے پیدا کرنے کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے۔

لہٰذا جو بھی اللہ کے سوا کسی اور چیز سے ڈرے گا اسی کو اس پر مسلط کر دیا جائے گا، اور اس چیز سے اس کا خوف ہی اس کے اوپر اس کے مسلط ہونے کا سبب ہوتا ہے، اور اگر وہ اس کے بجائے اللہ سے ڈرا ہوتا اور اس سے خوف نہ کھاتا تو اس کا اس سے خوف نہ کھانا اور اللہ پر توکل کرنا اس سے اس کی نجات کے عظیم ترین اسباب میں سے ہو جاتا۔ اسی طرح جو غیر اللہ سے کسی چیز کا امیدوار ہوتا ہے تو اس چیز سے محروم ہو جاتا ہے جس کا وہ اس سے امیدوار ہوتا ہے، اور اگر وہ تنہا اللہ ہی سے امیدوار ہوتا تو اس کی امید کی توحید (یکتائی) اس کی امید برآری یا اس کی نظیر کے حصول کے مضبوط ترین اسباب میں سے ہوتی، یا اس سے بھی کوئی زیادہ نفع بخش چیز مل جاتی مگر صواب اور درستگی کی توفیق بھی اللہ ہی سے ملتی ہے''۔ ②

- **مزید فرماتے ہیں :**

یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ بدشگونی صرف اسی کو نقصان پہنچاتی ہے جو اس سے ڈرتا اور خوفزدہ ہوتا ہے، اور جو

---

① بخاری : ۳۲ ، مسلم : ۱۲۴ من حدیث ابن مسعود ۔
② مفتاح دارالسعادۃ : ۱۶۰۱۔

اسے خاطر میں نہ لائے اور اس کی پرواہ نہ کرے اسے ہرگز اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، بالخصوص جب بدشگونی کی کوئی چیز دیکھ یا سن کر یہ دعائیں پڑھ لے :

''اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ إِلَّا طَیْرُکَ، وَلَا خَیْرَ إِلَّا خَیْرُکَ، وَلَا إِلٰہَ غَیْرُکَ''۔

''اَللّٰھُمَّ لَا یَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا یَذْھَبُ بِالسَّیِّئَاتِ إِلَا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِکَ۔

یقیناً بدشگونی شرک، القائے شیطانی، اور اس کی تخویف ووسوسہ کا ایک باب ہے، جو اس کے پیچھے چلتا ہے، اس سے جی لگاتا ہے اور اس کے خیال میں مشغول رہتا ہے وہ اس پر بہت بھاری پڑتی ہے اور اسے ناکوں چنے چبواتی ہے، اور جو اس پر دھیان نہیں دیتا، اس کی پرواہ نہیں کرتا، اور نفس وفکر کو اس میں مشغول نہیں کرتا اس کے سامنے وہ مضمحل اور پامال ہوجاتی ہے۔

اور اسے بھی گرہ سے باندھ لیجیے کہ جو اس کا قائل ہوتا ہے اور اس کا اہتمام کرتا ہے وہ اس کی طرف اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتی ہے جیسے سیلاب ڈھلوانوں کی طرف بھاگتا ہے، اور جو کچھ وہ سنتا، دیکھتا اور عطا کیا جاتا ہے ان میں اس کے لئے وسوسوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور لفظ ومعنی میں شیطان اس کے لئے قریب وبعید کی ایسی ایسی مناسبتوں کے دفتر اس ضمن میں کھول دیتا ہے جس سے اس کا دین برباد اور زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔

جب وہ سفرجل (بہی، سیب یا ناسپاتی کی طرح کا ایک پھل) کا لفظ سنتا ہے یا وہ اسے تحفے میں ملتا ہے تو وہ بدشگونی لیتا ہے اور کہتا ہے : سفر وجلاء (سفر اور جلاوطنی) جب یاسمین دیکھتا ہے یا اس کا نام سنتا ہے تو اس سے بدشگونی لیتا ہے اور کہتا ہے : یاس ومین (ناامیدی اور جھوٹ) جب سوسن کو دیکھتا ہے یا سنتا ہے تو کہتا ہے : سوء یبقی سنۃ (تکلیف اور پریشانی سال بھر رہے گی) جب گھر سے باہر آتا ہے اور کسی کانے، فالج زدہ، اندھے یا آفت زدہ سے سامنا ہوجاتا ہے تو اس سے بدشگونی لیتا ہے اور سوچتا ہے اب میرا پورا دن خراب رہے گا۔

• قصہ ایک توہم پرست حاکم کا :

کسی حاکم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک دن وہ اپنی کسی مہم پر نکلا تو ایک کانا آدمی اس کے سامنے آ گیا جس سے اس نے بدشگونی لی، اور اسے جیل میں ڈال دینے کا حکم دیا، پھر جب وہ اپنی مہم سے واپس آیا اور اسے کسی تکلیف اور برائی کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا تو اس نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا، تب اس نے اس والی سے پوچھا : جناب اللہ واسطے بتایئے کہ میرا وہ جرم کیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے مجھے قید کردیا تھا؟ والی نے کہا: میرے نزدیک اس کے سوا تمہارا کوئی جرم نہیں تھا کہ میں نے تمہیں دیکھ کر نحوست اور بدشگونی کا احساس کیا تھا، اس

نے کہا : تب یہ بتائیے کہ اس دن مجھے دیکھ کر آپ کو کیا تکلیف پہنچی تھی؟ اس نے کہا : نہیں میاں! سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا کچھ بھی غلط نہیں ہوا تھا، تب اس نے کہا : امیر محترم! اس دن جب میں اپنے گھر سے نکلا تھا تو مجھے آپ کا چہرہ نظر آیا تھا اور میرا وہ سارا دن خراب گیا مجھے جیل کی ہوا کھانی پڑی تھی۔ اور اس دن جب آپ نے مجھے دیکھا تھا تو آپ کو خیر ہی خیر اور خوشی ہی خوشی حاصل ہوئی تھی تو بتائیے کہ ہم میں سے منحوس کون تھا؟ اور بدشگونی کس کے ساتھ چسپاں تھی؟! اس پر وہ والی بڑا شرمندہ ہوا اور اسے تحفے تحائف سے نوازا۔

- **ابوالقاسم زجاجی فرماتے ہیں :**

میں نے ابن رومی شاعر سے بڑا نحوست اور بدشگونی کا قائل کسی اور کو نہیں دیکھا، اس سلسلے میں وہ سب حدیں پار کر گیا تھا، اس بات پر میں نے ایک دن اسے ملامت کی تو اس نے کہا :

اے ابوالقاسم ! ''فال وقت کی زبان اور بدشگونی حادثوں کا عنوان ہے''۔

یہ اس شخص کا جواب ہے جس کی علت (بیماری) مستحکم ہو چکی ہو، اور اس کا طبیب اسے جواب دے چکا ہو، بالکل اس آدمی کی طرح جس پر طہارت کے متعلق وسوسہ غالب آ چکا ہو، اور وہ کسی علم کی طرف توجہ کرتا ہو نہ کسی ناصح کی بات مانتا ہو۔

اور یہ اس شخص کا حال ہوتا ہے، جس کا اسباب توکل منقطع ہو چکا ہو، اور اس کا لباس اس سے سکڑ گیا ہو، بلکہ وہ اس سے ننگا ہو گیا ہو۔

اور جو اس طرح کا ہوتا ہے بلائیں اس کی طرف بہت تیز آتی ہیں، مصیبتیں اس سے چپک جاتی ہیں اور وہ ہمہ وقت آزمائشوں سے دوچار رہتا ہے، جیسے کسی کو زخم ہو اور پھوڑا نکل آئے تو ہر تکلیف دہ، اذیت رساں اور ٹکرانے والی چیز اسی سے آکر ٹکراتی ہے اور بدن کے تندرست اعضاء اور دیگر مقامات پر اسے کوئی ٹھوکر نہیں لگتی ہے!

نحوست اور بدشگونی کا اعتقاد رکھنے والا ہمیشہ بددل اور آزردہ خاطر رہتا ہے، دلی اضطراب اور بدخلقی سے جوجھتا ہے، جو کچھ دیکھتا یا سنتا ہے اس سے اس کے تخیل کی پرواز شروع ہو جاتی ہے سب سے بڑا ڈرپوک، زندگی سے آزردہ، تنگ دل، اور غمزدہ ہوتا ہے، ہر وقت چوکنا اور سہما سہما سا رہتا ہے، ایسی چیزوں کو بھی اپنے دائرہ اہتمام میں رکھتا ہے جو اسے کسی طرح کا نفع نقصان پہنچانے والی نہیں ہوتی ہیں، اس طرح وہ اپنے لئے نہ جانے کتنے خوشگوار اور سودمند مواقع گنوا چکا ہوتا ہے، رزق سے محروم ہو جاتا ہے اور فائدوں کا دروازہ بند کر لیتا ہے![1]

---

[1] مفتاح دارالسعادۃ : ۱۴۷۲-۱۴۷۵۔

ابتلاء وآزمائش

ابتلا و آزمائش اللہ تعالیٰ کی اٹل سنت ہے، اسی لئے وہ نیک و بد ہر ایک کو آزماتا ضرور ہے، خبیث وطیب اور کھرے کھوٹے میں تمیز کا ذریعہ بھی یہی ہے، منافق اور مومن کے درمیان امتیاز بھی اسی سے قائم ہوتا ہے، اور جو جتنا اللہ کے یہاں محبوب ہوتا ہے اس کی آزمائش بھی اتنی ہی کڑی ہوتی ہے، اس سنت کی فہم سے ایک مومن کو بڑا اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور اس کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ بڑے بڑے انبیا ورسل کبھی کبھی سخت غربت اور فقیری سے دوچار ہوتے ہیں، انہیں شدید ترین بیماریوں کا سامنا ہوتا ہے، ان کی قوم کے نادان ان کی توہین و تنقیص کرتے ہیں اور انہیں سخت تر ذہنی اذیت پہنچاتے ہیں بلکہ جسمانی عقوبت واذیت سے بھی گریز نہیں کرتے اور ہر طرح ان کے درپۂ آزار ہوتے ہیں حتی کہ ان کے قتل پر بھی آمادہ ہوتے ہیں بلکہ عملی طور پر ان کے خون سے ہاتھ رنگ لیتے ہیں، ان میں سے کئی ایک کو شدید ترین اذیتوں کا سامنا کرنے کے بعد اپنا گھر بار اور اہل واقارب کو چھوڑ کر اور ترک وطن کر کے دور دراز کے ملکوں کی طرف ہجرت کرنے کی نوبت آجاتی ہے اور یہی حال ان کے صحابہ اور دیگر صالحین کا بھی ہوتا ہے مگر وہ دین پر استقامت اور ثبات قدمی میں ایک پہاڑ کی طرح اٹل رہتے ہیں اور بڑی سی بڑی جانی و مالی قربانیاں دینے سے گریز نہیں کرتے ہیں بلکہ امتحان کے وقت ان کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے اور اس پر ایک انوکھا نکھار آجاتا ہے، جبکہ منافقین آزمائشوں میں سخت جھنجھلاتے ہیں، جزع فزع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانیاں کرتے ہیں، تقدیر کو کوستے ہیں قربانیوں سے گریز کی راہیں تلاش کرتے ہیں، ذراسی مشقت پر اور معمولی سی خوف کی فضا پر گھبرا اٹھتے ہیں، شکوے کرتے ہیں، ذمہ داریوں سے فرار پر عذر لنگ پیش کرتے ہیں اور مادی حصولیابیوں کے وقت پیش پیش رہتے ہیں۔ پھر اللہ اپنے مومن بندوں کو آزمائش پر کھرے اترنے پر نوازتا ہے اور ان کی تعریفیں کرتا ہے اور منافق خائب وخاسر ہوکر اللہ کی ناراضگی اور غضب سے دوچار ہوتے ہیں تو یقیناً اسے ایک عمدہ راہ عمل اور بہترین نمونہ دستیاب ہوجاتا ہے اور وہ کارگاہ حیات میں پیش آنے والی مشقتوں اور آزمائشوں کا سامنا صبر وثبات اور خندہ پیشانی کے ساتھ کرتا ہے۔

اسی طرح جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ مصیبتوں اور آزمائشوں کے وقت بھی کفار اللہ سے رجوع نہیں کرتے اور تضرع و انکساری کے بجائے سرکشی اور تجبر کا راستہ اپناتے ہیں، اپنی مرادیں اللہ سے مانگنے کے بجائے غیر اللہ کی طرف بھاگتے ہیں اور اللہ سے التجا کرنے کے بجائے تعویذ گنڈوں کا سہارا لیتے ہیں، جادوگروں اور کاہنوں سے اپنی

امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور انہیں حاجت روائی ومشکل کشائی کے درجے پر فائز کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ ان سے ناراض ہوجاتا ہے اور ان پر اپنا غضب اور لعنتیں نازل فرماتا ہے اور اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبانی ان کی شدید مذمت کرتا ہے تو مومن کے اخلاص اور رجوع إلی اللہ میں اضافہ ہوجاتا ہے، وہ توبہ وانابت کی راہ چلتا ہے، اپنے رب سے التجا اور آہ زاری کرتا ہے، ندامت کے آنسو بہاتا ہے، اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافیاں مانگتا ہے، اس کی نعمتوں کا اقرار کرتا ہے اور اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیتا ہے تو اسے عبودیت اور نیاز کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں، اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، وہ محوسیئات اور رفع درجات سے نوازا جاتا ہے اور بہت ممکن ہوتا ہے کہ باذن اللہ اس کی مصیبتوں کا بھی خاتمہ ہوجائے، اور اگر دنیا میں نہ بھی ہو تو آخرت کی امید تو ان شاءاللہ قائم ہی ہے۔

ابتلاء کا لغوی واصطلاحی معنی

- ابتلاء لغوی اعتبار سے مصدر واقع ہوا ہے، کہا جاتا ہے :

"اِبْتَلَى اللّٰهُ الْعَبْدَ ابْتِلَاءً" "اللہ نے بندے کو (اس کے صبر وشکر میں) اچھی طرح آزمایا"۔ ①

- **اور کفوی نے کہا کہ :**

''اصطلاح میں ابتلاء کا اصل مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی پر مشقت کام کا کسی کو مکلف کیا جائے، مگر چونکہ اس میں لازمی طور پر ایسی شخصیت کو آزمائش سے دوچار کیا جاتا ہے جو انجام سے بے خبر اور ناواقف ہوتی ہے اس لئے ان دونوں کے ترادف کا خیال کیا جاتا ہے (یعنی ابتلاء واختبار دونوں کو ہم معنی سمجھا جاتا ہے)''۔

- **مناوی فرماتے ہیں :**

بلاء کا مطلب بلیۃ کی طرح امتحان ہوتا ہے، اور غم کو بلا اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ جسم کو گھلا دیتا ہے۔

- **کچھ معاصر محققین کا کہنا ہے کہ :**

ابتلاوآزمائش اللہ اور انسان کے درمیان رشتۂ عبودیت کا عملی مظہر ہوتی ہے، اور اس رشتے کا مطلب کمال محبت کے پیش نظر کمال طاعت ہوتا ہے، اور اس ابتلاء کے لئے جو مقررہ زمانہ ہے وہ یہی دنیوی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ

① ابتلاء کے لغوی معنی کے لئے دیکھئے احمد بن فارس کی **مقاییس اللغۃ** : ۱/۲۹۲ اور **الصحاح** : ۶/۲۲۸۴ سے موازنہ کیجیے۔

فرماتا ہے : ﴿ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ﴾ [الملک:۲]۔

’’جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے‘‘۔

- **ابتلا وآزمائش کی دو قسمیں ہوتی ہیں :**

اول : الابتلاء بالشر :

’’تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیزوں کے ذریعہ آزمایا جانا، اور یہ مقام صبر ہوتا ہے‘‘۔

دوم : الابتلاء بالخیر :

’’راحت رساں اور محبوب چیزوں سے آزمایا جانا، اور یہ مقام شکر ہوتا ہے‘‘۔

- قسم اول کے متعلقات میں ہر طرح کی آفتوں بلاؤں، اور جان ومال اور پھلوں میں کمی اور مشکل کی آزمائش شامل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول اسی کے مصداق ہے :

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَىْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ﴾ [البقرۃ:۱۵۵]۔

’’اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے‘‘۔

اور اس مقام پر صبر ورضا ہی ایمان صادق کا حقیقی پیمانہ ہوتے ہیں۔

ابتلا بالشر تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیزوں سے آزمائش ضرور ہوگی

- **ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

ایک شخص نے امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا : اے ابوعبداللہ : بتایئے یہ افضل ہے کہ آدمی کو اقتدار مل جائے اور وہ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے یا اسے شر اور تکلیف میں مبتلا کر دیا جائے اور وہ صبر کرے؟

تو امام شافعی نے فرمایا :

آزمائش کے بغیر اسے اقتدار مل ہی نہیں سکتا ہے، اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوح وابراہیم اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کو آزمایا اور انھوں نے صبر کیا تب انہیں اقتدار ملا، اس لئے کوئی بھی شخص یہ گمان ہرگز نہ رکھے کہ وہ قطعی

طور پر الم اور دکھ سے بچا رہے گا۔ ①

مصیبتوں کے فائدے

دکھ درد اور مصیبتوں کی تخلیق میں اتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں جن کا احاطہ اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ہے، ان سب کا علم اس کے سوا کسی اور کو نہیں ہے، ہاں اس نے کچھ باتوں سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے جو ان میں سے کچھ حکمتوں کی نشاندہی ضرور کرتی ہیں :

۱۔ آلام ومصائب کے ذریعہ مومن کے صبر کا امتحان ہوتا ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾ [البقرة: ۲۱۴]۔

''کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے''۔

۲۔ ان سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ انسان کمزور ہے اور ذاتی طور پر اپنے رب کا فقیر ومحتاج ہے اور اسی کے در پر پڑا ہوا ہے۔

۳۔ مصیبتیں گناہوں کا کفارہ اور بلندی درجات کا سبب ہوتی ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ حَتَّى الشَّوْكَةِ تُصِيبُهُ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً، أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ ''

''مومن کو کوئی بھی تکلیف پہنچتی ہے، یہاں تک کہ اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے

① الفوائد لابن القیم : ۲۸۳ معمولی تصرف کے ساتھ دیکھئے : نضرة النعيم بحث صبر۔

لئے ایک نیکی لکھتا ہے یا اس کا ایک گناہ اس کے سبب سے مٹا دیا جاتا ہے''۔ ①

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَا يَزَالُ البَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ''

''مومن کے جان و مال اور اولاد میں بلا مسلسل لگی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اس حال میں اللہ سے ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے''۔ ②

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ''

''قیامت کے دن جب مصیبتوں میں مبتلا لوگوں کو ثواب دیا جارہا ہوگا تو عافیت والے یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دئے گئے ہوتے''۔ ③

۴۔ مصیبتوں کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی دنیا ہی کی طرف نہ جھک پڑے :

اگر دنیا مصیبتوں سے خالی ہوتی تو انسان اور زیادہ اس کا گرویدہ ہوجاتا اور اس کی طرف ایسا جھک پڑتا کہ آخرت سے غافل ہی ہوجاتا، مگر یہ مصیبتیں اسے غفلت سے بیدار کرکے ایک ایسی دنیا کے لئے عمل کرنے پر آمادہ کرتی ہیں جہاں نہ آفتیں اور مصیبتیں ہوں گی نہ آزمائشیں اور امتحانات ہوں گے۔

۵۔ مصائب اور آزمائشوں کی ایک عظیم ترین حکمت یہ بھی ہے کہ :

ان کے ذریعہ بعض امور میں کوتاہیوں کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی ہے اور تنبیہ کی جاتی ہے، تاکہ انسان سے ان امور میں جو تقصیریں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ ان کی تلافی کرلے اور ہوش میں آجائے، اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے کہ جیسے کسی غیر ذمہ دار ملازم یا طالب علم کو اس کی کوتاہیوں کے سلسلے میں نوٹس دی جاتی ہے اور اس کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کرلے، پھر اگر وہ ان سے باز آجاتا ہے تو کیا کہنا ورنہ وہ سزا کا مستحق قرار پاتا ہے، اور شاید اللہ تعالیٰ کا یہ قول اسی کے دلائل میں سے ہو جس میں وہ فرماتا ہے :

﴿فَأَخَذْنَٰهُم بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟

① مسلم :۲۵۷۲۔ ② ترمذی : ۲۳۹۹ ، اسے البانی نے السلسلة الصحيحة : ۲۲۸ میں صحیح بتایا ہے۔

③ ترمذی : ۲۴۰۲ ، دیکھئے : السلسلة الصحيحة : ۲۲۰۶ نمبر۔

وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الانعام:۴۲-۴۳]۔

''سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ اظہار عجز کر سکیں سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی؟ لیکن ان کے قلوب سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا''۔

- اور جسے نوٹس دے دی گئی اور وہ پھر بھی اپنی غلط حرکتوں سے باز نہ آیا تو اس کے بعد اس پر مرتب ہونے والی حکمت یہ ہے کہ اسے بطور سزا ہلاک کر دیا جائے جسے پہلے متنبہ کیا جا چکا تھا مگر اس نے تنبیہ وانذار سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ اپنے سلوک میں کوئی تبدیلی کی، بلکہ اپنے گناہوں کی روش پر ہی گامزن رہا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ ﴾ ''ہم نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا''۔

اور فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴾ [یونس:۱۳]۔

''اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے، اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے؟ ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں''۔

مزید فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴾ [الاسراء:۱۶]۔

''اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوشحال لوگوں کو (کچھ) حکم دیتے ہیں اور وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں''۔

- **کبھی غموں پر ثواب ملتا ہے اور کبھی غم مذموم ہوتا ہے:**

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کبھی غموں کے ساتھ ایسی چیزیں لاحق ہوتی ہیں جن پر غمزدہ شخص کو ثواب ملتا ہے اور وہ ان کی وجہ سے قابل تعریف ٹھہرتا ہے، لہٰذا اس جہت سے وہ محمود ہو جاتا ہے نہ کہ غم کی وجہ سے، اس سلسلے میں اس شخص کی مثال لے لیجیے جو کسی دینی مصیبت پر غمزدہ ہوتا ہے، یا عام مسلمانوں کی مصیبتوں پر اسے غم لاحق ہوتا ہے، تو وہ اپنے قلبی احساسات کے باعث ثواب پاتا ہے جن میں خیر کی محبت اور شر کی نفرت اور ان کے پیچھے لگی رہنے والی چیزیں ہوتی ہیں، لیکن اگر یہی غم صبر، جہاد، حصول منفعت اور دفع مضرت جیسی مامور چیزوں کے

ترک کا موجب بن جائے تو اس سے روک دیا جائے گا، ورنہ ایسے شخص کے لئے یہی کافی ہوگا کہ وہ اس کے گناہ سے بچ جائے''۔

اے وہ بھائیو جو اس بات کی تمنا کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ بلا عمل تمہارے اور تم جیسے لوگوں کے احوال بدل دے، اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو۔

٦۔ آزمائش اللہ کی سنت ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَٰهُم بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ﴾ [الانعام:٤٢]۔

''اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے گزر چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے، سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ اظہار عجز کر سکیں''۔

• شیخ سعدی کی تفسیر :

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ امتوں اور گزشتہ صدیوں میں پیغامبر بھیجے تو انھوں نے ہمارے رسولوں اور ہماری آیتوں کا انکار کر دیا، پھر ہم نے انہیں فقر وفاقہ اور بیماریوں اور آفتوں اور مصیبتوں میں اپنی طرف سے رحم کرتے ہوئے دھر لیا کہ ممکن ہے اس طرح وہ آہ وزاری کریں اور مصیبتوں میں ہم سے التجا کریں''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِى عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الروم:٤١]۔

''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں''۔

روئے زمین اور دریا میں ظہور فساد کا مطلب یہ ہے کہ ان کی معیشت بگڑ گئی، اس میں نقص پیدا ہو گیا اور اسے آفتوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اور خود ان کی جانوں کو بیماریاں اور وبائیں وغیرہ گھیرے ہوئے ہیں، اور یہ

سب ان کے فاسد اعمال اور بگڑے ہوئے کرتوتوں کا نتیجہ ہے جو اپنے مزاج کے اعتبار سے مفسد بھی ہیں۔

اور یہ سب کچھ محض اسی لئے ہو رہا ہے تاکہ (انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھا دیا جائے) مطلب یہی ہے کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ وہ اعمال پر بدلہ دیا کرتا ہے، اور اس نے ان کے لئے جزائے اعمال کا ایک فوری نمونہ اس دنیاوی زندگی میں اس لئے دکھا دیا ہے تاکہ وہ اپنے ان اعمال سے بعض آجائیں جو اس فساد کا موجب بنتے ہیں اور اس میں موثر ہوتے ہیں، پھر ان کے حالات میں سدھار پیدا ہو جائے اور وہ اپنے معاملات میں راہ استقامت اختیار کر لیں۔

لہٰذا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی بلاؤں کو نعمت بنا دیا اور اپنی سزاؤں سے احسان فرمایا، ورنہ اگر انہیں ان کے سارے کرتوتوں کا مزہ چکھاتا تو زمین کی پشت پر کوئی جاندار باقی نہ رہتا۔

۷۔ مصیبتوں اور فتنوں میں عبادت کا ایک خاص مزہ اور خاص اجر ہوتا ہے :

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

''اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ'' ''فتنوں میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے جیسا ہے''۔ ①

یہاں ''الھرج'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب فتنہ اور لوگوں کی روش میں اختلاط اور غیر واضح صورت حال کا پیدا ہو جانا ہے، ایسے حالات میں عبادت کی فضیلت اس لئے بڑھ جاتی ہے کیونکہ لوگ اس سے غافل ہو جاتے ہیں، ان کی مصروفیات ان کی توجہ اس سے پھیر دیتی ہیں۔ صرف چند افراد ہی اس کے لئے فارغ ہو پاتے ہیں۔

- **حضرت قرطبی فرماتے ہیں :**

'' فتنے اور انتہائی مشقتیں ضرور واقع ہوں گی یہاں تک کہ دین کا معاملہ ہلکا ہو جائے گا، اس کا اہتمام کم ہو جائے گا، لوگوں کی توجہ بس اپنے دنیاوی معاملات اور معاشی امور اور انہیں سے متعلق چیزوں کی طرف ہو جائے گی، اسی لئے فتنے کے زمانے میں عبادت کا رتبہ اور اس کا مقام بڑھ جائے گا جیسا کہ مسلم نے معقل بن یسار کی حدیث مرفوعا بیان کی ہے کہ :

''اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ'' ''فتنوں کے وقت عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے جیسا ہے''۔

۸۔ مصیبت کے بعد نعمت قابل قدر ہوتی ہے :

جو نعمت الم ومشقت اور مصیبت کے بعد ہوتی ہے اس کی قدر انسان کے نزدیک زیادہ ہوتی ہے :

① مسلم : ۲۹۴۸۔

ایسی صورت میں انسان کو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس صحت وعافیت سے نوازا ہے اس کی قیمت کیا ہے، وہ اس وقت اس کی صحیح قدر دانی کرتا ہے۔

• مصیبتوں سے نعمتوں کی تذکیر ہوتی ہے :

مصیبتوں کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ :

وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتی ہیں، کیونکہ جو انسان مثلاً بینا پیدا ہوتا ہے وہ نعمت بینائی کو زیادہ خاطر میں لاتا ہے نہ اس کی صحیح قدر کرتا ہے، مگر جب عارضی طور پر اللہ تعالیٰ اس پر یہ مصیبت وارد کرتا ہے کہ اس کی بینائی سلب کر لیتا ہے اور اس کے بعد اس کی قوت دید پھر اسے واپس مل جاتی ہے تو اسے اپنے تمام تر احساسات کے ساتھ اس نعمت کی قیمت معلوم ہوتی ہے۔

• حقیقت یہ ہے کہ نعمتوں کے دوام کی وجہ سے بسا اوقات انسان انہیں فراموش کر بیٹھتا ہے، اس لئے ان کا شکر یہ بھی نہیں ادا کرتا ہے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ ایک بار انہیں چھین کر دوبارہ اسے عطا کر دیتا ہے تو یہ چیز اس کے لئے تذکیر اور شکر گزاری کا باعث ہو جاتی ہے اور وہ ان کی اہمیت کا احساس کر کے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

• بلکہ یہ مصیبتیں خود مصیبت زدہ کو اور دوسروں کو بھی اللہ کی نعمتیں یاد دلا دیتی ہیں، جب انسان کسی پاگل کو دیکھتا ہے تو اسے عقل کی نعمت کا احساس ہوتا ہے، جب کسی مریض کو دیکھتا ہے تو صحت کا احساس اس کے اندر ابھرتا ہے، جب کسی کافر کو جانوروں کی طرح زندگی گزارتا ہوا دیکھتا ہے تو اسے نعمت ایمان کا احساس ہوتا ہے، اور اگر وہ کسی جاہل کو دیکھتا ہے تو نعمت علم اسے یاد آتی ہے، ہاں اس کے احساسات اسی طرح نمایاں ہو جاتے ہیں اگر اس کے پاس ایک کھلا ہوا اور بیدار دل ہوتا ہے، مگر جن کے پاس دل ہی نہیں ہوتا وہ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ نہیں ادا کرتے بلکہ اپنی اوقات بھول کر اللہ کی مخلوق پر اکڑتے اتراتے پھرتے ہیں۔

۹۔ مصیبت غفلتوں کا خاتمہ کرتی ہے :

مصیبت کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ انسان کو غفلت سے باہر نکال لاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہونے والی کوتاہیوں کی طرف اس کی توجہ مبذول کرا دیتی ہے، تاکہ بندہ اپنی ذات میں کمال کا گمان نہ کرنے لگے اور وہ اس کی قساوت قلبی اور غفلت کا سبب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُواْ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ [الانعام: ۴۳]۔

''سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی؟ لیکن ان کے قلوب سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا''۔

۱۰۔ بلاؤں سے اخلاص کا امتحان ہوتا ہے:

بلاؤں اور مصیبتوں کی ایک حکمت لوگوں کے اخلاص اور ان کی حقیقتوں کی جانچ بھی ہے جسے تمحیص سے تعبیر کیا جاتا ہے:

مصیبتیں لوگوں کے حقائق منکشف کر دیتی ہیں اور ان کے ذریعہ طیب وخبیث میں امتیاز ہو جاتا ہے، سچے اور جھوٹے الگ الگ پہچان لئے جاتے ہیں، مومن اور منافق کی شناخت ہو جاتی ہے، اللہ باری جل شانہ غزوہ احد اور اس میں مسلمانوں کو لاحق ہونے والی تکلیفوں کے پس منظر میں حکمت ابتلاء کا ایک گوشہ اجاگر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿مَّا كَانَ ٱللَّهُ لِيَذَرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ﴾ [آل عمران: ۱۷۹]۔

''جس حال میں تم ہو اسی پر اللہ ایمان والوں کو نہ چھوڑ دے گا جب تک کہ پاک اور ناپاک کو الگ الگ نہ کر دے''۔

ایسا اس لئے ہوتا کہ ہر ایک اپنی حقیقت کے ساتھ کھل کر سامنے آجائے۔

جَزَى اللّٰهُ الشَّدَائِدَ كُلَّ خَيْرٍ
وَإِنْ كَانَتْ تُغَصِّصُنِيْ بِرِيْقِي
وَ مَا شُكْرِي لَهَا إِلَّا لِأَنِّيْ
عَرَفْتُ بِهَا عَدُوِّي مِنْ صَدِيْقِيْ

اللہ تعالیٰ مصیبتوں کو ہر طرح سے بہترین بدلہ عطا فرمائے، اگرچہ وہ مجھے ناکوں چنے چبوا دیتی رہی ہوں۔
اور میں ان کا شکر گزار صرف اس لئے ہوں کہ ان کی وجہ سے مجھے اپنے دوستوں اور دشمنوں کی شناخت ہو گئی ہے۔

۱۱۔ مصیبتوں سے حصول اجر کا موقع ملتا ہے:

مصیبتوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی امداد کا موقع ملتا ہے جس کی وجہ سے حصول اجر کا

موقع فراہم ہوتا ہے اور لوگ ثواب حاصل کر لیتے ہیں۔

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

’’مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ؛ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى‘‘

’’باہمی مودت وشفقت اور رحمت میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بیداری اور بخار میں سارا جسم اس کا ساتھ دیتا ہے‘‘۔ ①

- اور فرمایا :

’’لَا يُؤْمِنُ أَحدُكُمْ حتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ‘‘

’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے‘‘۔ ②

۱۲۔ مصیبتیں باہمی تعاون کا موقع فراہم کرتی ہیں :

مصیبتوں اور جنگوں میں اللہ تعالیٰ کے اس قول :

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ﴾ [مائدہ:۲]۔ ’’نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو‘‘۔ کا حقیقی اثر ظاہر ہوتا ہے۔

- دعوت اور نصرت دین کے میدان میں تعاون کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں کافروں اور منافقوں کا مقابلہ کیا جائے اور اہل کفر وضلال کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے اسلامی دعوت کے لئے کام کرنے والوں کا ساتھ دیا جائے اور اللہ کی راہ میں معرکہ آرائی کے لئے تمام وسائل اکٹھا کئے جائیں اور ہر طرح کی تیاری رکھی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نصرت دین کے لئے باہمی تعاون کے ضمن میں مدعیان نبوت اور اہل شرک کے سرداروں، مرتدین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانا بھی تھا۔ ③

---

① بخاری : ۶۰۱۱ ، مسلم : ۲۵۸۶ ۔

② بخاری : ۱۳ ، مسلم : ۴۵ ۔

③ دیکھئے : موقع الاسلام سؤال وجواب : فوائد الشدائد ۔

مومن کی زندگی میں صبر کی اہمیت

صبر کا لغوی معنی :

صبر کا معنی روکنا، تھامنا، قید کرنا، باندھنا وغیرہ ہے۔

- صبر جزع کی ضد ہے جس کا معنی گھبرانا، بے برداشت ہونا اور بے صبری کا مظاہرہ کرنا وغیرہ ہوتا ہے اور ایسی تمام باتوں سے خود کو روکنا صبر کہلاتا ہے۔ ①

صبر کا اصطلاحی معنی :

- راغب فرماتے ہیں : عقل اور شریعت کے تقاضوں کے مطابق نفس کو قابو میں رکھنے کا نام صبر ہے۔
- جاحظ کہتے ہیں : مصیبتوں پر صبر کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو وقار اور شجاعت سے مرکب ہے۔
- مناوی فرماتے ہیں : دہشت زدگی وخوفنا کی اور حسی وعقلی دکھوں اور رنجیدگیوں کا مقابلہ کرنے کی قوت کا نام صبر ہے۔ ②

- **علامہ ابن قیم فرماتے ہیں :**

''یہ نفس کی خصلتوں میں سے ایک فضیلت والی خصلت ہے جس کے ذریعہ ان کاموں سے بچا جاتا ہے جن کا کرنا عمدہ اور بہتر نہیں ہوتا ہے، اور یہ نفس کی قوتوں میں سے ایک ایسی قوت ہے جس پر اس کا دارومدار ہے اور اسی پر اس کے سارے امور کی بہتری اور کامیابی منحصر ہوتی ہے''۔ ③

- کہا گیا : صبر اسے کہتے ہیں کہ بلاؤں کے الم کا شکوہ غیر اللہ سے نہ کیا جائے، البتہ تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ نے ﴿إِنَّا وَجَدْنَٰهُ صَابِرًا﴾ کہا ہے حالانکہ انھوں نے اپنی تکلیف اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے دعا مانگی تھی کہ :

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ﴾ [الانبیاء:۸۳]۔

''ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو

---

① دیکھئے : الصحاح للجوھری : ص ۷۰۶ لسان العرب لابن منظور : ۴/۴۳۷ ۔

② مفردات الراغب : ۵۲۷۳ ، والتوقیف علی مھمات التعاریف : ۲۱۲ ، بحوالہ نضرۃ النعیم مادہ الصبر۔

③ عدۃ الصابرین : ص ۳۵ ۔

سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تکلیفوں کے دور کرنے کی دعا کرنا صبر میں بٹہ لگانے والا نہیں ہے۔

- یہ بھی کہا گیا کہ کتاب وسنت کے احکام پر ثابت قدم رہنے کا نام صبر ہے۔

صبر کی قسمیں :

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

صبر کی تین قسمیں ہیں : صبر باللہ، صبر للہ اور صبر مع اللہ۔

- **اول : صبر باللہ :**

اور وہ یہ ہے کہ صبر کے لئے مدد اسی سے مانگی جائے اور اس بات کا یقین رکھا جائے کہ (مُصَبِّرْ) یعنی صبر عطا کرنے والا وہی ہے اور بندے کا صبر رب کی توفیق کا محتاج ہے خود سے صبر کرنے کی طاقت اس کے اندر نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِٱللَّهِ﴾ [النحل:١٢٧] ''آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے''۔

مطلب واضح ہے کہ اگر اللہ صبر نہ دے تو آپ صبر نہیں کر سکتے ہیں۔

دوم : صبر للہ :

اور وہ یہ ہے کہ صبر کا سبب اللہ کی محبت، اس کی رضامندی کی جستجو اور اس کا تقرب حاصل کرنا ہو۔ اس کا مقصد اپنے نفس کی قوت کا اظہار اور مخلوق کی مدح سرائی اور تعریف کا حصول نہ ہو، نہ اس قسم کی کوئی اور چیز اس کا باعث ہو۔

سوم : صبر مع اللہ :

اور وہ یہ ہے کہ بندہ دینی اعتبار سے اللہ کی مرضی اور اس کے دینی احکام کے ساتھ گھومتا رہے، صبر کے ساتھ ان کا پابند رہے، انہیں کے ساتھ چلے اور انہیں پر ٹھہر جائے، ان کی سواری جدھر کا رخ کرے وہ بھی ادھر ہی ہولے، اور جہاں ان کی منزل آجائے وہیں وہ بھی پڑاؤ ڈال دے۔ یہی معنی ہے صابر مع اللہ کا، یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی محبوب چیزوں پر خود کو وقف کردے، اور صبر کی سب سے شدید اور مشکل ترین قسم یہی ہے۔ اور یہ صدیقین کا صبر ہے۔

- **حضرت جنید فرماتے ہیں :**

''مومن کا دنیا سے آخرت کی طرف چل پڑنا سہل اور آسان ہے، اللہ کے لئے مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہے،

اور نفس کا اللہ کی طرف چل پڑنا سخت مشکل ہے، مگر صبر مع اللہ سب سے مشکل کام ہے‘‘۔
اور جب ان سے صبر کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا :
تلخیوں کو منہ بگاڑے بغیر پی جانا صبر ہے۔ ①

• صبر کے درجات :

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے صبر کے چار درجات بیان کئے ہیں :

۱۔ درجۂ کمال :

یہ اصحاب عزیمت کا درجہ ہے اور یہ ہوتا ہے صبر للہ اور صبر باللہ۔

اس میں بندہ اللہ کی رضامندی کے لئے صبر کرتا ہے اور اپنے صبر کے لئے توفیق اور مدد اللہ ہی سے مانگتا ہے اور اپنی طاقت اور قوت سے براءت ظاہر کر دیتا ہے۔ یہ سب سے قوی، اونچا اور افضل درجہ ہے۔

۲۔ سب سے گھٹیا درجہ :

نہ تو اس بندے کے اندر یہ ہو نہ وہ ہو (بلکہ وہ مذکورہ دونوں باتوں سے خالی ہو) :

یہ سب سے گھٹیا درجہ ہے اور ایسا بندہ سب سے ردی مخلوق ہے، اور یہ ہر طرح سے بے یار و مددگار چھوڑ دئے جانے اور ہر طرح کی محرومی کا مستحق ہے۔

۳۔ بدترین انجام کا درجہ :

یہ وہ درجہ ہے جس میں صبر باللہ تو پایا جاتا ہے، بندہ اپنی طاقت وقوت سے براءت ظاہر کرکے اللہ ہی کی قوت اور مدد پر توکل واعتماد کرتا ہے اور اسی سے استعانت کرتا ہے مگر اس کا صبر للہ نہیں ہوتا ہے، یعنی اس کا صبر دینی اعتبار سے اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا ہے، وہ یہ نہیں دیکھتا ہے کہ اللہ کو اس سے کیا مطلوب ہے، ایسا شخص اپنی مراد پالیتا ہے، اسے اپنے مقصد میں کامیابی تو مل جاتی ہے، مگر اس کا کوئی انجام نہیں ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس کا انجام بدترین انجام ہوتا ہے۔ اور کفار کے پیشوا اور شیطانی احوال کے حامل افراد اسی درجے پر ہوتے ہیں، ان کا صبر اللہ کے بھروسے تو ہوتا ہے، مگر اللہ کے لئے اور اللہ کے واسطے نہیں ہوتا ہے..

---

① مدارج السالکین : ۲/۱۵۵-۱۵۶۔

۴۔ وہ درجہ جس میں عاجزی پائی جاتی ہے :

یہ وہ بندہ ہے جس کے اندر صبر للہ تو ہوتا ہے، مگر اس کے اندر صبر باللہ اور اللہ پر بھروسہ اور توکل واعتماد کا حصہ کمزور ہوتا ہے، اس کے لئے اچھا انجام تو ہوتا ہے مگر وہ عاجز و کمزور ہوتا ہے اور اس کے اندر ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کا حصہ کمزور ہونے کی وجہ سے اکثر اسے اپنی مرادوں میں بے یارومددگار چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ایسے شخص کا حصہ اللہ پر توکل اور استعانت کی بنیاد پر حصول اعانت کے مقابلے میں اللہ کی اپنی عطیات پر زیادہ ہوتا ہے، اور یہ کمزور مومن کا حال ہے۔

اور صابر باللہ ہو کر صابر للہ نہ ہونا : طاقتور فاجر کا حال ہوتا ہے۔ جبکہ صابر للہ و باللہ ہونا طاقتور مومن کا حال ہوتا ہے۔ اور طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور محبوب ہوتا ہے۔

- **لہٰذا یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ :**

صابر للہ و باللہ معزز اور قابل تعریف ہوتا ہے، اور جو نہ صابر للہ ہے نہ صابر باللہ وہ محروم اور بے یارومددگار ہوتا ہے، اور جو صابر باللہ تو ہے مگر صابر للہ نہیں ہے وہ قابل مذمت قدرت رکھنے والا ہوتا ہے، اور جس کا صبر للہ تو ہے مگر باللہ نہیں ہے وہ قابل تعریف عاجز ہوتا ہے۔[①]

قرآن وسنت میں صبر کی فضیلت اور اس کی ترغیب :

صبر ان خصلتوں میں سے ہے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں بار بار کیا گیا ہے اور اس کا حد درجہ اہتمام ہوا ہے۔

- **امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''اللہ سبحانہ نے صبر کا تذکرہ قرآن میں نوے (۹۰) مقامات پر کیا ہے''۔

قرآن کریم میں صبر کا تذکرہ متعدد پیرایوں میں کیا گیا ہے جن کا بیان ابن قیم نے "**عدة الصابرين**" میں کیا ہے، اور انہیں میں سے کچھ کا تذکرہ حسب ذیل ہے :

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے :

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [النحل:۱۲۷]۔ ''آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے''۔

---

① مدارج السالكين : ۴۵۰/۲ ۔

اور فرمایا :

﴿وَٱصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ﴾ [الطور:۴۸]۔ ''تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے''۔

۲۔ صبر کی منافی چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے :

فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَسۡتَعۡجِل لَّهُمۡ﴾ [الاحقاف:۳۵]۔ ''اور ان کے لئے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرو''۔

اور فرمایا ہے :

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱصۡبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ﴾ [آل عمران:۲۰۰]۔

''اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو''۔

کامیابی کا مدار ان تمام مذکورہ امور کو ٹھہرایا ہے۔

- **اس آیت پر خصوصی تدبر :**

اس آیت میں : صبر، مصابرہ اور مرابطہ تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے، صبر کے متعلق وضاحت کی جا چکی ہے اب آیئے ''مصابرہ: اور'' مرابطہ'' کے متعلق جاننے کی کوشش کرتے ہیں :

- **مصابرہ :**

مفاعلت کا صیغہ ہے جس کا استعمال -صرفیوں کے مطابق- دو معنوں میں کیا جاتا ہے: ایک تو کسی کام میں مشارکت کا معنی ہوتا ہے، جیسے: ''قاتل فلان فلانا'' فلاں نے فلاں سے جنگ کی یعنی جنگ کرنے میں وہ دونوں آدمی شریک تھے۔

اور دوسرا معنی ہے : کسی چیز میں موالاۃ ومتابعت یعنی اسے مسلسل اور پے در پے کرنا، جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ : ﴿وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ ٱلنَّـٰصِحِينَ﴾ [الاعراف:۲۱]۔

''اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیئے میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں''۔

یعنی لگاتار قسم کھالی۔ لہٰذا اس بنیاد پر مصابرہ کا معنی ہوگا :

۱۔ صبر میں کسی کا شریک ہونا، مثلاً انسان گناہوں سے صبر کرتا ہے (یعنی ان سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے) اور شیطان اسے اغوا کرنے اور بہکانے پر صبر کرتا ہے، اور ان دونوں میں غلبہ اسی کا ہوگا جو زیادہ صبر کرے گا۔

۲۔ مسلسل اور لگا تار صبر کرنا۔ خواہ وہ گناہوں سے باز رہنے کے متعلق صبر ہو یا اطاعتوں اور نیکیوں پر جمے رہنے سے متعلق صبر ہو۔

مصابرہ کے متعلق علماء کے اقوال

- **آیت میں ''مصابرۃ'' سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ابن قیم فرماتے ہیں :**

اس آیت میں ادنی سے اعلیٰ کی طرف انتقال ہوا ہے، اس لئے صبر مصابرہ سے کمتر ہوتا ہے اور مصابرہ مرابطہ سے کمتر ہوتا ہے۔

- اور کہا گیا : خود کو اللہ کی اطاعت پر لگا کر صبر کرو، اور اللہ واسطے ہونے والی آزمائشوں پر اپنے دلوں سے مصابرہ کرو۔
- اور کہا گیا : اللہ واسطے صبر کرو اور اللہ کی استعانت سے مصابرہ کرو۔ (مطلب یہ ہے کہ صبر اللہ کی اطاعت میں ہوتا ہے اور مصابرہ اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرنے میں ہوتا ہے)
- اور کہا گیا : نعمتوں پر صبر کرو اور لڑائیوں اور دکھوں تکلیفوں اور بیماریوں پر مصابرہ کرو۔

آنجناب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

صبر میں بس تمہارے اپنے نفس کا کام ہوتا ہے جبکہ مصابرہ میں معاملہ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان ہوتا ہے۔

- **اور آیت کریمہ میں معنیٔ اخیر کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

انہیں صبر کا حکم دیا ہے، اور یہ اس شخص کا حال ہے جس میں صبر کرنے والے کا معاملہ بس اپنی ذات سے ہوتا ہے، اور مصابرہ میں یہ ہوتا ہے کہ میدان صبر میں مقابلہ فریق مخالف سے ہوتا ہے [①]، اور کبھی یہ تو

① کیونکہ اس کا تعلق مفاعلت سے ہے جس میں دو آدمیوں کی شرکت ہوتی ہے جیسے مشاتمہ ومضاربہ۔ باہم گالی گلوچ کرنا اور مار پیٹ کرنا ہوتا ہے، اور یہی حال مومن کا اپنے مدمقابل کے ساتھ صبر میں ہوتا ہے، اور مرابطہ کا معنی ثبات ولزوم اور صبر ومصابرہ پر قائم رہنا ہوتا ہے۔

ہوتا ہے کہ بندہ صبر کرتا ہے مگر مصابرہ نہیں کرتا ہے اور کبھی مصابرہ کرتا ہے مگر مرابطہ نہیں کرتا ہے، اور کبھی وہ صبر، مصابرہ اور مرابطہ سب کرتا ہے مگر تقویٰ کی عبادت سے خالی ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ ان سب کا حاصل اور لب لباب تقویٰ ہی ہے اور کامیابی اسی پر موقوف ہے۔

فرماتا ہے : ﴿وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران:۲۰۰]۔

''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو''۔ ①

- **نیسا پوری فرماتے ہیں :**

''صبر سے مراد ریاضتوں کے ذریعہ نفس سے جہاد کرنا ہے اور مصابرہ کا مطلب یہ ہے کہ آزمائشوں کے وقت دل کی نگرانی کی جائے''۔

- **قرطبی فرماتے ہیں :**

''زید ابن اسلم کے قول کے مطابق مصابرہ کا مطلب دشمنوں کے مقابلے میں صبر کرنا ہوتا ہے، اور حسن بصری فرماتے ہیں : پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی کرنا مصابرہ ہے''۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ : شہوتوں میں پابندی کے ساتھ نفس کی مخالفت کرنا مصابرہ ہے کیونکہ یہ شہوتیں بلاتی ہیں اور اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ ②

۴۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ صبر کرنے والوں کے اجر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور انھیں دوسروں سے زیادہ ثواب ملتا ہے :

- فرماتا ہے : ﴿أُوْلَٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُواْ﴾ [القصص:۵۴]۔

  ''یہ اپنے کیے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر دیئے جائیں گے''۔
- اور فرماتا ہے : ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر:۱۰]۔

  ''صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے''۔

۵۔ دین میں امامت کو صبر ویقین پر معلق کیا ہے :

فرماتا ہے :

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُواْ وَكَانُواْ بِـَٔايَٰتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [السجدة:۲۴]۔

① التفسیر القیم : ۲۱۷۔ ② دیکھئے : نضرة النعیم حرف ص۔

''اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔ ①

- **امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

اللہ نے اپنی کتاب میں صبر کا تذکرہ نوے (۹۰) مقامات پر کیا ہے اور اسے اپنے حسب ذیل ارشاد میں نماز کے ساتھ جوڑ دیا ہے :

فرماتا ہے :

﴿وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى ٱلۡخَٰشِعِينَ﴾ [البقرة:۴۵]۔

''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو یہ چیز شاق ہے، مگر ڈر رکھنے والوں پر''۔

اور دین میں امامت و پیشوائی کو صبر و یقین کا ورثہ بتایا ہے :

فرماتا ہے :

﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ أَئِمَّةٗ يَهۡدُونَ بِأَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُواْۖ وَكَانُواْ بِـَٔايَٰتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [السجدة:۲۴]۔

''اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔

اس لئے کہ حق کو جاننا اور اس پر عمل کرنا ہی پورا دین ہے، اور اس پر عمل کرنے کے لئے صبر لازم ہے بلکہ اس کے علم کی جستجو بھی صبر طلب ہے۔ جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''علم ضرور طلب کرو کیونکہ اس کا طلب کرنا عبادت ہے، اس کی معرفت خشیت ہے، اس کے متعلق بحث و تحقیق کرنا جہاد ہے، جو اسے نہیں جانتا اس کا اسے سکھانا صدقہ ہے، اور اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے، اسی سے اللہ کی معرفت ملتی اور عبادت ہوتی ہے، اسی سے اس کی بزرگی بیان ہوتی ہے اور اس کی توحید کا اقرار و اعلان ہوتا ہے۔ علم ہی سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو بلند کر کے انسانوں کا پیشوا اور امام بنا دیتا ہے جن سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور ان کی رایوں کو اپناتے ہیں''۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ انھوں نے علمی بحث و تحقیق کو جہاد ٹھہرایا ہے، اور جہاد میں صبر لازم ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

① عدة الصابرين معمولی تصرف کے ساتھ ص ۱۱۴ بحوالہ موسوعة الاخلاق الاسلامية الدرر السنية فضيلت صبر۔

﴿وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [سورۂ عصر]۔

''زمانے کی قسم بیشک (بالیقین) انسان سرتا سر نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی''۔

اور فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ﴾ [ص:۴۵]۔

''ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے''۔

لہٰذا علم نافع ہی ''ہدایت کی اصل ہے اور حق پر عمل کرنا رشاد'' کہلاتا ہے۔ اول کی ضد ''ضلال اور دوسرے کی ضد غی'' ہے۔

ذہن نشین رہے کہ علم کے بغیر عمل کرنا ''ضلال ہے اور خواہشات کی پیروی کرنا غی'' ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ﴾ [النجم:۱-۲]۔

''قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے''۔

بس حاصل یہ ہے کہ ہدایت علم کے بغیر نہیں مل سکتی اور رشاد صبر کے بغیر نہیں حاصل ہوسکتا ہے، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آگاہ رہو کہ صبر کا ایمان سے وہی رشتہ ہے جو رشتہ سر کا جسم سے ہوتا ہے، دیکھ لو جب سر کٹ جاتا ہے تو جسم کھل جاتا ہے، پھر انھوں نے بآواز بلند فرمایا: آگاہ رہو کہ جس کے اندر صبر نہیں اس میں ایمان نہیں''۔[1]

سنت نبوی میں صبر کی فضیلت اور ترغیب:

- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''إِنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ: مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ''

---

① البصائر: ۳/۳۷۶۔

''انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگا تو آپ نے انہیں عطا فرمایا، انھوں نے پھر مانگا تو آپ نے پھر انہیں عطا فرمایا، اس کے بعد بھی انھوں نے مانگا تو آپ نے پھر انہیں عطا فرمایا، یہاں تک کہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب صاف ہوگیا، تب آپ نے فرمایا: میرے پاس جو بھی خیر (مال یا سامان) ہوگا میں تمہیں چھوڑ کر اسے جمع نہیں کروں گا (سب دے دوں گا)، اور جو پاکدامنی اور عزت کی حفاظت چاہے گا اللہ اسے پاکدمنی عطا کردے گا، جو غنا کا طلب گار ہوگا اللہ اسے غنا (اور دوسرے سے بے نیازی) بخش دے گا، جو صبر کی کوشش کرے گا اللہ اسے صبر دے دے گا۔ اور کسی کو بھی کوئی عطیہ صبر سے بہتر اور وسیع تر نہیں دیا گیا ہے''۔ ①

• حدیث کی شرح :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ (جو صبر کی کوشش کرے گا) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ سے صبر کی توفیق مانگے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ إِلَّا بِٱللَّهِ﴾ [النحل:۱۲۷]۔ ''آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے''۔

''یعنی خود کو صبر پر آمادہ کرے اور اس کی مشقتیں برداشت کرنے کی کوشش کرے، اور یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ صبر تو اطاعت ومعصیت اور بلاؤں سبھی کو شامل ہے یا پھر لوگوں سے مانگنے اور ان کا دست نگر رہنے سے یوں صبر کرے کہ (اس سے محروم رہنے اور حاصل نہ کرپانے کی) تلخی کو پی جائے اور اپنے آقا کے سوا کسی سے اپنی بدحالی کی شکایت نہ کرے (اللہ اسے صبر دے دیگا)۔ یصبر کی تشدید کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ صبر کو اس کے لئے آسان کردے گا، اس طرح جملے بطور تاکید ہوں گے۔ اور معنیٔ عموم مراد لینے کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے کہ (کسی کو کوئی عطیہ نہیں دیا گیا) مطلب کوئی بھی عطا کردہ سامان یا چیز۔ (جو وسیع تر ہو) یعنی زیادہ شرح صدر کا باعث ہو (صبر کے مقابلے میں)۔ اور یہ اس لئے کہ صبر کا درجہ سب سے اونچا ہے کیونکہ وہ تمام معزز وموقر صفات وحالات کا جامع ہے''۔ ②

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ صبر تو پہلی چوٹ پر ہی ہوتا ہے :

• حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

''مَرَّ النَّبِيُّ -ﷺ- بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي.قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ.فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ -ﷺ-. فَأَتَتِ النَّبِيِّ -ﷺ- فَلَمْ تَجِدْ

① بخاری : ۱۴۶۹ ۔ ② عون المعبود لشمس الحق العظيم آبادى : ۵۹/۵۔

عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ. فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى''۔

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک ایسی عورت کے پاس سے ہوا جو ایک قبر پر کھڑی رو رہی تھی، آپ نے اس سے کہا: اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اس نے کہا: چلو چلو اپنا کام کرو، تم پر مجھ جیسی مصیبت پڑی ہے، نہ تمہیں اس کا پتہ ہے۔ پھر اسے بتایا گیا کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، یہ سن کر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر آئی تو وہاں اسے دربان نہیں ملے، اس نے عرض کیا: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: صبر تو پہلی چوٹ پر ہی ہوتا ہے''۔ ①

• اچانک ٹوٹ پڑنے والی مصیبت کا ایک الگ رنگ ہوتا ہے :

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''یکا یک اور اچانک ٹوٹ پڑنے والی مصیبت کا ایک الگ رنگ ہوتا ہے کہ وہ دل کو ہلا دیتی ہے اور اپنی چوٹ سے مضطرب کر دیتی ہے، پھر اگر وہ پہلی چوٹ سہار لیتا ہے تو اس کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قوت ماند پڑ جاتی ہے اس لئے اس پر صبر کرتے رہنا آسان ہو جاتا ہے، نیز دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب مصیبت دل پر وارد ہوتی ہے اور وہ پہلے سے اس کا مقام نہیں ہوتا ہے تو وہ اس وجہ سے مضطرب ہو جاتا ہے، اور یہ معاملہ پہلی چوٹ کا ہوتا ہے، پھر جب وہ اس کے بعد وارد ہوتی ہے تو وہاں اس کی ایک جگہ بن گئی ہوتی ہے، اور یہ بھی علم ہو چکا ہوتا ہے کہ لامحالہ وہ رہنے ہی والی ہے اس لئے اس کا صبر اضطراری سا ہو جاتا ہے۔ اور اس عورت کو جب معلوم ہو گیا کہ اس کی گھبراہٹ اور بے صبری اس کے لئے کچھ سودمند نہیں ہو سکتی ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کرنے چلی آئی، گویا یہ بتانے آئی ہو کہ اب مجھے صبر آ گیا ہے، اس لئے آپ نے اسے بتایا کہ صبر تو پہلی چوٹ پر ہوتا ہے''۔ ②

۳۔ کالی عورت کی حدیث مشہور ہے جسے بیماری پر صبر کرنے پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ ③

• بینائی جانے پر صبر :

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بینائی کے جانے پر صبر کرے اس کا بدلہ جنت ہے :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ :

---

① بخاری : ۱۲۸۳۔ ② عدة الصابرين ص : ۱۲۱۔

③ بخاری : ۵۶۵۲ ، مسلم : ۲۵۷۶ بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

''إِنَّ اللَّهَ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الجَنَّةَ يُرِيدُ : عَيْنَيْهِ''

''اللہ-عزوجل-نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں (یعنی آنکھوں) کے متعلق آزماتا ہوں اور وہ ان پر صبر کر لیتا ہے تو میں اسے بدلے میں جنت دوں گا۔ دونوں محبوب چیزوں سے مراد آنکھیں ہیں''۔ ①

- **ابن بطال کی شرح :**

ابن بطال فرماتے ہیں :

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بلاؤں پر صبر کرنے کا ثواب جنت ہے، اور اگرچہ آنکھوں کی نعمت بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں جو جنت عطا کی ہے وہ اس دنیاوی نعمت سے افضل ہے، کیونکہ دنیا میں بینائی کی لذت سے لطف اندوز ہونے کی مدت ختم ہو جائے گی اور جنت کی لذتوں سے لطف اٹھانے کی مدت باقی رہے گی''۔ ②

- **مومن کے ہر معاملے میں بھلائی ہے :**

۵۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عَجَبًا لأمرِ المؤمنِ إنَّ أمْرَه كُلَّهُ لهُ خَيرٌ وليسَ ذلكَ لأحَدٍ إلا للمُؤْمنِ إنْ أصابتهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فكانتْ خَيرًا لهُ وإنْ أصابتهُ ضَرَّاءُ صَبرَ فكانتْ خَيرًا لهُ ".

''مومن کا معاملہ تعجب خیز ہے، یقیناً اس کی ہر بات میں بھلائی ہے، اگر اسے خوشی ملتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ چیز اس کے لئے اچھی ہو جاتی ہے، اور اگر اسے کوئی دکھ پہنچتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے باعث خیر ہوتا ہے۔ ③

- **ابن عثیمین کی شرح :**

ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ : (مومن کا معاملہ تعجب خیز ہے، یقیناً اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے مومن کے معاملے پر بطور استحسان (اسے سراہتے ہوئے) تعجب کا اظہار فرمایا ہے، یعنی مومن کے حال پر اظہار تعجب ہے کہ اس کا حال ہمیشہ خیر پر ہی ہوتا ہے

---

① بخاری : ۵۶۵۳ ۔ ② شرح صحيح بخاری لابن بطال : ۳۷۷/۹ ۔ ③ مسلم : ۲۹۹۹ ۔

اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

اس کے بعد رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے اس بھلی حالت کی تفصیل بیان فرمائی ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ: اگر اسے خوشی ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ چیز اس کے لئے باعث خیر ہو جاتی ہے، اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ چیز بھی اس کے لئے خیر کا سبب بن جاتی ہے۔ مومن کا حال یہی ہوتا ہے۔ اور ہر آدمی کا معاملہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے قضا وقدر میں دو امور کے درمیان ہوتا ہے : یا تو اسے خوشی ہوتی ہے یا دکھ ہوتا ہے، اور لوگ ان حالتوں میں دو طرح کے ہوتے ہیں : مومن اور غیر مومن۔ پھر مومن کا معاملہ تو یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے لئے مقدر کیا ہوتا ہے وہ ہر حال میں اس کے لئے اچھا اور بہتر ہی ہوتا ہے، اگر اسے دکھ پہنچتا ہے تو وہ اللہ کی مقدر کی ہوئی چیزوں پر صبر کرتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف سے مشکلات کے خاتمے کی امید رکھتا ہے، انہیں برداشت کرنے پر اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے، تو یہ چیز اس کے لئے باعث خیر بن جاتی ہے اور وہ صبر کرنے والوں کا اجر وثواب حاصل کر لیتا ہے۔ اور اگر اسے کوئی دینی نعمت علم اور عمل صالح وغیرہ کی توفیق ملتی ہے یا دنیوی نعمت جیسے مال اور اہل وعیال کی خوشی ملتی ہے تو وہ اللہ کا شکر گزار رہتا ہے، اور وہ اس طرح کہ اللہ عز وجل کی اطاعت وفرمانبرداری کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری بھی اس کے لئے خیر کا سبب بن جاتی ہے، اور اسے دونوں نعمتیں دین ودنیا کی حاصل ہو جاتی ہیں۔ دنیاوی نعمت تو خوشی کا حصول ہوتا ہے اور دینی نعمت شکر گزاری کی صورت میں حاصل ہوتی ہے، یہ تو مومن کا حال ہے۔

اور کافر کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محض شر اور برائی پر ہی ہوتا ہے، اگر اسے دکھ پہنچتا ہے تو وہ صبر نہیں کرتا ہے بلکہ جھنجھلا جاتا ہے، ہلاکت وبربادی کو آوازیں دینے لگتا ہے، تباہی کی دعا مانگنا شروع کر دیتا ہے، وقت کو برا بھلا کہتا ہے اور زمانے کو گالیاں دیتا ہے...

اس حدیث میں دکھوں پر صبر کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ مومنانہ خصلتوں میں سے ہے، جب آپ دیکھیں کہ دکھوں کے وقت آپ صابر ہوتے ہیں، اللہ سے ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سے مصیبتوں کے خاتمے کا انتظار کرتے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ یہ ایمان کا عنوان ہے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس نظر آئے تو پھر اپنے نفس کو ملامت کیجیے اور اپنی روش بدل کر اللہ سے توبہ کیجیے"۔ ①

① شرح رياض الصالحين لابن عثيمين : ۱/ ۱۹۷-۱۹۹ ۔

صبر کے متعلق سلف کے اقوال :

- **حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :**

’’ہمیں سب سے افضل زندگی جو ملی ہے وہ صبر ہی سے ملی ہے اور اگر صبر کوئی آدمی ہوتا تو ضرور ایک معزز شخص ہوتا‘‘۔ ①

- **حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :**

’’صبر ایک ایسی سواری ہے جو ٹھوکر نہیں کھاتی ہے اور قناعت ایک ایسی تلوار ہے جس کی دھار نہیں مڑتی ہے‘‘۔ ②

- **حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

’’اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی نعمت دے کر لے لی ہو اور اس کی جگہ پر اسے صبر عطا کر دیا ہو تو لی ہوئی چیز کے بدلے میں اس نے جو عطا کیا ہے وہ زیادہ بہتر ہے، اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی :

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر:۱۰]۔

’’صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے‘‘۔ ③

- **ایمانی بصیرت ایسی ہوتی ہے :**

ایک شخص حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ کے پاس آیا اور ان سے تنگی حال اور معاشی پریشانیوں کی شکایت کی اور ان پر اپنی رنجیدگی اور دکھ کا اظہار کرنے لگا۔

آپ نے فرمایا : کیا تم چاہو گے کہ تمہاری آنکھوں کے بدلے تمہیں ایک لاکھ روپے مل جائیں؟ اس نے کہا: نہیں۔

انھوں نے فرمایا : تب اپنی سماعت کے بدلے؟ اس نے کہا: نہیں۔

فرمایا : تب اپنی زبان کے بدلے؟ اس نے کہا نہیں۔

فرمایا : تب اپنی عقل کے بدلے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔

...ایسی ہی اور چیزوں کا تذکرہ کیا، اور اسے اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں، پھر حضرت یونس نے فرمایا : میں تمہارے پاس لاکھوں دیکھ رہا ہوں پھر بھی تم محتاجی کی شکایت کرتے پھرتے ہو؟! ④

---

① الصبر والثواب علیه لابن ابی الدنیا : ص۲۳ ۔
② ادب الدین والدنیا للماوردی : ۲۹۴ ۔
③ الصبر والثواب علیه : ص۳۰ ۔
④ سیر اعلام النبلاء للذهبي : ۲۹۲/۶ ۔

بلاؤں پر صبر کے متعلق قرآنی اخبار وہدایات

۱- ابتلاوآزمائش کے ہر رنگ پر مومنوں کو صبر کی ربانی تعلیم اور اس پر نوازشوں اور رحمتوں کے نزول کا وعدہ اور ہدایت کی خوشخبری:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ وَلَـٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَىْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ ۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴿١٥٥﴾ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَـٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوٓا۟ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُو۟لَـٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾﴾ [البقرہ: ۱۵۳-۱۵۷]۔

''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو، اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیئے جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں''۔

۲- موت ایک اٹل حقیقت ہے، اور اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، جہاں انسان جہنم کی آگ سے سلامت نکل جائے اور اسے جنت میں ٹھکانا مل جائے تو ہی خود کو کامیاب جانے، دنیا کی زندگی خواہ کتنی ہی خوشنما ہو محض آنی جانی ہے، اور اس دنیا میں رہتے ہوئے بندۂ مومن کو دیگر ملتوں کی طرف سے اذیت کے مختلف رنگ وروپ کا سامنا ہوگا، اور یہی صبر وتقویٰ کا امتحان ہے جس میں سرخرو ہونا عزم وحوصلے کا کام ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ * لَتُبْلَوُنَّ فِىٓ أَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوٓا۟ أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ﴾ [آل عمران: ۱۸۵-۱۸۶]۔

’’ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہوگیا، اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں سے تمہاری آزمائش کی جائے گی اور یہ بھی یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی اور اگر تم صبر کرلو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے‘‘۔

۳۔ نیکی اور تقویٰ کے خودساختہ تصورات کامیابی کے ضامن نہیں ہو سکتے، اس کے لئے قرآن وسنت کی رہنمائی کے مطابق اقدامات لازم ہیں، اور سنگین ترین حالات اور دکھوں کے ایام میں دامن صبر سے وابستہ رہنا صدق وتقویٰ کی علامت اور وفاداری کی کسوٹی ہے۔

﴿لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَـٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَـٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَـٰهَدُوا۟ ۖ وَٱلصَّـٰبِرِينَ فِى ٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَحِينَ ٱلْبَأْسِ ۗ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا۟ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُتَّقُونَ﴾ [البقرة:۱۷۷]۔

’’ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالی پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں‘‘۔

۴۔ رسول رحمت کی دلجوئی اور حوصلوں کو جلا بخشنے کے لئے آیات قرآنی کا نزول جن میں یہ خبر دی گئی ہے کہ ابتلا وآزمائش اللہ کی دائمی سنت ہے اور آپ کے پیشرو انبیاء ورسل کو بھی امتحان کے ان صبر آزما اور کڑے مراحل سے ضرور گزرنا پڑا ہے، اس لئے آپ بھی شیوۂ صبر اختیار کیجیے۔

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُۥ لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِى يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَـٰكِنَّ ٱلظَّـٰلِمِينَ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا۟ عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا۟ وَأُوذُوا۟ حَتَّىٰٓ أَتَىٰهُمْ

نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِي الْمُرْسَلِينَ﴾ [الانعام: ۳۳-۳۴]۔

''ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں، سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا، ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کی بعض خبریں پہنچ چکی ہیں''۔

۵۔ حق و باطل کی معرکہ آرائی میں باطل کی ہیکڑی وطنطنے اور حشر خیزیوں کے باوجود صبر و استقامت اور حق گوئی و بیباکی کی وہ داستان جس میں کچھ زیردستوں نے زبردستوں اور کجکلاہوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا تھا جنھیں معرفت کی بلندی حاصل کرنے کے بعد اقتدار کی پستی کی طرف آنا گوارا نہ تھا، جبکہ باطل حجت و برہان کی جنگ میں کھلی ہزیمت سے دوچار ہو چکا تھا۔

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانقَلَبُوا صَاغِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ
﴿۱۲۰﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ آمَنتُم بِهِ قَبْلَ
أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا ۖ فَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ ﴿۱۲۳﴾ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوا إِنَّا
إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا ۚ رَبَّنَا أَفْرِغْ
عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ﴾ [الاعراف: ۱۱۷-۱۲۶]۔

''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنا عصا ڈال دیجئے! سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پھرے اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے فرعون کہنے لگا کہ تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بغیر اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں؟ بے شک یہ سازش تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں تا کہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا انہوں نے جواب دیا کہ ہم (مر کر) اپنے مالک ہی کے پاس

جائیں گے اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکال''۔

۶۔ صبر مومن کا ہمہ وقتی اور دائمی ہتھیار ہے جس کا وار ہمیشہ کاری ہوتا ہے، یہی وہ نکتہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے اجاگر کر رہے تھے۔

﴿قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱللَّهِ وَٱصْبِرُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱلْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۖ وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [الاعراف:۱۲۸]۔

''موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو، یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنادے اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں''۔

۷۔ ثبات قدمی، کثرت ذکر، اطاعت اللہ ورسول، ہوا اکھاڑ دینے والے تنازعات سے گریز کے ساتھ صبر کا پھل فتح وکامرانی کی صورت میں ملتا ہے۔ اور اس صبر سے مومن اللہ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَٱثْبُتُوا۟ وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٤٥ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَنَٰزَعُوا۟ فَتَفْشَلُوا۟ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَٱصْبِرُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾ [الانفال:۴۵-۴۶]۔

''اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر وسہارا رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

۸۔ پیر کنعاں کی روداد غم کہ اس نے عزیز ترین لخت جگر ونور چشم کی جدائی کا صدمہ کیسے جھیلا جو اپنے ہی بھائیوں کے حسد اور سازش کے نتیجے میں اس دنیا کی وسعتوں میں نہ جانے کہاں گم ہو گیا تھا؟ نہ اس کا خط آتا تھا نہ قاصد! پھر بھی اللہ کا وہ برگزیدہ پیغمبر، وہ بوڑھا مجاہد آس کی ڈور تھامے جئے جا رہا تھا، اور اپنے رب کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔

﴿وَجَآءُوٓ أَبَاهُمْ عِشَآءً يَبْكُونَ ۝١٦ قَالُوا۟ يَٰٓأَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَٰعِنَا فَأَكَلَهُ ٱلذِّئْبُ ۖ وَمَآ أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَٰدِقِينَ ۝١٧ وَجَآءُو عَلَىٰ قَمِيصِهِۦ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَٱللَّهُ ٱلْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ [یوسف:۱۶-۱۸]۔

’’اور عشاء کے وقت (وہ سب) اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف (علیہ السلام) کو ہم نے اسباب کے پاس چھوڑا پس اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے، گو ہم بالکل سچے ہی ہوں اور یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے، باپ نے کہا یوں نہیں، بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات بنا لی ہے۔ پس صبر ہی بہتر ہے، اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے‘‘۔

۹۔ جب خلیل اللہ کے اس پوتے کو دوسرے بیٹے کی جدائی کی خبر دی گئی تو اس کے قلب محزون پر بیتی کیفیات میں صبر اور امیدوں کے پرعزم احوال کی خبر دی گئی ہے۔

﴿ٱرْجِعُوٓا۟ إِلَىٰٓ أَبِيكُمْ فَقُولُوا۟ يَـٰٓأَبَانَآ إِنَّ ٱبْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَآ إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَـٰفِظِينَ ﴿٨١﴾ وَسْـَٔلِ ٱلْقَرْيَةَ ٱلَّتِى كُنَّا فِيهَا وَٱلْعِيرَ ٱلَّتِىٓ أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا لَصَـٰدِقُونَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَأْتِيَنِى بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [یوسف:۸۱-۸۳]۔

’’تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ ابا جی! آپ کے صاحبزادے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم جانتے تھے۔ ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے نہ تھے آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرما لیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں، اور یقیناً ہم بالکل سچے ہیں (یعقوب علیہ السلام نے) کہا یہ تو نہیں، بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنا لی، پس اب صبر ہی بہتر ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے۔ وہ ہی علم وحکمت والا ہے‘‘۔

۱۰۔ انبیاء اور ان کے ماننے والوں کو سدا مفسد اور شری عناصر سے فتنوں کا سامنا رہا ہے، باطل شبہات کے ذریعہ بحث وتکرار اور حق کو رد کردینے کی خو پرانی ہے، کم عقل ہمیشہ بشر کے رسول ہونے یا رسول کے بشر ہونے کو مسترد کرتے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں یہ سمجھاتا آیا ہے کہ رسالت اللہ کی دین ہوتی ہے، یہ کوئی کسبی چیز نہیں ہے، یہ محض اللہ کا اختیار ہے اس میں کسی کا عمل دخل نہیں ہوتا ہے، انسانوں میں مبعوث کئے جانے والے سارے انبیاء ورسل بشر ہی گزرے ہیں، اور معجزے ان کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہوا کرتے تھے کہ جب قوم کسی معجزے کا مطالبہ کرے وہ جھٹ معجزے اٹھا لائیں، یہ تو اللہ کی مشیئت پر منحصر ہوتے ہیں، جب وہ چاہتا ہے اپنے کسی پیغمبر کے ہاتھ معجزے کر گزرتا ہے۔ ورنہ کسی کے پاس کوئی حول وقوت نہیں ہے۔ ہاں صبر آزما حالات اور کڑے امتحان میں اللہ

پر توکل اور صبر کرنا اور شر پسندوں کی اذیت کو رب کی خوشنودی کے لئے برداشت کر لینا جملہ اتقیاء وصالحین کا شیوہ رہا ہے، شکر گزاری سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، ناشکری اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے اور اس کا انجام کبھی خوشگوار نہیں ہوتا۔

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ
﴿٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ
﴿٨﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِن
بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي
أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾ *
قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن
ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ
إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَن
نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا
نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُونَ﴾ [ابراہیم: ۷-۱۲]۔

''اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے کیا تمہارے پاس تم سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح کی اور عاد وثمود کی اور ان کے بعد والوں کی جنہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا، ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے، لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دبا لیے اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے گناہ معاف فرما دے، اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت

عطا فرمائے، انہوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے۔ اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں دکھائیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ رکھیں جبکہ اسی نے ہمیں ہماری راہیں سمجھائی ہیں۔ واللہ جو ایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر ہی کریں گے۔ توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں''۔

۱۱۔ امام کائنات کو دنیا کی حقیقت سمجھائی جارہی ہے کہ اس کے رنگ وروغن پر نہ جائیں کیونکہ اس کی یہ رعنائیاں سامان فریب وفتنہ ہیں، آپ تو ذکر وتسبیح اور پابندی صلاۃ کا اہتمام کریں اور صبر کے ساتھ فرمانبرداری اور اطاعت الٰہی کے کاموں میں لگے رہیں، ہم جلد آپ کو راضی کردیں گے اور اپنے گھر والوں کو بھی اسی کی تلقین کریں، پھر دیکھیں کہ ہم کس طرح آپ پر رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں اور تب آپ کو معلوم ہوگا کہ تقویٰ کا انجام کتنا خوشنما اور پائیدار ہوتا ہے، درحقیقت یہ پیغام عام امت کو بھیجا گیا ہے۔

﴿فَٱصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ ٱلشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ ءَانَآئِ ٱلَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ ٱلنَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ [طٰہٰ: ۱۳۰-۱۳۲]۔

''پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے، رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ، بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمالیں تیرے رب کا دیا ہوا ہی (بہت) بہتر اور باقی رہنے والا ہے اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھ اور خود بھی اس پر جما رہ، ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بالا پرہیزگاری ہی کا ہے''۔

۱۲۔ حج، قربانی، ایک الٰہ کی بندگی، اس کے آگے خود سپردگی، اور دل ودماغ اور سارے وجود کو جھکا دینا، اور اس کی یاد آنے پر دلوں کا اس کی ہیبت وعظمت سے لبریز ہوجانا اور اس کے لئے دکھ درد اور بلاؤں پر صبر کرنا اور صلاۃ

وزکاۃ کا اہتمام کرنا اہل ایمان کی نشانی اور مقربان بارگاہ الٰہی کی شناخت ہے۔

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝٣٤ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ [الحج:۳۴-۳۵]۔

''اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔ سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے انہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں۔ انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اس میں سے بھی دیتے رہتے ہیں''۔

۱۳۔ اقامت صلاۃ کے ساتھ امر بالمعروف ونھی عن المنکر اور احقاق حق وابطال باطل کی راہ میں پیش آنے والی اذیتوں پر (جن سے مفر نہیں) صبر کرنا اہل عزیمت کی پہچان ہے۔

﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [لقمان:۱۷]۔

''اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آ جائے صبر کرنا (یقین مانو) کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے''۔

۱۴۔ اس امید اور بھروسے اور یقین کے ساتھ صبر کرو کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور فروتنی کی راہ اپناتے ہوئے صبح وشام اپنے رب کی حمد وثنا کرتے رہو۔

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾ [غافر:۵۵]۔

''پس اے نبی! تو صبر کر اللہ کا وعدہ بلاشک (وشبہ) سچا ہی ہے تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ''۔

۱۵۔ آپ کا کام صبر ہے سو کئے جایئے باقی جو اللہ کا کام ہے وہ اس کی مشیئت کے مطابق اپنے وقت پر ہوتا رہے گا، دنیا اور آخرت دونوں اس کی میعاد ہے، پر یہ یقین رکھیے کہ اللہ کا وعدہ پورا ضرور ہوگا۔

﴿فَٱصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ ٱلَّذِى نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ﴾ [غافر:۷۷]۔

''پس آپ صبر کریں اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے، انہیں ہم نے جو وعدے دے رکھے ہیں ان میں سے کچھ ہم آپ کو دکھائیں یا (اس سے پہلے) ہم آپ کو وفات دے دیں، ان کا لوٹایا جانا تو ہماری ہی طرف ہے''۔

۱۶۔ اس حقیقت کی نقاب کشائی کی جارہی ہے کہ آزمائش بہر حال ہو کر رہے گی، محض زبانی دعووں پر فیصلہ نہیں ہوگا۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ ٱلْمُجَٰهِدِينَ مِنكُمْ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَنَبْلُوَا۟ أَخْبَارَكُمْ﴾ [محمد:۳۱]۔

''یقیناً ہم تمہارا امتحان کریں گے تا کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کرلیں''۔

۱۷۔ عمل اللہ تعالیٰ کو بہر صورت مطلوب ہے، رات عبادات محضہ کے لئے ہے اور دن میں بندگی کی الگ راہیں ہیں، اور عزیمت کی یہ داستان صبر کی روشنائی ہی سے رقم ہوسکے گی، تلخ و ترش باتوں کا جواب خوبصورت اعراض سے دیجیے اور نظر انداز کرنے کا کوئی دلنواز طرز اپنایئے۔ بڑی ذمہ داریاں بڑے صبر کرنے والوں ہی کو دی جاتی ہیں، یہ سہرا انہیں کے سر باندھا جاتا ہے جو صبر و استقامت کے میدان میں گوئے سبق لے جاتے ہیں۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝٢ نِّصْفَهُۥٓ أَوِ ٱنقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝٣ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ۝٤ إِنَّا سَنُلْقِى عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥ إِنَّ نَاشِئَةَ ٱلَّيْلِ هِىَ أَشَدُّ وَطْـًٔا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦ إِنَّ لَكَ فِى ٱلنَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝٧ وَٱذْكُرِ ٱسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝٨ رَّبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَٱتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝٩ وَٱصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَٱهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾ [مزمل:۱-۱۰]۔

''اے کپڑے میں لپٹنے والے رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہوجاؤ مگر کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کرلے یا اس پر بڑھادے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کر یقیناً ہم تجھ پر بہت بھاری بات عنقریب نازل کریں گے بیشک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب ہے اور بات کو بہت درست کر دینے والا ہے یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوجا مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اسی کو اپنا کارساز بنالے اور جو کچھ وہ کہیں تو سہتا رہ اور وضعداری کے ساتھ ان سے الگ تھلگ رہ''۔

بڑوں کی ابتلا و آزمائش میں مومنوں کے لئے بڑا نمونہ ہے

- **سب سے شدید بلاؤں کا سامنا انبیاء کو ہوتا ہے :**

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

''دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ، فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَوَجَدْتُ حَرَّهُ بَيْنَ يَدَيَّ فَوْقَ اللِّحَافِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَشَدَّهَا عَلَيْكَ قَالَ: »إِنَّا كَذَلِكَ يُضَعَّفُ لَنَا الْبَلَاءُ، وَيُضَعَّفُ لَنَا الْأَجْرُ« قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: »الْأَنْبِيَاءُ« ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: »ثُمَّ الصَّالِحُونَ، إِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيُبْتَلَى بِالْفَقْرِ، حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُهُمْ إِلَّا الْعَبَاءَةَ يَحُوبُهَا، وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ، كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ''۔

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ کو بخار آیا ہوا ہے، تب میں نے اپنا ہاتھ ان کے اوپر رکھا، تو مجھے اس بخار کی گرمی لحاف کے اوپر سے بھی محسوس ہوئی، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کا بخار کتنا شدید ہے! آپ نے فرمایا: ہاں ہم پر بلائیں یوں ہی دگنی آیا کرتی ہیں، اور ہمیں اجر بھی دہرا ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے شدید بلائیں کن پر آیا کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: انبیاء پر، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر کن پر آیا کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر صالحین (نیک لوگوں) پر آتی ہیں، یقیناً ان میں سے کسی کسی کی فقر سے ایسی آزمائش ہوتی ہے کہ اس کے پاس بس ایک عباء ہی ہوتی ہے جسے وہ اپنے اوپر ڈال لیتا ہے۔ اور ان میں کا ہر شخص بلاؤں سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے تم میں کا کوئی شخص خوشحالی سے مسرور ہوتا ہے''۔ ①

- دوسری روایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہے جن کے سوال کرنے پر کہ سب سے سخت بلاؤں کا سامنا کسے ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''الأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ ، فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا

① ابن ماجہ : ۴۰۲۴ البانی نے السلسلة الصحيحة : ۱۴۴ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ''۔

''سب سے شدید بلاؤں کا سامنا انبیاء کو ہوتا ہے، پھر جوان کے بعد اعلیٰ وافضل ہوتا ہے، پھر جوان کے بعد اعلیٰ وافضل ہوتا ہے۔ آدمی کو اس کے دین کے مطابق یا دین کے بقدر آزمایا جاتا ہے، اگر آدمی اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس پر بلائیں بھی شدید آتی ہیں اور اگر اس کے دین میں ڈھیلا پن ہوتا ہے تو دین ہی کے مطابق اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے، پھر بلائیں بندے کے ساتھ مسلسل لگی رہتی ہیں یہاں تک کہ اسے زمین پر یوں چھوڑ دیتی ہیں کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہ جاتا ہے''۔ ①

چونکہ بلاؤں اور آزمائشوں سے درجات میں بلندی ہوتی ہے اور اللہ کا تقرب زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتا ہے اسی لئے انبیاء کو آزمائش سے گزارا گیا اور انہیں ذہنی وجسمانی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ذیل میں ان میں سے کچھ کا سرسری تذکرہ کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے واقعات میں نصیحت کا کافی سامان ہے۔

سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام

وہ ایک ہمہ وقتی داعی اور عظیم مصلح تھے، نصح وخیر خواہی اور جذبۂ مودت ان کا طرۂ امتیاز تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب دعوت توحید میں پیش پیش تھے، شخصیت پرستی اور بزرگوں کی تعظیم میں غلو سے روکتے تھے، حاجت روائی اور مشکل کشائی محض اللہ کی شان بتاتے تھے، اور دن رات اس بات کے لئے کوشاں تھے کہ قوم شرک جیسے عظیم گناہ سے باز آجائے، اللہ سے معافی مانگے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے تاکہ دنیا میں اسے خوشحالی وبرکت حاصل ہو، کثرت باراں سے نوازی جائے، مال واولاد میں دلخواہ اضافے سے اس کی امداد کی جائے اور وہ آخرت کے عذاب سے نجات پاجائے۔

- **شرپسندوں کا استہزا :**

ان کی قوم نے ان کا بڑا مذاق اڑایا، انہیں اور ان کے ماننے والوں کو دھمکیاں بھی دیں :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿قَالَ ٱلْمَلَأُ مِن قَوْمِهِۦٓ إِنَّا لَنَرَىٰكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ﴾ [الاعراف:٦٠]۔

① علامہ البانی نے ترمذی، ابن ماجہ، دارمی ابن حبان، حاکم، احمد وغیرہ کا حوالہ دینے کے بعد **السلسلة الصحيحة** میں اسے صحیح قرار دیا ہے حدیث نمبر ۱۴۳۔

''ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں''۔

- جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی بنانے لگے تو اس وقت ان کی قوم کے سرداروں کا استہزا اور مذاق اور بڑھ گیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا :

﴿وَيَصْنَعُ ٱلْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِۦ سَخِرُوا۟ مِنْهُ﴾ [ھود:۳۸]۔

''وہ (نوح) کشتی بنانے لگے ان کی قوم کے جو سرداران کے پاس سے گزرتے وہ ان کا مذاق اڑاتے''۔

- **تکذیب اور دیوانگی کا طعنہ :**

ان کی تکذیب کے ساتھ ساتھ انہیں مجنوں اور دیوانہ کہہ کر بھی ان کی بے عزتی کی گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا۟ عَبْدَنَا وَقَالُوا۟ مَجْنُونٌ وَٱزْدُجِرَ﴾ [القمر:۹]۔

''ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور یہ دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا گیا تھا''۔

- **تہدید اور دھمکی :**

انہیں ڈرایا گیا کہ اگر تم اپنی دعوت سے باز نہ آئے تو تمہیں پتھروں سے مارا جائے گا :

﴿قَالُوا۟ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَٰنُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمَرْجُومِينَ﴾ [الشعراء:۱۱۶]۔

''انہوں نے کہا کہ اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا''۔

- **اس ابتلاء کا سبق :**

اس ابتلاء میں آنے والی نسلوں کے لئے بڑا سبق ہے کہ اللہ والوں کو جو اخلاقی عظمت و رفعت کا مینار ہوتے ہیں اور جن کا درجہ مقربان بارگاہ الٰہی میں بلند تر ہوتا ہے اگرچہ نادانوں اور سفیہوں کے استہزا سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ان کی دھمکیاں سننی پڑتی ہیں اور انہیں بھرے بازار میں تماشا بنا دیا جاتا ہے مگر وقتی اذیت اور تکلیف کے باوجود ان کی وقعت کم نہیں ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور وہ ان جاہلوں کی ایک ایک حرکت کا پورا پورا حساب رکھتا ہے اور وقت آنے پر سارا کا سارا بے باق کر دیتا ہے، تب انہیں اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے اور ان کا سارا نشہ آنا فانا ہرن ہوجاتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی ہے۔

• بیوی کی نافرمانی :

ان کی زندگی میں ذہنی اذیت کا ایک سنگین پہلو یہ بھی تھا کہ دینی طور پر ان کی بیوی ہی خود ان کی نافرمان تھی جو ایک مومن کے لئے بڑی ہی تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱمْرَأَتَ نُوحٍ وَٱمْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَٰلِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا وَقِيلَ ٱدْخُلَا ٱلنَّارَ مَعَ ٱلدَّٰخِلِينَ ﴾[التحریم:۱۰]۔

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیےنوح کی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو (شائستہ اور) نیک بندوں کے گھر میں تھیں، پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں (نیک بندے) ان سے اللہ کے (کسی عذاب کو) نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا (اے عورتوں) دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ''۔

• اولاد کی سرکشی :

اسی طرح ان کی ذہنی اذیت اور دلی تکلیف کا دوسرا سامان ان کے بیٹے کی طرف سے ہوا جس نے حد درجہ سرکشی کا مظاہرہ کیا اور انتہائی نازک موقع پر بھی اپنے باپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔اور ان کی نگاہوں کے سامنے سنت الٰہی کی گرفت میں آ کر پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا اور وہ سوائے تڑپنے کے اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکے۔اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے کا مکالمہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے جو اس طرح ہے :

﴿وَهِىَ تَجْرِى بِهِمْ فِى مَوْجٍ كَٱلْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ٱبْنَهُۥ وَكَانَ فِى مَعْزِلٍ يَٰبُنَىَّ ٱرْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝٤٢ قَالَ سَـَٔاوِىٓ إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِى مِنَ ٱلْمَآءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ ٱلْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ ٱللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا ٱلْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ ٱلْمُغْرَقِينَ ﴾[ھود:۴۲-۴۳]۔

''وہ کشتی انہیں پہاڑوں جیسی موجوں میں لے کر جا رہی تھی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے پر تھا، پکار کر کہا کہ اے میرے پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، نوح (علیہ السلام) نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں، صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا۔اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا''۔

- **بیٹے کو بچانے کی التجا پر اللہ تعالیٰ کا عتاب :**

پھر جب انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بیٹے کو بچا لینے کی دعا مانگی تو انہیں سخت سرزنش کا سامنا کرنا پڑا مگر پھر بھی ان سے کوئی ایسا تصرف سرزد نہیں ہوا جو ادب اور تعظیم الٰہی کے منافی ہو بلکہ انھوں نے بندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتے ہوئے فوراً سر تسلیم خم کر کے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اپنے رب سے معافی مانگ کر سرخرو ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُۥ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ٱبْنِى مِنْ أَهْلِى وَإِنَّ وَعْدَكَ ٱلْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَٰنُوحُ إِنَّهُۥ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُۥ عَمَلٌ غَيْرُ صَٰلِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۖ إِنِّىٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّىٓ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِى بِهِۦ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِى وَتَرْحَمْنِىٓ أَكُن مِّنَ ٱلْخَٰسِرِينَ﴾ [هود: ۴۵-۴۷]۔

''نوح (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے، یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے، اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے نوح نے کہا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا، تو میں خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤں گا''۔

- **صبر اپنی انتہا کو پہنچا اور انھوں نے قوم کے لئے بدعا کی :**

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے درمیان معمولی مدت نہیں گزاری تھی، ان کی زندگی کا طویل ترین عرصہ ان کے درمیان بسر ہوا، اور یہ پوری زندگی انتہائی جدوجہد، سرفروشی اور دعوت توحید کے لئے قربانیوں اور قدم قدم پر رکاوٹوں کا مقابلہ کرنے سے بھری ہوئی ہے، پھر جب صبر و برداشت اپنی انتہا کو پہنچ گئے اور آنے والی نسلوں سے بھی خیر کی کوئی توقع نہیں رہ گئی تو انھوں نے اپنی قوم کے حق میں بدعا کر دی جس کا نتیجہ ظاہر ہوا اور پوری قوم پانی کے عذاب میں ہلاک کر دی گئی۔ اور حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے باعزت طور پر بچا لیا اور آگے کی نسل انسانی انہیں کے ذریعہ چلی۔

﴿فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ﴾ [العنکبوت: ۱۴]۔

''وہ ان میں ساڑھے نوسو سال تک رہے، پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم''۔

ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام نے بھرپور دعوتی زندگی گزاری اور اللہ کی رضامندی کے لئے بڑے بڑے امتحانوں سے کامیاب نکلتے چلے گئے، توحید کی حقیقت کو نکھارنے اور شرک کی قباحتوں کو اجاگر کرنے اور اس کے لئے بے مثال قربانیاں دینے میں ان کا کردار بہت عظیم تھا، وہ حقیقتاً آنے والی نسلوں کے لئے ایک مشعل راہ اور منارۂ نور تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے ان کی زندگی کو بطور نمونہ پیش فرمایا ہے۔

- **سب سے پہلے انہیں اپنے والد اور گھر کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا :**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا﴾ [مریم: ۴۱-۴۷]۔

''اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کر، بیشک وہ بڑی سچائی والے پیغمبر تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابّا جان! آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کررہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں میرے مہربان باپ! آپ دیکھیے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، تو آپ میری ہی مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا میرے ابّا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آجائیں شیطان تو رحم وکرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان ہے ابّا جان! مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آپڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کررہا ہے۔ سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا، جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ

کہا اچھا تم پر سلام ہو، میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا، وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے''۔

• آتش کفار رب کے خلیل پر گلزار ہوئی :

بیشک یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اور جس طرح چاہے اپنے برگزیدہ بندوں کی حفاظت پر قادر ہے اور اس کی مشیئت کے بغیر کوئی ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا ہے، اور وہ جس رنگ میں چاہے اپنے دشمنوں کو ذلیل وخوار کرکے ان کی رسوائی کو جگ ظاہر کردے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ایسی عزت بخشی جو انسانیت کی تاریخ کا ایک لازوال سبق اور نمونہ بن گئی۔ روایات نے اپنے دامن میں یہ قصہ محفوظ رکھا ہے اور قرآن نے اسے خلود ودوام عطا کردیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت توحید دی، ہر طرح ان پر حق واضح کرنے کی تگ ودو فرمائی، فطری دلیلوں سے انہیں قائل کرنا چاہا، ان سے طویل مباحثے کئے، اور حجت وبرہان میں ہر جگہ انہیں مات دی، پورے اخلاص کے ساتھ اس بات کے لئے کوشاں رہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں، شرک سے تائب ہوجائیں، بربادی کا راستہ ترک کردیں، اور راہ حق وہدایت پر گامزن ہوکر کامیابی سے ہمکنار ہوجائیں مگر نادانوں نے کسی قیمت پر ان کی بات نہیں مانی، پھر قوم سے ان کا اختلاف اس قدر بڑھا کہ لوگوں نے انہیں آگ کے حوالے کردینے کا فیصلہ کرلیا اور کوئی ایک شخص بھی ان کی حمایت یا دفاع کرنے والا میسر نہیں ہوا بالآخر جب لوگوں نے اپنی قلبی شقاوت اور بے پناہ حق دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انہیں قوم کے شر سے بچالیا۔ اور صفحہ ہستی پر ایک انوکھا معجزہ رونما ہوگیا۔

قرآن کریم میں اس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے کہ :

﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾ [الانبياء:۶۸-۷۰]۔

''کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے، ہم نے فرمادیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا! گو انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کا برا چاہا، لیکن ہم نے انہیں ناکام بنادیا''۔

• ایک خدائی خوار سے مناظرہ اور حق کی فتح :

باطل سدا اپنے بے بنیاد اور بے سروپا دلائل پر جو شبہات اور توہمات کے سوا کچھ اور نہیں ہوتے نازاں رہا ہے اور

انہیں کج بحثی اور معاندانہ طرز گفتگو سے برتری عطا کرنے کی کوشش کی ہے مگر حق کے مقابلے میں ہمیشہ اسے شکست وریخت سے دو چار ہونا پڑا ہے، اور درست حجت و برہان کے سامنے وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ بودا ثابت ہوتا رہا ہے۔

اپنے وقت کے ایک انتہائی خودسر اور ظالم و جابر بادشاہ سے ان کا مناظرہ ہوا جو اپنے رب ہونے کا دعویدار تھا، انھوں نے ایک ایسی فطری دلیل سے اسے شہ مات دے دی کہ وہ مبہوت اور ہکا بکا رہ گیا۔ حافظ ابن کثیر نے زید بن اسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس وقت لوگ غلے کے حصول کے لئے نمرود کے پاس آیا کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام بھی اسی غرض سے آئے تھے کہ (اس کی سرکشی اور عناد و مکابرہ کو دیکھ کر) اس سے مناظرہ کر بیٹھے۔ پھر اس نے انہیں غلے سے محروم کر دیا۔[1]

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کا تذکرہ یوں فرمایا ہے :

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِى حَآجَّ إِبْرَٰهِـۧمَ فِى رَبِّهِۦٓ أَنْ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّىَ ٱلَّذِى يُحْىِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحْىِۦ وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِى بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِى كَفَرَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ﴾ [البقرة:۲۵۸]۔

''کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو سلطنت پا کر ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے، وہ کہنے لگا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ۔ اب تو وہ کافر بھونچکا رہ گیا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

- **اللہ کے لئے ہجرت اور ترکِ وطن :**

حق و باطل کی معرکہ آرائی کی تاریخ میں ہجرت کا مقام بہت نمایاں رہا ہے، لوگ ہمیشہ اللہ کے لئے اپنا گھر بار اور عزیز و اقارب چھوڑ کر پردیس سدھارتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تاکید بھی یہی ہے کہ جب کسی جگہ اپنے دین وعقیدے کی حفاظت ممکن نہ ہو، اور دعوت کے لئے کوئی مقام کسی قیمت پر سازگار ہونے میں نہ آتا ہو اور تمہارے پاس کوئی شرعی عذر نہ ہو تو اس دیار و مقام کو خیرباد کہہ کے وہاں سے رخصت ہو جاؤ اور ایسی جگہ جا بسو جہاں اللہ کی بندگی کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ مذکورہ صورت حال کے بعد وہ اپنی بستی

[1] دیکھئے : تفسیر ابن کثیر ۔

سے کوچ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، اس لئے عراق میں اپنا گھر بار چھوڑ کر ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ ①

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنَجَّيْنَٰهُ وَلُوطًا إِلَى ٱلْأَرْضِ ٱلَّتِى بَٰرَكْنَا فِيهَا لِلْعَٰلَمِينَ﴾ [الانبیاء:۷۱]۔

''اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی''۔

• ایک اور امتحان اور نیک بیوی کی کرامت :

پھر جب ایک بار قحط اور بھوک کا سامنا ہوا تو وہ اپنی بیوی کو لیکر مصر کی طرف گئے جہاں خوشحالی تھی، وہاں آپ کو ایک سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑا، آپ کی اہلیہ سارہ علیہا السلام جو دنیا کی حسین ترین خاتون تھیں وہ کسی طرح شاہ مصر کی نظر میں آگئیں اور اس کی نیت بگڑ گئی، اس نے انہیں بلا بھیجا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ سے رجوع اور آہ وزاری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، ان کی بیوی کو سپاہی بادشاہ کی طرف لے گئے اور ادھر انھوں نے مصلی سنبھال لیا اور اس دربار میں فریادی ہوئے جو اپنے چاکروں اور اپنے در کے بھکاریوں اور منگتوں کو کبھی رسوانہیں کرتا، ادھر پاکدامن بیوی بھی اسی آقا سے لولگائے ہوئے تھیں جس کے دربار کی چاکری ان کے مایۂ ناز شوہر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق انہیں اس ظالم کے ہاتھوں سے ایسے بچا لیا کہ اس کی چالیں اسی کی گردن میں ڈال دیں، وہ خود ایسی مصیبت کا شکار ہو گیا کہ اسے حضرت سارہ ہی سے اپنی مصیبت کے خاتمے کے لئے دعا کرانی پڑی تب جاکے اس کی جان چھوٹی اور اس نے تحفہ تحائف کے ساتھ حضرت ہاجرہ کو بھی ان کے حوالے کر دیا جو بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بنیں اور ان سے امام الانبیاء کے دادا اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ②

• اپنے بیوی بچوں کو بے آب وگیاہ بیابان میں چھوڑ دینے کا حکم الٰہی :

پھر اللہ کے حکم سے اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے ننھے بیٹے اسماعیل کو جو بڑی دعاؤں اور ارمانوں کے بعد پیدا ہوئے تھے بے آب وگیاہ وادی مکہ میں تنہا چھوڑ کر آنا پڑا تھا جہاں تا حد نگاہ ریت ہی ریت اور خشک پہاڑیاں تھیں، پانی کا نام ونشان تک نہ تھا نہ کھانے کے اسباب مہیا تھے۔ کسی آدم زاد کا گزر وہاں بمشکل ہی ہوتا رہا ہوگا۔

وہ بے چوں وچرا اپنی ان محبوب ہستیوں کو اس نامانوس اور تکلیف دہ مقام پر چھوڑ کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ پر بے پناہ توکل کا ثبوت دیا۔ جب کھانا پانی ختم ہوا تو بیوی اور بچے کو شدید تکلیف اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا، بیچاری دکھیا

---

① قصص الانبیاء ابن کثیر : ص ۱۹۲۔ ② دیکھئے : بخاری : ۳۳۵۸، مسلم : ۲۳۷۱۔

عورت پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر بے تحاشا بھاگتی پھری اور جب ایسی اوبڑ کھابڑ اور سنگلاخ اور پتھریلی زمین اور پہاڑیوں پر سات پھیرے پورے ہوئے (جہاں آج سنگ مرمر کا فرش بن جانے کے باوجود جوانمردوں کا تھکن سے برا حال ہوجاتا ہے اور ان کے حوصلے چھوٹنے لگتے ہیں) تب جا کر بشارت کا سامان ہوا، اللہ کی مدد آئی اور زمزم کا کنواں پھوٹ نکلا، اور اللہ اپنے خاص بندوں کو ضائع کب کرتا ہے؟

- **رنگارنگ آزمائشوں میں ثبات قدمی اور اطاعت الٰہی کا عظیم نمونہ :**

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مطلق اطاعت وفرمانبرداری کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ہر چھوٹی بڑی آزمائش میں کھرے اترے اور اس کے ہر حکم کی بلا تامل پیروی کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَإِذِ ٱبْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّى جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِى ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [البقرة: ۱۲۴]۔

''جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا، عرض کرنے لگے: اور میری اولاد کو، فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں''۔

- **آزمائشوں میں متعدد امور شامل ہیں :**

ان آزمائشوں میں بہت سی چیزیں داخل ہیں اور مفسرین نے جو کچھ اس ضمن میں بیان کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہیں :

- طہارت و پاکیزگی کی پابندی (جس میں مونچھ تراشنے، ناخن تراشنے اور موئے زیر ناف کی صفائی وغیرہ کی پابندی بھی شامل ہے)
- اللہ نے انہیں بڑھاپے کی عمر میں ختنہ کرنے کا حکم دیا، اس وقت ان کی عمر اسی سال کی تھی، انھوں نے بلا تامل اسی وقت اپنا ختنہ کرلیا۔
- اللہ نے انہیں ستارے چاند اور سورج سے آزمایا اور وہ اس آزمائش میں پورے اترے، نمرود بادشاہ سے مناظرے کی آزمائش ہوئی، آگ میں ڈالنے کا امتحان ہوا، پھر ہجرت سے آزمائے گئے اور آپ ان سب میں کامیاب ہوئے۔

- مہمان نوازی اور اللہ کے لئے مال خرچ کرنے کی آزمائش بھی ہوئی، پھر اللہ کا گھر بنانے کا حکم ہوا اور آپ ان سب میں پورے اترے۔
- اپنے لاڈلے بچے کی قربانی سے آزمائے گئے اور ان کے پائے استقامت میں ذرا لغزش نہ آئی، اور یہ واقعہ تو ایثار اور قربانی کی تاریخ میں ایسا لازوال نمونہ ہے جس کے نقوش انمٹ ہیں۔
- اسی طرح انھوں نے اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں انہیں طاق کر دیا۔
- خانۂ کعبہ کی تعمیر باپ بیٹے نے مل کر کی اور حضرت ابراہیم واسماعیل ہی اس کے معمار ومزدور رہے۔
- اسماعیل علیہ السلام نے حکم الٰہی پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی گردن چھری چلانے کے لئے باپ کے سامنے پیش کر دی اور عملی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی گردن پر چھری چلا بھی دی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور دونوں کو امتحان میں کامیابی کا مژدہ سنایا۔
- مگر ان تمام کے باوجود ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کے کچھ کام نہ آسکیں گے اور اس کا انجام جہنم ہی ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

- **ولادت سے پہلے قتل کا فرمان اور پیدا ہوتے ہی مارے جانے کا خوف :**

پیدا ہوتے ہی فرعون کے سپاہیوں کے ہاتھوں قتل ہو جانے کا اندیشہ تھا، ماں خوفزدہ تھی، بے بسی وبے کسی اپنی انتہا کو پہنچی تھی، سماج میں کوئی حامی ومددگار نہ تھا جو ان ماں بیٹے کو فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات دلا سکتا، مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے، ماں نے اللہ کے حکم کے مطابق انہیں صندوق میں ڈال کر دریائے نیل کے حوالے کر دیا اور اللہ نے بڑی زبردست تدبیر سے انہیں ان کی ماں کی آغوش میں واپس کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِذۡ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰٓ ﴿٣٨﴾ أَنِ ٱقۡذِفِيهِ فِي ٱلتَّابُوتِ فَٱقۡذِفِيهِ فِي ٱلۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ ٱلۡيَمُّ بِٱلسَّاحِلِ يَأۡخُذۡهُ عَدُوّٞ لِّي وَعَدُوّٞ لَّهُۥۚ وَأَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةٗ مِّنِّي وَلِتُصۡنَعَ عَلَىٰ عَيۡنِيٓ ﴿٣٩﴾ إِذۡ تَمۡشِيٓ أُخۡتُكَ فَتَقُولُ هَلۡ أَدُلُّكُمۡ عَلَىٰ مَن يَكۡفُلُهُۥۖ فَرَجَعۡنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَيۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَۚ وَقَتَلۡتَ نَفۡسٗا فَنَجَّيۡنَٰكَ مِنَ ٱلۡغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ فُتُونٗا﴾ [طٰہ:٣٨-٤٠]۔

''جبکہ ہم نے تیری ماں کو وہ الہام کیا جس کا ذکر اب کیا جا رہا ہے کہ تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ

دے، پس دریا اسے کنارے ڈالے گا اور میرا اور خود اس کا دشمن اسے لے لے گا، اور میں نے اپنی طرف کی خاص محبت ومقبولیت تجھ پر ڈال دی۔ تا کہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے (یاد کر) جبکہ تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر تم کہو تو میں اسے بتا دوں جو اس کی نگہبانی کرے، اس تدبیر سے ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچایا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو۔ اور تو نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس پر بھی ہم نے تجھے غم سے بچا لیا، غرض ہم نے تجھے اچھی طرح آزمالیا''۔

- **قومی بے بسی کا المناک ماحول :**

سن شعور کو پہنچے تو قوم کا برا حال دیکھا، وہ فرعون کے بندہ بے دام تھے، ہر طرف جبر واستبداد کا بازار گرم تھا، ان کے لڑکوں کو بلا کسی جرم کے قتل کر دیا جاتا تھا، ان سے بیگار لیا جاتا تھا اور ان کی پشت پر کوڑے بھی لگائے جاتے تھے، قوم حد درجہ مقہور ومغلوب تھی، اور قہر درویش برجان درویش کے مصداق اس کے پاس اپنے دفاع کا کوئی راستہ بھی نہ تھا۔

- **غیر ارادی خطا پر ملک سے فرار کی مجبوری :**

پھر جوان ہوئے تو اپنی قوم کے ایک آدمی کی فریاد رسی کے لئے آگے بڑھے تو فرعون کی قوم کا آدمی بلا قصد ان کے ہاتھوں مارا گیا اور ایک ہی مکے میں اس کا کام تمام ہو گیا۔ جس کا بدلہ لینے کے لئے ان کی تلاش شروع ہو گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ انہیں اس جرم کی پاداش میں قتل کر دیا جائے، ڈرے سہمے، چھپتے چھپاتے بے سروسامانی کے عالم میں اپنا شہر اور اپنا ملک چھوڑ کر بھاگے اور مدائن میں جا کر دم لیا۔

- **بے داغ شباب اور بے مثال قوت کے مظاہرے نے آنکھ کا تارا بنا دیا :**

پھر وہاں اتفاقیہ طور پر دو کمزور لڑکیاں سامنے آئیں تو بے غرض ان کی مدد کر دی، اور اللہ سے لو لگائے اپنے لئے خیر مانگتے رہے اور بندگی کا سب سے قیمتی حوالہ دیتے رہے کہ پروردگار! ہم تو تیرے فقیر ہیں، تیری جو بھی نوازش ہو جائے ہم اس کے محتاج ہیں، دعا قبول ہوئی، ٹھکانا شریفوں کے گھر ملا، پردیس میں شادی بھی ہو گئی، مگر وہ دنیا کی تاریخی مہر تھی جس پر ان کا نکاح ہوا، دس مشقتوں بھرے سال انہیں اپنی سسرال کے حوالے کرنے پڑے، ان کی بکریاں چرائیں اور سب کام کاج کئے پھر بیوی کو لیکر اپنے وطن کی طرف لوٹے۔

• آگ لینے گئے اور پیمبری مل گئی... پھر کانٹوں بھری راہ :

راستے میں ایک جگہ دور کہیں آگ دکھائی دی تو ضرورت کے تحت آگ لینے چل پڑے، جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ کوہِ طور ہے اور قرآن وسنت کے بیان کے مطابق وہیں آپ کو پیغمبری مل گئی جس سے ابتلا و آزمائش کا ایک نیا دور شروع ہوا، ایک طرف دنیا کا خودسر اور بدماغ سربراہ مملکت تھا جس کا ایک جرم بھی ان کی طرف تھا جو تمام تر مادی وسائل سے مالا مال تھا دوسری طرف انتہائی بگڑی ہوئی اور پیچیدہ ترین نفسیات والی قوم تھی جس کا مزاج صدیوں کی غلامی نے بری طرح فاسد کر رکھا تھا۔ ادھر زبان بھی حسب منشا نہیں چلتی تھی اس لئے اپنے بھائی کو بھی بطور معاون طلب کیا اور دعا قبول ہوگئی۔

• جب لاٹھی سانپ بن گئی :

یہ بھی قابل غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا معجزہ عطا فرمایا تو پہلے سے یہ نہیں بتایا کہ جب آپ لاٹھی زمین پر ڈالیں گے تو وہ سانپ بن کر پھنپھنائے گی اور دوڑنے لگے گی، یہاں تک کہ جب آپ کو اس کا عملی تجربہ ہوا اور آپ اچانک پیش آنے والی صورت حال سے گھبرا کے یوں بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا تب جا کر یہ کہا گیا کہ صاحب اپنی لاٹھی چپ چاپ اٹھا لیجیے ڈرنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے یہ تو بس آپ کے ہاتھ میں آتے ہی وہی آپ کی لاٹھی ہوگی۔

• بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا :

پھر جب آپ پیغمبری لے کر عمل کی دنیا میں گئے تو دو طرفہ طور پر آپ کو جس اذیت کا سامنا کرنا پڑا اس پر اللہ ہی رحم فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسىٰ قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ"

"اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی پھر بھی انھوں نے صبر کیا"۔ ①

اور اپنی قوم سے لاتعداد مکروہات اور دل دکھانے والے حالات کا سامنا کرنے کے بعد خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کہنا پڑا :

﴿يَٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُونَنِي وَقَد تَّعۡلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ﴾ [الصّف:۵]۔

---

① بخاری : ۳۱۵۰ ۔

''اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے کیوں ستا رہے ہو حالانکہ تمہیں (بخوبی) معلوم ہے کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں''۔

- **حجت و برہان کی فتح کے باوجود سرکار دربار کے مظالم اور طعنے :**

فرعون سے مباحثے ومناظرے جاری تھے، اس کی دھمکیوں کا سامنا مسلسل تھا۔ اس نے جادوگروں سے مقابلہ کرایا مگر جب کایا پلٹ گئی اور اس کی چالیں خود اسی کی گردن میں آن لگیں تو اس کا طیش وطنطنہ اپنے شباب پر پہنچ گیا تھا اور اس نے آخری حد تک اپنی کم ظرفی، تنگ مزاجی اور پستی کا مظاہرہ کیا، پھر جب اس کا نامۂ اعمال بھر گیا اور سرکشی اور جبر واستبداد اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق اسے مع لاؤ لشکر دریا میں غرق کر دیا اور اس کی ساری ہیکڑی جاتی رہی۔

- **غایت درجہ الجھی ہوئی نفسیات کی قوم سے پالا پڑا تھا جس کے بعض لوگ خست کی آخری حدیں پار کر گئے تھے :**

ادھر وہ عالم تھا اور ادھر قوم کے طعنے وتشنے دم نہ لینے دیتے تھے، قدم قدم پر نافرمانیوں کا سامنا تھا، جب انہیں کہا جاتا کہ سجدوں کی حالت میں چلے چلو تو وہ سرینوں کے بل گھسٹتے جاتے تھے، فرامین الٰہی کا مضحکہ اڑاتے تھے اور حطہ کی جگہ حنطہ حنطہ چلاتے تھے، بچھڑے کی پوجا تک کر ڈالی گئی اور نصیحت پر ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون کے ساتھ مرنے مارنے پر آ گئے، برملا حضرت موسیٰ سے کہا کہ اللہ میاں کو روبرو لے آؤ ورنہ ہم تمہاری ایک نہ مانیں گے۔ نہ تم پر ایمان لائیں گے۔ من وسلویٰ کھا کھا کے ایسا اکتائے کہ کہا دال دلیا، پیاز لہسن اور کھیرے ککڑی کا انتظام کرو۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی ذات کو بھی اپنے استہزا کا نشانا بنانے سے نہ چوکے، یہ بے ادبی اللہ کو ایسی ناپسند آئی کہ اس نے امت محمدیہ کو پیشگی نصیحت کر دی کہ :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ ءَاذَوْاْ مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ ٱللَّهُ مِمَّا قَالُواْۚ وَكَانَ عِندَ ٱللَّهِ وَجِيهًا﴾ [الاحزاب:٦٩]۔

''اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی پس جو بات انہوں نے کہی تھی اللہ نے انہیں اس سے بری فرما دیا، اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھے''۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام تو اپنے صبر میں ضرب المثل ہیں جب کسی کے اندر اعلیٰ درجہ کا صبر بتانا ہوتا ہے تو کہتے ہیں حضرت ایوب جیسا صبر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿٨٣﴾ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ فَكَشَفْنَا مَا بِهِۦ مِن ضُرٍّ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ أَهْلَهُۥ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَٰبِدِينَ﴾ [الانبیاء: ۸۳-۸۴]۔

''ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لئے سبب نصیحت ہو''۔

- **آشائسوں کے اعلیٰ ترین ماحول سے ابتلا کی آخری حد تک :**

مفسرین کے مطابق حضرت ایوب کو اپنے مال واولاد اور جسم میں شدید ترین بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا، دھن دولت، کھیتی باڑی، مال مویشی حتی کہ اہل وعیال بھی سب جاتے رہے، پھر ان کے جسم کی باری آئی اور ایک موذی مرض لاحق ہوگیا، یہاں تک کہ لوگ ان کے پاس آنے سے کتراتے تھے، سب نے ساتھ چھوڑ دیا صرف ایک نیک بخت ووفا شعار بیوی تھی جو آخر دم تک ان کی خدمت پر لگی رہی تھی، پھر بھی انھوں نے تمامتر شدائد کا سامنا بڑے صبر وشکر کے ساتھ کیا اور ہر حال میں راضی برضا رہے۔ ①

- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ :

''اللہ کے نبی ایوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بلا میں اٹھارہ سال گزارنے پڑے حتی کہ ان کے دو دوستوں کے سوا قریب وبعید سب نے انہیں چھوڑ دیا تھا، بس وہی دونوں ان کے پاس صبح شام آیا کرتے تھے، پھر ایک دن ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا: جانو کہ اللہ کی قسم ایوب نے ضرور کوئی ایسا گناہ کیا ہے جیسا کہ دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے، اس کے ساتھی نے پوچھا: آخر وہ ہے کیا؟ اس نے کہا: دیکھو اٹھارہ سال ہوئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم نہیں فرماتا ہے کہ ان کی تکلیفیں دور کر دے، پھر جب وہ دونوں

① دیکھئے : ابن کثیر : ۵/۳۵۹ ۔

شام کے وقت حضرت ایوب کے پاس گئے تو وہ آدمی صبر نہیں کر سکا اور اس نے وہ سب کچھ حضرت ایوب سے بیان کر دیا۔ حضرت ایوب نے فرمایا: پتہ نہیں تم دونوں کیا کہہ رہے ہو، البتہ اپنا تو حال یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ میں دو ایسے آدمیوں کے پاس سے گزر رہا ہوتا جو باہم جھگڑ رہے ہوتے اور اس موقع پر وہ اللہ کا نام لیتے تھے تو میں اپنے گھر آ کر ان دونوں کی طرف سے کفارہ ادا کرتا تھا محض اس خیال سے کہ کہیں انھوں نے ناحق اللہ کا نام نہ لے لیا ہو کیونکہ یہ بات مجھے پسند نہ تھی کہ کوئی کسی ناحق کام میں اللہ کا نام لے۔ بیان فرماتے ہیں کہ (معمول یہ تھا کہ) وہ قضائے حاجت کے لئے نکلتے تھے اور جب فارغ ہو جاتے تھے تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں (ان کے ٹھکانے تک) پہنچاتی تھی۔ پھر جب انہیں اس (خاتون) تک پہنچنے میں ایک دن تاخیر ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کی طرف وحی بھیجی کہ :

﴿ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴾ [ص:۴۲]۔

''اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے''۔

تب اس تاخیر کو دیکھ کر وہ (بے چینی سے) ان کا انتظار کرنے لگی اور وہ اس حال میں اس کی طرف آئے کہ اللہ نے ان کی سب بلائیں اور تکلیفیں دور کر دی تھیں اور وہ اپنی بہترین حالت میں آ گئے تھے، لہٰذا جب اس نے انہیں دیکھا تو کہنے لگی :

ارے بھیا ! اللہ تمہیں برکت دے کیا تم نے اس آفت رسیدہ اللہ کے نبی کو دیکھا ہے؟ اللہ اس بات پر شاہد ہے کہ جب وہ صحتمند تھے اس وقت کی حالت کے مطابق تم سے زیادہ کوئی ان کا مشابہ نہیں ہے، انھوں نے فرمایا: ارے میں وہی تو ہوں۔

اور ان کے پاس دو کھلیان (خرمن) تھے ایک گیہوں کا دوسرا جو کا، تب اللہ نے دو بادل بھیجے، جب ان میں سے ایک گیہوں کے کھلیان پر پہنچا تو وہاں اس نے اس قدر سونا برسایا کہ وہ بہہ پڑا اور دوسرے نے جو کے کھلیان پر چاندی برسائی اور وہ کھلیان بھی بہہ پڑا''۔ [1]

● مفسر حضرت سدی بیان کرتے ہیں کہ :

''حضرت ایوب کا گوشت ساقط ہو چکا تھا صرف پٹھے اور ہڈیاں ہی بچ رہی تھیں (مطلب کثرت سے گوشت

---

[1] مسند ابو یعلی : ۱۷۶/۱-۱۷۷/۱ ، ابو نعیم فی الحلیة : ۳۷۴/۳-۳۷۵ ، علامہ البانی نے السلسلة الصحيحة میں اسے صحیح کہا ہے ، دیکھئے حدیث نمبر : (۱۷) ۵۴/۱ ۔

گر چکا تھا، ممکن ہے اس میں کچھ مبالغہ بھی ہو، واللہ اعلم بالصواب) اس موقع پر ان کی ایک بیوی ہی ان کی دیکھ بھال کرتی تھی اور ان کے لئے کھانے پینے کا سامان لاتی تھی، جب ان کی یہ بیماری طویل ہوگئی تو ان کی بیوی نے ان سے کہا: ایوب صاحب! اگر آپ اپنے رب سے دعا کرتے کہ وہ آپ کی بیماری دور فرما دیتا تو کیا یہ اچھا نہ ہوتا؟ انھوں نے فرمایا: میں نے ستر سال حالت صحت میں گزارے ہیں، تو کیا کم از کم اللہ کے لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس کے لئے ستر سال صبر کروں؟ تو وہ یہ بات سن کر بے چین ہوگئی اور وہاں سے اٹھ کر باہر آگئی، پھر یہ ہونے لگا کہ وہ اجرت پر لوگوں کے لئے کام کرتی اور جو مزدوری ملتی تھی اس سے ان کے لئے کھانا خرید کر لاتی اور انہیں کھلایا کرتی۔ ادھر ابلیس فلسطین کے دو آدمیوں کے پاس گیا جو ان کے دوست اور رفیق تھے اور ان سے کہا کہ تمہارے دوست ایوب کو ایسی ایسی بلائیں لاحق ہیں، تم دونوں ان کے پاس پہنچو اور ان سے جا کر ملاقات کرلو اور اپنے ساتھ اپنے علاقے کی شراب بھی لیتے جانا، اگر وہ اسے پی لیں گے تو صحتیاب ہو جائیں گے، لہٰذا وہ دونوں ان کی ملاقات کے لئے ان کے پاس آئے اور جب ان پر نظر پڑی تو ان کے آنسو نکل آئے، حضرت ایوب نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ ہم فلاں فلاں ہیں! تب انھوں نے اپنے ان دوستوں کو خوش آمدید کہا، اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کو آفریں ہو جو آزمائش کے وقت بھی میرے ساتھ جفا نہیں کرتے، انھوں نے کہا: اے ایوب! لگتا ہے آپ اندر کچھ رکھتے ہیں اور باہر کچھ ظاہر کرتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آزمائش میں ڈالا ہے؟ تب انھوں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: وہ جانتا ہے کہ میں نے جو کچھ ظاہر کیا اس کے خلاف کچھ بھی نہیں چھپایا ہے۔ مگر میرے رب نے مجھے اس لئے آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ دیکھ لے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہوں، تب انھوں نے کہا کہ اے ایوب! آپ ہماری شراب تھوڑی سی پی لیں اگر آپ اسے پی لیں تو صحتیاب ہو جائیں گے۔ بیان کرتے ہیں کہ اس پر وہ خفا ہو گئے اور کہنے لگے: لگتا ہے وہ خبیث تم دونوں کے پاس آیا تھا اور اسی نے تمہیں یہ ہدایات دی ہیں؟ اب تم دونوں سے بات چیت اور تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ اس پر وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ اور ان کی بیوی لوگوں کا کام کاج کرنے چل پڑی، اور اس نے ایک گھر والوں کے لئے جن کے پاس ایک بچہ تھا روٹیاں پکائیں، اور ان کا وہ بچہ سو چکا تھا، پھر انھوں نے اسے جگانا پسند نہیں کیا، اور اس کی روٹیاں انھوں نے خاتون ہی کو دے دیں، اور وہ انہیں لے کر حضرت ایوب کے پاس آئی، تو انہیں اس پر حیرت ہوئی اور انھوں نے فرمایا کہ تم تو میرے پاس یہ نہیں لایا کرتی تھیں،

آخر آج کیا ماجرا ہے کہ آپ یہ لے آئیں؟ اس نے پوری صورت حال بتا دی۔ انھوں نے فرمایا: ممکن ہے وہ بچہ بیدار ہو جائے اور روٹی مانگے اور جب اسے روٹی نہ ملے تو وہ رونے لگے، نہیں تم اسے لے جاؤ اور اسے دے آؤ۔ لہٰذا وہ واپس گئی اور جب ان لوگوں کے گھر کے پاس پہنچی تو ان کی ایک بکری نے اسے سینگ ماردی، اس پر اس کے منہ سے نکلا کہ خطا کار ایوب کا برا ہو۔ پھر وہ اوپر گئی تو دیکھا بچہ بیدار ہو چکا ہے اور رو رو کر گھر والوں کو پریشان کئے ہوئے ہے، ان سے کوئی دوسری چیز لینے پر آمادہ بھی نہیں ہوتا ہے، تب اس نے کہا: اللہ ایوب پر رحم فرمائے۔ اور روٹیاں ان کے حوالے کر کے واپس چلی آئی۔ پھر اس کے پاس ابلیس ایک طبیب کی شکل میں آیا اور اس سے کہا: تمہارے شوہر کی بیماری طویل ہو چکی ہے، اگر وہ شفایاب ہونا چاہتے ہیں تو ایک مکھی لیں اور اسے فلاں قبیلے کے بت کے نام قربان کر دیں تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے، پھر بعد میں توبہ کر لیں۔ اس نے یہ بات حضرت ایوب سے کہی تو انھوں نے فرمایا: یقیناً تیرے پاس وہ خبیث آیا تھا۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں صحتمند ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ پھر اس کے بعد جب وہ خاتون ان کے لئے روٹی پانی کا انتظام کرنے نکلی تو دیکھا کہ روزی کے سلسلے میں اس پر بندش لگ چکی ہے، کوئی گھرانہ اسے کام دینے پر آمادہ نہیں ہے، پھر جب اس حال کی سنگینی بڑھتی گئی اور اسے حضرت ایوب کے فاقے کا خوف دامنگیر ہو گیا تو اس نے اپنے سر کی ایک چوٹی مونڈ ڈالی اور اسے بنات اشراف میں سے ایک چھوکری کے ہاتھ فروخت کر دیا جس کے بدلے میں انھوں نے بڑی مقدار میں خوب عمدہ عمدہ کھانے کو دیا، وہ اسے لیکر حضرت ایوب کے پاس آئی، جب انھوں نے اسے دیکھا تو یہ سب انہیں خلاف معمول اور عجیب سا لگا، تب انھوں نے دریافت کیا کہ یہ سب تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ میں نے کچھ لوگوں کا کام کاج کیا تھا جس کے بدلے میں انھوں نے مجھے یہ سب کھانے کو دیا تھا، تب انھوں نے اس میں سے کچھ کھا لیا، پھر جب کل کا دن آیا تو وہ دوبارہ کام کی تلاش میں نکل گئی مگر اسے کوئی کام نہیں ملا، تب پھر اس نے اپنی دوسری چوٹی بھی مونڈ ڈالی، اور انھوں نے اسے ویسا ہی کھانا آج بھی دیا، پھر جب وہ کھانا لے کر حضرت ایوب کے پاس آئی تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تو اسے اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ آیا کہاں سے ہے؟ تب اس نے اپنی اوڑھنی ڈھلکا دی، اب جو انھوں نے اس کا سر دیکھا کہ منڈا ہوا ہے تو وہ سخت بے چین اور مضطرب ہو اٹھے اور اسی وقت دعا مانگی کہ :

﴿أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴾

''مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔ ①

مگر یہ واقعہ بلا سند ہے اور حضرت سدی نے بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے، ممکن ہے یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہو۔ البتہ

﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِۦ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَٰهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ ٱلْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ﴾ [ص:۴۴]۔

''اور اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار دے اور قسم کے خلاف نہ کر، سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا، وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا''۔

کی تفسیر میں طبری نے بسند حسن حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''ان کی بیوی نے ان کے سامنے کوئی بات پیش کی تھی، اور ابلیس نے اس سے کچھ کرانا چاہا تھا اور اسے بتایا تھا کہ اگر تم ایسا ایسا کہو، اور اسے اس بات پر گھبراہٹ اور اضطراب نے آمادہ کر دیا تھا، لہٰذا اللہ کے نبی (ایوب علیہ السلام) نے قسم کھالی تھی کہ اگر اللہ انہیں شفادے گا تو وہ اسے سو کوڑے لگائیں گے، بیان کرتے ہیں: لہٰذا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ایک ایسی ٹہنی لیں جس میں (۹۹) ننانوے شاخیں ہوں اور ایک اصل سے سو کی تعداد پوری ہوجائے، اور اس سے ایک بار ماردیں۔ لہٰذا اس طرح اللہ کے نبی (ایوب علیہ السلام) نے اپنی قسم پوری کی، اور اللہ نے ان کی امت سے تخفیف کردی۔ اور اللہ تو بڑا رحم فرمانے والا ہے ہی''۔

اور اس روایت کی صحیح و مرفوع اصل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موجود ہے۔ ②

شیطان کی چالیں :

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیطان کسی کے بھی خلاف خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور بزرگ انسان کیوں نہ ہو اپنی چالیں چلنے سے باز نہیں آتا بالخصوص بیماریوں اور مصیبتوں کے دور میں اس کے عقیدے پر زبردست حملے کرتا ہے اور اسے توحید اور راہ حق سے برگشتہ کرنے کی ہر سعی کرتا ہے اور اگر براہ راست اس پر اس کا داؤ نہیں چلتا تو وہ اس کے متعلقین پر ڈورے ڈالتا ہے جو مزمن اور طویل بیماریوں میں حد درجہ پریشان اور مضمحل ہو چکے ہوتے ہیں اور انہیں بہکانے میں اکثر کامیاب ہوجاتا ہے اس لئے اس کی چالوں سے آگاہ رہنا بہت ضروری ہے اور مصیبتوں اور آزمائشوں میں ایمان بچانا بڑی عزیمت کا کام ہوتا ہے جو اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا مگر اکثر لوگ اس مہربان آقا کا دربار چھوڑ کر شیطان کا نرم چارہ بن جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

① تفسیر ابن کثیر : ۳۶۱/۵ ۔ ② موسوعة الصحيح المسبور من التفسير بالمأثور تفسير سوره ص : ۴۴ ۔

مذکورہ آیت اور سابقہ ولاحقہ آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کے جسم اور مال واولاد کے سلسلے میں پیش آمدہ تکلیفوں سے اپنی آزمائش کا تذکرہ فرمارہا ہے جس میں حال یہ ہوا تھا کہ ان کے دل کو چھوڑ کر ان کے جسم کے کسی اور حصے میں سوئی کے نوک کے برابر بھی کوئی جگہ صحیح سالم نہیں بچی تھی، اور دنیا کے مال ومتاع میں سے بھی کچھ باقی نہیں بچا تھا کہ وہ اپنی بیماری میں اس سے مدد لیتے، بس لے دے کر ایک بیوی ہی بچی تھی جو ان کی محبت کو سنبھالے ہوئے تھی کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی خاتون تھی، اور وہی لوگوں کے یہاں محنت مزدوری کر کے انہیں کھلاتی پلاتی رہی اور اٹھارہ سال سے مسلسل ان کی خدمت کئے جارہی تھی۔ جبکہ اس سے قبل وہ بے حساب مال واولاد والے تھے اور ان کے یہاں اسباب ومتاع دنیا کی فراوانی تھی، پھر وہ سب کا سب ہاتھ سے جاتا رہا اور سلب کر لیا گیا اور بے حالی اس انتہا کو پہنچی کہ جناب اس پوری مدت میں شہر کے کوڑا گھر کے پاس پڑے رہے تھے اور ان کی اسی زوجۂ محترمہ رضی اللہ عنہا کے سوا دور ونزدیک کے سب لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، وہ صرف کام کاج کے لئے نکلتی تھی اور جلد ہی ان کے پاس لوٹ کر آجاتی تھی۔ پھر جب یہ سلسلہ دراز ہوگیا اور بے حالی اپنی آخری حد کو پہنچ گئی، مقررہ تقدیر کی گردش پوری ہوگئی، اور اس ابتلا کی متعینہ معیاد اپنی انتہا کو پہنچی تو رب العالمین، الٰہ المرسلین سے آہ وزاری، اور منت سماجت میں لگ گئے اور عرض کیا :

﴿أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴾ [الانبیاء:۸۳]۔

''مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔

اور اس آیت میں فرمایا کہ :

﴿مَسَّنِيَ ٱلشَّيۡطَٰنُ بِنُصۡبٖ وَعَذَابٍ﴾ [ص:۴۱]۔ ''شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے''۔

کہا گیا :

''نصب'' سے مراد بدنی تکلیف ہے۔

اور ''عذاب'' سے مراد مال واولاد میں لاحق ہونے والی پریشانی ہے۔

تب ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحم فرمانے والے مالک) نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں حکم دیا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنا پاؤں زمین پر ماریں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے

ایک چشمہ جاری فرما دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اسی میں غسل کرلیں، اس طرح ان کے بدن کی ساری تکلیف جاتی رہی، پھر انہیں حکم دیا کہ وہ دوسری جگہ زمین پر اپنا پاؤں ماریں، اور ان کے لئے ایک دوسرا چشمہ جاری فرمایا اور حکم دیا کہ وہ اس میں سے پی لیں، اس طرح ان کی اندرونی تکلیفوں کا خاتمہ ہوا اور ظاہری و باطنی عافیت کی تکمیل ہوگئی''۔ ①

- **حضرت ایوب پر سونے چاندی کی برسات :**

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''اس اثناء میں کہ حضرت ایوب ننگے بدن نہا رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈی برس پڑی اور ایوب اسے اپنے کپڑے میں بھرنے لگے، ان کے رب نے انہیں آواز لگائی: اے ایوب! تمہارے سامنے جو کچھ ہے کیا میں نے تمہیں اس سے آسودہ نہیں کر رکھا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: تیری عزت کی قسم! یقینا ایسا ہی ہے، پر مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں ہے''۔ ②

- اور کھلیان پر چاندی برسنے کی حدیث گزر چکی ہے۔

- **خدمت کا بدلہ کوڑے نہیں ہوتے.. اللہ اپنے خواص کا مان رکھ لیتا ہے :**

اور خاص اسی آیت :

﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِۦ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَٰهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ ٱلْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ﴾ [ص:۴۴]۔

''اور اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار دے اور قسم کے خلاف نہ کر، سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا، وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا''۔

کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر صاحب فرماتے ہیں :

''اور ایسا اس پس منظر میں ہے کہ ایوب علیہ السلام اپنی بیوی سے کسی ایسی بات پر جو وہ کر گزری تھیں خفا اور ناراض تھے۔ کہا جاتا ہے کہ: انہیں کھلانے کے لئے روٹی کے عوض اس نے اپنی چوٹی بیچ دی تھی جس پر انھوں نے خاتون کو ملامت کی تھی اور یہ قسم کھالی تھی کہ اگر اللہ نے انہیں شفا دے دی تو وہ اسے سو کوڑے ماریں گے۔ اس سلسلے میں دیگر اسباب بھی بیان کئے گئے ہیں۔ پھر جب اللہ نے انہیں شفا و عافیت سے نواز

① دیکھیے : تفسیر ابن کثیر سورۂ ص : ۴۴ ۔

② بخاری : ۲۷۹ ۔

دیا تو پھر اس کامل خدمت ورحمت اور شفقت واحسان کی جزا یہ نہیں تھی کہ اس کا بدلہ مار پیٹ کر چکایا جائے، چنانچہ اللہ عزوجل نے انہیں یہ فتوی دیا کہ وہ ایک ایسی ٹہنی لے لیں جس میں سو شاخیں ہوں اور ایک بار اسے اسی ٹہنی سے مار دیں۔ اس طرح ان کی قسم پوری ہو جائے گی اور وہ اسے توڑنے سے محفوظ ہو جائیں گے اور ان کی نذر کا ایفا ہو جائے گا، اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس سے لو لگائے رہتے ہیں ان کے لئے ایسے ہی راہ نکال دی جاتی ہے اور آسانیاں پیدا کر دی جاتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ إِنَّا وَجَدْنَٰهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ ٱلْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴾

''ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا، وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح وثنا اس بات سے فرمائی کہ وہ نہایت اچھے اور بہت رجوع کرنے والے بندے تھے۔ اور اسی لئے فرمایا کہ :

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ [الطلاق:۲-۳]۔

''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو''۔ ①

حضرت یونس علیہ السلام

اہل تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک عراقی بستی نینوی کے لوگوں کے پاس بھیجا تھا جو موصل کے علاقے میں پڑتی تھی، انھوں نے بستی والوں کو اللہ کی طرف بلایا مگر انھوں نے ان کی دعوت قبول نہیں کی اور اپنے کفر ہی پر مصر رہے، اس پر وہ غصے کی حالت میں ان کے درمیان سے نکل گئے اور انہیں تین دنوں کے بعد عذاب کی وعید سنا گئے۔

• عذاب ٹالنے کی کامیاب تدبیر :

جب بستی والوں کو یہ یقین آ گیا کہ ایسا ہو سکتا ہے، اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ نبی جھوٹ نہیں بولا کرتے ہیں تو وہ اپنے بچوں اور چوپایوں اور مویشیوں کے ساتھ صحرا کی طرف نکل گئے، اور ماؤں اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی ڈال دی، پھر لگے اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کرنے اور رونے گڑگڑانے، اونٹیاں اور ان کے بچے بلبلاتے

① تفسیر ابن کثیر سورۂ ص : ۴۴ ۔

تھے، بکریاں اور ان کے میمنے ممیاتے تھے اور گائیں اور ان کے بچھڑے ڈکراتے تھے، تب اللہ نے اپنا عذاب ان سے اٹھالیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ءَامَنَتْ فَنَفَعَهَآ إِيمَٰنُهَآ إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّآ ءَامَنُوا۟ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ ٱلْخِزْىِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَمَتَّعْنَٰهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾ [یونس:۹۸]۔

''چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت (خاص) تک کے لیے زندگی سے فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا''۔

- **برگزیدہ قیدی اور انوکھا قید خانہ :**

ادھر یونس علیہ السلام کا حال یہ ہوا کہ وہ اذن الٰہی سے پیشتر بستی سے نکل کر کچھ لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو گئے اور وہ لوگوں کے بوجھ سے ڈگمگانے لگی، انہیں ڈر ہوا کہ کہیں وہ سب غرق نہ ہو جائیں، تب انھوں نے فیصلہ کیا کہ قرعہ اندازی کر کے ایک شخص کو دریا میں ڈال دیں تاکہ کشتی کا بوجھ ہلکا ہو جائے، قرعہ حضرت یونس کے نام نکلا، مگر ان لوگوں نے انہیں ڈالنا قبول نہ کیا، پھر جب دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی تو اس پر بھی انہیں کا نام نکلا مگر اس بار بھی لوگوں نے انہیں پھینکنا قبول نہ کیا، پھر تیسری بار قرعہ اندازی ہوئی اور اس بار بھی انہیں کا نام نکلا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ : ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ ٱلْمُدْحَضِينَ﴾ [الصافات:۱۴۱]۔

مطلب یہ ہے کہ قرعہ میں انہیں کا نام نکلا۔ تب یونس علیہ السلام خود ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا کپڑا اتار کر دریا میں کود گئے، اور۔ ابن مسعود کے بیان کے مطابق۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بحر اخضر (سبز سمندر) سے ایک بڑی مچھلی بھیج دی جو دریاؤں کا سینہ چیرتے ہوئے وہاں پہنچ گئی تھی اور جوں ہی حضرت یونس علیہ السلام کشتی سے دریا میں کودے اس نے انہیں نگل لیا، اس وقت اللہ نے اس مچھلی کی طرف وحی بھیجی کہ دیکھو نہ تو تم ان کا گوشت کھانا نہ ان کی کوئی ہڈی توڑنا، کیونکہ یونس تمہارا رزق نہیں ہیں بس تمہارا پیٹ ان کا قید خانہ ہوگا۔

- **ندامت اور فریاد :**

اس صورت حال پر انہیں اپنی جلد بازی کا احساس ہوا اور انھوں نے فوراً انابت کی راہ اپنائی اور توبہ ورجوع الی اللہ کا راستہ پکڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَنَادَىٰ فِى ٱلظُّلُمَـٰتِ أَن لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَـٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ﴾[الانبیاء:۸۷]۔

''بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا''۔

- **حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں :**

مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، سمندر کا اندھیرا اور رات کی ظلمت تین تین تاریکیاں جمع تھیں...

- **حضرت ابن مسعود اور ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں :**

مچھلی انہیں لئے سمندروں میں تیرتی پھری اس کے بعد انہیں لے کر دریا کی تہہ میں جا بیٹھی، وہاں قعر دریا میں یونس کو کنکریوں کی تسبیح سنائی دی، بس وہیں انھوں نے بھی پکار لگا دی :

﴿لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَـٰنَكَ﴾۔ ①

- **مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت :**

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کیونکہ اس سلسلے میں کوئی نص نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے تین دن، اس کے قائل حضرت قتادہ ہیں، حضرت جعفر صادق ایک ہفتے کے قائل ہیں اور ابو مالک فرماتے ہیں: چالیس دن رہے، حضرت شعبی کا خیال ہے کہ چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا تھا۔ ②

- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے۔

- **اس دعا کی خاص فضیلت :**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''ذوالنون کی دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی :

﴿لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَـٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ﴾

اس دعا کو جو کوئی مسلمان کسی بھی چیز کے لئے مانگے گا اللہ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ ③

---

① ابن کثیر ۔ الانبیاء : ۸۷ ۔ ② تفسیر ابن کثیر : الصافات : ۱۴۴ ۔ ③ صحیح وضعیف سنن الترمذی حدیث نمبر : ۳۵۰ ۔

• اگر وہ تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے کی تفسیر میں علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں :

۱۔ اگر اپنی فراخی اور خوشحالی کے زمانے کا ان کا آگے بھیجا ہوا عمل نہ ہوتا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں : اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جو ہم ابھی وارد کریں گے بشرطیکہ خبر صحیح ہو۔ اور ابن عباس کی حدیث میں آیا ہے کہ :

''تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِيْ الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِيْ الشِّدَّةِ''

''خوشحالی و فراخی کے زمانے میں اللہ سے شناسائی پیدا کر لو وہ مصیبتوں کے وقت ضرور تمہیں پہچان لے گا''۔

۲۔ اور ابن عباس سے حسن و قتادہ تک بہت سے اہل تفسیر کے حوالے سے بتایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نمازیوں میں سے نہ ہوتے۔

۳۔ بعض لوگوں نے فرمایا کہ اس سے وہی پکار مراد ہے جو انھوں نے تاریکیوں میں لگائی تھی :

﴿ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾۔

''الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا''۔

• اس کے بعد ابن ابی حاتم کے حوالے سے بواسطہ انس بن مالک روایت کرتے ہیں جسے اپنے علم کے مطابق موضوع بتاتے ہیں جس میں وارد ہے کہ :

''جب نبی یونس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دعا کرنے کا خیال آیا۔ جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ تو انھوں نے کہا:

﴿ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾

''الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا''۔

تو وہ دعا عرش کو گھیرنے لگی، فرشتوں نے عرض کیا : پروردگار! یہ تو دور دراز کی نامانوس بستیوں سے کمزور سی مانوس آواز آتی ہے؟ رب نے فرمایا : کیا تم اسے پہچانتے نہیں ہو؟ انھوں نے عرض کیا : پروردگار! آخر وہ ہے کون؟ فرمایا : میرا بندہ یونس ہے۔ انھوں نے عرض کیا : تیرا وہی بندہ یونس جس کا کوئی نہ کوئی مقبول عمل اور قبول ہونے والی دعا اٹھتی ہی رہتی تھی؟ انھوں نے عرض کی : پروردگار! کیا تو اس کے فراخی اور خوشحالی کے اعمال پر رحم نہیں فرمائے گا کہ وقت بلا و آفت اسے نجات دے دے؟ رب نے فرمایا : کیوں نہیں، تب اس نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے انہیں چٹیل میدان میں لا پھینکا۔

- **جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے :**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿فَنَبَذْنَٰهُ بِٱلْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيمٌ﴾ [الصافات:۱۴۵]۔

''پس انہیں ہم نے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بیمار تھے''۔

مچھلی کے پیٹ سے یوں باہر آئے جیسے ولادت کے وقت بچہ یا چوزہ ہوتا ہے مضمحل کمزور اور ناتواں۔

اس کے بعد ان کی حفاظت اور زندگی کے اسباب مہیا فرمادئے :

﴿وَأَنۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ﴾ [الصافات:۱۴۶]۔

''اور ان پر سایہ کرنے والا ایک بیل دار درخت ہم نے اگا دیا''۔

غالباً وہ کدو کا درخت تھا جو ان کے لئے اگایا گیا تھا۔ ①

حضرت یوسف علیہ السلام

آپ کی زندگی میں تو بچپن ہی سے آزمائشوں کا ایک تسلسل سا تھا اور یکے بعد دیگرے وہ ہر ایک میں سرخرو ہوتے چلے گئے اور صبر وشکر اور بندگی کی ایسی مثال پیش کی جو رہتی دنیا تک کے مومنوں کے لئے مشعل راہ بنی رہے گی۔

- **حسد کی کارفرمائی اور دل نازک پر گزرنے والی قیامتیں :**

بھائیوں کے حسد نے انہیں سازش کی راہ پر ڈالا اور بچپن ہی میں انہیں نہایت چالاکی سے ان کے والدین سے اچک لیا گیا، جان چھڑکنے والے والد کی جدائی کا مرحلہ دل پہ کیا کیا قیامتیں نہ ڈھا گیا ہوگا، اپنا گھر بار، پیارا وطن اور عزیزوں کی محبتیں سب کچھ تو چھین لیا گیا تھا۔ پھر نہایت بیدردی کے ساتھ انہیں اندھے کنوئیں میں پھینک دیا گیا، سوتیلے بھائیوں نے اپنے دل کی آگ اس طرح بجھائی اور ذرا نہ سوچا کہ اس پھول سے حسین اور پنکھڑیوں سے نازک بھولے بھالے بچے پر کیا گزرے گی؟ ان کے سینوں میں کیسے پتھر رکھے تھے جو اس ظلم وزیادتی پر ذرا نہ پسیجے۔

ادھر بابا کے کلیجے پر کیسی چھریاں چل رہی تھیں اس کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے، برا ہو دلوں کے حسد کا کہ ان نوجوانوں کو نہ اپنے بھائی کے رنج وملال کا کچھ خیال آیا نہ باپ کے غم واندوہ کی کچھ فکر ہوئی، بس انھوں نے اپنی لگی بجھالی آگے کچھ نہ سوچا۔

① دیکھئے : تفسیر ابن کثیر : سورہ صافات ۔

- **اور یوسف بازارِ مصر میں چند سکوں کے عوض بک گئے :**

پھر کسی کی آنکھ کا تارا اور دلوں میں محبت کے شگوفے کھلانے والا نہایت بے کسی کے ساتھ لوگوں کا غلام بن گیا۔ ایک قافلے والوں نے اس متاع گرانمایہ کو جس کا نام یوسف تھا کنوئیں سے نکالا اور کچھ ہی سہی دام کھرے کر لینے کے خیال سے نہایت بے خبری کے عالم میں بازار مصر میں بولی لگا کر اس گوہر نایاب کو جو وقت کے ماتھے کا جھومر تھا نہایت سستا بیچ ڈالا۔

- **پدر کی آنکھوں کا تارا چشم زلیخا کا نور اور دل کا سرور بن گیا :**

پھر جب جوانی آئی تو اس قدر حسن و جمال کے ساتھ آئی کہ دیکھنے والا دانتوں میں انگلیاں دبالے، وہ جوان رعنا آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بننے لگا تھا، عزیز مصر تو اس انوکھے ہیرے کا بڑا اقدردان تھا، اپنا بیٹا بنا لینے کے جذبے سے اسے محل میں لا بسایا تھا مگر اس کی نصف بہتر پر شیطان کا سایہ پڑ گیا اور وہ انہیں غلط جذبے سے دیکھنے لگی اور آخر ایک دن دعوت گناہ دے بیٹھی۔

یقیناوہ بھی اپنے حسن وشباب میں بے مثال ہی رہی ہوگی۔ اور اگر حسن وشباب اور دولت واقتدار کا نشہ ادھر دو آتشہ تھا تو ادھر بھی صبر وشکیب کو غارت کرنے والے اسباب کم نہ تھے، ایک پیکر جمال اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ قیامت بنا ہوا خود سپردگی کے لئے نہ صرف آمادہ و تیار تھا بلکہ علی الاعلان اپنی حوالگی کا اظہار کر رہا تھا، زبان سے کھل کر دعوت دے رہا تھا۔

- **اور ایمان جیت گیا :**

ادھر آغاز شباب کے منہ زور تقاضے تھے، پردیس تھا، دروازے بند تھے، کوئی آنکھ دنیا کی نگراں نہ تھی، سخت آزمائش کی گھڑی آ گئی تھی، مگر پھر ایمان جیت گیا، شیطان کی چالیں ناکام ہوئیں، اللہ نے اپنے مخلص بندے کو صبر کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کر کے بچا لیا۔ یوسف علیہ السلام نفسانی خواہشات کو کچلتے، شہوتوں کے تقاضے پامال کرتے شیطان کو شکست فاش سے دوچار کر کے سارے بند دروازے کھولتے ہوئے سلامت نکل گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مکر وفن اور گمراہ کن نسوانی حربوں کے باوجود ان کی بے گناہی بھی ثابت کر دی۔

بیشک اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرتا ہے، اپنے برگزیدہ بندوں کو گناہوں کی دلدل میں گرنے سے بچا لیتا ہے اور ان کی نیک نامی کی بھی حفاظت فرماتا ہے۔

یہ ایک نمایاں حقیقت ہے کہ اسباب مہیا ہونے کے باوجود خواہشات کی پذیرائی نہ کرنا، شہوتوں کے تقاضوں پر لبیک نہ کہنا، منفی احساسات وجذبات سے صاف دامن بچا کر بے داغ نکل جانا اور ایمان وتقویٰ کی آزمائش کے صبر آزما مراحل سے سرخرو ہوکر آنا بڑے حوصلے کا کام ہے، اس کے لئے زبردست قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اعتقاد اور خوف وخشیت کے بلند احساسات کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اکثر لوگ شہوتوں کے تقاضوں کے سامنے پامال ہوجاتے ہیں اور نہایت بودے ثابت ہوتے ہیں، کچھ لوگ اپنے اندر ہونے والی اتھل پتھل سے زور آزمائی اور جنگ کرنے کے باوجود مغلوب اور ڈھیر ہوجاتے ہیں، بالخصوص حسن وشباب اور جنسی کشش کے فتنوں میں استقامت حد درجہ صبر طلب اور مضبوط ترین قوت ایمانی کی متقاضی ہوتی ہے، اسی لئے کسی بھی مرد کو نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں جانے سے روکا گیا ہے اور اپنے ایمان وتقویٰ کو آزمائش میں ڈالنے سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر اگر نا چاہتے ہوئے بھی کبھی ایسا نازک مرحلہ آہی جائے جب حسن دلدار مہربان اور مائل بہ کرم بھی ہو، پر ہیبت منصب، توبہ شکن جمال، منجھے ہوئے عشوہ طراز غمزے، دلفریب، حشر ساماں اور قیامت خیز ادائیں، نرگسی چشم کا خمار، نیم باز آنکھوں کی مستی، محشر بداماں خوش قامتی پہ جامہ زیبی اور لباسہائے فاخرہ کے چار چاند اور لب ورخسار کے دلنواز جلوے بھی اس فاجرانہ دعوت پر لبیک کہنے کی سفارش کررہے ہوں مگر پھر بھی صلابت ایمانی نعرہ لگائے کہ : ''إني أخاف الله'' ''میں اللہ سے ڈرتا ہوں''

تو ایسے چٹانی عزائم کے زہد کا کیا کہنا ! ایسی فولادی عزیمت کو ہزار سلام ! مبارک ہو کہ ایسے تقویٰ شعار انسان کو اس دن اللہ کا خاص سایہ ملے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا اور ساری خلقت سایے کی محتاج ہوگی.

اور اگر اس تناظر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے موقف کو دیکھا جائے تو اس سے ان کے کردار کی پختگی اور عظمت کا پتہ چلتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس واقعے کو قرآن کریم میں نمونے کے طور پر پیش فرمایا ہے جو تاقیامت اہل ایمان کو روشنی فراہم کرتا رہے گا۔

• فتنوں کے نقیب :

اس کے بعد ایک نئی مصیبت کا آغاز ہوا، یہی عورت کیا کم فتنہ تھی کہ وابستگان سرکار ودربار کی بہت سی آفت کی پرکالائیں اس کی ہمنوائی کرنے اور اس کی آواز میں آواز ملانے چلی آئیں اور اس کی شیطانی خواہشات کی تکمیل کے لئے آلۂ کار بن کر حضرت یوسف کے سر ہوگئیں، اور پارسائی کی قیمت سالوں کی جیل ٹھہرائی گئی۔ مگر ایمان کی صلابت نے یہی نعرہ لگایا کہ : ﴿رَبِّ ٱلسِّجۡنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدۡعُونَنِيٓ إِلَيۡهِ﴾ [یوسف:۳۳]۔

''یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے''۔

ہاں راہ عزیمت کانٹوں بھری ضرور ہوتی ہے مگر بلند حوصلہ اور جی دار لوگ اسی کا انتخاب کرتے ہیں، کیونکہ اس کی عاقبت نہایت خوشگوار اور اس کا انعام بڑا بلند و بالا اور گراں قدر ہوتا ہے۔

- **بلند حوصلہ داعی :**

پھر جیل کی سنگینیوں اور شدائد میں بھی ایمان کا نکھار اور بانکپن ایسا ہے کہ بندگی کے آداب اور فرائض کا احساس دل و دماغ سے اوجھل نہیں ہونے دیتے اور جیسے ہی موقع ملتا ہے ان کا داعیانہ کردار پورے آب و تاب سے نمایاں ہوجاتا ہے، جیل کے ساتھیوں سے خطاب ہوتا ہے کہ :

﴿يَٰصَٰحِبَيِ ٱلسِّجۡنِ ءَأَرۡبَابٞ مُّتَفَرِّقُونَ خَيۡرٌ أَمِ ٱللَّهُ ٱلۡوَٰحِدُ ٱلۡقَهَّارُ ۝٣٩ مَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسۡمَآءٗ سَمَّيۡتُمُوهَآ أَنتُمۡ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلۡطَٰنٍۚ إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلۡقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ﴾ [یوسف:۳۹-۴۰]۔

''اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

- **نیک نامی رہائی سے زیادہ عزیز :**

پھر جب جیل سے باہر آنے کا سنہرا موقع ہاتھ آتا ہے تو پاکدامنی اس قدر عزیز اور تہمتوں سے براءت کا ثبوت اس قدر مطلوب ہوتا ہے کہ طول سجن اور جیل کی سب مشقتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کہتے ہیں نہیں صاحب میں تو اس وقت تک جیل سے باہر نہ آؤں گا جب تک میرے بے قصور ہونے کا اعتراف سر دربار اور بھرے بازار نہ ہوجائے اور دنیا یہ جان نہ لے کہ فتنہ ان شوخ چشموں کا تھا جن کی کافر ادائیں اس آبروئے انسانیت پر بے اثر ثابت ہوئی تھیں۔ اور اس سخت جانی اور روشن عزیمت کی داد امام الانبیاء اور سید بنی آدم نے یوں دی کہ :

''وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ''

''اگر اتنی طویل مدت میں جیل میں رہ گیا ہوتا جتنی یوسف رہ گئے تھے (تو آزادی کا مژدہ لیکر آنے والے) داعی کی بات مان چکا ہوتا''۔ ①

- **مثالی اعلیٰ ظرفی اور انوکھی کشادہ دلی :**

بالآخر عزیز مصر ہو گئے اور حکومت کی باگ ڈور جب ہاتھ میں آئی تو انہیں بھائیوں کو جو اس در بدری اور بھانت بھانت کی مشقتوں اور کلفتوں کا سبب ہوئے تھے نہ صرف معاف کر دیا بلکہ سر آنکھوں پہ بیٹھایا اور پورے مصر میں انہیں محترم کر کے چھوڑا۔

امام الانبیاء محمد بن عبداللہ علیہ الصلاۃ والسلام

سب سے بڑے انسان کی سب سے کڑی آزمائش

- **بچپن اور یتیمی کا درد :**

پیدا ہوئے تو یتیم تھے، والدہ کا انتقال بھی بچپن ہی میں ہو گیا تھا، دادا نے پرورش کی ذمہ داری سنبھالی تو وہ بھی جلد ہی داغ مفارقت دے گئے، چچا ابو طالب نے کفالت کا ذمہ لیا تو وہ خود ہی نادار اور کثیر العیال تھے۔آپ نے چند سکوں کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرائیں۔اور آپ نے فرمایا کہ کون نبی ایسا گزرا ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

- **جوانی اور اخلاقی رفعت :**

اسی یتیمی، محتاجی، محرومی اور فقر وفاقے میں جوان ہوئے، بے داغ کردار کے مالک تھے، اخلاقی رفعت میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، بلند ترین انسانی قدروں کے حامل ہونے کے باوجود مقصد حیات کی جستجو میں مضطرب رہتے تھے، اپنے ہم عمروں کی طرح لہو ولعب کے رسیا تھے نہ ذوق تماشا رکھتے تھے، اپنی امانت اور سچائی میں ضرب المثل تھے، اسی لئے صادق وامین کہلاتے تھے، شہر بھر کی آنکھوں کا تارا تھے۔

روحانی خلا کا احساس اور غارِ حرا کی خلوتیں :

مگر روحانی خلا کا ایک احساس تھا جو ان کی راتوں کی نیند اڑائے ہوئے تھا، تجارت پیشہ ہونے کے باوجود غار

① بخاری : حدیث نمبر : ۳۳۷۲۔

حرا کی خلوتوں میں سکون قلب کی تلاش میں کئی کئی راتیں گزار دیتے تھے اور اپنے طور پر عبادتوں میں مشغول رہا کرتے تھے۔

• رفیقہ حیات خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایک مثالی خاتون :

بیوی اگر سگھڑ، سلیقہ مند، معاملہ فہم، جاںنثار و وفا شعار ہو تو وہ رفاقت کا ایسا حق ادا کرتی ہے کہ انسان کی زندگی گل و گلزار ہو جاتی ہے اور دکھوں میں بھی مسکراتی ہے۔ نامساعد حالات میں بھی حوصلوں اور امنگوں میں چار چاند لگ جاتا ہے، اور مایوس کن حالات میں بھی زندگی کی شاہراہوں پر روشنی کی کرنیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اور اگر معاملہ برعکس ہو تو ہموار زمین بھی پتھریلی اور سنگلاخ ہو جاتی ہے، خوشگوار حالات بھی حوصلہ شکن لگتے ہیں، زندگی کے اجالے بھی تاریکیوں جیسے نظر آتے ہیں اور انسان نفسیاتی طور پر بودا بودا سا ہو جاتا ہے۔

رسول گرامی کی زوجہ محترمہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نہایت جہاندیدہ، جزرس، معاملہ فہم اور مہربان خاتون تھیں، ایثار و قربانی اور اخلاص و وفا کا پیکر تھیں، وہ نسبتاً عمر رسیدہ تھیں اور اپنے نوجوان شوہر کی سچائیوں اور اخلاقی رفعتوں کی بیحد گرویدہ تھیں اور اس پر جان چھڑکتی تھیں، کیونکہ وہ خود دنیا کی ان چند باکمال خواتین میں سے تھیں جو اللہ کا انتخاب تھیں اور ان کی شکل میں عرش عظیم کے رب نے محمد کریم کو ایک عظیم تحفہ عطا کیا تھا جو اپنی نادر تراش خراش میں ایک ہی ہیرا تھا اور اس وقت اس جیسا کوئی دوسرا نگ اس کائنات میں موجود نہیں تھا۔

انھوں نے اپنا مال، اپنی توانائیاں اور اپنی فکر و فہم اسلام کے لئے وقف کر دی تھی، اور دعوتی زندگی کی سنگلاخ راہوں میں قدم قدم پر محمد کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا حوصلہ بڑھایا تھا، اور ان کے زخمی جذبات پر اپنی شفقتوں کا مرہم رکھ دیا تھا، اسی لئے ان کے گزرنے کے بعد بھی رفیق دیرینہ کی گراں قیمت یادیں ہمیشہ انہیں بے چین کر دیا کرتی تھیں۔ اس اضطراب مسلسل کے ایام میں بھی جب آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام غار حرا کی خلوتوں میں وقت گزارا کرتے تھے اس پاک باز اور نیک اطوار خاتون نے اپنے شوہر کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا تھا۔

• جگر گوشۂ آمنہ کے سر پر امامت کبریٰ کا تاج :

پھر انہیں چمکیلی تمازتوں اور سیاہ راتوں کی جستجو اور اضطراب میں ایک دن روشنی کا ایک عظیم دھماکا ہوا اور جگر گوشۂ آمنہ کے سر مبارک پر امامت کبری کا تاج رکھ دیا گیا، وہ آخری نبی اور رسول بنا دیئے گئے اور انھیں اس عظیم ذمہ داری کے ثقل کا بڑا احساس ہوا جوان کے کاندھوں پر ڈال دی گئی تھی۔

محمد عظیم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قلب اطہر پر اس حیات آفریں کلام کے نزول کی ابتدا ہوئی جو ہمیشہ مردہ دلوں میں جان ڈالتا رہے گا، حق کی جستجو کرنے والوں کو روشنی فراہم کرے گا، ایثار ووفا کی نئی نئی تاریخیں رقم کرنے والوں کے حوصلے بڑھائے گا، ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو ہدایت کے نور سے منور کردے گا، اس سے ظالموں کی گردنیں جھکائی جائیں گی، قاہروں کا غرور ٹوٹے گا، مظلوموں کو عدل وانصاف کی گھنی چھاؤں نصیب ہوگی، انسانیت کا بول بالا ہوگا، شرک وکفر نابود ہوں گے اور توحید کا پرچم ساری دنیا میں لہرائے گا۔

مگر اس نور مبین کی آمد کے آغاز ہی سے ایک ایسا عظیم بوجھ ان پر آن پڑا کہ جس سے پہاڑوں کی صلابتوں کے بھی حوصلے چھوٹ جاتے مگر رفتہ رفتہ انہیں اس کے تحمل کا عادی بنا دیا گیا، اور مرحلہ وار وہ انسان کامل بنتے گئے اور اپنے کمال سے دنیا کو فیضاب کیا۔

ان نازک ایام اور مراحل میں بھی بی بی خدیجہ نے آپ کا بڑا حوصلہ بڑھایا تھا اور جی جان سے آپ کی خدمت کی تھی۔

- **سید البشر کی کڑی آزمائش :**

اب آزمائش وابتلاء کا ایک نیا دور شروع ہوا اور وہ اس قدر جسمانی اور ذہنی اذیتوں سے گزارے گئے کہ الامان والحفیظ۔

کینہ توز نگاہوں کی شرر باریاں، جفا پیشہ حاسدوں کا حسد، اعداء کی ریشہ دوانیاں، دشمنوں کا جابرانہ استبداد، ترک وطن کی مجبوریاں، اپنے شہر سے نکالا جانا، یہاں تک کہ گھربار اور اہل واقارب کو چھوڑ کر آپ کو پردیس سدھارنا پڑا۔ اعلان نبوت کے بعد مکہ میں دشمنان اسلام نے آپ کو گالیاں دیں، ستایا، جسمانی اور ذہنی اذیتوں سے دوچار کیا، پھر آپ کے قتل کا منصوبہ بھی تیار کرلیا گیا مگر آپ اللہ کے حکم سے بخیر وعافیت مدینہ ہجرت کر گئے۔

پھر جب آپ اپنے دار الہجرت مدینے میں مستقل رہائش اختیار کر لیتے ہیں تو وہاں بھی مختلف سطح اور مختلف پہلوؤں کے کڑے امتحان کے صبر آزما مراحل آپ کے انتظار میں ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنی پرنور زندگی میں جن مشکل حالات کا سامنا کیا ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

- **دعوت وتبلیغ کی خارزار راہیں :**

سرتاپا کفر وشرک میں ڈوبی ہوئی اور قدم قدم غیر اللہ سے وابستگی کی خوگر بہکی اور بگڑی ہوئی قوم کو توحید کی دعوت دینا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھا، درندوں کے بھٹ میں گھسنے اور بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے جیسا بھیانک اور خطرناک کام تھا، مگر آپ نے بڑی پامردی کے ساتھ اس کام کا بیڑا اٹھایا، اور نہایت عزیمت واستقامت کے ساتھ

صبر آزما حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے مشقتوں اور صعوبتوں کو پامال کرتے گئے، کوچہ کوچہ پھرے، میلوں اور بازاروں میں گئے، نخلستانوں میں بھی پکارا اور کوہستانوں میں بھی آوازیں لگائیں، گالیوں کا استقبال مسکراہٹوں سے کیا، سنگ باریاں کرنے والوں پر محبتوں کے پھول برسائے، تلخ وترش سنانے والوں کو پیار سے رام کرنے کی کوشش کی، صرف آبلہ پائی ہی کی مار نہ جھیلی، دعوت حق کی راہ میں اپنے لہو کے نذرانے بھی بارگاہ رب العزت میں پیش کیے، حکمت ودانائی کے سارے گر آزمائے، حلم وبردباری کے بیش بہا خزانے لٹائے، اور شب وروز کی کشاکش اور مارنے مرنے کے بیشمار مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر وہ وحشی قوم رام ہوگئی، جو جان لینے کے درپے تھے وہ جانثار ہوگئے اور لوٹنے والے اپنا سب کچھ لٹانے پر آمادہ ہوگئے۔ کسی نے سچ کہا ہے :

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

- **عزیز ترین ہستیوں کی وفات کا غم :**

حمایت کرنے والے شفیق چچا ابوطالب رخصت ہوچکے تھے اور جان چھڑکنے والی غمخوار اور ہمدم ودمساز رفیقۂ حیات خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا بھی ہجرت سے قبل ہی داغ مفارقت دے گئیں، پھر مدینہ تشریف لانے کے بعد بھی متعدد عزیز ترین ہستیاں آپ کا ساتھ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوجاتی ہیں جن میں آپ کی بیٹیاں، بیٹے، نواسے وغیرہ بھی شامل تھے۔

- **حرب وضرب اور رزم گاہوں کے امتحان :**

آپ کو مختلف جنگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں سے کچھ میں آپ کے ساتھیوں کو ہزیمت بھی ہوتی ہے، نیز مختلف جنگوں میں آپ کے سیکڑوں جانثار صحابہ مار دئے جاتے ہیں اور آپ کو ان کی وفات کا غم سہنا پڑتا ہے۔

آپ ان معرکوں میں خود بھی زخمی ہوئے، دور دراز کے سفر کی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کیں، سامان رسد اور اسلحوں کی قلت میں آپ کے جانثاروں کے حوصلے آزمائے گئے، بھوک کی شدت میں پیٹ پر پتھر باندھ کر اور کڑاکے کی سردی میں ننگے بدن رہ کر بھی اللہ کے لئے لڑائیاں لڑی گئیں اور شجاعت وجوانمردی کے جوہر دکھائے گئے، سواروں کے مقابلے پیادوں نے کئے، نام ورسورماؤں کو نوخیز لڑکوں نے میدانِ جنگ کی خاک چٹائی، یوں ہی نہ جانے دار وگیر کے کتنے ہنگاموں سے آپ شاداں وخنداں گزر گئے۔ اور اخلاص ووفا کی وہ تاریخ رقم کی جو رہتی دنیا تک روشنی کی کرن بن کر جگمگاتی رہے گی۔

- **کافروں کی یلغاریں اور منافقوں کی سازشیں :**

کافروں کی یورشوں، منافقوں کی سازشوں اور یہودیوں کی شر انگیزیوں نے آپ کو مختلف محاذوں پر مشغول کر رکھا تھا، مگر آپ نہایت حلم و بردباری اور فہم وفراست کے ساتھ زندگی کی الجھتی ہوئی ڈوریں سلجھاتے رہتے تھے، اشتعال اور زودرنجی تو آپ کو چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ کامیاب ترین قائد اور ایک پختہ کار زعیم کی تمام خوبیاں آپ کے اندر بتمام وکمال موجود تھیں، آپ اعلیٰ درجے کے منتظم اور بے مثال مدبر تھے اور آپ کی انتظامی صلاحیتوں اور حسن تدبیر کے لازوال نمونے آپ کی روشن زندگی میں جا بجا موجود ہیں اور امت کے لئے جادۂ منزل کا چراغ ہیں۔

- **ایک رؤوف ورحیم مربی :**

اہل ایمان کی تربیت کے مختلف مواقف میں آپ کو نہایت صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ حتی کہ اپنی بیویوں کی تربیت کے ضمن میں بھی آپ تکلیف دہ ذہنی مشغولیت سے دوچار ہوئے، مگر آپ ایک نہایت شفیق اور آزمودہ کار مربی تھے، انسانی نفسیات کی الجھی ہوئی گرہیں سلجھانے میں آپ کو کامل مہارت تھی، اس لئے نادانوں کی نادانی، اور تہذیب ناآشنا بدویوں کی ناشائستہ حرکتوں سے بدمزہ نہیں ہوتے تھے، آپ کی مربیانہ عنایتوں اور اصلاحات کے مدبرانہ طرز عمل سے سبھی بہرہ اندوز ہوتے تھے، آپ کے حسنِ تربیت سے سب کے سب ایسے آراستہ کئے گئے کہ تراشے ہوئے ہیرے اور چمکتے ہوئے نگینے بن گئے اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل کر اپنی روشنی بکھیرنے لگے۔

- **جان لیوا حملوں کی سازشیں اور بیماریاں :**

آپ پر قاتلانہ حملوں کی بھی سازشیں کی گئیں جن کی لپیٹ میں آنے سے بال بال بچے، بالآخر زہر خورانی کا حادثہ پیش آیا جو تاعمر آپ کے لئے باعث تکلیف رہا، حتی کہ آپ پر جادو بھی کیا گیا اور اس کی وجہ سے بھی آپ کو الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ علاج سے آگاہ فرمایا اور معوذتین جیسی نفع بخش اور حیرت انگیز اثرات کی حامل سورتیں آپ پر نازل ہوئیں جن کے ذریعہ آپ کا علاج ہوا، بیماریوں کی شدت سے بھی محفوظ نہیں رہے۔ غرضیکہ آپ پوری زندگی امتحان اور آزمائشوں سے گزر کر اس مقام تک پہنچ گئے جہاں تک کسی اور کی رسائی نہیں ہے۔

- **عبودیت کا وہ مقام بلند جہاں تک رسائی ناممکن ہے :**

آپ کی قلبی عبادات کی رفعتوں کا کیا کہنا، ایمان کی وہ بلندیاں کسے نصیب ہو سکتی ہیں جو آپ ہی کا خاصہ ہیں مگر

مالی اور بدنی عبادات میں بھی آپ بیمثال تھے، آپ کا جود وکرم توضرب المثل تھا، زبان زدخاص وعام تھا، خدمتِ خلق میں پیش پیش رہتے تھے، اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل تھے، دوستوں اور دشمنوں سب نے اس کی گواہی دی ہے، اور بھانت بھانت کی مشقتوں اور گوناگوں ذہنی مشغولیتوں کے باوجود آپ کی راتیں عبادتوں سے معمور اور نمازوں سے آباد رہتی تھیں، طویل قیام، پرمشقت رکوع اور دراز تر سجدے آپ کا طرۂ امتیاز تھے، آہ وزاریاں اور گرم گرم آنسو بندگی کے نذرانے بن کر رب کی بارگاہ میں پیش ہوتے تھے تو آپ کی تڑپ دیکھ کر جانثاروں کے دل ہمدردی اور محبت سے لبریز ہوجاتے تھے، لمبی لمبی قراءتوں اور پرمشقت قیام سے آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا، اس کے ساتھ ہی مہینے کے متعدد ایام روزوں میں گزر جاتے تھے، زبان ہمہ وقت ذکر الٰہی اور استغفار کے وظیفے پڑھتی تھی، یا کلمہ خیر سناتی تھی، یا وعظ وارشاد سے صحابہ کے دلوں کو گرماتی تھی، اہل ایمان کے حوصلے بڑھاتی، اور ذہنوں کو آخرت کی فکر سے لبریز کرکے دنیا کو ہیچ دکھاتی تھی، انہیں یوں لگتا تھا کہ جنت وجہنم نگاہوں کے سامنے ہی ہے۔ شاعری سے آپ کو کوئی نسبت نہ تھی مگر آپ خطیب بیمثال تھے، دلوں پر قیامتیں گزار دیتے تھے، کلیجوں پر چھریاں چلادیتے تھے اسی لئے بڑے بڑے وحشی وخونخوار ظالم اپنی پرانی زندگی سے تائب ہوکر انسانیت کے ہمدرد وغمگسار بن گئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بندوں کے ساتھ مشغولیت نے آپ کو عبادات محضہ سے کبھی غافل نہیں کیا۔

یہاں تک کہ آپ بندگی میں اس کمال کو پہنچے جہاں تک اور کسی کی رسائی ممکن نہیں، آپ بشر ضرور تھے مگر سید البشر تھے۔ اسی لئے مقام ومرتبے میں بھی آپ وہاں تک پہنچے جہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔

﴿وَمِنَ ٱلَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهِۦ نَافِلَةٗ لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامٗا مَّحۡمُودٗا﴾ [الاسراء:۷۹]۔

''رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں یہ زیادتی آپ کے لئے ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا''۔

مومن کی زندگی میں عقیدہ قضاء وقدر کی اہمیت

یہ حقیقت واضح ہے کہ اللہ عزوجل کے طے کردہ مقدرات پر صبر کرنا اوران پر اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھنا اسلامی عقیدے کا ایک جز ہے، اسی طرح اس مقدور پر راضی ہونا جسے اللہ نے مقدر کررکھا ہے ایمان کا ایک درجہ بھی ہے جس میں اہل ایمان کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے۔

- ایک موحد ایمان والا اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی تقدیر سے ہوتی ہے، جو اللہ چاہتا ہے

وہ ہوتا ہے، اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا، اور دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیر کو اس کی مخلوق میں نافذ ہونے سے روک دے، اس بات سے ایک موحد مومن کا دل بہت مطمئن رہتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کی زندگی میں غم وافسوس کی گنجائش بہت کم ہی ہے، کیونکہ اللہ کا حکم پہلے ہی سے چل رہا ہے اور اس کی مشیئت نافذ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے متعلق فرماتا ہے :

﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا۟ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا۟ بِمَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [الحدید:۲۲-۲۳]۔

’’نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ، اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا‘‘۔

اور فرماتا ہے :

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَىٰنَا ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ﴾ [التوبۃ:۵۱]۔

’’آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے۔ مومنوں کو تو اللہ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔‘‘

● جب ایک مومن موحد کی زندگی کا یہی رنگ ہوتا ہے تو جو چیز فوت ہو جاتی ہے یا اسے حاصل نہیں ہوتی ہے اسے اس پر کوئی ندامت وحسرت نہیں ہوتی ہے اور اس کی گفتگو میں ’’اگر‘‘ کا کوئی مقام نہیں ہوتا ہے۔ اور جو بات اللہ نے بندے پر مقرر کر رکھی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتی :

۱۔ جو کچھ واقع ہوا ہے اس کا سبب بندے کا کوئی گناہ ہو جس کی وجہ سے اس پر مصیبتیں آئی ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾ [الشوریٰ:۳۰]۔

’’تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے‘‘۔

۲۔ جو کچھ واقع ہوا ہے وہ اللہ کی طرف سے بطور آزمائش ہے جس کا مقصد بندے کے درجات کو بلند کرنا اور اس کے گناہوں کو مٹا دینا ہوتا ہے۔

جب مومن پر یہ حقیقت روشن ہو جائے اور اسے اس بات کا پختہ اعتقاد ہو جائے تو پھر اسے کیا کرنا چاہیے ؟

- **ندامت اور توبہ :**

اگر اس مصیبت کا سبب کوئی معصیت ہو جو اس سے سرزد ہو چکی ہو یا اس سے کچھ گناہوں کا ارتکاب ہوا ہو، یا کسی خاص چیز میں کوتاہی ہوئی ہو جس میں اسے کوتاہی نہیں کرنی چاہیے تھی تو اسے فوراً توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے، اس کے لئے یہی ایک چارہ ہے کہ وہ اپنے رب سے لو لگالے اور اس کی طرف رجوع کرے، اپنے گناہوں پر اظہار ندامت کرے، اور اپنے خالق و مولی کے ساتھ اپنے بگڑے ہوئے رشتے کو بنانے میں جٹ جائے اور جو دوریاں پیدا ہو گئی ہیں انہیں قربتوں میں بدلنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ثُمَّ ٱهْتَدَىٰ﴾ [طہ:۸۲]۔

''ہاں بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں''۔

- **مومن کے لئے راہ عمل :**

اور اگر وہ مصیبت محض گناہوں کو مٹانے اور درجات کو بلند کرنے کے لئے ہو تو ایک مومن موحد کے سامنے اس کے سوا کوئی راہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور اپنے رب کی طرف سے اسے جس آزمائش کا سامنا ہو اسے باعث اجر وثواب جانے اور خیر و بھلائی کا امیدوار رہے، اس بات کا خواہاں رہے کہ وہ مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں۔ اور ان دونوں حالتوں میں ایک مومن موحد کا دل قوی اور مطمئن ہی رہتا ہے، اس کے اندر کمزوری اور بوداپن نہیں پیدا ہوتا ہے، بلکہ وہ اطاعت گزاری اور نیک کاموں کی طرف سبقت کرنے لگتا ہے، اگر معصیتوں کا مرتکب ہوتا ہے تو ان گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور پہلے سے بہتر اور افضل مسلمان بن جاتا ہے اور اگر وہ نیک اور صالح ہوتا ہے تو اس کی نیکی اور صالحیت اور اپنے مالک و مولی کی اطاعت میں اس کے اندر اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

- **شیطانی چالوں کے ہزار رنگ :**

۳۔ شیطان تو قلب مومن کو بودا اور کمزور کرنے میں لگا ہی رہتا ہے، وہ اس بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ مومن کا دل کسی نہ کسی رنج وغم سے دوچار ہی رہے، اور وہ اس چیز کے لئے مسلسل تگ و دو میں رہتا ہے کہ اس کے اعضاء وجوارح میں عاجزی سرایت کر جائے، اور ان سب کے لئے وہ انسان کے گزشتہ افعال یا نا کردہ اعمال کے

متعلق ''اگر'' کا راستہ اپناتا ہے، اور اپنے تمام تر شر وفساد کے ذریعہ وہ اسے اس حال میں پہنچا دیتا ہے کہ وہ جھوٹے گمانوں اور اوہام وخیالات کی دنیا میں جیتا رہے، اور کہتا ہے: ''اگر ایسا ہوا ہوتا تو پھر ایسا ہوتا''! حالانکہ اسے کیا خبر کہ اس کا وہی نتیجہ برآمد ہوتا ؟

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے! ذرا دیکھئے تو سہی کہ یہ شیطان اللہ کی تقدیر کے متعلق کیسی حسرتوں اور رنج وغم اور اٹکلوں اور گمانوں میں ڈال دیتا ہے، ساتھ ہی اس بات کے لئے بھی کوشاں رہتا ہے کہ انسان کو عمل میں کمزور کردے اور اسے نیکیوں سے عاجز بنادے، اور اس بات کے لئے مسلسل جدوجہد اور کاوشوں پر کاوشیں کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنی بدقسمتی کو دوش دیتا ہوا، اور حسرتوں سے جوجھتا بیٹھا رہے اور اسی میں اس کی عمر گزر جائے! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا ہے کہ یہ سب منافقوں کا کام ہوتا ہے، اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہمیں اس راہ سے گریز کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

• ایک جامع حدیث اور اس کی شرح :

• حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ''

''قوت والا مومن کمزور مومن کے مقابلے میں اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے اور بھلائی تو ہر ایک میں ہے، تم ایسی باتوں کے لئے کوشاں رہو جو تمہارے لئے فائدے مند ہو اور عاجز نہ بنو، اور اگر تمہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو یہ نہ کہو کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو ایسا ہو جاتا، بلکہ یہ کہو کہ اللہ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا اور جو اس نے چاہا وہی ہوا، کیونکہ ''اگر'' شیطان کے لئے کام کرنے کا راستہ کھول دیتا ہے''۔ ①

اس حدیث پر غور وتدبر کیجیے، دیکھیے کہ اس میں قوت والے مومن اور کمزور مومن کے درمیان فرق کیا گیا ہے (یہاں قوت سے مراد ایمانی اور معنوی قوت زیادہ ہے) اور اس میں عاجزی کا اظہار کرنے کے بجائے کام کرنے اور عملی اقدام پر زور دیا گیا ہے اور یہ سب کچھ ''اگر'' کہہ کر اظہار حسرت سے ممانعت کے ساتھ پوری طرح مناسبت رکھتا ہے۔

---

① مسلم : ۲۶۶۴ ۔

- **شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں :**

جب انسان کسی ناپسندیدہ صورت حال سے دوچار ہو یا اسے مصیبتوں کا سامنا ہو تو یہ نہ کہے کہ: ''اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو میرے ساتھ یہ نہ ہوتا'' یا یہ نہ کہے کہ: ''اگر میں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا'' کیونکہ اس سے ان فوت شدہ چیزوں پر جن کا استدراک ممکن نہیں ہے بے صبری کا اظہار ہوتا ہے۔ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ قضا وقدر پر عدم ایمان کا اظہار ہو رہا ہے، اس میں نفس کو نشان ملامت ٹھہرایا جاتا ہے اور شیطان کو اس بات کا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ پراگندہ خیالوں اور وسوسوں کے ذریعہ انسان پر مسلط ہو جائے۔

- **خوئے تسلیم ورضا پیدا کر :**

مصیبتوں کے نزول کے بعد واجب یہی ہے کہ تقدیر پر رضامندی کا اظہار کیا جائے اور پیش آمدہ مصیبتوں پر صبر کیا جائے، اور اس کے ساتھ ایسے اسباب کو روبہ عمل لایا جائے جن سے خیر کا حصول اور بلا ملامت شر ومکروہ سے حفاظت ہو سکے۔

- غزوۂ احد کے موقع پر مسلمانوں کو لاحق ہونے والی مصیبت پر جن لوگوں نے یہ لفظ اپنے منہ سے نکالا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَٰهُنَا﴾ [آل عمران: ۱۵۴]۔

''کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے جاتے''۔

یہ بات احد کے دن کچھ منافقوں نے کہی تھی، جب مسلمان مصیبت سے دوچار ہوئے تھے، انھوں نے یہ بات تقدیر کا معارضہ کرتے ہوئے کہی تھی، اور دشمنوں کی طرف نکلنے کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اپنے عتاب کا نشانا بنا رہے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید اپنے اس قول سے فرمائی کہ :

﴿قُل لَّوْ كُنتُمْ فِى بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ ٱلْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ﴾ [آل عمران: ۱۵۴]۔

''آپ کہہ دیجئے کہ گو تم اپنے گھروں میں ہوتے پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا وہ تو مقتل کی طرف چل کھڑے ہوتے''۔

مطلب یہی تھا کہ یہ سب کچھ جو بھی ہوا اللہ کی تقدیر سے ہوا اور لامحالہ اسے واقع ہونا ہی تھا اور گھروں میں بیٹھ کر حسرت وافسوس کرنے سے وہ چیز ٹلنے والی نہیں تھی۔

- اور مصیبت کے واقع ہو جانے کے بعد ''اگر'' سے غم وافسوس، اظہار حسرت وملامت اور نفس کو کمزور کرنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، ساتھ ہی اس کا اثر عقیدے پر بھی پڑتا ہے کیونکہ اس لفظ سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ آدمی تقدیر پر مطمئن نہیں ہے۔
- پھر اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ایک دوسری بات بھی نقل فرمائی ہے کہ :

﴿ ٱلَّذِينَ قَالُواْ لِإِخْوَٰنِهِمْ وَقَعَدُواْ لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُواْ ﴾ [آل عمران:١٦٨]۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی بابت کہا کہ اگر وہ بھی ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے''۔

اور یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے جو منافقین نے ''احد'' کے دن کہی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن اُبی تقدیر کا معارضہ کرتے ہوئے کہتا تھا کہ ''اگر یہ لوگ مدینے میں رہنے اور باہر نہ نکلنے'' کے متعلق ہمارا مشورہ مان گئے ہوتے تو یہ بھی قتل ہونے والوں کے ساتھ قتل نہ کئے گئے ہوتے، ان کی اس بات پر اللہ تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے ان کی تردید فرمائی کہ :

﴿ قُلْ فَٱدْرَءُواْ عَنْ أَنفُسِكُمُ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴾ [آل عمران:١٦٨]۔

''کہہ دیجئے! کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی جانوں سے موت کو ہٹا دو''۔

یعنی اگر صرف بیٹھ رہنے اور باہر نہ نکلنے سے کوئی شخص موت یا قتل سے بچ سکتا ہے تو پھر تو تمہیں موت نہیں آنی چاہیے، جبکہ موت آ کر ہی رہے گی خواہ تم کسی بھی جگہ پر رہو؛ اور اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ جو تمہاری بات مان لیتا تو وہ قتل سے بچ جاتا تو پھر تم خود سے موت کو دفع کر کے بتاؤ...

- **فوت شدہ چیزوں پر حسرت کے بجائے حال اور مستقبل کو سنواریں :**

نبی ﷺ نے واجب، مستحب اور مباح اسباب میں سے ان اسباب کو بروئے کار لانے کی رہنمائی کی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے اور ان کے ذریعہ بندے کو دنیا اور آخرت میں نفع حاصل ہوتا ہے، اور جب بندہ سبب کو بروئے کار لاتا ہے تو وہ اللہ سے مدد کا طلبگار رہتا ہے، مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس کا سبب اس کے لئے کامل اور نفع بخش ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے سبب اور مسبب دونوں کو پیدا فرمایا ہے، اور سبب کو بروئے کار لانے کے ساتھ اللہ پر توکل کرنا توحید ہے۔ پھر آپ نے عاجزی سے منع فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو اسباب نفع بخش ہو سکتے ہیں ان کے استعمال کو ترک کر دیا جائے اور ان سے کام نہ لیا جائے، اور یہ صورت حال نفع بخش کاموں کے لئے کوشاں ہونے کی ضد ہے، پھر جب آدمی نفع بخش کاموں کے لئے کوشاں ہو اور سبب کو استعمال میں لائے

پھر نتیجہ اس کی مراد کے خلاف نکلے اور اسے ایسی صورت حال کا سامنا ہو جو اس کے لئے ناپسندیدہ ہو تو یہ نہ کہے کہ :

''اگر میں نے ایسا ایسا کیا ہوتا تو ایسا ایسا ہوتا''۔

کیونکہ یہ جملہ اس کے لئے کچھ بھی سود مند نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ شیطان کو اپنا کام کرنے کا موقع فراہم کردیتا ہے، رنج وافسوس اور تقدیر کو ملامت کرنے پر ابھارتا ہے، اور صبر ورضا کے منافی ہے جبکہ صبر واجب ہے، اور تقدیر پر ایمان رکھنا فرض ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے نفع بخش جملے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جو ایمان بالقدر پر مشتمل ہے، اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ صورت حال میں آدمی یہ کہے کہ: (قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَاشَاءَ فَعَلَ) اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہی ہوا۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کردیا ہے اس کا ہونا ناگزیر ہے وہ لازمی طور پر ہو کر رہے گا، اور واجب یہی ہے کہ مقدر کو تسلیم کرلیا جائے، اور اس بات پر سر تسلیم خم کردیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہی کیا ہے کیونکہ اس کے افعال کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔

- **امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''جب بندے کا مطلوب فوت ہوجائے تو اس کی دو حالتیں ہیں :

ان میں سے ایک تو حالت عجز کی ہے۔

اور یہ ایک شیطانی عمل ہے، کیونکہ یہ عاجزی اسے ''اگر'' کی طرف لے جاتی ہے، جس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ ملامت کی کنجی ہوتی ہے۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ :

مقدر کی طرف دیکھا جائے اور اس پر نگاہ ڈالی جائے، اور یہ مان لیا جائے کہ اگر یہ چیز مقدر ہوتی تو ہرگز فوت نہ ہوتی، اور اس سلسلے میں کوئی اس پر حاوی نہیں ہوسکتا تھا، لہٰذا نبی ﷺ نے ایک ایسی بات کی رہنمائی فرمائی جو حصول مطلوب پر بھی نفع بخش ہے اور اس کے فوت ہوجانے پر بھی سود مند ہے، اور لفظ ''اگر'' کا استعمال کرنے سے منع فرمادیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ لفظ شیطان کے لئے کام کرنے کا راستہ کھول دیتا ہے، کیونکہ اس میں فوت شدہ چیز پر افسوس، حسرت، رنج وغم اور تقدیر پر ملامت کا اظہار پایا جاتا ہے، ایسا کرنے سے آدمی گنہگار ہوجاتا ہے، اور یہ ایک شیطانی عمل ہے، اور ایسا صرف کلمہ ''لوْ'' (اگر) بولنے کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ دل پر کمال ایمان کے منافی جو کیفیات طاری ہوتی ہیں جو

شیطان کے لئے عمل کا دروازہ کھول دیتی ہیں اصل وجہ وہی ہیں...

لہٰذا حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بندہ بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے، اس حدیث میں تقدیر کا اثبات، کسب وعمل کا اثبات، اور عبودیت کے ساتھ قیام یہ سب کچھ پایا جاتا ہے''۔

- **اس حدیث کے معنی پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :**

اس کا مطلب یہ ہے کہ ''نہ کسی مامور سے عاجز بنو، نہ کسی مقدور پر بے صبری کا مظاہرہ کرو''۔ ①

۴۔ اگر بچپن میں کوئی شخص تعلیم یا اسی جیسی کسی مفید چیز کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکا تو اپنی کوتاہیوں پر ندامت سے اسے اس بات کی ترغیب اور حوصلہ ملنا چاہیے کہ وہ بقیہ عمر سے بھرپور استفادہ کرے، اس صورت حال میں یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ بس اس پر اظہار افسوس کرتا بیٹھا رہے اور بودے پن کا مظاہرہ کرے، خود کو عاجز بنالے اور آگے بھی حصول تعلیم سے کنارہ کش رہے۔ اسی طرح اگر کسی کو جوانی میں حج کرنے کا موقع نہیں مل سکا تو اسے چاہیے کہ (بشرط استطاعت) پہلی فرصت میں اس فریضے سے سبکدوش ہوجائے، یہ نہ ہو کہ وہ مزید تاخیر اور سستی کا مظاہرہ کرے، یہی معاملہ ہر اس نیکی اور خیر کا ہے جو انسان اپنی گزشتہ زندگی میں انجام نہیں دے سکا ہے۔ اب اسے یہی چاہیے کہ اللہ کی تقدیر پر ایمان رکھے خود کو عاجز نہ ہونے دے، اپنے اندر قوت پیدا کرے، اور جو چیزیں اس کے لئے فائدے مند ہوسکتی ہوں انہیں مضبوطی کے ساتھ اپنالے۔ اور اگر فوت شدہ مطلوب کا سبب اس کی معصیتیں اور گناہ ہوں تو گزشتہ سطور میں جو مشورے دئے گئے ہیں ان پر عمل کرے اور ان میں اتنا اضافہ اور کرلے کہ گناہوں اور معصیتوں سے دلی توبہ کرلے، اپنے رب سے حسن اعتقاد مانگے اور ایسے قول وعمل کی توفیق طلب کرے جو اسے راضی کرنے والے ہوں۔

- **خیر اور ثواب کی راہیں بہت ہیں :**

برادر محترم! مزید برآں ہم آپ کی توجہ اس جانب بھی مبذول کراتے ہیں کہ دیکھیے جنت وآخرت سے متعلق خیر وصلاح اور ہدایت وفلاح کا صرف ایک ہی باب نہیں ہے بلکہ اس کے ابواب متعدد ہیں، لہٰذا جو شخص علم کے کسی خاص شعبے میں ناکام رہا تو اس کے اور بھی مختلف شعبے ہیں جن سے وہ علم وفضل کے میدان میں تلافی مافات کرسکتا ہے۔ نیز اگر آپ پیسے والے ہیں تو اللہ کی راہ میں خرچ کیجیے اور مالی جہاد میں پیشقدمی دکھایئے، اگر آپ طاقتور ہیں تو آپ کے سامنے ایک عمل روزے کا بھی ہے جس کے مساوی کوئی اور شئی نہیں ہے، ایک عمل نماز کا بھی

① الارشاد إلى صحيح الاعتقاد والرد على أهل الشرك والالحاد ص : ۱۳۰-۱۳۳ ۔

ہے جو بہترین عطیہ ہے، آپ کے پاس حج اور عمرے کا امکان بھی ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے) کا کام ہے، ذکر وتسبیح اور تلاوۃ قرآن کا عمل ہے...، آپ کے سامنے خیر کے ابواب ہی ابواب ہیں، ہر ایک شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ کام اس پر آسان ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی اس قدر کرم گستری اور نوازشوں پر بھی اگر کوئی ہلاک ہوتا ہے تو پھر وہ حقیقت میں اسی کا مستحق ہے۔

اسلام کی نگاہ میں قضاء وقدر کی حقیقت

اس موضوع پر بحث طویل ہے مگر ہم ذیل میں قدرے اختصار کے ساتھ کچھ اہم باتیں پیش کئے دیتے ہیں:

- اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی توفیق سے نوازے! یہ حقیقت جان لیجیے کہ قضاء وقدر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس بات کا پختہ یقین رکھے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے وہ اللہ کی تقدیر ہی سے واقع ہوتا ہے۔
- تقدیر پر ایمان رکھنا ارکان ایمان میں سے چھٹا رکن ہے، اس کے بغیر کسی بھی شخص کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی ہے۔

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا:

"فإذا لقِيتَ أولئكَ فأخبِرْهم أنّي بَرِيءٌ منهم، وأنَّهم بُرَآءُ منّي، والَّذي يحلِفُ به عبدُ اللهِ بنُ عُمَرَ، لو أنَّ لأحدِهم مِثلَ أُحُدٍ ذهَبًا فأنفَقه، ما قبِل اللهُ منه حتَّى يُؤمِنَ بالقدَرِ"۔

''جب ان سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں بتادینا کہ میں تم سے بیزار ہوں اور تم مجھ سے لاتعلق ہو چکے ہو، اور اس ذات کی قسم جس کی عبداللہ بن عمر قسم کھاتے ہیں (اور وہ اللہ ہی کی قسم کھاتے ہیں) کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے (اللہ کی راہ میں) خرچ کردے تو اللہ تعالیٰ اس کا یہ (صدقہ) اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے''۔[1]

- **تقدیر پر ایمان کے ارکان یا درجات:**

ذہن نشین کر لیجیے کہ تقدیر پر ایمان کے چار ارکان یا چار درجات ہیں جب تک آدمی ان چاروں پر ایمان

[1] مسلم: ۸۔

نہیں رکھے گا تب تک وہ تقدیر پر ایمان رکھنے والا نہیں کہلائے گا، نہ اس کا ایمان صحیح ہوگا اور وہ چاروں ارکان حسب ذیل ہیں :

۱۔ اس بات پر ایمان رکھنا کہ ازل اور قدیم سے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا اجمالی اور تفصیلی علم ہے اور زمین وآسمان کی ذرہ بھر بھی کوئی چیز اس سے غائب اور اوجھل نہیں ہے۔

۲۔ اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی وہ سب باتیں لوح محفوظ میں لکھ دی ہیں۔

۳۔ اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ کی مشیئت نافذ ہے اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے، کوئی چیز اس کی مشیئت اور قدرت سے باہر نہیں ہے، اور اس کائنات میں خیر وشر میں سے جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیئت وارادے ہی سے ہوتا ہے۔

۴۔ اس بات پر ایمان رکھنا کہ ساری کائنات اللہ کی مخلوق ہے، اور وہ مخلوق کا بھی خالق ہے اور ان کی صفات اور افعال کا بھی خالق ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ﴾ [الانعام:۱۰۲]۔

''یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے''۔

اور حسب ذیل چیزوں پر ایمان رکھنا ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان رکھنے) کے لوازمات میں سے ہے :

- مشیئت اور اختیار بندے کو بھی حاصل ہے اور اس کے افعال انہیں سے متحقق ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ﴾ [التکویر:۲۸]۔''(بالخصوص) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے''۔

اور فرمایا: ﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة:۲۸۶]۔

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا''۔

- بندے کی مشیئت اور قدرت اللہ کی مشیئت اور قدرت سے باہر نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے بندے کو یہ صلاحیت بخشی ہے اور اسے تمیز واختیار کی قدرت عطا فرمائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [التکویر:۲۹]

''اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے''۔

- تقدیر مخلوق کے اندر اللہ کا ایک بھید اور سرّ ہے، اس لئے جو کچھ اس نے ہم سے بیان کر دیا ہے ہمیں اس کی معلومات حاصل ہوگئی ہے اور ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور جو ہم سے غائب ہے ہم اسے بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے افعال واحکام میں سے کسی چیز کے متعلق اپنی کوتاہ عقلوں اور ضعیف وکمزور افہام کی وجہ سے نزاع نہیں کھڑی کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے کامل علم اور اس کی انتہائی حکمت پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ لائق حمد وثنا اللہ سبحانہ کے کسی کام پر اس سے سوال نہیں کیا جاتا ہے۔
- یہ تو رہا تقدیر پر ایمان کے متعلق سلف صالحین کے اعتقاد کا اجمالی بیان، اب ہم اللہ تعالیٰ سے درستگی کی توفیق اور مدد کے طلبگار بن کر مذکورہ امور کی تھوڑی سی تفصیل بیان کرتے ہیں :

اول : لغوی اعتبار سے قضاء وقدر کا معنی :

لغت میں قضاء کا معنی :

یہ ہے کہ کسی چیز کا اتمام کیا جائے اور اسے محکم ومضبوط کر دیا جائے۔یعنی کسی چیز کو کامل اور پختہ کر دیا جائے۔

اور قدر کا معنی لغوی اعتبار سے یہ ہے کہ :

کسی چیز کا اندازہ مقرر کر دیا جائے یا کسی چیز کے متعلق فیصلہ کر دیا جائے۔

دوم : شرعی اعتبار سے قضاء وقدر کی تعریف :

قدر : کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قدیم میں اور ازل میں اشیاء کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے اور اس کا اندازہ مقرر فرما دیا ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ وہ چیزیں اس کے مقرر کردہ اوقات ہی پر واقع ہوں گی اور اسے ان کی مخصوص صفات کا بھی علم ہے، اور اس نے ان چیزوں کو لکھ بھی دیا ہے، اور ان میں اس کی مشیئت بھی شامل ہے، اور وہ ٹھیک اسی طرح واقع ہوں گی جس طرح اللہ نے مقرر فرما دیا ہے، اور ان سب کو پیدا بھی اسی نے کیا ہے۔

سوم : کیا قضا وقدر کے درمیان کچھ فرق بھی ہے ؟

کچھ علماء نے ان کے درمیان فرق بھی کیا ہے، مگر اقرب یہی ہے کہ شرعی اصطلاح میں ''قضاء'' اور ''قدر'' کے درمیان کچھ فرق نہیں ہے، بلکہ معنوی اعتبار سے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معنی پر دلالت کرتا ہے، اور قرآن وسنت میں ان دونوں کے درمیان تفریق کی کوئی بھی واضح دلیل نہیں پائی جاتی ہے، اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ

ایک پر دوسرے کا اطلاق درست ہے، ہاں ایک بات قابل ذکر ضرور ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص میں ''قدر'' کا لفظ زیادہ وارد ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس رکن پر ایمان واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

چہارم : دین میں ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) کا مقام :

تقدیر پر ایمان رکھنا ایمان کے ان چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے جن کا ذکر اس حدیث میں وارد ہوا ہے جس میں جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتایئے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے جواب دیا تھا کہ: تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھو، اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھو''۔ ①

- قرآن کریم میں تقدیر کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آیا ہے کہ :

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر:۴۹]۔ ''بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَكَانَ أَمْرُ ٱللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا﴾ [الاحزاب:۳۸]۔ ''اور اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کئے ہوئے ہیں''۔

پنجم : ایمان بالقدر کے مراتب (یعنی تقدیر پر ایمان کے ارکان) :

برادر محترم! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضامندی کی توفیق سے نوازے! اس بات کو ذہن نشین کر لیجیے کہ تقدیر پر ایمان کی تکمیل اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ اس کے مراتب اربعہ (چاروں ارکان) پر ایمان نہ رکھا جائے، اور وہ حسب ذیل ہیں :

۱۔ مرتبۂ علم :

یعنی اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، آسمانوں اور زمین کی ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوقات کا علم انہیں پیدا کرنے سے پہلے ہی سے حاصل ہے، اور اپنے علم قدیم سے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ سب کیا کیا کرنے والے ہیں، اس کے دلائل بہت سارے ہیں، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿هُوَ ٱللَّهُ ٱلَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ﴾ [الحشر:۲۲]۔

① مسلم : ۸ ۔

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا''۔

اور فرماتا ہے :

﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الطلاق:۱۲] ''اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے''۔

۲۔ مرتبۂ کتابت :

یعنی اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی ہیں، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے :

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِى كِتَٰبٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [الحج:۷۰]۔

''کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے۔ یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ''۔

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی مخلوق کی تقدیریں لکھ دی تھیں''۔ ①

۳۔ مرتبۂ ارادہ ومشیت :

یعنی اس بات پر ایمان رکھنا کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی چل رہا ہے وہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیئت ہی سے چل رہا ہے، لہٰذا جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو اس نے نہیں چاہا نہیں ہوا۔ اور کوئی بھی شیٔ اس کے ارادے سے خارج نہیں ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے :

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَا۟ىْءٍ إِنِّى فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ﴾ [الکھف:۲۳-۲۴]۔

''اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا''۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی : ﴿وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [التکویر:۲۹]۔

''اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے''۔

---

① مسلم : ۲۶۵۳ ۔

۴۔ مرتبۂ خلق :

یعنی اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور اسی میں مخلوق کے افعال بھی شامل ہیں، حقیقت یہی ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتا ہے :

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ [الزمر:٦٢]۔ ''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے''۔

اور فرماتا ہے : ﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الصافات:٩٦]۔

''حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''إِنَ اللّٰهَ يَصْنَعُ كُلَّ صَانِعٍ وَصَنَعْتَهُ'' ''اللہ تعالیٰ نے ہر کاریگر کو اور اس کی کاریگری کو بھی بنایا ہے''۔ ①

- **شیخ ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''جس طرح اللہ نے انہیں ۔یعنی انسانوں کو۔ پیدا کیا ہے اسی طرح اس نے ان کی ان صلاحیتوں کو بھی پیدا کیا ہے جن سے وہ کام کرتے ہیں یعنی ان کی قدرتیں اور ارادے سب اسی کی تخلیق ہیں، پھر اس کے بعد وہ لوگ مختلف قسم کے افعال طاعت ومعصیت وغیرہ اپنی اسی قدرت اور ارادے سے انجام دیتے ہیں جنھیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے''۔ ②

- **خبردار ! تقدیر کے مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑانے سے پرہیز کریں :**

تقدیر پر ایمان ہی اس بات کو جانچنے کا حقیقی پیمانہ ہے کہ آدمی کے اندر صحیح طریقے پر کتنا ایمان پایا جاتا ہے، اور اسی سے اس بات کا بھی درست اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی انسان کس قدر اپنے رب کی معرفت رکھتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اس کے اندر اللہ پر کیسا سچا یقین پایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی صفات جلال وجمال سے تعلق رکھنے والے واجبات کے ساتھ اس کا تعامل کیسا ہے، کیونکہ جو شخص اپنی محدود عقل کی باگ ڈھیلی کردے تو اس کے لئے تقدیر کے متعلق بہت سے سوالات اور استفہامات کھڑے ہوجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تقدیر کے موضوع پر اختلاف

---

① بخاری فی خلق افعال العباد : ٢٥ وابن ابی عاصم فی السنة : ٢٥٧ و ٣٨٥ ، اور البانی نے اسے الصحیحة : ١٦٣٧ میں صحیح بتایا ہے۔

② الدرة البهية شرح القصيدة التائية ص ١٨ ۔

بہت کثرت سے واقع ہوا ہے۔ لوگوں نے اس موضوع پر قیل وقال کا سلسلہ خوب دراز کیا ہے۔ اور اس کے متعلق وارد آیات میں بڑی تاویلیں کی ہیں۔ بلکہ ہر زمانے میں دشمنان اسلام تقدیر کے مسائل پر گفتگو کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد میں اضطراب پیدا کرنے کی کوششیں کرتے چلے آئے ہیں اور اس موضوع کے متعلق نت نئے شبہات پیدا کرتے رہے ہیں۔ اس لئے صحیح ایمان اور قطعی یقین پر صرف وہی لوگ قائم رہ پاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کے ذریعہ اسے پہچانتے ہیں، اپنے سارے معاملات اسی کے سپرد کردیتے ہیں، اور دلی اطمینان کے ساتھ اپنے رب پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے شکوک وشبہات کو ان کی طرف راہ نہیں ملتی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ چیز بقیہ ارکان ایمان کے درمیان تقدیر پر ایمان کی اہمیت کو پوری طرح اجاگر کردیتی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ عقل کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ بذات خود تقدیر کی معرفت حاصل کرلے کیونکہ یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا ایک سِرّ اور بھید ہے، اس لئے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبانی اس سلسلے میں واضح فرمادیا ہے ہمیں اس کی معلومات حاصل ہوجاتی ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جس چیز کے متعلق ہمارے رب نے سکوت اختیار کیا ہے ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ اس کا عدل کامل اور اس کی حکمت بے پایاں ہے۔ اور اس ذات مقدس سبحانہ وتعالیٰ سے اس کے کاموں کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا ہے۔ باقی سب سے سوال ہوتا ہے۔ **والله تعالىٰ اعلم وصلى الله وسلم وبارك على عبده ونبيه محمد وعلى آله وصحبه۔** [1]

فرد اور معاشرے پر عقیدۂ قضا وقدر پر ایمان کے اثرات

عقیدہ قضا وقدر کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے، وہ ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اس کا منکر کافر ہوجاتا ہے، اور اس کا اسلام میں کوئی حصہ باقی نہیں رہ جاتا ہے، اور یہی چیز اس کی اہمیت کے بیان کے لئے اور اس کا اہتمام لازم کردینے کے لئے کافی ہوجاتی ہے، مگر اس حقیقت پر توجہ دینا بھی لازم ہے کہ لوگوں کی زندگی میں اس عقیدے کے بہت سے محسوس اور ظاہری اثرات ہیں جو نظر آتے ہیں اور یہیں سے یہ رکن ایمان کے دیگر ارکان سے ممتاز ہوجاتا ہے کہ لوگوں کی زندگی اور ان کے اعمال وتصرفات میں ہر لحظہ اس کا عمل دخل کارفرما نظر آتا ہے۔

---

① ملاحظہ فرمائیں: اعلام السنة المنشورة: ۱۴۷ ۔ القضاء والقدر للشيخ الدكتور عبدالرحمان المحمود۔ اور الایمان بالقضاء والقدر للشيخ محمد الحمد ۔ دیکھئے: الاسلام سؤال وجواب للمنجد ۔

فرد اور معاشرے پر تقدیر کے بڑے بڑے اثرات ہیں جنھیں ہم آئندہ سطور میں اجمالی طور پر بیان کئے دیتے ہیں :

- **تقدیر پر ایمان عمل ونشاط کا محرک :**

ا۔ تقدیر پر ایمان ان بڑے محرکات میں سے ہے جو انسان کو عمل اور نشاط کی طرف بلاتے ہیں اور اسے اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ اس دنیاوی زندگی میں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کوشاں رہے، تقدیر پر ایمان ایک مومن کے اندر ایسا جذبہ بھر دیتا ہے جو اسے پورے ثبات اور عزم ویقین کے ساتھ بڑے بڑے اور بلند کاموں کے لئے اقدام وعمل پر ابھارتا ہے۔

- **خلاف حقیقت پروپیگنڈہ :**

اور یہ جو دعوی کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی میں کسل مندی اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہنے کا سبب ان کا تقدیر کو ماننا اور اس پر ایمان رکھنا ہے تو یہ وہ پروپیگنڈہ ہے جسے ملحدوں نے چلایا ہے اور شہرت دیا ہے، یہ وہی لوگ ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ تقدیر پر ایمان لکھی ہوئی قسمت کو سبب ٹھہرانے کا داعی ہے، اس طرح انسان سست پڑ جاتا ہے، اور اپنے اوپر عائد فرائض کی ادائیگی سے بھاگنے لگتا ہے، اس کے لئے وہ امت اسلامیہ کی پسماندگی کے موجودہ حالات کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی موجودہ خراب صورت حال کے متعدد داخلی وخارجی اسباب ہیں :

- **حقیقت قضا وقدر سے ناواقفیت :**

داخلی اسباب میں سے ایک سبب :

یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت دین اسلام کی حقیقت سے ناواقف ہے، اور اسلام کے ساتھ اس کا تعامل اس ایمانی صداقت کے ساتھ نہیں ہے جس نے پہلی بار روئے زمین کے حالات کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔

حقیقت ایمان واسلام سے ناواقفیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ امت عقیدۂ قضا وقدر کو نہیں جانتی ہے، کیونکہ وہ تقدیر پر ایمان کا مطلب یہی سمجھتی ہے کہ جو کچھ اللہ نے مقدر کر دیا ہے بس اسی پر گردن جھکائے بیٹھے رہیں، اور غربت، بیماری یا جہالت کے خاتمے کے لئے جس سے امت جوجھ رہی ہے کوئی کوشش اور تگ ودو نہ کی جائے۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے مقدر ہے لہٰذا اس سے مقابلہ آرائی نہ کی جائے۔ بس ان حالات کو من وعن تسلیم

کرلیا جائے اور یہی کافی ہے۔ اسی طرح انھوں نے یہ بھی سمجھا کہ طلب رزق کے لئے جدو جہد اور عمل کی حاجت نہیں ہے کیونکہ رزق تو آدمی کے پاس خود بخود چلا آئے گا۔ ہاں حرکت ونشاط کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

- **تقدیر پر ایمان رکھنے والے سلف نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے :**

اگر مسلمانوں میں کچھ لوگ تقدیر اور اسباب کو بروئے کار لانے کے باب میں اس منحرف فہم کے حامل ہیں اور ان کی کج فہمی کا یہی عالم ہے تو اس کا قصور وار اسلام نہیں ہے، بلکہ وہ مسلمان ہیں جو ایسی نامعقول فہم رکھتے ہیں؛ کیونکہ کتاب وسنت تو اعمال صالحہ انجام دینے، رزق کی طلب وجستجو میں سرگرم عمل ہونے اور اس کائنات کی تعمیر وترقی میں حصہ دار بننے کے احکامات وہدایات سے بھرے ہوئے ہیں، اور رسول گرامی ﷺ کے اصحاب کرام نے ان ارشادات وفرمودات کا اپنی عملی زندگی میں بھر پور نفاذ کیا تھا، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کے لئے سرتوڑ کوششیں کیں، محنت کا پسینہ بہایا اور اپنے صبر وجہاد سے ملکوں اور بندوں کو فتح کرکے تاریخ رقم کردی۔ اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کا نفاذ کیا، ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں پایا گیا جو اپنے ایمان بالقدر کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہا ہو، بلکہ تقدیر پر ایمان تو ان کے کارناموں اور عالمگیریوں کا سب سے بڑا محرک اور داعی ثابت ہوا۔ ۔اللہ ان سب سے راضی ہو۔

اور اقبال صاحب کیا معرکے کی بات کہہ گئے ہیں :

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

بشرطیکہ تقدیر بدلنے کا معنی جہد وکاوش اور سعی پیہم سے حالات بدلنے کا لے لیا جائے۔

- **تقدیر پر ایمان کا مطلب ترک اسباب نہیں .. مگر اسباب کو موثر بنانے والا اللہ ہے :**

مومن تو اس بات پر مامور ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسباب کو بروئے کار لائیں اور اس بات پر ایمان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اسباب کچھ نتیجہ نہیں دیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اسباب کو پیدا کیا ہے اور وہی نتائج کا بھی خالق ہے، مگر ایک مومن پر اسباب کا ترک کردینا حرام ہے، اگرچہ روزیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں مگر اس کے باوجود اگر کوئی شخص رزق کی جستجو میں تگ ودو چھوڑ بیٹھے تو وہ گنہگار ہوگا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ: ''بتایئے وہ دعائیں جن سے ہم جھاڑ پھونک اور شفاء طلب کرتے ہیں، اور وہ چیزیں جن سے ہم اپنی حفاظت اور بچاؤ کا سامان کرتے ہیں، اور وہ دوائیں جو ہم علاج کے لئے استعمال کرتے ہیں، کیا

(یہ سب) اللہ کی تقدیر میں سے کچھ چیزوں کو پلٹ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان سب چیزوں کا تعلق بھی اللہ کی تقدیر ہی سے ہے''۔ ①

''لہٰذا اسباب کی طرف التفات کرنا (یعنی انہیں پر بھروسہ کرلینا) شرک فی التوحید ہے، اور اسباب کو اسباب نہ رہنے دینا ایک طرح کا عقلی خلل ہے، اور ان اسباب سے کنارہ کشی اختیار کرلینا جن کا حکم دیا گیا ہے شریعت پر اعتراض ہے، لہٰذا بندے پر یہ لازم ہے کہ اس کے دل کا اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہو نہ کہ اسباب میں سے کسی سبب پر، اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے اسباب میسر کردے گا جو اس کی دنیا اور آخرت دونوں سنوار دیں گے، لہٰذا جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اگر اسباب اس کے لئے مقدر ہیں اور اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ انہیں بروئے کار لائے تو پھر اسے اللہ پر توکل کے ساتھ ان کا استعمال کرنا ہی چاہیے، جیسے کہ وہ فرائض کی ادائیگی کرتا ہے، دشمن سے جہاد کرتا ہے، ہتھیار اٹھاتا ہے، جنگ کی ڈھال (اور بلٹ پروف بلٹیں) پہنتا ہے، اور مامور جہاد کے بغیر محض اپنے توکل سے دشمن کو دفع کرنے پر اکتفا نہیں کرتا ہے۔

اور جو ان اسباب کو ترک کردے گا جن کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے تو وہ عاجز، کوتاہ اور قابل مذمت شمار ہوگا۔ ②

- اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرَ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ''

''قوت والا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے، اور بھلائی ہر ایک میں ہے۔ جو چیزیں تمہارے لئے فائدے مند ہوں تم ان کے لئے کوشاں رہو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، عاجز نہ بنو، اور اگر کسی مشکل سے دوچار ہوجاؤ تو یہ نہ کہو کہ: ''اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو ایسا ایسا ہوگیا ہوتا، بلکہ یہ کہو کہ: ''اللہ نے مقدر فرمایا اور جو اس نے چاہا کیا۔ کیونکہ ''اگر'' شیطان کے لئے عمل کا راستہ کھول دیتا ہے''۔ ③

---

① ترمذی : ۲۰۶۵ اور ۲۱۴۸، ابن ماجہ : ۳۴۳۷ ، البانی نے اسے ضعیف بتایا ہے۔ ضعیف سنن ترمذی : ۲۱۵۹-۲۲۵۲، ضعیف سنن ابن ماجہ : ۳۴۳۷ ، البتہ اسی سے ملتی جلتی ایک روایت کو صحیح ابن حبان کی تعلیق میں حسن لغیرہ بتایا ہے دیکھئے : ۶۰۶۸۔

② القدر لابن تيمية ص ۵۲۸-۵۲۹ ... ۔

③ مسلم : ۲۶۶۴ ۔

- **شارح طحاویہ فرماتے ہیں :**

''بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توکل اکتساب وعمل اور اسباب کو بروئے کار لانے کے منافی ہے، اور جب تمام امور مقدر ہی ہیں تو پھر اسباب کی حاجت کہاں رہ جاتی ہے، یہ خیال فاسد ہے، کیونکہ اکتساب کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں سے کچھ فرض ہے، کچھ مستحب ہے، کچھ مباح ہے، کچھ مکروہ ہے اور کچھ حرام ہے...اور نبی ﷺ جو افضل المتوکلین (توکل کرنے والوں میں سب سے افضل) تھے جنگی لباس (زرہ اور خود وغیرہ) پہنا کرتے تھے اور کمائی اور عمل کے لئے بازاروں میں چلا کرتے تھے''۔[1]

- **تقدیر کے مسئلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت :**

جب ملک شام میں وبا پھیلنے کی خبر آئی اور حضرت عمر کی رائے یہ ہوئی کہ راستے سے واپس لوٹ جایا جائے اور ملک شام کا سفر ملتوی کر دیا جائے تو حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ: ''کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ لیں گے؟'' تب اس کے جواب میں حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ کاش اے ابوعبیدہ آپ کے سوا کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی!، ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر ہی کی طرف جائیں گے۔

آپ بتائیے کہ اگر اپنے اونٹوں کو لیکر آپ کسی ایسی وادی میں جائیں جس کے دو گوشے ہوں: ایک ہرا بھرا اور شاداب ہو اور دوسرا قحط زدہ اور خشک تو پھر آپ اپنے اونٹوں کو اگر ہرے بھرے گوشے میں چرائیں گے تو کیا اللہ کی تقدیر سے نہیں چرائیں گے اور اگر ایسے ہی خشک گوشے میں چرائیں گے تو بھی اللہ ہی کی تقدیر سے نہیں چرائیں گے ؟![2]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ایمان بالقدر اور اسباب کو بروئے کار لانے کے درمیان تعلق کو اسی طرح سمجھا تھا، انہیں یہ معلوم تھا کہ اسباب کا استعمال بھی ایمان بالقدر میں داخل ہے اور دونوں میں کوئی منافات اور مخالفت نہیں پائی جاتی ہے۔

- **ایمان بالقدر نے صحابہ وتابعین اور اگلے بزرگوں کو معزز کیا :**

اور جب مسلمانوں نے جہاد کے ذریعہ حالات کو بدل دینے کا عزم کر لیا تو پھر انھوں نے تمام اسباب جہاد کا استعمال کیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی فتح اور کافروں کی شکست مقدر کر دی ہے، اور اسی پر اعتماد کئے بیٹھے رہے، تیاری، جہاد، صبر اور معرکہ آرائی کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی،

---

[1] شرح الطحاویہ ص: ۳۰۱ ۔ [2] بخاری: ۵۷۲۹۔

بلکہ اس کے برعکس انھوں نے یہ سب کام کئے اور اللہ نے ان کی مدد کی اور ان کے ذریعہ اسلام کو معزز کیا۔

- **یہ ایمان نہیں جہالت اور کج فہمی ہے :**

اگر آج کوئی ایسا شخص پایا جاتا ہو جو اس حجت کے ساتھ مسلمانوں کے موجودہ افسوسناک حالات میں تبدیلی کے لئے کسی کاوش اور اقدام کا قائل نہ ہو کہ یہ سب تو اللہ کی تقدیر سے ہو رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شخص مذکور اسلام کی حقیقت کے متعلق عظیم ترین جہالت کا شکار ہے اور اسے اس تقدیر کی حقیقت سے بھی قطعی کوئی آگاہی نہیں ہے جو ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، ہمیں بعض قنوطیوں سے اس طرح کی باتیں بہت سننے کو ملتی ہیں جو دعاۃ و مصلحین کے سامنے بار بار ایسے جملوں کا اعادہ کرتے رہتے ہیں جن سے مایوسی پیدا ہوتی ہے، وہ اکثر اس طرح کے جملے بولتے ہیں کہ یہ زمانہ ہی فاسد ہو چکا ہے، اصلاح مشکل ہے، یہ آخری زمانہ ہے جو غربت اسلام کا زمانہ ہے، ایسی ہی عبارتیں ان کے منہ سے نکلتی ہیں جو بہت بڑی جہالت کی آئینہ دار ہیں، ان سے قاتل مایوسی کا اظہار ہوتا ہے، نہ جانے اگر یہ لوگ اسلام کی غربت اولیٰ کے زمانے میں پائے جاتے تو کیا کرتے جبکہ پوری دنیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے خلاف ایک جٹ ہو کر برسر پیکار تھی، جب ان کی تعداد بہت قلیل اور وہ نہایت کمزور تھے، پتہ نہیں ان لوگوں کو اگر اس زمانے کے حالات کا سامنا ہوتا تو یہ کیا کہتے اور کیا کرتے ؟!

- **تقدیر پر ایمان سے اپنی حیثیت کی شناخت ہوتی ہے :**

۲۔ ایمان بالقدر کا ایک فائدہ اور اثر یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی اوقات معلوم ہو جاتی ہے، اس لئے نہ وہ کبر کرتا ہے، نہ اتراتا ہے، نہ اپنی بڑائی بلندی کا مظاہرہ کرتا ہے، کیونکہ وہ مقدر کی معرفت سے عاجز ہوتا ہے، اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مستقبل میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، اس لئے انسان ہمہ وقت اپنے رب کے سامنے اپنی عاجزی اور محتاجی کا معترف رہتا ہے، اور مقدر کے پوشیدہ رہنے کا ایک راز یہ بھی ہے۔

- **تقدیر پر ایمان بے اعتدالیوں سے بچاتا ہے :**

۳۔ انسان کی تخلیق کچھ ایسی ہے کہ اسے زندگی سے محبت ہوتی ہے، اس کے اندر متاع حیات کی چاہت ہوتی ہے، وہ خود کو فائدہ پہنچانے کے لئے شدید کوشاں رہتا ہے، یہ بات اسے سخت ناپسند ہوتی ہے کہ زندگی میں اسے آلام ومصائب کا سامنا ہو، اس کے اندر اپنے لئے خیر کی چاہت ہوتی ہے مگر وہ دوسروں کو اس سے محروم دیکھنا چاہتا ہے، اپنے لئے اسے شر ناپسند ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گھبرا اٹھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلْخَيْرُ مَنُوعًا﴾ [المعارج:۱۹-۲۱]۔

''بیشک انسان بڑے کچے دل والا بنایا گیا ہے، جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو ہڑ بڑا اٹھتا ہے، اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے''۔

جب اسے خوشحالی میسر آتی ہے تو وہ اترانے لگتا ہے، اپنی اوقات بھول جاتا ہے اور دھوکے میں پڑ جاتا ہے، اور اگر اسے مصیبت اور بدحالی کا سامنا ہوتا ہے تو بے صبری اور غم واندوہ کے مظاہرے کرتا ہے، اور خوشحالی کے زمانے میں انسان کو اتراہٹ اور سرکشی سے روکنے والی اور بدحالی کے دور میں رنج وغم اور بے صبری کے مظاہروں سے بچانے والی کوئی چیز ایمان بالقدر کے سوانہیں ہے، کیونکہ انسان کو اس وقت اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی واقع ہوا ہے وہ سب تقدیر کا کرشمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم سابق کا مظہر ہے۔

- **امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''اس خصلت (یعنی تقدیر) پر راسخ ایمان کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان یہ جاننے لگتا ہے کہ اسے جو کچھ بھی خوشحالی اور بھلائی حاصل ہوئی ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو اور کسی کے بھی ہاتھ سے ہو وہ سب اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے، لہٰذا اس وجہ سے اسے اتنی خوشی ومسرت حاصل ہوتی ہے جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اس قدر حفاظت ملتی ہے جس کا تصور کرنے سے بھی انسانی ذہن تنگی محسوس کرنے لگتے ہیں اور ان کی عقلیں اس کے ادنیٰ درجات کے ادراک سے بھی قاصر رہ جاتی ہیں...''۔

- **اور کتنی پیاری بات ہے جو حربی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے :**

''جو تقدیر پر ایمان نہیں رکھے گا اسے خوشگوار زندگی نصیب نہ ہوگی''۔ ①

- یہ بات بالکل صحیح ہے، دلوں پر مصیبتیں اسی وقت بھاری ہوتی ہیں، جی تنگ ہوجاتا ہے اور سینہ پھٹنے لگتا ہے جب تقدیر پر ایمان کمزور ہوتا ہے۔

- **تقدیر پر ایمان بہت سی مذموم خصلتوں سے بچالیتا ہے :**

۴۔ تقدیر پر ایمان سے بہت سی ان بیماریوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے جو معاشرے میں اتھل پتھل مچادیتی ہیں اور ان کی وجہ سے مومنوں کے درمیان کینے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ بطور مثال حسد جیسی رذیل خصلت کو لے لیجیے کہ ایک مومن

① قطر الولی علی حدیث الولی للشوکانی ص ۳۹۶ ۔

لوگوں سے اس بات پر حسد نہیں کرتا ہے کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز رکھا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اللہ کی دین ہے، اسی نے ان کے لئے یہ سب مقدر کیا ہے، وہ اس حقیقت کو اچھی طرح محسوس کرتا ہے کہ اگر اس صورت میں وہ کسی سے حسد کرے گا تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی مقدر کی ہوئی چیز پر اعتراض ہے۔

اسی طرح ایک مومن کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ بھلے کاموں کے لئے کوشاں رہتا ہے، لوگوں کے لئے بھی وہی چاہتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، اگر وہ اپنی مراد پالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے اور اس کی نعمتوں پر شکر بجالاتا ہے، اور اگر اسے اپنا کوئی مطلوب حاصل نہیں ہو پاتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے بے چینی اور بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا ہے، اور اگر اسے کوئی ایسی نعمت نہیں مل سکی جو کسی دوسرے کو مل گئی ہے تو وہ اس شخص کے متعلق اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا ہے، کیونکہ روزی کا تقسیم کرنے والا تو اللہ ہے، وہی دیتا ہے اور وہی روکتا ہے، اور یہ سلسلہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ابتلا وآزمائش اور امتحان کے لئے قائم کر رکھا ہے۔

- **تقدیر پر ایمان شجاعت اور جوانمردی اور عزیمت پیدا کرتا ہے :**

۵۔ ایمان بالقدر دلوں میں شجاعت پیدا کر دیتا ہے، اس سے مشکلات کا سامنا کرنے کا حوصلہ ملتا ہے، ارادوں میں قوت وعزیمت پیدا ہوجاتی ہے، اور انسان موت سے بے خوف ہوکر جہاد کی رزم گاہوں میں ثابت قدم رہتا ہے، کیونکہ اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے جو ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا ہے۔

چونکہ یہ عقیدہ مومنوں کے دلوں میں راسخ ہوتا ہے اس لئے وہ میدان کارزار میں جم کر داد شجاعت دیتے ہیں اور جہاد کے تسلسل سے ان کے عزائم میں کوئی تزلزل نہیں پیدا ہوتا ہے، اسی لئے میدان جہاد کے معرکوں میں اپنے سے کئی گنا طاقتور اور افرادی قوت میں بھی برتری رکھنے والے دشمنوں کے مقابلے میں صلابت وثبات قدمی کے اعلیٰ ترین نمونے ہمارے سامنے موجود ہیں، کیونکہ ان سرفروشوں اور جانبازوں کو یہ یقین تھا کہ انسان کو وہی حالات درپیش ہوں گے جو پہلے ہی سے مکتوب ہیں، ان سے کوئی مفر نہیں ہے خواہ انسان اپنے گھر میں بیٹھا ہو یا قتال کی رزم گاہوں میں معرکوں پر معرکے سر کئے جاتا ہو۔ اس عقیدے کے ساتھ اس کے اندر بزدلی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے، اور وہ موت کے خوف سے میدان کارزار چھوڑ کر کب راہ فرار اختیار کرسکتا ہے، جب موت کا وقت آجائے گا تو وہ تو ہر حال میں آکر رہے گی؟!

مومنوں کے دلوں میں یہی جذبے آباد تھے، اسی لئے وہ اللہ کی راہ میں قتال وجہاد کی گزرگاہوں پر پوری ثبات قدمی اور عزم ویقین کے ساتھ تیز گام بڑھتے چلے گئے، اور انھوں نے ایسے بے نظیر کارنامے انجام دئے جن کے

نمونے دیگر کسی بھی امت میں نہیں پائے گئے۔

- **مگر منافقوں کا نقطۂ نظر الگ ہوتا ہے جو انھیں خائب وخاسر ہی رکھتا ہے :**

ہاں منافقوں وغیرہ میں ایسے حوصلہ شکنی کرنے والے مرعوب ذہنیت کے لوگ موجود تھے جنھوں نے وقت جہاد دم دبا کر بیٹھ رہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور دور رہنے ہی میں سلامتی کا دعویٰ کر رکھا تھا، اور مسلمانوں کے لئے برے دنوں کے منتظر تھے، ایسے عافیت طلبوں کی تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے، اور وہ اس حقیقت سے واشگاف طور پر پردہ اٹھا دیتا ہے کہ مومنوں کی دنیا الگ ہوتی ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں اپنے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ جن حالات کا بھی انہیں سامنا ہوتا ہے وہ پہلے ہی سے مقدر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ﴾ [التوبة:٥٠-٥٢]۔

”آپ کو اگر کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں برا لگتا ہے اور کوئی برائی پہنچ جائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے سے ہی درست کر لیا تھا، پھر تو بڑے ہی اتراتے ہوئے لوٹتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے۔ مومنوں کو تو اللہ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ کہہ دیجئے کہ تم ہمارے بارے میں جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک ہے اور ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی سزا تمہیں دے یا ہمارے ہاتھوں سے، پس ایک طرف تم منتظر رہو دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں“۔

اور جب منافقوں نے کہا کہ :

﴿هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ﴾ ”اور کہتے تھے کیا ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے؟“۔

تو جواب ملا:

﴿قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾ ”آپ کہہ دیجئے کہ کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے“۔

اور جب اللہ کی خبر کے مطابق انھوں نے یہ کہا کہ :

﴿لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلۡأَمۡرِ شَيۡءٞ مَّا قُتِلۡنَا هَٰهُنَا﴾ ”کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے جاتے“۔

تو اس کی تردید یوں آئی کہ :

﴿قُل لَّوۡ كُنتُمۡ فِي بُيُوتِكُمۡ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡقَتۡلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمۡۖ وَلِيَبۡتَلِيَ ٱللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمۡ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمۡۚ وَٱللَّهُ عَلِيمُۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ﴾ (آل عمران: ۱۵۴)

”آپ کہہ دیجئے کہ گو تم اپنے گھروں میں ہوتے پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا وہ تو مقتل کی طرف چل کھڑے ہوتے، اللہ تعالیٰ کو تمہارے سینوں کے اندر کی چیز کا آزمانا اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اس کو پاک کرنا تھا، اور اللہ تعالیٰ سینوں کے بھید سے آگاہ ہے“۔

● مومن معاملہ فہم، سچا اور کھرا ہوتا ہے :

ہاں مومنوں نے اس حقیقت کو ایسے ہی سمجھ لیا تھا، انہیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ موت تو بس اسی کو آئے گی جس کی قضا اللہ کی طرف سے مقرر ہو چکی ہوگی، خواہ وہ اپنے گھر ہی میں کیوں نہ بیٹھا ہو، انہیں اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ دو میں سے ایک بھلائی: فتح وکامرانی یا شہادت کے منتظر ہیں، اور اسی اعتقاد اور جذبے سے انھوں نے اللہ کی راہ میں سرفروشی کی، ثابت قدم رہے، اور اپنے رب کے ساتھ وفاداری اور سچائی کا مظاہرہ کیا، پھر ان میں سے کچھ کو شہادت نصیب ہوئی اور کچھ کو کھلی ہوئی فتح وکامرانی ملی۔

● صحابہ کی تربیت ایمان بالقدر پر ہوئی تھی :

یہ ایک چمکتی ہوئی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کی تعلیم وتربیت تقدیر کے عقیدے پر کی تھی، کیونکہ یہی تو وہ ذخیرہ ہے جو ایک مومن کے اندر اس قدر شجاعت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ہے (نہ کسی انسان سے نہ کسی شیطان سے) اور اس کا یہی ایمان اسے راضی اور مطمئن ہو کر شدید ترین مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنے کا حوصلہ بخش دیتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں (سواری پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا تھا کہ انھوں نے فرمایا :

”يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ

بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ''۔

''اے لڑکے میں تجھے کچھ باتیں سکھانے جارہا ہوں: اللہ کو یاد رکھ وہ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تجھے مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگ، اور جب تجھے مدد کی جستجو ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر، اور یہ جان رکھ کہ اگر ساری امت اس بات پر متحد ہو جائے کہ تجھے کوئی فائدہ پہنچادے تو وہ بس وہی فائدہ تجھے پہنچا سکتے ہیں جو اس نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ سب اس بات پر متحد ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچادیں تو بس وہ تجھے وہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے اوپر لکھ دیا ہے، قلم اٹھالئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں''۔ ①

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ :

''اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَکَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعَرِفْکَ فِي الشِّدَّةِ ... وَ اعْلَمْ أَنَّ فِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيْرًا، وَأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا''۔

''تو اللہ کو یاد رکھ اسے اپنے سامنے پائے گا، خوشحالی میں اللہ سے شناسائی کر وہ مصیبت میں تجھے پہچان لے گا، اور یہ بھی جان لے کہ جن چیزوں کو تو ناپسند کرتا ہے ان پر صبر کرنے میں بڑی بھلائی ہے، اور یقیناً مدد اور فتح صبر کے ساتھ ہوتی ہے، اور رنج و تکلیف کے ساتھ فراخی آتی ہے، اور مشکل کے ساتھ آسانی بھی ملتی ہے''۔ ②

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے کہا :

''يَا بُنَيَّ إِنَّکَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيْقَةِ الْإِيْمَانِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَکَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَکَ، وَمَا أَخْطَأَکَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَکَ''۔

''اے میرے بیٹے اس وقت تک تمہیں حقیقت ایمان کا مزہ نہیں مل سکتا جب تک تم یہ نہ جان لو کہ جو تم پر آنے والا ہے وہ تم سے چوک نہیں سکتا ہے اور جو کچھ تم سے کترا کر نکل چکا ہے وہ تم پر آنے والا نہیں ہے''۔ ③

یہ حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تقدیر پر ایمان انسان کے اندر شجاعت پیدا کرتا ہے اور مصیبتوں کے وقت اسے اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ اس کی توجہ تنہا اللہ ہی کی طرف ہو، اس طرح ایک مومن کی عزت محفوظ رہتی ہے اور اسے اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں جھکنا پڑتا ہے۔

① ترمذی باب ۵۹ حدیث نمبر ۱۵۱۶ ، البانی نے صحیح ٹھہرایا ہے ، صحیح ترمذی : ۲۶۴۸ ، ظلال الجنة : ۳۱۵-۳۱۸ ۔

② مسند احمد : ۲۸۰۳ ، عن ابن عباس ۔ ③ ابوداود : ۴۷۰۰ ، یہ روایت متعدد صحابہ سے مروی ہے ۔

- **ایمان بالقدر سے استقامت اور اعلیٰ ظرفی پیدا ہوتی ہے :**

٦۔ تقدیر پر ایمان ان بڑے عوامل میں سے ایک ہے جو ایک مسلمان کو استقامت پر آمادہ کرتے ہیں، بالخصوص ان حالات میں جب اس کا معاملہ دوسروں کے ساتھ ہوتا ہے، آپ دیکھیں گے جب کوئی شخص اس کے حق میں کوتاہی کرتا ہے، یا اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے، یا اس کے احسان کا بدلہ برائی سے دیتا ہے، یا ناحق اس کی آبرو کو نشانا بناتا ہے تو وہ معافی اور درگزر سے کام لیتا ہے؛ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب پہلے ہی سے مقدر ہے، اور یہ چیز اس وقت تو اچھی ہوتی ہے جب معاملہ اپنے حقوق کا ہو مگر جب بات اللہ تعالیٰ کے حق کی آجائے تو پھر اس صورت میں نہ تو معافی جائز ہے، نہ تقدیر کو اس کی وجہ ٹھہرانا درست ہوگا، کیونکہ تقدیر کو مصائب میں حجت بنایا جاتا ہے معایب (برائی اور خرابی) میں نہیں۔

- **تقدیر پر ایمان رب سے بندگی کا رشتہ مضبوط کر دیتا ہے :**

٧۔ تقدیر پر ایمان مومن کے اندر متعدد ایمانی حقائق کا بیج بو دیتا ہے، اسی لئے وہ ہمیشہ اللہ سے استعانت کرتا ہے اور مدد مانگتا رہتا ہے، اس کے اندر سدا اپنے رب کی طرف محتاجی کا احساس رہتا ہے، وہ اسی سے ثبات قدمی کی امداد طلب کرتا ہے، اور مزید کی مانگ بھی اسی سے کرتا ہے، اسی طرح وہ فیاض اور کشادہ دل بھی ہوتا ہے، دوسروں کے ساتھ احسان پسند کرتا ہے، اور آپ اسے لوگوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے والا ہی پائیں گے۔

- **رب سے معافی مانگنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے :**

ایمان بالقدر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ انکساری کے ساتھ اللہ کے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ اس سے معافی اور مغفرت کا طلبگار ہوتا ہے، تقدیر کو اپنے گناہوں کے لئے حجت نہیں بناتا ہے، گو وہ اس پر مقدر ہوں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ استدلال باطل اور ممنوع اور شرعی تقاضوں کے خلاف ہے۔

- **ایمان بالقدر سے اعلان حق کی جرأت اور خودداری پیدا ہوتی ہے :**

٨۔ ایمان بالقدر کا ایک فائدہ اور اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک داعی الی اللہ اپنی دعوت کا کام علانیہ طور پر کرتا ہے، اور کافروں اور ظالموں کے سامنے بھی اس کا اظہار کرتا ہے، اللہ کے واسطے کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا ہے، لوگوں کے سامنے ایمان کی حقیقت بیان کرتا ہے اور انہیں ایمان کے تقاضے سمجھاتا ہے، وہ انہیں بتاتا ہے

کہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے متعلق ان کے واجبات وفرائض کیا ہیں۔ اسی طرح انہیں کفر وشرک اور نفاق کے حقائق بتاتا ہے اور انہیں ان سے بچنے کی تلقین کرتا ہے، باطل اور اس کے کھوٹ کا پردہ فاش کرتا ہے، اس کے دعاۃ اور حامیوں کی بھی قلعی کھولتا ہے، ظالموں کے سامنے کلمہ حق کہتا ہے، اور ان کے کفر وظلم، فساد و بگاڑ پیدا کرنے کی روش اور گمراہ گری کا بیان لوگوں کے سامنے کھل کر کرتا ہے، اور یہ سارے کام وہ راسخ ایمان اور اللہ پر توکل واعتماد کے ساتھ کرتا ہے، اور اس کی راہ میں جو بھی مصیبتیں اور حالات آتے ہیں وہ پورے صبر کے ساتھ ان کا سامنا کرتا ہے، کیونکہ اسے اس بات کا پختہ یقین ہوتا ہے کہ اجل تنہا اللہ کے ہاتھ میں ہے، اور روزی کا مالک بھی فقط وہی ہے، اور بندوں کے پاس خواہ کتنی ہی قوت اور اعوان وانصار ہوں مگر وہ ان میں سے کسی چیز کے بھی مالک ومختار نہیں ہوتے ہیں۔

ایک مومن صادق کی گردن صرف اللہ ہی کے سامنے جھکتی ہے وہ کسی اور کے سامنے ذلیل نہیں ہوتا ہے، نہ اس کے سوا کسی اور سے ڈرتا ہے۔ اور جب اس کی یہی شان ہوتی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ صراط مستقیم ہی کا راہی ہوتا ہے، اسی پر ثابت قدم رہتا ہے اور لوگوں کو بھی اسی کی دعوت دیتا ہے، اور دعوت کی راہ میں ظالموں اور سرکشوں کے ظلم وسرکشی اور معرکہ آرائیوں اور مکر کرنے والوں کی چالوں کا سامنا وہ پورے اصرار سے کرتا ہے، کوئی بھی چیز اس کا راستہ نہیں روک سکتی ہے، کیونکہ یہ لوگ اس کی زندگی اور روزی سے متعلق کسی بھی شئی کا اختیار نہیں رکھتے ہیں، نہ کچھ ان کی ملکیت میں ہوتا ہے، جب حقیقت یہی ہے تو قضاوقدر پر ایمان رکھنے والے ایک مومن داعی کے دل میں اللہ کے سوا کسی کا خوف اور ڈر ایک ذرہ بھر بھی کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ کیونکہ جو کچھ مقدر ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو نہیں مقدر ہے وہ ہرگز نہیں ہوگا، اور ان سب کا مرجع اللہ ہی کی طرف ہے، ان میں سے کوئی بھی چیز بندوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

● فرد اور معاشرے پر ایمان بالقدر کے اثرات یہی ہیں جن کا تذکرہ اختصار کے ساتھ سطور بالا میں کیا گیا ہے، کیونکہ یہ سب واضح اور معروف ہیں، مگر ابھی اس کے بہت سے فوائد واثرات ایسے ہیں جن کا احاطہ یا حصر ممکن نہیں ہے، لوگوں کی زندگی سے تقدیر کا تعلق اسی وقت سے ہوتا ہے جب سے وہ دنیا میں آتے ہیں اور اس وقت تک رہتا ہے جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے پاس چلے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ [1]

❀❀❀

[1] دیکھئے: ”القضاء والقدر فی ضوء الکتاب والسنة ومذاهب الناس فیه“ مولفه ڈاکٹر عبدالرحمان صالح المحمود۔ قدرے تصرف اور اختصار کے ساتھ۔

توکل علی اللہ اہمیت وحقیقت

اسلام میں توکل کی بڑی اہمیت ہے، اگر بندہ اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لے اور اس کے تقاضوں پر کار بند ہو جائے تو خوشحالی و بدحالی ہر طرح کی صورت حال سے عہدہ برآ ہونا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور اس کے لئے ہمیشہ صبر و شکر کی راہ کھلی ہوتی ہے، سنگین سے سنگین حالات اس پر آسان گزر جاتے ہیں، وہ سدا قلبی اطمینان کی دولت سے مالا مال رہتا ہے۔ اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ آئندہ سطور میں اختصار کے ساتھ توکل کی حقیقت اور اہمیت پر روشنی ڈال دی جائے، ممکن ہے اس سے کچھ لوگوں کی بصیرت میں اضافہ ہو اور مستقبل میں انہیں اس کے ثمرات سے مستفید ہونے کا موقع مل جائے۔

توکل کا لغوی معنی :

توکل مصدر ہے اور مادہ (و ک ل) سے ماخوذ ہے جس کے اندر کسی بھی چیز کے متعلق دوسرے پر اعتماد کرنے کی دلالت پائی جاتی ہے، اور توکل اسی مادے سے بنا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کسی معاملے میں عاجزی کا اظہار کرنا اور اپنے سوا کسی اور پر اعتماد کرنا، اور کسی کو وکیل بنانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ اس پر اعتماد کرتے ہیں اور اسے اپنا نائب بناتے ہیں۔

اور اللہ پر توکل کرنے کا معنی یہ ہوا کہ توکل کرنے والے کو اس بات کا علم ویقین ہے کہ وہی اس کی روزی کی اور باقی تمام امور کی بھی کفالت کرنے والا اور اس کا کارساز ہے، اسی لئے وہ تنہا اس کی طرف جھک پڑتا ہے اور اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہیں کرتا ہے۔

- **ابن سیدہ فرماتے ہیں :**

وَكِلَ باللّٰه ، تَوَكَّلَ عليه اور اِتَّكَلَ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ بندے نے خود کو اللہ کے حوالے اور سپرد کر دیا۔

- ■ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں سے ایک نام ''الوکیل'' بھی ہے۔

- **ابن اثیر فرماتے ہیں :**

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ''الوکیل'' بھی ہے، جس کا معنی ہوتا ہے بندوں کی روزیوں اور عطیات کا کفیل، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اپنے معاملات اس کے سپرد کر دیتا ہے وہ تنہا اس کا کارساز بن جاتا ہے اور اس کا پورا پورا

ذمہ لے لیتا ہے۔ [1]

- **غزالی فرماتے ہیں :**

وکیل وہ ہوتا ہے جس کے سپرد معاملات کئے جاتے ہیں، مگر جن کے سپرد معاملات کئے جاتے ہیں ان کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں :

- ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے سپرد بعض معاملات ہی کئے جاتے ہیں، اور وہ ناقص ہوتے ہیں۔
- اور دوسرا وکیل وہ ہوتا ہے جس کے سپرد سارے ہی معاملات کر دئے جاتے ہیں۔ اور ایسا وکیل فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے۔

- **جس کے سپرد معاملات کئے جاتے ہیں اس کی ایک تقسیم اور بھی ہوتی ہے :**

ایک تو وہ ہوتا ہے جو بذات خود وکیل بننے کا مستحق نہیں ہوتا ہے بلکہ تفویض وتوکیل (وکیل بنانے) کے بعد ہی وہ موکول الیہ (یعنی وکیل) بنتا ہے، اور یہ ناقص ہوتا ہے، کیونکہ یہ وکیل تفویض اور حوالگی اور سپردگی کا محتاج ہوتا ہے۔

اور دوسرا وکیل وہ ہوتا ہے جو بذات خود اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ معاملات اس کے حوالے رہیں اور دل اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوں، اسے کسی اور جہت سے سپردگی اور تفویض کی ضرورت نہیں پیش آتی ہے، اور وہی وکیل مطلق ہوتا ہے۔

- **اور اس کی ایک اور تقسیم بھی ہوتی ہے :**

وہ اس طرح کہ جس کے سپرد معاملات کئے جارہے ہیں وہ بکمال وتمام بلا کسی نقص اور کوتاہی کے اسے پورا کردے گا۔

یا سارے معاملات کو کامل طور پر انجام کو نہیں پہنچا سکے گا اور سب کام نہیں کر سکے گا۔

- اور وکیل مطلق ہی وہ ہوتا ہے جس کے حوالے سارے معاملات کر دئے جاتے ہیں، وہ پورے طور پر انہیں انجام دینے کا اہل ہوتا ہے، اور بتمام وکمال ان کی تکمیل کر دیتا ہے، اور ایسا وکیل تو فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ [2]
- اللہ تعالیٰ کے لئے وکیل کا لفظ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر وارد ہوا ہے اور مفسرین نے اس کے متعلق متعدد اقوال ذکر کئے ہیں، ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ حفاظت فرمانے والا ہے [3] تمہارے معاملات کا کفیل

---

① النهاية : ٢٠١/٥۔ ② المقصد الأسنى ص ١٢٩۔ ③ تفسیر طبری جلد : ٨ جزء : ١٥ ص ١٥۔

ہے، (مجاہد) سے شریک کا معنی بھی آیا ہے، اس کے علاوہ دیگر باتیں بھی کہی گئی ہیں۔ ①

- **علامہ شنقیطی اپنی تفسیر اضواء البیان میں لکھتے ہیں :**

''سارے معانی قریب قریب ہیں اور سب کا مرجع ایک ہی بات کی طرف ہے کہ ''وکیل'' وہ ہوتا ہے جس پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے معاملات اس کے سپرد کر دئے جاتے ہیں، تاکہ وہ خیر لے آئے اور شر کو دفع کر دے۔

اور یہ حیثیت تنہا اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتی ہے، اسی لئے کسی اور کو وکیل بنانے سے روکا گیا ہے، کیونکہ تنہا اللہ جل وعلا کے سوا کوئی اور نفع اور نقصان پہنچانے والا ہے نہ کفایت کرنے والا ہے، (لہٰذا) ہم اسی پر توکل اور اعتماد کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔ ②

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں ایک نام ''متوکل'' بھی ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمایا :

''.... وَسَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ'' ''اور میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے''۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متوکل اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ تھوڑی اور معمولی چیزوں پر قناعت کر لیتے ہیں اور تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیزوں پر صبر سے کام لیتے ہیں۔ ③

- **توکل کا اصطلاحی معنی :**

دنیاوی اور اخروی تمام امور میں مفادات کے حصول اور نقصانات کو دفع کرنے میں سچے دل کے ساتھ اللہ عزوجل پر اعتماد اور بھروسہ کرنا، اپنے سارے معاملات اسی کے سپرد کر دینا، اور اس بات پر کامل ایمان ویقین رکھنا کہ اس کے سوا نہ کوئی دینے والا ہے نہ روکنے اور محروم کرنے والا ہے، نہ نفع اور نقصان پہنچانے والا ہے۔ ④

- **جرجانی فرماتے ہیں :**

توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے بھروسہ اور اعتماد اسی پر کیا جائے، اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے مایوسی ظاہر کر دی جائے۔ ⑤

■ اسباب کو بروئے کار لانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

- **ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں :**

توکل ان عظیم ترین اسباب میں سے ہے جن سے مطلوب حاصل کیا جاتا ہے اور مکروہ کو دفع کیا جاتا ہے، لہٰذا

---

① دیکھئے : تفسیر قرطبی : ۱۰/ ۲۱۳۔ ② اضواء البیان : ۳/ ۳۶۷۔ ③ فتح الباری : ۸/ ۴۵۰۔

④ جامع العلوم والحکم لابن رجب : ۴۰۹۔ ⑤ التعریفات : ۷۴۔

جس نے اسباب کا انکار کیا اس کا توکل سلامت نہیں رہ سکے گا۔

البتہ تمام توکل یہ ہے کہ اسباب کی طرف جھکاؤ نہ رکھا جائے اور دل کا رشتہ ان سے توڑ لیا جائے، دل کا حال تو یہی ہو کہ وہ اللہ ہی سے مربوط رہے اور اس کی توجہ ان کی طرف نہ ہونے پائے، ہاں بدن ضرور اسباب کو بروئے کار لاتا رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسباب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے امر ونھی کا مقام ہیں اور توکل اس کی ربوبیت اور قضا وقدر سے متعلق ہے۔ اس لئے اسباب کی عبودیت توکل کی پنڈلی پر ہی قائم رہ سکتی ہے، اور توکل کی پنڈلی عبودیت کے قدم پر ہی ٹھہر سکتی ہے۔ [1]

■ توکل اور اتکال وتواکل کے درمیان :

کامیابی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے اسباب کو بروئے کار لانا اور اس بات کا یقین رکھنا کہ اچھا کام کرنے والوں کا اجر اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرماتا ہے، یہی وہ توکل ہے جس کا حکم دیا گیا ہے، مگر اسباب کو چھوڑ کر بیٹھ رہنا اور کاوشیں ترک دینا کہیں سے بھی توکل کی تعریف میں نہیں آتا ہے بلکہ اسے اتکال یا تواکل کہنا زیادہ صحیح ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دور رہنے اور بچنے کی نصیحت اور تلقین فرمائی ہے، اور ان اسباب سے بھی روک دیا ہے جو اس کی طرف لے جانے والے ہوں [دراصل اسلام اس بات کا قائل نہیں ہے کہ عمل ترک کر کے محض آرزوؤں اور تمناؤں پر انحصار کیا جائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور حصول مقصد کے امیدوار رہیں]۔

اس حقیقت کی وضاحت حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں بخوبی کر دی گئی ہے۔

حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’يَا مُعَاذُ! أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وما حقُّ العبادِ عَلَى الله؟ قَالَ قُلْتُ: الله وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ:فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوا اللّٰهِ وَلاَ يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً. وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لاَ يُعَذِّبَ مَنْ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلاَ أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لاَ تُبَشِّرْهُمْ. فَيَتَّكِلُوا۔‘‘

’’اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا؟ (حضرت معاذ) کہتے ہیں:

---

[1] مدارج السالكين : ۱۲۵/۲۔

میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تب جان لو کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور بندوں کا اللہ عزوجل پر حق یہ ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے وہ اسے عذاب نہ دے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو خوشخبری نہ دے دوں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں انہیں خوشخبری نہ دو کہ وہ اسی کے سہارے رہ جائیں''۔ ①

- یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قاعدے کی بنیاد رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو چیز ترک عمل کی طرف لے جائے یا اس میں اتکال یا تواکل (بے عملی کے ساتھ کسی چیز کے سہارے بیٹھ رہنے اور امیدوار رہنے) کا خیال گزرتا ہو اور احتمال ہوتا ہو تو اس کا توکل سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس حقیقت کی مزید تاکید ہوتی ہے :

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو گفتگو مسلم کی روایت کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے :

'' **قَالَ: يَا رَسُولَ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاّ اللّهُ مُسْتَيْقِنا بِهَا قَلْبُهُ، بَشّرَهُ بِالْجَنّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَلاَ تَفْعَل، فَإِنّي أَخْشَىَ أَنْ يَتّكِلَ النّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلّهِمْ يَعْمَلُونَ. قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلّهِمْ** ''

''حضرت عمر نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں کیا آپ نے اپنے جوتوں کے ساتھ ابوہریرہ کو یہ پیغام لے کر بھیجا تھا کہ وہ جس کسی ایسے شخص سے ملیں جو دل کے یقین کے ساتھ لا إله إلا الله کی گواہی دیتا ہو اسے جنت کی خوشخبری دے دیں؟ تو آپ نے فرمایا : ہاں میں نے ایسا کیا تھا۔ (حضرت عمر نے) عرض کیا : آپ ایسا نہ کریں، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی کے سہارے بیٹھ رہیں گے، آپ انہیں عمل کرنے دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں انہیں عمل کرنے دو''۔ ②

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ عمل کو ترک کرکے اسباب سے کنارہ کش ہوجانے کو اتکال کہا جاتا ہے اور اسے توکل سے ذرا بھی واسطہ نہیں ہوتا ہے۔

① مسلم:۳۰۔ ② دیکھئے : صحیح مسلم ص۶۰-۶۱۔

■ **توکل وتفویض کے درمیان :**

اللہ پر توکل اور کسی چیز کو اسے تفویض (سپرد) کر دینے کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت پائی جاتی ہے، کیونکہ تفویض توکل سے زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے، اور توکل تفویض سے خاص ہوتا ہے۔

● **صاحب منازل فرماتے ہیں :**

”تفویض میں توکل سے زیادہ لطیف اشارہ اور وسیع معنی پایا جاتا ہے، اور توکل سبب کے واقع ہونے کے بعد ہوتا ہے جبکہ تفویض سبب کے واقع ہونے سے پہلے اور بعد میں بھی ہوتا ہے، اور تفویض عین حوالگی اور سپردگی ہوتی ہے جبکہ توکل اسی کا ایک شعبہ ہوتا ہے“۔

● **ابن قیم فرماتے ہیں :**

جناب کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنا معاملہ اللہ کو تفویض کر دیتا ہے وہ اپنی طاقت وقوت سے براءت ظاہر کر دیتا ہے، اور امر کو صاحب امر کے حوالے کر دیتا ہے، جبکہ معاملہ جس کے سپرد کرتا ہے اسے اپنے مفادات کے حصول کے لئے اپنا قائم مقام نہیں بناتا ہے، اور توکل میں معاملہ اس کے برخلاف ہوتا ہے، کیونکہ وکالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وکیل اپنے موکل کی قائم مقامی کرے۔

آنجناب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ توکل تفویض سے اوپر ہوتا ہے اور اس سے اعلیٰ وارفع ہوتا ہے تو وہ اپنی جگہ پر درست ہوگا، اسی لئے قرآن کریم (توکل) کے حکم سے پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے خواص واولیاء اور منتخب واعلیٰ درجے کے مومنوں کے متعلق توکل کی خبریں اس میں بھری ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول کو بھی متعدد مقامات پر اس کا حکم دیا ہے، اور ان کا نام ”متوکل“ رکھا ہے۔

اور جہاں تک تفویض کی بات ہے تو یہ لفظ قرآن کریم میں صرف اسی مقام پر آیا ہے جہاں اللہ عزوجل نے مومن آل فرعون کی حکایت بیان کی ہے اور وہ حسب ذیل ہے :

﴿وَأُفَوِّضُ أَمۡرِيٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ [غافر: ۴۴]۔ ”میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں“۔

اس کے بعد آنجناب رحمہ اللہ نے حاصل کلام یہ پیش فرمایا ہے کہ مولی عزوجل کو وکیل بنانا عین عبودیت اور خالص توحید ہے، بس شرط یہ ہے کہ توکل کرنے والا حقیقت میں توکل کرتا ہو۔ اور اس اعتبار سے توکل تفویض سے

وسیع اور اعلیٰ وارفع ہوتا ہے۔ ①

■ **توکل اور ثقہ (اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھنے) کے درمیان :**

● **ابن قیم نے صاحب المنازل سے لفظ ''ثقۃ'' [بمعنی بھروسہ کرنے] کے متعلق ذکر کیا ہے کہ :**

وہ دیدۂ توکل کی سیاہی اور دائرہ تفویض کا نقطہ ہے، اور اس کی مثالوں میں قرآن کریم میں وار دام موسیٰ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ :

﴿فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي﴾ [القصص:۷]۔

''اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا''۔

فرماتے ہیں کہ ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے متعلق عین ثقہ اور اعتماد کا مظاہرہ تھا جس پر تفویض کا دارو مدار ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں : اور بہت سے لوگ توکل کی تفسیر ثقہ (اعتماد اور بھروسے) سے کرتے ہیں، اور کچھ لوگ اس کی تفسیر تفویض (حوالگی اور سپردگی) سے کرتے ہیں اور کچھ لوگ اس کی تفسیر ''تسلیم'' (یعنی گردن جھکا دینے اور مان لینے) سے کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ لفظ توکل ان سارے معانی پر مشتمل ہے۔ ②

ہم کہتے ہیں کہ ابن قیم نے جو یہ فرمایا کہ توکل میں تفویض وثقہ میں سے ہر ایک کا معنی پایا جاتا ہے تو اس کی تائید امام غزالی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے توکل کی تعریف میں بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں : توکل وکالہ سے مشتق ہے۔

''وَكَّلَ اَمْرَهُ إِلٰى فُلَانٍ'' ''اپنے کام کا فلاں کو وکیل بنایا''۔

اس وقت کہا جاتا ہے جب اپنا کام اس کے سپرد کردے اور اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہو، اور جس کے سپرد کام کیا جاتا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر توکل کیا ہے اور اس پر متوکل ہے، یہ بات اس صورت میں ہوتی ہے جب اس کا نفس اس سے مطمئن ہو اور وہ اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہو، ساتھ ہی اس پر تقصیر کی تہمت رکھتا ہو نہ اس کے متعلق عاجزی یا قصور کا اعتماد رکھتا ہو۔ ہاں یہی توکل ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دل کا اعتماد تنہا وکیل پر ہے۔

---

① مدارج السالکین : ۲/ ۱۴۵۔

② حوالہ مذکور ص ۱۴۹-۱۵۰۔

قرآن کریم میں وارد مقامات توکل

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد حالات میں توکل کرنے کا حکم دیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اسے اپنے مومن بندوں سے زندگی کے تمام ہی معاملات میں توکل مطلوب ہے، اسی لئے اس نے اپنی کتاب میں جا بجا اپنے رسول کریم اور مومنوں کو توکل کا حکم دیا ہے اور ترغیب دلائی ہے۔

علامہ فیروز ابادی نے ان میں سے حسب ذیل مقامات کا تذکرہ فرمایا ہے :

۱۔ جب آپ مدد کے طلبگار ہوں، اپنے غموں کا مداوا چاہتے ہوں اور دشمنوں کے مقابل کامیابی کے خواہاں ہوں تو اللہ پر توکل کریں۔

۲۔ جب آپ اپنے دشمنوں سے اعراض کر رہے ہوں تو توکل کو اپنا رفیق بنائیں۔

۳۔ جب مخلوق آپ سے اعراض کر رہی ہو اور منہ موڑ لے رہی ہو تو آپ توکل کا سہارا لیں۔

۴۔ جب آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت ہو رہی ہو یا آپ خود ہی تلاوت کر رہے ہوں تو توکل کو اپنا شعار بنالیں۔

۵۔ جب آپ کچھ لوگوں کے درمیان صلح اور اصلاح کے خواہاں ہوں تو آپ کے لئے توکل ہی ایک وسیلہ ہے۔

۶۔ جب قضا وقدر کے قافلے آپ تک پہنچیں تو آپ توکل کے ذریعہ ان کا استقبال کریں۔

۷۔ جب دشمن آپ کے لئے مکر کے پھندے لگائے بیٹھے ہوں تو آپ سرزمین توکل میں داخل ہو جائیں۔

۸۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ سب کا مرجع اور واپسی اللہ ہی کی طرف ہے اور اس کائنات میں ہر ایک کی تقدیر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو توکل کے فرش پر جم کر بیٹھ رہیں۔

۹۔ جب آپ کو یہ پتہ چل گیا کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ واحد ہی ہے تو پھر آپ کا توکل واعتماد صرف اور صرف اسی پر ہونا چاہیے۔

۱۰۔ جب ہدایت اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے تو اس کا استقبال شکر و توکل ہی سے کیجیے۔

۱۱۔ جب اللہ کے دشمنوں کی، شیطان کی اور غدار و فریبی کی گرفت اور یورش کا خطرہ ہو تو اللہ کی چوکھٹ کے سوا کہیں اور سہارا تلاش کرنے نہ جائیں، بس اسی پر توکل کریں۔

۱۲۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہر حال میں اللہ آپ کا وکیل اور کارساز ہو تو پھر ہمہ وقت اور بہر صورت توکل کا دامن مضبوط تھامے رہیں۔

۱۳۔ اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ کی منزل فردوس اعلیٰ ہو تو پھر مقام توکل پر اتر جائیں۔
۱۴۔ اگر آپ محبت الٰہی کا حصول چاہتے ہوں تو پہلے مقام توکل پر قدم رنجہ فرمائیں۔
۱۵۔ اگر آپ چاہتے ہوں کہ اللہ آپ کا ہو جائے اور آپ خالص اللہ کے ہو جائیں تو پھر توکل کو لازم پکڑ لیں۔
۱۶۔ سوتے وقت اس کا خصوصی اہتمام کریں۔

حدیث براء بن عازب :

"عن البَرَاءِ بْنِ عِازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قَالَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: "إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلاةِ، ثمَّ اضْطَجِعْ علَى شِقِّكَ الأيْمَنِ ثُمَّ قُلْ :

"اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وأَلجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لا مَلْجَأَ ولا مَنْجَا مِنْكَ إِلَا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنزلْتَ، وَنَبِيِّكَ الذي أَرْسَلْتَ" فإِنْ متَّ من لَيْلَتِكَ فَأنتَ عَلَى الفِطرةِ، وَاجْعَلهنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّم بِهِ "۔

''جب تم اپنے بستر پر آؤ (یعنی سونے کا ارادہ کرو) تو نماز کے وضوء کی طرح وضوء کرلو، پھر اپنے داہنے پہلو پر لیٹ جاؤ، اس کے بعد پڑھو :

''اے اللہ میں نے خود کو تیرے حوالے کر دیا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا، اور میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا، اور اپنی پشت تیری طرف جھکا دی (تیرے ثواب کی) رغبت میں اور (تیرے عذاب سے) ڈرتے ہوئے، تیری بارگاہ کے سوا نہ کوئی جائے پناہ ہے، اور نہ تجھ سے تیرے سوا کہیں اور جائے نجات ہے، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے نازل فرمایا، اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جسے تو نے (ہماری طرف) بھیجا۔

اور اس دعا کو تم اپنا آخری کلام ٹھہرالو، پھر اگر تم اپنی اسی رات میں مر گئے تو تو فطرت (یعنی اسلام) پر قائم رہتے ہوئے تمہاری موت ہوگی''۔ ①

۱۷۔ جب فاقہ کی نوبت آجائے تو توکل کو اپنا رفیق بنالیں :

حدیث ابن مسعود :

''مَنْ نَزَلَتْ به فَاقَة فأنزلها بالناس لم تُسَدَّ فاقَتُه ومَنْ نزلتْ به فاقة فأنزلها بالله فيوشك الله له بِرِزْقٍ عاجِل أو آجل''۔

---

① بخاری : ۲۴۷، مسلم : ۲۷۱۰۔

''جسے فاقہ اور محتاجی لاحق ہوئی اور اس نے اسے (بطور شکوہ اور غیر اللہ پر اعتماد کر کے) لوگوں کے سامنے رکھا تو اس کی (وہ) محتاجی دور نہ ہوگی، اور جس پر محتاجی آئی اور اس نے اسے اللہ کے سامنے رکھا تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اس کے لئے روزی کا سامان کر دے گا''۔ ①

۱۸۔ جب گھر سے نکلنے لگیں تو توکل کو ہرگز فراموش نہ کریں۔

۱۹۔ اگر آپ کے اندر کبھی کسی بدشگونی کا خیال گزرنے لگے تو فوراً توکل کے ہتھیار سے اسے ماردیں :

حدیث ابن مسعود :

''الطِّيَرَةُ شِرْكٌ - ثَلَاثًا - وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلَكِنَّ اللَّهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، تین بار (کہا) اور ہم میں سے ہر شخص (کے دل میں کچھ نہ کچھ خیال آ ہی جاتا ہے) مگر اللہ تعالیٰ توکل سے اسے دور کر دیتا ہے''۔ ②

أنبیاء علیہم السلام کے توکل کے نمونے

غزوۂ حمراء الاسد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا توکل اور جوانمردی :

۱۔ جب جنگ احد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ حمراء الاسد میں رکے ہوئے تھے کہ وہاں سے ایک قافلہ گزرا اور اس نے یہ کہہ کر اللہ کے رسول اور مومنوں کو ڈرانا چاہا کہ ابوسفیان نے تمہارے لئے ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے تو اس سے خوف کے بجائے ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور انھوں نے پوری مومنانہ شان کے ساتھ اللہ پر توکل کا اظہار کیا جس کی تفصیل قرآن نے ان الفاظ میں پیش کی ہے :

﴿إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾ [آل عمران: ۱۷۳-۱۷۴]۔

''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے (نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ کی نعمت وفضل کے ساتھ یہ لوٹے، انہیں کوئی برائی نہ پہنچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی

① ترمذی : ۲۳۲۶۔ ② سنن ابوداود : ۳۹۱۰۔

پیروی کی، اللہ بہت بڑے فضل والا ہے''۔

اللہ پر اعتماد کامل کا اظہار :

● صحیح بخاری میں حدیث ابن عباس :

''**حسبنا الله نعم الوكيل**'' ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تھا، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کہا تھا جب ان سے کہا گیا کہ لوگ آپ کے خلاف لشکر جمع کر رہے ہیں۔

مجھے اللہ بچائے گا :

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس واقعے کے راوی ہیں کہ انھوں نے نجد کی طرف ایک جنگی مہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حصہ لیا تھا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی کا سفر شروع کیا تو وہ بھی ان کے ہمراہ چلے آئے، اثنائے سفر قیلولے اور دوپہر کے آرام کا وقت ایک وادی پر ہوا جہاں کانٹے دار درختوں کی کثرت تھی، آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا، لوگ وادیوں میں بکھر کر سایہ دار درختوں کے نیچے آرام کرنے چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے آرام کرنے چلے گئے اور انھوں نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی، پھر ہم ایک نیند سو گئے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بلانے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ میں سو ہی رہا تھا کہ اس نے میری تلوار کھینچ لی تھی، پھر میں بیدار ہو گیا تو دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں تلوار سونتی ہوئی ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ : تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ بچائے گا، اب دیکھو وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ ①

غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے :

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ واقعہ ہجرت کے ضمن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جس وقت ہم لوگ غار (ثور) میں چھپے ہوئے تھے کہ میں نے دیکھا کہ مشرکوں کے قدم ہمارے سروں کے اوپر نظر آ رہے تھے، اس وقت میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نیچے نظر ڈالی تو وہ اپنے قدموں کے نیچے ہمیں دیکھ لے گا، تب آپ نے فرمایا : اے ابوبکر ! تم ان دو کے متعلق کیا سمجھتے ہو جن کا تیسرا اللہ ہے؟ ②

---

① بخاری و مسلم۔ ② بخاری و مسلم۔

- اسی واقعے کے متعلق ہمارا رب فرماتا ہے :

﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبۃ:۴۰]۔

''جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کردی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ غالب ہے حکمت والا ہے''۔

سراقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعاقب میں :

۴۔ جب سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کرتے ہوئے انہیں جالیا تو اس موقعے پر آپ نے ان سے پورے اعتماد سے فرمایا کہ :

''كَأَنِّيْ بِكَ قَدْ لَبِسْتَ سِوَارَيْ كِسْرَى'' ''گویا میں تمہیں کسریٰ کے کنگن پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں''۔ ①

آخر یہ کیسا اعتماد اور توکل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر میں بھرا ہوا تھا؟!!!

حضرت ہود علیہ السلام کا توکل

۵۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اعتماد و توکل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قَالُوا يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِن نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ مِن دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴿٥٥﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [ھود:۵۳-۵۶]۔

''انہوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں، بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آگیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان

① سنن البیہقی ۔

سب سے بیزار ہوں، جنہیں تم شریک بنا رہے ہو، اچھا تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو، میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے''۔

حضرت نوح علیہ السلام کا توکل

۶۔ اور نوح علیہ السلام کی اپنی قوم سے گفتگو کی تفصیل یوں بیان فرماتا ہے :

﴿وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ نُوحٍ إِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِۦ يَٰقَوۡمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكُم مَّقَامِي وَتَذۡكِيرِي بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلۡتُ فَأَجۡمِعُوٓاْ أَمۡرَكُمۡ وَشُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُنۡ أَمۡرُكُمۡ عَلَيۡكُمۡ غُمَّةٗ ثُمَّ ٱقۡضُوٓاْ إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ﴾ [یونس:۷۱]۔

''اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔ تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکا کے پختہ کر لو پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہئے۔ پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو''۔

آپ دیکھ رہے ہے کہ ان کی زبان پر کیسا قوی توکل اور اعتماد بول رہا ہے!

حضرت یعقوب علیہ السلام

۷۔ اپنے بیٹوں سے یعقوب علیہ السلام کے تخاطب کا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿لَنۡ أُرۡسِلَهُۥ مَعَكُمۡ حَتَّىٰ تُؤۡتُونِ مَوۡثِقٗا مِّنَ ٱللَّهِ لَتَأۡتُنَّنِي بِهِۦٓ إِلَّآ أَن يُحَاطَ بِكُمۡۖ فَلَمَّآ ءَاتَوۡهُ مَوۡثِقَهُمۡ قَالَ ٱللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٞ ٦٦ وَقَالَ يَٰبَنِيَّ لَا تَدۡخُلُواْ مِنۢ بَابٖ وَٰحِدٖ وَٱدۡخُلُواْ مِنۡ أَبۡوَٰبٖ مُّتَفَرِّقَةٖۖ وَمَآ أُغۡنِي عَنكُم مِّنَ ٱللَّهِ مِن شَيۡءٍۖ إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِۖ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُۖ وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُتَوَكِّلُونَ﴾ [یوسف:۶۶-۶۷]۔

''یعقوب (علیہ السلام) نے کہا! میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول و قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچا دو گے، سوائے اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ۔ جب انہوں نے پکا قول قرار دے دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے، اور (یعقوب

علیہ السلام) نے کہا اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی جدا جدا دروازوں میں سے داخل ہونا۔ میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت ایمانی اور توکل

۸۔ فرعون کے تعاقب اور دونوں گروہوں کے ایک دوسرے کی نگاہوں میں آنے اور قوم موسی کے اضطراب کے وقت حضرت موسی علیہ السلام کی قوت ایمانی اور توکل کا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ﴿٥٥﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَخْرَجْنَاهُم مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٧﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٥٨﴾ كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ فَأَتْبَعُوهُم مُّشْرِقِينَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ [الشعراء: ۵۳-۶۲]۔

''فرعون نے شہروں میں ہرکاروں کو بھیج دیا کہ یقیناً یہ گروہ بہت ہی کم تعداد میں ہے اور اس پر یہ ہمیں سخت غضب ناک کر رہے ہیں اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں ان سے چوکنا رہنے والے بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے اور خزانوں سے۔ اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا اسی طرح ہوا اور ہم نے ان (تمام) چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا پس فرعونی سورج نکلتے ہی ان کے تعاقب میں نکلے پس جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا، تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا، ہم تو یقیناً پکڑ لیے گئے موسیٰ نے کہا، ہرگز نہیں۔ یقین مانو، میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا''۔

۹۔ **مومن آل فرعون کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :**

﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا ۖ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [غافر: ۴۴-۴۶]۔

''میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگراں ہے پس اسے اللہ تعالیٰ نے تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح

شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو'۔

۱۰۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا اور اللہ کے نام پر اپنے بچے کو دریا کے حوالے کر دیا تو اللہ نے اس کی کیسی حفاظت فرمائی اور کس طرح اسے اپنی ماں کی طرف لوٹا دیا ! :

﴿وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِى ٱلْيَمِّ وَلَا تَخَافِى وَلَا تَحْزَنِىٓ ۖ إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝٧ فَٱلْتَقَطَهُۥٓ ءَالُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَـٰمَـٰنَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا۟ خَـٰطِـِٔينَ﴾ [القصص:۷-۸]۔

''ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا، ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں آخر فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھا لیا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہوا اور ان کے رنج کا باعث بنا، کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار''۔

توکل کے فوائد وثمرات

۱۔ اللہ کی مدد :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿إِن يَنصُرْكُمُ ٱللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا ٱلَّذِى يَنصُرُكُم مِّنۢ بَعْدِهِۦ ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ﴾ [آل عمران:۱۶۰]۔

''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے''۔

اس آیت میں صاف صاف بتا دیا ہے کہ توکل کرنا اللہ کی مدد کے اسباب میں سے ہے اس لئے مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

۲۔ شیطان رجیم سے حفاظت :

فرماتا ہے : ﴿إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَـٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [النحل:۹۹]۔

''ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا''۔

۳۔ شجاعت وجوانمردی :

جس کا دل اللہ پر توکل سے پر ہو بھلا اسے کس کا خوف ہوسکتا ہے اسی لئے سید المتوکلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (توکل کرنے والوں کے سردار) بہادروں اور جوانمردوں کے بھی سردار تھے۔

● چنانچہ صحیحین کی روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے اچھے اور سب سے بہادر انسان تھے۔ ایک رات کا ماجرا ہے کہ اہل مدینہ میں کچھ گھبراہٹ کا ماحول پیدا ہوگیا تھا، لوگ آواز کی سمت نکل کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جانب سے ان کے سامنے آرہے ہیں، اور صورت حال اچھی طرح جان چکے ہیں، اس وقت آپ ابوطلحہ کے ایک گھوڑے پر ننگی پیٹھ ہی بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی گردن سے تلوار لٹک رہی تھی، اور آپ یہ کہتے جارہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے تو اسے دریا ہی پایا ہے۔ (یعنی گھوڑا بڑا تیز رفتار ہے)

● مجھے عرش والے کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہوئے حیا آتی ہے :

ابووائل شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خوفناک رات ہم باہر نکلے تو ہمارا گزر گھنی جھاڑیوں والے ایک مقام سے ہوا جس میں ایک شخص سو رہا تھا اور اپنا گھوڑا وہیں باندھ رکھا تھا جو اس کے سر کے پاس چرے جارہا تھا، ہم نے اسے جگایا اور اس سے کہا: آپ ایسی جگہ پر سو رہے ہیں؟ اس نے اپنا سر اٹھا کر جواب دیا کہ: ''مجھے عرش والے سے اس بات پر حیا آتی ہے کہ اسے یہ معلوم ہو کہ میں اس کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں، پھر اپنا سر رکھ کر وہ سو گیا۔[①]

۴۔ رزق کی ضمانت وکفالت :

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ ، تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا''۔

''اگر تم اللہ پر ایسے توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں بھی ایسے ہی روزی عطا فرمائے جیسے پرندوں کو روزی عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں''۔[②]

① الزهد لهناد بن سری : ۳۰۶/۱ ، اس کے محقق نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ ② ترمذی ۔

۵- صدق ایمان کی دلیل ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [الانفال:۲]۔

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں''۔

- قرآن کریم میں سات مقامات پر کہا گیا ہے کہ :

﴿ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴾ ''مومنوں کو اللہ ہی پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہیے''۔

- حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اَلتَّوَكُّلُ عَلَى اللهِ جِمَاعُ الْإِيْمَانِ'' ''اللہ پر توکل حاصل ایمان ہے''۔ ①

• ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

توکل نصف دین ہے اور دوسرا نصف انابت ہے، کیونکہ دین استعانت اور عبادت کا نام ہے اور توکل ہی استعانت اور انابت ہی عبادت ہے۔ ②

٦- اللہ تعالیٰ کی کفایت وحمایت اور رعایت کے حصول کا ذریعہ ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾ [الطلاق:۳]۔ ''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا''۔

اور فرماتا ہے : ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴾ [الاحزاب:۳]

''آپ اللہ ہی پر توکل رکھیں، وہ کارسازی کے لئے کافی ہے''۔

اور فرماتا ہے : ﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [الانفال:۴۹]۔

''جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے''۔

---

① الزهد للهناد ۔ ② مدارج السالكين : ۱۱۸/۲ ۔

کس نے اس پر توکل کیا اور وہ اس کے لئے کافی نہ ہو گیا ہو ؟

● ابن ابی الدنیا کے ''التوکل'' میں عون بن عبداللہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

اس اثناء میں کہ فتنہ ابن زبیر کے زمانے میں ایک شخص مصر کے ایک باغ میں رنجیدہ سا بیٹھا زمین کریدے جا رہا تھا کہ اچانک اس نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ اس کے سامنے ایک بیلچے والا کھڑا ہے، اور اس سے کہتا کہ اے بھائی! کیا بات ہے میں تمہیں غمزدہ ورنجیدہ دیکھ رہا ہوں؟ بیان کرتے ہیں کہ: گویا اس نے اسے کمتر جان کر کہا کہ میاں کوئی بات نہیں ہے۔ بیلچے والے نے کہا: کیا دنیا کے لئے رنجیدہ ہو؟ اگر ایسی بات ہو تو دنیا تو حاضر کا سامان ہے، اس سے نیک وبد سبھی کھاتے ہیں، اور آخرت ایک سچی میعاد ہے جس میں ایک قدرت رکھنے والا بادشاہ حاکم ہوگا، جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

پھر جب اس آدمی نے اس سے یہ بات سنی تو گویا وہ اس کے دل کو بھا گیا، اس نے جواب دیا : میری رنجیدگی کا سبب مسلمانوں کے حالات ہیں۔ اس نے کہا : مسلمانوں پر شفقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں نجات دے دے گا، اور دعا کرو، کون ہے جس نے اللہ سے مانگا اور اس نے اسے دیا نہ ہو، اور اسے پکارا ہو مگر اس نے اس کی پکار سنی نہ ہو، اور اس پر توکل اور بھروسہ کیا اور اس کے لئے کافی نہ ہو گیا ہو یا اس پر اعتماد کیا ہو اور اس نے اسے نجات نہ دی ہو؟ یہ سن کر اس نے دعا کی کہ اے اللہ! تو مجھے سلامت رکھ اور مجھ سے بھی لوگوں کو سلامت رکھ، لہٰذا اس فتنے کا خاتمہ یوں ہوا کہ کسی کو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا تھا۔ ①

۷۔ توکل کرنے والوں کو محبت الٰہی کا حصول ہوتا ہے :

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے اس کی محبت سے ضرور شادکام ہوتے ہیں، اسی لئے وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ﴾ [آل عمران:۱۵۹]۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

۸۔ توکل کا سب سے عظیم ثمرہ تو اللہ کی جنت ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ ٱلْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ ۝٥٨ ٱلَّذِينَ صَبَرُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [العنکبوت:۵۸-۵۹]۔

---

① التوكل لابن أبي الدنيا(۵۲) اس کے مخرج نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بالا خانوں میں جگہ دینگے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے وہ جنہوں نے صبر کیا، اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں''۔

- اور صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيَّ مَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيَّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ وَرُفِعَ لِي سَوَّادٌ عَظِيمٌ ، فَقُلْتُ : هَذَا نَبِيٌّ فَقِيلَ لِي : هَذَا مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ وَقَوْمُهُ ، وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَإِذَا سَوَّادٌ عَظِيمٌ ، فَقِيلَ لِي : انْظُرْ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ فَإِذَا سَوَّادٌ عَظِيمٌ ، فَقِيلَ لِي : هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ ، ثُمَّ نَهَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ وَخَاضَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ فَقَالُوا : مَنْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ - وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ - فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا هَذَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ ؟ فَأَخْبَرُوا بِمَا قَالُوا ، فَقَالَ : هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ''۔

''مجھ پر امتیں پیش کی گئیں تو میں نے دیکھا کہ ایک نبی ہیں جن کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے، ایک دوسرے نبی ہیں جن کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں، اور ایک تیسرے نبی ہیں جن کے ساتھ کوئی نہیں ہے، پھر یکا یک میرے سامنے ایک بڑی جماعت پیش کر دی گئی، میں نے سمجھا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں، مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی قوم ہے، مگر آپ افق کی طرف دیکھیں، تب مجھے ایک بڑی جماعت نظر آئی، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دوسرے افق کی طرف دیکھئے؟ تب ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے آئی اور مجھ سے کہا گیا کہ یہی آپ کی امت ہے۔ اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے ہیں جو بلا حساب و بلا عذاب جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ اٹھے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے، اس کے بعد لوگ ان اشخاص کے بارے میں گفتگو کرنے لگے جو بلا حساب و بلا عذاب جنت میں داخل ہوں گے، چنانچہ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی ہے، اور ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا: ممکن ہے یہ وہ لوگ ہوں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا، اور بھی چیزوں کا تذکرہ آیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر ان کے سامنے آئے اور ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے ہو؟ تو انھوں نے بتا دیا، تب آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ کسی سے رقیہ طلب کرتے ہیں، نہ داغتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں''۔

• توکل صرف اللہ ہی پر کیا جاتا ہے :

اگر کسی شخص کے ذریعہ آپ کا کوئی کام بنا ہو اور وہ ظاہری طور پر اس کامیابی کا سبب رہا ہو تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اللہ نہ ہوتا پھر اس کے بعد آپ نہ ہوتے تو... مگر یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ میں نے اللہ پر توکل کیا پھر آپ پر، اور اس سے بھی قبیح تر یہ کہنا ہے کہ میں نے اللہ پر توکل کیا اور آپ پر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَمَآ أَنتَ عَلَيۡهِم بِوَكِيلٖ﴾ ''اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں''۔

اور فرماتا ہے : ﴿أَلَّا تَتَّخِذُواْ مِن دُونِي وَكِيلٗا﴾ ''تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا''۔

اور فرماتا ہے : ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ﴾ ''اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے''۔

اور جس چیز کو آخر میں آنا چاہیے اگر اس کو مقدم کر دیا جاتا ہے تو اس سے حصر کا فائدہ ہوتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز پر قدرت رکھتا ہو تو اس سے استعانت اور مدد تو طلب کی جا سکتی ہے، مگر توکل دل کا فعل ہے اور وہ صرف اللہ ہی پر ہو سکتا ہے۔

• توکل اور اسباب کے متعلق کچھ اہم باتیں :

اس ضمن میں تین باتوں پر توجہ دینا لازم ہے :

۱۔ توکل اسباب کو بروئے کار لانے کے منافی نہیں ہے :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ : ایک شخص نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! میں اسے باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں۔ یہ سوال اس نے اپنی اونٹنی کے متعلق کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''اسے باندھ دو اور توکل کرو''۔ [1]

---

[1] سنن ترمذی۔

اور صحیح بخاری کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا : اہل یمن زادراہ (سفر خرچ) کے بغیر حج کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے : ہم تو توکل کرنے والے لوگ ہیں، پھر جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگا کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ :

﴿وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقْوَىٰ﴾

''اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے''۔

اور نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ :

''لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا'' ''انہیں خوشخبری نہ دو کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں''۔

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسباب کو بروئے کار لانا ضروری ہے اور کسی چیز کے بھروسے بیٹھ رہنا درست نہیں ہے۔

۲۔ اسباب کو بروئے کار لایا جائے گو وہ بذات خود ضعیف ہی کیوں نہ ہوں :

- اس لئے جب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے مرض کو دور کرنے کے لئے اللہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنا پاؤں زمین پر ماریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی صحتمند آدمی کے پاؤں زمین پر مارنے سے پانی کا چشمہ ابل آتا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سکھانا چاہتا ہے کہ سبب کا استعمال ضروری ہے گو وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم بھی اسی کا ہے اور یہ کائنات بھی اسی کی ہے، مگر اسباب کو کام میں لانا ضروری ہے۔

- جب اللہ تعالیٰ نے کمزوری اور پریشانی کی حالت میں حضرت مریم کو کھلانا چاہا تو انہیں حکم دیا کہ وہ کھجور کے تنے کو ہلائیں کیونکہ طریقہ یہی بنایا گیا ہے کہ گو کمزور ہی سہی مگر سبب کا استعمال ضرور کیا جائے۔

۳۔ اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر رکھا جائے :

آپ اسباب کو استعمال میں لائیں گو وہ معمولی ہی ہو مگر اس بات کا یقین رکھیں کہ مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ ہی ہے، اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ چاہے کہ سبب اور اس کے اثر کے درمیان حائل ہو جائے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، اس لئے جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو آگ انہیں جلا نہ سکی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کر دیا تھا۔ اور جب اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر ان کے والد نے چھری چلائی تو ان کی جان پھر بھی محفوظ رہی حالانکہ کسی کی گردن پر چھری چلانے سے اس کی گردن کٹ جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے مگر یہاں ایسا اس لئے نہیں ہو سکا کہ اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔

● اس لئے اسباب کو بروئے کار لانے کے باوجود اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ ہی پر کرنا چاہیے کیونکہ وہی تمام کاموں کو ان کے اسباب کے ساتھ مقدر کرتا ہے۔

صلاۃ استخارہ اہمیت اور حقائق

صلاۃ استخارہ کی اہمیت از روے شریعت بہت زیادہ ہے مگر افسوس کہ مسلمانوں کی زندگی میں اس کا عمل دخل بہت ہی کم اور نادر ہے بلکہ بعض لوگ تو اسے جانتے تک نہیں ہیں، اور شاید انھوں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی صلاۃ استخارہ پڑھی بھی نہیں ہوگی۔

ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبودیت کی تکمیل وتحقیق کے مختلف طریقے ہیں جن میں سے ایک صلاۃ استخارہ بھی ہے، اس کے ذریعہ بندے کا دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے، اس وقت وہ مخلوقات سے اپنا رشتہ توڑ کر خالص طور پر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ اور قلب ونفس کی ہر کروٹ اور اتھل پتھل میں اس کی تحقیق ہوتی رہے یہی تو عبودیت کی غایت ہے اور کمال توکل ہے، کیونکہ اس وقت بندہ اپنے رب کے حضور اپنے فقر واحتیاج کا احساس رکھتا ہے، اسی لئے اسے اپنے قادر ومدبر خالق کی طرف جھکنے کی لذت اور اطمینان کی دولت حاصل ہوجاتی ہے۔ اور جب بھی اس پر کوئی چھوٹا یا بڑا حادثہ اور واقعہ گزرتا ہے وہ فوراً صلاۃ استخارہ کی طرف متوجہ ہوکر اللہ عزوجل سے خیر کی طلب میں لگ جاتا ہے۔

● حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ :

''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الاِسْتِخَارَةَ فِي الأُمُورِ كُلِّهَا، كَالسُّورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ''۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں ایسے استخارہ سکھایا کرتے تھے جیسے قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے''۔ ①

● **حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :**

حدیث کا یہ عموم بڑے امور کو بھی شامل ہے اور معمولی چیزیں بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ کبھی کبھی کسی معمولی چیز کی وجہ سے کوئی بڑی چیز وجود میں آجاتی ہے۔ ②

● **اور علامہ عینی فرماتے ہیں :**

''حضرت جابر کا یہ فرمانا کہ (تمام امور میں) عموم پر دلالت کرتا ہے، اور ایسا نہ ہو کہ آدمی کسی چیز کو چھوٹا اور

---

① بخاری : ۶۳۸۲۔ ② فتح الباری : ۱۱/ ۱۸۴۔

غیر اہم سمجھ کر اس کے متعلق استخارہ کرنا ترک کر دے، کیونکہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں آدمی ہلکا سمجھتا ہے مگر اس پر اقدام سے اسے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے یا اسے ترک کر دینے سے وہ نقصان اٹھاجاتا ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ : ''لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَتّٰى فِي شِسْعِ نَعْلِهِ''

''چاہیے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے رب ہی سے مانگے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی اسی سے مانگے''۔ [1]

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ استخارہ کو نادر یا قلیل حالات تک محدود رکھنا غلط ہے بلکہ ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور میں جن میں وہ متردد ہو اللہ عزوجل کی طرف رجوع ہو اور اس سے استخارہ کر لیا کرے۔

- جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نکاح کی پیشکش کی تھی تو انھوں نے صلاۃ استخارہ پڑھی تھی۔

• امام نووی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

اس میں ہر اس شخص کے لئے استخارہ کا استحباب پایا جاتا ہے جو کسی بھی چیز کا ارادہ رکھتا ہو خواہ اس چیز میں ظاہری طور پر خیر نظر آتا ہو یا نہ بھی نظر آتا ہو۔ اور یہ چیز صحیح بخاری کی اس حدیث کے موافق ہے جس میں حضرت جابر فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارہ سکھایا کرتے تھے) اور ممکن ہے کہ انھوں نے استخارہ اس خوف سے کیا ہو کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کوئی تقصیر نہ ہو جائے۔ [2]

• اور شیخ ابن عثیمین کی ''لقاءات الباب المفتوح'' کھلے دروازے کی ملاقاتوں کی (ملاقات نمبر: ۸۵ کے سوال اول) میں یوں وارد ہوا ہے :

سوال : فضیلۃ الشیخ یہ بتائیں کہ کیا استخارے کی دو رکعتیں محض اس چیز کے لئے ہوتی ہیں جس میں مصلحت واضح نہ ہو یا پھر وہ ہر اس چیز کے لئے ہوتی ہیں جسے کرنا ہو خواہ وہ ظاہری اعتبار سے خیر ہی کی چیز ہو، مثلاً : مسجد کی امامت، کسی نیک خاتون کو پیغام دینا، یا اسی جیسی چیزوں میں کیا کرنا چاہیے؟ امید ہے کہ آپ وضاحت فرمائیں گے۔

ان کا جواب حسب ذیل تھا :

صلاۃ استخارہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کا ارادہ کرے اور اس کے انجام کے متعلق اسے تردد ہو تو

---

[1] عمدۃ القاری : ۷/ ۲۲۳۔ [2] شرح مسلم : ۹/ ۲۲۴۔

اسے اللہ سے استخارہ کر لینا چاہیے یعنی دو چیزوں میں سے وہ چیز اللہ سے مانگے جس میں اس کے لئے خیر ہو، مطلب یہ ہے کہ وہ جس کام کا ارادہ کر رہا ہے اسے کر گزرے یا اس سے باز آجائے۔ مگر اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انسان ہر ہر چیز میں استخارہ کرے مثلاً اسے کھانا کھانا ہو تو کہے میں اللہ سے استخارہ کرتا ہوں یا اسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے جانا ہو تو وہ کہے میں اللہ سے استخارہ کرتا ہوں، بلکہ استخارہ کسی ایسے کام کے لئے کیا جاتا ہے جس کا انجام اسے نہ معلوم ہو اور مسجد کی امامت بھی اسی میں شامل ہے۔ اگر اسے مسجد میں امامت کی پیشکش کی جائے اور اسے یہ سمجھ میں نہ آتا ہو کہ وہ اسے قبول کر لے یا نہ قبول کرے تو اسے چاہیے کہ وہ استخارہ کر لے، کیونکہ انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ مستقبل میں امامت کا فریضہ انجام دے پائے گا یا نہیں دے پائے گا، وہ اس مسجد میں ٹک سکے گا یا نہیں ٹک سکے گا، یہاں کی جماعت کے ساتھ اس کی ہم آہنگی ہوگی یا نہیں ہوگی؟ وہ یہاں امامت پر استخارہ نہیں کرتا ہے جو بذات خود ایک خیر کا کام ہے بلکہ اس کے انجام پر استخارہ کرتا ہے، بہت سے لوگوں کے ساتھ ایسا ہوا کہ وہ امام تھے، مگر بعد میں مشکل میں پڑ گئے، اپنے فریضے کی انجام دہی نہیں کر سکے، اور جماعت کے ساتھ انہیں ایسی سنگین حالت کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش انھوں نے امامت نہ کی ہوتی۔ یہی معاملہ نیک خاتون کا بھی ہے، پتہ نہیں آگے اس کا انجام کیا ہو؟

الغرض اہم بات یہ ہے کہ جس چیز میں آپ کو تردد ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں، اسی کا سہارا لیں اور اس سے دونوں باتوں میں سے بہتر کا سوال کر لیں۔ (انتھی باختصار)

- **صلاۃ استخارہ کی اہمیت کے تین خاص پہلو ہیں جو حسب ذیل ہیں :**

اول : اس میں بندہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے اپنی ضرورت اور احتیاج رکھتا ہے، اور اللہ کے سوا تمام علائق اور رشتوں کی نفی کر دیتا ہے، اور اس کا کامل توکل اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی پر ہوتا ہے، وہ اپنے تمام معاملات اسی کے سپرد کر دیتا ہے، اور ان سارے امور کا تعلق توحید اور اسلام کی بلند ترین معنویتوں سے ہے۔ اور صلاۃ استخارہ ان تمام معانی کی تحقیق اور قیام میں معاون ومددگار رہتی ہے۔ بالخصوص اس شخص کے لئے جو اس پر اعتماد کرنے کا عادی ہو جاتا ہے، اور اپنے دل میں اس کی حقیقت اور اس کی حکمت تشریع کا احساس کرتا ہے۔

دوم : اختیار میں کامیابی، کام میں فلاح اور کاوش میں توفیق۔ کیونکہ جو شخص اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، اور جو صدق دلی کے ساتھ اس سے مانگتا ہے تو وہ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے اور اسے محروم نہیں کرتا ہے۔

● علامہ غزالی ''احیاء علوم الدین''[1] (۲۰۶/۱) میں فرماتے ہیں :

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ : ''جسے چار چیزیں عطا کر دی گئیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہے گا۔

۱۔ جسے شکر عطا ہو گیا وہ مزید سے محروم نہیں رہے گا۔

۲۔ جسے توبہ عطا کی گئی اسے قبولیت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ جسے استخارہ عطا کیا جائے گا وہ (درست) اختیار سے محروم نہیں ہوگا۔

۴۔ جسے مشورہ عطا ہوگا وہ درستگی سے محروم نہیں رہے گا۔ (انتھی)

● اور جہاں تک اس حدیث کی بات ہے کہ (جو استخارہ کرے گا وہ گھاٹے میں نہیں رہے گا، اور جو مشورہ کرے گا وہ شرمندہ نہیں ہوگا) تو وہ ایک موضوع (گھڑی ہوئی) حدیث ہے۔[2]

سوم : تقدیر پر رضا اور مقسوم پر قناعت۔ کیونکہ جو شخص اپنے کسی معاملے میں اللہ سے استخارہ کرتا ہے وہ اپنے اختیار وانتخاب پر کبھی شرمندہ نہیں ہوتا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے اس کے دل میں ایسا اطمینان ویقین پیدا ہو جاتا ہے جو اس کے ہر اس رنج وغم اور فکر مندیوں کو دور کر دیتا ہے جو اپنے انتخاب واختیار میں اسے لاحق ہو سکتے ہیں، اور یہ پہلو عظیم ترین فوائد کا حامل ہے کہ صلاۃ استخارہ کی وجہ سے بندے کے قلب کی حالت مضبوط ہو جاتی ہے اور وہ مختلف اندیشوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

● ابن ابی الدنیا نے اللہ تعالیٰ سے اس کے قضا وقدر پر راضی رہنے کے متعلق (ص ۹۲) وغیرہ پر بسند خویش وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''داود علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! تیرا کون سا بندہ تجھے سب سے مبغوض ہے؟ تو اس نے فرمایا: وہ بندہ جو کسی چیز کے لئے مجھ سے استخارہ کرے اور جب میں اسے خیر (کا نشان) دے دوں تو اس سے راضی نہ ہو''۔ (انتھی)

● ابن قیم رحمہ اللہ ''الوابل الصیب'' (۱۵۷) میں فرماتے ہیں کہ :

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص خالق سے استخارہ کرے گا اور مخلوق سے مشورہ کرے گا اور اپنے

---

① یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ غزالی صاحب کی بہت سی تحریروں میں بڑی گمراہی اور انحراف پایا جاتا ہے اس لئے ان کی تحریریں چوکنا ہو کر پڑھنی چاہیے اور ان کے نقصاندہ مواد سے ہشیار رہنا چاہیے۔

② دیکھئے : السلسلة الضعیفة (٦١١) للألباني۔

کام کو ثبات قدمی کے ساتھ انجام دے گا تو وہ شرمندہ نہیں ہوگا''۔ (انتھی)

● استخارہ کی اہمیت کے متعلق ابن قیم کا بصیرت افروز کلام :

اور علامہ ابن قیم نے ان تمام حکمتوں اور فوائد کو صلاۃ استخارہ کی اہمیت سے متعلق ایک عمدہ شرح میں جمع فرما دیا ہے جو ''زاد المعاد'' (۲/ ۴۴۲) میں کچھ اس طرح مکتوب ہے :

''انہیں اس ''دعائے استخارہ'' کے ذریعہ دعا مانگنے کا عوض عطا فرما دیا ہے جس میں توحید، افتقار (اظہار فقیری ومحتاجی)، عبودیت، توکل اور اس ہستی سے سوال پایا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے، اور سب اچھائیاں صرف اسی سے ملتی ہیں اور ساری برائیوں کو پھیرنے والا بھی وہی ہے، یہ وہ ہستی ہے کہ جب وہ اپنے بندے کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیتی ہے تو کوئی اس پر بندش نہیں لگا سکتا ہے، اور اگر اسے روک لے تو کوئی اسے جاری بھی نہیں کر سکتا ہے نہ اس بندش کو چھڑا سکتا ہے۔ خواہ وہ شگون ہو، علم نجوم ہو یا طالع کا اختیار وانتخاب ہو۔ یا اسی جیسی دیگر چیزیں ہوں۔ بس یہ دعا ہی طالع میمون اور خوش بختی کا پیکر ہے، یہی ان اہل سعادت وتوفیق کا نصیبہ ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں بھلائی پہلے ہی مقدر ومقرر ہو چکی ہے، نہ کہ اہل شرک، بدبختی کے حامل، اور توفیق سے محروم لوگوں کا زائچہ ہے جو اللہ کے ساتھ دیگر معبود ٹھہراتے ہیں، تو بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا انجام کیا ہے۔

اس دعا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کا اقرار ہے، اس کی صفات کمال یعنی کمال علم وقدرت وارادہ کا اقرار ہے، اس کی ربوبیت کا اقرار ہے، اپنے معاملے کو اس کے حوالے کر دینے، اس سے مدد مانگنے، اس پر توکل کرنے، اور اپنی ذاتی قوت وصلاحیت پر اعتماد سے خروج کا عمل بھی ہے، اس بات کا اعتراف بھی ہے کہ بندہ اپنی ذاتی مصلحت ومفاد کے علم، اس پر قدرت اور اس کے ارادے سے عاجز ہے، اور یہ سب کچھ اس کے ولی، پیدا کرنے والے اور معبود برحق کے ہاتھ میں ہے۔ اور ''مسند امام احمد'' میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: (آدمی کی سعادت اور نیک بختی کی بات ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ کرے اور جو فیصلہ وہ کر دے اس پر راضی ہو جائے، اور یہ آدمی کی بدبختی اور شقاوت کی بات ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ ترک کر دے اور اس کے فیصلے پر ناراض رہے) ①

غور فرمایئے کہ مقدور دو چیزوں کو لئے ہوئے وارد ہوا ہے :

● توکل جو استخارہ سے قبل کا مضمون ہے۔

① یہ حدیث ضعیف ہے دیکھئے : السلسلة الضعيفه للالباني : ۱۹۰۶ ، اور ضعيف الترغيب والترهيب : ۴۲۰۔

● اور رضا جس کا تعلق اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد سے ہے۔
اور یہی دونوں سعادت اور خوش بختی کا عنوان ہیں۔
اور بدبختی وشقاوت کا عنوان یہ ہے کہ پہلے توکل اور استخارہ ترک کر دیا جائے، اور بعد میں ناراضگی جتائی جائے۔
توکل قضا (فیصلے) سے پہلے ہوتا ہے، پھر جب قضا نافذ کردی جائے اور محکم ومکمل ہوجائے تو عبودیت اس کے بعد رضا کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، جیسا کہ مسند میں آیا ہے، اور نسائی نے مشہور دعا میں یہ اضافہ کیا ہے کہ :
''أَسْأَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ''میں تجھ سے فیصلے کے بعد رضا کا سوال کرتا ہوں۔
اور یہ قضا پر راضی ہونے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ ایک عزم ہو مگر قضاء کے نافذ ہونے کے بعد عزیمت ٹوٹ جائے، اس لئے جب قضا کے بعد رضا حاصل ہو تو وہ حال اور مقام بن جاتی ہے۔
مقصود یہی ہے کہ استخارہ کا مطلب اللہ پر توکل، اپنے معاملے کو اس کے سپرد کر دینا اور اس کی قدرت اور علم سے اور بندے کے لئے اس کے حسن اختیار وانتخاب سے قسمت طلب کرنا ہے، اور یہ چیز اس کے رب ہونے پر راضی ہونے کے لوازمات میں سے ہے، اور جو شخص ایسا نہیں ہوگا اسے ایمان کا مزہ نہیں مل سکے گا، اور اگر آدمی اس کے بعد مقدور پر راضی ہوجائے تو یہی اس کی سعادت کی علامت ہے۔(انتھی).واللہ اعلم

صلاۃ استخارہ کا طریقہ اور اس کی دعا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارہ ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے۔ فرماتے :
جب تم میں کا کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ فریضہ کے علاوہ دو رکعت ادا کرے پھر کہے :
''اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِهِ وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِهِ وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ''

''اے اللہ میں بیشک تیرے علم کے واسطے سے بھلائی طلب کرتا ہوں، اور تیری قدرت کے واسطے سے قدرت مانگتا ہوں، اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے، میں قدرت نہیں رکھتا ہوں، تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا ہوں، اور تو سارے غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ بیشک یہ کام (اسی جگہ اپنے کام کا نام لے جس کے لئے استخارہ مقصود ہے) میرے لئے میرے دین اور میرے معاش، اور میرے انجام کار اور فوری اور دیر کے نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کا فیصلہ میرے حق میں کر دے اور اسے میرے لئے آسان کر دے، پھر اس میں مجھے برکت عطا فرما، اور اگر تو جانتا ہے کہ بیشک یہ کام میرے لئے میرے دین اور میرے معاش اور میرے انجام کار اور فوری اور دیر کے نتیجے کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے، اور میرے لئے بھلائی کا فیصلہ کر دے جہاں بھی وہ ہو، پھر مجھے اس پر راضی کر دے''۔ [1]

فائدہ : اس نماز کے ادا کرنے کا وہی طریقہ ہے جس طرح عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، بس نیت نماز استخارہ کی کر لی جائے۔

- **ہاں ایک سوال یہ ہے کہ اگر اسے کسی سنت یا نفل میں پڑھ لیا جائے تو کیا یہ کافی ہوگا ؟**

اس کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

رسول ﷺ کا یہ فرمانا کہ (فریضے کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے) تو اس میں مثلاً نماز فجر سے گریز ہے.. اور نووی الاذکار میں فرماتے ہیں : ''مثلاً نماز ظہر کی سنت کے بعد اگر دعائے استخارہ پڑھے یا اس کے علاوہ دیگر سنتوں یا مطلق نوافل کے بعد پڑھے.. اور ظاہر یہی ہوتا ہے کہ کہا جائے کہ بعینہ اگر اس نماز کی نیت کرے اور ساتھ ہی صلاۃ استخارہ کی بھی نیت کر لے تو درست اور کافی ہوگا بخلاف اس کے کہ نیت ہی نہ کرے۔

اور ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں :

دعا پر نماز کو مقدم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ استخارہ سے مطلوب دنیا وآخرت کی بھلائیوں کے درمیان جمع کرنا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ شاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے اور اس کام کے لئے نماز سے زیادہ کارگر اور کامیاب کوئی اور چیز نہیں ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی تعظیم وثنا خوانی اور حال ومآل کے اعتبار سے اس کی طرف محتاجی کا اظہار پایا

---

[1] یہ الفاظ علامہ البانی کی صحیح الکلم الطیب (١١٦) سے لئے گئے ہیں مگر اس حدیث کو احمد ، بخاری اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے، اور ان تمام روایتوں کے الفاظ کو صحیح الکلم الطیب میں جمع کر دیا گیا ہے۔

جاتا ہے۔ ①

- **دعا استخارہ کب پڑھی جائے سلام سے پہلے یا سلام کے بعد؟**

نص حدیث کے مطابق حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مشروع یہی ہے کہ دعا نماز کے بعد پڑھی جائے۔ ②

- **شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

دعائے استخارہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ حدیث کے مطابق نماز کے بعد پڑھی جائے۔ ③

- **لجنہ دائمہ (دائمی فتویٰ کمیٹی) کی رائے بھی یہی ہے کہ :**

دعائے استخارہ سلام پھیرنے کے بعد پڑھی جائے۔ (۸/۱۶۲)

- **شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں :**

دعائے استخارہ سلام کے بعد پڑھی جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (چاہیے کہ دو رکعتیں پڑھے پھر کہے) اور وہاں دعا کا ذکر کیا ہے۔ ④

- **حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :**

آپ کے اس ارشاد کہ (پھر چاہیے کہ کہے) کا ظاہر تو یہی ہے کہ مذکورہ دعا نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہی پڑھی جائے۔ مگر اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس میں ترتیب کی جو بات کہی گئی ہے وہ نماز کے اذکار اور دعاؤں کی مناسبت سے ہو کہ ان دعاؤں سے فارغ ہونے کے بعد سلام سے پہلے استخارہ کی دعا پڑھ لے۔ ⑤

- **استخارہ کن چیزوں میں کیا جائے؟**

اس کے متعلق ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں :

حدیث میں جو کہا گیا ہے کہ (ہمیں تمام امور میں استخارہ سکھاتے تھے) تو یہ ایک ایسا عام ہے جس سے خصوص مراد لیا گیا ہے، کیونکہ واجب و مستحب اور مکروہ و حرام چیزوں کے لئے استخارہ نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ امر مباح میں اور اس مستحب میں منحصر ہو جاتا ہے جس میں دو امور میں تعارض ہوتا ہو کہ ان میں سے کون پہلے کرے اور کس پر

---

① دیکھئے : فتح الباری میں اسی حدیث کی شرح۔ ② الموسوعة الفقهیه : ۳/۲۴۵۔ ③ مجموع الفتاویٰ : ۱۱/۳۸۹۔
④ لقاء الباب المفتوح لقاء نمبر : ۲۰۔ ⑤ دیکھئے : فتح الباری شرح حدیث مذکور۔

اکتفا کرے..

حافظ ابن حجر فرماتے :

میں کہتا ہوں : یہ عموم بڑے بڑے امور کو بھی شامل ہے اور اس میں چھوٹی اور معمولی چیزیں بھی شامل ہیں کیونکہ بہت سی معمولی چیزوں سے بڑی بڑی چیزیں وجود میں آجاتی ہیں۔ ①

- **کیا کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کی طرف سے صلاۃ استخارہ پڑھ سکتا ہے ؟**

شیخ ابن عثیمین کے ''لقاء الباب المفتوح'' نمبر (۸۳) میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ استخارہ وہی پڑھ سکتا ہے جو خود کسی چیز کی چاہت اور ارادہ رکھتا ہے دوسرے کی طرف سے استخارہ کرنا درست اور جائز نہیں ہے گو اس نے یہ کام اس کے سپرد ہی کیوں نہ کیا ہو اور کہا ہو کہ میرے لئے اللہ سے استخارہ کردو، کیونکہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ (جب تم میں کا کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعتیں ادا کرے پھر کہے...اور حدیث پوری بیان کی) یہ چیز بالکل اسی طرح ہے جیسے دو آدمی مسجد میں داخل ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ بھائی میں تو بیٹھنے لگا ہوں ذرا تم میری طرف سے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ دینا۔ یہ صحیح نہیں ہے، لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نماز استخارہ کا تعلق خود استخارہ کرنے والے کی ذات سے ہے جو کسی کام کے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (انتھی)

- اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دوسروں کی طرف سے استخارہ کرنے یا نکالنے کی باتیں کرتے ہیں وہ محض فریب نفس اور شیطان کے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، صحابہ کرام اور ائمہ دین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے استخارے کرتے یا نکالتے رہے ہوں۔

- **استخارہ کے بعد خواب طلب کرنے کا ایک بدعتی طریقہ :**

کسی شخص کو مختلف امور میں دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ میاں استخارہ کرلو، یا اپنے رب سے خواب مانگ لو..

اس وقت خواب طلب کرنے کے مختلف طریقے رائج ہیں، جس میں سے مبینہ طور پر ایک مجرب طریقہ حسب ذیل ہے :

ایک شخص اللہ کے لئے دو رکعتیں ادا کرتا ہے، اور اس میں درج ذیل سورتیں پڑھتا ہے : سورۂ لیل (۷) بار،

① حوالہ مذکور۔

سورۂ شمس (۷) بار سورۂ تین (۷) بار۔ اس کے بعد اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں اور نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور دعائے استخارہ پڑھتے ہیں۔ یا کوئی معین خواب طلب کرتے ہیں، اس شخص پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنی دعا کی قبولیت کے متعلق اللہ کی قدرت پر کلی یقین رکھتا ہو، یہ بھی واجب ہے کہ جگہ پاک صاف ہو، تصویروں اور جانداروں کی تصویروں سے خالی ہو، اور بہتر یہ ہے کہ خواب طلب کرنے کے بعد کسی بھی شخص سے بات نہ کی جائے۔ جو بھی شخص یہ عمل کرتا ہے وہ (۷) دنوں تک اسے کرتا رہے۔ ممکن ہے کہ خواب کچھ دنوں پہلے ہی نظر آ جائے۔ باذن اللہ مجرب ہے، اس عمل کا حکم کیا ہے؟ کیا اس کی کوئی دلیل پائی جاتی ہے؟ یا پھر یہ عمل ناجائز ہے۔ یہ ایک سوال ہے، جس کا جواب حسب ذیل ہے :

جواب : الحمدللہ۔

یہ عمل بدعت اور ناجائز ہے، کیونکہ یہ عبادت کی ایک ایسے معین طریقے پر تخصیص ہے جو شریعت میں وارد نہیں ہے۔

اور لوگوں نے صلاۃ استخارہ کے متعلق بہت سی بدعتیں ایجاد کر رکھی ہیں۔

انہیں میں سے ایک : یہ ہے کہ صلاۃ استخارہ میں کچھ متعینہ سورتیں بار بار پڑھی جائیں اور ان کی تکرار کی جائے ۔جیسا کہ سوال میں وارد ہوا ہے۔ اسی طرح سات دنوں تک صلاۃ استخارہ کا اعادہ کرتے رہنا، ان سب میں ایک طرح کی تحدید وتخصیص پائی جاتی ہے، جس میں دین پر اضافی تشریع لازم آتی ہے، اور یہ چیز ایک طرح سے نبی کریم محمد ﷺ پر استدراک کے زمرے میں آتی ہے۔

اور استخارے کی بدعتوں میں سے : ایک یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس چیز کے لئے استخارہ کیا گیا ہے اس کے متعلق رہنمائی کے لئے ضرور کوئی خواب نظر آئے گا، بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا استخارہ صحیح اور نفع بخش ہے، ہی نہیں جس کے بعد خواب نہ نظر آئے۔

اور علماء نے اس خطا پر پہلے ہی سے تنبیہ کر رکھی ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ ''فتاویٰ نور علی الدرب'' (فتاویٰ الصلاۃ ر فتاویٰ الاستخارۃ) میں فرماتے ہیں :

''یہ شرط نہیں ہے کہ استخارہ کرنے والے کو کوئی ایسی چیز نظر آئے جو اس بات کی طرف اس کی رہنمائی کرے کہ اس کے لئے افضل فلاں چیز ہی ہے، بلکہ اگر کسی شخص نے اپنے رب سے صدق واخلاص کے ساتھ دعا مانگی ہو تو

استخارے کے بعد جو چیز بھی میسر ہو جائے بس جان لے کہ یہی بہتر ہے، کیونکہ دعائے استخارہ میں استخارہ کرنے والے مرد یا عورت یہ کہتے ہیں کہ : ''اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام -اس جگہ اپنی حاجت بیان کرے- میرے لئے میرے دین و دنیا میں میرے فوری یا دیر سے پیش آنے والے انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہو تو اس کا فیصلہ میرے لئے کردے اور اسے میرے لئے آسان کردے''۔

پھر اگر استخارے کے بعد کوئی چیز اس کے لئے میسر ہوتی ہے تو وہ یہ جان لے کہ بہتر یہی ہے؛ کیونکہ اس نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ جو چیز اس کے لئے بہتر ہو وہ اسی کا انتخاب کر کے اسے اس کے لئے میسر فرما دے، پھر جب میسر ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ بہتر یہی ہے۔

اور بسا اوقات آدمی کو کوئی ایسی چیز بھی دکھائی دے جاتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے لئے خیر اسی کام میں ہے، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا شخص اس کے لئے میسر فرما دیتا ہے جو کسی خاص چیز کا مشورہ دیتا ہے، اور وہ اس مشورے پر عمل کر لیتا ہے اور اس کے لئے وہی باعث خیر بن جاتا ہے۔

الغرض ! اہم بات یہ ہے کہ جب آپ صدق و اخلاص کے ساتھ اللہ سے استخارہ کرلیں تو پھر اس کے بعد کسی بھی سبب سے جو کچھ بھی واقع ہو جائے اسی میں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے خیر ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے خواب کا آنا لازمی ہے جس میں آدمی کے لئے اقدام یا ترک کو اختیار کیا گیا ہو تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے، مگر بس استخارہ ہی کرنے کے بعد جو کچھ فعل یا ترک اس کے لئے مہیا ہو جائے اسی سے ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے وہی چیز منتخب فرما دی ہے جو اس کے لئے بہتر ہے، کیونکہ اس نے اپنے رب سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اس کے لئے اس چیز کا انتخاب فرما دے جو اس کے لئے بہتر ہو''۔ ①

مذکورہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ استخارہ کے لئے سنت کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد مذکورہ دعا جو اوپر بیان کی گئی ہے پڑھ لی جائے اور اس کے بعد جس چیز پر دل جم جائے اسے کر لیا جائے اس کے لئے کسی خواب وغیرہ کا انتظار نہ کیا جائے، نہ اس کے لئے کوئی اور طریقہ اپنی طرف سے ایجاد کیا جائے نہ دوسروں کا ایجاد کردہ کوئی طریقہ اپنایا جائے نہ اپنے لئے کسی دوسرے سے استخارہ طلب کیا جائے۔

❁ ❁ ❁

---

① انتھی قدرے تصرف کے ساتھ۔ دیکھئے : موقع الاسلام سؤال وجواب عبادات / صلاة النافلة / صلاة الاستخارة ۔

اوہام، وسوسوں، اور ضعف توکل کی سنگینی

اس موضوع پر ہماری پہلی بات یہی ہے کہ وسوسے اور توہمات، ایک سنگین مرض کی علامتیں ہیں جن کے پیچھے بہت سے امراض لگے ہوئے ہیں: توحید میں خلل، ضعف توکل، علم نافع کا فقدان۔ یہ سب سنگین بیماریاں ہیں، جن کی وجہ سے پیمانے بگڑ جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دل اوہام، وسوسوں اور لغویات کے لئے شاداب چراگاہ بن جاتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ جو دل بھرا ہوتا ہے۔ اب خواہ اس میں کچھ بھی بھرا ہو۔ تو اس میں اس وقت تک کچھ اور ڈالنے کی گنجائش نہیں ہوتی جب تک کہ اندر کی چیز کو باہر نہ نکال دیا جائے۔

اسی کے متعلق امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''جب کسی جگہ کوئی چیز رکھی جاتی ہے تو ان رکھی جانے والی چیزوں کو قبول کرنے کی شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ جگہ ان چیزوں کی نقیض اور ضد (یعنی مخالف چیزوں) سے خالی ہو۔ یہ شرط جس طرح ذوات واعیان کے لئے ہوتی ہے اسی طرح اعتقادات اور ارادوں کے لئے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر دل اعتقاد اور محبت کے اعتبار سے باطل سے بھرا ہو تو اس میں حق کے اعتقاد و محبت کی کوئی جگہ نہیں رہ جاتی ہے، اسی طرح اگر زبان غیر مفید باتیں کہنے میں مشغول ہو جاتی ہے تو پھر ایسی زبان رکھنے والا مفید باتیں بولنے پر قادر نہیں ہوتا ہے، اس کی صورت بس یہی ہے کہ وہ اپنی زبان کو باطل گوئی سے فارغ کرلے۔

یہی حال اعضاء و جوارح کا بھی ہوتا ہے کہ جب وہ غیر کی طاعت میں مشغول ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے لئے اللہ کی طاعت میں مشغول ہونا ممکن نہیں ہوتا ہے، اس کے لئے بس یہی ایک صورت ہے کہ انہیں ان کی ضد اور نقیض سے خالی کرلیا جائے، یہی معاملہ اس دل کا بھی ہے جو غیر اللہ کی محبت و ارادت میں مشغول ہو گیا ہو اور اس کے شوق اور انسیت کا تعلق اسی سے جڑ گیا ہو، تب ایسے دل کا اللہ تعالیٰ کی محبت و ارادت میں مشغول ہونا اور اس کے اندر اس سے ملنے کی چاہت اور شوق کا پیدا ہونا اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک غیر کی وابستگی سے اسے خالی نہ کرلیا جائے، اور زبان پر بھی اس وقت تک اس کا ذکر جاری ہوگا نہ اعضاء و جوارح اس کی چاکری میں لگیں گے جب تک انہیں غیر کے ذکر اور خدمت گزاری سے واگزار نہ کرالیا جائے۔ اگر دل مخلوق کی مشغولیت سے پر ہو، اس میں ایسے علوم بھرے ہوں جو غیر نفع بخش ہوں تو پھر اس میں اللہ کے ساتھ مشغول ہونے اور اس کے اسماء و صفات اور احکام کی معرفت کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

اور اس کا راز یہ ہے کہ دل کی توجہ بھی کان کی توجہ کی طرح ہوتی ہے کہ جب وہ غیر اللہ کی باتوں کی طرف لگا ہو تو پھر اس کے اندر اس کی باتوں پر توجہ دینے اور انہیں سمجھنے کی گنجائش کہاں ہوتی ہے، یہ معاملہ ٹھیک اسی طرح ہے کہ جب وہ غیر اللہ کی محبت کی طرف مائل ہوتا ہے تو پھر اس میں اللہ کی محبت کا رجحان باقی نہیں رہتا ہے، اور جب دل اس کے سوا کسی اور کے ذکر میں لگا ہو تو پھر اس میں زبان ہی کی طرح اس کے ذکر کی جگہ نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے صحیح (بخاری) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا''

''تم میں سے کسی کا اندرونی حصہ اگر پیپ سے بھر جائے یہاں تک کہ وہ اس کے پھیپھڑے پر حاوی ہو جائے تو یہ (حالت بھی) اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار سے بھرا ہو''۔ ①

اس حدیث میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ انسان کے اندرون میں شعر بھر جایا کرتا ہے، تب ٹھیک اسی طرح وہ شکوک وشبہات، خیالات، غیر موجود اندازوں، غیر نفع بخش علوم، تفریحی باتوں، ہنسی لانے والے لطیفوں اور کہانیوں وغیرہ سے بھی بھر جاتا ہے، پھر جب دل ان سب باتوں سے بھر جاتا ہے اور اس کے سامنے قرآن اور علم کے وہ حقائق آتے ہیں جن کے ذریعہ اسے کمال اور سعادت کا حصول ہوسکتا ہے تو اس میں ان کے لئے جگہ ہوتی ہے نہ قبولیت، تب یہ چیزیں اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ کے لئے آگے بڑھ جاتی ہیں، یہی حال اس وقت بھی ہوتا ہے جب مخالف چیزوں سے بھرے کسی دل کو نصیحت کی جاتی ہے جس میں اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں ہوتا ہے تو نہ وہ اسے قبول کرتا ہے، نہ وہ اس میں داخل ہوتی ہے، تب وہ وہاں جگہ بنانے کے بجائے آگے بڑھ جاتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے:

نَزِّهْ فُؤَادَكَ عَنْ سِوَانَا تَلْقَنَا ... فَجَنَابُنَا حِلٌّ لِكُلِّ مُنَزِّهِ
اَلصَّبْرُ طِلَّسْمٌ لِكَنْزِ وِصَالِنَا ... مَنْ حَلَّ ذَا الطِّلَّسْمَ فَازَ بِكَنْزِهِ

اپنے دل کو ہمارے ماسوا سے پاک کرلے تو ہمیں پا جائے گا، کیونکہ ہماری بارگاہ ہر اس شخص کے لئے حلال ہے جو (دلوں کی) صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتا ہے۔

صبر ہمارے خزینۂ وصال کا طلسم ہے، جس نے اس طلسم کو حل کرلیا اسے وہ خزانہ بھی مل جائے گا۔

---

① بخاری : ۱۰/ ۵۶۴(۶۱۵۵) في/ك الأدب : باب مايكره أن يكون الغالب على الانسان الشعر، مسلم : ۲۲۵۷ في/ك الشعر، ترمذی : ۲۸۵۵ في/ ك الأدب، ابوداود مگر اس میں حتى يريه کے الفاظ نہیں ہیں (۵۰۰۹) حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے ہے۔ اس باب میں بخاری میں عبداللہ بن عمر اور مسلم میں سعد بن ابی وقاص کی بھی روایت ہے اور بخاری اور مسلم میں ابوسعید خدری کی بھی روایت ہے۔

اور توفیق اللہ ہی کے ہاتھ ہے''۔ ①

جب یہ اصول مقرر ہو چکا ہے تو یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ موحد آدمی اپنے خالق کو پہچانتا ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے، اسے انجام اور مستقر (ٹھکانے) کا بھی پتہ ہوتا ہے، اسے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ نفع نقصان کا تنہا مالک اللہ ہی ہے، اسے یہ بھی پتہ ہے کہ اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی جبکہ انسان جنات سب مر جائیں گے، کوئی انسان یا جنات نہ کسی نفع نقصان کا مالک ہے، نہ موت وحیات کا نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنے کا، یہ ساری چیزیں صرف اور صرف اللہ کی مشیئت پر موقوف ہیں، اسی لئے ایک موحد شخص اطمینان قلب کے ساتھ جیتا ہے، اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ کی مشیئت کے بغیر کسی کو اس پر راہ ہے نہ غلبہ۔

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾ [الحجر:۴۲]۔

''میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں''۔

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ [الانعام:۱۷]۔

''اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اسوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں''۔

﴿ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ﴾ [یٰس:۲۳]۔

''اگر (اللہ) رحمان مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں''۔

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَىٰنَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [التوبۃ:۵۱]۔

''آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں اس چیز کے سوا کچھ اور نہیں پہنچ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں لکھ دی ہے۔ وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے، مومنوں کو تو اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے''۔

عقیدے کے مسائل پر اہم ترین حدیث ''حدیث ابن عباس''

● ''يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ

① الفوائد لابن القيم : ۶۰۔۶۲۔

يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.''

''اے لڑکے میں تجھے کچھ باتیں سکھا رہا ہوں:

اللہ کو یاد رکھ اللہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تجھے کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگ، اور تجھے مدد طلب کرنی ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر، اور یہ جان رکھ کہ اگر ساری امت تجھے کچھ فائدہ پہنچانے پر متفق ہو جائے تو لوگ تجھے اس کے سوا ذرا بھی نفع نہیں پہنچا سکیں گے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر یہ سب لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھے کسی نقصان سے دوچار کر دیں تو تجھے اس کے سوا ذرا بھی کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے جو اللہ نے تجھ پر لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں''۔ ①

جب بات ایسی ہے تو پھر انسان کیا؟ اور جنات کیا؟

بلکہ انسانوں کے شیطان کیا؟ اور جنوں کے شیاطین کیا؟

﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران:١٧٥]۔

''تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو''۔

﴿إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ [النحل:٥١]۔

''معبود تو صرف وہی اکیلا ہے، پس تم سب میرا ہی ڈر خوف رکھو''۔

﴿أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [التوبة:١٣]۔

''کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو''۔

یہ حقیقت عیاں ہے کہ اعتبار دلوں کا ہی ہوتا ہے کہ وہ ایمان سے آباد ہیں یا اس سے خالی ہیں۔

● ''أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ''

''آگاہ رہو کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے: جب وہ درست ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار! وہ ہے دل''۔ ②

---

① حدیث صحیح ہے: احمد: ٢٣٣/٤ (٢٦٦٩) احمد شاکر، اسی طرح: ٢٦٩/٤-٢٧٠،٢٨٦-٢٨٨ (٢٧٦٣،٢٨٠٤)، ترمذی: ٢٠٣/٧ (٢٥١٨)۔

② بخاری / ک الایمان / ب فضل من استبرأ لدينه (٥٢) البيوع (٢٠٥١)، مسلم / المساقاة / ب أخذ الحلال وترك الشبهات (١٥٩٩)۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ : لا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ خَالِصاً مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ"۔

"قیامت کے دن میری شفاعت کے متعلق سب سے خوش نصیب وہ ہوگا جس نے دل کے یا نفس کے اخلاص کے ساتھ لا إِلٰهَ إِلاَّ الله (نہیں ہے کوئی معبود برحق سوا اللہ کے) کہا ہوگا"۔ ①

● "مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ"②

"جس کسی نے بھی سچے دل سے لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی گواہی دی اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کردے گا"۔

● لَا يَمُوتُ عَبْدٌ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صَادِقًا مِنْ قَلْبِهِ، ثُمَّ يُسَدِّدُ إِلَّا سُلِكَ فِي الْجَنَّةِ.

"جو بندہ سچے دل سے گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پھر سیدھی راہ اختیار کئے مرجاتا ہے تو وہ جنت میں قدم زن ہوتا ہے"۔ ③

ان کے علاوہ بھی صدق دلی اور اخلاص کی حدیثیں بہت ہیں، اس لئے کہ دل بادشاہ یا سردار ہوتا ہے، اور دیگر اعضاء اس کے فوجی ہوتے ہیں، لہٰذا جب یہ درست ہوتا ہے تو سب ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں۔ پھر جب دل مخلص اور سچا ہو تو وہ اپنی امیدیں غیر اللہ سے کب وابستہ کرسکتا ہے؟ اس کی چاہت اور خوف کا مرکز غیر اللہ کی ذات کیونکر ہوسکتی ہے؟ وہ غیر اللہ کی تعظیم میں پست ہوکر مردوں کے ساتھ قبروں کے شرک میں کب واقع ہوسکتا ہے؟ یا زندوں کے ساتھ محلوں کے شرک میں کیسے پڑسکتا ہے؟

وہ اس بلند وبالا۔۔اور بڑے کی جناب سے منہ موڑے بغیر کسی حقیر کی تعظیم کب کرسکتا ہے؟ ہاں اگر اس سے رخ پھیر لیتا ہے تب اس کی بے نور آنکھ میں ہر چھوٹا بڑا ہوجاتا ہے!

اگر اس نے قوت والے اللہ کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط کرلیا ہوتا تو کسی کمزور کو طاقتور نہ ٹھہراتا!

﴿إِنَّ كَيْدَ ٱلشَّيْطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ [النساء:٧٦] "یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے"۔

① بخاري، ک العلم، باب الحرص على الحديث (٩٩)، الرقاق، ب صفة الجنة (٦٥٧٠)۔

② البخاري، ک العلم، باب من خص بالعلم قومادون قوم (١٢٨)۔

③ حسن ہے، احمد : ١٦/٤ بسه طرق از رفاعه جهنى رضى الله عنه۔

اسی لئے نبی ﷺ نے شیطان کی تصغیر وتحقیر کی رہنمائی فرمائی ہے :

عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ رَجُلٍ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ- ﷺ -، فَعَثَرَتْ دَابَّتُهُ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: "لَا تَقُلْ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَعَاظَمَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الْبَيْتِ، وَيَقُوْلَ: بِقُوَّتِي، وَلٰكِنْ قُلْ: بِاسْمِ اللّٰهِ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَصَاغَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الذُّبَابِ.

''حضرت ابوالملیح ایک شخص (صحابی) کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں سواری پر نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی سواری پھسل گئی، تو میں نے کہا: شیطان برباد ہو، تو آپ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ شیطان برباد ہو کیونکہ اگر تم یہ کہوگے تو وہ بڑا ہوکر گھر کی طرح ہوجائے گا، اور کہے گا: میں نے اپنی قوت سے اسے زیر کردیا، بلکہ کہو: بسم اللہ، کیونکہ جب تم یہ (یعنی بسم اللہ) کہوگے تو وہ چھوٹا ہوکر مکھی کی طرح ہوجائے گا''۔ ①

اس طرح شیطان ان لوگوں کے سامنے چھوٹا ہوجاتا ہے جو رحمان تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ گزیں ہوتے ہیں، مگر اہل غفلت رعب سے یوں شکست خوردہ ہوتے ہیں جیسے بدکے ہوئے گدھے ہوں۔ ان میں کا اگلا پچھلے کو آواز دیتا ہے کہ بھیا سعد! تم اپنی جان بچالو سعید تو اپنی جان سے گیا! دیکھنا جناب جناب..ارے لگی لگی نظر لگی..ہائے ہائے جادو جادو!!

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

''إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُنْضِي شَيَاطِينَهُ كَمَا يُنْضِي أَحَدُكُمْ بَعِيرَهُ فِي السَّفَرِ''۔

''یقینا مومن اپنے شیطانوں کو ایسے تھکائے اور پست کئے رہتا ہے جیسے تم میں کا کوئی شخص سفر میں اپنے اونٹ کو تھکا دیتا ہے اور قابو میں رکھتا ہے''۔ ②

ایک قابل تدبر دعا

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''مسند احمد'' اور ''صحیح ابی حاتم'' میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی حدیث ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

① حدیث حسن ہے، ابوداود رک الأدب(۴۹۸۲)، نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ : ۵۵۴، ۵۵۶، ابن سنی فی عمل الیوم واللیلۃ (۵۱۱)، طبرانی في الکبیر : ۱/ ۱۹۴(۵۱۶)، حاکم فی المستدرک : ۴/ ۲۹۲۔

② احمد: ۸۹۴۰، علامہ البانی نے صحیحہ(۳۵۸۶) میں ذکر کرکے فرمایا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’مَا قَالَ عَبْدٌ قَطُّ إِذَا أَصَابَهُ هَمٌّ وَحَزَنٌ: اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجِلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي، إِلَّا أَذْهَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمَّهُ، وَأَبْدَلَهُ مَكَانَ حُزْنِهِ فَرَحًا ". قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَعَلَّمَ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ؟ قَالَ: «أَجَلْ، يَنْبَغِي لِمَنْ سَمِعَهُنَّ أَنْ يَتَعَلَّمَهُنَّ‘‘۔

’’جب بھی کسی بندے کو کوئی فکر اور غم لاحق ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے: اے میرے اللہ! یقینا میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ میں جاری ہے، میرے متعلق تیرا فیصلہ مبنی بر انصاف ہے، میں ہر اس نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو تیرا ہے، جس سے تو نے خود کو موسوم کیا ہے، یا اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے، یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اسے تو نے اپنے پاس علم غیب کے ساتھ خاص کر رکھا ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غموں کے خاتمے (کا سبب) اور میری فکر اور اندوہ کے ازالے (کا سبب) بنادے، تو اللہ تعالیٰ اس کے غم و اندوہ کو دور فرمادیتا ہے، اور اسے خوشی سے بدل دیتا ہے، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اسے سیکھ نہ لیں؟ آپ نے فرمایا: ضرور ایسا کرو، جو انہیں سنے اسے سیکھ ہی لینا چاہیے۔ (یعنی انہیں یاد کر لینا چاہیے)‘‘۔[1]

- **یہ عظیم حدیث معرفت، توحید اور عبودیت کے مختلف امور پر مشتمل ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :**

اس دعا کے مانگنے والے نے اپنے سوال کی ابتدا ان الفاظ میں کی ہے کہ :

’’میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں‘‘۔

اس میں اس کے اوپر کے سارے باپ دادا اور سب مائیں (دادیاں نانیاں) آدم وحواء تک شامل ہیں، ان الفاظ میں خوشامد اور اس کی بارگاہ میں اظہار عجز و نیاز اور تابع فرمان رہنے کا اقرار پایا جاتا ہے، ان میں اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ غلام ہے اور اس کے باپ دادا سب اس کے غلام تھے، اور غلام کے لئے اس کے آقا کے سوا نہ کوئی اور

[1] حدیث حسن ہے، احمد : ۱/۳۹۱، ۴۵۲، ابن حبان ۔ک الرقاق (۹۹۵) حاکم : ۱/۵۰۹، ابو یعلی ۹/۱۹۸ (۵۲۹۷) طبرانی فی الکبیر : ۱۰۳۵۲)۔

در ہوتا ہے نہ اس کے فضل واحسان کے سوا کسی اور کا فضل واحسان ہوتا ہے، اور اگر اس کا آقا اس سے نگاہیں پھیر لے اور اس سے ہاتھ اٹھالے تو وہ ہلاک ہوجائے گا، کوئی اسے پناہ دے گا نہ اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے گا، بلکہ وہ بری طرح ضائع ہوجائے گا۔ اس اعتراف نے یہ راز کھول دیا کہ: میں ایک لمحہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہوں، اور اپنے آقا کے سوا جس کا میں بندہ ہوں میرے لئے کوئی اور آسرا اور جائے پناہ نہیں ہے۔ ان میں یہ اعتراف بھی شامل ہے کہ اس کی حاجت روائی اور کام بنانے کی تدبیریں (اسی ذات کی طرف سے) ہورہی ہیں، اسے حکم دیا جاتا ہے اور روکا جاتا ہے (یعنی وہ امر ونہی کا پابند ہے) اس کا سارا تصرف از راہ اختیار ذاتی نہیں بلکہ از راہ بندگی ہے، کیونکہ (اختیار ذاتی) غلام کی نہیں شاہوں اور آزادوں کی شان ہوتی ہے، جبکہ غلاموں کا تصرف محض عبودیت پر مبنی ہوتا ہے، یہ تو وہ طاعت کے بندے ہیں جن کی اضافت اس آیت میں اللہ سبحانہ کی طرف کی گئی ہے کہ :

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ [الحجر:۴۲] ''میرے بندوں پر تجھے کچھ غلبہ نہ ہوگا''۔

اور فرمایا : ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ [الفرقان:۶۳]۔

''رحمان کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں''۔

ان کے سوا جو لوگ بھی ہیں ان کی بندگی غلبے اور ربوبیت کے ماتحت ہے، اس کی طرف ان کی نسبت بس ایسی ہی ہے جیسے سارے گھروں کی نسبت اس کی ملکیت کی طرف ہوتی ہے، اور اس کی طرف ان (خاص بندوں) کی نسبت ایسی ہوتی ہے جیسے بیت حرام (یعنی بیت اللہ شریف) کی نسبت اس کی طرف ہوتی ہے، اور جیسے (صالح علیہ السلام والی) اونٹنی کی نسبت اس کی طرف ہوتی ہے، اور جس طرح اس کے گھر یعنی جنت کی نسبت اس کی طرف ہوتی ہے، اور جس طرح اس کے رسول کی عبودیت کی نسبت اس آیت میں اس کی طرف ہوئی ہے :

﴿وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا﴾ [البقرۃ:۲۳]۔

''ہم نے جو کچھ اپنے بندے کی طرف اتارا ہے اگر اس میں تمہیں کوئی شک ہو''۔

اور : ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ﴾ [الاسراء:۱]۔

''پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات لے گیا''۔

اور : ﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ﴾ [الجن:۱۹]۔

''اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا''۔

- اور ''میں تیرا بندہ ہوں'' کہنے کی مراد اس وقت پوری ہوگی جب اس کی بندگی کا التزام ہوگا، بندے کے اندر

انکساری، خشوع وخضوع اور انابت پائی جائے گی، وہ اپنے آقا کا حکم بجالائے گا، اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرے گا، ہر وقت اس کی طرف اپنی محتاجگی کا احساس رکھے گا، اسی کی پناہ میں آئے گا، اسی سے مدد مانگے گا اور اسی پر توکل کرے گا۔ اور بندے کی پناہ طلبی اور آسرا جوئی یوں متحقق ہوگی کہ اس کا دل محبت اور امید وبیم (خوف) کا تعلق کسی اور سے نہ جوڑے اور استوار کرے۔

● اس میں یہ معنی بھی پایا جاتا ہے کہ میں ہر ہر اعتبار سے: چھوٹا ہوں کہ بڑا، زندہ ہوں کہ مردہ، فرمانبردار ہوں کہ گنہگار، عافیت میں ہوں کہ مصیبت میں، روح، قلب، زبان اور اعضاء وجوارح سب کے ساتھ بندہ ہوں۔

● اس میں یہ مطلب بھی شامل ہے کہ: میرا مال، میری جان سب تیری ہی ملکیت ہیں، کیونکہ غلام اور اس کی ملکیت کی سب چیزیں اس کے آقا ہی کی ہوتی ہیں۔

● اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ: جو جو نعمتیں مجھے حاصل ہیں وہ سب تیرا ہی عطیہ اور نوازشیں ہیں، یہ سب اپنے بندے پر تیرے انعام کا نتیجہ ہیں۔

● اس میں یہ اقرار بھی شامل ہے کہ: جو کچھ تو نے مجھے جان ومال بخشا ہے اس میں میں تیرے حکم کے مطابق ہی تصرف کروں گا؛ جیسے کہ غلام اپنے آقا کے حکم سے تصرف کرتا ہے، مجھے اپنی ذات کے لئے بھی نہ کسی نفع نقصان کا اختیار ہے، نہ موت وحیات کا، نہ دوبارہ زندہ ہو اٹھنے کا۔

جب بھی بندہ ان حقیقتوں کو درست طور پر ملاحظہ کرنے کے بعد کہے گا کہ میں تیرا بندہ ہوں تو اس کا کہنا سچا ہوگا۔

● **اس کے بعد کہا :**

''میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے'' یعنی میرے اندر تیرا ہی تصرف چلتا ہے، تو جیسے چاہتا ہے مجھے گھماتا ہے، اپنی ذات میں تصرف کرنے والا میں نہیں ہوں۔ اور اس شخص کا خود پر تصرف ہو بھی کیسے سکتا ہے جس کا نفس اس کے رب اور آقا کے ہاتھ میں ہو، اور اس کی پیشانی بھی اسی کے ہاتھ میں ہو، اور اس کا دل اس کی انگلیوں میں سے دو انگلی کے درمیان ہو، اس کی موت وحیات، سعادت وشقاوت، عافیت ومصیبت کا سب اختیار اسی ذات منزہ کو ہو، ان میں سے کچھ بھی تو بندے کے ہاتھ میں نہ ہو، بلکہ وہ کسی کمزور وحقیر غلام سے بھی زیادہ کمزور ہو کر اپنے آقا کے قبضے میں ہو اس کی پیشانی ایک سلطان قاہر وغالب کے ہاتھ میں ہو جو اس کا مالک ہے، اور وہ اسی کے تصرف اور غلبے کے ماتحت ہے، بلکہ بات اس سے بھی اوپر کی ہے۔

● اور جب بندہ اس بات کو ملاحظہ کرلے کہ اس کی پیشانی اور سب بندوں کی پیشانیاں تنہا اللہ ہی کے ہاتھ میں

ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے تو اس کے بعد وہ ان سے خوفزدہ ہوتا ہے نہ ان سے امیدیں باندھتا ہے، نہ انہیں مالکوں کے درجے میں رکھتا ہے، بلکہ انہیں مغلوب وماتحت بندوں میں گنتا ہے جن کی حاجت روائی کی جاتی ہے، اوران میں تصرف کسی اور کا چلتا ہے، ان کی تدبیریں کرنے والا کوئی اور ہے، جس بندے نے اپنے متعلق اس منظر کا مشاہدہ کرلیا، تو اپنے رب کی طرف اس کی محتاجگی اور ضرورتمندی اس کا ایک لازمی وصف بن جائے گی، اور جب لوگوں کے اندر بھی اس کا مشاہدہ کرلے تو پھر ان کا محتاج ہوگا نہ ان سے اپنی آرزوئیں اور امیدیں وابستہ کرے گا، اس طرح اس کی توحید، توکل اور عبودیت میں استقامت پیدا ہوگی۔ اسی لئے حضرت ھود نے اپنی قوم سے فرمایا :

﴿إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى ٱللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ ءَاخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَآ ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [ھود:۵۶]۔

''میرا بھروسہ صرف اللہ تعالی ہی پر ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے، جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ یقینا میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے''۔

- **اور اس کے یہ کہنے میں کہ :**

''مجھ پر تیرا حکم جاری ہے، میرے متعلق تیرا فیصلہ مبنی بر عدل ہے'' دو باتیں پائی جاتی ہیں :

ایک تو یہ کہ اس کا حکم اس کے بندے میں جاری وساری ہے۔

اور دوم یہ کہ اس میں اس کے حمد اور عدل کا تذکرہ ہے اور بادشاہت اللہ سبحانہ ہی کی ہے اور حمد بھی اسی کو زیبا ہے۔

اور یہی معنی اس کے نبی ھود (علیہ السلام) کے قول :

﴿مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ ءَاخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَآ﴾ [ھود:۵۶]۔

''جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے'' کا ہے۔

اس کے بعد فرمایا : ﴿إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ''یقینا میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے''۔

یعنی اس کے باوجود کہ وہ مالک ہے غالب ہے اپنے بندوں میں تصرف کرنے والا ہے، ان کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ صحیح راہ پر ہے۔ وہ عادل ہے اور عدل ہی سے ان میں تصرف فرماتا ہے، اسی لئے وہ اپنے قول، فعل، فیصلے، اندازوں، امر ونہی اور ثواب وعقاب تمام چیزوں میں بالکل صحیح راستے پر ہے۔ اس کی ساری خبریں سچی ہیں، اس کے سارے فیصلے مبنی بر انصاف ہیں، اس کے سب احکام میں مصلحتیں پائی جاتی ہیں، اور جن چیزوں سے اس

نے روک دیا ہے اس میں نقصان ہی نقصان ہے، اور جس مستحق کو وہ ثواب عطا فرماتا ہے اپنے فضل ورحمت ہی سے عطا فرماتا ہے، اور جس حقدار سزا کو سزا دیتا ہے اپنے عدل وحکمت ہی سے دیتا ہے۔

● اس نے حکم اور فیصلے میں فرق کیا ہے، حکم کے لئے اس نے پورا ہونا مقرر کر دیا ہے اور فیصلے کے لئے عدل کا نظام بنایا ہے، اس لئے کہ اللہ سبحانہ کے حکم میں دینی شرعی حکم بھی داخل ہے اور تکوینی تقدیری حکم بھی شامل ہے، اور دونوں قسموں کا بندے میں نفاذ واجرا ہوتا ہے، وہ دونوں حکموں کے تحت مغلوب ہے، وہ دونوں اس میں جاری وساری ہو چکے ہیں اور اس میں ان کا نفوذ ہو رہا ہے، وہ چاہے یا نہ چاہے ایسا ہو کر رہتا ہے مگر تکوینی حکم میں مخالفت اس کے لئے ممکن نہیں ہے، جبکہ وہ دینی شرعی حکم کی خلاف ورزی کر بھی لیتا ہے۔

● چونکہ فیصلے میں اتمام واکمال ہوتا ہے، اور وہ اس کے اجرا اور نفوذ کے بعد ہی ہوتا ہے اس لئے کہا: ''میرے متعلق تیرا فیصلہ مبنی برانصاف ہے'' یعنی جس حکم کو تو نے اپنے بندے کے متعلق نافذ کر کے کامل وتمام کیا وہ اس کے متعلق تیری طرف سے عدل کا مظہر ہے۔ اور جہاں تک حکم (آرڈر) کا معاملہ ہے جسے اللہ سبحانہ جاری فرماتا ہے تو کبھی چاہتا ہے کہ اس کا نفاذ ہو جائے اور کبھی اس کا نفاذ نہیں کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اگر وہ دینی حکم ہے تو بندے میں اس کا اجرا ہو جاتا ہے اور اگر تکوینی حکم ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ اس کا نفاذ کر دیتا ہے تب تو وہ اس کے اندر جاری ہوتا ہے، اور اگر وہ اس کا نفاذ نہ کرے تو وہ اس سے دور ہو جاتا ہے، حقیقت یہی ہے کہ اللہ سبحانہ جو فیصلہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس کے سوا جو بھی ہے وہ کبھی کوئی فیصلہ کرتا ہے، کسی کام کا اندازہ کرتا ہے مگر اس کے نفاذ کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، جبکہ اللہ سبحانہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کا اجرا بھی فرما دیتا ہے، لہٰذا فیصلہ کرنے اور اسے نافذ کر دینے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

● اور اس کا یہ قول کہ: ''میرے متعلق تیرا فیصلہ مبنی برعدل ہے'' ہر اعتبار سے اپنے بندے کے متعلق اس کے تمام فیصلوں: صحت و بیماری، تونگری وفقیری، لذت والم، حیات وموت، عقوبت ودرگزر وغیرہ کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِيكُمۡ﴾ [الشوریٰ:۳۰]۔

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہیں، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَإِن تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةُۢ بِمَا قَدَّمَتۡ أَيۡدِيهِمۡ فَإِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ كَفُورٞ﴾ [الشوریٰ:۴۸]۔

''اور اگر انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بیشک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کے متعلق جو بھی فیصلے کرتا ہے وہ اس کے سلسلے میں مبنی بر انصاف ہی ہوتا ہے۔ ①

بیماریوں کے دور کرنے میں اللہ سے قلبی تعلق کا اثر

● **امام ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق کے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ :**

''..یقیناً جب بھی دل رب العالمین سے، بیماری اور دوا کے خالق سے، مزاجوں کی تدبیر اور ان میں اپنی مشیئت کے مطابق تصرف کرنے والے سے تعلق جوڑ لیتا ہے، تو اس کے لئے ان دواؤں کے علاوہ جن کی مشقت اس سے دور دور رہنے والے اور اعراض کرنے والے دلوں کو اٹھانی پڑتی ہے کچھ اور دوائیں ہوتی ہیں، یہ حقیقت معلوم ہے کہ جب روحیں طاقتور ہوتی ہیں اور نفس اور مزاج بھی قوی ہوتے ہیں تو بیماری کو بھگانے اور اسے مغلوب کرنے میں ان کا باہمی تعاون ہونے لگتا ہے، جس کا مزاج اور نفس طاقتور ہوں، اور انہیں اپنے باری کی قربت سے خوشی ملتی ہو، اس سے انہیں انسیت ہو، وہ اس کی محبت سے سرشار ہوں، اس کے ذکر میں انہیں راحت اور خوشگواریت کا احساس ہوتا ہو، اور جب ان کی ساری قوتیں اور صلاحتیں اس کی طرف مائل ہوں، اسی پر ان کا ارتکاز ہو اور اس سے مدد مانگتی ہوں تو انہیں فرحت وانبساط میسر آتا ہو تو ایسے شخص کے لئے جس کی یہ حالت ہو اس بات سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہی چیز اس کے لئے سب سے بڑی دوا بن جائے، اور یہی قوت اس کے الم کے کلی ازالے کا سبب بن جائے، اس حقیقت کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو سب سے بڑا جاہل ہو، اس کا حجاب سب سے غلیظ ودبیز ہو، اس کے نفس کی کثافت سب سے بڑھی ہو، اور وہ اللہ سے اور انسانیت کی حقیقت سے سب سے زیادہ دور ہو۔

جب یہ بات مقرر ہو چکی اور پیش کردہ حقیقت عیاں ہو گئی تو پھر واضح ہوا کہ ذکر کرنے والا مسلمان شیطانوں کے تسلط اور غلبے سے سب سے زیادہ دور اور محفوظ ہوتا ہے۔

جادو اور خبیث روحوں کا اثر کمزور لوگوں، پست خواہشات رکھنے والوں اور سفلی جذبات کے حامل افراد پر ہوتا ہے

''جن لوگوں پر خبیث روحیں مسلط ہوتی ہیں تو اکثر حالات میں ان کے اندر دینداری کی کمی ہوتی ہے، ان

① الفوائد لابن القیم : ۴۴۔۴۸۔

کے دل ویران اور ان کی زبانیں حقائق ذکر سے محروم ہوتی ہیں، پناہ پانے والے وسائل اور نبوی وایمانی حفاظتی تدبیروں اور تیاریوں سے انہیں واسطہ نہیں ہوتا ہے، اس لئے جب خبیث روحیں آدمی کو خالی ہاتھ پاتی ہیں، اور دیکھتی ہیں کہ اس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے اور کبھی تو وہ بالکل ننگا ہی ہوتا ہے تو اس کے اندر اپنا اثر ڈال دیتی ہیں۔''[1]

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں :

''جادوگروں کے یہاں یہ اعتراف پایا جاتا ہے کہ ان کے جادو کی تاثیر اثر قبول کر لینے والے کمزور دلوں، اور شہوانیت کے حامل ان نفوس پر ہوتی ہے جن کا تعلق سفلیات سے جڑا ہوتا ہے، اس لئے عام طور پر اس کا اثر عورتوں، بچوں، جاہلوں، بادیہ نشینوں (دیہاتیوں) پر ہوتا ہے، اور ان لوگوں پر ہوتا ہے جو دینداری، توکل اور توحید میں کمزور ہوتے ہیں، اور ان کے پاس اورادالٰہیہ، اور نبوی تعوذات اور دعاؤں کا ذخیرہ نہیں ہوتا ہے۔

مُجملہ : اس کی تاثیر کا غلبہ اثر قبول کر لینے والے ان کمزور دلوں پر ہوتا ہے جن کا میلان سفلیات کی طرف ہوتا ہے، ان کا ماننا یہ ہے کہ: مسحور (جس پر جادو ہوتا ہے) خود ہی اپنے نفس کے خلاف معاون بن جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا دل کسی چیز کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اور وہ بہت زیادہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے، چنانچہ وہ اس کے میلان اور التفات کی وجہ سے اس کے دل پر مسلط ہوجاتا ہے، اور خبیث روحیں کچھ روحوں پر صرف اس لئے مسلط ہوجاتی ہیں کہ انہیں لگتا ہے کہ یہ روحیں انہیں خود پر غلبہ دینے کے لئے مستعد ہیں کیونکہ ان کا میلان کچھ ایسی چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو ان خبیث روحوں سے مناسبت رکھتی ہیں، اور وہ روحیں قوت الٰہیہ سے فارغ اور خالی بھی ہوتی ہیں، ان کے پاس ان سے جنگ کرنے کی کوئی تیاری اور ذخیرہ نہیں ہوتا ہے، لہٰذا جب وہ دیکھتی ہیں کہ یہ سامان حرب وضرب سے خالی ہیں اور ان کا رجحان بھی ایسی چیزوں کی طرف ہے جو ان سے مناسبت رکھتی ہیں تو وہ ان پر مسلط ہوجاتی ہیں، اور جادو وغیرہ کے ذریعہ ان کی تاثیر ان کے اندر ممکن ہوجاتی ہے، واللہ اعلم''۔[2]

---

① الطب النبوي : ٦٩۔

② حوالہ مذکور : ١٢٧۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہونے والے جادو کے ذریعہ مذکورہ حقائق پر اعتراض

مذکورہ حقائق پر کوئی اعتراض کرنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر بات ایسی ہی ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیسے ہو گیا۔

اسی کی تردید کرتے ہوئے صاحب "المواهب اللدنية" فرماتے ہیں :

''مگر حدیث باب اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم مقام، صدق توجہ، اور اوراد کی ہمہ وقت پابندی کے باوجود ان پر جادو کے اثر انداز ہونے سے مذکورہ حقیقت مکدر ہو جاتی ہے۔ مگر اس سے یوں دامن چھڑایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے جو بیان کیا ہے وہ اکثر احوال پر محمول ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو واقعہ گزرا وہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ اس طرح کے حالات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آنا ممکن ہے''۔ ①

(مگر اس بات پر توجہ دینا لازم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو حالات گزرے ان کا اثر ان کی عقل پر قطعی نہیں ہوا تھا، اس کا اثر فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر ہوا تھا۔ اس لئے یہ بات صاف ہے کہ اس کا تعلق وحی سے نہیں تھا، بلکہ وہ دیگر تمام عادی بیماریوں کی طرح تھا جن کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لاحق ہونا جائز تھا۔ اور صاحب مواہب کے کلام کا ارتکاز اسی قسم پر ہے، جبکہ دوسری قسم تمام علماء کے اجماع کے ساتھ قطعی ممنوع ہے۔) ②

مزید کچھ باتیں جو قابل توجہ ہیں

فیضی عرض کرتا ہے کہ اس سلسلے میں دو باتوں کی طرف توجہ بہت اہم ہے۔

- ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے اسوہ تھے اس لئے انہیں ایسے حالات سے گزار کر امت کی رہنمائی کی گئی ہے کہ ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے۔
- دوسری بات عقیدے سے تعلق رکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختار کل تو کجا اپنی ذات کے بھی نفع نقصان کے مالک نہ تھے، نہ ہی آپ کو غیب کا علم تھا۔ آپ بھی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور مدد کے محتاج تھے

---

① المواهب اللدنية : ٣/٤٥٧۔ ② دیکھئے : النذير العريان لتحذير المرضى بالرقى والقرآن : ٢١-٣٢۔

اس لئے آپ کے متعلق الٰہی صفات کا عقیدہ رکھنا باطل ہے۔

اس میں ایک پیغام یہ بھی ہے کہ غیبی امور میں اٹکل سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ ان کے لئے وحی الٰہی سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

- جب تک اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ آپ کو خبر نہ دے دی کہ آپ کی تکلیف جادو کی وجہ سے ہے اس وقت تک آپ بھی اس کی تشخیص سے ناواقف رہے اس لئے غیبی امور میں راقیوں کی طرف سے تشخیص میں جلد بازی ان کی کم علمی کی دلیل ہے۔

دماغی دورہ اور اس کے اسباب

دماغی دورے، جن زدگی اور جادو وغیرہ ان امور میں سے ہیں جو موجودہ زمانے میں بڑے پیمانے پر شائع نظر آتے ہیں، اور عام طور پر طبی امراض اور جن زدگی کے شاذ و نادر معاملات کو اس قدر خلط ملط کر دیا گیا ہے کہ کسی بھی دماغی یا نفسیاتی یا اعصابی بیماری کو یا مزمن امراض کو بڑی آسانی کے ساتھ جنوں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے یا جادو اور نظر بد کے ساتھ انہیں جوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس بازار کا بھاؤ بڑھانے میں ان وہمی مریضوں کا بھی بڑا ہاتھ ہے جو اپنی مخصوص مشکلات سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے الجھنوں میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں۔

ذیل میں قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی کچھ تفصیل پیش کی جارہی ہے اس کے بعد بیماریوں کے دیگر اسباب پر روشنی ڈالی جائے گی۔

دماغی دورے کے اسباب جسے عربی میں صرع کہا جاتا ہے :

صرع یعنی دماغی دورے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی عقل میں ایسا خلل اور فتور پیدا ہوجاتا ہے کہ مریض کو خود اپنی باتوں کا شعور نہیں رہ جاتا ہے، وہ اپنی باتوں میں ربط پیدا کرنے سے قاصر ہوجاتا ہے، اور اسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یا کیا کہنے والا ہے، اس کی یادداشت پر بھی منفی اثر پڑتا ہے، اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ کی نسوں اور رگوں میں فتور پیدا ہوجاتا ہے، اور اس کے عقلی خلل کا اثر اس کی حرکتوں پر بھی پڑتا ہے، چنانچہ وہ اپنی حرکتیں اور تصرفات میں توازن کھو بیٹھتا ہے اور الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگتا ہے، وہ اپنی چالوں پر کنٹرول نہیں رکھ پاتا ہے، اس کے قدم غیر ارادی طور پر بہکنے لگتے ہیں اور ان کے لئے مسافتوں کا صحیح اندازہ کرنے سے قاصر ہوجاتا ہے۔

دماغی دورے کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ مریض کے اقوال وافعال اور فکر میں دیوانگی کے اثرات نظر آنے لگتے ہیں۔ ①

حافظ ابن حجر کے نزدیک صرع (یعنی دماغی دورے) کی تعریف

''یہ ایک ایسی بیماری ہوتی ہے جو اعضاء رئیسیہ کو اثر پذیری سے غیر کامل طور پر روک دیتی ہے، اس کا سبب وہ غلیظ ریاح ہوتی ہے جو دماغ کی گزرگاہوں میں رک جاتی ہے، یا کوئی فاسد بخار ہوتا ہے جو بعض اعضاء سے دماغ تک چلا جاتا ہے، اور کبھی کبھی اس کے بعد اعضاء میں تشنج بھی پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے آدمی سیدھا کھڑا نہیں رہ پاتا ہے بلکہ گر جاتا ہے اور رطوبت کی غلاظت کی وجہ سے اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگتا ہے، اور صرع (دماغی دورے) کی بیماری کبھی کبھی جنوں کی طرف سے بھی واقع ہوتی ہے، اور یہ ان میں سے صرف خبیث نفسوں کی طرف سے پیدا ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یا تو وہ کسی انسانی صورت کو پسند کر لیتے ہیں یا پھر اذیت رسانی کی غرض سے ایسا کرتے ہیں۔

اور اطباء صرف پہلی قسم کا اثبات کرتے ہیں اور اس کا علاج بتاتے ہیں، جبکہ ان میں سے بہت سے لوگ دوسری قسم کا انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اسے تسلیم کرتے ہیں، اور وہ اس کا ایک ہی علاج جانتے ہیں کہ نیک علوی روحیں اس کے مقابلے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں تا کہ شریر سفلی روحوں کے آثار زائل ہوں اور ان کے افعال باطل ہو جائیں۔ ②

جنوں کے اثر سے صرع (دماغی دورے یا جن زدگی) کا ثبوت قرآن وسنت سے

اول : قرآنی دلیل :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ٱلَّذِينَ يَأۡكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِي يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ

① عالم الجن في ضوء الكتاب والسنة : ۲۵۲ ، عالم الجن والملائكة : ۷۶ ، وقاية الانسان : ۵۸۔

② فتح البارى : ۱۰/۱۱۹۔

ٱلۡمَسِّۚ﴾ [البقرۃ:۲۷۵]۔

’’سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے‘‘۔

• امام قرطبی فرماتے ہیں :

’’اس آیت میں ان لوگوں کے فساد کی دلیل ہے جو جن زدگی والے صرع (دماغی دورے) کا انکار کرتے ہیں اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ بیماری مزاجوں کے عمل سے ہوتی ہے، اور شیطان انسان کے اندر نہیں چلتا ہے نہ اس کی طرف سے جنون واقع ہوتا ہے‘‘۔ ①

• امام طبری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

’’اللہ جل ثناؤہ سود کا کاروبار کرنے والے ان لوگوں کے متعلق جن کی دنیا میں صفت ہم نے بیان کی فرماتا ہے کہ یہ لوگ آخرت میں اپنی قبروں سے ایسے کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو، مطلب یہ ہے کہ شیطان (مشبہ بہ) کو دنیا میں جنون میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے جنون کی وجہ سے دماغی بیماری کا شکار کر دیتا ہے‘‘۔ ②

• آلوسی (من المس) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

’’اس سے مراد جنون ہے، کہا جاتا ہے کہ آدمی کو مس ہو گیا ہے اور وہ ممسوس ہے یعنی دیوانگی میں مبتلا ہے، اور اس کی اصل ہاتھ سے چھونا ہے، اور اس (جنون) کو مس اس لئے کہتے ہیں کہ بسا اوقات شیطان آدمی کو چھوتا ہے اور اس کے اخلاط فساد (بگاڑ) کے لئے مستعد ہوتے ہیں تو فاسد ہو جاتے ہیں اور جنون پیدا ہو جاتا ہے‘‘۔ ③

• حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :

’’یعنی وہ لوگ اپنی قبروں سے قیامت کے دن ایسے ہی کھڑے ہوں گے جس طرح دماغی مریض اپنے دورے کی حالت میں اور شیطان کے اسے جنون میں مبتلا کر دینے کی حالت میں اٹھتا ہے، اور یہ اس لئے کہ اس کا قیام معمول کے خلاف لڑکھڑاہٹ کے ساتھ ہوگا۔ ④

---

① تفسیر القرطبی : ۳/۳۵۵۔ ② تفسیر طبری : ۳/۱۰۱۔

③ عالم الجن في ضوء القرآن والسنة : ۲۶۳۔ ④ تفسیر ابن کثیر : ۱/۳۲۶۔

دوم : سنت کے دلائل :

۱۔ ’’عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: أَلاَ أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: هَذِهِ المَرْأَةُ السَّوْدَاءُ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللَّهَ لِي، قَالَ: »إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ« فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللَّهَ لِي أَنْ لاَ أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ: »أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ تِلْكَ امْرَأَةً طَوِيلَةً سَوْدَاءَ، عَلَى سِتْرِ الكَعْبَةِ‘‘

’’عطا بن ابی رباح سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ تو میں نے عرض کیا: ضرور دکھائیں، انھوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے دورہ پڑتا ہے اور میرا کپڑا کھل جاتا ہے، لہٰذا آپ میرے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ’’اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمھیں جنت ملے اور اگر چاہو تو میں دعا کر دوں کہ اللہ تمھیں عافیت دے دے‘‘۔ تب اس نے کہا: میں صبر کروں گی۔ پھر کہا: میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، اس لئے اللہ سے یہ دعا کر دیجئے کہ میں بے پردہ نہ ہونے پاؤں، تو آپ نے اس کے لئے دعا کر دی۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ عطا نے مجھے بتایا تھا کہ میں نے اس کالی لمبی خاتون ام زفر کو غلاف کعبہ پر دیکھا تھا‘‘۔ ①

● حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

’’اس حدیث میں ان لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو جنونی دورے میں مبتلا ہیں، اور دنیا میں بلاؤں پر صبر کرنا جنت کا وارث بنا دیتا ہے، اور جو شخص اپنے اندر طاقت محسوس کرتا ہو اور شدت کی پابندی میں کمزور نہ پڑتا ہو تو اس کے لئے شدت پر عمل کرنا رخصت پر عمل کرنے سے افضل ہے، اور اس میں ترک علاج کے جواز کی دلیل پائی جاتی ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام امراض کا علاج دعا اور اللہ تعالیٰ سے التجا کے ذریعہ کرنا جڑی بوٹیوں سے علاج کے مقابلے میں زیادہ کامیاب اور نفع بخش ہو سکتا ہے‘‘۔ ②

---

① متفق علیہ، الفاظ بخاری کے ہیں، بخاری: ۵۶۵۲، مسلم: ۵۴-۲۵۷۶۔ ② فتح الباری: ۱۲۰/۱۰۔

حافظ ابن حجر کی نظر میں ام زفر کا دورہ جن زدگی والا دورہ تھا

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :

''بزار کے یہاں یہ قصہ ابن عباس سے ایک دوسری سند سے بھی وارد ہوا ہے جس میں اس خاتون نے کہا کہ: ''میں ڈرتی ہوں کہ خبیث مجھے بے پردہ کر دے گا، اس کے بعد حافظ ابن حجر نے حدیث کے متعدد طرق کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: جو طرق میں نے وارد کئے ہیں ان سے یہ بات لی جا سکتی ہے کہ ام زفر کا دورہ جن زدگی والا دورہ تھا اخلاط والا نہیں تھا۔''①

جن زدگی کی صریح دلیل

۲۔ ''عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ: لَمَّا اسْتَعْمَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الطَّائِفِ جَعَلَ يَعْرِضُ لِي شَيْءٌ فِي صَلَاتِي حَتَّى مَا أَدْرِي مَا أُصَلِّي، فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ رَحَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: »ابْنُ أَبِي الْعَاصِ؟« قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: »مَا جَاءَ بِكَ؟« قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عَرَضَ لِي شَيْءٌ فِي صَلَوَاتِي حَتَّى مَا أَدْرِي مَا أُصَلِّي قَالَ: »ذَاكَ الشَّيْطَانُ ادْنُهْ« فَدَنَوْتُ مِنْهُ، فَجَلَسْتُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيَّ، قَالَ: فَضَرَبَ صَدْرِي بِيَدِهِ، وَتَفَلَ فِي فَمِي وَقَالَ: »اخْرُجْ عَدُوَّ اللَّهِ« فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: »الْحَقْ بِعَمَلِكَ« قَالَ: فَقَالَ عُثْمَانُ: »فَلَعَمْرِي مَا أَحْسِبُهُ خَالَطَنِي بَعْدُ''

''حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا تقرر طائف میں کر دیا تو نماز میں کوئی چیز میرے سامنے آنے لگی یہاں تک کہ مجھے یہی نہیں پتہ چلتا کہ میں نے کیا پڑھا ہے، پھر جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوچ کیا، تو آپ نے فرمایا: ''ابن ابی عاص ہو'' میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: تمہاری آمد کا سبب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز میں کوئی چیز میرے سامنے آتی ہے یہاں تک کہ مجھے نہیں پتہ چلتا کہ میں کیا پڑھتا ہوں۔ آپ

① فتح الباری : ۱۰/۱۱۵۔

نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔ قریب آؤ، چنانچہ میں آپ کے قریب گیا اور اپنے پنجوں پر بیٹھ گیا، بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں تھوکا اور فرمایا: ''اللہ کے دشمن باہر نکل جا'' آپ نے تین بار ایسا کیا اس کے بعد فرمایا: ''جاؤ اپنے کام پر لگ جاؤ'' بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے فرمایا: یقین مانو میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد وہ مجھے لاحق ہوا ہو''۔ ①

● **علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''اس حدیث میں اس بات کی صریح دلالت پائی جاتی ہے کہ شیطان کبھی انسان پر سوار ہوجاتا ہے اور اس کے اندر داخل ہوجاتا ہے گو وہ کوئی مومن صالح ہی کیوں نہ ہو''۔ ②

جن زدگی کی دوسری دلیل

۳۔ ''عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا، مَا رَآهَا أَحَدٌ قَبْلِي، وَلَا يَرَاهَا أَحَدٌ بَعْدِي، لَقَدْ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي سَفَرٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ مَرَرْنَا بِامْرَأَةٍ جَالِسَةٍ، مَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا صَبِيٌّ ، أَصَابَهُ بَلَاءٌ، وَأَصَابَنَا مِنْهُ بَلَاءٌ، يُؤْخَذُ فِي الْيَوْمِ، مَا أَدْرِي كَمْ مَرَّةً، قَالَ: " نَاوِلِينِيهِ " فَرَفَعَتْهُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ وَاسِطَةِ الرَّحْلِ، ثُمَّ فَغَرَ فَاهُ، فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثًا، وَقَالَ: " بِسْمِ اللهِ، أَنَا عَبْدُ اللهِ، اخْسَأْ عَدُوَّ اللهِ " ثُمَّ نَاوَلَهَا إِيَّاهُ، فَقَالَ: " الْقِينَا فِي الرَّجْعَةِ فِي هَذَا الْمَكَانِ، فَأَخْبِرِينَا مَا فَعَلَ " قَالَ: فَذَهَبْنَا وَرَجَعْنَا، فَوَجَدْنَاهَا فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ، مَعَهَا شِيَاهٌ ثَلَاثٌ، فَقَالَ: " مَا فَعَلَ صَبِيُّكِ؟ " فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا حَسَسْنَا مِنْهُ شَيْئًا حَتَّى السَّاعَةِ، فَاجْتَرِرْ هَذِهِ الْغَنَمَ قَالَ: " انْزِلْ فَخُذْ مِنْهَا وَاحِدَةً، وَرُدَّ الْبَقِيَّةَ''

''حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین باتیں ایسی دیکھی ہیں کہ نہ کسی نے مجھ سے پہلے انہیں دیکھا ہے نہ میرے بعد انہیں دیکھے گا: میں ان کے ساتھ ایک سفر پر نکلا، پھر ہوا یوں کہ جب ہم ایک راہ پر تھے کہ ہمارا گزر ایک خاتون کے پاس سے ہوا جو بیٹھی تھی، اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا،

① حدیث صحیح ہے، اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے جس کا نمبر (۳۵۴۸) ہے اور البانی نے السلسلة الصحيحة (۲۹۸۸) میں اس کی تصحیح کی ہے۔

② السلسلة الصحيحة : ۱۰۰۲/۶ طبع مکتبۃ المعارف۔

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا بچہ ہے جسے ایک بلا نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے، اور اس سے ہم بھی مصیبت میں پھنس گئے ہیں، دن میں پتہ نہیں کتنی بار پکڑا جاتا ہے، آپ نے فرمایا: اسے مجھے تو دینا، چنانچہ اس نے بچے کو آپ کی طرف بڑھا دیا اور اس بچے کو آپ کے اور پالان کے اگلے حصے کے درمیان میں رکھ دیا، پھر آپ نے اس کا منہ کھولا اور اس میں تین بار پھونکا، اس کے بعد فرمایا: ''**بسم الله أنا عبدالله، اخسأ عدوالله**'' بسم اللہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ کے دشمن دور ہو جا۔ پھر بچہ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا: ''واپسی میں اسی جگہ مجھ سے ملنا اور بتانا کہ اس پر کیا گزری'' بیان کرتے ہیں: پھر ہم چلے گئے، اور جب واپس لوٹے تو اسے اسی جگہ پر کھڑا پایا، اس کے ساتھ تین بکریاں بھی تھیں، آنحضرت ﷺ نے پوچھا: ''تیرے بچے کا کیا ہوا'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اس گھڑی تک ہم نے اس میں کچھ محسوس نہیں کیا ہے، اب آپ یہ بکریاں لے لیں انہیں ذبح کریں، آپ نے فرمایا: ''اترو اور ان میں سے ایک لے لو اور باقی واپس کر دو...''۔ ①

صحابی کی شرح حدیث سے جن زدگی کا ثبوت

جنوں کے انسانوں کو دیوانہ بنا دینے کی تائید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے :

۴۔ ''عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :
''اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وَهَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ''
قَالَ: هَمْزُهُ: الْمُوتَةُ، وَنَفْثُهُ: الشِّعْرُ، وَنَفْخُهُ: الْكِبْرُ''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں داخل ہوتے تو فرماتے تھے:

''اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وَهَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ''

''اے اللہ میں شیطان مردود سے اور اس کے چھونے سے اور اس کی پھونک سے اور اس کی تھوک بھری پھونک سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔

---

① مصنف ابن ابی شیبہ : ۳۱۷۵۳ ، احمد : ۱۷۵۳۸ ، حاکم : ۴۲۳۲ ، اس کی سند عمدہ ہے، علامہ البانی نے حدیث کے طرق بیان کرنے کے بعد فرمایا: (حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث ان متابعات کے ساتھ عمدہ ہے)۔ دیکھئے السلسة الصحيحة : حدیث نمبر : ۲۹۱۸ کے تحت کی جانے والی بحث، نیز حدیث نمبر ۴۸۵ کے تحت۔

- اس کے چھونے سے مراد جنون میں مبتلا کر دینا ہے، اور اس کی تھوک بھری پھونک سے مراد شعر ہے، اور اس کی پھونک سے مراد تکبر اور گھمنڈ ہے۔ ①
- حدیث میں ھمز کی تفسیر ''موتۃ'' سے کی گئی ہے اور موتہ ایک قسم کا جنون اور دماغی دورہ ہوتا ہے جو انسان کو لاحق ہو جاتا ہے، پھر جب اسے افاقہ ہوتا ہے تو اس کی عقل سونے والے یا نشے والے شخص کی طرح واپس آ جاتی ہے۔ ②

- **ابن کثیر فرماتے ہیں :**

اس کا چھونا جنون ہے جو گلا گھونٹنے کی شکل میں ہوتا ہے جسے صرع (دماغی دورہ) کہتے ہیں۔ ③

سوم : عقلی دلائل :

- **شیخ محمد حامد صاحب لکھتے ہیں :**

''جب جنوں کا حال یہ ہے کہ وہ لطیف اجسام ہیں تو پھر عقلاً یا نقلاً کسی طرح ان کا بنی آدم کے بدن کے اندر رواں ہونا ممتنع نہیں ہے، کیونکہ لطیف چیز کثیف چیز کے اندر چلتی ہی رہتی ہے، مثلاً ہوا ہمارے جسم کے اندر داخل ہو جاتی ہے، آگ انگارے کے اندر چلتی ہے، بجلی تاروں کے اندر دوڑتی ہے، بلکہ پانی کی بھی مثال پیش کی جا سکتی ہے جو مٹی اور ریت کے اندر اور کپڑوں میں سرایت کر جاتا ہے جبکہ وہ ہوا اور بجلی کی طرح لطیف بھی نہیں ہوتا ہے۔

لکھتے ہیں : ''اہل حق نے ان نصوص کے متعلق تسلیم کا موقف اپنایا ہے جو اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ جنات انسانوں کے جسم میں داخل ہوتے ہیں، اور ان کی کثرت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان سے منہ موڑ کر منکرین کے انکار اور ان کی بکواس کی طرف رخ نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ وحی صادق نے ہمیں اس کی خبر دی ہے، ان پر یقین کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں کسی ایسی سطحی تاویل سے نہ گزارا جائے جو انہیں ان کی اصل راہوں سے ہٹا کر ایسے موڑوں پر لے جائے جن کے ساتھ نہ اسلام باقی رہے اور نہ ان سے درست اعتقاد ہی بن سکے جو ایسے ایمان کی شکل میں ہو جو آخرت میں دائمی جہنم سے نجات دلانے کے لئے کافی ہو''۔

---

① اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے، اور ابوداود نے روایت کیا (۱/۲۰۶) اور ترمذی نے (۱/۱۵۳) اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث سے، اور مذکورہ تفسیر ابوسلمہ بن عبدالرحمان کی مرسل روایت میں مرفوعا بھی بیان کی گئی ہے جسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ابوسلمہ تک صحیح ہے دیکھئے : ارواء الغلیل : ۲/۵۷ حدیث نمبر ۳۴۲ کے تحت۔

② لسان العرب : ۶/۴۲۹۶ بحوالہ وقایۃ الانسان ص ۶۲۔

③ البدایۃ والنہایۃ : ۱/۶۱ حوالہ مذکور۔

کہتے ہیں : ''انسانوں کے جسموں میں جنات کے رواں ہونے کے واقعات اس قدر کثرت سے مشاہدے میں ہیں کہ اپنی کثرت کی وجہ سے وہ شمار میں آنے سے رہے، اس لئے اس کے انکار کرنے والے کا تصادم مشاہدے میں آنے والے واقعات سے ہوتا ہے، اور یہ سب اس کے قول کے باطل ہونے کی پکار لگاتے ہیں''۔ ①

ہم اس مسئلے کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے ہیں کیونکہ جن زدگی پر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، اس سے اختلاف صرف اہل بدعت معتزلہ وغیرہ اور جدید دور کے بقلم خود اسلامی اسکالروں نے کیا ہے۔

اہل یورپ کے نظریات میں انحراف کی وجہ

اہل یورپ میں سے کچھ اطباء اور نفسیاتی معالجین بھی اس ضمن میں غیر مرئی مخلوقات کے اثر کے قائل ہیں تاہم وہاں کے زیادہ تر اطباء اور سائنسداں مذہب بیزار اور ملحد ہیں اس لئے ان کی یہ مغربی طب اور ملحد مادی طب نہ شیطان کی حقیقت کو تسلیم کرتی ہے، نہ روح پر اس کا ایمان ہے نہ وہ اللہ اور قرآن ہی کی معترف ہے، ان کا تعامل صرف امور محسوسہ کے ساتھ ہے، اور ہمارے یہاں جن اطباء نے ان غیبی مخلوقات یا ان کے اثرات کا انکار کیا ہے ان کا مرجع یہی ملحد طب ہے، یہ لوگ اسی کے مارے ہوئے اور فریب خوردہ ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو آگے بڑھ کر اسلام ہی کی اصلاح کرنے کی فکر میں لگ گئے اور اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے نصوص میں تاویل وتحریف یا تضعیف کا بیڑا اٹھالیا اور لگے اندھیرے میں تیر چلانے، حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ مخلص بھی نظر آتے ہیں اور اس موضوع سے متعلق امت مسلمہ کی بھاری تعداد کی بے راہ روی کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں مگر ان کے فکری انحراف نے ان کی کاوشوں کو غیر موثر اور غیر مفید بنا دیا ہے۔

صرع (دماغی دوروں) اور بیماریوں کے طبی اسباب

● **امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

صرع (دماغی دورے) کی دو قسمیں ہیں :

اول : وہ صرع (دماغی دورہ) جو ارضی ارواح خبیثہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

① ردود علی اباطیل : ۱۳۵/۲۔

دوم : وہ صرع (دماغی دورہ) جو فاسد اخلاط کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اطباء اسی کے اسباب وعلاج پر گفتگو کرتے ہیں۔

اور جہاں تک روحوں کی طرف سے واقع ہونے والے دماغی دورے کا معاملہ ہے تو ان کے ائمہ اور عقلا تو اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اسے رد نہیں کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ نیک شریف علوی روحیں ان خبیث وشریر روحوں کے مقابلے پر آئیں اور ان کے اثرات کا ازالہ کردیں، اور ان کے افعال کا معارضہ کرکے انہیں باطل کرڈالیں، اور ابقراط نے تو یہ بات صاف صاف اپنی بعض کتابوں میں لکھ دی ہے، پھر صرع (دماغی دورے) کے کچھ علاجوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اس صرع کے لئے مفید ہیں جس کا سبب اخلاط اور مادے ہوتے ہیں، مگر جس صرع کا تعلق روحوں سے ہے اس میں یہ علاج نفع بخش نہیں ہوتا ہے۔

اور جو صرع (دماغی دورہ) اخلاط کی وجہ سے ہوتا ہے: تو وہ ایک ایسی بیماری ہوتی ہے جو اعضائے نفیسہ کو افعال، حرکت اور سیدھے کھڑے ہونے سے نا تمام طور پر روک دیتی ہے۔ ①

جنوں کی طرف سے ہونے والے دماغی دورے کے اسباب :

عام طور پر اس سلسلے میں جو اسباب بیان کئے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

۱۔ جن کسی خاتون پر عاشق ہوجائے یا جنیہ کسی مرد پر عاشق ہوجائے۔

فائدہ : یہ سبب بہت سے اہل علم نے بیان کیا ہے اور جھاڑ پھونک کا پیشہ کرنے والے افراد بھی بیان کرتے رہتے ہیں مگر قرآن وسنت سے اس کی کوئی سند ہے نہ اس کی تصدیق کا کوئی علمی پیمانہ ہے یہ باتیں محض جنوں سے سنی سنائی باتوں پر مبنی ہوتی ہیں جو اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں۔

۲۔ انسان کی طرف سے جنوں پر کوئی ظلم وزیادتی بھی جنوں کی اذیت رسانی کا سبب ہوتی ہے اور وہ انتقاماً ان پر حاوی ہوجاتے ہیں۔

۳۔ جنات کبھی خود انسان پر آمادۂ ظلم ہوتے ہیں اور بلاسبب ہی اس کی اذیت رسانی پر کمربستہ ہوجاتے ہیں۔

• جنوں کو انسانوں پر مسلط ہونے کا موقع چار حالات میں ملتا ہے :

اس موضوع پر کلام کرنے والے اہل علم نے عام طور پر لکھا ہے کہ حسب ذیل حالات میں جنوں کو انسانوں پر مسلط ہونے کا موقع ملتا ہے :

① الطب النبوي : ۵۱ و ۵۴۔

۱۔ سخت غصے کی حالت میں۔ ۲۔ سخت خوف کی حالت میں۔ ۳۔ شہوانی خواہشات کی تکمیل میں منہمک ہوجانے کی حالت میں۔ ۴۔ شدید غفلت کی حالت میں۔

فائدہ : یہ چاروں حالتیں عام طور پر کمزور نفس والوں کے یہاں پیدا ہوتی ہیں۔

● حالت غضب :

ایک مضبوط اور قوی مسلمان کو بھی کبھی غصہ آتا ہے مگر وہ اپنے غصے کو طویل نہیں ہونے دیتا ہے، نہ عام طور پر غصے میں بے قابو اور آپے سے باہر ہوتا ہے کہ اس پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے وصف میں فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُواْ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ [الاعراف:۲۰۱]۔

''یقینا جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں''۔

اور یہ آیت ایک خاص سیاق میں ہے جس سے پہلی کی آیتوں میں فرمایا کہ :

﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۚ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [الاعراف:۱۹۹-۲۰۰]۔

''آپ درگزر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں، اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجائیں۔ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے''۔

اور مفروض یہی ہے کہ ایک سچا مومن عام طور پر صرف اللہ ہی کے لئے غصہ ہوتا ہے، اور جب اسے غصہ آتا ہے تو غصے کے وقت بھی وہ خود کو قابو میں رکھتا ہے اور اپنا توازن نہیں کھوتا ہے۔

﴿وَإِذَا مَا غَضِبُواْ هُمْ يَغْفِرُونَ﴾ [الشوریٰ:۳۷] ''اور وہ غصے کے وقت (بھی) معاف کردیتے ہیں''۔

● جہاں تک خوف کی بات ہے تو :

یہ ممکن ہے کہ ایک مومن اپنے جبلی تقاضے کے مطابق کسی چیز سے خوف زدہ ہوجائے مثلاً اسے درندوں کا خوف، آگ کا خوف، نقصان پہنچانے والے دشمنوں کا خوف وغیرہ لاحق ہو، مگر اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ پوری دنیا جمع ہوکر بھی اللہ کی مشیئت کے بغیر اسے کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتی ہے اور اس کے پیش نظر ہر وقت یہ بات رہتی ہے کہ :

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا﴾ [التوبة:٥١]۔

''آپ کہہ دیجیے ہمیں اس کے سوا کوئی چیز (یعنی مصیبت یا اذیت) نہیں پہنچ سکتی ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے''۔

اور یہ حدیث شریف بھی :

''وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی أَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَيْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ''

''اگر وہ سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں تو وہ تمہیں بجز اس کے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے آپ کے اوپر لکھ دیا ہے''۔ ①

- **خوف کب محسوس ہوتا ہے :**

مگر ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مذکورہ چیزوں سے انسان اس وقت خوف محسوس کرتا ہے جب وہ سامنے ہوتی ہیں یا انسان ایسے مقام پر ہوتا ہے جہاں ان سے سامنا کا امکان ہوتا ہے مگر جب یہ حالات معدوم ہو جاتے ہیں تو خوف بھی ختم ہو جاتا ہے۔

مافوق الاسباب طور پر کسی خفیہ چیز سے ڈرنا توحید کے منافی ہے

مگر کسی خفیہ چیز سے ڈرنا توحید اور توکل میں قادح ہے اور اس کی وجہ سے آدمی شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ غیر اللہ سے اس طرح کا خوف شرک کے زمرے میں آتا ہے یعنی یہ اندیشہ کہ جنات اس سے دور رہتے ہوئے بھی اسے بیمار کر دیں گے یا اسے کوئی اور نقصان پہنچا دیں گے، یا اس پر سوار ہو جائیں گے تو اس طرح کا خوف شرعی اعتبار سے ناجائز ہے اور توحید کے منافی ہے۔

خوف کی مشکل کے لئے دواء شافی

(از شیخ ابن باز رحمہ اللہ)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے برادر مکرم حضرت (ص.ز) الجزائر کی خدمت میں اللہ انہیں توفیق عطا فرمائے آمین۔

---

① اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

سلامٌ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، أمابعد :

مجھے آپ کا خط ملا - اللہ آپ کو ہدایت سے جوڑ دے - جو اس سوال پر مشتمل تھا کہ خوف کی مشکل کے لئے دواء شافی کیا ہے جس سے آپ اس معاشرے کی وجہ سے جوجھ رہے ہیں جہاں آپ کی پرورش وپرداخت ہوئی ہے؟ یہ ایسا معاشرہ ہے جو خرافات، جادو، جن اور غیر اللہ سے خوف پر ایمان رکھتا ہے، وغیرہ وغیرہ آخر تک جو آپ کے خط میں وارد ہوا ہے، اور آپ نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ میں اس خوف سے نکلنے کے لئے جس سے آپ دو چار ہیں کچھ نصیحت کروں۔

میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ آپ کے اہل سنت والجماعت میں شامل ہو جانے اور خوف وغیرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام کو جاننے کی خصوصی چاہت اور اہتمام پر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔

اور میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شیخ عبدالرحمان بن حسن رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''فتح المجید شرح کتاب التوحید'' میں اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوۡلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمۡ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ﴾ [آل عمران:۱۷۵]۔

''یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو''۔

کے باب کی شرح میں اقسام خوف کی وضاحت فرمائی ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ خوف کی تین قسمیں ہیں :

- پہلی قسم شرک اکبر ہے۔
- دوسری قسم معصیت ہے شرک نہیں ہے۔
- تیسری قسم جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے مشروع ہے۔

پہلی قسم :

یہ ہے کہ آپ بتوں، یا قبر والوں، یا درختوں، یا پتھروں، یا جنوں، یا ان کے علاوہ دیگر غائب اور اوجھل چیزوں سے خوف کھائیں کہ وہ آپ کو نقصان پہنچانے والے کچھ کام کریں گے، اور ایسا آپ اس عقیدے کی وجہ سے سمجھیں کہ وہ حسی اسباب کے بغیر بھی اس کی استطاعت رکھتے ہیں، بلکہ اپنی خصوصی قدرت سے ایسا کر سکتے ہیں تو یہی شرک اکبر ہے۔

دوسری قسم :

یہ ہے کہ آپ دشمنوں سے، یا کچھ رشتہ داروں سے، یا دیگر لوگوں سے یہ خوف رکھیں کہ وہ کچھ ایسا کریں گے کہ

اپنی استطاعت کے مطابق آپ کو نقصان پہنچادیں گے، جبکہ وہ زندہ ہیں قادر ہیں، لہٰذا اس کی وجہ سے آپ کچھ گناہوں پر آمادہ ہوجائیں یا اسی کی وجہ سے کچھ واجبات ترک کردیں۔اور اسی قسم سے متعلق مذکورہ آیت کریمہ :

﴿ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران:۱۷۵]۔

''یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو''۔

نازل ہوئی ہے۔

کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالی نے انہیں مشرکوں سے اس طرح ڈرنے اور خوف کھانے سے منع کیا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے واجب جہاد ہی ترک کر بیٹھیں۔

تیسری قسم :

اس قسم کا تعلق کچھ اسباب کی موجودگی میں فطری خوف سے ہے، مثلا انسان کا چوروں سے ڈر کر اپنا دروازہ بند کرلینا اور اپنے سامانوں کی حفاظت کرنا، درندوں، سانپوں، بچھوؤں سے ڈر کر مباح شرعی اسباب کے تحت ان سے محتاط رہنا، بھوک سے ڈر کر کھانا کھالینا، پیاس کے خوف سے پانی پی لینا اور اسی طرح کی چیزیں اس میں شامل ہیں۔

اور اپنے اس خط کے اتمام پر مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کو ''فتح المجید'' نامی کتاب کا توشہ اس لئے پیش کررہا ہوں کہ آپ اسے پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں، ہم آپ کے لئے اللہ سے اس کے صراط مستقیم پر ثبات، اور دین کے فہم کی دعا کرتے ہیں، بیشک وہ بڑا سننے والا ہے قریب ہے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ [1]

- اس سلسلے میں بعض علماء نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر کسی شخص کا خوف سری اور مافوق الاسباب طور پر نہیں ہے بلکہ وہ کسی ظاہری سبب کی وجہ سے جن سے خوف زدہ ہوگیا ہو تو پھر یہ شرک میں داخل نہیں ہوگا۔مگر حقیقت یہ ہے کہ عام طور پر جنوں سے لوگوں کا خوف خوف سری ہی ہوتا ہے۔

خوف کا ایک سبب گناہ اور معصیتیں بھی ہوتی ہیں

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''گناہوں اور معصیتوں کی عقوبتوں میں سے ایک یہ سزا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ عاصی کے دل میں رعب اور خوف

---

[1] الموقع الرسمی لسماحة الإمام ابن باز رحمه الله۔

ڈال دیتا ہے، اس لئے آپ ہر وقت اسے خائف اور مرعوب ہی پائیں گے، یقین جانو کہ فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین قلعہ ہے، جو اس میں داخل ہوجاتا ہے وہ دنیا وآخرت دونوں کی عقوبتوں اور سزاؤں سے مامون ہوجاتا ہے، اور جو اس قلعے سے باہر ہوجاتا ہے اسے اندیشے اور خوفناکیاں چہار جانب سے گھیر لیتی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے خوف اور اندیشے اس کے حق میں امن سے بدل جاتے ہیں، اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی پناہ گاہیں اور امن کے مقامات بھی خوف اور اندیشوں کی جگہ بن جاتے ہیں، جی ہاں ! عاصی اور نافرمان کا دل ہمیشہ آپ کو یوں لگے گا جیسے کسی پرندے کے پروں پر رکھا ہو، اگر ہوا سے بھی دروازہ ہل جائے تو بول اٹھے گا کہ آ گئے مجھے پکڑنے والے، قدموں کی آہٹ سنائی دے گی تو اس کا دل اس اندیشے سے لبریز ہوجائے گا کہ خطرے کی گھنٹی بج گئی، بربادی آنے والی ہے، ہر چیخ اپنے ہی خلاف سمجھتا ہے اور ہر مصیبت کا رخ اپنی ہی طرف دیکھتا ہے، ہاں صاحب ! گرہ سے باندھ لو کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ ہر چیز سے بے خوف ہوجاتا ہے، اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اسے ہر چیز ڈراتی ہے''۔ ①

ایمانی قوت شیطان کو کمزور کر دیتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا :

''وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَالَقِيَکَ الشَّيْطَانُ سَالِکاً فَجًّا إِلَّاسَلَکَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّکَ''

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب شیطان تمہیں کسی راہ پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ پکڑ لیتا ہے''۔ ②

- **حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :**

''اس میں حضرت عمر کی عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان کو ان پر کوئی راہ نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ معصوم تھے، کیونکہ اس میں صرف یہی بات بتائی گئی ہے کہ اگر وہ کسی راستے پر جا رہے ہوں تو شیطان اس راہ میں ان کا شریک ہونے سے راہ فرار اختیار کر لیتا ہے، مگر وہ اس بات سے مانع نہیں ہے کہ وہ اپنی استطاعت کی پہنچ تک ان کے اندر وسوسہ ڈال دے، اور اگر یہ کہا جائے کہ بطریق مفہوم موافقت یہ لیا جائے کہ وہ وسوسہ کے ذریعہ بھی ان پر مسلط نہیں ہو سکتا ہے؛ کیونکہ جب اسے ان کی راہ

① الجواب الکافی : ص ۵۰۔ ② بخاری (۱/۱۲۶ ، فتح الباری) ، مسلم (۱۰/۲۸ بشرح النووی)۔

میں بھی چلنے سے روک دیا گیا ہے تو یہ بات تو بدرجہ اولی ہوگی کہ وہ انہیں اس طرح لاحق نہ ہو کہ ان کے اندر وسوسہ ڈال سکے، لہٰذا یہ ممکن ہے کہ انہیں شیطان سے محفوظ کر دیا گیا ہو۔

بیان کرتے ہیں : اور الأوسط میں طبرانی کے یہاں حضرت عائشہ کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں :

''إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَلْقَى عُمَرَ مُنْذُ أَسْلَمَ إِلَّا خَرَّ بِوَجْهِهِ''

''یقیناً جب سے عمر مسلمان ہوئے ہیں شیطان ان کے سامنے آتے ہی اپنے منہ کے بل گر جاتا ہے''۔ ①

- **اے مسلم برادر !** دیکھ قوت ایمانی کس طرح شیطان پر اثر انداز ہوتی ہے اور وہ کس درجہ خوف اور فرار پر مجبور ہو جاتا ہے۔

لہٰذا رحمان سے اپنا رشتہ مضبوط کر کے اپنے اندر قوت پیدا کر لے تا کہ شیطان کے لئے نرم چارہ نہ ثابت ہو۔

کافر اور مومن کے شیطان کا فرق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''مومن کے شیطان اور کافر کے شیطان کی آپس میں ملاقات ہوئی تو دیکھا گیا کہ کافر کا شیطان چکنا اور موٹا تھا، اور لباس پہنے ہوئے تھا، جبکہ مومن کا شیطان دبلا پتلا، پراگندہ بال اور ننگا تھا، تب کافر کے شیطان نے مومن کے شیطان سے کہا: آخر تو اس قدر دبلا پتلا کیوں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں ایک ایسے شخص کے ساتھ رہتا ہوں جو کھانا کھاتا ہے تو بسم اللہ کہہ کر کھاتا ہے، اس لئے میں بھوکا رہ جاتا ہوں، جب وہ پانی پیتا ہے تو بھی اللہ کا نام لیتا ہے اور میں پیاسا رہ جاتا ہوں، جب وہ کپڑا پہنتا ہے تو بھی اللہ کا نام لیتا ہے اور میں ننگا رہ جاتا ہوں، اور جب وہ تیل لگاتا ہے تو بھی اللہ کا نام لیتا ہے اور میں پراگندہ بال رہ جاتا ہوں۔

تب (کافر کے شیطان نے) کہا :

مگر میں ایک ایسے آدمی کے ساتھ ہوں جو ایسا کوئی کام نہیں کرتا ہے اس لئے میں اس کے کھانے، پینے اور لباس میں شریک رہتا ہوں''۔

اور یہی تو شیطان کی تمنا ہوتی ہے، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں''۔ ②

① فتح الباری : ۷/۴۷۔ ② وقاية الانسان من الجن والشيطان ص ۱۴۲-۱۴۳ مگر اس روایت کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

● ابن ابی الدنیا نے قیس بن حجاج سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

میرے شیطان نے مجھ سے کہا: جب میں تیرے اندر آیا تھا تو اونٹ کی مانند تھا مگر میں آج تیرے اندر چڑیے کی طرح ہو گیا ہوں۔ بیان کرتے ہیں، میں نے پوچھا: آخر ایسا کیونکر ہوا؟ تو اس نے کہا: اس لئے کہ تم مجھے کتاب اللہ سے گھلا دیتے ہو۔ [1]

● شیطان کو مغلوب کرنے کا شرعی طریقہ :

''عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَمَّنْ كَانَ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَهُ عَلَى حِمَارٍ، فَعَثَرَ الْحِمَارُ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَقُلْ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، تَعَاظَمَ الشَّيْطَانُ فِي نَفْسِهِ، وَقَالَ: صَرَعْتُهُ بِقُوَّتِي، فَإِذَا قُلْتَ: بِسْمِ اللهِ، تَصَاغَرَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ حَتَّى يَكُونَ أَصْغَرَ مِنْ ذُبَابٍ''

''ابوتمیمہ ہجیمی نے ایک صحابی سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ردیف تھے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا : میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا کہ وہ گدھا پھسل گیا، میں نے کہا: شیطان برباد ہو، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا : ''یہ نہ کہو کہ شیطان برباد ہو، کیونکہ جب تم یہ کہتے ہو کہ شیطان برباد ہو تو وہ کہتا ہے میں نے اسے اپنی قوت سے پیچ دیا ہے، اور جب تم بسم اللہ کہتے ہو تو وہ اپنے آپ میں اتنا حقیر ہو جاتا ہے کہ مکھی سے بھی چھوٹا ہو جاتا ہے''۔ [2]

● مومن سے شہوتوں میں غرق ہو جانے کا اندیشہ نہیں :

جہاں تک شہوتوں میں منہمک ہو جانے یا شدید غفلت کا شکار ہو جانے والی بات ہے تو ایک سچے مومن سے ایسا اندیشہ کم ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ تو میدان جنگ میں تعینات ایک فوجی کی طرح ہوتا ہے جو اپنے زرہ بکتر اور اسلحوں سے لیس ہو کر کسی بھی اچانک حملے کے لئے ہمہ وقت تیار کھڑا رہتا ہے۔

● اس کے احتیاط کا عالم :

اس کے احتیاط کا عالم تو وہی ہوتا ہے جیسا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

''إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الفَاجِرَ يَرَى

---

[1] حوالہ مذکور۔

[2] صحیح الترغیب والترهیب للالبانی حدیث نمبر ۳۱۲۹ اسے احمد، بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حدیث صحیح ہے۔

ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ''فَقَالَ بِهِ هَكَذَا، قَالَ أَبُو شِهَابٍ : بِيَدِهِ فَوْقَ أَنْفِهِ.

''ایک مومن اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے جیسے وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا اور ڈرتا ہو کہ وہ اس کے اوپر ہی آ گرے گا، اور ایک فاجر شخص اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے کوئی مکھی ناک پر آئی ہوا اور اس نے اسے یوں کر دیا ہو۔ ابوشہاب نے ناک کے اوپر سے ہاتھ کو گزارا۔ (جیسے مکھی اڑائی جاتی ہے)''۔ ①

دل کی اہمیت

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''دل ان اعضا کے لئے ایسے ہی ہے جیسے کوئی بادشاہ ہوتا ہے جو اپنے فوجیوں کے متعلق تصرف کرتا رہتا ہے، جس کے حکم پر وہ سب کاربند ہوتے ہیں اور وہ انہیں جہاں چاہتا ہے استعمال کرتا ہے، لہٰذا سب اس کی غلامی اور غلبے کے ماتحت ہوتے ہیں، اسی سے انہیں استقامت وانحراف کا حصول ہوتا ہے، اور جوارادے وہ باندھتا اور کھولتا ہے وہ انہیں کی پابندی کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ''

''آگاہ رہو کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو پورا جسم ٹھیک ٹھاک رہتا ہے''۔ ②

● ہاں وہی ان کا بادشاہ ہے اور وہ سب اس کا حکم بجالانے والے ہیں، جو ہدایت وہ لے آتا ہے وہ سب اسے قبول کرتے ہیں اور ان کا کوئی کام اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ اسی کے قصد اور نیت کے ساتھ نہ چلیں، کیونکہ وہی ان سب کا ذمہ دار ہے، اور ہر ذمہ دار سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ ③ اھ.

● **اسی لئے ابتلاو آزمائش کا مقام دل ہی ہوتا ہے۔**

''قَالَ حُذَيْفَةُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا، نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا، نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتَّى تَصِيرَ عَلَى قَلْبَيْنِ، عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا

---

① بخاری / ک الدعوات / ب التوبۃ (۶۳۰۸ فتح)، احمد : ۱/ ۳۸۳ (۳۶۲۷ شاکر) ترمذی / صفۃ القیامۃ (۲۶۵۱ تحفۃ)۔
دیکھئے : النذير العريان ص ۳۳

② بخاری (۱/ ۱۲۶ فتح الباری)، مسلم (۱۰/ ۲۸ بشرح نووی)۔ ③ اغاثة اللهفان : ۱/ ۵۔

تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ، مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ''۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا :

''فتنے دلوں پر چٹائی کے عرض کی طرح تنکا تنکا پیش کئے جاتے ہیں، پھر جو بھی دل انہیں پی لیتا ہے، اس میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور جو دل انہیں رد کر دیتا ہے اس میں ایک سفید نکتہ ڈال دیا جاتا ہے یہاں تک کہ دل دو طرح کے ہو جاتے ہیں: ایک تو چکنے پتھر کی طرح سفید دل ہو جاتا ہے جس کو کوئی فتنہ اس وقت تک نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک آسمان و زمین باقی رہیں گے۔ اور دوسرا خاکستری رنگ کا سیاہ ہو کر کوزے کی مانند اوندھا ہو جاتا ہے نہ معروف کو معروف نہ منکر کو منکر جانتا ہے بس وہی اس کے اندر ہوتا ہے جو کچھ وہ اپنی خواہشوں میں سے پیے ہوتا ہے''۔ ①

● دلوں پر تھوڑا تھوڑا کر کے فتنوں کو پیش کرنے کی مثال یوں بیان کی ہے جیسے چٹائی کے تنکے جو اس کا میٹریل ہوتے ہیں جو ایک پر ایک رکھتے ہوئے تھوڑا تھوڑا کر کے لگائے جاتے ہیں، اور ان کے پیش کئے جانے کے وقت دلوں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں: ایک تو وہ دل ہوتا ہے کہ جیسے ہی فتنہ اس پر پیش کیا جاتا ہے وہ اسے اس طرح پی لیتا ہے جیسے اسپنج پانی کو جذب کر لیتا ہے، لہٰذا اس میں ایک سیاہ نکتہ ڈال دیا جاتا ہے، پھر وہ ہر فتنے کو جو اس پر پیش کیا جاتا ہے پیے چلا جاتا ہے یہاں تک کہ سیاہ ہو کر الٹ جاتا ہے۔

یہی مطلب ہے کوزے کی طرح اوندھا ہو جانے کا، یعنی اوندھا ہو جاتا ہے الٹ جاتا ہے،

پھر جب وہ سیاہ ہو کر الٹ جاتا ہے تو ان دونوں آفتوں کی وجہ سے اسے دو ایسی خطرناک بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں جو اسے بالآخر ہلاکت سے دوچار کر دیتی ہیں۔

● **ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ :**

معروف و منکر اس پر مشتبہ ہو کر رہ جاتے ہیں پھر نہ تو وہ معروف کو معروف جانتا ہے نہ منکر کو منکر، اور کبھی تو یہ مرض اس کے اندر اس قدر مستحکم ہو جاتا ہے کہ وہ معروف کو منکر، منکر کو معروف، سنت کو بدعت، بدعت کو سنت، حق کو باطل اور باطل کو حق ماننے لگتا ہے۔

---

① مسلم : ۲/۱۷۱۔

- **اور دوسری یہ ہے کہ :**

وہ نبی ﷺ کی لائی ہوئی چیزوں پر اپنی خواہشات کو حکم مقرر کر دیتا ہے، اور اپنی خواہش ہی کا غلام اور پیروکار بن کر رہ جاتا ہے۔

- **اور سفید دل کا حال یہ ہوتا ہے کہ :**

نور ایمان اس میں جگمگا رہا ہوتا ہے، اس میں اسی کی شمع فروزاں رہتی ہے، پھر جب کوئی فتنہ اس پر پیش کیا جاتا ہے تو وہ اسے ٹھکرا دیتا ہے، رد کر دیتا ہے، اس طرح اس کی روشنی، چمک اور قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جو فتنے دلوں پر پیش کئے جاتے ہیں وہی ان کے امراض کا سبب بن جاتے ہیں، یہ شہوتوں کے فتنے ہیں، شبہات کے فتنے ہیں، بے راہ روی اور گمراہی کے فتنے ہیں، معصیتوں اور بدعتوں کے فتنے ہیں، ظلم اور جہالت کے فتنے ہیں، لہٰذا پہلی بیماری تو قصد وارادہ کے فساد کا موجب بنتی ہے اور دوسری علم واعتقاد کے فساد کا موجب ہوتی ہے [1] ۔اھ

- **علامہ ابن القیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں :**

''جب اللہ کے دشمن ابلیس کو معلوم ہوا کہ سارا مدار واعتماد دل ہی پر ہے تو اسی پر وسوسے وارد کرنے لگا، اور مختلف قسم کی شہوتوں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوا، اور اس کے سامنے ایسے ایسے احوال واعمال مزین کئے جو اسے راہ راست سے باز رکھیں، اسے ایسے گمراہی کے اسباب فراہم کئے جو اسے اسباب توفیق سے کاٹ دیں، اس کے لئے بڑے بڑے پھندے لگائے اور جال بچھائے، اگر وہ ان میں پھنسنے سے بچ بھی گیا تو اس کی راہ تو ضرور ہی کھوٹی ہوگئی، حقیقت یہ ہے کہ اس کے پھندوں اور جالوں سے نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہمہ وقت اللہ سے مدد مانگی جائے، اور ایسے اسباب کو بروئے کار لایا جائے جن سے اس کی رضامندی کا حصول ہو، دل اس کی پناہ میں جائے، اپنی حرکات وسکنات میں اسی کی طرف متوجہ رہے اور عبودیت کی انکساری کا حصول ہو جس سے انسان کا مزین ہونا سب سے پہلا کام ہے، تا کہ اسے ﴿ إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ﴾ [الاسراء:٦٥]۔میرے بندوں پر تجھے کچھ غلبہ نہ ہوگا کی ضمانت میں داخلہ مل جائے۔ کیونکہ یہی نسبت بندے اور شیطانوں کے درمیان کا راستہ کاٹ دینے والی ہے، اور اسی کا حصول رب العالمین کے مقام عبودیت کی تکمیل اور دل کو اخلاص عمل اور دوام یقین کا احساس

---

[1] اغاثة اللهفان : ١/١٢۔

دلانے کا سبب ہے، جب دل عبادت واخلاص پی لیتا ہے تو وہ اللہ کے مقربین میں سے ہو جاتا ہے، اور اس استثناء ﴿ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴾ [الحجر:۴۰]۔سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے ہیں۔ میں شامل ہو جاتا ہے[1]۔اھ

شیطان کو انسان پر داخلہ کیسے ملتا ہے؟

- **ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''وہ تو لوگوں پر بقدر استطاعت ہی داخل ہوتا ہے، اور اس کی استطاعت میں کمی زیادتی ان کی بیداری وغفلت اور جہالت وعلم کے بقدر ہوتی ہے۔

جان لو کہ دل اس قلعے کی مانند ہے جس پر کچھ فصیلیں ہیں، ان فصیلوں کے کچھ دروازے ہیں اور ان میں کچھ روزن بھی ہیں، اور اس کے باشندے عقل اور فرشتے ہیں جن کی آمد ورفت کا سلسلہ اس قلعے میں جاری رہتا ہے، اس کے دونوں کناروں پر باڑا ہے جس میں خواہش اور شیاطین رہتے ہیں، وہ اس باڑے میں بلا روک ٹوک آتے جاتے رہتے ہیں، اور قلعہ والوں اور باڑا والوں کے درمیان جنگ چھڑی رہتی ہے، شیاطین ہمیشہ اس قلعے کے ارد گرد چکر لگاتے رہتے ہیں، اس بات کی جستجو میں رہتے ہیں کہ چوکیدار غافل ہوں اور وہ کوئی روزن کھلا پائیں تو اندر ہو لیں، لہٰذا چوکیدار کو چاہیے کہ وہ قلعے کے تمام دروازوں اور روزنوں سے آگاہ ہو جن کی حفاظت کے لئے اسے مقرر کیا گیا ہے اور ایک لمحہ بھی نگہبانی سے غافل نہ ہو، کیونکہ دشمن کبھی نچلا نہیں بیٹھتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری سے پوچھا: کیا ابلیس سوتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: اگر وہ سوتا ہوتا تو ہمیں راحت مل جاتی۔

یہ قلعہ ذکر سے روشن اور ایمان سے جگمگاتا رہتا ہے، اس میں ایک صیقل آئینہ ہے جس میں ہر گزرنے والے کی صورت نظر آتی ہے، لہٰذا اس باڑے میں سب سے پہلا کام شیطان یہی کرتا ہے کہ وہاں سے خوب دھواں چھوڑتا ہے جس سے قلعے کی دیواریں سیاہ اور آئینہ زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور دشمن حملے کرتا رہتا ہے، کبھی کبھی حملہ کرتے ہوئے قلعے میں گھس آتا ہے مگر چوکیدار اس پر دھاوا بولتے ہوئے اسے کھدیڑ دیتا ہے،

---

[1] اغاثة اللهفان : ۶/۱۔

مگر کبھی وہ اندر آ کر فساد مچا دیتا ہے، اور چوکیدار کی غفلت کی وجہ سے وہیں ڈیرا بھی جما لیتا ہے، اور کبھی دھوئیں کو بھگانے والی ہوا تھم جاتی ہے تو قلعے کی دیواریں سیاہ ہو جاتی ہیں، آئینہ زنگ آلود ہو جاتا ہے، پھر شیطان یوں گزرتا ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں چلتا ہے، اور کبھی چوکیدار کی غفلت کی وجہ سے خود اسے ہی زخمی کر دیتا ہے، اسے قید کر لیتا ہے اور اپنے کام پر لگا دیتا ہے، اور وہاں ڈیرا جمائے ہوئے خواہش کی موافقت اور مدد کے لئے حیلے پر حیلے نکالتا ہے اور فقیہ شر کی طرح ہو جایا کرتا ہے۔

بعض سلف نے فرمایا کہ میں نے شیطان کو دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا:

میں لوگوں سے ملتا تھا تو انہیں سکھایا کرتا تھا مگر اب حال یہ ہو گیا ہے کہ جب میں ان سے ملتا ہوں تو انہیں سے سیکھتا ہوں۔ کبھی کبھی شیطان کسی ذہین وفطین انسان پر حملہ آور ہوتا ہے تو اس کے ساتھ خواہش کی سجی سجائی دلہن بھی ہوتی ہے، جب یہ ذہین انسان اس کی طرف دیکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے تو وہ اسے باندھ لیتا ہے۔

اور سب سے مضبوط بندش جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے جہالت ہے، اور ان بندشوں میں قوت کے اعتبار سے متوسط خواہش ہوتی ہے، اور ان میں سب سے کمزور بندش غفلت ہوتی ہے، اور جب تک ایمان کی زرہ مومن پر ہوتی ہے دشمن کا تیر اس کے جان لیوا مقام تک نہیں پہنچ پاتا ہے''[1]۔اھ

- **شیاطین اہل بدعت کے ساتھ خوب کھیلتے ہیں:**

''اس کے بعد انھوں نے بسند خویش اعمش سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ہم سے ایک شخص نے بیان کیا جو جنوں سے گفتگو کیا کرتا تھا کہ انھوں نے کہا: ایک متبع سنت ہمارے لئے سب سے ٹیڑھی کھیر ثابت ہوتا ہے، جبکہ ہم اہل بدعت کے ساتھ کھیلنے کی طرح کھیلتے ہیں''۔اھ

اور اے مسلم برادر! یہ جان لو کہ شیطان تو صرف اسی دل پر راہ پاتا ہے جو ذکر وتقویٰ اور اخلاص ویقین سے خالی ہوتا ہے، پھر جب وہ اس میں وسوسے ڈالتا ہے تو اسے جگہ خالی ملتی ہے بس وہ وہاں ڈیرا جما لیتا ہے اور جم کر بیٹھ جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا:

أَتَانِیْ هَوَاهَا قَبْلَ أَنْ أَعْرِفَ الْهَوٰی
فَصَادَفَ قَلْبًا خَالِیًا فَتَمَكَّنَا

---

① تلبیس ابلیس: ۳۸۔

''میرے پاس اس کی محبت اس وقت آئی جب میں محبت کو جانتا ہی نہیں تھا، تب میرا دل اسے خالی مل گیا اور وہ وہاں جم کر بیٹھ گئی''۔

مگر جب دل ایمان سے آباد ہو، تقویٰ سے ملبوس ہو، ذکر سے مضبوط ومحفوظ ہو تو شیطان کو اس پر قابو نہیں ملتا نہ وہ اس پر آنے کی کوئی راہ پاتا ہے۔

اور سب سے بڑی آفت تو اس وقت ہوتی ہے جب دل خواہشات اور شہوتوں سے بھرا ہو کیونکہ یہی دونوں شیطان کی غذا ہیں اس حالت میں اسے بھگانا ممکن نہیں ہوتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک بھوکا کتا ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرتا ہے جس کے سامنے گوشت رکھا ہو، تو چاہے جتنا بھی وہ اسے ڈانٹے وہ وہاں سے ہٹنے پر آمادہ نہیں ہوتا مگر جب وہ گوشت اس کے سامنے سے ہٹا لیا جائے تو وہ کتا وہاں سے مایوس ہو کر لوٹ جاتا ہے، یہی حال اس آدمی کا ہوتا ہے جس کا دل شہوتوں سے بھرا ہو، اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ پہلے اسے ان شہوتوں سے پاک کرے پھر اسے تقویٰ سے معمور کرے، پھر اس کیفیت میں جب وہ **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم** کہتا ہے تو شیطان ادھر سے پلٹ جاتا ہے۔

جو شخص اس حقیقت کو سمجھ گیا اسے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کہ بہت سے لوگوں کو **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم** کہنے کا فائدہ کیوں نہیں ملتا ہے؟

استعاذہ (شیطان سے پناہ مانگنا) اس وقت تک شیطان کو باز رکھنے والا نہیں ہوتا ہے جب تک پناہ مانگنے والا دل شیطان کی غذا سے خالی اور ایمان وتقویٰ سے آباد نہ ہو۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُواْ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ [الاعراف:۲۰۱]۔

''یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے، تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں''۔

یہ آیت متقیوں کے ساتھ خاص ہے دوسروں کے لئے نہیں ہے۔ [1]

---

[1] دیکھیے : حوالہ مذکور۔

دماغی امراض کے چند مادی اسباب

ذیل میں اجمالی طور پر دماغی امراض کے چند اسباب بیان کئے جارہے ہیں :

۱۔ **الالتهاب السحائی**۔گردن توڑ بخار (Meningitis)

۲۔ **خراج**۔پھوڑا (Furuncle)

۳۔ **اصابات الرأس**۔سر کی چوٹیں (Head injuries)

۴۔ **نزیف داخلی**۔داخلی طور پر خون کا رساؤ (Internal bleeding)

۵۔ **أمراض التمثیل الغذائی** (میٹابولک امراض) (Metabolic diseases) مثلاً خون میں کیلشیم کی کمی۔

۶۔ **التسمم بالرصاص**۔سیسے سے سمیت کا شکار ہونا (Lead Poisoning)

۷۔ **التخلف العقلی**۔عقلی نشوونما میں خلل (Mental retardation)

۱۔ **الأورام المختلفة داخل المخ**۔ دماغ کے اندر مختلف اورام
(Different tumor within the brain)

۲۔ **امراض الأوعیه الدمویة بالمخ**۔دماغ میں موجود خون کی وریدوں کی بیماریاں
(Vascular diseases of the brain)

جو ہائی بلڈ پریشر کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں، یا داخلی طور پر خون کے رساؤ کے نتیجے میں وجود میں آتی ہیں، یا دماغ میں خون جم جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں یعنی (stroke) کی شکایت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ پچاس سال سے اوپر کی عمر والوں میں اس مرض کے اہم اسباب یہی ہیں۔

۳۔ **اصابات الدماغ**۔دماغی چوٹیں (Brain injuries)

۴۔ **الالتهابات المختلفة للمخ وأغشیته**۔دماغ اور اس کے پردوں پر رونما ہونے والے مختلف قسم کے انفیکشن (Diffrent infections of the brain and its membranes)

۵۔ **بعض انواع السموم**۔بعض زہریلی اشیاء (Some kind of toxins)

خصوصا منشیات کی لت کی وجہ سے دماغ پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کی وجہ سے دماغ میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

چند بیماریوں کی تفصیلات جن میں جنوں کا عمل دخل تسلیم کیا جاتا ہے

• **حد سے بڑھا ہوا رنج وغم (Depression)**

اس بیماری میں آدمی کا رنج وغم حد سے تجاوز کر جاتا ہے، یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے جو کثرت سے واقع ہوتی ہے، بلکہ سب سے زیادہ منتشر ہے، جہاں تک ہلکے پھلکے رنج وغم کی بات ہے تو یہ تو انسان کے فطری جذبات کا حصہ ہیں اور شاید ہی کوئی شخص حتی کہ مومن بھی ان سے محفوظ رہتا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ إِنَّمَا ٱلنَّجْوَىٰ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ لِيَحْزُنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ﴾ [المجادلة:۱۰]۔

''(بری) سرگوشیاں پس شیطانی کام ہے جس سے ایمان داروں کو رنج پہنچے''۔

مگر جب غم حد سے تجاوز کر کے انسان پر حاوی ہو جاتا ہے تو وہ : ''اکتئاب'' (Depression) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

نفسیاتی امراض کے ضمن میں اس کا تعلق وجدانی اضطرابات (mood disorders) سے جوڑا جاتا ہے اور ان دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں بیماری کا اثر مزاج پر پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے اس میں خلل واقع ہو جاتا ہے، تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ کسی بھی طبقے کے افراد میں اس بیماری کی شرح (۵-۱۰%) ہے، اسی طرح دنیا میں عاجزی (disability) کا سبب بننے والے امراض کی فہرست میں اس کا نمبر چوتھا ہے اور ریسرچ اسکالروں کے مطابق یہ مرض (۲۰۲۰ء) کے آتے آتے اس کا دوسرا سبب بن جائے گا۔

• **ڈپریشن کی علامات :**

۱۔ تنگ دلی اور غم کا احساس۔ ۲۔ کھانے کی اشتہا ختم ہو جانا۔ پہلے جن چیزوں میں لذت محسوس ہوتی تھی، جن کی چاہت اور طلب ہوتی تھی اب ان میں ایسی کوئی جاذبیت نہیں رہ جاتی۔ ۳۔ ارتکاز میں کمی اور بھول جانے کا احساس۔ ۴۔ بے خوابی، نیند میں اضطراب، اور وزن میں کمی۔ ۵۔ جنسی رغبت کا کم ہو جانا۔ ۶۔ معمولی سی محنت پر سخت تکان اور پریشانی کا احساس اور چستی ونشاط کا فقدان۔ ۷۔ مریض کی خود اعتمادی ختم ہو جاتی ہے، اس کے اندر معمولی فیصلے لینے کی بھی صلاحیت نہیں رہ جاتی ہے، اسے ایسا لگتا ہے جیسے اس دنیا میں اس کی کوئی قدر

و قیمت نہیں رہ گئی ہے، اس کے اندر اتنی قنوطیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اسے ہر پہلو سے مستقبل تاریک نظر آنے لگتا ہے، وہ اپنے لئے موت کا فیصلہ کرنے پر غور و فکر کرنے لگتا ہے اور اس کا یہ جذبہ اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ وہ اس کی خواہش اور تمنا کرنے لگتا ہے۔ بالآخر وہ اس زندگی سے چھٹکارا پانے کے لئے خودکشی کی سوچنے لگتا ہے بلکہ اس کے لئے اقدام بھی کر دیتا ہے، کبھی اس میں کامیاب ہو جاتا ہے اور کبھی ناکامی کا سامنا ہوتا ہے، ڈپریشن کی بیماری میں پیدا ہونے والی یہ سب سے سنگین اور اہم کیفیت ہوتی ہے۔ ڈپریشن کی بیماری میں کبھی کبھی انشقاق ذہنی کی بعض علامتوں واہمے وغیرہ کا بھی ظہور ہونے لگتا ہے جو عام طور پر مریض کی رنجیدہ مزاجی سے ہم آہنگ ہوتی ہیں، مثلاً غلط طور پر مریض کو فقر و محتاجی کا یا کسی غلطی کا احساس ہونے لگتا ہے یا مریض خود کو عالمی حوادث کا براہ راست ذمہ دار سمجھنے لگتا ہے۔ مثلاً جو آفات سماویہ یا جنگیں وغیرہ واقع ہوتی ہیں یا متوقع ہوتی ہیں ان کا ذمہ دار وہ خود کو قرار دیتا ہے، اسی طرح اس کے اندر فریب خیال وغیرہ کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ڈپریشن والی ذہول کی حالت اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔

• ڈپریشن کے اسباب :

۱۔ خارجی اسباب۔ ۲۔ داخلی اسباب۔

اول : خارجی اسباب :

یہ وہ اسباب ہوتے ہیں جو انسانی ذات کے باہر رونما ہوتے ہیں، مثلاً دنیاوی حادثات وغیرہ۔

کسی کا عزیز فوت ہو گیا، مال جاتا رہا، سماجی رتبے اور قدر و منزلت میں کمی آ گئی یا دیگر اسی طرح کے واقعات رونما ہوئے، پھر ایسی صورت میں اگر انسان کے اندر ایمانی قوت دفاع کمزور یا معدوم رہی تو وہ مختلف مراحل سے گزرتا ہوا بالآخر ڈپریشن کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے۔

دوم : داخلی اسباب :

یہ وہ اسباب ہوتے ہیں جو انسانی اعضاء کی داخلی ترتیب سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً دماغی خلیوں کا متاثر ہونا، تھائرائد ہرمونز (Thyroid hormones) کی کمی، یا متعین وٹامنوں کا کم ہو جانا۔

• اگر ڈپریشن کا تعلق نفس کی بیماریوں سے ہو تو پھر رنج و غم کا علاج قرآن و سنت سے کرنا چاہیے بالخصوص جبکہ اس کا تعلق خارجی اسباب سے ہو، ایسے انسان کا علاج اللہ تعالیٰ، قضاء و قدر پر ایمان صبر کرنے والے کے اجر و ثواب

کی یاددہانی اور نصیحت کے ذریعہ کرنا چاہیے، اس کے سامنے صحابہ کی سیرت اور ائمہ دین کے حالات زندگی پیش کئے جائیں اور رنج وغم، حزن وملال اور کرب کے خاتمے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ادعیہ واذکار کو کثرت سے پڑھنے کی تلقین کی جائے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

• قلق، بے چینی اور پریشانی کی مسنون دعائیں :

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کرب) بے چینی و پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے :

''لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ العَظِيمُ الحَلِيمُ، لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ العَرْشِ العَظِيمِ، لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الأَرْضِ، وَرَبُّ العَرْشِ الكَرِيمِ''

''نہیں ہے کوئی معبود برحق اس اللہ کے سوا جو عظمت والا ہے بردبار ہے، نہیں ہے کوئی معبود برحق اس اللہ کے سوا جو باعزت عرش کا رب ہے، نہیں ہے کوئی معبود برحق اس اللہ کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، باعزت عرش کا رب ہے''۔ ①

۲۔ جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی مشکل اور پریشان کن معاملہ درپیش ہوتا تو آپ فرماتے :

''يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ''

''اے ہمیشہ زندہ رہنے والے، کائنات کو تھامنے والے میں تیری رحمت کی فریاد کرتا ہوں''۔ ②

۳۔ سنن ابوداود میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : دکھ کے ماروں کی دعا ہے :

''اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ''

''اے اللہ میں تیری ہی رحمتوں کا امیدوار ہوں، پس تو مجھے پلک جھپکنے بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر، اور میرے لئے میرے سارے کام بنادے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے''۔ ③

۴۔ اسی میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا : کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جنھیں تم دکھ کے وقت یا پریشانی میں کہا کرو :

① بخاری : ۷۴۳۱، مسلم : ۶۹۲۱۔ ② ترمذی : ۳۵۲۴۔ ③ صحیح وضعیف سنن ابی داود : ۵۰۹۰۔

''اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا''

''اللہ سب سے بڑا ہے میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا ہوں''۔ ①

اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا سات بار کرے۔

۵۔ اور مسند امام احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس بندے کو کوئی فکر یا غم لاحق ہوا اور اس نے کہا :

''اللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، وَ ابْنُ عَبْدِكَ، وَ ابْنُ أَمَتِكَ ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجِلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي''

''اے میرے اللہ! یقینا میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ میں جاری ہے، میرے متعلق تیرا فیصلہ مبنی بر انصاف ہے، میں ہر اس نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو تیرا ہے، جس سے تو نے خود کو موسوم کیا ہے، یا اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے، یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اسے تو نے اپنے پاس علم غیب کے ساتھ خاص کر رکھا ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غموں کے خاتمے (کا سبب) اور میری فکر اور اندوہ کے ازالے (کا سبب) بنا دے۔

تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کے غم و اندوہ کا خاتمہ کر دے گا اور اس کی جگہ خوشی لائے گا''۔ ②

۶۔ اور سنن ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''ذوالنون (علیہ السلام) کی وہ دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی :

''لَاإِلٰهَ إِلَّاَ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ''

''تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں سے ہو گیا ہوں''۔

جب کبھی کوئی مسلمان کسی بھی چیز کے لئے یہ دعا مانگے گا تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی''۔ ③

اور ایک روایت میں ہے کہ میں ایک ایسی بات جانتا ہوں کہ کوئی بھی الم رسیدہ اگر اسے پڑھے گا تو اللہ اس کا دکھ

---

① صحیح وضعیف سنن ابی داود : ۱۵۲۵۔ ② مسند احمد : ۱۲/ ۳۷ الصحیحه للالبانی : ۱۹۹۔

③ ترمذی: ۳۵۰۵۔

دور کردے گا، وہ ہے میرے بھائی یونس کی دعا۔

۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا:

''اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَ الْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ''۔

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے، عاجزی اور سستی سے، بخیلی اور بزدلی سے، قرض کے چڑھ جانے سے اور لوگوں کے غلبہ سے''۔ ①

فائدہ: ان تکلیفوں کے خاتمے کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ مضبوط کرے، گناہوں سے توبہ کرے، عقیدے کی اصلاح کرے، توحید کے تقاضوں کو سمجھے اور پورا کرے، اعمال صالحہ انجام دے اور اس بات کا پکا یقین رکھتے ہوئے صدق دلی کے ساتھ اللہ سے دعا کرے کہ اس کی مصیبتوں کا دور کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اور اللہ سے اچھی امید رکھتے ہوئے یہ سلسلہ جاری رکھے، جلد بازی اور گھبراہٹ کا مظاہرہ نہ کرے۔ نیز پنجوقتہ نمازوں کی وقت کی پابندی کے ساتھ ادائیگی کا خاص خیال رکھے۔ اور ذکر اور دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرے۔

● طبی معالجہ:

اگر اس بیماری کا سبب داخلی ہو تو پھر اس مرض کے ڈاکٹروں سے رجوع کرنا چاہیے۔ بالخصوص جبکہ میڈیکل چیک اپ اور طبی آلات کے ذریعہ اس بات کا پتہ چل جائے کہ اس کا سبب دماغی خلیوں میں واقع ہونے والا کوئی نقص یا ہارمونز کی کمی ہے تو پھر اس کا طبی معالجہ کرالینا چاہئے، مگر جب کوئی واضح طبی سبب معلوم نہ ہوسکے تو پھر قرآنی رقیہ کے ذریعہ علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے اس میں شیطانی وسوسوں اور ان کی چالوں کا کچھ عمل دخل ہو، اور قرآنی علاج اور طبی علاج میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے۔

● قلق واضطراب (Anxiety):

اس کا مطلب ہے حرکت واضطراب اور عدم اطمینان۔

① بخاری حدیث نمبر: ۲۸۹۳۔

قلق (Anxiety) ایک نفسیاتی بیماری ہے جس میں اضطراب و بے چینی، اور خوف وتوقع پائی جاتی ہے، اب چاہے ان کا تعلق محدود متعین چیزوں سے ہو یا پھر وہ امور غامض ہوں اور سمجھ میں نہ آتے ہوں، کبھی یہ بیماری مزمن بھی ہوتی ہے۔

یوں تو مخصوص حالات وظروف میں قلق واضطراب کا شکار ہر آدمی ہوتا ہے مگر قوت برداشت، معنوی طاقت وتوانائی اور شخصی استعداد کے اعتبار سے مختلف افراد میں اس کے اثرات الگ الگ ہوتے ہیں اور مقدار احساس میں بھی فرق ہوتا ہے، اسی طرح کسی فرد کا احاطہ کرنے والے حالات وظروف اور اس کے ساتھ رونما ہونے والے حادثات کی نوعیت کا بھی اپنا اثر ہوتا ہے۔

قلق (Anxiety) کی علامتیں :

۱۔ دل کا درد اور اس کی دھڑکنوں کے نظام میں عدم توازن۔ ۲۔ توازن کے فقدان اور تباہی وبربادی کا احساس۔ ۳۔ مسلسل اور شدید سر درد۔ ۴۔ نیند میں کروٹیں بدلتے رہنا اور شدید بے خوابی کا شکار ہونا۔ ۵۔ یاداشت کا کمزور ہو جانا اور کسی چیز پر غور وفکر کرنے میں دشواری محسوس کرنا۔

قلق کی اور بھی بہت سی علامتیں ہیں۔

• قلق کے اسباب :

ان میں سب سے اہم اسباب حسب ذیل ہیں :

۱۔ کچھ معروف یا مبہم چیزوں کے متعلق برے نتائج کا خوف اور انتظار۔

۲۔ انسانی میلانات اور چاہتوں اور ان کے حصول کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں اور بندشوں کے درمیان تصادم اور کشمکش۔

۳۔ عقلی عجز یا جسمانی عجز، اور یہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں۔

قلق کی مدت جتنی لمبی ہوتی جاتی ہے مرض اتنا ہی مزمن ہو جاتا ہے، مشقت وعاجزی کی علامتیں بڑھتی جاتی ہیں، جسمانی بیماریاں شروع ہو جاتی ہیں اور اعضاء متاثر ہونے لگتے ہیں، مثلا دل کی بیماری، بلڈ پریشر، معدے اور انتڑیوں کا السر، بڑی آنت کی سوزش وغیرہ اور دیگر بیماریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔

اللہ کا ذکر، اہمیت اور مفہوم

- **قلق کا علاج :**

اگر قلق بے اطمینانی کا نام ہے تو پھر کتاب اللہ عزوجل اور نبی ﷺ کی سنت میں قلق کی بیماری کا علاج اور حفاظتی عمل دونوں موجود ہے :

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ ٱللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ﴾ [الرعد:۲۸]۔

''جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے''۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے مراد اس کی توحید کا بیان ہے جس سے مشرکوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے، یا اس کی عبادت، تلاوت قرآن، نوافل اور دعا و مناجات ہے جو اہل ایمان کے دلوں کی خوراک ہے، یا اس کے احکام و فرامین کی بجا آوری ہے، جس کے بغیر اہل ایمان و تقویٰ بے قرار رہتے ہیں۔

- **خوف اور اس کا علاج :**

اگر قلق کا سبب خوف اور برے حالات سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہو تو اسلام نے اس مشکل کا بھی علاج کیا ہے، انسان کے خوف کا سر چشمہ بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں :

رزق، موت اور خوشحالی و بدحالی، اور اللہ تعالیٰ ہی ان تینوں امور کا کفیل اور ضامن ہے۔

- **روزی کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے :**

رزق سے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَكَأَيِّن مِّن دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ٱللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ﴾ [العنکبوت:۶۰]۔

''اور بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے ہیں، ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے، اور وہ بڑا ہی سننے جاننے والا ہے''۔

﴿إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلرَّزَّاقُ ذُو ٱلْقُوَّةِ ٱلْمَتِينُ﴾ [الذاریات:۵۸]۔

''اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے''۔

﴿وَفِي ٱلسَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ [الذاریات:۲۲]۔

''اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے''۔

• مارنے والا اللہ ہے اور موت کا وقت مقرر ہے :

اور موت کے متعلق اللہ سبحانہ فرماتا ہے :

﴿وَهُوَ ٱلَّذِي يُحۡيِۦ وَيُمِيتُ وَلَهُ ٱخۡتِلَٰفُ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ﴾ [مومنون:۸۰]۔

''اور یہ وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور رات دن کے ردو بدل کا مختار بھی وہی ہے، کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں؟''۔

اور فرماتا ہے : ﴿إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُۚ لَوۡ كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ﴾ [نوح:۴]۔

''جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی۔ کاش تم جانتے ہوتے''۔

• خوشحالی اور بدحالی اللہ ہی کے ہاتھ ہے :

اسی طرح خوش بختی بد بختی، نفع نقصان یہ سب امور بھی تنہا اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، بلکہ اسی وقت انسان پر لکھ دئے گئے ہیں جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔

• چاہتوں کی تکمیل کے فطری تقاضے :

اگر قلق کا سبب داخلی کشمکش ہو کہ ایک طرف تو اس کی چاہتیں ہیں اور دوسری طرف رکاوٹیں ہیں جو اس کی ان چاہتوں کے حصول میں مانع ہیں تو قرآن نے انسان کی چاہتوں میں ایک سلیقہ اور نظام پیدا کر دیا اور انہیں ان کا صحیح مقام عطا کیا ہے، لہٰذا اسلام انسان کی قلبی اور جسمانی چاہتوں میں جو فطری ہوں رکاوٹ نہیں ڈالتا ہے بلکہ ان کی ضابطہ بندی کر کے ان کی تکمیل کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي''

''میں سوتا بھی ہوں قیام اللیل بھی کرتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں افطار کی حالت میں بھی رہتا ہوں اور عورتوں سے شادی کرتا ہوں۔ لہٰذا جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا''۔ [1]

بس اسلام کا کام یہ ہے کہ وہ فطری تقاضوں کو صحیح راہ پر لگا دیتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر : ۱۴۰۱۔

- **قلبی سکون اور اطمینان کے شرعی ذرائع :**

اسی طرح یہ عبادتیں : نماز، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن یہ سب انسان کے اندر اطمینان پیدا کرتی ہیں، اسے اس کے بلند و برتر آقا و مولی سے جوڑ دیتی ہیں، انسان کے اندر ایک روحانی قوت پیدا کرتی ہیں اور اسے بے بنیاد خوف اور اندیشوں سے دور کر دیتی ہیں، اس طرح انسان کے اندر تنہائی کا احساس ختم ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ خود کو براہ راست اپنے خالق و مولی اور اپنے مدبر امر سے جڑا پاتا ہے، اسی لئے نبی علیہ السلام سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ جب انہیں کوئی مشکل امر در پیش ہوتا تو فرماتے تھے :

''أَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ يَا بِلَالُ'' ''بلال ہمیں نماز سے راحت پہنچاؤ''۔ ①

اور فرمایا کرتے تھے : ''جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ''

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے''۔ ②

لہٰذا نماز آنحضرت علیہ السلام کے دلی آرام کا باعث اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآن وسنت کامل نظام زندگی کے حامل ہیں، ان میں حفاظتی تدبیریں، علاج اور قلق کے جملہ اثرات کے خاتمے کے ذرائع موجود ہیں۔

- **ہسٹیریا (Hysteria) :**

اس مرض کے متعلق ایک طبیب نے ہمیں حسب ذیل معلومات فراہم کی ہیں :

ہسٹیریا ایک بیحد جذباتی کیفیت کا نام ہے، بیسویں صدی میں لفظ ہسٹیریا استعمال کیا جاتا تھا اب یہ نام ترک کر دیا گیا ہے۔

بہت زیادہ غم، دکھ، پریشانی، فکر، تردد اور مسلسل ناکامیوں کی وجہ سے انسان جب جذبات سے مغلوب ہوجاتا ہے تو دماغی خلل کا شکار ہوجاتا ہے، مرد حضرات بھی اس میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن عورتیں زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ وہ مردوں کے مقابلے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں۔ وہ لڑکیاں جن کی عمر زیادہ ہوگئی ہے اور ان کی شادی نہ ہوئی ہو یا وہ عورتیں جو اپنے شوہر سے پوری طرح جنسی طور سے آسودہ نہ ہو پاتی ہوں ان میں کچھ پر جذباتی دورہ پڑتا ہے اور وہ پاگلوں جیسی حرکتیں کرتی ہیں جن کو جن زدہ سمجھ لیا جاتا ہے۔

① ابوداود میں اسی سے ملتی جلتی حدیث ہے ۴۹۸۵-۴۹۸۶ ، نیز صحیح الجامع : ۷۸۹۲ میں ہے: یا بلال أقم الصلاة أرحنابها۔

② مسند احمد : ۱۴۰۳۷ بسند حسن نیز دیکھیے : الصحيحة للالباني : ۱۸۰۹ اور ۱۱۰۷۔

• بغاوت کے رجحانات :

کچھ بچوں اور بچیوں میں جب وہ بلوغت کے قریب ہوتے ہیں شدید بغاوت کے رجحانات پیدا ہوتے ہیں اور وہ ماں باپ کی کوئی نصیحت اور کوئی سرزنش قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ان پر کسی نے جادو وغیرہ تو نہیں کر دیا ہے یا وہ جن زدگی کا شکار تو نہیں ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی ہے، وہ بچپن کی آزادی، اور خراب ماحول کی پرورش سے بگڑ جاتے ہیں اور اس کے بعد انہیں اپنی کسی آزادی پر قدغن گوارا نہیں ہوتا ہے، اور ان کی بری صحبت سے انہیں اپنے اندھے جذبات کے لئے ہر وقت غذا فراہم ہوتی رہتی ہے۔ موجودہ دور میں جدید وسائل شر کی فراوانی بھی ان کی بے راہ روی کو مہمیز کرتی رہتی ہے اس لئے وہ قابو میں نہیں آتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انہیں بری صحبت سے دور کیا جائے، ان کے لئے ایسی مشغولیتیں تلاش کی جائیں جو انہیں تخریبی خیالات سے دور لے جائیں اور وہ اپنے کاموں کے متعلق زیادہ سے زیادہ سنجیدہ ہونے لگیں، بیکاری بھی ایک بڑی مصیبت ہوتی ہے جس میں شیطان کو بہکانے کے مواقع زیادہ ہاتھ آتے ہیں۔ اور اللہ سے ان کی اصلاح کے لئے والدین خود بھی دعائیں کریں کیونکہ اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعائیں زیادہ قبول ہوسکتی ہیں مگر یاد رکھیں کہ خود اپنا بگاڑ بھی بسا اوقات اولاد کو سدھرنے نہیں دیتا ہے اس لئے اپنی اصلاح کی بھی فکر کریں۔

• الکٹرونک گیمس بھی بچوں میں دماغی دورے کا سبب بنتے ہیں :

جدید تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بچوں کی ایک بڑی تعداد کے دماغی دورے کا شکار ہونے میں الیکٹرونک گیمس کا بہت بڑا کردار ہے طبی رپورٹوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ الیکٹرونک گیموں کی چمک سے پیدا ہونے والی روشنی سے کچھ بچوں کی دماغی حساسیت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ برطانیہ میں ۳۰ سے ۴۰ ہزار دماغی دوروں کے مریض بچوں میں سے ۵% بچے الیکٹرونک گیموں کے مریض ہیں، جاپان میں یہ رپورٹ ملی کہ ۲۰۰ بچے جو اس سے قبل دماغی دوروں کے مریض نہیں تھے، میڈیکل چیک اپ کے بعد یہ ثابت ہوگیا کہ وہ سب الیکٹرونک گیموں کے مریض ہیں۔ اور آخر میں ایک رپورٹ فرانس سے آئی ہے کہ دس بچے الیکٹرونک گیموں کے دورے کے مریض پائے گئے ہیں۔ ①

---

① مجلة العلوم والتقنية۔ البرنامج الثانی عدد ۱۷/۱۱/۱۴۱۳ھ اذاعة المملكة العربية السعودية بحواله الطرق الحسان فی علاج أمراض الجان : ۲۲۳۔

• وہ علامتیں جو طبی دوروں کے مریضوں کو نمایاں کرتی ہیں :

۱۔ دوسروں کے متعلق پر تشدد اور عدوانی رجحانات۔ ۲۔ اپنی رائے کے لئے شدید تعصب رکھتا ہے مگر دوسروں کی خطائیں معاف کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ۳۔ اس کی انفعالی کیفیتیں اور جذبات ثقیل اور جامد ہوتے ہیں۔ ۴۔ کبھی کبھی کسی وجہ جواز اور سبب کے بغیر ہی پھٹ پڑتا ہے۔ ۵۔ اپنی باتوں اور معاملوں میں دوسروں کو کثرت سے دھوکے دیتا ہے۔ ۶۔ دوسروں سے شفقت اور تعاون کا منتظر رہتا ہے۔ ۷۔ اس کے مزاج میں تلون ہوتا ہے، گھڑی میں کسی کو چاہتا ہے گھڑی میں نفرت کرنے لگتا، کبھی کسی چیز کا اہتمام کرتا ہے اور کبھی اسی کو نظر انداز کر دیتا ہے، کبھی اپنے معاملات میں لطف کا پیکر ہوتا ہے اور کبھی سخت تشدد پر آمادہ ہوتا ہے۔ ۸۔ بڑا حساس ہوتا ہے، بڑی آسانی کے ساتھ اسے اکسایا جاسکتا ہے۔ ۹۔ امن واطمینان کا احساس معدوم ہونے کی وجہ سے سخت مشقتوں اور الجھنوں کا شکار رہتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دماغی دورے کے علاج میں نفسیاتی طب کا کردار بہت بڑا ہوتا ہے جو طبی اسباب کے تحت رونما ہوتا ہے، یہی لوگ دماغی دورے کے تشخیص میں اہل اختصاص (اسپیشلسٹ) ہوتے ہیں اور وہی یہ بتا سکتے ہیں کہ اس (صرع) دماغی دورے کا تعلق کس قسم سے ہے، اور وہی دماغ کی لازمی پلاننگ کر سکتے ہیں، اور یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اسے کس قسم کے علاج کی ضرورت ہے، اس میں دوا کارگر ہوگی، آپریشن کرنا پڑے گا یا اسے نفسیاتی رہنمائی کی حاجت ہے، یہ سب کام طبیب اپنے فیصلے کے مطابق انجام دے گا، یہاں میں یہ لازم سمجھتا ہوں کہ دماغی دورے کے مریضوں کے لئے کچھ نصیحتوں اور ہدایتوں کا ذکر کردوں جو اطباء کے نزدیک اہم ہوتی ہیں :

۱۔ دماغی دورے کے مریض کو ایسے کاموں سے دور رکھا جائے جو اسے خطرات سے دوچار کر سکتے ہوں، مثلاً: ''تیراکی، ڈرائیونگ، اور بلند جگہوں پر چڑھنا''۔ ۲۔ اسے بلند درجہ کی روشنی کی لہروں پر آنکھیں جمانے سے باز رکھا جائے جیسے بچوں کے الیکٹرونک گیموں، یا ٹیلیویژن اور سینما کے بڑے پردوں سے روشنی کے جو جھماکے ہوتے ہیں یا لہریں اٹھتی ہیں۔ ۳۔ مریض کی رعایت کا ضرورت سے زیادہ اہتمام اور گھر والوں کی جانب سے اس میں مبالغہ نہیں ہونا چاہیے، نیز مریض کی مشکلات کو خاطر میں نہ لانا اور اسے نظر انداز کرنے میں افراط سے کام لینا بھی درست نہیں ہے۔ ۴۔ مریض کے سلوک کو درست رکھنے اور اس کی مشکلات پر قابو پانے کے لئے اعصابی طور پر اسے اکسانے، تشدد کا مظاہرہ کرنے، دباؤ ڈالنے، خوف دلانے اور دھمکی دینے کا اسلوب نہیں اپنانا چاہیے۔ ۵۔ اطباء کی تعلیمات پر پوری طرح کاربند رہیں، اور دوا پابندی کے ساتھ لی جائے۔ ۶۔ مریض کو

بے خوابی کا شکار کرنے والی اور اس کے اندر تحریک پیدا کرنے والی اشیاء مثلاً سگریٹ اور گرم کھانوں سے دور رکھا جائے۔ ①

سب سے خطرناک بیماری جو اکثر لاعلاج رہتی ہے

- **وہم کی بیماری :**

قبل اس کے کہ ہم ذیل میں اقتباس پیش کریں ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ صاحب تحریر بھی ایک تجربہ کار راقی ہیں اور ان کی کتاب پر ایک اور بڑے راقی شیخ وحید عبدالسلام بالی کی تقریظ موجود ہے۔ اس لئے اسے غور سے پڑھئے۔

''یہ ایک انتہائی خبیث قسم کی ذہنی بیماری ہے، اگر کسی انسان کو وہم کی بیماری لاحق ہو جائے تو اس بیماری سے چھٹکارا پانا بیحد دشوار ہو جاتا ہے، یوں تو انسان کو اپنی زندگی میں اوہام لاحق ہوتے ہی رہتے ہیں، بلکہ کچھ لوگوں کی زندگی تو بہت سے امور میں اوہام در اوہام ہی گزرتی ہے، بلکہ معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اوہام کی تاثیر حقائق کی تاثیر سے بہت بڑی ہوتی ہے، اور جب سے (قرآن مجید سے علاج) عام ہوا ہے، اور لوگوں نے دماغی دوروں کے حالات کو دیکھا اور اس کے متعلق قصے عام ہوئے، خواہ وہ علاج کے لئے آنے جانے والوں کے ذریعہ پھیلے یا کتابوں کے ذریعہ شائع ہوئے مگر ان سب چیزوں کی وجہ سے زندگی کی بیشمار مشکلات کے درمیان بہت سے لوگوں کے دل و دماغ میں وہم نے اپنی جگہ بنانی شروع کر دی، یہاں تک کہ جو لوگ دینی اعتبار سے نیکی اور استقامت پر سمجھے جاتے ہیں وہ بھی وہم کے دائرے سے باہر نہیں رہے۔

اس وہم کے پیدا کرنے میں اس بات کا بڑا ہاتھ رہا ہے کہ لوگ جنوں اور شیطانوں سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں، بہت سے لوگوں کا حال یہ ہو گیا کہ جب انہیں کوئی خاص مرض لاحق ہوا، زندگی کسی مشکل سے دوچار ہوئی، عام ازدواجی اختلافات رونما ہوئے، کوئی معین حادثہ پیش آ گیا، یا دیگر کچھ معاملات درپیش ہوئے، تو ان سب میں انسان اپنی یادداشت کو کریدنے لگتا ہے اور ان مشکلات کا سبب تلاش کرنے لگتا ہے کہ اس مشکل یا ان اختلافات کی وجہ کیا ہو سکتی ہے، پھر وہ انہیں کسی نہ کسی چیز کے ساتھ مربوط کرنا شروع کر دیتا ہے، اور یہ ماننے لگتا ہے کہ ہو نہ ہو فلاں نے مجھے نظر لگا دی ہو، یا فلاں جگہ میں لڑکھڑایا تھا یا گر گیا تھا بس وہیں جن مجھ پر سوار ہو گیا تھا، پھر وہ تکلیفیں گنانے لگتا ہے جو اسے محسوس ہوتی ہیں۔

---

① الطرق الحسان : ۲۲۳-۲۲۵ ذہن نشین رہے کہ مؤلف بھی رقیہ سے منسلک رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب وہم کی بیماری کسی انسان کو لاحق ہوجاتی ہے تو وہ حقیقی بیماری سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ کیونکہ جن زدگی کی بیماری تو بفضلہ تعالیٰ قرآنی رقیہ سے دور ہوجاتی ہے، مگر وہم کا مرض ایک ایسا چکر ہوتا ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہوتا، اسی طرح کچھ لوگوں کو یہ وہم ہوجاتا ہے کہ ان پر جادو کردیا گیا ہے، کسی کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ فلاں کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہوا تھا اس لئے اسی نے مجھ پر جادو کردیا ہے، اس طرح اس کی فکر میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور اس کی زندگی اضطراب کا شکار ہوجاتی ہے، پھر وہ اپنے دل میں یہ خیال جمانے لگتا ہے کہ وہ مسحور ہے اور اس پر جادو کردیا گیا ہے، جب کسی انسان پر یہ وہم غالب آجاتا ہے کہ وہ جن زدہ ہے یا اس پر جادو کردیا گیا ہے تو اس کی فکر میں بے چینی اور اس کی زندگی میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے، اس کے غدود کے افعال مختل ہوجاتے ہیں، اس پر جن زدگی یا جادو کی علامتیں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں، بسا اوقات اس کے اندر تشنجی کیفیات پیدا ہونے لگتی ہیں، یا بیہوشی اور غشی طاری ہونے لگتی ہے، اسے جدید علم النفس کی اصطلاح میں ''خود الہامی'' (Self suggestion) کہا جاتا ہے۔

اور یہیں سے اس کے اندر قلق کے ساتھ شدید خوف پیدا ہونے لگتا ہے جو اس کی زندگی میں سرایت کرجاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کا اعصابی نظام بھی مضطرب ہوجاتا ہے، اس کے قلبی عضلات تناؤ کا شکار ہوجاتے ہیں، اس کے اندر جسمانی امراض کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں، مریض کو دل کے مقام پر درد کا احساس ہوتا ہے، جس قدر خوف بڑھتا ہے اس کے درد میں بھی اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے، نیز اعصابی نظام کی مضطرب سرگرمیوں کی وجہ سے دیگر تکلیفیں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں، اور اس قلق کی حالت میں انسان کے جسم میں کوئی عضو ایسا نہیں پایا جاتا جو متاثر نہ ہوتا ہو۔

پھر ہوتا یہ ہے کہ دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوجاتا ہے، اور کبھی اس میں بدنظمی پیدا ہوجاتی ہے، بلڈ پریشر میں اضافہ ہوجاتا ہے، نظام ہضم بھی اضطراب کا شکار ہوجاتا ہے، پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے، مریض کی جنسی حالت دیگرگوں ہوجاتی ہے، وہ اپنی بیوی سے نفرت کا احساس کرنے لگتا ہے، اس کے جسمانی عضلات میں تناؤ پیدا ہوجاتا ہے، سر کے حصے میں بھی اسے عضلاتی کھنچاؤ لاحق ہوجاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے نصف سر میں درد ہونے لگتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ علاج کرنے والے معالجین کے پاس آنے جانے والوں میں وہم کے مریضوں کی تعداد فیصد کے اعتبار سے بہت بڑی ہے، بہت ہی تھوڑے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جن زدہ ہوتے ہیں، گو ان کے اندر اس کی بعض علامتیں اور تکلیفیں بھی ظاہر ہوتی ہوں، کیونکہ طب نفسی کے ذریعہ جس یقینی حقیقت کا ادراک ہمیں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ (قلق کے استمرار سے بالفعل حقیقی جسمانی امراض پیدا ہوجاتے ہیں اور جو درد

اٹھتے ہیں وہ جسمانی تکلیفوں کا نتیجہ ہوتے ہیں یہ صورت حال محض تناؤ یا انقباض تک محدود نہیں رہتی ہے بلکہ قلق کی وجہ سے کبھی کبھی معدے کا السر ہو جاتا ہے، ہارٹ اٹیک کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے یا دوسرے امراض بھی لاحق ہوتے ہیں، اس طرح اس کی زندگی کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اس کے عزائم سمٹ جاتے ہیں، وہ اپنے کاموں کو نظر انداز کرنے لگتا ہے، اس کی ازدواجی زندگی کشمکش کا شکار ہو جاتی ہے اور وہ وہم اور خوف کا قیدی بن کر رہ جاتا ہے)۔

اس مریض کا حقیقی علاج طب نفسی (دماغی امراض کے شفاخانوں) میں ہے، بالخصوص جبکہ اس پر یہ وہم ایک لمبے زمانے سے مسلط ہو۔ اور اگر وہ ابتدائی مرحلے میں ہو تو اسے حفاظتی تدبیروں پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ ①

وہم کے متعلق ایک دوسرے ماہرِ فن کا بیان

اس موضوع کے ایک دوسرے ماہر فن اور ریسرچ اسکالر جو اس میدان میں لمبا عملی تجربہ رکھتے ہیں اور عمل تنویم (التنويم المغناطيسى Hypnosis) میں بھی ماہر تسلیم کئے جاتے ہیں ہم ذیل میں اسی وہم کی بیماری سے متعلق ان کا بھی ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں جو ریسرچ اور تجربے پر مبنی ہے :

د. ابراہیم کمال ادھم صاحب اپنی کتاب "السحر والسحرة من منظار القرآن والسنة" میں جادو کی مختلف قسموں کے توڑ اور علاج کے متعلق روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں :

اول : اس جادو کے کھولنے کا طریقہ جس میں آدمی کو یہ وہم لاحق ہوتا ہے کہ اس پر جادو کر دیا گیا ہے :

بہت سے لوگوں کو یہ وہم لاحق ہوتا ہے کہ وہ سحر زدہ ہیں یا ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے، اس کے بعد ان پر سحر کی علامتیں: اضطراب، سستی، فکری تشویش، بیہوشی یا غشی، یا تناؤ اور کھینچاؤ وغیرہ ظاہر ہونے لگتی ہیں جو سحر کے حالات میں پیش آتی ہیں، جبکہ حقیقت میں انہیں کوئی جادو اور سحر وغیرہ لاحق نہیں ہوتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ شخص بس اس وہم کا شکار ہوتا ہے کہ اس پر جادو کر دیا گیا ہے، اور وہ خود ہی اپنے نفس کو لاشعوری طور پر یہ الہام کرتا ہے اور خیال بیٹھا تا رہتا ہے کہ وہ سحر زدہ ہے، پھر ایک مدت کے بعد اس الہام کی وجہ سے اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ واقعی اس مشکل کا شکار ہے، جدید علم النفس میں اسے "خود الہامی" کہا جاتا ہے (یعنی خود سے کوئی خیال اپنے دماغ میں جمالینا) اس صورت میں انسان کے لئے یہی کافی ہوتا ہے کہ وہ کسی مرض یا علت کا دعوی کرتا ہے اور ایسے تصرف کرنے لگتا ہے جیسے وہ واقعی مریض ہو،

① الطرق الحسان في علاج أمراض الجان لخليل بن ابراهيم امين ص ٢١٧-٢١٩۔

پھر اس کا نفس اس کی تصدیق کر دیتا ہے اور اس بنیاد پر تصرف کرنے لگتا ہے کہ وہ مریض ہے، جس کے نتیجے میں اس کے اعضاء مضطرب ہو جاتے ہیں، اس کے غدود کے افعال مختل ہو جاتے ہیں، اور اسے اس حالت تک پہنچا دیتے ہیں جو پورے طور پر بیماری ہی کے مشابہ ہوتی ہے اور اس میں بھی وہی تکلیفیں ظاہر ہونے لگتی ہیں، اور بالآخر وہ انہیں نتائج تک لے جاتے ہیں جو حقیقی مرض سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس قسم کے وہمی جادو کے علاج کے اہل تو درحقیقت علم النفس کے اطباء ہی ہوتے ہیں، کیونکہ اس بیماری کا بنیادی سرچشمہ تو مریض کے اندر اور اس کے نفسیاتی ڈھانچے میں پنہاں ہے۔ پھر جب ایسا شخص جادوگروں، کاہنوں یا جادو کا ازالہ کرنے کے دعویداروں کے پاس جاتا ہے تو درحقیقت یہ لوگ اس کے مرض اور مصیبت وتباہی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ ان مفسد کمینوں اور پاجیوں کے پاس جانے کا کم سے کم نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے اس بات کا یقین دلا دیتے ہیں کہ وہ واقعی سحر زدہ ہے اور اس پر جادو کیا گیا ہے، اور وہ جلد ہی اس کا جادو نکال کر اسے توڑ دیں گے اور بیکار کر دیں، اس طرح اس کا یقین اور بڑھ جاتا ہے کہ وہ واقعی سحر زدہ ہے، اس طرح جادو سے اس کے خوف اور قلق میں اضافہ ہو جاتا ہے، حتی کہ اگر وہ اسے اس بات کا یقین دلانے میں کامیاب بھی ہو جائیں کہ انھوں نے اس کے جادو کو توڑ دیا ہے، اس کا ازالہ کر دیا ہے پھر بھی اس کا یہ یقین کہ اس پر پہلی بار جادو ہوا تھا اسے نئے سرے سے اور زیادہ آسانی سے ''خود الہامی'' کا شکار بنا دے گا، اور یہ خیال اس کے ذہن میں راسخ ہو جائے گا کہ اس پر یکے بعد دیگرے جادو ہوتا رہے گا۔ اور تھوڑی سی الہامی کوشش اسے پھر سے مصیبت کا شکار بنا دے گی۔ اس طرح یہ شخص ایک طرف تو اپنے مضطرب نفس کے درمیان اپنی زندگی بڑے عذاب اور دکھوں کے ساتھ گزارے گا جو اسے ایسی باتوں کا الہام کرتا رہے گا اور یقین دلاتا رہے گا جو غیر حقیقی ہوں گی اور دوسری طرف وہ ان بے شرم جاہلوں کے درمیان ہو گا جو نگہبانی کرنے اور نظر رکھنے والے اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے ہیں، ان کی فکر کا مرکز تو بس شکار کو پھانسنا اور اس کے مال کو سلب کر لینا ہوتا ہے۔

اس قسم کے مریضوں کے علاج کا دارومدار نفسیاتی اور ذہنی امراض کے ماہر اطباء پر ہوتا ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ مریض کے اندر یہ خیال راسخ کریں اور اسے اس بات کا الہام کریں کہ وہ مسحور نہیں ہے، اس پر جادو نہیں کیا گیا ہے، اگر طبیب اسے یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ اس پر جادو نہیں کیا گیا ہے تو یہ چیز اس کے خدشوں اور اندیشوں کے لئے انسدادی ٹیکوں کی طرح ہو جائے گی، اس کے بعد طبیب کو چاہیے

کہ وہ اس بات کا پتہ لگائے کہ آخر مریض کے جادو سے ڈرنے کی وجہ کیا ہے۔

جہاں تک لوگوں میں اس قسم کے وہم کے مریضوں کی تعداد کا معاملہ ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ان کا تناسب بہت بھاری ہے، اس کا سبب اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان کی کمزوری اور عدم توکل ہے، اور اللہ جلت قدرتہ (جس کی قدرت عظیم ہے) نے اس کی طرف قرآن مجید میں خفیہ اشارہ بھی دیا ہے، چنانچہ فرماتا ہے :

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ﴾ [طہ:۱۲۴]۔

''ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے''۔

اور تنگ زندگی کبھی خوف واضطراب اور ان چیزوں کے متعلق قلق اور رنجیدگی کی شکل میں ہوتی ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہے، مثلاً جادو کا خیال یا توہم پرستی وغیرہ۔ اور کبھی حد سے بڑھی ہوئی لالچ وخست اور بخیلی کی شکل میں ہوتی ہے، اور کبھی جسمانی کمزوری اور تنگدستی کی شکل میں ہوتی ہے، اور کبھی معمولی چیزوں پر شدید حرص، یا قیمتی چیزوں کی تحقیر اور ان کے متعلق تفریط کی شکل میں ہوتی ہے جن میں انسان کی مصلحت اور نجات ہوتی ہے واللہ اعلم۔

ہم اس شخص سے جو جادو سے ڈرتا اور اس کی نحوست سے خوفزدہ رہتا ہے یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں پر واقعی جادو ہوتا ہے ان کی تعداد بہت بہت کم ہے اور شاذ ونادر کے حکم میں ہے، کیونکہ جادوگروں کی تعداد بہت کم ہے، ان میں سے بیشتر ختم ہو چکے ہیں اور نسل در نسل ان کی تعداد کم ہی ہوتی جا رہی ہے۔

دوم : کھانے پینے میں کیئے گئے جادو کا ازالہ :

یہی درحقیقت تمام قسموں سے زیادہ عام اور منتشر ہے، دراصل حقیقی معنی کے اعتبار سے یہ جادو نہیں ہے، اسے جادو محض اس کے خفا اور کھائی پی ہوئی چیز کے متعلق عدم واقفیت کی بنا پر کہہ دیا جاتا ہے، یہ معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ اس کے کھانے پینے میں اس کے بدن یا نفس کے لئے نقصاندہ کوئی چیز ڈال دی گئی ہے، کیونکہ ایسا کرنے والا شکار سے اس بات کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے، اور اس قسم کے جادو کا ازالہ اور علاج اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو جو نقصاندہ مادہ استعمال کرایا گیا ہے اسے کوئی ایسا مادہ دیا جائے جو اس کی ضد ہو یا پھر کوئی ایسا مادہ اسے استعمال کرایا جائے جو اس کے زہریلے اثرات کا ازالہ کر دے جو اس کے بدن یا اعصاب پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ ان امور کے متعلق سب سے زیادہ جسے معلومات ہوتی ہے وہ خود اس کا

کرنے والا ہوتا ہے، کیونکہ جس کا جادو ایسی جڑی بوٹیوں پر مبنی ہوتا ہے جو کھانے پینے کی اشیاء میں ڈال کر دی جاتی ہیں، تو خود اسی کو ایسی جڑی بوٹیوں یا مواد کا پتہ ہوتا ہے جو پہلی کی ضد ہوتے ہیں یا اس کے اثر کو زائل کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہی شخص کھانے پینے میں مضر اشیاء ملا کر دینے کے لئے مال وصول کرتا ہے اور لوگوں کی مضرت اور ایذا رسانی کا سبب بنتا ہے، پھر وہی دوبارہ مسحور کا علاج کرتا ہے اور اس کے کھانے پینے کی اشیاء میں ملائے ہوئے جادو کے توڑ کے لئے اسے وہ جڑی بوٹیاں دیکر مال وصول کرتا ہے جو پہلی کے اثر کو زائل کر دینے والی ہوتی ہیں۔

اور اس قسم کے جادو کے علاج کو سمجھنے والوں میں عطار حضرات (دوا اور جڑی بوٹیاں بیچنے والے) بھی ہیں، کیونکہ یہی لوگ وہ مواد فروخت کرتے ہیں جو اس طرح کے کاموں میں استعمال کئے جاتے ہیں، اور انہیں اس کا بڑا تجربہ اور معلومات ہوتی ہے، اسی لئے بعض اوقات میں ان سے مشورہ کر لینا بڑا کام آجاتا ہے، اور اس جادوگر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے جو اس بیماری کا اصل سبب ہوتا ہے، اسی طرح جس کے پاس دیسی طب کی مہارت ہوتی ہے جس کا دارومدار جڑی بوٹیوں اور نباتات پر ہوتا ہے ممکن ہے اسے بھی اس طرح کے جادو کے ازالہ کا تجربہ اور مہارت ہو، اور لوگوں کو ایذا پہنچانے والے بہت سے مواد کا دارومدار انہیں جڑی بوٹیوں کے نقصاندہ خصائص پر ہوتا ہے، اور اس طرح کی تمام نقصاندہ جڑی بوٹیوں کے مقابل ایسی دوسری جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں جو ان کے مخالف خصائص کی حامل ہوتی ہیں۔

سوم: اس مسحور کے جادو کا ازالہ جس پر طلسمات کے ذریعہ جادو کیا گیا ہے:

جادو کی یہ قسم نادر الوجود ہے، اور اس کی ندرت کا سبب یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس ایسا کرنے کی استطاعت ہے وہ بہت ہی کم ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ طلسمات کے ذریعہ جادو کرتے ہیں وہ عام طور پر جھوٹے اور نرے دعویدار ہوتے ہیں، ان کا اول و آخر مقصد کمزور ایمان والوں اور کم عقل لوگوں سے مال جمع کرنا ہوتا ہے۔

اور اگر اس قسم کا جادو حقیقی ہو۔ جو بہت ہی نادر ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ تو پھر اس کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ جلت قدرتہ کی طرف توجہ کی جائے اور اسی سے فریاد رسی اور مدد کی دعا کی جائے اور یہ کام خالص آہ وزاری، دعا، صبح شام معوذتین، اور آیت الکرسی کی تلاوت کے ذریعہ انجام پائے گا، ان آیات شافیہ کی تلاوت کے بعد بدن پر ہاتھ پھیرے جائیں، ذکر پر مداومت کی جائے، جماعت کی پابندی

کریں، برے دوستوں کی صحبت ترک کردیں اور ان سے دور ہوجائیں، بدن اور کپڑے کی طہارت کا خاص خیال رکھیں، خوشبو وغیرہ لگائے رہیں، کیونکہ جو جنات اس طلسم کی خدمت پر لگے ہوتے ہیں جو کسی معین انسان کو ایذا پہنچاتا ہے انہیں یہ حالت پسند نہیں آتی ہے، انہیں تو وہ نفوس بھاتے ہیں جو ایمان سے خالی ہوتے ہیں، اور وہ ایسے لوگوں کو ترجیح دیتے ہیں جو شہوتوں اور میلانوں کے پیچھے بھاگتے ہیں اور طہارت اور اللہ کے ذکر سے دور ہوتے ہیں۔

جہاں تک نیک بندوں میں اللہ کے اولیاء کا معاملہ ہوتا ہے تو فاسقوں فاجروں، جادوگروں یا حاسدوں کا قابو ان پر نہیں چلتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [یونس:٦٢]۔

''یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں''۔

نیز اپنی محکم آیات میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ﴾ [الحجر:٤٢]۔

''میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں''۔

ہاں جس کے پاس اپنی جہالت، صغرسنی، یا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے ہماری بتائی ہوئی دعا، تعوذ اور ذکر کی خود صلاحیت نہ ہو، یا پھر اپنے سحر کے شدید اثرات کے وجہ سے وہ ایسا کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ کسی نیک آدمی یا مُسلّم ولی کی طرف رجوع کرے جو تقویٰ میں معروف ومعتبر ہو... [1]

مزید کچھ نفسیاتی بیماریوں اوران کے اسباب کا بیان جن کے متعلق جن زدگی کا حکم لگادیا جاتا ہے

ذیل میں مزید کچھ ایسی نفسیاتی بیماریوں کی تفصیلات بیان کی جارہی ہیں جن کے متعلق بے خبر عوام اور جاہل راقیوں کی جانب سے بلا تامل جن زدگی کا فیصلہ کردیا جاتا ہے حالانکہ ان کا جن زدگی سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان تفصیلات کو پڑھنے کے بعد قارئین کی بصیرت میں ان شاء اللہ ضرور اضافہ ہوگا اور ہم جس صورت حال کو واضح کرنا چاہتے ہیں وہ پورے طور پر سمجھ میں آجائے گی۔

[1] السحر والسحرة من منظار القرآن والسنة: ٢٠٨-٢١١۔

نفسیاتی امراض کے اسباب

نفسیاتی امراض (یا زیادہ تر اطباء کی اصطلاح کے مطابق نفسیاتی اضطرابات) عام طور پر کسی ایک سبب کا نتیجہ نہیں ہوتے ہیں، بلکہ مختلف عوامل اور متعدد اسباب کے جمع ہونے کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں، عام طور پر طب نفسی کے ماہرین ان عوامل کو ان کی ذہنی ترتیب کے لحاظ سے مختلف قسموں میں تقسیم کرتے ہیں، جو اس طرح ہے :

۱۔ مہیا یا مستعد عوامل : (Predisposing Factors)

اس سے مراد وہ عوامل ہیں جو نفسیاتی مرض کے پیدا ہونے سے ایک مدت قبل ہی سے موجود ہوتے ہیں جن کے بموجب انسان کے اندر نفسیاتی مرض کے حدوث کی قابلیت اور استعداد پیدا ہوجاتی ہے، اور وہ حسب ذیل ہیں :

● جینیاتی تشکیل (موروثی استعداد) ● رحم مادر کے اندر کا ماحول (وہ عوامل جن کا سامنا جنین کو رحم مادر کے اندر ہوتا ہے) ● وہ عوامل جن کا تعلق فرد کی شخصیت سے ہوتا ہے۔ ● وہ عوامل جن کا تعلق مدت طفولت سے ہوتا ہے، اور اس میں سابقہ تجربات، جھٹکے اور نشوونما کی کیفیت بھی شامل ہے۔

۲۔ معجّل عوامل : (Accelerated Factors)

مقصود وہ عوامل ہیں جو نفسیاتی مرض کے پیدا ہونے سے فوری قبل پیدا ہوتے ہیں، اور وہی اس کا سبب بھی لگتے ہیں، کسی فرد کے اندر نفسیاتی بیماری کے پیدا ہونے کا مدار ایک طرف تو انہیں معجّل عوامل کی شدت پر ہوتا ہے اور دوسری طرف (اوپر مذکور مہیا عوامل) کا بھی اس میں عمل دخل ہوتا ہے۔ اور یہ عوامل حسب ذیل ہیں :

● جسمانی عوامل :

مثلاً مختلف جسمانی امراض (مثال کے طور پر تھائیرائڈ (Thyroid) کی بیماریاں یا ٹیومیر وغیرہ کی بیماریاں) دوائیں اور الکحل پر مشتمل مواد بھی اس میں شامل ہیں۔ اسی طرح کیمیائی تغیرات اور اعصابی نظام کے اعصابی نواقل (Vector) کا اضطراب نفسیاتی مرض کے ظہور کے اہم عوامل مانے جاتے ہیں۔

● نفسیاتی عوامل :

مثلاً کسی شخص کے اندر اپنی ذات کے متعلق نظریے میں اضطراب پیدا ہوجانا، اور ایسے نفسیاتی ردعمل کا رونما ہونا جو اپنے اردگرد کے دباؤ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

● **معاشرتی عوامل :**

اس میں زندگی کے مختلف حوادث مثلاً کام کی دشواریاں، خاندانی، ازدواجی اور مالی مشکلات وغیرہ شامل ہیں، مزید برآں فرد کے لئے سماجی حمایت اور تعاون کا فقدان بھی اس کے اسباب میں داخل ہے۔

۳۔ مزمن اور استمراری عوامل :

اس سے مراد وہ عوامل ہیں جو حدوث کے بعد نفسیاتی بیماری کی مدت کو دراز کر دیتے ہیں اور اس کے استمرار کے لئے سرگرم رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو معنوی قوت کی کمزوری اور اپنی ذات پر اعتماد کا فقدان بھی ہے جو نفسیاتی بیماری ڈپریشن وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس صورت حال کی وجہ سے اس بیماری کی مدت لمبی ہو جاتی ہے، اسی طرح ممکن ہے کہ سابقہ عوامل میں سے کسی کا بھی استمرار جو اس مرض کا سبب بنا تھا وہ نفسیاتی بیماری کے سلسلے کو دراز اور مستمر کرتا جائے۔

نفسیاتی امراض کیسے پیدا ہوتے ہیں ؟

ان اسباب وعوامل کا بیان کیا جا چکا ہے جو نفسیاتی امراض کا سبب بنتے ہیں، یہاں اس مسئلے کو مزید واضح کرنے کے لئے دو اہم باتوں کا تذکرہ بہت ضروری ہے :

اول : نفسیاتی بیماری انسان کو لاحق ہونے والے وقتی رنج وغم سے پیدا ہونے والے ان عارضی حالات کا نام نہیں ہے جو کسی عزیز کے فوت ہونے، یا کچھ مخصوص حادثات کی وجہ سے قلق اور خوف کی صورت میں برآمد ہوتے ہیں، بلکہ یہ ان امراض میں سے ایک مرض ہے جو علم طب کا موضوع بحث ہے اور وہ اس کی تشخیص کر کے اس کے لئے دوا تجویز کرتا ہے، اور اگر اس کے علاج کے سلسلے میں غفلت اور سستی سے کام لیا جائے تو عام طور پر اس میں وہ پیچیدگیاں اور الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں جو کسی حال میں مرغوب نہیں ہو سکتی ہیں۔

دوم : نفسیاتی امراض اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب اعصابی نظام کا کوئی معین فعل بگڑ جاتا ہے اور کسی عضو میں تغیرات رونما ہو جاتے ہیں، اور جن عوامل واسباب کا بیان کیا جا چکا ہے وہی ان تغیرات کے پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں جو نفسیاتی بیماری کے پیدا ہونے کے میکانزم کی حیثیت سے ظاہر ہوتے ہیں، ان تغیرات میں اعصابی نواقل نامی چیزوں کی نسبتوں میں ہونے والے اضطراب بھی شامل ہیں، یہ وہ کیمیائی مواد ہوتے ہیں جو عام طور پر فطری انداز میں انسانی دماغ اور اس کے اعصابی نظام میں موجود ہوتے ہیں، اور (Synaptic Space) جالی دار

خلا میں اعصابی خلیوں کے درمیان اشارات منتقل کرنے کی ذمہ داری انہیں کی ہوتی ہے، اور یہ دونوں اعصابی خلیوں کے درمیان کا منطقہ ہوتا ہے، جہاں یہ نواقل پہلے خلیے کے مخصوص مقام سے اس لئے جمع ہوتے ہیں تا کہ دوسرے خلیے کے مخصوص استقبال کرنے والوں کے ذریعہ ان کا استقبال کیا جائے۔ ان نواقل کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں، ڈوبامین اور سیروٹونین وغیرہ کا شمار بھی انہیں میں سے ہوتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا ایک معین کردار ہوتا ہے، اور جب ان اعصابی نواقل کے ارتکاز میں خلل واقع ہوجاتا ہے تو نفسیاتی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

- **نفسیاتی بیماریوں کے کچھ عمومی اعراض اور علامتیں (Symptoms) :**

جس طرح طب کی دیگر شاخوں سے متعلق بیماریوں کی کچھ مخصوص علامتیں ہوتی ہیں اسی طرح نفسیاتی بیماریوں کا معاملہ بھی ہے، اور ہر مرض کے اپنے الگ الگ اعراض ہوتے ہیں جو اسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور ان میں مرض کی نوعیت اور شدت کے اعتبار سے تفاوت بھی ہوتا ہے، ان میں سے کچھ کا تعلق تفکیر سے ہوتا ہے، کچھ کا مزاج اور جذبات سے، اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق دیگر چیزوں مثلاً احساس اور ادراک وغیرہ سے ہوتا ہے۔ نفسیاتی بیماری کی تشخیص متفق علیہ پیمانوں کے مطابق اعراض وعلامات کے وجود پر زیادہ موقوف ہے، اس کا تعلق جسمانی بیماری کی علامتوں کے غیاب یا جسمانی بیماری کی تشخیص تک پہنچنے میں دشواری، یا لیباٹری ٹیسٹ کے سلبی نتائج سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی لئے اگر طبیب کے پاس نفسیاتی بیماری کی علامتوں اور اعراض کی عمدہ معلومات اور اچھی مہارت ہوتی ہے تو وہ اس کی تشخیص کرسکتا ہے یہاں تک کہ حفظان صحت کے اولین معیار کے مطابق بھی یہ کام کرسکتا ہے، جس کی وجہ سے مریض ایک ڈاکٹر سے دوسرے ڈاکٹر اور ایک ٹیسٹ سے دوسرے ٹیسٹ کی طرف بھاگنے کی مشقت سے بچ سکتا ہے، اور اسے مختلف قسم کے ٹیسٹوں اور ان پر آنے والے اخراجات سے بچایا جاسکتا ہے، اور بیشتر حالات میں معالجاتی پیشقدمیوں میں ہونے والی تاخیر کے سبب پیدا ہونے والی پریشانیوں کے برعکس مریض کو فوری طور پر علاج فراہم کیا جاسکتا ہے اور اسے ان پیچیدگیوں اور بدترین حالات سے دوچار ہونے سے بچایا جاسکتا ہے جو نفسیاتی بیماریوں میں علاج کی تاخیر کی وجہ سے عام طور پر پیدا ہوجاتے ہیں۔

ممکن ہے کچھ نفسیاتی اعراض (Symptoms) یا کچھ ملتی جلتی چیزیں صحت مند افراد کے یہاں بھی پائی جائیں مثلاً بے چینی (Anxiety) یا خوف وغیرہ مگر ان کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ ان کے اندر نفسیاتی بیماری پائی جاتی ہے، البتہ اگر وہ کسی فرد یا اس کے اردگرد موجود لوگوں کے لئے اذیت اور پریشانی کا سبب بن جائیں یا ان کی وجہ سے وہ اپنی منصبی، سماجی یا شخصی ذمہ داریوں میں خلل پانے لگیں تو پھر الگ بات ہے۔ اسی طرح سے یہ بھی لازم

ہو جاتا ہے کہ ان کے ساتھ دیگر اعراض کو بھی شامل کر لیا جائے تا کہ مطلوبہ مرض کے متعلق متفق علیہ تشخیصی پیمانوں کی تکمیل کی جا سکے۔

ذیل میں کچھ نفسیاتی امراض اور ان میں پائی جانے والی علامتوں کا بیان کیا جا رہا ہے جو عام طور پر پائی جاتی ہیں اور کثرت سے شائع ہیں :

۱۔ انشقاق نفسی (Schizophrenia) اور ذہنی امراض (Psychosis)

انشقاق نفسی ایک ایسا نفسیاتی عارضہ ہے جس میں خیالات جذبات اور افعال کا باہمی ربط بگڑ جاتا ہے، اکثر واہمے لاحق ہوتے ہیں، اس کے ساتھ مغالطے، وسوسے اور سماجی زندگی سے علاحدگی کا رجحان بھی جڑا ہوتا ہے، اور عام طور پر مریض کو اپنی بیماری کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے، اس کے اعراض میں دیگر حالات کے مقابلے میں غرابت وشدوذ زیادہ پائے جاتے ہیں۔

انشقاق نفسی کے اعراض غالباً مدت مراہقت (بلوغت سے پہلے کے مرحلے) اور پختگی کی ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں، اگرچہ اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی ان کا ظہور ممکن ہے مگر عام طور پر شائع یہی ہے، اسی لئے اس بیماری کو جنون المراہقہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس بیماری کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ مزمن ہوتی ہے اور لمبی مدت تک باقی رہتی ہے، اور مریض پر اپنی انتہائی تاثیر کی وجہ سے اسے معطل کرنے کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ اور مریض اپنی پڑھائی، کام، شادی اور خاندانی وسماجی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے سے قاصر رہ جاتا ہے۔

انشقاق نفسی یا جنون المراہقہ کے اعراض :

اس مرض کی سب سے اہم علامت یہ ہے کہ اس میں تفکیر کا ملکہ کمزور ہو جاتا ہے، یعنی تفکیر کی ادراکی قوتوں میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے تفکیر میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے، ایسا مریض اکثر سبب اور نتیجے کے درمیان خلط ملط کر دیتا ہے، اور غلط مقدمات کی وجہ سے ہمیشہ غیر منطقی نتیجے اخذ کرتا ہے۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسے مریضوں کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنا دشوار ثابت ہوتا ہے، اور جب اس کی گفتگو کی جانچ کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مریض باتیں تو بہت کرتا ہے مگر انہیں سمجھتا بہت کم ہے، اسی طرح اس مریض کی ایک مشکل یہ ہوتی ہے کہ مریض کی تفکیر میں انقطاع اور توقف لاحق ہو جاتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مریض اپنے معالج سے یہ شکایت کرتا ہے کہ افکار اس کے دماغ سے کھینچ لئے جا رہے ہیں، یا کوئی زبردستی انہیں دماغ میں گھسا رہا ہے، یا وہ اس کے

بولے بغیر دوسروں کی طرف منتقل ہوئے جا رہے ہیں۔

- **شدید مغالطے اور واہمے (Delusions) :**

اس مرض کی شائع علامتوں میں سے شدید قسم کے مغالطوں اور واہموں کا پیدا ہونا بھی ہے۔ جس کی وجہ سے اس بیماری کے شکار لوگوں میں کچھ غلط قسم کے اعتقادات پیدا ہو جاتے ہیں جو ان کے معاشرتی اور ثقافتی پس منظر سے ہم آہنگ نہیں ہوتے ہیں، مریض منطقی دلائل کی جگہ انہیں پر اعتماد کرنے لگتا ہے، ان مریضوں کے اندر پیدا ہونے والے ان مغالطوں اور واہموں کا سبب تفکیر کا اضطراب ہوا کرتا ہے۔

- **مظلوم ہونے کے واہمے :**

ان واہموں میں سب سے مشہور قسم کا واہمہ یہ ہوتا ہے کہ مریض غلط طور پر یہ اعتقاد رکھنے لگتا ہے کہ وہ کسی سازش یا فریب دہی کا شکار ہے، کوئی اس کا پیچھا یا اس کی نگرانی کرتا ہے۔

- **عظمت کے واہمے :**

غلط طور پر مریض کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اس کے پاس کوئی خاص قسم کی قوت ہے، مثلاً وہ بھاری سرمائے کا مالک ہے یا وہ اپنے پاس موجود خارق قدرتوں کی وجہ سے مریضوں کو شفا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔

- **مرجعیت کے واہمے :**

کبھی کبھی انشقاق ذہنی کا مریض مرجعیت کے واہموں اور افکار کا شکار ہو جاتا ہے، یعنی وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے اردگرد جو واقعات ہو رہے ہیں خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں ان کا مقصود کوئی اور نہیں وہی ہے، اسی لئے یہ مریض جب اخبار میں کوئی مضمون پڑھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس سے مراد وہی ہے، یا ٹیلیویژن میں کوئی پروگرام دیکھتا ہے تو اس کا ماننا یہی ہوتا ہے کہ اس میں جتنی شخصیتیں سامنے آ رہی ہیں وہ سب اسی کے بارے میں اظہار خیال کر رہی ہیں۔

- **ادراک حسی کا اضطراب (Hallucination) :**

کبھی کبھی مریض کے حسی ادراک میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے، اس کی سب سے مشہور مثال فریب خیال (Hallucination) کی ہے بالخصوص (Auditory Hallucination) سمعی فریبہائے خیال جس میں مریض کو ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہوتا ہے، اس کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں،

اس میں سے کچھ میں یہ لگتا ہے کہ وہ مریض سے براہ راست مخاطب ہے، کچھ میں یہ لگتا ہے کہ کوئی مریض سے گفتگو کررہا ہے اور غائب کے صیغے میں ان کے تصرفات پر تبصرہ کرتا ہے جیسے وہاں دو شخصیتیں ہوں جو کسی تیسری شخصیت کے متعلق گفتگو کررہی ہوں، انشقاق نفسی کی بیماری کی تشخیص میں اس نوع کی خاص اہمیت ہے۔

- **سلوک میں اضطراب :**

اس مرض کی علامتوں میں سے ایک سلوک کا اضطراب بھی ہے، جس میں عام طور پر مریض کے تصرفات عجیب وغریب ہوجاتے ہیں، کبھی وہ غیر معتاد طور پر معین اشارے کرنے لگتا ہے، کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ خود کلامی کررہا ہو اور ہنستا جاتا ہو جبکہ اس کے ساتھ اس وقت کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہوتا ہے، حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ انہیں آوازوں کو مخاطب کرتا ہو جو اسے سنائی دیتی ہیں۔ اور کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ مریض کے گھر والے یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کا مریض بتدریج گوشہ نشینی اور تنہائی کی طرف مائل ہے اور اس کی مدت مہینوں اور سالوں پر محیط ہوتی ہے، اور وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے شاذ اور انوکھے طور طریقے اختیار کرلیتا ہے۔ جنون المراہقہ یا انشقاق ذہنی کے اعراض (Symptoms) بہت سارے ہیں اور اس کی متعدد صورتیں سامنے آتی ہیں، ان کا استقصاء ہمارا مقصود نہیں ہے، مگر جو کیفیتیں پیش کی جاچکی ہیں وہ اس سنگین بیماری کی کچھ علامتیں ہیں، جن کے ذریعہ اس مرض کی طبیعت کو سمجھا جاسکتا ہے اور مریض کو حاصل ہونے والے خلل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۴- خبط ، سنک (Mania) :

سنکی پن کا اضطراب یا اسے (غرور) سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اس بیماری کو وجدانی اضطرابات (Mood disorders) کی قسموں میں شامل کیا جاتا ہے اور یہ بیماری ڈپریشن سے کم شائع ہے، اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک جوش اور تیزی والی بیماری ہے جو محدود مدت کے لئے لاحق ہوتی ہے۔

- اس مرض کے اہم اعراض میں سے مزاج کا مضطرب ہونا بھی ہے جس میں نمایاں طور پر حد سے بڑھا ہوا انبساط وسرور محسوس ہوتا ہے جو مریض کے ماحول کے اندر موجود حالات سے میل نہیں کھاتا ہے، کبھی مریض کے اندر بھڑکنے کی صلاحیت کافی بڑھ جاتی ہے اور وہ ذرا سی بات پر برانگیختہ ہوجاتا ہے، مریض اپنے متعلق ضرورت سے زائد اندازے لگانے لگتا ہے، اس کے اندر اپنی ذات کی اہمیت کا احساس بڑھ جاتا ہے اور وہ بڑے بڑے عزائم باندھنے لگتا ہے۔
- سنک (mania) کے مریضوں میں ایک علامت یہ بھی پائی گئی ہے کہ ان کی عملی کارکردگی اور حرکت

ونشاط میں اضافہ ہوجاتا ہے، وہ سب کے سونے کے کافی دیر بعد سوتے ہیں اور دوسروں سے پہلے بیدار ہوجاتے ہیں، کام کے سلسلے میں یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ وہ کسی قابل ذکر حصولیابی اور نتیجے کے بغیر ایک منصوبے سے دوسرے منصوبے کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح یہ مریض اپنے اخراجات میں اسراف سے کام لیتا ہے، ایسی چیزیں خریدتا ہے جن کی اسے ضرورت نہیں ہوتی ہے، نشاط اور چستی کی زیادتی کے باوجود مریض کی قدرت ارتکاز کم ہوجاتی ہے۔اسے توجہ میں انتشار کی شکایت محسوس ہونے لگتی ہے، اس کے کلام کا ابال بڑھ جاتا ہے، وہ بڑی تیزی کے ساتھ ایک سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، یہ کیفیت پراگندہ فکری کے نام سے معروف ہے۔

● خبط کی بیماری میں عام طور پر اشتہا کے اضافے کی شکل میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے، جس میں وزن نہیں بڑھتا ہے، اسی طرح سونے کی حاجت کم ہوجاتی ہے، جنسی رغبت اور نشاط بڑھ جاتا ہے، حیاء اور معاشرتی ضابطوں کا لحاظ بہت کم ہوجاتا ہے، اور کبھی کبھی اس بیماری میں بھی واہموں اور فریب خیال کی بیماریوں کی علامتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

● خبط (mania) کا اضطراب دوروں کی شکل میں ہوتا ہے۔ پہلا دورہ عام طور پر پندرہ سے تیس سال کی عمر کے درمیان پڑتا ہے، مگر یہ عہد طفولت کے آخر کی ابتدا سے عمر کی ساتویں یا آٹھویں دہائی تک کبھی بھی پڑ سکتا ہے۔

۵- خرف (مخبوط الحواسی یا سٹھیاپا) Dementia :

خرف کو عضوی نفسیاتی اضطرابات (Organic mental disorders) کے ضمن میں شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں دماغ کے عضوی تغیرات واضح طور پر نمایاں ہوتے ہیں جن کی وجہ سے نفسیاتی بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔

● خرف کے اعراض :

خرف میں عام طور پر عقلی صلاحیتوں میں مسلسل بگاڑ ہوتا ہے اور اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، خرابیوں سے متاثر چیزوں میں یادداشت بھی ہوتی ہے، یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دماغ میں کوئی چیز تلف ہوجاتی ہے یا اس میں خلل پیدا ہوجاتا ہے، اور متاثر شخص کا دماغ جدید معلومات کا احاطہ کرنے یا انہیں محفوظ رکھنے کی استطاعت کھودیتا ہے، یہ چیز بہت قابل توجہ انداز میں مریض کی قریبی یادداشت کی کمزوری کی شکل میں نمایاں ہوجاتی ہے۔ اسی طرح مریض کی قوت ارتکاز پر بھی منفی اثر پڑتا ہے، عام طور پر مریض کو اس بیماری میں اپنی صلاحیتوں کے کمزور ہونے کا احساس باقی رہتا ہے، وہ رنج والم کا شکار رہتا ہے، اسے غصہ بہت جلد آجاتا ہے، بلکہ اکثر تو وہ رونے لگتا ہے اور جب اس کی طاقت سے بالاتر کوئی مہم اس کے سامنے آتی ہے تو وہ ہیجان میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

خرف میں تفکیر، فہم، حساب، تعلم کے امکان، لغت اور مختلف چیزوں کے متعلق درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت

میں خلل واقع ہونے کے باوجود قوت وعی وادراک ختم نہیں ہوتی ہے، اور خرف میں عام طور پر انفعالات اور سلوک میں واقع ہونے والے تغیرات پر قابو پانے کی صلاحیت میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔

- خرف کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مریض کی شخصیت میں بھی تغیرات پیدا ہوجاتے ہیں مثلاً وہ سماجی طور پر الگ تھلگ رہنے لگتا ہے، اس کے اندر اپنی ذات کا اہتمام کم ہوجاتا ہے، اس کی ادائیگی کی صلاحیتوں میں عمومی طور پر فتور اور بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اندر واہموں اور فریب خیال کے امراض کی علامتیں بھی ظاہر ہونے لگیں۔

٦- ھذیان (Delirium) : سرسام

ھذیان کو بھی عضوی نفسیاتی اضطرابات (Organic mental disorders) کی قسموں میں شامل کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی عضوی بیماری کے سبب سے وجود میں آتا ہے، مثلاً دماغی انفیکشن، دماغی بخار، دماغی اورام (Tumor) خون کی براہ راست ریزش کرنے والے بعض غدود کے امراض، کلیجے، گردے اور پھیپھڑے کی علتیں، دل کی ناکارکردگی اور اس سے متعلق مختلف بیماریاں، سوزشوں کے ساتھ بخار وغیرہ۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ دواؤں اور طبی جڑی بوٹیوں کے استعمال، اور آپریشن کے مرحلے سے گزرنے کے بعد بھی ھذیان کی کچھ حالتیں ظاہر ہوں۔

ہذیان ایک نفسیاتی بیماری ہے جس کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے، عام آپریشنوں کے نتیجے میں اس کے وقوع کی شرح (١٠-١٥%) ہے، اور باطنی امراض کے شعبے میں اس کے مریضوں کی شرح (١٥-٢٥%) ہے، اور آپریشن کے آئی، سی، یوڈپارٹمنٹ کے مریضوں میں ہذیان کے دوروں کی شرح (٣٠%) ہے، اور ایک ریسرچ میں جس کا اجرا کولھے کے جوڑ میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ (Hipfractures) کے علاج کے لئے کئے جانے والے آپریشن کے مریضوں پر ہوا تھا معلوم ہوا کہ تقریبا نصف مریض (٤٠-٥٠%) ہذیان کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں، مگر سب سے بڑی شرح ہارٹ کی اوپن سرجری میں درج کی گئی ہے جس میں آپریشن کے بعد (٩٠%) مریضوں میں ہذیان کے کیس پائے گئے ہیں۔

- **ہذیان (Delirium) کے اعراض :**

ہذیان کی سب سے نمایاں علامت (Impairment of consciousness) شعور کا اختلال ہے، مریض کا خود اپنی ذات اور اپنے اردگرد کے ماحول کے متعلق ادراک کم ہوجاتا ہے، مریض کی توجہ اور ارتکاز کی

صلاحیت اتنی کم ہوجاتی ہے کہ وہ اس بیماری میں اپنے ہلکے پھلکے کام کرنے سے بھی عاجز رہ جاتا ہے، مثلاً غسل کرنا، کپڑے بدل لینا، یا دیگر معمولی کاموں کی انجام دہی کرلینا اس کے لئے ناممکن سا ہوجاتا ہے، اس کی یاداشت میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے بالخصوص قریب کی یادداشت زیادہ متاثر ہوتی ہے، اسے زمان ومکان کے ادراک کی قوت نہیں رہ جاتی ہے، اسی طرح اس کا حسی ادراک بھی مختل ہوجاتا ہے اور یہ نقص حسی اوہام (illusions) کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اسے دیواروں پر بنے ہوئے نقش ونگار حشرات الارض اور حیوانوں کی شکل میں نظر آنے لگتے ہیں، کمرے کے گوشوں میں ظاہر ہونے والے سائے اسے خطرناک اشخاص کی صورت میں نظر آتے ہیں اور بیشتر اوقات میں مریض کو بصری فریب خیال کی شکایت رہتی ہے، لہٰذا مریض کو اپنے کمرے میں لوگ یا حیوانات چلتے پھرتے نظر آنے لگتے ہیں، یا ان کے علاوہ دیگر شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔

هذیان کی صورتوں میں نیند میں اضطراب کی شکایت بھی پائی گئی ہے، جس میں مریض بے خوابی کا شکار رہتا ہے، اور کبھی شدید حالت میں تو بالکل نہیں سوتا ہے، ممکن ہے کبھی دن کے وقت اسے نیند کا احساس ہونے لگے، مگر رات میں اس پر شدید کیفیات طاری ہوتی ہیں اسی طرح اسے پریشان کن خواب اور ڈراؤنے سپنے (Night mares) دکھائی دیتے ہیں۔

- دیگر اعراض میں انفعالی اضطرابات مثلاً ڈپریشن، قلق، خوف، ہیجان پیدا ہونا وغیرہ سامنے آتے ہیں، اور دن کے وقت مریض کے حالات میں تموج رہتا ہے، یعنی اس کی حالت مسلسل بہتری اور بگاڑ کے درمیان گھومتی رہتی ہے، اس کے کلام اور تفکیر میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ بسا اوقات اس بیماری میں بے اعتباری کے واہموں (Paranoid delusions) کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے جو اپنے تشتت اور انتشار سے نمایاں ہوتے ہیں اور ان کی تشکیل محکم نہیں ہوتی ہے جبکہ ان مربوط واہموں کا معاملہ ان کے برعکس ہوتا ہے جو انشقاق ذہنی کے حالات میں نظر آتے ہیں۔

۷۔ صرع (Epilepsy)

ایک اعصابی بیماری جس میں اینٹھن کے ساتھ غشی کا دورہ پڑتا ہے اس میں ایک شکل مرگی کی بھی ہوتی ہے :

یہ ایک اعصابی مرض ہے جس کی نمایاں صفت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دماغ کی برقی سرگرمیوں کے فطری عمل میں وقتی طور پر خلل واقع ہوجاتا ہے، یہ بات معلوم ہے کہ دماغ اور اعصابی نظام عام طور پر تمام اعضائے جسم کو کنٹرول کرنے کی ذمہ داری نبھاتے ہیں اور یہ کام اعصابی خلیوں کے درمیان برقی طاقتوں کی سادہ ترسیل کے

ذریعہ انجام پاتا ہے۔اور یہ کیفیت فطری حالت میں ہوا کرتی ہے جبکہ مرض صرع کی حالت میں وقتاً فوقتاً منقطع برقی طاقتیں جو شاذ ہوتی ہیں چل پڑتی ہیں جن کی تاثیر عام حالات کی طاقتوں سے زیادہ قوی ہوتی ہے، اور ان برقی طاقتوں کا اثر انسان کی قوت ادراک وشعور، اس کی جسمانی حرکتوں اور اس کے احساسات پر پڑتا ہے جن کی مدت قلیل ہوتی ہے، اور ان فزیکل تغیرات کو صرعی تشنجات کا نام دیا جاتا ہے۔اور ان تشنجات کے رونما ہونے کا یہ یقینی مطلب نہیں ہوتا ہے کہ آدمی مرض صرع میں مبتلا ہو چکا ہے، کیونکہ تشنجات کبھی کبھی دیگر اسباب کے تحت الگ سے بھی واقع ہوا کرتے ہیں۔مثلاً کچھ دواؤں کا استعمال، اور بلڈ شوگر کا گراف نیچے آجانے یا دیگر امراض کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے۔مگر مرض صرع کی نمایاں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے مریض کے اندر بار بار تشنجی دوروں کے واقع ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عام طور پر تشنجات کے وقوع کی شرح تقریباً (۵%) فیصد ہے، جبکہ کسی بھی معاشرے کے اندر مرض صرع کے وقوع کی شرح (۰،۵-۱%) کے درمیان ہے۔

• صرع کی قسمیں :

عالمی تقسیم کے مطابق صرعی دوروں کی عام طور پر دو بنیادی قسمیں ہیں :

۱- تعمیمی صرعی دورے (Generalized Seizures) :

ان کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ پورے دماغ پر چھا جاتے ہیں اور کسی خاص منطقہ میں منحصر نہیں ہوتے ہیں۔ اس کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، ان میں سب سے مشہور وہ ہے جسے "علت صرعی کلاں" (Grand mal epilepsy) کہا جاتا ہے، اور اعراض کی نمطی شکلوں میں بطور مفاجات اسی کا ظہور ہوتا ہے، جس میں قوت ادراک کا مکمل فقدان شامل ہوتا ہے اور مریض زمین پر گر جاتا ہے، اس کے اعضاء میں منظم تشنجی حرکت پیدا ہو جاتی ہے، مریض عام طور پر اپنی زبان کاٹنے لگتا ہے، اور پیشاب کی تھیلی پر اپنا کنٹرول کھو دیتا ہے اس لئے اسے کپڑے میں پیشاب ہونے لگتا ہے۔

۲- جزئی صرعی دورے (Partial Seizures) :

اس قسم میں دورے پورے دماغ پر نہیں چھاتے ہیں بلکہ دماغ کے کسی مخصوص حصے میں اٹھتے ہیں، اور عملی اعتبار سے ان کی دو قسمیں ہوتی ہیں :

- سادہ جزئی صرعی دورے (Simple Partial Seizures) :

اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قوت ادراک مضطرب نہیں ہوتی ہے۔

- پیچیدہ جزئی صرعی دورے (Complex partial Seizures) :

اس میں قوت ادراک میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

کبھی اسے (Temporal lobe epilepsy) فص صدغی (کنپٹی کے اندر) کا صرع بھی کہا جاتا ہے، یعنی دماغ کے دونوں طرف کنپٹی کے اندر کے حصے کا صرع جس میں نطق یا بولنے سے تعلق رکھنے والے حصے شامل ہیں۔

یا نفسی حرکی صرع (Psychomotor seizures) (ذہنی عمل کی حرکت سے متعلق صرع) کہا جاتا ہے، جس کا تعلق ذہنی عمل کی پیدا کی ہوئی حرکت سے ہوتا ہے۔

بالغ افراد کے یہاں صرع کی یہی قسم زیادہ پائی جاتی ہے جس کا شکار ہر ہزار میں سے تین اشخاص ہوتے ہیں۔

- مرض صرع کے علاج اور اسے ہینڈل کرنے میں طبیب نفسی کے ساتھ باطنی امور کے اطباء بھی شامل ہوتے ہیں جو اعصابی نظام کے ماہر ہوتے ہیں، اس مرض کے کچھ مخصوص پہلو ہوتے ہیں جن پر ایک نفسیاتی طبیب اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :
- اس بیماری کی وجہ سے مریض پر سماجی اعتبار سے کیا نفسیاتی اثر مرتب ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے اسے اپنی منصبی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کیا دشواری ہوتی ہے اور اس کی سماجی حیثیت پر کیسا منفی اثر پڑتا ہے؟
- اس کے اندر نفسیاتی امراض کی کونسی علامتیں پائی جاتی ہیں؟
- علمی تحقیقات سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ (۱۰-۵۰ %) تک صرع کے مریضوں میں نفسیاتی امراض کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔
- اسی طرح یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ صرع کے بعض مریضوں کے اندر سخت عدوانی جذبہ پایا جاتا ہے جس کا واضح اثر ان کے سلوک پر پڑتا ہے اور وہ آمادۂ تشدد ہوتے ہیں۔

فائدہ :

عام طور پر عرب اہل علم یا راقیوں کی اصطلاح میں جن زدگی کے لئے لفظ صرع کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

۸- وسواس قہری (Obsessive compulsive disorder) :

وسواس قہری کا شمار اعصابی اضطرابات (Neurotic disorders) میں ہوتا ہے، اس مرض کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں عام طور پر مریضوں کی بصیرت اپنا کام کرتی ہے اور انہیں اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ وہ

مریض ہیں اور ارد گرد کی حقیقت سے ان کا تعلق منقطع نہیں ہوتا ہے، جبکہ انشقاق ذہنی کے اضطرابات کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وسواس قہری ایک شائع اور مزمن اضطراب ہے، اس کے ساتھ عام طور پر قلق اور ڈپریشن کی شکایتیں واضح طور سے محسوس کی جاتی ہیں، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں وسواسی افکار پائے جاتے ہیں اور مریض اپنے کچھ کاموں میں مغلوب ومجبور ہوتا ہے جس سے وہ کافی ڈسٹرب ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی منصبی، معاشرتی اور شخصی فرائض کی ادائیگی پر منفی اثر پڑتا ہے، اور یہ حالت اس کا بہت وقت کھالیتی ہے جبکہ مریض کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے افکار وافعال نامناسب ہیں اور ان میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔

کبھی یہ اضطراب عمر کی قید کے بغیر ہر عمر میں لاحق ہوسکتا ہے مگر اکثر یہ بیماری ابتدائے شباب میں ہوتی ہے، کیونکہ مراجع کے مطابق اس کی شروعات کی متوسط عمر (۲۰) سال ہوتی ہے، یہ بیماری مردوں اور عورتوں میں یکساں شرح میں پائی گئی ہے، کچھ تحقیقات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ہر معاشرے کے (۲%) لوگ اس اضطراب میں مبتلا ہیں۔

- **وسواس قہری کے اعراض :**

اس مرض کے اعراض کو دو گروپوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۱- وسواسی افکار (Obsessive thoughts) :

یہ کچھ مصر ومستمر افکار یا احساسات یا ناخوش کن حالت سے عبارت ہوتے ہیں، مریض جانتا ہے کہ یہ سطحی اور نامقبول افکار ہیں مگر وہ اس کے علی الرغم پیدا ہوتے جاتے ہیں اور وہ انہیں روکنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے۔ یہ افکار متنوع اور مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق بسا اوقات نظافت، طہارت، دین، عقیدہ، بیماری یا جنسی افکار یا پرتشدد خیالات سے ہوتا ہے اور کبھی وہ خودکشی کے متعلق سوچنے لگتا ہے، اسی طرح کے دیگر افکار بھی اس کے اندر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اور ان افکار کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے مریض اپنی زندگی کے دیگر امور کا اہتمام نہیں کرپاتا ہے، اور اس کی زندگی کے مختلف گوشے خرابی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

۲- قہری افعال یا معمولات (Compulsion) :

اس بیماری میں مریض معین افعال بندھے ہوئے معمول (Ritual) کے مطابق بتکرار انجام دیتا ہے۔ مثلاً

بار بار وضوء کرتا ہے، مکرر نماز پڑھتا ہے یا اس کے کچھ اجزاء کو یا دیگر عبادات یا اعمال کو بار بار انجام دیتا ہے، یا بار بار دروازوں اور تالوں کی جانچ کرتا ہے کہ وہ بند ہوئے ہیں یا نہیں؟ یا بلا فائدہ چیزوں کو بار بار گنتا ہے، معین اشیاء یا مقامات کو بے مقصد مکرر دیکھتا ہے یا چھوتا ہے، بہت لمبے وقت تک ہاتھوں کو دھوتا یا نہاتا رہ جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے فرائض کی ادائیگی اور کاروبار حیات سے معطل ہوجاتا ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے جو اس کے ساتھ رہتے سہتے ہیں پریشانیوں کا سبب بن جاتا ہے، اور یہ سارے کام مریض کسی لطف ولذت کے حصول کے لئے یا ان کاموں کی اہمیت پر کامل اطمینان کی وجہ سے نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ مغلوب الحال ہے اور ان کاموں کے لئے مجبور ہے، کیوں کہ اگر وہ انہیں نہیں کرتا ہے تو اسے شدید قلق کا احساس ہوتا ہے۔

۹- دہشت یا وحشت (Phobia) :

یہ ایک مریضانہ خوف ہوتا ہے جس میں کچھ خاص مواقف یا مقامات یا اشیاء کا سامنا کرنے پر سخت ترین قلق اور خوف ظاہر ہونے لگتا ہے، ان امور کا سامنا کرنے اور برانگیختہ کرنے والے ان اسباب کی وجہ سے مریض کے سامنے کچھ نامناسب اور غیر فطری قسم کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے جس سے وہ گریز یا راہ فرار اختیار کرتا ہے، اور یہ کیفیت اس حد تک جا پہنچتی ہے کہ وہ مریض کے شخصی یا سماجی یا منصبی فرائض کی ادائیگی پر منفی اثر ڈالتی ہے۔

فوبیا کی اساسی طور پر تین قسمیں ہیں :

- **فضا ترسی** (Agora phobia) : باہر کی فضا یا مجمع سے ڈرنا گھر گھسنا پن یا گوشہ گزینی کی شکایت۔
- **سادہ یا نوعی خوف** (Simple or specific phobia)۔
- **معاشرتی دہشت** (Social Phobia)

فضا ترسی کے مریض کو عوامی جگہوں، بھیڑ بھاڑ کے مقامات، کھلی ہوئی کشادہ جگہوں، تنہا سفر، یا سنگین حالات میں بھی گھر سے باہر آنے میں سخت خوف محسوس ہوتا ہے، اسی لئے وہ کسی بھی وجہ سے باہر نکلنے سے گریز کرتے ہوئے اپنے گھر ہی میں باقی رہنا چاہتا ہے۔

سادہ یا نوعی خوف کے مریض میں شدید خوف کے مذکورہ سارے مظاہر کے ساتھ ایک خاص توجہ دلانے والی چیز یہ ہوتی ہے کہ اسے مخصوص اشیاء سے خوف ہوتا ہے، مثلاً حیوانات، بلند مقامات، بجلی کی کڑک، تاریکی، ہوائی جہاز پر سوار ہونے، بند مقامات، مخصوص کھانا کھانے، دانتوں کے ڈاکٹر وغیرہ کا خوف ہوتا ہے.. الخ۔

معاشرتی دہشت کے مرض میں بیمار آدمی جب لوگوں کو سماجی سرگرمیوں میں دیکھتا ہے تو اسے یہ خوف محسوس ہونے لگتا ہے کہ کہیں ان کے اہتمام کا محور وہی نہ ہو، یا اسے یہ ڈر رہتا ہے کہ اس کا تصرف رسوا کن یا پریشان کن ہوسکتا ہے اس لئے وہ صاف طور پر اس طرح کے حالات سے گریز اختیار کرتا ہے مثلاً عوامی مقامات پر کھانا یا گفتگو کرنا وغیرہ۔

۱۰۔ نشے کی لت اور عقل پر اثر ڈالنے والی اشیاء کا غلط استعمال :

طب نفسی میں مذکورہ امور اور ان سے حاصل نتائج پر بھی بحث کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے جو نفسیاتی اضطرابات پیدا ہوتے ہیں ان پر بھی گفتگو کی جاتی ہے مگر یہ چیزیں ہمارے موضوع سے بہت زیادہ متعلق نہیں ہیں اس لئے ہم اس بحث کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

۱۱۔ جنسی تشخص کا اضطراب :

یہ اصطلاح اضطرابات کے ایک ایسے مجموعے کے متعلق استعمال کی جاتی ہے جن میں نمایاں طور پر کسی شخصیت کے اندر صنف دیگر کی طرح جینے کی شدید اور مسلسل خواہش پائی جاتی ہے، ان اضطرابات میں سب سے اہم وہ اضطراب ہے جسے ''جنسی تبدیلی''، ''مخالف جنسی شعور'' کا اضطراب (Trans sexualism) کہا جاتا ہے۔ اس میں کسی شخصیت کے اندر یہ خواہش پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے مخالف جنس کی طرح زندگی گزارے اور لوگ اس کے ساتھ اسی حیثیت سے تعامل کریں، اسی کے ساتھ عام طور پر اس کے اندر اپنے ہم جنس افراد کے ساتھ عدم راحت یا ہم آہنگی کے فقدان کا احساس رہتا ہے، اس کی چاہت یہ ہوتی ہے کہ اس کا آپریشن کر دیا جائے یا اس کا ایسا ہارمونی علاج کیا جائے کہ بقدر امکان اس کا جسم اس کے نزدیک پسندیدہ جنس سے ہم آہنگ ہوجائے، اور اس وضع کی تشخیص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے اندر جنسی تشخص کی تبدیلی کی خواہش کم از کم دو سال تک مسلسل پائی جائے، مطلب یہ ہے کہ سرسری طور پر پیدا ہونے والے رجحانات تشخیص کے لئے کافی نہیں ہیں، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ یہ چاہت اس کے اندر کسی دوسری نفسیاتی بیماری مثلاً انشقاق ذہنی وغیرہ کی علامت کے طور پر نہ پیدا ہوئی ہو۔ یا اس کے ساتھ کوئی خنثوی یا موروثی شذوذ یا جنسی صبغیات (Chromosome) نہ پائی جاتی ہوں، مطلب یہ ہے کہ یہاں جو فرد مطلوب ہے وہ یا تو مکمل مرد ہو جس کی ذکوریت کامل ہو یا مکمل عورت ہو اور جسمانی اعتبار سے اس کی نسوانیت کامل ہو، وہ مخنث نہ ہو، اور جنسی تشخص کا اضطراب ہم جنسی یا اغلام بازی یا سحاق کی لت کا مترادف نہیں ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ مذکورہ بیماری کے ساتھ اس کے اندر یہ خرابی بھی پائی جاتی ہو، مگر دونوں حالتیں ایک

دوسرے سے مختلف ہیں۔ کیونکہ جنسی تشخص کے اضطراب کا مریض (مثلاً) اگر مرد ہوتو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ مونث ہے اور چاہتا ہے کہ صرف جنسی عمل ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کے ساتھ ایک مونث کی طرح معاملہ کیا جائے اور وہ اسی حیثیت سے جیے جبکہ ہم جنسی کی لت میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ مرد اپنے مردانگی کے وصف کو برقرار رکھتا ہے اور اپنا نام یا معاشرتی وصف تبدیل نہیں کرنا چاہتا ہے، نہ اپنی جنسی تبدیلی کے لئے کسی آپریشن یا ہارمونی علاج کا خواہاں ہوتا ہے۔ مگر جنسی تشخص کے اضطراب میں مبتلا شخص مکمل طور پر نسوانی کردار ادا کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے، یہاں تک کہ جنسی عمل میں بھی اس کی یہی خواہش ہوتی ہے، اسی لئے وہ اس بات کے لئے کوشاں رہتا ہے کہ آپریشن کر کے اس کا مہبل (عورت کی فرج سے رحم تک پہنچنے والی نلی) بھی بنا دیا جائے (تاکہ وہ جنسی عمل کے وقت پورے طور پر عورت کا کردار ادا کر سکے)، جبکہ ہم جنسی کی لت میں مبتلا شخصیت اپنی موجودہ جسمانی ساخت پر مطمئن ہوتی ہے اور اس میں کسی تبدیلی کی خواہاں نہیں ہوتی ہے۔

طب نفسی کے وسائل علاج کا استعمال

انسان کو مختلف قسم کی بیماریاں اور امراض لاحق ہوتے ہی رہتے ہیں اور اسے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق عمل کرے، اور جن چیزوں سے اس نے روک دیا ہے ان سے باز رہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کو کوئی نفسیاتی بیماری لاحق ہو جائے تو وہ اس کا علاج کرے یا نہ کرے، ڈاکٹر کی تجویز کردہ نفسیاتی دوائیں استعمال کرے یا نہ کرے؟

اس مسئلے پر بحث کے پہلو حسب ذیل ہیں :

اول : دوا (Drug) :

- اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ ہر وہ مادہ ہے جو انسان یا حیوان کو لاحق ہونے والے امراض کی تشخیص یا علاج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یا جو اس کی تکلیف کی شدت کو کم کر دے یا اس سے محفوظ رکھے۔
- اس کی ایک دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ کوئی ایسا مادہ ہے کہ جب وہ۔ کسی زندہ وجود کے جسم میں داخل ہوتو۔ اس کے لئے اس کے وظائف میں سے کسی ایک پر یا ایک سے زائد پر اثر انداز ہونا ممکن ہو۔
- ایک تیسری تعریف یہ ہے کہ دواء ایک ایسا کیمیائی مرکب ہوتی ہے جسے فسیولوجیکل (Physiological) طور پر [یعنی اعضائے جسم کے وظائف پر اثر انداز ہونے کے لئے] یا نفسیاتی طور پر اثر

انداز ہونے کے لئے استعمال کیا جائے جو مرغوب فیہ بھی ہو۔

پہلی تعریف عام اور شامل ہے، دوسری تعریف خاص ہے اور اس میں نقصاندہ چیزیں مثلاً نشہ آور اشیاء بھی داخل ہوجاتی ہیں جبکہ تیسری تعریف اس بحث کے مقصود سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ وہ ان دواؤں کے ساتھ خاص ہے جنھیں اطباء اپنے مریضوں کو اس لئے تجویز کرتے ہیں تاکہ وہ ان کے اعضاء کے وظائف پر مطلوبہ آثار پیدا کریں۔

نفسیاتی ادویہ سے مراد وہ مواد ہیں جو نفسی اطباء کی طرف سے نفسیاتی امراض کے علاج کے لئے تجویز کی جاتی ہیں اور ان پر بھی وہی چیزیں منطبق ہوتی ہیں جو عام طور پر دیگر دواؤں کی تعریف پر منطبق ہوتی ہیں، اور ان کی مختلف قسمیں ہیں مگر جو ان میں سب سے اہم ہیں وہ حسب ذیل طریقے پر چار مرکزی گروپوں کے تحت مندرج ہوتی ہیں:

۱- ذہنی امراض کی مخالف، دافع اور انسدادی دوائیں (مضادات الذهان) (Antipsychotic Drugs):

یہ وہ دوائیں ہیں جو نفسیاتی دماغی امراض کے علاج میں استعمال کی جاتی ہیں، اسی طرح عام طور پر ذہنی امراض کے اعراض میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً انشقاق ذہنی، وجدانی انشقاق ذہنی، خبط، ڈپریشن مع اعراض انشقاق، واہموں کے اضطراب، ذہنی امراض مع نفسیاتی عضوی امراض مثلاً ہذیان اور خرف وغیرہ میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔

دواؤں کا یہ گروپ ڈوپامین (Dopamine) کے خلاف معاکس طور پر اثر انداز ہوکر اپنا کام کرتا ہے اور یہ ڈوپامین اعصابی نظام کے عمل میں ایک انتہائی اہمیت کا حامل اعصابی ناقل ہوتا ہے، اور یہ مانا جاتا ہے کہ ڈوپامین کی سرگرمی میں اضافہ ذہنی امراض کے پیدا کرنے میں اساسی کردار ادا کرتا ہے۔

دواؤں کا یہ مجموعہ دو مرکزی مجموعوں (یعنی گروپوں) میں تقسیم ہوتا ہے اور وہ ہیں :

ذہنی امراض کے روایتی مضادات اور غیر روایتی مضادات۔ اور امراض ذہنی کے مضادات میں سب سے مشہور دوا (Haloperidol) ہے۔

۲- انٹی ڈپریشن (دافع رنج دوائیں) (Antidepressant Drugs):

یہ وہ نفسیاتی دوائیں ہوتی ہیں جو ڈپریشن کے علاج کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، ڈپریشن کی سب سے پہلی مضاد (انٹی) دوا کا اکتشاف (۱۹۵۸ء) میں ہوا تھا، اور اسے (imipramine) کہا جاتا ہے، اسی وقت سے ان ادویہ کی تعداد مسلسل بڑھتی ہی جارہی ہے، ان ادویہ کا استعمال ڈپریشن کی مختلف انواع میں کیا جاتا ہے، مثلاً

ڈپریشن کلاں، نفسیاتی ڈپریشن، غیر نمطی ڈپریشن، عسر مزاج، قلق کے بعض اضطرابات مثلاً دہشت اور وسواس قہری کے دوروں اور بچوں کے بعض نفسیاتی امراض اور دیگر امراض کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔

انٹی ڈپریشن دوائیں مختلف گروپوں میں تقسیم ہوتی ہیں، ان میں سب سے مشہور سہ دائری انٹی ڈپریشن ہے (اور اس کی مثالوں میں سے امپیرامین ہے)، اور سیروٹونین کے چوسنے کے اعادہ کو نا کام کرنے والی منتخب دوائیں (اور اس کی مثالوں میں سے (فلوکسیٹین Fluoxetine نامی دوا ہے) اور یہ اس طرح علاج میں اپنا کام کرتی ہے کہ دماغ میں موجود اعصابی نواقل پر اثر انداز ہوتی ہے، بالخصوص اس ناقل پر جسے سیروٹونن (Serotonin) کہا جاتا ہے جس کے متعلق یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگر یہ فطری معیار سے نیچے آجاتا ہے اور اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے ڈپریشن کی بیماری اور کچھ دیگر نفسیاتی امراض پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ مثبتات المزاج (مزاج میں استحکام اور توازن پیدا کرنے والی دوائیں) (Mood stabilizing Drugs):

اس گروپ کو بھی خبط مخالف دواؤں (Antimanic Drugs) کا نام دیا جاتا ہے، کیونکہ اساسی طور پر ان کا استعمال خبط (mania) کی بیماری کے علاج کے لئے کیا جاتا ہے، اسی طرح یہ دوائیں مختلف نفسیاتی اضطرابات کے لئے بھی استعمال کرائی جاتی ہیں، ان میں سب سے اہم دہری قطبیت والا مزاجی اضطراب، وجدانی انشقاق ذہنی کا اضطراب اور دورانی مزاج ہے۔

یہاں متعدد دوائیں ایسی ہیں جو اس گروپ کے تابع ہیں بطور مثال (Lithium) لیتھوم نامی دوا پیش کی جاسکتی ہے جس کا اکتشاف پہلی بار نفسیاتی دوا کے طور پر سن (۱۸۹۷ء) میں ہوا تھا، یہ دوا پیچیدہ کیمیائی عملیات کے ذریعہ اپنا کام کرتی ہے جس کا اثر متعدد اعصابی نواقل پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے مزاج میں اس کے فطری حدود کا استقرار پیدا ہوجاتا ہے۔

۴۔ دافع قلق دوائیں (anti anxiety drugs):

اس گروپ کو بھی (anxiolytic) قلق کو تحلیل کرنے والی ادویہ کہا جاتا ہے، یہ دوائیں اساسی طور پر۔ جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے۔ قلق کی بیماریوں اور اضطرابات کے علاج کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، مثلاً عام قلق کے اضطراب اور خوف کے دوروں اور ڈپریشن کے کچھ حالات میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے جن کے ساتھ انٹی ڈپریشن دوائیں بھی دی جاتی ہیں، اسی طرح ان کا استعمال نیند کے اضطراب اور نشے کے استعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے

والے انخلائی اثرات کے لئے بھی کرایا جاتا ہے اور اس کے دیگر علاجی استعمالات بھی ہوتے ہیں۔

اس گروپ میں متعدد دوائیں شامل ہیں جن میں سب سے مشہور (Benzodiazipines) ہے، یہ بھی ایک گروپ ہے جس میں مختلف ادویہ شامل ہیں، بطور مثال ان میں سے ایک دوا (diazepam)، اور (Lorazepam) ہے، ادویہ کا یہ گروپ اپنا علاجی اثر یوں ڈالتا ہے کہ اعصابی نظام میں استقبال کرنے والی معین اشیاء پر اثر انداز ہوتا ہے جو گابا (Gaba) نامی مادے کے انتقال کو عمدہ اور مضبوط بناتی ہیں اور یہ بھی دماغ میں موجود اعصابی نواقل میں سے ایک ناقل ہے جو اعصابی نظام میں باز رکھنے اور روکنے والا اثر پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

● سابق میں جن کا ذکر کیا گیا ہے وہی نفسیاتی دواؤں کے مشہور گروپ ہیں، مگر یہاں کچھ اور گروپ بھی موجود ہیں مثلاً دافع صرع گروپ (anti epileptics)، مگر تمام نفسیاتی ادویہ کا تذکرہ باعث طوالت ہوگا جو ہمارے لئے چنداں مفید نہیں ہے اور ان پر تفصیلی گفتگو ہماری اس بحث کو مقصود کے باہر لے جائے گی، اس لئے مذکورہ باتوں پر اکتفا بہتر ہے۔

● قابل ذکر بات یہ ہے کہ نفسیاتی امراض کے علاج میں ان نفسیاتی ادویہ کی تاثیر بہت بڑی ہے، یا تو ان کے ذریعہ مکمل علاج ہو جاتا ہے، یا مرض پر کنٹرول حاصل کر لیا جاتا ہے، یا اعراض میں کمی واقع ہو جاتی ہے یا مریض کو نفع پہنچانے والی اور اس کی وضع کو بہتر کرنے والی دیگر بھی بہت سی صورتیں سامنے آتی ہیں، جیسا کہ طب کی دیگر قسموں میں ہوا کرتا ہے، اور بہت سے دیگر امراض اور نفسیاتی امراض کے درمیان شفا کا تناسب بہت قریب قریب ہے بشرطیکہ مختص طبیب (اسپیشلسٹ) کی ہدایات کے مطابق دوا کے ڈوز، اس کے مقررہ وقت اور علاج کے لئے مطلوب مدت وغیرہ کا لحاظ کیا جائے اور اس میں کوتاہی نہ کی جائے۔

فائدہ: ہم نے اللہ کی توفیق سے بڑی مشقت اور عرق ریزی کے ساتھ نفسیاتی امراض کی بہت سی قسموں، ان کی علامتوں، ان کے علاج کے طریقوں اور ان کے علاج میں استعمال کی جانے والی دواؤں کا تفصیلی ذکر طوالت کے باوجود محض اس لئے کیا ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ علم طب کے پاس ان بیماریوں کی دقیق ترین تحقیقات اور ان کے علاج کے متعلق بڑی بھاری معلومات جمع ہیں اور اس فن کے ماہرین ان امراض کا اللہ کے حکم سے کامیاب ترین علاج کرتے ہیں، اس لئے جاہل راقیوں اور شعبدہ باز وفریبی معالجین کے جھانسے میں آکر اپنے مریض کو بلاکسی وجہ جواز کے اس شعبے سے استفادہ سے محروم کر دینا بھاری ظلم ہے جس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مگر

افسوس کہ جاہل عوام تو ایک طرف رہے اچھے خاصے پڑھے لکھے حضرات بلکہ دینی علم رکھنے والے بعض علماء بھی جہاں نفسیاتی امراض کی مذکورہ علامتیں کسی کے اندر پاتے ہیں جھٹ یہ باور کر لیتے ہیں کہ اس پر جن سوار ہیں، یہ آسیب زدہ یا سحر زدہ ہے، اور پیشہ ور اور ڈھونگی راقیوں کے سوا ان کا علاج اب کہیں اور نہیں پایا جاتا ہے، اس لئے وہ بلا تفریق ہر کاہن وعراف اور جادوگر کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنا مال اور آخرت وعقیدہ سب برباد کر لیتے ہیں اور بیشتر حالات میں مریض صحیح علاج نہ حاصل کر پانے کی وجہ سے خراب سے خراب ترین صورت حال سے دوچار ہوتا چلا جاتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ پیش کردہ مذکورہ تفصیلات سے اس موضوع پر ان شاء اللہ لوگوں کی بصیرت میں اضافہ ہوگا اور وہ آئندہ غور وخوض کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائیں گے۔

نفسیاتی امراض کے علاج کا شرعی حکم

علماء نے اپنی کتابوں میں بیماریوں کے علاج کے شرعی حکم کے متعلق بڑی طویل بحثیں کی ہیں کسی نے اسے واجب کہا ہے کسی نے جائز کسی نے مکروہ اور کسی نے حرام بھی بتایا ہے، مثلاً صوفیاء کے گروہ نے مگر حقیقت یہ ہے کہ شرعی دلائل کی روشنی میں علاج مشروع ہے اور اکثر حالت میں جائز ہے اور کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے اور علاج کی کچھ صورتیں مکروہ بھی ہوتی ہیں جن کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ سطور میں پیش کی جائے گی۔

- البتہ علاج کے متعلق ابن قیم رحمہ اللہ کا ایک نفیس کلام اس موقع پر پیش کر دینا مناسب ہے، وہ فرماتے ہیں:

''احادیث صحیحہ میں دوا کرانے کا حکم دیا گیا ہے، اور وہ توکل کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ بھوک، پیاس اور سردی، گرمی کی بیماری کا ان کے اضداد سے دفع کرنا اس کے منافی نہیں ہے بلکہ ان اسباب کو بروئے کار لائے بغیر حقیقت توحید کی تکمیل ہی نہیں ہوگی جن کو اللہ نے اس لئے کھڑا کیا ہے تاکہ ان کے تقاضوں کے مطابق ان کے مسببات وجود میں آئیں جن کا تعلق شرع اور تقدیر دونوں سے ہے، اور انہیں معطل کر دینا نفسِ توکل میں قادح ہے، اسی طرح امر اور حکمت میں بھی قادح ہے، اور اس کو وہیں کمزور کر دیتا ہے جہاں اس کا معطل کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا ترک توکل کے باب میں زیادہ قوی ہے، کیونکہ اس کا ترک اس توکل کے منافی عاجزی ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کے دین ودنیا میں نفع پہنچانے والی چیزوں کے حصول میں اور دین ودنیا میں لاحق ہونے والے نقصان کے دفع کرنے میں دل کا اعتماد اللہ پر ہو مگر ساتھ ہی اسباب کو بروئے کار لانے پر بھی اعتماد کیا جائے ورنہ وہ حکمت اور شرع کو معطل کرنے والا شمار ہوگا۔ لہٰذا بندہ

اپنی عاجزی کو توکل اور توکل کو عاجزی نہ بنائے''۔ ①

- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَ اللّٰهَ خَلَقَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، فَتَدَاوَوْا، وَلَا تَتَدَاوَوْا بِالْحَرَامِ''

''بیشک اللہ نے بیماری اور دوا (دونوں) پیدا کی ہے، اس لئے تم دوا کرو مگر حرام سے دوامت کرو''۔ ②

- لہٰذا دوا کرنے کی عام مشروعیت کی بنا پر - طب نفسی کا ماہر طبیب مرض کے علاج کے لئے - جو نفسیاتی دوائیں تجویز کرتا ہے ان سے علاج کرنا مشروع ہے بلکہ - واللہ اعلم - یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نفسیاتی امراض ایسے ہوتے ہیں جن کا علاج واجب ہوتا ہے، جیسے کہ دیگر مہلک امراض کا علاج واجب ہوتا ہے، اس کی مثال میں ڈپریشن کے مرض کو پیش کیا جاسکتا ہے، کیونکہ - جیسا کہ بیان کیا گیا - اس کی بعض صورتوں میں مریض بیماری کے پریشر کے تحت اپنی جان لینے، خودکشی کرنے اور خود کو اذیت پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے ایسے مریض کی زندگی بچانے کے لئے اس کا فوری علاج شروع کردینا چاہیے، اسی طرح ذہنی اضطرابات کے کچھ مریضوں کا علاج اگر ترک کردیا جائے تو ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ اپنے خلاف یا دوسروں کے خلاف سنگین اور خطرناک قسم کے اقدامات کر بیٹھیں، اسی طرح علاج میں تاخیر کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ بعد میں مرض کے اندر اسے قبول کرنے کی صلاحیت کمزور ہوجائے، یہ تمام مفاسد ہیں جن کا تدارک اور خاتمہ بلا تاخیر فوری اور جلد علاج کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ اور ممکن ہے اس سلسلے میں تفریط اور کوتاہی سے کام لینے والا شرعی طور پر گنہگار ٹھہرے، اور اسی طرح اس کے علاج میں روکاوٹ ڈالنے والا بھی (خواہ وہ راقی یا روحانی معالج ہو یا دیگر کوئی شخص ہو) واللہ اعلم۔

- یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ مذکورہ دوائیوں پر مشتمل یہ نفسیاتی علاج محض سکون آور یا وقتی طور پر ٹھنڈا کردینے والا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ بعض عوام کے یہاں مشہور ہے، بلکہ ہمارے سابقہ بیان کے مطابق طب نفسی کا یہ اختصاصی اور ماہرانہ علاج ہے جو اعصابی نظام کے عمل میں ہونے والے متعین خلل کی تصحیح کرتا ہے، اور نفسیاتی اضطرابات کے علاج میں اس کی نمایاں فعالیت اور بھاری اثر ایسے واضح طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی ہے۔

اور ان کے بغیر مادی حصولیابیوں کے مطابق ان میں سے بہت سے اضطرابات کا علاج انتہائی دشوار ہوگا، اور جب

---

① زاد المعاد-۴/۱۵۔

② المعجم الکبیر للطبرانی : ۲۴/۲۵۴ البانی نے صحیح کہا ہے الصحیحۃ : ۴/۱۷۴ حدیث نمبر : ۱۶۳۳۔

ان دواؤں کے استعمال سے شفاء کی امید ہوتی ہے بلکہ اس کا گمان غالب ہوتا ہے تو پھر انہیں ترک کر دینے اور ان سے اعراض کرنے کی کوئی مناسب وجہ نہیں رہ جاتی ہے، بالخصوص جبکہ یہ علاج مقاصد شریعت سے بھی ہم آہنگ ہے جو ضروریات خمس (پانچ بنیادی امور) کی حفاظت کو لازم ٹھہراتی ہے اور انہیں نقصان پہنچانے کی اجازت کسی کو نہیں دیتی ہے اور انہیں میں سے نفس (جان) اور عقل بھی ہیں، چنانچہ نہ جانے کتنی جانیں ان دواؤں کے استعمال کی وجہ سے بچائی گئی ہیں جو خودکشی کے خطرے سے دوچار تھیں یا انہیں وفاۃ کے دیگر اسباب کا سامنا تھا جو نفسیاتی بیماریوں سے مربوط ہوتے ہیں، نہ جانے ان دواؤں کے استعمال سے کتنی عقلیں محفوظ ہوگئیں جن پر نفسیاتی امراض اثر انداز ہو چکے تھے مگر علاج کے بعد ان کی عافیت لوٹ آئی اور وہ اللہ کے حکم سے اپنے سابقہ عہد سے بہرہ مند ہوگئیں۔

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ نفسیاتی ادویہ کے ذریعہ علاج کا حکم اس بات سے مقید ہے کہ ان کا استعمال صحیح طریقے پر کیا جائے جن سے اعلیٰ درجہ کے نفع کے حصول کی ضمانت رہے اور بقدر امکان مریض کو جانبی اثرات (Side Effects) سے بچایا جا سکے۔ اور یہ مطلوب اس صورت میں پورا ہوگا جب دواؤں کے استعمال میں طبی ہدایات کی پابندی کی جائے گی جو متخصصین (اسپیشلسٹ ڈاکٹروں) کو معلوم ہیں کہ انہیں کتنی مدت میں استعمال کرانا ہے اور ان کا کتنا ڈوز دینا ہے، اور اس کی مقررہ مقدار سے تجاوز نہیں کرنا ہے، اور اگر مریض کی صحت ان دواؤں کے استعمال کی متحمل نہیں ہے تو وہ دوائیں اسے نہیں دینی ہیں، دوائیں لکھنے سے پہلے لیباٹری ٹیسٹ کرانا ہے، دواؤں کے استعمال کے دوران بھی اگر ضرورت پڑے تو لیباٹری ٹیسٹ کرانا ہے، اسی طرح سخت حاجت کے بغیر یا طویل مدت تک بنز وڈیاز بین گروپ کی دوائیں استعمال نہیں کرانی ہیں کیونکہ مریض "تحمل" کی حالت سے دوچار ہو سکتا ہے جس میں دوا کی لت پڑ جانے کا خدشہ رہتا ہے، یہ طبی ہدایات اہل اختصاص کو تفصیل کے ساتھ معلوم ہیں اور پوری توجہ کے ساتھ ان کی تحقیق موجود ہے، اس لئے اس بحث میں اس کی بہت زیادہ تفصیل بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

- مگر نہایت افسوسناک بات یہ ہے کہ کچھ راقی حضرات اس فن سے ناواقف ہونے کے باوجود اس طرح کی کچھ دوائیں مختلف حیلوں سے اپنے مریضوں کو استعمال کرا دیتے ہیں جن سے ممکن ہے کبھی فائدہ مل جائے مگر اس طرح نقصان کا اندیشہ حد درجہ قائم رہتا ہے۔ اور بسا اوقات یہ نقصان سنگین قسم کا ہوتا ہے۔ اس لئے راقیوں سے معجون یا دوائیں ہرگز نہ لی جائیں کیونکہ ان میں اکثر دھوکا ہوتا ہے۔

غیر دوائی نفسیاتی معالجے :

طب نفسی کے شعبے میں نفسیاتی امراض کا علاج مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، ان میں سے کچھ تو وہ دوائیں ہیں

جن کا بیان سابقہ مبحث میں کیا جا چکا ہے۔ایک طریقۂ علاج جو غیر دوائی ہے اس میں بجلی کے جھٹکوں کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح (Cognitive behavioral psychotherapy) کے ذریعہ بھی علاج ہوتا ہے، ان کے علاوہ دیگر طریقے بھی رائج ہیں۔

برقی تحریک کے ذریعہ علاج

(Electro convulsive therapy)

یہ بھی نفسیاتی معالجے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، اسے الیکٹرک شاک لگانا بھی کہا جاتا ہے، یا بجلی کے ذریعہ پیدا کئے ہوئے جھٹکوں سے علاج کرنا کہا جاتا ہے۔نفسیاتی امراض کے کچھ مخصوص حالات میں علاج کے اس قسم کا استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً ڈپریشن کی تیزی کے حالات بالخصوص جب ان کے ساتھ انشقاق ذہنی کے حالات بھی پائے جاتے ہوں، یا مریض خودکشی کی کوشش کرتا ہو، یا ڈپریشن والی حواس باختگی کے حالات ہوں، انشقاق ذہنی کے سخت ترین حالات، خبط کے بعض حالات، ولادت وغیرہ کے بعد کے انشقاق ذہنی کے حالات میں بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔قابل ذکر بات یہ ہے کہ برقی تحریک کے ذریعہ علاج انتہائی فعال اثر کا حامل ہے اور بیشتر حالات میں اس میں کامیابی کا تناسب (۹۰%) سے بھی زائد ہے۔

برقی تحریک کے ذریعہ علاج اس تصور پر قائم ہے کہ مریض کے دماغ کے اندر مخصوص شدت (۸۰ وولٹ) کی برقی رو دوڑائی جائے۔یہ کام اسی غرض کے لئے تیار کئے گئے ایک آلہ کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے، برقی رو کا استمرار بہت ہی مختصر مدت تک کے لئے ہوتا ہے، بس (۱ء۔۳ء سیکنڈ) تک، اس کے بعد وقتی طور پر (۱۰-۵۰) سیکنڈ تک کے لئے غالباً مریض کے جسم میں عام تشنجات پیدا ہوتے ہیں، ان لہروں کا کام یہ ہوتا ہے کہ یہ دماغ میں موجود اعصابی نواقل کی نسبتوں اور مقداروں پر اپنا اثر ڈالتی ہیں اور طاری ہونے والے اس خلل کی جن کی وجہ سے نفسیاتی مرض پیدا ہوتا ہے اصلاح کر دیتی ہیں، یہ کام مکمل طور پر بیہوش کرنے کے بعد ہی انجام دیا جاتا ہے اس لئے مریض کو بازو میں سن کے لئے دی جانے والی سوئی کے علاوہ اور کہیں درد کا کوئی احساس نہیں ہوتا ہے، یہ عمل مریض کی حالت بہتر ہونے تک ہفتے میں تین دن کی شرح سے کیا جاتا ہے، اور عام طور پر اس میں نشستوں کی تعداد (۱۲) سے زیادہ نہیں ہوتی ہے، بہت سے مریضوں کو تو (۶) نشستوں سے زیادہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہے۔

- **برقی علاج سب سے مامون طریقہ علاج ہے :**

بہت سے لوگوں کے خیال کے برعکس برقی تحریک کے ذریعہ علاج خطرناک نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ طب میں کوئی دوا ایسی نہیں پائی جاتی ہے جس کے جانبی اثرات (Side effects) نہ ہوتے ہوں، مگر اس طریقۂ علاج میں جانبی اثرات بہت محدود ہیں، جن میں وقتی طور پر یادداشت کا متاثر ہونا، سر درد، کبھی متلی یا قے کا ہونا وغیرہ شامل ہیں، نیز کبھی کبھی کچھ پیچیدگیاں بیہوش کرنے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں جو عام نہیں ہیں جیسا کہ معلوم ہے۔ اس لئے طب نفسی کے بہت سے ماہرین برقی تحریک کا علاج تجویز کرتے ہیں کیونکہ یہ دنیا کے زیادہ مامون معالجوں میں سے ایک ہے۔

فائدہ : شرعی اعتبار سے جائز ہے اس لئے کہ تجربات سے اس کا نفع ثابت ہو چکا ہے :

یہ علاج بھی شرعی اعتبار سے جائز اور مشروع ہے کیونکہ علمی اعتبار سے اس کا نفع ثابت ہو چکا ہے، اور سائنسی تحقیقات وتجربات اس کے کامیاب علاجی اثرات اور بہت سے نفسیاتی امراض میں اس کی فعالیت پر شاہد ہیں، اس لئے اہل اختصاص کے یہاں اس کے فوائد محل اختلاف نہیں ہیں، بعض تحقیقات کے اندازے کے مطابق اس طریقۂ علاج میں بہت سے حالات میں کامیابی کی شرح (۹۰%) ہے۔ اور جس کا نفع ثابت ہو چکا ہو وہ شرعی طور پر جائز بلکہ مطلوب ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ :

''مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ''۔

''جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو اسے چاہیے کہ پہنچا دے''۔ ①

- **اس طریقہ علاج کے مریضوں کو فوری امداد کی ضرورت ہوتی ہے :**

طبی اعتبار سے جو حالات اس طریقۂ علاج کے متقاضی ہوتے ہیں وہ عام طور پر بڑی تیزی کے حامل اور خطرناک قسم کے ہوتے ہیں اور تاخیر کے متحمل نہیں ہوتے ہیں، مثلاً سخت ڈپریشن کی حالت جس میں خودکشی کی کوشش بھی شامل ہو یا ڈپریشن والی مخبوط الحواسی کی حالت۔ آخر الذکر حالت میں اپنے اردگرد کے موثرات کے ساتھ مریض کا تفاعل بہت ہی کم یا معدوم ہو جاتا ہے، اور وہ کھانے پینے سے بھی اس درجہ گریز کرنے لگتا ہے کہ اگر اسے علاج کے مرحلے سے نہ گزارا جائے تو اس کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح کے حالات میں برقی

---

① مسلم : ۱۸/۷ حدیث نمبر : ۵۸۵۷۔

تحریک کا طریقۂ علاج باذن اللہ مریضوں کی جانیں بچانے اور ان کی روحوں کی حفاظت کا ضامن بن جاتا ہے، اور یہ ایک مشروع کام ہے بلکہ مقاصد شریعت میں داخل ہے اور اس کا تعلق ہر ملت میں متفق علیہ ضرورات خمسہ کی حفاظت کا حصہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول :

﴿وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحۡيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا﴾ [المائدۃ:۳۲]۔

''اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا''۔

میں داخل ہے۔

ایک روایت کے مطابق مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں (مَنۡ اَحۡيَاهَا) کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ''مطلب یہ ہے کہ جو اسے ڈوبنے، جلنے یا ہلاکت سے بچالے''۔ [1]

اور اس طریقۂ علاج سے مذکورہ مریضوں کا علاج کرنے میں ان شاء اللہ ان کے لئے نجات ہے۔

• برقی علاج کو کیّ (داغنے) والے علاج پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے :

کچھ لوگ اگر یہ کہیں کہ کیا برقی تحریک کے ذریعہ علاج کا شمار کیّ (داغنے کے ذریعہ علاج) کے زمرے میں ہوتا ہے؟ جبکہ کیّ (داغنے کے ذریعہ علاج) کی نھی (ممانعت) وارد ہوئی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: کیّ کا علاج عام طور پر آگ سے ہوتا ہے اور اس میں حرارت اور جلانے کا عمل پایا جاتا ہے جس کا اثر استعمال کرنے والے پر صاف دکھائی دیتا ہے اور وہ اس کے لئے شدید درد کا باعث ہوتا ہے، جبکہ برقی تحریک کے ذریعہ علاج میں نہ آگ ہوتی ہے، نہ حرارت نہ جلانا، اور برقی رو کا آلہ مریض کے جسم کے جس حصے کو چھوتا ہے وہاں کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا ہے، اور اگر اسے صحیح طریقے پر انجام دیا گیا ہو تو اس سے کوئی درد بھی پیدا نہیں ہوتا ہے، لہٰذا وہ متعدد وجوہ سے کیّ سے بالکل الگ چیز ہے، اس لئے اس پر کیّ کا حکم لگایا جاسکتا ہے نہ اس پر اسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نفسیاتی علاج

نفسیاتی علاج (Psychotherapy) کا شعبہ :

اس طریقہ علاج کا تعلق علم نفس سے ہوتا ہے جو طب نفسی سے مختلف شعبہ ہے جس کی تعلیم میڈیکل کالج میں نہیں

---

[1] تفسیر ابن کثیر : ۳/ ۹۳۔

بلکہ آرٹ کالج یا فیکلٹی آف ایجوکیشن کے مخصوص شعبوں میں ہوتی ہے۔اور اس میں ایک تخصص ایسا ہوتا ہے جس میں نفسیاتی مریضوں کا علاج کرنے میں طب نفسی کے ماہرین اور اطباء کی معاونت کے نظریاتی طریقے سکھائے جاتے ہیں۔اس فن کے ماہرین دواؤں کا استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ گفتگو کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یا انہیں کچھ تدبیریں بتاتے ہیں۔ یہ لوگ علم نفس کے وسائل کا استعمال کر کے انفعالی یا جذباتی (emotional) کیفیات کا علاج کرتے ہیں۔

نفسیاتی علاج کی تعریف :

نفسیاتی علاج کی ایک تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ یہ ایک ایسا تخصصی علاج ہے جس میں نفسیاتی اسالیب اور طریقے استعمال کئے جاتے ہیں، جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ مشکلات کے حل اور شفا کے لئے ان اضطرابات اور مشکلات کا علاج کیا جائے جن کا تعلق نفسیاتی امراض سے ہوتا ہے، اس میں شخصیت کے نمو اور نفسیاتی توافق کے ممکن معیار کے بہتر حصول اور نفسیاتی صحت سے بہرہ مند کرانے کی سعی کی جاتی ہے۔

- یہ بات ذہن نشین رہے کہ نفسیاتی علاج سے مراد یہاں یہی طریقۂ علاج ہے اور اس سے دیگر دوائی یا غیر دوائی علاج (برقی تحریک وغیرہ) نہیں مراد ہیں۔مزید وضاحت کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ نفسیاتی علاج اس نفسیاتی معالج کا کام ہوتا ہے جو طب نفسی کے علاجی گروپ کا ایک حصہ تو ضرور ہوتا ہے مگر اس کے پاس۔طب نفسی کی نہیں۔علم نفس کی ڈگری ہوتی ہے جسے علاجی علم نفس (Clinical Psychology) کی کافی ٹریننگ دی جاتی ہے۔اور اس طریقۂ علاج میں مذکورہ معالج اپنی حاصل کردہ ٹریننگ کے مطابق مطلوبہ اثر پیدا کرنے کے لئے پہلے سے تیار کردہ منصوبے کے مطابق مریض کے ساتھ متعدد نشستیں کرتا ہے، وہ خود اسے کوئی دوا تجویز نہیں کرتا ہے مگر عام طور پر یہ وہی ایام ہوتے ہیں جن میں مریض طب نفسی کے ماہر کسی ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوائیں بھی استعمال کر رہا ہوتا ہے۔

• نفسیاتی علاج کے مقاصد :

عام طور پر نفسیاتی علاج کے متعدد مقاصد ہوتے ہیں جن میں کچھ اہم اغراض حسب ذیل ہیں :

۱۔ مرض کے اعراض کا ازالہ یا ان میں تخفیف۔ ۲۔ مضطرب اور ناموافق سلوک کے اسالیب میں تبدیلی۔ ۳۔ شخصیت کے اندر ایجابی نمو اور ترقی کو تقویت پہنچانا۔ ۴۔ داخلی معرکوں کا حل، شکست خوردگی کے احساسات پر غلبہ، صدمات کو جھیلنے کی قوت اور محرمیوں کا سامنا کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرنا۔ ۵۔ ذات کو قبول کرنے، دوسروں کو قبول کرنے اور درست معاشرتی تعلقات بنانے پر آمادگی پیدا کرنا۔

- **نفسیاتی علاج کے طریقے :**

نفسیاتی علاج کے مختلف طریقے اور متعدد قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے اپنے استعمالات ہیں جن کے ذریعہ مطلوبہ اثرات کامیابی کے ساتھ حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ نفسیاتی تجزیہ کے ذریعہ علاج۔ ۲۔ سلوکی علاج۔ ۳۔ معرفی اور سلوکی معرفی علاج ، Cognitive therapy اور Behavioural cognitive therapy

۴۔ معاون نفسیاتی علاج۔ ۵۔ ازدواجی اور خاندانی علاج۔ ۶۔ اجتماعی علاج۔ ۷۔ تلقینی علاج۔

ان سب طریقوں کے اپنے اپنے خاص محرکات ہیں جو مختلف قسم کے اضطرابات کے علاج میں اپنائے جاتے ہیں۔

- یہ بات ذہن نشین رہے کہ بیشتر نفسیاتی اضطرابات میں کسی نہ کسی مرحلے میں نفسیاتی علاج کے کسی نوع کی ضرورت پڑتی ہی ہے۔

نفسیاتی علاج کا شرعی حکم

- ظاہری طور پر عمومی اعتبار سے نفسیاتی علاج کے طریقوں میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ طریقۂ علاج شرعی طور پر چند امور کی وجہ سے مطلوب بھی ہوسکتا ہے، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ اصل علاج کی مشروعیت ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

۲۔ اشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک کہ کوئی نص ان کی تحریم پر دلالت کرنے والا موجود نہ ہو، جمہور علماء کی رائے یہی ہے، اس لئے نفسیاتی علاج اس وقت تک اصل اباحت پر باقی رہے گا جب تک اس میں کوئی شرعی مخالفت نہیں پائی جائے گی۔

۳۔ جس چیز کا نفع ثابت ہو وہ شرعاً مطلوب ہے بشرطیکہ دوسری جہت سے وہ حرام نہ ہو۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ'' ''جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچا دے''۔

- **چند قابل توجہ باتیں :**

ان میں سے بیشتر وسائل کا نفع بہت سے نفسیاتی اضطرابات کے علاج میں ثابت شدہ ہے، مگر چند امور جو قابل توجہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

- **مفید اور غیر مفید میں تمیز :**

نفسیاتی علاج کے طریقوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کا نفع کچھ مخصوص و معین اضطرابات میں ہوتا ہے اور دیگر اضطرابات میں ان سے کوئی قابل ذکر فائدہ نہیں حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے غیر مفید چیزوں میں ان کا استعمال کار عبث ہوگا۔ اور حکم شرعی ہمیشہ نفع اور مصلحت کے ساتھ گھومتا ہے۔

- **نفسیاتی تجزیہ کی قابل اعتراض باتیں :**

نفسیاتی طریق علاج میں ایک طریقہ نفسیاتی تجزیہ کا ہے، اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ یہ ایک ایسا علاجی عمل ہے جس میں لاشعور کے اندر موجود دبے کچلے مواد کا اکتشاف کیا جاتا ہے، اجمالی طور پر یہ مواد دکھ بھرے تجربات اور متصادم محرکات پر مشتمل ہوتے ہیں اور لفظی تعبیر، آزادنہ دعوت اور خوابوں کے تجزیے کے ذریعہ انہیں لاشعور سے شعور تک لایا جاتا ہے۔ اس طریقے پر متعدد اعتراضات ہیں :

- **سیگمنڈ فریڈ کے طریقہ علاج کا سقم :**

اس طریقۂ علاج کا سب سے پہلا رہبر سیگمنڈ فریڈ (Sigmund freud) ہے اور یہ طریقہ اسی کی آراء پر مبنی ہے بالخصوص اس کی روایتی شق میں، اور وہ اپنی آراء کا ارتکاز غرائز پر کرتا ہے بالخصوص جنسی غریزے پر، اور بہت سے نفسیاتی امراض کو جنسی غریزے کی عدم آسودگی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ بلکہ فریڈ کے نزدیک تو تمام بشری خواہشات اور تصرفات کا محرک قریب قریب جنس ہی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ نظریہ نہ شرعی اعتبار سے درست ہے نہ طبی اعتبار سے، بلکہ مغربی دنیا کے نفسیاتی علاج کے جدید مکاتب فکر نے بھی ان آراء سے اپنا دامن جھاڑ لیا ہے، اور اس وقت کوئی بھی یہ طریقہ استعمال نہیں کر رہا ہے، اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ اس میں قائل کرنے اور اطمینان دلانے کی صلاحیت نہیں رہی ہے بلکہ اس کے دوسرے بھی بہت سے عیوب ہیں۔ مثلاً اس میں جلسوں کی تعداد اتنی ہوتی ہے کہ ان میں ایک لمبی مدت صرف ہوجاتی ہے جو کبھی پانچ یا چھ سال تک پہنچ جاتی ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے علاج کا صرفہ کافی بڑھ جاتا ہے، نیز اس طریقۂ علاج میں معالج کے لئے ایک طویل عملی مشق اور وسیع تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔

- **اس طریقہ علاج میں پائی جانے والی شرعی مخالفتوں سے گریز لازم ہے :**

نفسیاتی علاج کی بعض جزئیات میں کبھی کبھی شرعی مخالفتیں بھی داخل ہوجاتی ہیں جن کا تعلق اصل علاج سے

نہیں ہوتا ہے۔اس کے سلسلے میں شرعی حکم یہی ہے کہ اس مخالف جزئیہ سے پرہیز اور گریز کیا جائے ،مگر پورے طور پر علاج سے منع نہیں کیا جائے گا جبکہ مریض کو اس سے یقینی نفع حاصل ہوتا ہو،اس کی مثال یہ ہے کہ نفسیاتی علاج میں ایک طریقہ اجتماعی علاج کا ہے جس میں ایک ہی جیسی مشکلات اور اضطرابات کا شکار متعدد مریضوں کو ایک نفسیاتی معالج کی نگرانی میں چھوٹی سی علاجی جماعت (گروپ) کی شکل میں جمع کیا جاتا ہے،اس کے متعدد مقاصد ہوتے ہیں جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ مشترک مشکلات کو حل کرنے میں مریض ایک دوسرے کے ایجابی تجربوں سے فائدہ اٹھائیں۔اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گروپ میں دونوں جنس کے مریض ہوتے ہیں اور ان میں اس گروپ کی رفاقت کی وجہ سے مخصوص تعلقات پیدا ہوجاتے ہیں جو بسا اوقات دیگر امور کا ذریعہ بنتے ہیں،اور اس مشکل سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ ایسا گروپ اختیار کیا جائے جو صرف ایک ہی جنس پر مشتمل ہو۔اسی طرح اگر کوئی گروپ مختلف مذہبی افراد پر مشتمل ہوتو ہر ایک کے مذہبی تجربات ہوسکتا ہے کہ اسلامی شریعت کے اعتبار سے غلط اور ناجائز پہلو رکھتے ہوں اس لئے ان سے بھی گریز لازم ہے مگر اس کے لئے شرعی بصیرت کی ضرورت ہے جو ہر شخص کے پاس نہیں ہوتی ہے۔اسی طرح نفسیاتی علاج کے سارے طریقوں میں جو جزئی مخالفتیں پائی جاتی ہوں ان سے گریز کیا جائے اور دور رہا جائے۔

- **علاج میں منصوص طور پر حرام چیزوں سے اجتناب لازم ہے :**

ایک لازمی شرط یہ بھی ہے کہ علاج میں کوئی ایسی چیز شامل نہ ہو جو منصوص طور پر حرام ہو،مثلاً کسی چیز سے نفرت کا اثر پیدا کرنے کے لئے علاجی نشست میں الکحل کا استعمال نہ کرایا جائے بلکہ کسی لت میں پڑے ہوئے آدمی کو نظم کے ساتھ متعین مقدار میں دوائیں دی جائیں۔پھر جب اس کی طلب سامنے آئے اور کمزوری کے لمحے میں وہ الکحل کا استعمال کرنا چاہے تو اسے مطلوب تنفیری اثر حاصل ہوجائے۔واللہ اعلم بالصواب۔

موسیقی کے ذریعہ علاج

بعض لوگ نفسیاتی علاج کے ضمن میں میوزک کے ذریعہ علاج کو بھی شامل کرتے ہیں بلکہ اسے ایک مستقل طریقۂ علاج قرار دیا جاتا ہے،اور نفسیاتی مریضوں پر اس کے اثر اور اضطراب کے حالات میں نظم پیدا کرنے کے دعوے کئے جاتے ہیں۔مگر اس کے نفع یا عدم نفع سے قطع نظر اسلام میں میوزک کے ذریعہ علاج کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اسلام میں ہر طرح کے آلات طرب یا بجانے کے آلات حرام ہیں۔اور نبی ﷺ نے حرام چیز کے

ذریعہ علاج سے منع فرمایا ہے۔

- اس سلسلے میں یہ بات بھی اہم ہے کہ خود طب نفسی کے شعبے میں یہ بات معلوم ہے کہ موسیقی کے ذریعہ حصول شفا ثابت نہیں ہے، اور اہل اختصاص -حتی کہ ان میں سے غیر مسلموں- کے نزدیک بھی علاج کے طور پر میوزک پر اعتماد محل اتفاق نہیں ہے، (**مستقبل العلاج النفسی**) نامی کتاب میں لکھا گیا ہے کہ: یہ بات یقینی ہے کہ میوزک کے ذریعہ علاج کو ایک مستقل علاجی اسلوب تسلیم کرنا ممکن نہیں ہے کہ اسے دیگر علاجی طریقوں کے پہلو بہ پہلو جن کی صلاحیت وافادیت ثابت شدہ ہے ایک مستقل انتخاب اور مساوی حیثیت کے اعتبار سے اختیار کیا جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک موسیقی کے ذریعہ علاج کی تاہیل اور صلاحیت پیدا کرنے کی کوئی علمی اساس نہیں ہے کہ دیگر علاجی طریقوں کی طرح میوزک سے علاج کو ایک مستقل پیشے کے طور پر اپنانے کی تعلیم دی جاتی ہو نہ اس میں کوئی ایسا پیمانہ مقرر کیا گیا ہے کہ جب تک کسی شخص میں اتنی وسیع صلاحیت نہیں پیدا ہو جاتی تب تک وہ اس شعبے کا معالج نہیں بن سکتا ہے۔

میوزک کے ذریعہ علاج کے متعلق شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتوی

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے پاس میوزک کے ذریعہ علاج کے متعلق ایک سوال آیا تھا جس کا انھوں نے حسب ذیل جواب دیا تھا:

''میوزک کے ذریعہ علاج کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ یہ نادانوں اور بے وقوف لوگوں کا کام ہے، کیونکہ میوزک علاج نہیں بیماری ہے، اور لہو ولعب کے آلات میں سے ہے، اور یہ سب کے سب آلات دلوں کی بیماری اور اخلاق کے منحرف ہونے کا سبب ہیں، نفع بخش اور راحت رساں علاج تو مریضوں کو قرآن، نفع بخش مواعظ اور مفید حدیثیں سنا کر کیا جاتا ہے جو نفوس کے لئے باعثِ آرام ہوتی ہیں۔ مگر میوزک وغیرہ آلات طرب کے ذریعہ علاج تو انہیں باطل کا عادی بناتا ہے اور ان کی بیماری پر بیماری بڑھانے کا سبب بنتا ہے، اور قرآن وسنت اور نفع بخش مواعظ سننے کی رغبت ان کے اندر کم کر دیتا ہے، **ولاحول ولا قوة إلا بالله**۔ [1]

[1] مجموع فتاوى العلامة عبدالعزيز ابن باز جمع كرده سعد شويعر: ۱۷۶/۲۱۔

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ

مملکت سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے فتاویٰ کے پاس میوزک کے ذریعہ علاج کے متعلق ایک سوال آیا تھا جس کا جواب اس نے حسب ذیل دیا تھا :

''جہاں تک سوال موسیقی کے ذریعہ علاج کا ہے تو یہ ناجائز ہے، اور ایک مسلمان کو اس کی حاجت بھی نہیں ہے کیونکہ بہت سی اسلامی نظمیں اور پیاری آواز میں قرأت قرآن وغیرہ ایسی چیزیں موجود ہیں جو اسے میوزک سے بے نیاز کر دیتی ہیں، وہ اس کے اعصاب کو سکون پہنچانے والی اور نفس میں مسرت پیدا کرنے والی ہیں، اور قضاء وقدر پر مومن کے ایمان میں اضافہ کر دینے والی ہیں۔ اور توفیق تو اللہ ہی سے ملتی ہے''۔ ①

مقناطیسی تنویم کے ذریعہ علاج

طب نفسی کی جدید کتابوں میں بیرونی ایما بذریعہ تنویم (Hypnosis) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جس میں عمل تنویم کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ نیند کی سی غفلت کی حالت میں معمول بیرونی ایما یا ترغیب پر عمل کرتا ہے۔ اسے تنویم مقناطیسی اس کے تاریخی پس منظر کی وجہ سے کہا جاتا ہے، کیونکہ پہلے اس عمل کے لئے مقناطیس کا استعمال کیا گیا تھا۔

مقناطیسی تنویم کی تعریف :

یہ ایما وترغیب کو قبول کرنے کی وہ زائد صلاحیت ہوتی ہے جو خود اسی شخص کے فعل سے پیدا ہوتی ہے یا دوسروں کے فعل سے پیدا ہوتی ہے۔ مقناطیسی تنویم کی ابتدا نمساوی طبیب فرانز انٹون میسمر (Franzanton mesmer) سے ہوتی ہے جو فرانس میں کام کرتا تھا، اور مقناطیسی اثرات کی تحقیق کا اہتمام کرتا تھا، اس نے ملاحظہ کیا کہ مریض کو مقناطیس کے سامنے پیش کرنے سے اس کی شکایت بڑی حد تک کم ہو جاتی ہے، اس کے بعد اسے یہ انکشاف ہوا کہ اس علاجی اثر کو پیدا کرنے کے لئے مقناطیس کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ اس کے لئے کافی تھا کہ وہ خود مریض کو چھوئے یا اس پانی کو لوہے کی ایک چھڑی کے ذریعہ چھوئے جس میں مریض بیٹھا ہوتا ہے۔ اس تجربے سے میسمر نے یہ اخذ کیا کہ یہاں ایک قوت ہے جسے حیوانی مقناطیسیت کہا جاتا ہے، اور اس کے اندر یہ

① فتاویٰ اللجنۃ الدائمہ مرتبہ احمد دویش : ۲۶/۲۱۷ ، فتویٰ نمبر : ۳۲۵۸۔

صلاحیت موجود ہے کہ وہ اسے اپنے جسم کے اندر جمع کر لے پھر اسے دوسروں تک منتقل کرے، پھر تو لوگ اس نئے طریقۂ علاج کے مطابق شفا حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس جوق در جوق آنے لگے جس کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ وہ محض چند ایماءات اور ترغیبات کا مجموعہ تھا جن کی وجہ سے مریض بالکل ڈھیلا ہو جاتا تھا، وہ مقناطیس کے ذریعہ علاج کرنے والے معالج کی صلاحیتوں کا قائل ہو جاتا تھا اور اس کے اندر یہ توقع پیدا ہو جاتی تھی کہ اچانک کچھ حیرت انگیز قسم کے تغیرات پیدا ہو جائیں گے، اس وقت اس طریقے کو مسمریزم (Mesmerism) کا نام دیا گیا تھا، اس وقت فرانس نے سائنسدانوں کے ایک گروہ کو میسمر کے طریقۂ علاج کا جائزہ لینے کی ذمہ داری سونپی تھی، ان لوگوں نے اس بات کا اعتراف تو ضرور کیا تھا کہ اس کا طریقۂ علاج اپنا فعال اثر رکھتا ہے مگر اس کے باوجود ان لوگوں نے اس نظریے کو یکسر مسترد کر دیا تھا جو اس کی تفسیر میں میسمر پیش کیا کرتا تھا، انھوں نے اسے دجل وفریب اور شعبدہ بازی کی ایک قسم قرار دیا تھا۔

میسمر کے بعد مشہور اسکاٹ لینڈی سرجن جیمس بریڈ (James Braid) آیا، اس کا مشاہدہ یہ تھا کہ طریقۂ میسمر کا عامل فعال کسی مخصوص چیز پر مریض کی توجہ کا مرکوز ہونا تھا جس کی وجہ سے ایک اونگھ کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جس میں مریض کے اندر بڑی حد تک ایما اور ترغیب کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، اور جیمس بریڈ نے اپنے اس نئے طریقے کے لئے تنویم (Hypnosis) کی اصطلاح استعمال کی، اس کے بعد یہ طریقہ مختلف اسٹیشنوں سے گزرا جن میں سب سے نمایاں نمساوی طبیب سیگمنڈ فریڈ تھا جس نے تنویم میں ایک نئے اسلوب کا اضافہ کیا، اس نے اپنے استعمال میں صرف مریضوں کے اعراض کا ازالہ کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اس طریقے کا استعمال اس سلسلے میں مریضوں کی معاونت کے لئے بھی کیا کہ وہ اپنے ماضی کے ان واقعات کو یاد کر لیں جو ممکن ہے ان اعراض اور تکلیفوں کے پیچھے ہوں جن سے مریض جوجھ رہے ہیں، اور اس طرح ممکن ہے کہ اصل مشکل کی تحدید اور مرض کی تشخیص کی جا سکے اور اس کے بعد اسے مناسب علاج فراہم کیا جائے، فریڈ کو اس سلسلے میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اسی وقت سے طریقۂ تنویم رفتہ رفتہ مسلسل ترقی کرتا جا رہا ہے، جس میں اعتماد اس بات پر ہوتا ہے کہ قوت ایما و ترغیب اور علاج پر مریض کے اطمینان اور ایماء کو قبول کرنے کی استعداد کے ذریعہ اثر ڈالا جائے۔

اور یہ بات مشاہدے میں ہے کہ میسمر کے عہد کے ختم ہو جانے کے بعد سے مقناطیس کا بھی وجود باقی نہیں رہا اور اب پردیسی مراجع میں اس طریقے کو مقناطیسی تنویم کا نام نہیں دیا جاتا ہے بلکہ اس کی جگہ (Hypnosis) کی

اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جو ایک اغریقی لفظ سے مشتق ہے جس کا معنی نیند ہوتا ہے، مگر عربی اصطلاح میں ابھی تک مقناطیس کا استعمال ہوتا چلا جارہا ہے، حالانکہ بہتر یہ ہے کہ اس کا نام طریقۂ تنویم یا ایمائی علاج رکھا جائے۔

● **طریقۂ تنویم :**

معاصر معالجین مریض کی تنویم کے لئے جو وسائل استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ لوگ مریض سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی نگاہ اپنے سامنے کی کسی چیز پر مرکوز کردے اور بتدریج ڈھیلا ہوتا جائے یہاں تک کہ اس مرحلے میں داخل ہوجائے کہ اسے اپنے اردگرد ہونے والی باتوں کا احساس بڑی حد تک معدوم ہوجائے۔ تنویم کے ذریعہ علاج کی شرط یہ ہے کہ مریض اپنے معالج کے ساتھ تعاون کے لئے مستعد ہو، کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ مریض کے ارادے کے بغیر اسے عمل تنویم سے گزارا جائے، یہ حقیقت لوگوں کے اس خیال کے بالکل برعکس ہے کہ تنویم ایک ایسا خطرناک اسلحہ ہے کہ جو اس کا مالک ہوتا ہے وہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو مطلق طور پر اپنی چاہتوں کے نفاذ پر مجبور کردیتا ہے، حالانکہ تنویم کی حیثیت۔ کسی نہ کسی شکل میں۔ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ طرفین کے درمیان ایک طرح کا اتفاق ہوتا ہے جس کے ذریعہ ان میں کا ایک دوسرے کی مدد سے وہ کام انجام دیتا ہے۔

اور کبھی کبھی نیند اور بیداری کے اس درمیانی مرحلے تک پہنچانے کے لئے عمل تنویم میں کچھ معاون دواؤں کا بھی استعمال کرایا جاتا ہے۔ مثلاً (Sodium Amethyl) وغیرہ دواؤں کا استعمال۔ اس وقت تنویم کے استعمال نے۔ بالخصوص دواؤں کی مدد سے۔ اس کے استعمال نے بہت تراجع اختیار کرلیا ہے اور گزشتہ زمانوں والی بات اب نہیں رہی ہے کیونکہ اس کی جگہ دوسری چیزوں نے لے لی ہے جن کی فعالیت بھی زیادہ ہے اور ان کے سلسلے میں اختلافی بحثیں بھی کم ہوتی ہیں۔

مقناطیسی تنویم کے ذریعہ علاج کا شرعی حکم

مملکت سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء کے پاس مقناطیسی تنویم سے متعلق ایک سوال آیا تھا جس کا انھوں نے حسب ذیل جواب دیا تھا :

''مقناطیسی تنویم جنوں کی مدد سے کہانت کی ایک قسم ہے جس میں عمل تنویم کرنے والا (مُنَوِّم) مُنَوَّم (جس پر عمل تنویم کیا جائے) پر ایک جن کو مسلط کردیتا ہے جو اس کی زبان پر بولتا ہے اور اس پر مسلط

ہو کر اسے کچھ کاموں کے لئے طاقت پہنچاتا ہے، اگر وہ مُنَوِّم کے ساتھ سچا اور اس کا تابع ہوتا ہے تب یہ بات حاصل ہوتی ہے اور یہ کام وہ اس شرط پر کرتا ہے کہ منوم اس کے تقرب کے لئے کوئی عمل کئے ہوتا ہے۔ اور وہ جن مُنَوَّم کو مُنَوِّم کی چاہت کے مطابق کچھ اعمال کے انجام دینے یا اس جن کی مدد سے کچھ خبریں پہنچانے پر تیار کردیتا ہے اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ جن اس مُنَوِّم کے ساتھ سچا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس اساس پر مقناطیسی تنویم کو سرقے کی چیز کا پتہ معلوم کرنے کے لئے، کسی گم شدہ چیز کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے، کسی مریض کے علاج کے لئے یا منوم کے واسطے سے کسی بھی دوسرے کام کے لئے استعمال کرنا ناجائز ہے، بلکہ وہ شرک ہے، جس کی وجہ بیان کی جاچکی ہے، کیونکہ اس میں ان عادی اسباب کی ماوراء چیزوں میں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو عطا فرمایا ہے اور ان کے لئے انہیں جائز قرار دیا ہے غیر اللہ سے التجا پائی جاتی ہے۔ ①

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
کے فتوے میں مقناطیسی تنویم کا ذکر

''مقناطیسی تنویم کا ذکر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے ایک فتوے میں بھی آیا ہے جو جنوں کے ساتھ تعامل کے متعلق ہے۔ اس میں انھوں نے جو فرمایا تھا وہ حسب ذیل ہے :

گزشتہ زمانے میں ہم ایک ایسی گمراہی سے آزمائے گئے تھے جو اس سے قبل معروف نہیں تھی اور وہ ہے تنویم مقناطیسی، وہ حضرات لوگوں کو ایک ایسی چیز سے گمراہ کرتے تھے جس کا نام انہوں نے تنویم مقناطیسی رکھا تھا، یہ حضرات کسی معین شخص کی آنکھ کو کسی ایسے شخص پر مسلط کردیتے تھے جو سونے پھر۔ دعوے کے مطابق۔ غیبی امور پر بات کرنے کے لئے مستعد ہوتا تھا۔ ②

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السلسلة الصحيحة میں بھی اس کے عدم جواز کا فتوی دیا تھا جس کی عبارت حسب ذیل ہے :

''اسی قبیل سے لوگوں کا علاج کرنے والے ان لوگوں کا معالجہ بھی ہے جو بظاہر اپنے نیک ہونے کا اظہار کرتے

---

① فتاوىٰ اللجنة الدائمة ... ۱/۳۴۸ فتویٰ نمبر : ۱۷۷۹۔

② اس کا ذکر شیخ کی ایک صوتی ریکارڈنگ میں موجود ہے جس کا عنوان : حكم التعامل مع الجن ہے۔

ہیں اور اپنے معالجے کا نام انھوں نے (طب روحانی) رکھ چھوڑا ہے، خواہ وہ قدیم طریقے کے مطابق ہو جن میں یہ معالجین اپنے قرین جن سے رابطے کرتے تھے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کا حال تھا، یا وہ معالجہ اس طریقے پر ہو جسے آج یہ لوگ (استحضار الأرواح) روحوں کے حاضر کرنے کا نام دیتے ہیں۔ اور میرے نزدیک یہی حال تنویم مقناطیسی کا بھی ہے، یہ سب کے سب غیر مشروع وسائل میں سے ہیں کیونکہ ان کا مرجع جنوں سے استعانت (مدد لینا) ہے جو مشرکین کی گمراہی کے اسباب میں سے تھا جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض اَفراد کی پناہ لیتے تھے، سو اُن لوگوں نے اُن جنات کی سرکشی اور بڑھا دی''۔

یعنی انھوں نے ان کے خوف اور گناہ میں اضافہ کر دیا''۔ ①

● مذکورہ بالا فتووں کی تنویم مقناطیسی بالکل الگ شیٔ ہے:

یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ تنویم مقناطیسی جس کا تذکرہ ان بزرگ علماء کے فتووں میں آیا ہے اس علاجی وسیلے سے یکسر الگ چیز ہے جس کا استعمال طب نفسی کے اہل اختصاص اور ماہرین کیا کرتے ہیں اور اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور مذکورہ تنویم کا وصف۔ جیسا کہ ان فتووں سے واضح ہے۔ یہ ہے کہ وہ جنوں کی مدد سے کسی شخص پر تسلط کا ایک وسیلہ ہے جس سے مقصود غیبی امور پر اطلاع ہوا کرتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کہانت، دجل وفریب اور شعبدہ بازی کی ایک قسم ہے، اور ان فتووں کی دلالت کی روشنی میں اس کے حرام ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور ان دجالوں کی تعداد بہت بھاری ہے جو اس طرح کا کام تنویم مقناطیسی وغیرہ کے نام سے کرتے ہیں، اور اس کا طب نفسی کے ساتھ کوئی ادنی سا بھی تعلق نہیں ہے، اسی لئے وہ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

اور چونکہ تنویم مقناطیسی کی اصطلاح ہر کس و ناکس کی سواری بن گئی ہے جس کے ذریعہ وہ دجل وفریب اور شعبدہ بازی اور دھوکہ دہی کو رواج دیتا ہے اور چلا دیتا ہے اس لئے لازم تھا کہ اس کا حکم بیان کرنے سے پہلے اس کی توضیح وتفصیل پیش کر دی جاتی۔

① الصحیحۃ: ٦/٦١ حدیث نمبر: ٢٧٦٠ کی تعلیق کے ضمن میں۔

تنویم مقناطیسی کے متعلق

ڈاکٹر خالد بن عبداللہ القاسم کا فتوی

اس سلسلے میں ڈاکٹر خالد بن عبداللہ القاسم پروفیسر جامعۃ الملک سعود ریاض کے ایک فتوے میں اس موضوع کی مناسب تفصیل موجود ہے جس کا سوال وجواب حسب ذیل ہے :

''تنویم مقناطیسی کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور اس شخص کے اس قول کے بارے میں جو اس کے ذریعہ علاج کرتا ہے کیا فرماتے ہیں ؟

- **وہ کہتا ہے :**

اس کے ذریعہ کسی شخص کے اندر موجود بری خصلتوں مثلاً جھوٹ اور شہوت طلبی وغیرہ کی خو کو تبدیل کر کے ان کی جگہ پر اس کے اندر اچھے اخلاق پیدا کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بعد معالج کی چاہت بھی شامل ہو۔

- **جواب حسب ذیل تھا :**

جسے تنویم مقناطیسی کہا جاتا ہے اس کا اطلاق تین قسموں پر ہوتا ہے :

قسم اول : جو شائع اور عام ہے اور جسے جادوگر لوگ جنوں کی مدد سے انجام دیا کرتے ہیں، یہ قسم حرام ہے، کیونکہ جادوگروں کے پاس جانا حرام ہے اور جادوگر قرآن کریم کے نص کے مطابق کافر ہے :

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جادوگر کو جادو کی صلاحیت اس وقت تک نہیں ملتی ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا ہے، اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا، یا قرآن کریم کی توہین کرنا، یا اللہ تعالیٰ کی آیات کا استہزا کرنا، یا شیطانوں کو سجدے کرنا یہ سب اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ کھلے ہوئے کفر کی دیگر چیزیں بھی ہیں۔

قسم دوم : یہ ایک ایسی قسم ہے جس کا تعلق دجل وفریب سے ہے جس میں حاضرین میں سے کسی شخص کے ساتھ پہلے ہی سے اتفاق ہوتا ہے بالخصوص عوامی مقامات پر، مقصد لوگوں کی توجہ مبذول کرانا اور باطل کے ساتھ ان

کا مال کھانا ہوتا ہے۔

قسم سوم : اس کا تعلق طب نفسی سے ہے جس میں مریض کو بطریق ایماوتاثیر کسی مطلوب و مراد چیز کے لئے آمادہ کیا جاتا ہے، اور سائل کا سوال اسی کے متعلق ہے، یہ ایک صحیح علم ہے مگر اس کی تاثیر محدود ہے۔

حقیقت میں ان بری خصلتوں کو بدلنے والی اور نیک خصلتیں پیدا کرنے والی چیز ایمان باللہ اور عمل صالح اور اللہ عزوجل سے دعا والتجا ہے، کیونکہ وہی مسبب الاسباب ہے اور وہ اپنے بندوں سے قریب ہے :

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة:۱۸۶]۔

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں''۔

اور جیسا کہ معلوم ہے کہ ہدایت، فلاح اور مذموم اخلاق سے چھٹکارے کے اسباب میں سے سب سے بڑے اسباب مضبوط قوت ارادی، مجاہدۂ نفس، اور صبر وغیرہ معلوم اسباب شرعیہ ہیں۔ واللہ اعلم.[1]

- **طبی تنویم میں کوئی حرج نہیں مگر نام بدل دینا چاہیے :**

سابقہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ طب نفسی میں جو تنویم مقناطیسی اپنی معروف علمی صورت کے ساتھ وسیلۂ علاج ہے اس کے استعمال میں شرعی اعتبار سے کوئی مانع نہیں ہے، مگر مناسب یہی ہے کہ اس نام کو بدل دیا جائے کیونکہ اس سے غیر مقصود چیز کا وہم ہوتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور سنت رہی ہے کہ وہ قبیح ناموں کو یا کسی اشکال والی چیز کا وہم پیدا کرنے والے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے، ممکن ہے کہ اس کا نام ایمائی علاج رکھ دیا جائے یا اسی سے ملتا جلتا کوئی اور نام رکھ دیا جائے۔ البتہ اس طریقۂ علاج کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے ذریعہ صرف انہیں امراض یا اضطرابات کا علاج کیا جائے جن میں اس کا نفع ثابت ہو چکا ہو، ورنہ یہ ایک عبث کام ہوگا۔ اسی طرح اس میں دیگر شرعی مخالفتوں سے بھی بچنا لازم ہوگا مثلاً اگر مریض کوئی خاتون ہو تو اس کا مرد معالج کے ساتھ تنہائی میں جانا درست نہیں ہوگا، اسی طرح اس علاج میں بسا اوقات ایما کرنے والا جھوٹ بھی بولتا ہے جس سے گریز لازم ہے۔ واللہ اعلم.

---

[1] فتویٰ دکتور خالد بن عبداللہ القاسم قدرے اختصار کے ساتھ تاریخ : ۱۴۲۲/۱۰/۲۱ھ مصدر : فتاوى و استشارات موقع الاسلام اليوم على شبكة الانترنت www.islamtoday.net۔

دماغی آپریشن کے ذریعہ علاج

بہت سے لوگوں کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ کچھ نفسیاتی اضطرابات ایسے بھی ہیں جن کا علاج آپریشن کے ذریعہ کیا جاتا ہے جسے دماغی آپریشن یا نفسیاتی آپریشن کہا جاتا ہے، اس سے مقصود وہ آپریشن ہے جو دماغ کے اندر ایسے مریض کے نفسیاتی اعراض (تکلیفوں) کو کم کرنے کے لئے انجام دیا جاتا ہے جو اس سے زیادہ نفع پہنچانے والے اور کم نقصان پہنچانے والے دیگر علاجوں کو قبول نہیں کرتا ہے۔ مانا یہ جاتا ہے کہ نفسیاتی بیماری کے علاج کے لئے پہلا آپریشن انیسویں صدی کے اواخر میں کیا گیا تھا، پھر ان آپریشنوں کی تعداد انیسویں صدی کے نصف اول میں بڑھ گئی تھی، پھر یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ پہلی دوا کا اکتشاف ہوا جو خطرناک ذہنی اعراض کو کم کر دیتی تھی اور وہ ہے: (Chlor promazine(Largactil Thorazine)) اس دوا کا اکتشاف فرانسی سائنسداں ڈنکیر نے (۱۹۵۲ء) میں کیا تھا، اسی وقت سے نفسیاتی آپریشن کا عمل نسبتاً مسلسل کم ہوتا گیا کیونکہ اس کی جگہ پر اس سے زیادہ مامون علاج تلاش کرلیا گیا تھا جو دوائی علاج کی شکل میں ہے۔

آنے والی دہائیوں میں مزید نفسیاتی دواؤں کے اکتشاف کے بعد تو طب نفسی میں آپریشن کے ذریعہ علاج کا سلسلہ انتہائی محدود ہو گیا اور اب اس کا تعلق صرف ایسے انتہائی مشکل حالات سے ہے جن میں انسان کے لئے جینا ناممکن ہو جاتا ہے اور وہ دوسرا کوئی اور علاج قبول نہیں کرتا ہے، اور یہ آپریشن بھی دنیا کے مخصوص مراکز ہی میں انجام دیئے جاتے ہیں جن کی تعداد بہت کم ہے۔

- **آپریشن سے علاج کا شرعی حکم :**

آپریشن کے ذریعہ نفسیاتی امراض کے علاج کے شرعی حکم کے متعلق عرض یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں حکم مصلحت کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، کیونکہ علاج میں اصل مشروعیت ہے اور علاجی آپریشن بھی اسی ضمن میں آتے ہیں، اس لئے اگر آپریشن کے ذریعہ علاج مریض کے حق میں ہو اور اس کی مصلحت کے مطابق ہو تو وہ مشروع ہوگا۔ مگر حتی الامکان آپریشن سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اگر اس کے لئے دوائی یا نفسیاتی یا دیگر علاج موجود ہو جس سے مریض کو شفا حاصل ہونے کی امید ہو تو پھر آپریشن کے جانبی اثرات اور متوقع پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے اسی علاج کا اختیار کرنا متعین ہو جاتا ہے کیونکہ آپریشن سے عام طور پر کچھ نہ کچھ مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں، اس لئے آپریشن کا سہارا صرف

اضطراری حالات میں لیا جائے گا۔ اسی لئے یہ آپریشن اب شاذ و نادر ہی انجام دیے جاتے ہیں۔ ①

اسباب کا استعمال اور اس کی شرطیں

چونکہ رقیہ اور تعویذوں کا تعلق ان اسباب سے ہے جن سے شفا طلب کی جاتی ہے اس لئے اسباب سے متعلق شرعی احکام سے واقفیت اور آگاہی لازم ہے، اسی کے پیش نظر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر گو سرسری طور پر ہی سہی کچھ گفتگو کر لی جائے، کیونکہ اس سے رقیوں اور تعویذوں کا حکم جاننے میں بہت مدد ملے گی۔

- **لغوی اعتبار سے سبب کا معنی :**

لغوی اعتبار سے سبب کا معنی رسی ہوتا ہے، اور اس کا اطلاق (ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس سے کسی دوسری چیز تک پہنچا جائے) اور یہ معنی اس رسی سے مستعار ہے جس کے ذریعہ پانی تک پہنچا جاتا ہے۔ ②

- **سبب کا اصطلاحی معنی :**

اس کا اطلاق ان تمام امور پر ہوتا ہے جنھیں انسان اس لئے انجام دیتا ہے تا کہ ان سے اس کی مطلوبہ مراد پوری ہو جائے، یا دنیا و آخرت میں کسی خوفناک چیز سے اسے نجات حاصل ہو جائے جس کا اسے ڈر لاحق ہو۔

- امور دنیا کے اسباب میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :
- حصول زر کے لئے بیع و شراء یا ملازمت کرنا۔

■ خود سے کسی دنیوی سزا کو ٹالنے یا ظلم کو دفع کرنے یا ملازمت اور حصول مال جیسی دنیوی منفعت کے لئے کسی صاحب اقتدار سے سفارش کرانا۔

■ اپنی کسی بیماری کا علاج کرانے کے لئے کسی طبیب کے پاس جانا۔

اور ایسے ہی بہت سارے دیگر امور ہیں۔

---

① امراض اور ان کے علاج اور احکام کی تفصیلات ڈاکٹر انس بن عوف عباس بن عوف کی کتاب : الاحکام الفقہیة للأمراض النفسية وطرق علاجها دراسة مقارنة سے لی گئی ہیں جو وزارة الاوقاف والشئون الاسلامية، ادارة الشئون الاسلامية دولت قطر سے شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب میں تمام معلومات کے لئے الگ الگ مقامی اور اجنبی کتابوں کے حوالے موجود ہیں جن کا تذکرہ ہم نے طوالت اور کتاب کا حجم بڑھ جانے کے خوف سے نہیں کیا ہے، ہم نے جو تفصیلات پیش کی ہیں ان میں بھی اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے اور کہیں کہیں معمولی سے تصرف سے کام لیا گیا ہے۔

② دیکھیے : لسان العرب ، التعريفات اور الكليات (مادہ : سبب) ۔

- اور امور آخرت کے اسباب میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :
- اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب سے نجات کے لئے عبادتیں کرنا۔
- کسی نیک اور صالح آدمی سے حصول جنت اور دوزخ سے نجات کے لئے دعا کی درخواست کرنا وغیرہ۔

کسی بھی سبب کی جسے لوگ سبب گردانتے ہیں تین حالتیں ہوتی ہیں :

- یا تو وہ جائز ہوگا۔
- یا حرام ہوگا۔
- یا سبب ہی نہیں ہوگا، جیسے نصاریٰ یہ باور کرتے ہیں کہ ان کے دین کی پیروی آخرت میں حصول ثواب اور حصول جنت کا سبب ہے، حالانکہ اسے مذکورہ چیزوں کا سبب تسلیم کرنے کے اعتقاد میں وہ صاف صاف گمراہ ہیں، ایسے ہی وہ لوگ بھی گمراہ ہیں جو قبروں کے پاس دعا کو حصول مطلوب اور قضائے حاجت کا سبب مانتے ہیں، یہی حال فوت شدہ انبیاء وصالحین وغیرہ سے استغاثہ اور فریاد کرنے والوں کا بھی ہے، کیونکہ یہ سارے خیالات باطل ہیں اور حقیقت میں مذکورہ چیزیں سبب ہی نہیں ہیں۔

● ان اسباب کی مثالیں جو شریعت میں حرام ہیں :

قتل، زنا اور چوری فاسد اغراض کے حصول کا سبب ہیں، ایسے ہی شرک اور جادو بھی کبھی کسی مطلوب یا بعض مقاصد کے حصول کا سبب بن جاتے ہیں، مگر شریعت نے ان اسباب کو حرام ٹھہرایا اور انہیں استعمال کرنے سے روک دیا ہے۔

مگر مشروع اور جائز اسباب پر کوئی نکیر نہیں ہے اور ان کی مثالیں حسب ذیل ہیں :

- اجر وثواب کے حصول کے لئے مشروع عبادتیں کرنا۔
- اللہ سے دعا، استغاثہ اور توکل کے ذریعہ ان مقاصد کے حصول کی کوشش کرنا جو اللہ تعالیٰ مذکورہ اعمال پر مقدر فرماتا ہے۔
- کھانا، پینا اور کھیتی کرنا اور ان سے ان نتائج کے حصول کی طلب رکھنا جنھیں اللہ نے ان کے استعمال پر مقرر کیا ہے، یعنی آسودگی، سیرابی اور نباتات کا وجود۔

علمائے امت نے اسباب کے استعمال کی جو شرطیں بیان کی ہیں انہیں بالاختصار آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں :

۱۔ جس چیز کو سبب ٹھہرایا جاتا ہے اس کا سبب ہونا شرعاً اور قدراً ثابت ہو۔

۲۔ جب کسی سبب کے شرعی طور پر جائز ہونے کا یقین ہوجائے تو پھر اس کے استعمال کے باوجود اعتماد اس پر نہ کیا جائے بلکہ اعتماد اس کے خالق اور مسبب پر کیا جائے، کیونکہ سبب کے قیام کے باوجود کبھی متوقع نتیجہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس میں تخلف ہوجاتا ہے، اس لئے کہ نافع وضار (نفع نقصان پہنچانے والا) اور معطی ومانع (دینے اور روکنے والا) تو فقط اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی ہے..

اور سبب کے قیام کے باوجود تخلف اور متوقع نتیجہ نہ ملنے کی حکمت حسب ذیل ہے :

أ۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ اسباب ہی پر اعتماد کرنے لگیں اور دلوں کی توجہ اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر سبب ہی سے مربوط ہوجائے۔

ب۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا علم حاصل ہوجائے اور وہ یہ جان لیں کہ مطلق تصرف فقط اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے جس میں کوئی اس کا ساجھی وشریک نہیں۔

۳۔ اس بات سے واقفیت لازم ہے کہ وہ اسباب خواہ کتنے ہی عظیم اور قوی کیوں نہ ہوں سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ مربوط ہیں اور وہ کسی صورت اس سے باہر نہیں ہوسکتے اس لئے ان پر اعتماد نہ کیا جائے۔

• مذکورہ شرائط کی تفصیل :

شرط اول :

• **شرعاً ثابت ہو :** سبب کے استعمال کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ شرعاً جائز ہو، کیونکہ یہاں بہت سے اسباب شرعی طور پر حرام ہیں، اور جس سبب کی اللہ اور اس کے رسول نے اجازت نہ دی ہو وہ باطل ہے۔

• **قدراً ثابت ہو :** یعنی اس کے متعلق یہ معروف ہو کہ اس کا تعلق ان اسباب سے ہے جن سے مقصود ومطلوب کا حصول معہود اور محسوس ہے، مثلاً وہ معروف دوائیں جن کی منفعت تجربات سے ثابت ہے، یا کھانا جس سے بھوک مٹ جاتی ہے، یا پینا جس سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ ①

شرط دوم :

ان اسباب کے استعمال سے کامیابی کے حصول میں اعتماد ان کے مسبب (یعنی اللہ تعالیٰ) پر رکھنا، کیونکہ اللہ

① دیکھیے : توحيد الخلاق للشيخ سليمان : ۱۶۹-۱۷۰ ، القول السديد للسعدي : ۳۴ ، مجموع فتاوی ابن باز : ۲۰۶۔

عزوجل نے ہمیں اپنی کتاب میں یہ خبر دے دی ہے کہ نفع اور نقصان کا مالک وہی ہے اور خیر کا عطا کرنے والا اور شر کا دفع کرنے والا بھی وہی ہے، اور جس کسی نے بھی کسی بھی چیز کے بارے میں مذکورہ خاصیت کا اعتقاد رکھا اس نے یقیناً شرک کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [یونس:۱۰۷]۔

''اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کردے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے''۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اس آیت میں اس حقیقت کا بیان کیا گیا ہے کہ خیر وشر اور نفع ونقصان تنہا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہے، اس ضمن میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اس لئے وہی تنہا عبادت کا بھی مستحق ہے اور اپنے اس استحقاق میں لاشریک ہے''۔ ①

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے کہ :

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنْ أَرَادَنِىَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَٰشِفَٰتُ ضُرِّهِۦٓ أَوْ أَرَادَنِى بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَٰتُ رَحْمَتِهِۦ ۚ قُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ﴾ [الزمر:۳۸]۔

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ آپ ان سے کہیئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں''۔

---

① تفسیر ابن کثیر : ۲/ ۴۳۴۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''مشرکین اس بات کے معترف ہیں کہ اللہ عزوجل ہی تمام اشیاء کا خالق ہے، مگر وہ اس کے باوجود اس کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ دوسری چیزیں نہ ان کے لئے کچھ نفع کا اختیار رکھتی ہیں نہ نقصان کا''۔ [1]

- قیام سبب کے باوجود مسبب عنہ کے تخلف (یعنی متوقع نتیجے کے عدم حصول) کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جادو کے متعلق یہ بات معلوم ہے کہ وہ درد دل، نفرت اور زوجین کے درمیان تفرقہ کا سبب ہے مگر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ :

﴿وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾ [البقرة:۱۰۲]۔

''اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔

- ایسے ہی ایک دوسری دلیل یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے پر جلانے کا سبب ہونے کے باوجود آگ نے انہیں جلایا نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قُلْنَا يَٰنَارُ كُونِى بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ﴾ [الانبیاء:۶۹]۔

''ہم نے فرما دیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا!''۔ [2]

شرط سوم :

یہ بات معلوم ہے کہ ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ایمان بالقدر بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''**و أن تؤمن بالقدر كله**'' ''اور یہ کہ آپ ساری تقدیر پر ایمان رکھیں''۔ [3]

نیز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا :

''**كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ**''۔ [4]

---

① تفسیر ابن کثیر : ۴/۵۴۔ ② توحید الخلاق : ص ۱۷۰۔

③ صحیح مسلم ، کتاب الایمان۔ باب الایمان والإسلام والاحسان : ۱/۷۰ (۱۰)۔

④ صحیح مسلم ، کتاب القدر۔ باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام : ۴/۲۰۴۴ (۲۶۵۳)۔

یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ انسان خواہ کیسے بھی اسباب استعمال کرے وہ بہر حال اللہ کی تقدیر سے مربوط ہوتے ہیں اور اسے ذرا بھی بدل نہیں سکتے ہیں، نہ اس کی کسی چھوٹی بڑی چیز کو پلٹ سکتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

''كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ , " إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظْ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظْ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ''[1]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی نفع کے حصول یا دفع مضرت میں خواہ کیسے اسباب استعمال کرے اور گو ساری امت ہی اس کے لئے متفق ہو جائے پھر بھی -اگر اللہ نے تمہارے حق میں اسے مقدر نہیں کیا ہے- تو وہ سارے کے سارے مل کر بھی نہ تمہیں نفع پہنچا سکیں گے نہ نقصان، اور یہ حدیث بھی صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر اللہ نے مقدر نہ کیا ہو تو اسباب اپنے مسببات سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور متوقع نتیجہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام :

ایسا نہیں ہے کہ جس سبب سے بھی مقصود ہاتھ آجائے اور مطلوب حاصل ہو جائے اس کا استعمال جائز ہو، بلکہ شرعی نقطۂ نظر سے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے، پھر شریعت نے جن اسباب کے استعمال کی اجازت دی ہوگی ان پر اعتماد کئے بغیر ان سے استفادہ کیا جائے گا، اور اعتماد ان کے خالق اور مسبب پر ہی ہوگا اور اس بات کا یقین رکھا جائے گا کہ یہ اسباب اللہ عزوجل کی تقدیر کے ساتھ مربوط ہیں۔

اور جن اسباب کے استعمال سے شریعت نے ہمیں روک دیا ہوگا ان سے باز رہنا ہم پر واجب ہوگا گو اس میں کچھ مصلحت بھی پائی جاتی ہو اور کسی فائدے کا حصول بھی ہوتا ہو کیونکہ اس کا ضرر اس کی منفعت پر راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

---

① ترمذی : ۲۶۵۳ ، احمد : ۲۹۳/۱ ، مستدرک حاکم ، كتاب معرفة الصحابة : ۵۴۱/۳ ، البانی نے صحیح سنن ترمذی : ۳۰۹/۲، اور مشكاة المصابيح : ۱۴۵۹/۳ ، کی تحقیق میں حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اسباب کے متعلق بعض علمائے امت کے اقوال

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''جن باتوں سے آگاہی لازم ہے : انہیں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ : اسباب کی طرف التفات کرنا شرک فی التوحید ہے، اور اسباب کو میٹ کر اسباب نہ رہنے دینا کوتاہ عقلی ہے، اور کلی طور پر اسباب سے اعراض کرنا شریعت پر اعتراض اور قدح ہے۔ اور توکل ورجا ایک ایسی معنویت سے عبارت ہیں جو توحید، عقل اور شریعت کے بموجب ترکیب پاتی ہے''۔ ①

''اسباب کی طرف التفات توحید میں خلل پیدا کرنے والا ہے یا شرک ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اسباب ہی پر اعتماد کر بیٹھے اور اس کا اعتقاد یہ ہو کہ وہ اللہ کی تقدیر اور مشیئت کے بغیر ہی موثر ہوتے ہیں، تو یہی چیز اس کی توحید میں قادح ہوتی ہے، کیونکہ دنیا میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے بغیر بذات خود کوئی تاثیر رکھتی ہو۔ اللہ تعالیٰ جادوگروں کے متعلق فرماتا ہے :

﴿وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنۡ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِ﴾ [البقرة:۱۰۲]۔

''اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔

''اور کلی طور پر اسباب سے اعراض شریعت پر اعتراض کرنا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جس نے -یہ سمجھ کر کہ کمال توکل اور اللہ پر کامل اعتماد یہی ہے کہ اسباب کو ترک کر دیا جائے- ان سے گریز کیا درحقیقت اس نے شرعی قوانین پر اعتراض کیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہمارے لئے اسباب کے استعمال کرنے کا قانون بنایا ہے، اسی نے ہمارے لئے انہیں مشروع فرمایا ہے، اور بہت سے مقامات پر ہمیں ان کے استعمال کا حکم دیا ہے، بلکہ جنت میں داخلہ بھی اسباب کے بغیر نہیں ہوگا، اور وہ اسباب ایمان اور اعمال صالحہ کی انجام دہی پر مشتمل ہیں، لہٰذا جو بھی شخص اسباب کو ترک کر دیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی برآمد ہوگا کہ وہ شریعت اور اس کے احکام کی پابندی سے کنارہ کش ہو جائے گا۔

اور جو مومن توحید کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، اور وہ شریعت کا پابند بھی ہوتا ہے، اسی لئے اسباب کا استعمال اسی طور پر

---

① مجموع الفتاویٰ : ۸/ ۱۶۹۔

کرتا ہے جیسے شریعت نے اسے حکم دیا ہے''۔

- **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''اہل سنت نہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب کا انکار کرتے ہیں نہ انہیں آثار کے ساتھ مستقل ٹھہراتے ہیں (یعنی انہیں بذات خود موثر مانتے ہیں)، بلکہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو بھی سبب مخلوق ہے اس کا حکم کسی دوسرے ہی سبب پر موقوف ہے، اور اس کے کچھ موانع بھی ہیں جو اسے اس کے حکم سے روک دیتے ہیں، مثلاً آفتاب شعاعوں کا سبب ہے، اور وہ اس جسم کے حصول پر موقوف ہے جس کے اندر انہیں قبول کرنے کی صلاحیت ہو، اور بادل اور چھت جیسے اس کے مانع بھی موجود ہیں۔
اور سارے اسباب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور موانع کا دور کرنے والا بھی وہی ہے''۔ ①

- **اسباب کا ایک شرک :**

یہ ہے کہ جو سبب نہیں ہے اسے سبب ٹھہرایا جائے، پھر اگر یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیز اللہ کی مشیئت کے بغیر اپنی تاثیر میں مستقل ہے اور بذات خود موثر ہے تو یہ شرک اکبر ہے، جیسا کہ بت پرستوں اور قبر پرستوں کا حال ہے کہ وہ ان کے متعلق بذات خود نفع ونقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اگر اعتقاد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سبب بنایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سبب نہیں بنایا ہے تو شرک اصغر ہے؛ اس لئے کہ یہ شخص اس چیز پر سبب کا حکم لگانے میں اللہ تعالیٰ کا شریک بن جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سبب نہیں بنایا ہے۔ ②

---

① درء تعارض العقل والنقل : ۹/۲۹۔

② القول السدید ، باب من الشرک لبس الحلقة : ص ۴۵-۴۶ ، القول المفید ، باب الرقی ، ۱/۱۸۳ ، مجموع فتاویٰ الشیخ ابن عثیمین : ۱/۱۰۲-۱۰۴ ، الشرک الاصغر : ۱۳۵-۱۴۷ بحوالہ الدرالسنية : الاعتماد علی الأسباب۔

امراض کے متعلق شرعی نقطۂ نظر

اور

دوا علاج کا حکم

اسلام نے جسم کی سلامتی اور صحت وتندرستی کا خاصا اہتمام کیا ہے اور حفظان صحت کے ایسے زرین اصول بتائے ہیں جن تک رہنمائی بڑے تجربے اور ریسرچ کے بعد بھی کم ہی ہو پاتی ہے، قرآن وسنت میں صحت وسلامتی کے متعلق مادی ومعنوی دونوں طرح کی واضح ہدایات موجود ہیں، شریعت نے بیماریوں سے قبل پرہیز اور حفاظتی تدابیر کی بھی رہنمائی کی ہے اور بیماری کے واقع ہونے کے بعد علاجی تدابیر کی طرف بھی واضح اشارے دئے ہیں، اور جو شخص اسلامی احکام پر غور وتدبر کرے گا اسے ان میں بہت سی ایسی چیزیں مل جائیں گی جن کے پیچھے اجساد وارواح کی حفاظت اور صحت وسلامتی کی زبردست حکمتیں کارفرما نظر آئیں گی۔

مثلاً وضوء اور غسل کو لے لیجیے اور دیکھیے کہ اس نظافت کے اہتمام سے جراثیم کو دور بھگانے کا کیسا عمدہ انتظام کردیا گیا ہے، اگر یہ جراثیم جسم پر جمع ہوتے رہیں تو اس کی وجہ سے ایسے امراض لاحق ہوسکتے ہیں جن کا انجام خوشگوار نہیں ہوسکتا ہے، ایسے ہی نماز میں جسمانی اور روحانی صحت وسلامتی کے بیشمار فوائد ہیں، نیز روزہ اور حج بھی ایسے ہی بہت سارے فوائد کے ضامن ہیں۔

شراب، مردار، سور کا گوشت اور زنا کی حرمت اور ایسے ہی دیگر بہت سے امور ہیں جن پر اگر غور وتدبر کیا جائے تو اس کے پیچھے جسم وروح کی حفاظت اور سلامتی کے بہت سے اسرار صاف صاف نظر آئیں گے۔

قرآن کریم میں بہت سے امراض اور ان پر مرتب ہونے والے احکام کا تذکرہ کیا گیا ہے اور انہیں کے ضمن میں ایسی ہدایتیں بھی دی گئی ہیں جو امراض کے خاتمے، صحت کی حفاظت اور آئندہ کی حفاظتی تدابیر پر مشتمل ہیں، اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اسلام میں انسانی کمزوریوں اور حالات وظروف کی پوری پوری رعایت کی گئی ہے، اور بندوں کو حرج اور تنگی میں واقع ہونے سے محفوظ کردیا گیا ہے۔ انہیں میں سے کچھ آیتیں حسب ذیل ہیں :

﴿لَّيْسَ عَلَى ٱلْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى ٱلْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى ٱلْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [فتح:۱۷]۔

''اندھے پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے، جو کوئی اللہ اور اس کے

رسول کی فرمانبرداری کرے اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے (درختوں) تلے نہریں جاری ہیں اور جو منھ پھیر لے اسے دردناک عذاب (کی سزا) دے گا''۔

اس آیت میں معذوروں کو بعض امور سے متعلق خصوصی ہدایات دی گئی ہیں اور انہیں تنگی اور حرج محسوس کرنے سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [البقرة:۱۸۵]۔

''ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو''۔

اس میں حفاظتی تدابیر اختیار کرنے اور کمزوری اور اس کے نتیجے میں بیماری پیدا کرنے اور اس میں اضافے کا سبب بننے والے ممکنہ حالات سے دور رہنے کی رخصت دی گئی ہے اور رہنمائی کی گئی ہے۔

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [البقرة:۱۹۶]۔

''البتہ تم میں سے جو بیمار ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے پس جب تم امن کی حالت میں ہو جاؤ تو جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے، پس اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے، جسے طاقت ہی نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں، یہ پورے دس ہو گئے۔ یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں، لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''۔

اس میں احتیاج اور ضرورت کے وقت تکلیف دہ مادوں کے استفراغ اور اخراج کے ذرائع اختیار کرنے کی رہنمائی کی گئی ہے۔

﴿وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ [النساء:۴۳]۔

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور اپنے ہاتھ پر مل لو۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے''۔

اس آیت میں بحالت معذوری و مجبوری موذی اور نقصاندہ چیز سے گریز اور اجتناب کرتے ہوئے اس کے متبادل کے استعمال کی تعلیم دی گئی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں حصول شفاء کے لئے کچھ خاص چیزوں کی تعیین بھی کی گئی ہے اور انہیں کھلے لفظوں میں باعث شفاء قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الاسراء:۸۲]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے''۔

- **آیت کے متعلق ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

(من) یہاں بیان جنس کے لئے ہے، چنانچہ پورا قرآن شفاء ہے۔

اور اس شفاء کے متعلق تین اقوال ہیں :

اول : اپنے اندر موجود ہدایت کی وجہ سے گمراہی سے شفاء ہے۔

دوم : اپنے اندر موجود برکت کی وجہ سے بیماری سے شفاء ہے۔

سوم : فرائض واحکام کے متعلق بطریق بیان شفاء ہے۔ ①

قرآن کریم اور شہد :

اس طرح قرآن کریم میں نامزد طور پر شہد کو شفاء کا باعث ٹھہرایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ

---

① زاد المسير في علم التفسير : ۴۹/۳۔

يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [النحل:٦٩]۔

''ان کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے''۔

شہد کے فوائد کے متعلق علامہ ابن قیم نے زاد المعاد کے کتاب الطب میں طویل اور مفید گفتگو کی ہے جسے استفادہ کرنا ہو وہ اس کا مراجعہ کر سکتا ہے۔

اول : مرض کی تعریف :

مرض : وہ ہوتا ہے جو کسی زندہ وجود کو حد صحت واعتدال سے باہر لے جاتا ہے۔

مریض : مریض وہ ہوتا ہے جسے کوئی مرض لاحق ہو یا اس کے اندر کوئی کمی یا انحراف موجود ہو۔ کہا جاتا ہے: قلب مریض، ناقص الدین، بیمار رائے: یعنی کمزور رائے یا جس میں راہ صواب سے انحراف پایا جاتا ہو۔

مریض اور مریضہ کی جمع: مرضیٰ یا مراض آتی ہے۔ [1]

دوم : امراض کی قسمیں :[2]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرض کی دو قسمیں ہوتی ہیں :

۱۔ مرض القلوب (دلوں کی بیماری) ۲۔ مرض الابدان (جسموں کی بیماری)

دلوں کی بیماری کی دو قسمیں ہیں :

۱۔ شک وشبہ کا مرض ۲۔ شہوت وگمراہی کا مرض

اللہ تعالیٰ شبہ کی بیماری کے متعلق فرماتا ہے :

﴿فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا﴾ [البقرة:١٠]۔

''ان کے دلوں میں بیماری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض میں اضافہ کر دیا''۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے متعلق جسے قرآن وسنت کو فیصل بنانے کی دعوت دی گئی اور اس نے انکار کیا فرمایا :

﴿وَإِذَا دُعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ إِذَا فَرِيقٞ مِّنۡهُم مُّعۡرِضُونَ ۝٤٨ وَإِن يَكُن لَّهُمُ ٱلۡحَقُّ يَأۡتُوٓاْ إِلَيۡهِ مُذۡعِنِينَ﴾ [النور:۴۸-۴۹]۔

---

[1] المعجم الوجیز ص۸/۵۱۔

[2] حسب ذیل کتابیں دیکھیں : زاد المعاد (۵/۴-۱۲)، فتح الباری (۱۰/۱۰۸-۱۰۴)، اغاثة اللهفان (۱۹-۲۱)۔

''جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔ ہاں اگر ان ہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرماں بردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں''۔

درحقیقت یہ شکوک وشبہات ہی کی بیماری ہے۔

اور شہوات کی بیماری کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّۚ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا﴾ [الاحزاب:۳۲]۔

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو''۔

یہ شہوت زنا کی بیماری ہے، واللہ اعلم۔

اس کے بعد علامہ ابن قیم نے جسمانی بیماریوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ جسے آپ زاد المعاد میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

بدن کی بیماریوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿لَّيۡسَ عَلَى ٱلۡأَعۡمَىٰ حَرَجٞ وَلَا عَلَى ٱلۡأَعۡرَجِ حَرَجٞ وَلَا عَلَى ٱلۡمَرِيضِ حَرَجٞ﴾ [النور:۶۱]۔

''اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر (مطلقاً) کوئی حرج نہیں''۔

اور حج [1] روزہ [2] اور وضوء [3] میں جسمانی بیماری کے تذکرے کا ایک انوکھا راز ہے جو تمہیں قرآن کی عظمت کا پتہ دیتا ہے اور یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ جو اسے سمجھ لیتا ہے اور جان لیتا ہے اسے قرآن کے سوا سے استغناء حاصل ہو جاتا ہے، اور وہ اس لئے کہ طب ابدان کے تین

قواعد ہیں :

۱۔ صحت کو سنبھالے رکھنا۔ ۲۔ ایذا پہنچانے والی چیزوں سے پرہیز کرنا۔ ۳۔ فاسد مواد کو باہر نکال دینا۔

---

① ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوۡ بِهِۦٓ أَذٗى مِّن رَّأۡسِهِۦ فَفِدۡيَةٞ مِّن صِيَامٍ أَوۡ صَدَقَةٍ أَوۡ نُسُكٖ﴾ [البقرۃ:۱۹۶]۔

② ﴿أَيَّامٗا مَّعۡدُودَٰتٖۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٖ فَعِدَّةٞ مِّنۡ أَيَّامٍ أُخَرَۚ وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدۡيَةٞ طَعَامُ مِسۡكِينٖۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرٗا فَهُوَ خَيۡرٞ لَّهُۥۚ وَأَن تَصُومُواْ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ﴾ [البقرۃ:۱۸۴]۔

③ ﴿وَإِن كُنتُم مَّرۡضَىٰٓ أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوۡ جَآءَ أَحَدٞ مِّنكُم مِّنَ ٱلۡغَآئِطِ أَوۡ لَٰمَسۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُواْ مَآءٗ فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدٗا طَيِّبٗا﴾ [النساء:۴۳]۔

اللہ سبحانہ نے ان تینوں اصولوں کا بیان ان تینوں مقامات پر کر دیا ہے۔

سوم : ایک مسلمان کے نزدیک مرض کی کیا حیثیت ہوتی ہے ؟

شریعت اسلامیہ پر غور کرنے والے کو یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک مسلمان کے نزدیک بیماریوں کے مختلف پہلو ہوتے ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

ا- بیماری سزا ہے :

اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے مگر لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں...اس لئے اگر آپ جسموں پر بلاؤں کا نزول دیکھتے ہیں تو درحقیقت وہ گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں جو لوگوں نے اپنی سابقہ زندگی میں آگے روانہ کیا ہوتا ہے... یہ جان رکھو کہ لکڑی کی خراش، رگوں کا اختلاج اور قدم کی لغزش یہ سب کسی نہ کسی گناہ کا نتیجہ ہے، اور جو اللہ معاف کر دیتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِيكُمۡ وَيَعۡفُواْ عَن كَثِيرٍ﴾ [الشوریٰ:۳۰]۔

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''یعنی اے لوگو! جو کچھ مصیبتیں تمہیں لاحق ہوتی ہیں وہ تمہارے سابقہ گناہوں کا نتیجہ ہیں اور ﴿ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے گناہوں کا تو وہ تمہیں بدلہ ہی نہیں دیتا ہے بلکہ انہیں معاف کر دیتا ہے۔

فرماتا ہے : ﴿وَلَوۡ يُؤَاخِذُ ٱللَّهُ ٱلنَّاسَ بِظُلۡمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيۡهَا مِن دَآبَّةٍ﴾ [النحل:٦١]۔

''اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا''۔ ①

- **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :**

مَا اخْتَلَجَ عِرْقٌ وَلَا عَيْنٌ إِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا يَدْفَعُ اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرُ.

''کوئی بھی رگ یا آنکھ کسی گناہ ہی کے سبب پھڑکتی ہے اور جو اللہ اس سے ٹال دیتا ہے وہ زیادہ ہے''۔ ②

---

① تفسیر ابن کثیر : ۱۱۶/۴۔

② صحیح الجامع : ۵۵۲۱۔

• گناہوں کی سزا دنیا ہی میں دے دینا اللہ کی رحمت کا مظہر ہے :

اور عقوبت وسزا میں جلدی کر دینا اور دنیا ہی میں اس کا بدلہ دے دینا اپنے مومن بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا مظہر ہے، کیونکہ یہ اس بات سے بہتر ہے کہ بندے پر گناہ جمع ہوتے رہیں اور آخر میں اسے جہنم میں دے ماریں... مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی مرض کی تمنا کرنے لگے، بلکہ ہمیں اللہ سے عافیت مانگنی چاہیے، اور اگر اس میں مبتلا ہو ہی جاؤ تو پھر شکر گزاری کا مظاہرہ کرو؛ کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ رحمت وعدل ہے... یہ رحمت ہے کہ جس سے دنیا ہی میں تمہارا نپٹارا کر دیا گیا، اور عدل ہے کہ یہ تمہارے اپنے ہی گناہوں اور کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

۲۔ بیماریاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں :

• حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَامِنْ مُصِيْبَةٍ تُصِيْبُ الْمُسْلِمَ -وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَامِنْ وَجْعٍ أَوْمَرَضٍ يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ- إِلَّا كَفَّرَاللّٰهُ بِهَا عَنْهُ حَتّٰى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا''

''کوئی بھی مصیبت جو مسلمان کو لاحق ہوتی ہے -اور ایک روایت میں ہے کہ- : کوئی بھی تکلیف یا بیماری جو مومن کو لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ (اس کے گناہوں کو) مٹا دیتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی کانٹا بھی اسے چبھتا ہے''۔ ①

• حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ هَمٍّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ أَذًى وَلاَ غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ''

''جب مومن کو کوئی تکان لاحق ہوتی ہے، کوئی بیماری ہوتی ہے، کوئی فکر اور رنج لاحق ہوتا ہے یا کوئی اذیت اور غم کا سامنا ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔ ②

• حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّ اللَّهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ، كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ''

''جس کسی مسلمان کو کوئی اذیت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسے جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں''۔ ③

---

① بخاری : ۵۶۴۰۔ ② بخاری : ۵۶۴۱-۵۶۴۲۔ ③ بخاری : ۵۶۴۷۔

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتّٰى يَلَقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ''

''مومن مرد اور مومنہ خاتون کے ساتھ ان کی جان مال اور اولاد میں بلائیں لگی ہی رہتی ہیں تاکہ وہ اللہ سے اس حال میں جا کر ملے کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہو''۔ ①

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِذَا اشْتَكَى الْمُؤْمِنُ أَخْلَصَهُ اللّٰهُ كَمَا يُخْلِصُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ''

''جب مومن کو کوئی بیماری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے صاف کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی گندگی کو صاف کر دیتی۔ ②

● ان احادیث میں مومن کے لئے بڑی خوشخبری ہے :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''ان احادیث میں ہر مومن کے لئے بڑی بشارت ہے، کیونکہ عام طور پر آدمی بیماریوں کے دکھ درد یا فکر مندیوں یا ان مذکورہ مشکلات سے دوچار ہوتا ہی ہے، اور بیماریاں، تکلیفیں اور دکھ درد جسے لاحق ہوتے ہوں۔خواہ وہ جسمانی ہوں یا قلبی۔اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں...اور ان سے ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ گناہوں میں تمام گناہ شامل ہیں، مگر جمہور نے انہیں صغیرہ گناہوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے؛ کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''...جب تک کبیرہ گناہوں سے بچا جائے'' اسی لئے انھوں نے گناہوں کے کفاروں کے سلسلے میں وارد مطلق روایتوں کو اسی مقید پر محمول کیا ہے...اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ جن احادیث کے ظاہر سے عموم سمجھ میں آتا ہے ان کا مطلب یہ ہو کہ ان میں مذکورہ باتیں گناہوں کی تکفیر کی قابلیت تو اپنے اندر رکھتی ہیں، مگر پھر اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت کے مطابق انہیں گناہوں کا کفارہ بناتا ہے، اور تکفیر کی کثرت وقلت مرض کی شدت اور خفت کے اعتبار سے ہوتی ہو...پھر گناہوں کی تکفیر کا مطلب اس کی پردہ پوشی کرنا، یا اس پر مرتب ہونے والے اثر یعنی استحقاق عقوبت کو مٹا دینا ہے''۔ ③

① صحیح ہے ، ترمذی نے اسے روایت کیا اور البانی نے صحیح الجامع (۵۸۱۵) میں اسے صحیح کہا ہے۔

② صحیح ہے ، بخاری فی الادب المفرد، ابن ابی الدنیا فی المرض والکفارات البانی رحمہ اللہ نے السلسلۃ الصحیحۃ (۱۲۵۷) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

③ فتح الباری : ۱۰/ ۱۱۳۔

● حضرت سعید سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

''كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ - وَعَادَ مَرِيْضًا فِيْ كِنْدَةَ - فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ : "أَبْشِرْ؛ فَإِنَّ مَرَضَ الْمُؤْمِنِ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ لَهُ كَفَّارَةً وَمُسْتَعْتَبًا، وَإِنَّ مَرَضَ الْفَاجِرِ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ، ثُمَّ أَرْسَلُوْهُ، فَلَا يَدْرِيْ لِمَ عُقِلَ وَلِمَ أُرْسِلَ''

''میں حضرت سلمان کے ساتھ تھا۔ جب انھوں نے کندہ میں ایک مریض کی عیادت کی تھی۔ جب آپ اس کے پاس پہونچے تو فرمایا : ''خوش ہو جاؤ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ مومن کی بیماری کو اس کے لئے کفارہ اور رضا طلبی کا ذریعہ بنا دیتا ہے، اور فاجر (بدکار شخص) کی بیماری کا معاملہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے مالکوں نے باندھ رکھا ہو، پھر اسے کھول دیتے ہوں، وہ یہ نہیں جانتا کہ آخر اسے باندھا کیوں گیا تھا، پھر کھول کیوں دیا گیا''۔ ①

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

''لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ، فِيْ جَسَدِهِ وَأَهْلِهِ وَمَالِهِ، حَتَّى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ''

''بلاء مومن اور مومنہ کے جسم، اہل وعیال اور مال میں مسلسل لگی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی بھی گناہ باقی نہیں رہ جاتا ہے''۔ ②

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

''دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَخَذَتْكَ أُمُّ مِلْدَمٍ قَطُّ قَالَ وَمَا أُمُّ مِلْدَمٍ قَالَ حَرٌّ يَكُونُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ قَالَ مَا وَجَدْتُ هَذَا قَطُّ قَالَ فَهَلْ أَخَذَكَ هَذَا الصُّدَاعُ قَطُّ قَالَ وَمَا هَذَا الصُّدَاعُ قَالَ عِرْقٌ يَضْرِبُ عَلَى الْإِنْسَانِ فِي رَأْسِهِ قَالَ مَا وَجَدْتُ هَذَا قَطُّ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا''

''ایک اعرابی آیا تو نبی ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ تجھے کبھی ''ام ملدم'' لاحق ہوئی ہے؟ اس نے کہا: یہ ام ملدم کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: جلد اور گوشت کے درمیان ایک حرارت ہوتی ہے (یعنی بخار) تو اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: تو کیا تمہیں صداع لاحق ہوا ہے؟ اس نے کہا: یہ صداع کیا ہوتا ہے؟ آپ نے

① ایضاً ۴۹۳/۳۷۹۔ ② ایضاً ۴۹۴/۳۸۰۔

فرمایا: ''ایک ہوا جو سر میں اٹھتی ہے اور رگوں پر مار لگاتی ہے'' (یعنی سر درد) تو اس نے کہا: نہیں، پھر جب وہ اٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: جسے کسی جہنمی شخص کو دیکھنے کی چاہت ہو تو وہ دیکھ لے''۔ ①

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابُ بِمُصِيْبَةٍ -وَجْعٍ أَوْ مَرَضٍ- إِلَّا كَانَ كَفَّارَةَ ذُنُوْبِهِ، حَتَّى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا، أَوِ النُّكْبَةَ''

''جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت، درد یا بیماری لاحق ہوتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، یہاں تک کہ جب اسے کوئی کانٹا چبھ جاتا ہے، یا اس پر کوئی حادثہ گزر جاتا ہے تو بھی یہی ہوتا ہے''۔ ②

۳- بیماری رتبے اور درجے کا سبب ہے :

- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنَّ اللَّهَ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الجَنَّةَ ''

''جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں سے (یعنی اس کی دونوں آنکھیں لے کر) آزماتا ہوں اور وہ صبر کر لیتا ہے تو ان دونوں کے بدلے میں اسے جنت دوں گا۔ ③

- **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''اَلْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ، وَالْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ''**

''پیٹ کی بیماری اور تکلیف میں مرنے والا شہید ہے، اور طاعون کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے''۔ ④

- **اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْراً يُصِبْ مِنْهُ''**

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ کوئی بھلائی چاہتا ہے اسے کسی نہ کسی تکلیف سے دوچار کرتا ہے''۔ ⑤

- ان احادیث کے مجموعے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک رتبہ اور خیر کا باعث ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے لئے مقصود ہے، بندہ اس کے ذریعہ اللہ کے یہاں درجہ حاصل کر لیتا ہے، کبھی اس کے ذریعہ اسے شہادت بھی مل جاتی ہے، کبھی اسی راہ سے اسے امن و ہدایت ملتی ہے، بلکہ

---

① ایضاً ۴۹۵/۳۸۱۔ ② ایضاً ۴۹۸/۳۸۳۔ ③ بخاری : ۵۶۵۳۔

④ صحیح ہے ، مالک ، ابوداود ، نسائی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے ، البانی نے احکام الجنائز (ص ۳۹، ۴۰) میں اسے صحیح کہا ہے۔

⑤ بخاری : ۵۶۴۵ ، دیکھئے : صحیح الجامع : ۶۶۱۰۔

وہ بیماری کبھی کبھی اسے جنت میں پہنچا دیتی ہے..

دیکھنا میرے بھائی اے اللہ کے بندے، اے وہ کہ جسے اللہ نے کسی دکھ درد یا بیماری میں مبتلا کر رکھا ہے، یہ جان لے پیارے کہ تیرے آقا نے تیرے گناہوں کو مٹانے کے لئے یہ انتظام فرمایا ہے، اسے تجھ سے تیرے صبر کی آزمائش مطلوب ہے، مقصد یہ ہے کہ تیرے اجر میں اضافہ کر دیا جائے..دیکھنا صبر کا دامن چھوٹنے نہ پائے! کیا تو اجر کا طلبگار نہیں ہے؟

اسی لئے حدیث میں آیا ہے :

''وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ''

''ان میں کے فرد فرد کا حال یہ تھا کہ اسے بلاؤں سے ایسی خوشی حاصل ہوتی تھی جیسے تمہیں خوشحالی سے ہوتی ہے''۔ ①

چہارم : دوا علاج کا حکم :

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

'' لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ''

'' ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا ہے، جب بیماری کی دوا مل جاتی ہے تو اللہ عز وجل کے حکم سے شفا مل جاتی ہے''۔ ②

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً''

''اللہ نے جو بیماری نازل کی ہے اس کی شفا بھی اتاری ہے''۔ ③

- حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''قَالَتِ الأَعْرَابُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا نَتَدَاوَى؟ قَالَ: " نَعَمْ، يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوَوْا، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً، أَوْ قَالَ: دَوَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا " قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُوَ؟ قَالَ: الهَرَمُ''

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھا جب آپ کے پاس کچھ اعرابی لوگ آئے اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم دوا علاج کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اے اللہ کے بندو دوا کرو، کیونکہ اللہ-عز وجل-نے ہر

---

① صحیح ہے ، صحیح ابن ماجہ : ۳۲۵۰ الصحیحة للالبانی : ۱۴۴۔ ② مسلم : ۲۲۰۴۔

③ بخاری : ۵۶۷۸ ، ابن ماجہ : ۳۴۳۹۔

بیماری کے ساتھ اس کی شفاء بھی پیدا کی ہے، صرف ایک بیماری اس سے الگ ہے، لوگوں نے عرض کیا: اور وہ کونسی بیماری ہے؟ آپ نے فرمایا: بڑھاپا''۔ ①

- **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:**

''مَا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ دَاءً، إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ، وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ''

''اللہ نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں فرمائی جس کی شفاء نہ اتاری ہو، جسے اس کا علم ہوگیا ہوگیا اور جسے نہیں ہوا نہیں ہوا''۔ ②

- **مذکورہ احادیث سے حسب ذیل باتیں مستفاد ہوتی ہیں:**

۱۔ اسباب ومسببات کا اثبات اور ان کے منکرین کی تردید، اور اس حقیقت کا اظہار کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ان سے فائدہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر سے ملتا ہے، وہ بذات خود کامیاب نہیں ہوتی ہیں بلکہ اللہ کے مقدر کرنے کی وجہ سے ان کے ذریعہ کامیابی ملتی ہے، ایسے شخص کے لئے ان کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا ہوتی ہے اپنے عموم پر ہے یہاں تک کہ وہ قاتل دواؤں کو بھی شامل ہے، اور ان بیماریوں کو بھی شامل ہے جن کے متعلق ماہر اطباء یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ ان کی کوئی دوا نہیں ہے اور اس کے علاج کے متعلق اپنی عاجزی ظاہر کر چکے ہیں... اسی طرح ان احادیث سے مریض اور طبیب دونوں کے نفس کو تقویت ملتی ہے، اور دواء کے طلب کرنے کی ترغیب پائی جاتی ہے اور ان کو تلاش کرنے کی تحریک کی گئی ہے، اس طرح امید کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

۳۔ ''احادیث صحیحہ میں دوا کرانے کا حکم دیا گیا ہے، اور وہ توکل کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ بھوک، پیاس اور سردی، گرمی کی بیماری کا ان کے اضداد سے دفع کرنا اس کے منافی نہیں ہے بلکہ ان اسباب کو بروئے کار لائے بغیر حقیقت توحید کی تکمیل ہی نہیں ہوگی جن کو اللہ نے اس لئے کھڑا کیا ہے تاکہ ان کے تقاضوں کے مطابق ان کے مسببات وجود میں آئیں جن کا تعلق شرع اور تقدیر دونوں سے ہے، اور انہیں معطل کر دینا نفسِ توکل میں قادح ہے، اسی طرح امر اور حکمت میں بھی قادح ہے، اور اس کو وہیں کمزور کر دیتا ہے جہاں اس کا معطل کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا ترک توکل کے باب میں زیادہ قوی ہے، کیونکہ اس کا ترک اس توکل کے منافی عاجزی ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کے دین ودنیا میں نفع پہنچانے والی چیزوں کے حصول میں اور دین ودنیا میں لاحق ہونے والے

---

① اس کی اسناد صحیح ہے، احمد: ۲۷۸/۴، ابن ماجہ: ۳۴۳۶، ابوداود: ۳۸۵۵، ترمذی: ۱۳۹۵، البانی نے صحیح کہا ہے **غاية المرام ۱۷۹**۔

② حدیث صحیح ہے، احمد: ۲۷۸، ابن ماجہ: ۳۴۳۸، البانی نے صحیح کہا ہے، **الصحيحة: ۴۵۱**۔

نقصان کے دفع کرنے میں دل کا اعتماد اللہ پر ہو مگر ساتھ ہی اسباب کو بروئے کار لانے پر بھی اعتماد کیا جائے ورنہ وہ حکمت اور شرع کو معطل کرنے والا شمار ہوگا۔ لہٰذا بندہ اپنی عاجزی کو توکل اور توکل کو عاجزی نہ بنائے۔ [1]

• طب کی قسمیں :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

طب کی دو قسمیں ہیں :

۱۔ دلوں کا طب اور ان کا علاج :

اور یہ ان چیزوں کے ساتھ خاص اور انہیں کے حوالے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سبحانہ کے پاس سے لے کر آئے تھے۔

۲۔ طب جسمانی :

أ۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں مثلاً: رقیہ اور دعا۔

ب۔ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اوروں سے دستیاب ہوئی ہیں اور ان میں سے بیشتر کا تعلق تجربوں سے ہے۔

• پھر اس کی بھی دو قسمیں ہیں :

۱۔ وہ قسم جسے کسی فکر و نظر کی احتیاج نہیں بلکہ اس کی معرفت تو اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کی فطرت میں بھی رکھ دی ہے، مثلاً ان چیزوں کی معرفت جن سے بھوک اور پیاس مٹائی جاتی ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں فکر و نظر کی احتیاج ہوتی ہے مثلاً بدن میں پیدا ہونے والی وہ چیزیں جو حد اعتدال سے نکل جاتی ہیں۔ وہ چیزیں یا تو حرارت کی شکل میں ہوتی ہیں یا برودت کی... اور اس کی معرفت کا بیشتر مدار اسباب و علامت کی تحقیق پر ہوتا ہے۔ [2]

• دوا علاج کا شرعی حکم :

علاج کے سلسلے میں علماء نے اختلاف کیا ہے: آیا وہ مباح ہے اور اس کا ترک افضل ہے؟ یا مستحب ہے؟ یا واجب ہے؟

---

[1] زاد المعاد۔ ۱۵/۴۔

[2] فتح الباری کتاب الطب : ۱۳۴/۱۰۔

امام احمد سے مشہور پہلی بات ہے، شافعیہ کے یہاں مشہور دوسرا قول ہے، یہاں تک کہ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ یہی ان کا مذہب ہے، اور جمہور سلف اور عام خلف کا مسلک ہے، اور وزیر ابوالمظفر نے اسی کو اختیار کیا ہے، فرمایا: (اور مذہب امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) یہ ہے کہ وہ موکد ہے یہاں تک کہ وہ اسے واجب تک پہنچانے کے قریب ہوجاتے ہیں)۔

فرماتے ہیں : اور مذہب امام مالک (رحمہ اللہ) یہ ہے کہ اس کا فعل وترک دونوں برابر ہے کیونکہ انھوں نے فرمایا: نہ علاج کرنے میں کوئی حرج ہے، نہ اسے ترک کردینے میں کوئی مضائقہ ہے۔ ①

- **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''ائمہ کے جمہوروں کے یہاں واجب نہیں ہے، اسے تو بس اصحاب شافعی واحمد کے ایک چھوٹے سے گروہ نے واجب کہا ہے''۔ ②

- **-واللہ اعلم- ظاہر یہی ہے کہ بیماریوں سے علاج پر بھی پانچوں تکلیفی احکام عائد ہوتے ہیں :**

۱- **وجوب :** جب ہلاکت کا یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو اور شفائے کامل کا یقین ہو تو واجب ہے۔

۲- **ندب :** جب مرض کے دور ہوجانے اور شفاء کے حصول کا گمان غالب ہو۔

۳- **اباحت :** بہت سے امراض میں جن میں نہ تو ہلاکت کا خوف ہو نہ (کسی عضو کے) تلف ہوجانے کا۔

۴- **کراہت :** جیسے کَیّ (یعنی داغنے کا علاج)

۵- **تحریم :** مثلاً حرام چیزوں سے علاج کرنا جیسے شراب، جادو اور اسی طرح کی چیزوں سے علاج۔

پنجم : دعا سب سے نفع بخش علاج ہے :

- **اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :**

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلۡمُضۡطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ ٱلۡأَرۡضِۗ أَءِلَٰهٞ مَّعَ ٱللَّهِۚ قَلِيلٗا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [النمل:٦٢]۔

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کردیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو''۔

① صحیح مسلم بشرح نووی : ۹۰/۳-۹۱ اس سے ملتی جلتی بات کہی ہے۔ ② مجموع فتاوی شیخ الاسلام : ۲۶۹/۲۴۔

● **مزید فرمایا :**

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي سَيَدۡخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [غافر:٦٠]۔

''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''۔

● **اور مزید فرمایا :**

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌۖ أُجِيبُ دَعۡوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِۖ فَلۡيَسۡتَجِيبُواْ لِي وَلۡيُؤۡمِنُواْ بِي لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُونَ﴾ [البقرة:١٨٦]۔

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے''۔

● **امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**[1]

''دعا سب سے نفع بخش علاج ہے، وہ بلاء کی دشمن اور اس کی دافع و معالج ہے، وہ اسے نازل ہونے سے روک دیتی ہے، اسے رفع دفع کر دیتی ہے، یا اگر نازل ہو جائے تو اس میں تخفیف کر دیتی ہے، وہ مومن کا ہتھیار ہے جیسا کہ حاکم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے روایت کیا ہے کہ: بیشک دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے''۔[2]

بلا کے ساتھ دعا کے تین حالات ہیں

اول : جب وہ بلا سے قوی ہو تو ایسی صورت میں اسے دفع کر دیتی ہے۔

دوم : جب وہ بلا سے کمزور ہو تو بلا اس پر حاوی ہو جاتی ہے اور بندہ اس کا شکار ہو جاتا ہے، مگر وہ اپنی کمزوری کے باوجود اس میں تخفیف کر دیتی ہے۔

سوم : دونوں ایک دوسرے سے بھڑ جاتے ہیں اور کوئی کسی کو آگے بڑھنے نہیں دیتا ہے ایک دوسرے کو

① الداء والدواء ص ١٠-١٢۔

② یہ موضوع حدیث ہے ، دیکھئے : السلسلة الضعيفة للالباني : ١٧٩۔

روکے رکھتے ہیں۔

- حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لَا يُغْنِي حَذَرٌ مِنْ قَدَرٍ، وَالدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ، وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، وَإِنَّ الْبَلَاءَ لَيَنْزِلُ فَيَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ فَيَعْتَلِجَانِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ''۔

''کوئی احتیاط تقدیر سے نہیں بچاسکتی ہے، اور دعا نازل شدہ اور نازل ہونے والی (مصیبتوں) سب میں نفع دیتی ہے، اور یقیناً جب بلا نازل ہوتی ہے تو دعا اس سے بھڑ جاتی ہے اور دونوں قیامت تک جنگ کرتے رہتے ہیں''۔ ①

- **اسی میں حضرت ثوبان کی حدیث بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:**

''لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ''

''تقدیر کو دعا ہی رد کرتی ہے، اور نیکی ہی عمر میں اضافہ کرتی ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آدمی گناہ کا ارتکاب کر لینے کی وجہ سے رزق سے محروم رہ جاتا ہے''۔ ②

جو دعا سے علاج کا منکر ہے اسے دوا سے بھی انکار کرنا چاہئے

- **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

''جو شخص دعا کے ذریعہ علاج کا منکر ہے اسے دواؤں کے ذریعہ علاج کا بھی انکار لازم ہے، اور اس کا قائل کچھ شاذ لوگوں کے سوا کوئی اور نہیں ہے، اور صحیح احادیث ان کی تردید کرتی ہیں، دعا کا سہارا لینے میں ایک ایسا فائدہ مزید ہے جو اس کے سوا کہیں اور نہیں ہے، کیونکہ اس میں رب سبحانہ وتعالیٰ کے لئے خضوع اور تذلل پایا جاتا ہے، بلکہ دعا سے روکنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی تقدیر کا سہارا لیکر اعمال صالحہ کو ترک کردے، لہٰذا اس سے پورے طور پر ترک عمل لازم آتا ہے، جبکہ دعا سے بلا کو ایسے ہی مارا جاتا ہے جیسے کمان سے تیر کو مارا جاتا ہے، اور تقدیر پر

---

① حدیث حسن ہے اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں بواسطہ حضرت عائشہ روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح الجامع ۷۷۳۹ میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

② حدیث حسن ہے ، صرف آخری جملہ آدمی گناہ کا ارتکاب کر لینے کی وجہ سے رزق سے محروم رہ جاتا ہے ضعیف ہے ، دیکھئے السلسلة الصحيحة : ۱۵۴۔

ایمان کی شرطوں میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جسے تیر مارا جائے وہ بچنے کی کوشش نہ کرے“[1]۔ واللہ اعلم

قرآنی آیات اور سورتوں کے خواص

خواص کا لغوی معنی :

خواص خاصیت کی جمع ہے اور کسی چیز کا خاصہ وہ ہوتا ہے جس میں وہ دوسروں سے منفرد ہوتی ہے اور وہ اس کی خاصیت ہوتی ہے۔

خواص کی اصطلاحی تعریف :

وہ علم جس سے منافع ومضار، عجائب وغرائب، خواص شریفہ اور احوال عجیبہ کا پتہ چلتا ہو، اور ان احوال واعمال پر ان کے مناسب جو خواص مرتب ہوتے ہوں ان سے آگاہی ہوتی ہو۔

مثلاً : اقلیموں اور ملکوں کے خواص کا علم وہ ہوتا ہے جس سے ہر اقلیم اور ہر ملک میں پائے جانے والے منافع ومضار اور عجائب وغرائب کا علم ہوتا ہے، اور حروف کے خواص کا مطلب ان کے اندر پائی جانے والی شریف خاصیتیں اور عجیب احوال ہوتے ہیں جنھیں ان کے ماہرین اچھی طرح جانتے ہیں۔

اور قرآن کریم کے خواص کے ذریعہ قرآن کی تلاوت پر مرتب ہونے والے آثار اور اس سے مناسبت رکھنے والی خاصیتوں کا پتہ چلتا ہے، اور یہی بات دیگر اشیاء کے خواص کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔[2]

- قرآنی خواص کے متعلق علماء کی بیان کردہ تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اضافت کے اعتبار سے خواص القرآن کا معنی حصول منفعت اور دفع مضرت یا اس کے خاتمے کے عمل میں قرآن کریم یا اس کی بعض سورتوں یا آیتوں کی تاثیر ہے۔

لہٰذا قرآن کریم کے خواص کسی خاص قضیے میں قرآن کی معینہ آیات یا سورت کی قرأت یا کتابت پر مرتب ہونے والے اثرات کے اعتبار پر قائم ہیں جن کے نتیجے میں پریشانی کا خاتمہ ہوتا ہے، یا شفاء ملتی ہے، یا کوئی مشکل حل ہوتی ہے یا کسی چیز کی حفاظت وغیرہ ہوتی ہے۔

اس تعریف میں قرآن کریم سے رقیہ، شفاء طلبی، متوقع مطلوب کا حصول، یا کسی خوف اور اندیشے کے خاتمے اور دفعیہ کی طلب بھی داخل ہے۔

---

[1] فتح الباری : ۱۰/ ۱۳۳۔

[2] دیکھیے : خواص القرآن الکریم لدکتور ترکی بن سعد الھویمل : ۱۹-۲۰۔

یہ عین ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو کسی سورت یا آیت کی تلاوت سے کوئی معین خاصیت حاصل ہو جائے جو ان کے ساتھ اللہ کی خصوصی نوازش ہو جس میں ان کے صدق اور اخلاص ویقین اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر حسن توکل کی برکت کارفرما ہو۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کے خواص میں رقیوں اور قرآن سے شفا طلبی کے باب سے زیادہ وسعت پائی جاتی ہے۔ ①

قرآنی خواص میں مذکورہ باب بھی داخل ہے اور ان میں دیگر اخروی و دنیوی مطلوبات کا حصول بھی داخل ہے، مثلاً: مال ومسکن اور زوجہ واولاد وغیرہ سے متعلق بہت سی مرادوں کے حصول میں ان کا شمول ظاہر ہے۔ وہ محض امراض سے شفاء میں منحصر نہیں ہیں۔

خواص قرآن اور فضائل قرآن میں باہمی تعلق

خواص قرآن کی تعریف گزر چکی ہے۔

فضائل قرآن کریم: سے مراد وہ باتیں ہیں جو قرآن کریم کے رتبے اور شرف، اس کی آیتوں اور سورتوں کی خصوصیات اور اس کے دنیوی واخروی فوائد اور منافع کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ قرآن کی تعلیم وتعلم یا بعض آیتوں اور سورتوں کے فضل وثواب اور دنیوی واخروی اجر کے متعلق جو باتیں نبی ﷺ سے وارد ہوئی ہیں فضائل قرآن انہیں کا عنوان ہیں اور انہیں کا پتہ دیتے ہیں۔

دونوں کی تعریف سے یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کے خواص اور قرآن کریم کے فضائل کے درمیان گہرا ربط ہے۔

اور ان لوگوں کا قول غیر معقول نہیں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ:

قرآن کریم کے خواص فضائل قرآن کا ایک جزء ہیں کیونکہ ان سے قرآن کریم کے رتبے اور شرف، فضل وبرکت اور نعمتوں کے حصول اور نقمتوں کے دفع کرنے میں اس کی خصوصیات کا اظہار اور وضاحت ہوتی ہے، اسی لئے فضائل قرآن میں کتابیں لکھنے والے ان سورتوں اور آیتوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو رقیہ اور شفاء طلبی کے باب میں وارد ہیں مثلاً سورۂ فاتحہ، معوذتین، آیت الکرسی اور ان کے علاوہ بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ②

---

① اس سلسلے کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھیے: مفتاح السعادة: ۱/۳۴۱، کشف الظنون: ۱/۷۲۵، ابجد العلوم: ۳۹۵-۳۹۶ اور علوم القرآن بين البرهان والإتقان للدكتور حازم حيدر: ۲۴۷۔

② دیکھیے: خواص القرآن الکریم: ۲۷-۲۸۔

خواص اور خصائص کے درمیان فرق

لغوی اعتبار سے خواص کا معنی گزر چکا ہے کہ وہ (خاصۃ) کی جمع ہے جس کا مطلب کسی صفت میں کسی چیز کی انفرادیت ہے، یعنی خواص ایسی صفات کو کہتے ہیں جن میں کوئی دوسری چیز اس کے ساتھ شریک نہ ہو۔ اور اصطلاحی اعتبار سے خواص کا مطلب حصول منفعت یا دفع مضرت یا اس کے خاتمے کے عمل میں قرآن کریم یا اس کی کسی سورت یا بعض آیات کی تاثیر ہے۔

کچھ لوگوں کو کسی سورت یا آیت کی تلاوت سے ایسی خاصیت حاصل ہوتی ہے جو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش ہوتی ہے اور اس میں ان کے صدق، اخلاص ویقین اور اللہ تعالیٰ پر حسن توکل کی برکت کارفرما ہوتی ہے؛ مگر مومن کو یہی چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں سنت کی جستجو کرے، اسی کا پابند رہے، صحیح دعاؤں، رقیوں اور اذکار کا اہتمام کرے، اس طرح یقیناً اسے خیر کثیر حاصل ہوگا، اور اسے کتاب اللہ اور سنت مطہرہ کے مخالف بعض امور کا سہارا لینے کی نوبت آئے گی نہ حاجت رہے گی۔

اب رہے خصائص : تو یہ لفظ (خصیصۃ) کی جمع ہے۔ اور خصیصہ اس صفت کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو ممتاز اور محدد کردے۔

مثلاً (تواتر) قرآن کریم کی ایک امتیازی صفت ہے، مگر یہ ممکن ہے کہ تواتر میں اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز بھی شریک ہو، کیونکہ احادیث نبویہ میں بھی کچھ متواتر حدیثیں پائی جاتی ہیں اور دیگر چیزیں بھی متواتر ہوسکتی ہیں، البتہ حاصل یہی ہے کہ خصائص کا معنی وہ صفتیں ہوتی ہیں جو کسی چیز کی تمیز وتحدید کا کام کرتی ہیں۔

اور اصطلاحی اعتبار سے : خصائص سے مراد وہ چیزیں ہیں جو قرآن کریم کو ہر طرح حدیث نبوی سے ممتاز کرتی ہوں، نیز کلام بشر تو ایک طرف احادیث قدسیہ اور دیگر تمام کتب سماویہ سے بھی اسے ممتاز کردیتی ہوں، لہٰذا خصائص کا معنی ممیزات ہے۔

مثلاً قرآن کریم کے چند خصائص حسب ذیل ہیں :

- وہ اللہ کی طرف سے نازل کی جانے والی آخری کتاب ہے۔
- تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے۔
- اس کا نزول سات حروف پر ہے۔
- اس کا حفظ اور اس کی تلاوت آسان کردی گئی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے خصائص ہیں جو معروف ہیں سابقہ تفصیلات سے جو حقیقت نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ :

خصائص خواص سے وسیع اور عام ہے اور اس میں زیادہ شمول پایا جاتا ہے، اور خواص بھی خصائص کا حصہ ہیں، البتہ خواص میں تاثیر کا معنی مزید ہے۔

اور اصطلاحی اعتبار سے خصائص اور خواص میں فرق یہ ہے کہ خصائص سے مراد قرآن کریم کے عام ممیزات ہیں اور خواص سے مراد قرآن کریم کی تاثیر ہے اور لفظی تشابہ سے معنوی تشابہ کے قرب کا خیال نہیں رکھنا چاہیے (یعنی دونوں کو ایک ہی معنی میں نہیں سمجھنا چاہیے)۔

قرآنی خواص کی انواع

اول : خواص کی عمومی انواع :

اشیاء کے خواص ثابت ہیں مگر ان کی علتیں مخفی ہیں؛ مثلاً ہمیں یہ معلوم ہے کہ مقناطیس کے اندر جذب کرنے اور لوہے کو کھینچنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے، مگر ہمیں اس کی وجہ اور سبب معلوم نہیں ہے، ایسے ہی تمام خواص کا معاملہ ہے، البتہ ان میں سے کچھ کی علتیں معقول ہیں سمجھ میں آجاتی ہیں اور کچھ غیر معقول ہیں سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ ①

پھر اس ضمن میں جن خواص پر بحث کی جاتی ہے ان کی بہت سی قسمیں ہیں :

۱۔ اسماء وحروف کے خواص :

اس ضمن میں افراد اور ترکیب کے اعتبار سے حروف کے خواص پر بحث کی جاتی ہے، اس کا موضوع حروف تہجی، اور اس کا مادہ نقوش اور ترکیبیں ہیں۔

ابن منظور نے حروف کے خواص کے متعلق بڑے بسط سے کام لیا ہے، انھوں نے ان کے اعمال واوضاع اور نفع وخصوصیات کے متعلق تفصیلی گفتگو کی ہے، ان میں سے کچھ گرم خشک (آتشیں مزاج) ہیں، کچھ سرد خشک (خاکی مزاج) ہیں، کچھ گرم اور تر ہیں (ہوائی مزاج) رکھتے ہیں، کچھ سرد اور تر ہیں (آبی مزاج) کے حامل ہیں، اور ان کے بھی مراتب ودرجات ہیں، ان میں کچھ معجمہ اور کچھ مہملہ ہیں، ان میں سے کچھ عام نحوست کے حامل اور کچھ کی نحوست

① دیکھیے : ابجد العلوم (ص ۳۹۵۔۳۹۷) اور الدر النظیم ۔

متوسط ہے، اور جلب منفعت اور دفع مضرت میں ان کے استعمال پر بھی گفتگو کی گئی ہے ... الخ①

۲۔ اعداد کے خواص :

اس عنوان کے تحت باہمی الفت ومحبت اور نفرت کے اعداد بیان کئے جاتے ہیں، محبت پیدا کرنے والے اعداد سے عجیب وغریب الفت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور تباغض ونفرت پیدا کرنے والے عددوں سے عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے ... مزید ایسی ہی باتوں کے ساتھ۔②

۳۔ معدنیات کے خواص :

یہ ایسا علم ہے جس میں مزاجوں، رنگوں اور دیگر آثار عجیبہ اور امور غریبہ کے اعتبار سے معادن کے احوال پر بحث کی جاتی ہے اور اس فن کا شغف رکھنے والے اسے علم الخواص سے مربوط کرتے ہیں۔③

۴۔ نباتات کے خواص :

یہ ایسا علم ہے جس میں مختلف قسم کے نباتات کے خواص، ان کے عجائب واشکال، اور منفعتوں اور مضرتوں پر بحث کی جاتی ہے، نیز دوا اعلاج میں نباتات کی منفعتیں بھی زیر بحث آتی ہیں۔

انہیں بحثوں کے نتیجے میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ایک پودا ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر انسان اپنے بدن پر اس کی مالش کرلے تو آگ اسے نہیں جلاتی ہے، اسی طرح اور بہت سی چیزیں کتب خواص میں مذکور ہیں۔④

۵۔ اقلیموں اور ملکوں کے خواص :

یہ ایک ایسا علم ہے جس سے ہر اقلیم اور ہر ملک کے منافع ومضار اور عجائب وغرائب کا پتہ چلایا جاتا ہے، اور بلاد

---

① دیکھیے : ۱/۱۴-۱۶ اور ان کی تمام باتیں محل نظر ہیں اور شرعی منکرات تک لے جانے کا سبب ہیں، فتحی جندی صاحب نے اپنی کتاب ''النذير العريان لتحذير المرضى والمعالجين بالرقى والقرآن'' (۲۰) میں ان کا تعاقب کیا ہے اور ان کی ذکر کردہ باتوں کی سنگینیوں کو اجاگر کرتے ہوئے ان کی تردید کی ہے۔

② دیکھیے : كشف الظنون : ۱/۲۶-۷، ابجد العلوم : ۳۳۳، ۳۹۶، ۴۴۵ یہ بھی مجملہ خرافات واوہام میں شامل اور تلبیس ابلیس کا ہی حصہ ہے، ابن خلدون نے اس ضمن میں کافی اچھی بحث کی ہے اور حروف واعداد کے طلسمات اور سحر کو شرعی حکم کے اعتبار سے ایک ہی خانے میں رکھا ہے، دیکھیے : مقدمہ ابن خلدون ص : ۵۰۱۔

③ دیکھیے : مفتاح السعادة : ۱/۲۴۲، ابجد العلوم : ۳۹۴، ۵۰۴۔

④ دیکھیے : ابجد العلوم : ۵۴۲۔

ہند کے متعلق بہت سے غرائب وعجائب مذکور ہیں، جن میں سے بعض کو عقلیں مستبعد ٹھہراتی ہیں، اور دل ان کی تصدیق پر آمادہ نہیں ہوتے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ①

۶۔ کواکب اور برجوں کے خواص :

اس کے ذریعہ شمس وقمر اور دیگر تمام ستاروں کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں اور ان اوضاع وحالات کو حصول منفعت اور دفع مضرت میں حوادث اور خواص کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے۔ ②

۷۔ قرآن کریم کے خواص :

یہ وہ علم ہے جس سے تلاوت قرآن کریم پر مرتب ہونے والے آثار اور باذن اللہ فائدے کے حصول اور نقصان کے دفع کرنے میں اس کے مناسب خواص کی معرفت حاصل کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کے خواص سے مراد فوائد کے حصول اور مضرتوں کے دفع کرنے یا ان کے خاتمے کے عمل میں قرآن کریم کی تاثیر ہے۔

اور یہاں اسی پر بحث مطلوب ہے جو ان شاء اللہ آئندہ سطور میں پیش کی جائے گی۔

دوم : قرآنی خواص کی قسمیں :

۱۔ صحیح ومقبول قرآنی خواص اور اس کے تحت حسب ذیل خواص آتے ہیں :

- کامل سورہ کے خواص
- مختلف قرآنی سورتوں کے خواص
- کسی ایک قرآنی آیت کے خواص
- مختلف قرآنی آیات کے خواص

۲۔ وہ خواص جن کی بنیاد ضعیف یا موضوع روایات پر ہوتی ہے، یا پھر وہ شخصی تجربات پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا شمار مردود اور غیر مقبول خواص میں ہوتا ہے اور ان میں بھی مذکورہ بالا تمام قسمیں شامل ہیں۔

قرآنی خواص پر تحریر کردہ کتابیں

یوں تو علوم القرآن پر لکھی گئی بہت سی کتابوں میں قرآن کی سورتوں اور آیتوں کے خواص کا تذکرہ کیا گیا ہے اور

---

① ابجد العلوم : ۳۹۴۔۳۹۵۔

② دیکھیے : ابجد العلوم : ۵۴۲ ، اس کا تعلق علم نجوم سے ہے مگر تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرنے والوں، اور اعداد وحروف کے طلسمات کی ترویج واشاعت کرنے والے صوفیاء کی اس سے گہری وابستگی ہے، جس سے ان کے اس علم کے مصدر کا بھی اچھی طرح اندازہ ہوجاتا ہے۔

تقاسیر واحادیث کی کتب بھی اس موضوع کو تطویل یا اختصار کے ساتھ زیر بحث لاتی رہی ہیں تاہم اس عنوان پر مستقل کتابیں بھی تالیف کی گئی ہیں، بعض لوگوں نے از اول تا آخر پورے قرآن میں سے ہر ہر سورت کے خواص لکھے ہیں اور کچھ لوگوں نے چند سورتوں یا آیتوں کے خواص پر اکتفا کیا ہے یا مخصوص سورتوں اور آیتوں کے خواص اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

- **اس موضوع کی سب سے پہلی تصنیف :**

اس بات کا فیصلہ کرنا اور کوئی حتمی بات کہنا بہت دشوار ہے کہ اس موضوع پر لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب کون سی ہے، البتہ دستیاب کتابوں میں طبیب وحکیم ابوعبداللہ محمد بن احمد بن سعید تمیمی متوفی (۳۹۰ھ تقریباً) کی تالیف ''خواص القرآن'' کو اس موضوع کی پہلی مستقل کتاب کہا جا سکتا ہے جو مخطوطے کی شکل میں ہے۔

اس کتاب میں مختلف قرآنی آیتوں اور سورتوں کے خواص ذکر کئے گئے ہیں، مگر ان میں سے بیشتر محض تجربے پر مبنی ہیں، اور بزرگوں اور عوام کے قصوں اور واقعات پر مشتمل ہیں، شرعی آداب وضوابط اور شرعی محظورات سے سلامتی کے اعتبار سے انہیں روبہ عمل لانا محل نظر ہے۔

بطور مثال : ارشاد باری تعالیٰ :

﴿وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُواْ هَٰذَا ٱلَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَأُتُواْ بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾ [البقرہ:۲۵]۔

کا تذکرہ کرتے ہوئے حکیم صاحب لکھتے ہیں :

''یہ اسماء ان درختوں میں پھل لانے کے لئے ہیں جو بے ثمر ہوتے ہیں، اور ان درختوں میں برکت کے لئے ہیں جن میں پھل بہت کم لگتے ہیں، اگر کسی صاحب احتیاج کو اس کی حاجت پڑ جائے تو وہ جمعرات کے دن روزہ رکھے اور صرف کاسنی کے پودے سے افطار کرے اور مغرب کی نماز پڑھ لے پھر ایک کاغذ پر بات کرنے سے پہلے وہ تحریر لکھ لے، پھر اسے اپنے ہاتھ میں لے اور کسی ایسے درخت کی طرف چل پڑے جو باغ کے وسط میں ہو اور اسے اس پر لٹکا دے، پھر اگر اس پر کوئی پھل ہو تو اس میں سے کھالے، اور اگر اس پر پھل نہ ہو تو اس کا کوئی پتہ ہی کھالے، اور اگر اس میں پتہ نہ ہو تو اسی جیسے کسی اور درخت کا کوئی پھل کھالے، اور تین گھونٹ پانی پی لے اور پلٹ جائے، تب اسے من پسند اور خوش کر دینے والے عمدہ آثار اور

برکت کا مشاہدہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ جس چیز پر چاہتا ہے قدرت رکھنے والا ہے''۔ ①

اور حسب ذیل آیات :

﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَٱللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلشَّهَوَٰتِ أَن تَمِيلُوا۟ مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ ٱلْإِنسَٰنُ ضَعِيفًا﴾[النساء:٢٦-٢٨]۔

کا تذکرہ کرتے ہوئے حکیم صاحب فرماتے ہیں :

''اگر ان آیات کو سرخ بکری کی دباغت دی ہوئی کھال پر لکھا جائے اور مرید وزاہد اور سیاح جو بیابانوں میں سفر کا ارادہ رکھتے ہوں اسے اپنے ساتھ رکھیں تو ان کی مدد کی جائے گی، ان پر چلنا اور علم وعمل میں کوشاں ہونا آسان ہو جائے گا۔ (دیکھیے: مخطوط ص:٦) اور اس طرح کی مثالیں اس میں بکثرت پائی جاتی ہیں''۔ ②

آیتوں کے اثرات کے علاوہ اس میں جو سامان یا حرکتیں بتائی گئی ہیں وہ ایک نہ سمجھ میں آنے والے معمے اور گورکھ دھندے کے مترادف ہیں جن کا فائدہ آسمانی رہنمائی کے بغیر ایک کھیل تماشا اور سحر وشعبدہ بازی ہی کا ایک عمل معلوم ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں تجربات کے دعوے بھی شیطانی تلاعب کے کرشمے لگتے ہیں۔

● مذکورہ کتاب کے بعد اس موضوع پر بہت سی مطول ومختصر کتابیں منظر عام پر آئیں، مگر عام طور پر قرآن کریم کے خواص پر لکھی گئی کتابوں کے طریقۂ تالیف میں حسب ذیل باتیں نوٹ کی گئی ہیں :

اول : محض تجربوں، قصوں اور واقعات پر اعتماد اور بعض ایسی ہیئتوں کا تذکرہ جن میں سے بیشتر محل نظر ہیں، یعنی وہ طریقے اور کیفیتیں جن کے ذریعہ قرآن کریم کے خواص سے استفادہ کی تکمیل ہوتی ہے۔

مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تمیمی (ت ٣٩٠ھ تقریباً) ، بونی (ت ٦٢٢) ابن خشاب (ت ٦٥٠ھ) اور یافعی (ت ٧٦٨ھ) وغیرہ بعض ایسے عجیب وغریب طریقوں اور کیفیتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے لئے وہ کتاب اللہ یا سنت مطہرہ کی کسی اصل کا حوالہ نہیں پیش کرتے ہیں، یہ حضرات ایسی بہت سی ہیئات اور کیفیات کا بیان کر دیتے ہیں جن کے مصدر ومرجع کا کچھ پتہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور کیسے آئے ہیں ؟ ایسے ہی یہ لوگ کچھ

① دیکھیے : مخطوط ص ٦ مکتبه مرکزیه جامعة الامام محمد بن سعود الإسلامية۔

② دیکھیے خواص القرآن الكريم لتركى الهويمل : ٧٥-٧٦۔

رموز، طلسمات، حروف و مربعات، ہندسی اشکال اور نقشوں کے خاکے پیش کرتے ہیں جن کے متعلق اللہ نے کوئی سلطان (دلیل) نازل نہیں فرمایا ہے ! بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ شرعی محظورات وممنوعات میں واقع ہونے کا وسیلہ ہوں، اس لئے اس طرح کے اعمال سے حصول منفعت کی توقع اور امید کیسے کی جاسکتی ہے ؟!

اس طرح کی چیزوں کو کتاب وسنت پر پیش کرنا اور شرعی آداب وضوابط سے ان کی موافقت کا یقین حاصل کرنا اور قرآن کریم کے خواص سے استفادہ کی ان شرطوں کی تکمیل کرنا جو باذن اللہ حصول منفعت اور دفع مضرت کا سبب ہوتی ہیں واجب ہے۔

ان کتابوں کی بے راہ روی کے پیش نظر بعض علماء نے ان پر سخت ترین تبصرے کئے ہیں اور شدت کے ساتھ ان سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ ایک بزرگ عالم دین شیخ محمد بن احمد شقیری صاحب فرماتے ہیں :

کتاب ''الدرالنظيم في خواص القرآن الكريم'' کو پڑھنا جائز ہے نہ اس میں مذکور باتوں پر عمل کرنا، اس میں ایک بھی نفع بخش جملہ اور سچا فائدہ نہیں ہے، بلکہ اس کے سارے فوائد اور جملے جھوٹے اور غلط ہیں، ایسی ہی کتاب ''الفوائد فی الصلات والفوائد'' بھی ہے، مگر اس نے کچھ چیزیں صحیح وضعیف کو خلط ملط کر کے جمع کی ہیں اور باقی اکاذیب وخرافات اور اباطیل ہیں، لغویات واضالیل اور ملمع سازیاں ہیں، اللہ تعالیٰ مسلم مردوں اور خواتین کو ان سے محفوظ رکھے۔ ①

عالم اسلام میں متداول دو اور کتابیں اور ان کا حال

(۱) احمد بن علی البونی (ت ۶۲۲ھ) کی کتاب ''شمس المعارف الکبریٰ''

شیخ عبداللہ بن جبرین حفظہ اللہ ورعاہ ② فرماتے ہیں :

''یہ کتاب خرافاتیوں کی کتابوں میں سے ہے، اس کے مولف نے اسے اکاذیب (جھوٹی باتوں) اور باطل خرافات سے پر کر رکھا ہے، اس میں ایسے باطل عقائد پائے جاتے ہیں جن کا ماننے والا کافر ٹھہرتا ہے، نیز وہ جادو اور کہانت کے امور سے بھی بھری ہوئی ہے، زیادہ تر وہی لوگ اسے حاصل کرتے ہیں جو جادوگر اور شعبدے باز ہوتے ہیں، اس کتاب سے بڑے مفاسد اور نقصانات سامنے آئے ہیں جن کی وجہ سے بہت سی جماعتیں مختلف قسم کی کفریات اور ضلالتوں سے دوچار ہوئیں اور امت کی ضرر رسانی کا سبب بنی ہیں، اس

---

① دیکھیے : كتاب السنن والمبتدعات للشقيرى : ۱۹۷۔

② اب رحمہ اللہ ۔

لئے ہم ہر مسلمان کو اس سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہیں، اور جس کسی کے پاس وہ کتاب موجود ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے جلا ڈالے، اسی طرح ہم ہر مسلمان کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھے اور سنت مطہرہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے، مثلاً صحیحین اور سنن وغیرہ پڑھے، نیز توحید کی صحیح کتابیں پڑھے؛ یقیناً ان میں وہ باتیں موجود ہیں جو ایک مسلمان کے دین اور امانت کی حفاظت کرنے والی ہیں، واللہ اعلم''①۔

یہ کتاب جھوٹ، خودساختہ باتوں اور ملمع سازیوں اور جعلسازیوں سے بھری ہوئی ہے، اور مستقبل کے حوادث اور امور غائبہ کی باطل خبروں پر مشتمل ہے۔②

شیخ علوی مالکی نے بھی اس سے محتاط رہنے کی تلقین کی ہے۔③

اور فائدہ کے تحت اس کا تذکرہ یوں کیا ہے :

''علماء نے ایسی کتابوں کا ذکر کیا ہے جن سے مراجعہ اور تنقیب کے بغیر انسان کو کوئی حدیث نقل نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ان میں سے بعض میں تو موضوع حدیثوں ہی کا غلبہ ہے...''، اور اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں : کاش اس کتاب میں جو شر ہے وہ اپنی سنگینی میں اسی بات تک منحصر رہ گیا ہوتا ! مگر کہاں ! اس نے تو آگے بڑھ کر صحیح توحید کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے؛ وہ تو حقیقت میں طلسمات اور جادو کی ایک کتاب ہے، اور مختصر تعبیر میں وہ شرک کی ایک کتاب ہے، اسی کی طرف دعوت دیتی ہے اور لوگوں کو اسی کی تعلیم دیتی ہے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والے برادر قارئین آپ بھی اس کتاب کی شرکیات کی کچھ مثالیں ملاحظہ فرمالیجیے :

(ص ۴۰۱) کی حسب ذیل عبارت پیش خدمت ہے :

''حرف باء کی ایک خلوت ہے اور اس کا خادم مہیائیل ہے، اگر آپ اس سے کام لینا چاہتے ہوں تو حرف کو لکھیے اور ریاضت کے بعد اپنے سر میں رکھ لیجیے، اور ہر نماز کے بعد (۳۱) بار دعا اور قسم کی تلاوت کیجیے، اور (۴۰) دن تک منتر اور ریاضت کی تلاوت کیجیے، تب یقیناً فرشتہ حاضر ہوگا اور آپ کی ضرورت پوری کردے گا، اور آپ کی مراد جو کچھ بھی ہو خوشبو کی دھونی کا نظم کریں اور کہیں : اے حرف با کے خادم حاضر ہو تو وہ حاضر ہوجائے گا...''۔

اور (ص ۱۲۲-۱۲۴) پر مزید وارد ہے :

---

① فتاویٰ اسلامیہ : ۳/ ۲۶۵۔ ② التجذير من الفتن العاصفات : ۵۲۔الهامش۔

③ اپنی کتاب : المنهل اللطيف في أحكام الحديث الضعيف(ص:۲۹) میں ۔

''اے برادر ! اگر آپ ایسا چاہتے ہوں تو جان لیجیے کہ آپ کو تین دن روزہ رکھنا ہوگا جس کا آغاز منگل سے ہوگا پھر بدھ اور جمعرات کو، اور آپ کا یہ روزہ غیر ذی روح چیزوں سے ہوگا (یعنی آپ چکن، مٹن اور فش وغیرہ سے پرہیز کریں جیسے ابنائے وطن برت رکھتے ہیں) اور دن رات لوبان سلگائے رکھیں اور دھونی دیتے رہیں، اور اسی اثناء میں تین دن کی مدت میں سورۂ شریفہ کو ایک ہزار بار پڑھیں... اور اس بات کی بھی کوشش کریں کہ آپ کی قرأت کا خاتمہ جمعہ کی رات کے ثلث اوسط میں ہو؛ تب یقیناً اس کا خادم آپ کے پاس حاضر ہوگا، اور وہ لمبے ہاتھوں والا ایک پستہ قد شخص ہوگا، وہ آپ کے سامنے آ کر بیٹھ جائے گا اور آپ سے کہے گا : ''السلام علیک'' اس وقت آپ اپنا دل مضبوط رکھیں، کیونکہ اس کی ایک عظیم ہیبت ہوگی... اور منتر اور دعا وہی سورۂ شریفہ کامل طور پر ہوگی، ایسے ہی خوشبو کی دھونی بھی، اور اے رسائی حاصل کرنے والے یہ جان لے کہ یہ مخصوص اسرار میں سے ہے، اور یہ انبیاء واولیاء کی کتابوں اور ان کے اسرار میں سے ہے اور وہ یہ ہے؛ پڑھو : **(بسم الله الرحمن الرحيم. قل أوحي إلي) اللهم إني أسئلك يا منزل الوحي من فوق سماوات ... (إلا من ارتضى من رسول ... و أحصى كل شيئ عددا)، اللهم إني أسئلك بحق المساجد لله وبحق عبادك الصالحين ... يا خدام هذه الدعوة الروحانيين ، أقسمت عليكم بهذه الدعوة والأسماء والسورة بحق أرقوش ، كلهوش ، بططهوش ، كمطهلوش ، بهوش ، قانوش، أقسمت عليك يا روقيائيل الملك الموكل بفلك الشمس ...**''۔

اس دعا میں آخر میں کہا گیا ہے کہ :

اے اس دعا کے روحانی خادموں ! میں بحق **ارقوش كلهوش ، بططهوش ، كمطهلوش ، بهوش ، قانوش** تمہیں اس دعا اور اسماء اور سورت کی قسم دیتا ہوں، اے فلک آفتاب پر معین فرشتے روقیائیل میں تجھے قسم دیتا ہوں ... اور (ص ۲۱۳) پر مزید وارد ہے :

''فصل : باہمی نفرت کرنے والے زوجین کے تکیے میں یہ اسماء لکھے جائیں، اور یہ موسی کی اماں کے نام ہیں، دن جمعہ کا ہو جب امام منبر پر بیٹھے یا جب پہلی اذان شروع ہو، زعفران آب گلاب، خوشبو اور آب گلاب میں گھولی ہوئی مسلی ہوئی لونگ سے لکھا جائے، پھر تحریر شدہ ورق کو لپیٹ کر مشک سے موم جامہ کر لیا جائے، اور اس تعویذ کو اس تکیے کے اندر رکھ دیا جائے جس پر وہ دونوں سوتے ہوں؛ تو ان دونوں میں محبت ہو جائے گی، اور وہ تحریر حسب ذیل

ہے : طسوم، عیسوم، علوم، حیوم، قیوم، دیوم''

بونی صاحب نے (ص ۵۳۰ اور مابعد) اپنی سندوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں علم الحروف کی سند الگ ہے، علم الأوفاق (نقوش) کی سند الگ ذکر کی گئی ہے، ایک سند علم الحروف اور علم الوفق کی مزید ذکر کی ہے نیز ان کے علاوہ اور اسناد بھی ہیں۔ جن میں بہت سے آفتاب و ماہتاب اور قطب وغوث و ابدال اور اولیاء کبار مثل غزالی و محی الدین بن عربی، اور سری سقطی اور بسطامی وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے ان پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ مشہور حسن سلمان صاحب فرماتے ہیں :

میں کہتا ہوں : اگر یہ جادو نہیں ہے تو میں نہیں جانتا کہ جادو اور کیا ہوتا ہے ؟ کیونکہ علم الحروف اور علم الأوفاق یا وفق سحر کے مشہور ابواب میں سے ہے، اور جو بھی جادو کی کتابوں کا مراجعہ کرے گا اسے اس کا یقین ہو جائے گا۔

اور یہ بھی قابل ملاحظہ ہے کہ بونی کی اس کتاب میں ان کی اسانید صوفیاء کے رجال اور اعلام سے پر ہیں، اسی لئے آنجناب بھی ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور وہ ان کی ثناخوانی کرتے ہیں، مگر اس کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے، مثلاً نبہانی ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں : ''انوار و اسرار کے حامل کبار مشائخ میں سے تھے، اور مرسی بھی ان سے اخذ کرنے والوں میں سے تھے؛ ان کی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔'' [1]

اور یہ مرسی -ابوالعباس- صاحب ہیں جو قطب وغوث کہلاتے ہیں، اور انہیں خرافاتی جناب کے شاگردوں میں سے ہیں، اور شاگرد کی شناخت استاد سے ہو جاتی ہے۔

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب ماضی میں بھی تھی اور اب بھی شعبدہ بازوں اور جادوگروں میں متداول ہے، کچھ سلاطین جب مایوسی اور ضعف کا احساس کرتے تھے تو علم غیب پر مطلع ہونے کے لئے اسی کتاب پر اعتماد کرتے تھے، جیسا کہ آپ ''**الفكر الشيعي والنزعات الصوفية**'' نامی کتاب کے (ص ۳۳۵) پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اور اس کتاب کے مولف بونی صاحب کی دیگر تالیفات بھی ہیں جو میرے خیال میں اسی جیسی ہیں، مثلاً: ''**اللمعة النورانية**'' جو مغنیسا میں (نمبر: ۱۴۵۱) کے تحت مخطوطے کی شکل میں ہے، اور جامعۃ الریاض میں (۱۳۱ نمبر) کے تحت ہے، اور ''**مواقف الغايات فى اسرار الرياضات**''، اور ''**السلك الظاهر**'' یہ دونوں مکتبہ ازھریہ میں مخطوطے کی شکل میں ہیں اور ''**شمس المعارف الوسطىٰ**'' و ''**شمس المعارف الصغرىٰ**''، اور دوسری ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کی فضیلت میں ہے''۔

---

[1] جامع النبهاني : ۵۰۸/۱۔

لگے ہاتھوں اس فن کی ایک دوسری کتاب کا بھی تعارف حاصل کر لیتے ہیں جو اس قماش کے لوگوں میں خوب چلی ہوئی اور رائج ہے :

(۲) ''الرحمة في الطب والحكمة''

یہ کتاب امام سیوطی کی طرف منسوب ہے، مگر صاحب ''كشف الظنون'' نے بیان کیا ہے کہ کتاب مہدی بن ابراہیم صبیری کی ہے۔

یہ کتاب شرکیات وضلالات اور دیو مالائی کہانیوں پر مشتمل ہے، بلکہ جو کچھ طلسمات وجہالات چاہیں کہہ لیں، شیخ محمد عبدالسلام شقیری رحمہ اللہ نے اس کتاب کی سخت مذمت کی ہے اور اس کا نام ''اللعنة في الطب والحكمة'' رکھا ہے، اور ایک دوسرے مقام پر اسے ''النقمة في الطب والحكمة'' سے موسوم کیا ہے، اور اس کے مولف کو جہالت بیوقوفی، غباوت اور جنون سے متصف گردانا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں بڑی سطحی اور کھوٹی باتیں بیان کی ہیں اور دجل وفریب پر مشتمل چیزیں وارد کی ہیں۔

شیخ محمد عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں واقع کچھ خرافات وضلالات کا بیان کرنے کے بعد فرمایا :

''جس نے اس کتاب اور اس جیسی دیگر کتابوں کو جلا نہ ڈالا وہ یقیناً جہالت کی آگ میں جلے گا، اور اس کی وجہ سے اس پر جو فقیری ومحتاجی، بیماریاں، بھانت بھانت کی بلائیں اور غم وافکار کا ہجوم ہوگا وہ اس سے جوجھتا رہ جائے گا''۔[1]

ابوعبیدہ عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ ہم اس کتاب ''الرحمة في الطب والحكمة'' کے متعلق شیخ محمد عبدالسلام خضر رحمہ اللہ کی تنبیہ کو انہیں کے الفاظ میں نقل کئے دیتے ہیں، کیونکہ اس میں -ان شاء اللہ- اپنے دین اور عقیدے سے متعلق ایک سچے عالم کی غیرت پائی جاتی ہے، ''عزيمة للعمى'' (فقدان بینائی کی تعویذ) کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں :

''دجالوں عرافوں کے شیخ وامام، اور جہالت، بیوقوفی، غباوت اور جنون میں ان کے قدوہ وپیشوا صاحب کتاب ''الرحمة- بلکہ اللعنة- في الطب والحكمة'' رقمطراز ہیں کہ :

''اس حائضہ کی ماہواری کا خون لیا جائے جسے مرد نے ہاتھ نہ لگایا ہو اور اسے منی کے ساتھ ملا لیا جائے اور

---

① دیکھیے : مجلة التوحيد (سن ۲۱، شمارہ: ۴) ، اور كتب أخبار -رجال- احاديث تحت المجهر (ص ۷-۸ جزء دوم)۔

اسی کا سرمہ لگائیں، یقیناً اس آنکھ کی سفیدی کٹ جائے گی'' اھ
جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے آنکھ بے نور ہو جائے گی۔
مزید لکھتے ہیں :
آشوب چشم کے لئے لکھا جائے : ''**قل هو الله أحد ، إن في العين رمد ، احمرار في البياض، حسبي الله الصمد ، يا الهي باعترافي في اعتزالک عن ولد ، عاف عيني يا إلهی ، اكفني شرالرمد ، ليس لله شريک لا ولا كفوا أحد**''
کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے، یقیناً آنکھ میں آشوب چشم ہے، سفیدی میں سرخی ہے، اللہ الصمد میرے لئے کافی ہے، یا الٰہی ! میرے اس اعتراف سے کہ تو اولاد سے کنارہ کش ہے، میری آنکھ کو عافیت دے دے اے میرے معبود، آشوب چشم کے شر سے میرے لئے کافی ہو جا، اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے [①]۔
ایک اور نسخہ تجویز کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
''فائدہ : جو ان دونوں شعروں کو یاد کر لے گا اسے کبھی آشوب چشم کی شکایت نہ ہوگی :

يَا نَاظِرَىَّ بِيَعْقُوْبَ أُعِيْذُكُمَا بِمَا اسْتَعَاذَ بِهِ إِذْ مَسَّهُ الْكَمَدُ
قَمِيْصُ يُوْسُفَ إِذْ جَاءَ الْبَشِيْرُ بِهِ بِحَقِّ [②] يَعْقُوْبَ اذْهَبْ أَيُّهَا الرَّمَدُ

''اے میری آنکھوں میں تمہیں یعقوب کے وسیلے سے اس کی پناہ میں دیتا ہوں جس کی پناہ انھوں نے اس وقت لی تھی جب وہ جدائی کے غم سے بے حال ہو چکے تھے، یوسف کی قمیص کی جب خوشخبری دینے والا اسے لے کر آیا تھا، اے آشوب چشم بحق یعقوب رخصت ہو جا''۔
اور انتہائی بدترین بات جو صاحب نے کہی ہے یہ ہے کہ :
''میں اسے یعنی آنکھ کو رب عبس (منہ بسورنے کے رب) اور **قل هو الله احد** کی پناہ میں دیتا ہوں، اس سے میری اس تحریر کے حامل کو محجوب کیا جاتا ہے، یہ منہ بسورنے والا ہے، لپکتا تارہ ہے، تاریک رات ہے، اندھیرا سمندر ہے، خشک پتھر ہے، فارس کا پانی ہے، اور حاسد کی نظر ہے، نظر لگانے والے کی نظر اور

① اگر عربی عبارت دیکھیں تو قرآن پاک کی ایک سورت کی آیتوں کے درمیان اپنی باتیں داخل کر کے تحریف کی گئی ہے۔
② شرکیہ استعاذہ اور حرام اور بدعتی توسلات ہیں ۔

حسد سے، بھوکی ہوئی تو شور مچانے لگی، اڑی تو پھیل گئی، اور اللہ کے علم میں ہوگئی...'' الخ

شیخ صاحب کتاب ۔اللعنة۔ ''الرحمة'' میں لکھتے ہیں :

''اے نظر میں تجھے قسم دیتا ہوں بحق شراهيا براهيا، ادنواي، أصباؤت آل شداي، میں تجھے قسم دیتا ہوں اے نظر جو فلاں کے اندر ہے، بحق شهت بهت أشهت باقسطاع الحا ... اے نظر بد نکل جا جیسے کہ یوسف تنگنائے سے نکل گئے تھے اور موسی کے لئے سمندر میں راستہ بنا دیا گیا تھا...'' شیخ کے آخری اضالیل وأباطیل تک۔

میں کہتا ہوں : ان مشائخ پر کوئی انسان کیا حکم لگائے؛ کیا ہم ان کے بارے میں یہ فیصلہ کریں کہ یہ یہودی ہیں؟ کیونکہ انہیں یہودیوں کے کلام اور یہودیوں کے علم سے الفت ہے؛ یا ان پر نصرانیت کا حکم لگائیں، کیونکہ جو باتیں وہ نقل کرتے ہیں ان میں بیشتر ایمان کے مقابلے میں کفر سے زیادہ قریب ہیں، یا یہ اہل بدعت ہیں، دینی جہالت، بیوقوفی، غباوت اور دلوں کی کورچشمی سے دوچار ہیں ؟ کیونکہ یہی حضرات اس امت کی جہالت، بدبختی، بربادی، رسوائی، غلامی اور حد درجہ لالچی سامراجی کتوں کے ہاتھوں میں ڈال دینے کا سبب اول واکبر ہیں، جو اس دنیا کے انتہائی پست اور گھٹیا حد درجہ کوڑھ مغز، غایت درجہ کے جاہل، اور سب سے بڑے گمراہ تھے، یہاں تک کہ اسلام انہیں اپنے علوم کے ذریعہ وحشیت سے انسانیت کی طرف لانے کا سبب بن گیا، مگر پھر ہوا یہ کہ مسلمانوں نے اپنے علماء کے ساتھ جفا کی اور ان کے بدلے جاہلوں کی پیشوائی پر راضی ہوگئے، پھر انھوں نے حق کو باطل اور باطل کو حق بنا ڈالا جس کی وجہ سے خود بھی ضائع ہوئے اور دوسروں کو بھی برباد کیا، خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہی سے دوچار کیا۔

صاحب مزید کہتے ہیں کہ : بخار کے لئے ایک قدیم ہڈی کے تین گوشوں میں لکھا جائے :

''خيصور جهنم، ميصور لظى، يصور الحطمة''

''اور ہر بار ایک سے دھونی دی جائے شفایاب ہوجائے گا''۔اھ

میں کہتا ہوں : اسے صرف وہی لکھے گا اور اس پر عمل کرے گا جو ذاتی طور پر بیوقوف ہوگا، اس کی عقل بہک گئی ہوگی، اور وہ غفلت کے ساتھ احمقانہ جاہلانہ زندگی گزارتا ہوگا۔ یہی روشن ضمیر طبیب صاحب اپنی اسی نادر کتاب میں فرماتے ہیں : ''تین باداموں پر لکھا جائے : حست، مست، انفضت، اور ہر روز بخار کے مریض کو ایک کی دھونی دی جائے، مجرب ہے'' یہ کلامِ فارغ لعاب سگاں سے بھی گندہ ہے۔

مزید فرماتے ہیں :

’’تین گٹھلیوں پر لکھا جائے : ’’**كوفا كوفا كوفا، لوفا لوفا لوفا، اجاجاً اجاجاً اجاجاً،** اے ام ملدم (بخار) نہ گوشت کھا، نہ خون پی؛ شفایاب ہوجائے گا۔

یہ شیخ کا جھوٹ ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس سے مرض اور بڑھ جائے گا اور غم وحزن میں اضافہ ہوگا، اسی گمراہ گری کی وجہ سے بخار کا مریض شفایابی کے لئے کالی گدھی کی شرمگاہ کے بوسے لیتا ہے، یا اچانک اس پر اژدھا ڈال دیا جاتا ہے، ہر عقلمند کو ان کتابوں پر تھوکنا چاہیے۔

جناب مزید فرماتے ہیں :

’’جس نے یہ مہر لکھی اور اسے تپ زدہ کے سر کے نیچے رکھ دیا تو وہ شفایاب ہوجائے گا‘‘۔

پھر انھوں نے تعویذوں اور طلسمات کے نقشے بنائے ہیں۔

شیخ محمد عبدالسلام فرماتے ہیں :

’’جس نے اس میں سے کوئی بھی کام شفاء کے اعتقاد کے ساتھ کیا؛ اللہ اسے ہلاک کردے گا، کیونکہ اس نے اللہ پر جھوٹ بولنے میں اعتقاد شفاء رکھا ہے، اور اس نے اس دعا اور دوا کو ترک کردیا ہے جو اس پر فرض تھی‘‘۔

صاحب ’’الرحمۃ‘‘ مزید فرماتے ہیں :

سر درد کے لئے یہ حروف لکھو : أ ح . أ ک ک . ع ج . ام ا ہ . جو اسے لکھے گا وہ باذن اللہ شفایاب ہوگا۔

تقویت جماع کا نسخہ تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

’’ایک کاغذ پر تانبے کے قلم سے لکھو اور اسے وقت جماع اپنی زبان کے نیچے رکھ لو :

۱۹۱۶۹۱۱۱۹۱۱۱۵۶۹۱۸۶۹۳۱۱۱۱۸۱۱۴۵م‘‘۔

یقیناً یہ کام وہی کرے گا جو دنیا کا سب سے بڑا مغفل ہوگا۔ جس نے یہ کتاب اور اس جیسی دیگر کتابوں کو جلا نہ ڈالا وہ یقیناً جہالت کی آگ میں جلے گا، اور اس کی وجہ سے اس پر جو فقیری ومحتاجی، بیماریاں، بھانت بھانت کی بلائیں اور غم وافکار کا ہجوم ہوگا وہ اس سے جو جھتا رہ جائے گا، اس کے بعد آخرت کا عذاب ہے، جہنم میں جائیگا اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے‘‘۔

جناب والا امساک کا ایک زبردست نسخہ تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''جب کتا جماع کر رہا ہو اور اس کا عضو مخصوص لس گیا ہو تو جلدی سے اس کی دم جڑ سے کاٹ لے، پھر چالیس دنوں تک اسے زمین میں دفن رکھے، پھر اسے نکالے تو اسے گرہوں جیسی ہڈیاں ملیں گی، جو اسے دھاگے سے باندھ کر کمر سے لٹکالے اور اپنی بیوی سے جماع کرے تو اسے انزال نہیں ہوگا گو وہ مغرب سے صبح تک لگا رہے'' اھ

اسی لئے تو ہم ساری امتوں اور ساری روئے زمین میں سب سے بڑے جاہل، گمراہ، حقیر، کمترین اور نکمے ٹھہرے ہیں، ہم اپنے دین، دنیا اور اخلاق میں پستی کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں، سارا عالم آگے جا رہا ہے اور ہم پیچھے ہو رہے ہیں، تمام لوگ بلند ہو رہے ہیں اور ہم پست ہوئے جاتے ہیں، تمام لوگوں کے پاس نفع بخش صنعتیں ہیں مگر ہمارے پاس کوئی صنعت نہیں ہے، انہیں گھٹیا کتابوں اور ان میں موجود نامراد منحوس مادوں کی وجہ سے ہم جہالت، بیوقوفی اور شرمناک ورسوا کن غباوت کے سمندروں میں غرق ہیں۔

اغبیاء کے شیخ الأطباء، ہرغم، مرض قاتل اور وباء تک لے جانے عوام اور جاہلوں کے امام، اور اسفل السافلین تک اور ایسی کھائی تک پہنچانے والے ان کے قائد جس کی تہہ ناپید ہے، یعنی صاحب کتاب -**النقمة**- **فی الطب والحکمة** فرماتے ہیں :

''قرینہ کے لئے لکھا جائے : **''ألم ترکیف فعل ربک بالقرینة، ألم یجعل کید القرینة في تضلیل، و أرسل علی القرینة طیرا أبابیل، ترمیهم بحجارة من سجیل، فجعل القرینة کعصف مأکول یا عافي یا قابل یا شدید یا ذاالطول''**

یہ اللہ کا کلام ہے یا شیخ کا کلام ہے ؟ بلکہ یہ ایک مبدل ومحرف قرآن ہے جسے صاحب کتاب **النقمة في الطب والحکمة** نے بدل دیا ہے۔[1]

دوم : ان میں کوشش یہ کی جاتی ہے کہ علماء یا عوام کے ذکر کردہ صالحین کے سارے اقوال اور تجربات کو جمع کر دیا جائے، انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی ہے کہ وہ خبریں موثوق ہیں یا بے بنیاد ہیں، شریعت کے موافق ہیں یا مخالف، ان میں کچھ واقعیت بھی پائی جاتی ہے کہ محض افسانوی باتیں ہیں، اس طرح ڈھیر سارے ایسے اقوال جمع ہو جاتے ہیں جن کی نسبت ان کے قائلین کی طرف کرنا یا ان کے مصادر کی تحدید کرنا دشوار ہوتا ہے، مزید

[1] کتب حذر منها العلماء : ۱/۱۲۲-۱۳۳۔

برآں ان میں احادیث نبویہ نہایت کم ہوتی ہیں، اور اگر تھوڑی موڑی بیان بھی کی جاتی ہیں تو وہ غیر موثوق ہوتی ہیں، ان میں ان کی سندوں کا بیان نہیں ہوتا، یا بعض حدیثیں معنوی طور پر بیان کر دی جاتی ہیں یا استشہاد کے لئے ان کے کسی جزء کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے، اور یہ چیز ابن منظور قیسی (ت ۷۵۰ھ) کی کتاب : **''البرهان والدليل في خواص التنزيل''** میں خوب نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

سوم : قرآن کریم کے خواص میں بعض مولفین کے یہاں طوالت نظر آتی ہے اور یہ حضرات عرض اور نقل میں اختصار سے کام نہیں لیتے ہیں، اس کے لئے ابن الجوزی اور ابن خشاب کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ ①

امراض کے علاج میں قرآن کریم کے خواص سے استفادہ

بیشک قرآن کریم معنوی اور مادی دونوں طرح کی بیماریوں کا علاج ہے اور اس کی آیتوں اور سورتوں کی تلاوت سے شفاء طلبی اور علاج کے دلائل کتاب وسنت میں بکثرت وارد ہیں اور اس کتاب میں مختلف مناسبتوں سے ان کا تذکرہ متعدد مقام پر ہو چکا ہے اس لئے یہاں ہم اس موضوع کو زیر بحث نہیں لائیں گے۔

قرآن کریم کے خواص توقیفی ہیں یا اجتہادی

اس موضوع سے متعلق ایک بحث یہ ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے خواص اور ان سے استفادہ کے طریقے توقیفی ہیں کہ ان کے اثبات کے لئے کتاب وسنت کے نص کی ضرورت ہے، یا اس طرح کے امور میں اصل اباحت ہے بشرطیکہ کوئی نص ممانعت کے سلسلے میں وارد نہ ہوا ہو، بالخصوص جب کہ تجربوں سے نفع بھی ثابت ہو چکا ہو اور اذیت ومضرت کا دفع ہونا بھی سامنے آتا رہا ہو ؟

غیر سلفی علماء کے یہاں تو اس سلسلے میں کافی توسع پایا جاتا ہے اور منہجی اعتبار سے بھی گو زیادہ پابندیاں نہیں ہیں مگر عملی اعتبار سے تو کوئی روک قطعی نظر نہیں آتی ہے، البتہ سلفی علماء کے یہاں اس سلسلے میں کافی احتیاط پائی جاتی ہے، پھر بھی بعض مسائل میں کسی حد تک توسع سے کام لیا گیا ہے اور میرے تجربے کے مطابق اسی توسع کی راہ سے بڑے مفاسد اس حلقے میں بھی اپنی جگہ بنانے لگے ہیں اس لئے اس مسئلے پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے اور تمام مسائل کا گہرا علمی اور منہجی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

---

① دیکھیے : خواص القرآن الكريم : ۹۸-۹۹۔

موضوع زیر بحث میں سلفی علماء کے دو گروہ ہیں :

۱۔ پہلے گروہ کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلے میں نصوص پر اکتفا لازم ہے اور توسع کی گنجائش نہیں گو تجربات سے کسی نفع کا دعویٰ ہی کیوں نہ کیا جاتا ہو۔ رقیوں کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے موقف کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت عبداللہ بن عکیم، حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ وتابعین کے مواقف سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، موجودہ دور کے علماء میں علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا موقف بالکل دوٹوک ہے کہ اس سلسلے میں منصوص کے علاوہ توسع کی قطعی گنجائش نہیں ہے، شاید ہم آگے چل کر ان کے کچھ فتاوے اس ضمن میں پیش کرسکیں جن سے ان کی صلابت کا اندازہ ہوگا۔ مصر کے مشہور سلفی عالم اور جماعت انصار السنۃ المحمدیہ مصر کے موسس شیخ محمد بن حامد فقی صاحب بھی اس موضوع پر کسی لچک کے قائل نہیں ہیں، یہی موقف علامہ البانی کے مشہور شاگردوں شیخ ربیع بن ہادی مدخلی، شیخ سلیم ہلالی اور شیخ علی حلبی وغیرہ کا بھی ہے، ان کے علاوہ متعدد سعودی علماء مثلاً شیخ عبدالمحسن العباد، شیخ محمد امان جامی، شیخ صالح سحیمی وغیرہ بھی عدم توسع کے قائل نظر آتے ہیں۔

اس گروہ کا ماننا یہ ہے کہ اگر اس سلسلے میں ثابت شدہ سنت کی پابندی نہ کی جائے اور محدثات سے گریز نہ کیا جائے خواہ وہ کسی کی طرف سے بھی ہوں تو اس تساہل سے دین میں بدعتوں کا دروازہ کھل جائے گا اور شدہ شدہ بات شرک اکبر تک جا پہنچے گی جیسا کہ تجربات شاہد ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر کاربند رہنا اور اسی پر اکتفا کرنا لازم ہے، دوسروں کی طرف التفات کی ضرورت نہیں ہے۔

اہل علم کا دوسرا گروہ :

اس بات کا قائل ہے کہ قرآن کریم کے خواص سے استفادہ کرنے اور بالعموم اس سے شفاء طلبی میں کوئی مانع نہیں ہے، اس سلسلے میں اصل یہی ہے کہ قرآن کریم کے خواص سے استفادہ مباح ہے، اس لئے جن قرآنی آیات اور سورتوں کی تعیین نصوص میں وارد ہے اور رقیہ کے باب میں جن کا ثبوت ہے انہیں پر اکتفا ضروری نہیں ہے، اگر تجربے سے یہ ثابت ہوجائے کہ کسی خاص ہیئت اور معینہ صفت کے ساتھ قرآن کریم کے خواص سے استفادہ مفید نتائج کا حامل ہے اور اس عمل میں شرعی طور پر کوئی محذور بھی نہیں ہے، اور قرأت سلیم اور دواء مباح ہو تو پھر اس عمل میں اور کتاب اللہ سے دوا اور علاج میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس سے بڑا نفع اور بھاری خیر حاصل ہوتا ہے۔ ①

① دیکھیے : خواص القرآن الكريم للهويمل : ۱۱۹۔

اس گروہ میں کچھ صحابہ کا نام لیا جاتا ہے جن سے کوئی بات بسند صحیح ثابت نہیں ہے، بعض ضعیف حدیثوں سے بھی اپنے موقف کی تائید کا کام لیا جاتا ہے، البتہ کچھ تابعین اس سلسلے میں نمایاں ہوئے ہیں بالخصوص حضرت وہب بن منبہ کا نام اس ضمن میں خاص طور پر اجاگر ہوتا رہا ہے، امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، حافظ ابن حجر وغیرہ اسی موقف کی تائید میں نظر آتے ہیں، موجودہ دور کے علماء میں شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ محمد بن صالح عثیمین اور سعودی علماء کی ایک بڑی تعداد توسع کی قائل ہے، شیخ عبدالرحمان بن جبرین تو اس سلسلے میں کافی متساہل نظر آتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اس باب میں یہ لوگ کسی معین اصول پر کاربند دکھائی نہیں دیتے ہیں، توسع کے ضمن میں سب کی آراء یکساں نہیں ہیں، کسی مسئلے میں ان کی سلفی حس کافی پرجوش ہوجاتی ہے، مگر دوسرے مسائل میں عجیب وغریب صرف نظر اور درگزر کا رویہ کارفرما نظر آتا ہے، امام احمد بن حنبل سے تعویذ لٹکانے کے متعلق دوطرح کی روایات ملتی ہیں البتہ پانی میں آیات گھول کر پلانے کی کھلی اجازت ہے، امام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کے یہاں قرآنی تعویذ لٹکانے، قرآنی آیات گھول کر پینے اور اعضاء پر لکھنے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ اسے کسی ناپاک چیز سے نہ لکھا جائے اور تجربات کا دروازہ بھی ان کے یہاں کافی حد تک کھلا ہوا ہے جبکہ شیخ الاسلام نے غیبی امور میں تجربات کو دلیل نہ بنانے کے سلسلے میں جو تفصیلات پیش کی ہیں اور جو تاصیل فرمائی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے مگر اپنے ہی پیش کردہ اصولوں کی جس طرح ان بزرگوں نے اس باب میں نفی کی ہے وہ بھی نہایت حیرت انگیز ہے۔ شیخ ابن باز کا رویہ بھی اس ضمن میں اصولی اور ٹھوس نظر نہیں آتا ہے، کہیں فرماتے ہیں کہ رقیہ توقیفی ہے، کسی خاص فائدے کے حصول کے لئے تجربات کے مطابق آیات کی تعیین اور عددوں کی تحدید بدعت ہے، قرآنی تعویذوں کی بھی مطلق اجازت نہیں دیتے ہیں، البتہ آیات کو پانی میں گھول کر پینا ان کے یہاں مباح ہے، جادو اتارنے کے لئے حضرت وہب بن منبہ کے معینہ طریقے اور اوصاف کے مطابق متعینہ قرآنی آیات کے خواص سے استفادہ کو نہ صرف جائز ٹھہراتے ہیں بلکہ اس کا سرگرم دفاع کرتے ہیں، پانی پر اگر وہ گلاس، پیالے اور بوتل میں ہو تو دم کرنا جائز ٹھہراتے ہیں، مگر ڈرم اور ٹنکی میں اسی پانی پر دم کرنے کو منکر گردانتے ہیں۔ رقیہ کے لئے تفرغ اور دکان کھولنے کی بھی اجازت دیتے ہیں مگر جب اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے اور توسع کے باب میں عجیب وغریب تصرفات اور منکرات ظاہر ہونے لگتے ہیں تو بے چین ہوجاتے ہیں اور وعظ وارشاد کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے، بدعتوں کا معاملہ تو ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے کہ جب وہ شروع ہوتی ہیں تو انگل بھر ہوتی ہیں، پھر یار لوگ اسے بالشت، ہاتھ اور دو ہاتھ ہاتھ سے میلوں اور کوسوں تک لے جاتے ہیں، انہیں سے ملتا جلتا رویہ شیخ ابن عثیمین صاحب کا بھی ہے، حالانکہ جن دلائل

سے یہ بزرگان ملت قرآنی تعویذوں کے لٹکانے کو ممنوع ومحظور ٹھہراتے ہیں انہیں دلائل سے اس باب میں سارے توسعات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

بلاشبہ یہ سارے ائمہ وعلماء عظیم ومحترم ہیں، امت پر ان کا بڑا احسان ہے اور سلفی اصولوں کی ترجمانی اور دفاع میں ان کا کردار عظیم ہے مگر حق سب سے عظیم ہوتا ہے اور ہر ایک کی کچھ باتیں قابل اخذ اور کچھ باتیں قابل رد ہوتی ہیں، اس لئے دلائل کا مطالبہ ہر ایک سے ہے، اور قوت وضعف کے مقررہ پیمانوں پر انہیں جانچنا بھی لازم ہے۔ اور یہ سارے اصول بھی ہمیں انہیں بزرگوں سے موصول ہوئے ہیں۔ **فجزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء**۔

اس مسئلے میں تساہل کے پیچھے مجھے دو عوامل کارفرما نظر آتے ہیں :

۱۔ ضعیف احادیث کی اسنادی حیثیت کو کسی بھی وجہ سے نظر انداز کر دینا اور بلا تنقید وتمحیص ان پر عمل کرنا۔

۲۔ بزرگوں کی عقیدت میں ان کے اقوال کو بلا تحقیق قبول کر لینا اور دلائل کی روشنی میں انہیں پرکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرنا یا اس سلسلے میں تساہل سے کام لینا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حقیقت یہ ہے کہ موضوع زیر بحث میں پہلے گروہ کی رائے اصولوں اور دلائل کی روشنی میں مستحکم ہے اور منکرات وخرافات سے سلامتی بھی اسی میں ہے۔ ذیل میں ہم پہلے گروہ میں مذکور کچھ علماء کی تحریریں پیش کر رہے ہیں جو موضوع کی وضاحت میں معاون ہیں :

۱۔ شیخ محمد بن حامد فقی رحمہ اللہ :

● زیر بحث موضوع سے متعلق علامہ ابن قیم کی ایک تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان کے خلفائے راشدین سے بھی ایسا کچھ کرنا ثابت ہے ؟ جبکہ خندق کے دن ان پر وہ وقت بھی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کو بھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑا تھا، اور آپ پر اس سے بھی شدید حالات گزرے ہیں''۔ ①

● اسی موضوع سے متعلق صاحب فتح المجید نے نشرہ (جادو اتارنے کے ایک طریقے) کے متعلق علامہ ابن قیم اور حضرت وہب بن منبہ کے حوالے سے کچھ ترکیبیں پیش کی تھیں جن پر تبصرہ کرتے ہوئے فقی صاحب فرماتے ہیں:

---

① دیکھیے : مدارج السالکین لابن القیم : ۱/ ۵۷-۵۸ تحقیق محمد حامد الفقی حاشیہ نمبر : ۱۔

''اس طرح کے امور میں لیث بن سلیم ① کی رائے پر عمل کیا جاتا ہے نہ ابن قیم کی رائے پر نہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی رائے پر، بلکہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت سنت پر عمل کیا جاتا ہے، اور ابن ابی سلیم اور ابن قیم جو فرماتے ہیں ان میں سے کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد نہیں ہے۔ اور وہب بن منبہ ② سے جو منقول ہے وہ ہدی خیر المرسلین پر نہیں اسرائیلیوں کی سنت پر ہے، اور اسی تساہل کے باب سے بدعتیں داخل ہوئی ہیں، پھر شرک اکبر بھی۔ جبکہ اپنے نفس کا بھلا چاہنے والے مومن پر لازم یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے طریقے کو مضبوط تھام لے، اور بدعتوں سے گریزاں رہے، خواہ وہ کسی سے بھی آئی ہوں، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہر ایک کی کچھ باتیں ماخوذ اور کچھ مردود ہوتی ہیں''۔ ③

علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے اس پر فقی صاحب کا تعاقب فرمایا ہے مگر اس میں وہ علمی شان اور دلائل کی قوت نظر نہیں آتی جو ان بزرگوں کا طرہ امتیاز ہے، ملاحظہ فرمایئے :

لکھتے ہیں : ''میں کہتا ہوں : شارح نے ابن ابی سلیم، وھب بن منبہ اور ابن قیم سے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس پر شیخ حامد کا اعتراض بے محل ہے، بلکہ شیخ حامد کی طرف سے غلط اعتراض ہے، کیونکہ قرآن کریم اور بیری کے پتے سے اور اسی جیسی مباح دواؤں سے علاج کرنا بدعتوں کے باب سے نہیں ہے، بلکہ وہ دوا علاج کے باب سے ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''اللہ کے بندو! دوا کرو مگر کسی حرام چیز سے دوا نہ کرو''

اور سنن ابی داود کتاب الطب میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک برتن میں پانی پر پڑھا اور اسے مریض پر بہادیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیری کے پتے سے اور پانی میں پڑھ کر دوا کرنے اور اسے مریض کے اوپر بہانے میں شرعی طور پر کوئی رکاوٹ نہیں، بشرطیکہ قرأت سلیم اور دوا مباح ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔'' ④

---

① لیث بن ابی سلیم بن زنیم، ان کے والد کا نام ایمن ہے، اور کہا گیا کہ انس ہے، اور دیگر باتیں بھی کہی گئی ہے، صدوق ہیں مگر ان کی حدیثوں میں اختلاط پیدا ہو گیا تھا اس لئے بعض لوگوں نے انہیں ترک کر دیا تھا ان کی وفات (۱۳۸ھ) میں ہوئی۔ دیکھیے : **تهذيب الكمال : ۱۹۰/۶-۱۹۲۔**

② وہب بن منبہ بن کامل یمانی ابو عبد اللہ، متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے، ثقہ ہیں، صالحین اور عابدوں میں شمار کئے جاتے ہیں، کتب سابقہ اور اسرائیلیات کا کافی شغف رکھتے تھے، ذہبی نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی مسند روایتیں کم ہیں، البتہ ان کی غزارت علمی اسرائیلیات اور صحائف اہل کتاب میں ہے، کتب ستہ کے راویوں میں سے ہیں، ان کی وفات (۱۳۸ھ) میں ہوئی تھی۔ دیکھیے : **تهذيب الكمال** اور **سير اعلام النبلاء** وغیرہ۔

③ دیکھیے : **فتح المجيد شرح كتاب التوحيد، تحقيق محمد حامد الفقى : ۳۰۳-۳۰۴۔**

④ دیکھیے : فتح المجید شرح کتاب التوحید پر شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ کا حاشیہ (ص ۵۲۵)۔

● اگر شیخ محترم یہ فرمانا چاہتے ہوں کہ دوا علاج کے باب میں قرآنی خواص سے استفادہ جس طرح بھی کیا جائے مباح ہے تو پھر اہل بدعت بھی اس طرح کی دلیل پیش کرنے سے قاصر نہیں رہیں گے، مگر شیخ کے دیگر فتووں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی علی الاطلاق اس کے قائل نہیں ہیں۔

● ہمارا خیال ہے کہ شیخ فقی صاحب اس بات پر معترض نہیں ہیں کہ جادو کے علاج میں اگر کوئی مادی اور حسی دوا تجربے سے واقعی کارگر ثابت ہو تو اس کا استعمال کیا جائے، بلکہ ان کا اعتراض اس بات پر ہے کہ بلا دلیل کسی مادی دوا یا پانی پر قرآنی آیات پڑھی جائیں، اور قرآنی خواص سے استفادہ کے لئے اپنی طرف سے کوئی طریقہ ایجاد کیا جائے۔

● شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے پانی پر پڑھنے کے سلسلے میں جو روایت پیش فرمائی ہے اس کی تخریج ابوداود نے کتاب الطب، باب فی الرقی میں کی ہے جس کا نمبر: ۳۸۸۵ ہے، اور اس کے راوی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں، مگر وہ روایت ضعیف ہے، علامہ البانی نے اسے ضعیف سنن ابی داود (۸۳۶) میں وارد کیا ہے، اور صاحب النذیر العریان نے بھی اسے ضعیف ٹھہرایا ہے اور اس کے ایک راوی یوسف بن محمد کے بارے میں لکھا ہے کہ ان سے صرف عمرو بن یحییٰ مازنی نے روایت کی ہے اور ابن حبان کے علاوہ کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہے اور وہ متساہل ہیں۔ ①

علامہ البانی رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ شیخ صاحب ! ابن باز ابوداود سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنے سنن میں کتاب الطب میں روایت کیا ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے پانی پر دم کیا تھا، کیا آپ کے نزدیک یہ صحیح ہے ؟

تو علامہ البانی صاحب نے فرمایا : نہیں، اس کی سند ضعیف ہے، حدیث صحیح نہیں ہے۔ ②

● علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی اپنے بچوں پر دعا لٹکا دینے والی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں اس کی سند ابن عمرو تک صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس میں محمد بن اسحاق ہیں جو مدلس ہیں اور انھوں نے عنعنہ سے روایت کی ہے اس لئے اسے قرآنی تعویذ لٹکانے کے جواز کی حجت بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ابن عمرو

---

① دیکھیے : النذیر العریان : ۷۷۔

② دیکھیے : موسوعة الالباني في العقيدة : هل تثبت الرقية بالتجربة نمبر : ۳۷۲۔

● اور اللہ کے بندو دوا کرو... والی حدیث کے الفاظ اور سیاق سے صاف ظاہر ہے کہ وہ رقیہ کے لئے نہیں بلکہ حسی دواؤں کے لئے ہے۔

سے ثابت ہی نہیں ہے، بالخصوص جبکہ یہ انہیں پر موقوف بھی ہے، اس لئے اس میں کوئی حجت نہیں ہے''۔

شوکانی فرماتے ہیں :

''یقینا تعویذیں لٹکانے کے عدم جواز کی دلیلیں وارد ہو چکی ہیں، اس لئے عبداللہ بن عمرو کے قول سے حجت قائم نہیں ہوگی''۔

اور تابعین وغیرہ میں سے سلف اس بارے میں مختلف ہیں، کچھ لوگوں نے اس کی اجازت دی ہے اور دیگر لوگوں نے اسے مکروہ گردانا ہے [1] اور ہم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے عدم ثبوت کی وجہ سے اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ اس کے جواز کا قائل ہونے سے معوذات وغیرہ سے رقیہ کرنے کی سنت معطل ہو جاتی ہے۔

اور ابو عبید نے فضائل القرآن (ق ۱۱۱/۱) میں بسند صحیح ابراہیم -یعنی جلیل القدر تابعی ابراہیم نخعی- سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''كانوا يكرهون -يعنى الصحابة- التمائم من القرآن وغيره''۔

لوگ -یعنی صحابہ- قرآن وغیرہ کی تعویذوں کو مکروہ جانتے تھے۔

مغیرہ -یعنی ثقہ فقیہ ابن مقسم ضبی- فرماتے ہیں :

''وسألت ابراهيم، فقلت : أعلق في عضدي هده الآية : (يانار كونى بردا وسلاما على ابراهيم) من حمى كانت بي؟ فكره ذلک''

میں نے ابراہیم سے پوچھا اور عرض کیا کہ : کیا میں اس آیت (يَٰنَارُ كُونِي بَرۡدٗا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ) کو اس بخار کی وجہ سے جو مجھے لاحق تھا اپنے بازو پر باندھ لوں، تو انھوں نے اس پر کراہت کا اظہار فرمایا۔

پھر ابو عبید نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ :

''أنه كان يكره أن يغسل القرآن ويسقاه المريض أو يعلق القرآن''

وہ قرآن کو دھو کر اسے مریض کو پلانے یا قرآن کے لٹکانے کو مکروہ گردانتے تھے۔

اگر اس میں عثمان بن وکیع نہ ہوں تو یہ سند صحیح ہے، ابو حاتم فرماتے ہیں کہ میں انہیں نہیں جانتا ہوں۔

---

[1] یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جو تقریباً حرام ہی کے معنی میں ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں : مگر انھوں نے بیان کیا ہے کہ ان سے تین ثقات نے روایت کیا ہے جن میں سے ایک عبدالرحمان بن مہدی ہیں، اوران سے ایک چوتھے صاحب نے بھی روایت کی ہے، اور وہ سکن بن سکن ہیں جیسا کہ بخاری کی ''التاریخ الکبیر'' اور ''ثقات'' ابن حبان (۵/ ۱۵۵) میں مذکور ہے، اس لئے دل ان کی روایت پر مطمئن ہے واللہ أعلم۔ ①

علامہ البانی سے سوال ہوتا ہے :

''...بعض جوان قرأت کے لئے اوقات متعین کرتے ہیں...اور مثلاً پانی اور بیری کے پتے لاکر اس پر پڑھتے ہیں...کیا یہ جائز ہے؟''۔

شیخ کا جواب :

''ہمارے پاس جو وارد طریقہ ہے وہ بس قرآن کریم کی تلاوت ہی کا ہے، ہمارے پاس جو وارد موجود ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے، گو ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ علماء میں سے ابن قیم وغیرہ دیگر چیزیں بھی لاتے ہیں، ممکن ہے وہ ان کے نزدیک تجربہ سے ثابت ہوں، مگر سنت میں ہمیں اس کی کوئی اصل نہیں ملی ہے، اس لئے ہم تو یہی کہتے ہیں کہ جو شخص جن زدوں سے اللہ عزوجل کی کتاب پڑھ کر جن نکالتا ہو تو اس کا انکار جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک وبدعت سے پاک ثابت اور نفع بخش چیز ہے، اور ہم بس یہی جانتے ہیں اور اس پر اضافہ نہیں کرتے ہیں''۔ ②

● ایک اور سوال ہوتا ہے :

شیخ اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے ! کیا قرآن پڑھ کر پانی میں دم کرنے اور اسے اس گھر میں چھڑکنے میں کوئی حرج ہے جس میں جن رہتے ہوں ؟

علامہ البانی صاحب جواب دیتے ہیں :

''سنت میں ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے، سنت تو بس یہی ہے کہ مسلمان اپنے گھر میں قرآن پڑھے بالخصوص سورہ بقرہ، کیونکہ شیطان اس گھر کے قریب نہیں آتا جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے، درحقیقت آپ نے جس کے متعلق سوال کیا ہے اس کے بدلے علاج یہی ہے''۔

---

① تحقیق الکلم الطیب لابن تیمیہ للالبانی : ۸۴-۸۵۔

② لقاءات المدينة : ۲/ ۵۰ : ۴۱ : ۵۵ موسوعة الالبانی في العقيدة : ۴۰۸۔

● علامہ کے پاس ایک سوال آتا ہے :

''...کتاب التوحید میں مذکور ہے.. جادو کا علاج : بیری کے سات پتے کوٹ لے اور بعض آیتیں پڑھے''۔

شیخ : ہمارا جواب سابق اس سوال کو بھی شامل ہے؛ کیونکہ میں کہتا ہوں : یہ پتے اور یہ کوٹنا کیا سنت میں وارد ہے ؟ ہمیں تو اس کا علم نہیں، اس لئے جو اس کا مدعی ہے وہ سامنے آئے :

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (البقرہ:۱۱۱) ''اگر تم سچے ہو تو لاؤ اپنی دلیل''۔

البتہ اپنے علم کے حدود میں مجھے تو ہرگز کسی ایسی چیز کا پتہ نہیں ہے۔ ①

● اور اس سے پہلے والا فتوی جس کا حوالہ علامہ نے دیا تھا حسب ذیل تھا :

سوال : قرآن سے بلا تخصیص سور جملہ امراض کے علاج اور جادو اور جن زدگی کے علاج کے لئے پانی پر پڑھنے اور دم کرنے سے متعلق ہے۔

علامہ جواب دیتے ہیں :

اگر علاج اس بات پر موقوف ہو کہ تلاوت کرنے والا مریض پر قرآن پڑھ دے تو حقیقتاً یہ جائز اور مشروع ہے، مگر جب وہ قرآن کی تلاوت میں دیگر اشیاء کی آمیزش کر دیتا ہے جو سنت میں وارد نہیں ہیں تو وہ مشروع نہیں ہے، البتہ ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں فرمائی جس کی دوا نازل نہ فرمائی ہو، جسے اس کا علم حاصل ہو گیا ہو گیا اور جو اس سے ناواقف رہا ناواقف رہا''۔

پھر جب انسان کو کوئی ظاہری بدنی مادی بیماری لاحق ہو جائے تو اس پر لازم یہی ہے کہ وہ معروف مادی طبی دواؤں سے اس کا علاج کرے۔ وہ طب خواہ طب نبوی ہو خواہ تجرباتی طب ہو، اور اگر مرض ایسا ہو جس کا علاج اس مادی طب سے نہ ہوتا ہو جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ حدیث میں فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں فرمائی جس کی دوا بھی نازل نہ فرمائی ہو'' اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ آدمی قرآن کی تلاوت کا سہارا لے، کیونکہ وہ لوگوں کے لئے شفاء ہے، مگر صورت حال مثلاً یہ ہو کہ کسی شخص کی حرارت میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اس کے لئے یہاں مشروع نہیں ہے کہ وہ اپنے علاج کے لئے قرآن کریم پر انحصار کرے بلکہ وہ اپنا علاج حرارت کو کم کرنے والی اور مسکن دواؤں سے کرے، اور اس سے بھی واضح مثال یہ ہے کہ اگر کسی کی ورید کی

① موسوعة الالبانی في العقيدة : ۴۱۷۔

رگ کٹ جائے تو اس پر سیدھے سیدھے یہی واجب ہے کہ وہ اسے باندھ دے اور اس کی پٹی کرالے، یہاں قرآن کریم کی تلاوت پر انحصار کرنا مشروع نہیں ہے۔

اب رہے وہ نفسیاتی امراض جن کے علاج سے دونوں طرح کا طب عاجز رہ گیا ہو، تو اس وقت قرآن کریم سے علاج کی طرف رجوع کیا جائے مگر اسی شرط کے ساتھ جو میں نے ابھی بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی ایسی چیز کی آمیزش نہ کی جائے جو سنت میں وارد نہیں ہے۔ ①

- امام البانی سے ایک ایسی خاتون کے متعلق سوال ہوا جس کے یہاں بچے نہیں ہوتے ہیں، پھر اسے نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ نشست کے ایک مخصوص طریقے پر بیٹھ جائے تو وہ ولادت کا سبب بن جائے گی۔

پھر سائل نے ایک دوسرا سوال بھی کیا کہ جادو کے متعلق کسی شیخ نے کہا کہ قرآن کی آیت لکھ کر پی جائے کیونکہ بچہ سحر زدہ ہے، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز ؟

شیخ : ہاں بھائی ! پہلے مسئلہ کی نسبت عرض ہے کہ بیشک اس کا تعلق بوڑھی عورتوں کی خرافات سے ہے، کیونکہ وہ اسباب جن سے ایک مسلمان مسببات تک پہنچتا ہے دو طرح کے ہوتے ہیں :

قسم اول : شرعی اسباب اور

قسم دوم : تکوینی اسباب مثلاً آج کا تجرباتی طب؛ یہ سائنسی تکوینی اسباب ہیں.. یہاں مثلاً دعا اور شہد کے استعمال اور کالے دانے کے استعمال جیسے دینی اسباب بھی ہیں، آج تک اہل طب اس شفاء کا پتہ لگانے سے قاصر ہیں جو کالے دانے میں پائی جاتی ہے جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ :

''الحبة السوداء شفاء من كل داء إلا السام''

''کالے دانے میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاء ہے''۔ ②

لہٰذا اگر کوئی مسلمان ان دونوں طرح کے اسباب کا استعمال کرتا ہے تو وہ جادۂ حق اور راہ استقامت پر ہے، جبکہ یہاں کچھ دیگر اسباب بھی ہیں جو وہمی اور خرافاتی اسباب ہیں مثلاً شگون وغیرہ کا عمل یا اسی جیسی اور چیزیں تو ایک مسلمان کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔

اور یہ خبر کہ جس خاتون کو حمل نہ ٹھہرتا ہو وہ جائے اور جیسا کہ آپ نے سنا وہ عجیب وغریب نشست اختیار کر کے بیٹھ رہے، یہ خرافات ہے جو نہ تو شریعت میں پائی جاتی ہے نہ تجرباتی طب میں اس لئے اس پر عمل جائز نہیں ہے۔

---

① موسوعة الألباني في العقيدة : ۴۱۶۔

② بخاری : ۵۳۶۳ ، مسلم : ۵۸۹۶۔

اور جہاں تک قرآن لکھنے اور اس تحریر کو پانی میں گھول کر پینے کی بات ہے تو کچھ علماء اس کے قائل ہیں مگر ہمیں تو سنت صحیحہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ملی جو نبی ﷺ سے وارد ہو، ہمارے پاس تو بس تعوذ ہے، قرآن کی تلاوت ہے، قرآن سے رقیہ اور رسول علیہ السلام سے وارد رقیہ ہے، یہی ثابت ہے، مگر یہ کہ قرآن کو پڑھا جائے یا کسی صحیفے میں لکھا جائے اور اسے پانی میں محو کر کے پلا دیا جائے تو ہمیں تو سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں معلوم ہے۔ ①

- **شیخ رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ :**

''ہمارے یہاں پچھلے دنوں سے کچھ نوجوانوں میں جن زدگی کے علاج کا رواج ہو چلا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی رائے کیا ہے اور آپ ان امور میں نوجوانوں کو کیا نصیحت فرماتے ہیں'' ؟

شیخ : ''جن زدگی کی نسبت سے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی پیروی کے مطابق ہم تو قرآن کریم کی تلاوت سے زیادہ کے قائل نہیں ہیں، اس لئے کہ ایک سے زائد حدیث میں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام سے وارد ہے کہ وہ قرآن کی کچھ آیتیں پڑھ کر بنی انسان کے اندر سے جنات کو نکالا کرتے تھے، مگر جو اسلامی ملکوں میں شائع ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ تلاوت قرآن سے زائد کچھ کام کرتے ہیں، تو اس کا اسلام سے مطلق کوئی تعلق نہیں، مثلاً ان میں سے کچھ لوگ انسان کو لاحق جن سے بات چیت کرتے ہیں، اور ممکن ہے یہ سوال کریں کہ اس جن زدہ کا ماجرا کیا ہے ؟ ، تو جن مثلاً یہ کہے کہ یہ تو سحر زدہ ہے، اس پر کیا گیا جادو ہے کہاں؟ واللہ ! وہ تو فلاں جنگل، فلاں صحراء یا فلاں کنوئیں میں ہے، یہ سب حرام ہے، کیونکہ یہ اللہ عزوجل سے نہیں جن سے استعانت ہے، اور بالاختصار جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا قرآن کریم کی تلاوت سے زائد کچھ جائز نہیں ہے، اور سب سے زیادہ مجھے جس بات کا ڈر ہے وہ یہ ہے کہ یہ کہیں موجودہ دور کی نوسربازی اور ٹھگی نہ ہو جیسے آج سے کچھ سالوں پہلے روحوں کی حاضری اور تنویم مقناطیسی نامی چیزوں کا چلن تھا، یہ سب کے سب مداریوں کے تماشے ہیں جنھیں کچھ دجال لوگ انجام دیا کرتے ہیں، روحوں کو حاضر کرنا، تنویم مقناطیسی، اور اب جنوں کو حاضر کرنا، یہ ہرگز جائز نہیں ہے، ہمارے رب عزوجل نے جاہلیت کے عربوں کے متعلق قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ ان کی عادت یہ تھی کہ جب وہ سفر میں ہوتے اور شب بسری کے لئے کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے تو انسانی قبیلے کا سردار یہ آواز لگاتا کہ اے اس وادی کے جنوں کے سردار ! ہم اس وقت تیری مہمانی میں تیری امان میں ہیں، اور اسی طرح کے جملے بولتے تھے، اسی لئے اللہ

① موسوعة الألباني في الفقه : ۴۱۵۔

عزوجل نے اس گمراہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

قرآن میں مذکور یہ زیادتی اکثر ان لوگوں سے واقع ہوتی ہے جو انسانوں سے جن نکالنے کے مدعی ہوتے ہیں، ذہن نشین رکھیے کہ یہ جائز نہیں ہے، اور یہ وہی کہانت ہے جس کے متعلق رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ :

''جو کسی کاہن کے پاس اور ایک روایت میں ہے کہ کسی عراف کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہونے والی باتوں کے ساتھ کفر کیا''۔

اس لئے کہ وہ اس سے استعانت کرتا ہے یعنی مدد مانگے گا اور وہ اسے ایسے غیبی امور کے متعلق بتائے گا جنھیں عام طور پر لوگ نہیں جانتے ہیں تو وہ گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے، اس سوال پر میرا یہی جواب ہے۔[1]

اسی پر دوسرا کوئی شخص مداخلت کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ :

''جزاک اللہ خیرا یا شیخ ! بس بعض امور میں (رہنمائی فرمادیجیے) مثلاً نوجوان قرآن سے علاج کرتے ہیں مگر ان کے اپنے کچھ طریقے ہیں : ان میں سے کوئی مریض کا سر پکڑ لیتا ہے اور قرآن کی کوئی آیت پڑھتا ہے، اور دوسرا اس کے ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور پڑھتا ہے، اور تیسرا مثلاً اس کے پاؤں پکڑ لیتا ہے اور قرآن کی کوئی آیت پڑھتا ہے، یہ سارے ایک ہی وقت میں پڑھتے ہیں اور بالجہر پڑھتے ہیں، اور کچھ لوگ کاغذ پر یا ورقی رومال پر قرآن لکھتے ہیں پھر اس رومال کو آگ میں جلا دیتے ہیں تا کہ اس سے دھواں نکلے۔ یہ لوگ کسی عالم کا تذکرہ کرتے ہیں ممکن ہے وہ دمرداش نامی مصری ہوں جنھوں نے جن زدہ کے علاج کے لئے ایک کتاب نکالی ہے، جی ہاں ! تقریباً یہ دمرداش صاحب ہیں جو یہ طریقہ بتاتے ہیں، ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اسے کسی کتاب میں پڑھا ہے نہ وہ ہمیں کہیں ملا ہے، اللہ بہتر جانتا ہے حاصل یہی ہے کہ یہ طریقہ انسان کے اندر جن کو جلا دیتا ہے''۔

شیخ : یہ لوگ آخر اسے جلاتے کیوں ہیں ؟

---

[1] موسوعة الألباني في العقيده : ٤٠٥۔

مداخلت : کیونکہ وہ نکلنا نہیں چاہتا ہے۔

شیخ : مگر وہ تو تلاوت قرآن سے ہی نکل جاتا ہے جیسا کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا تھا، علی کل حال جو تصویر تم نے پیش کی ہے وہ آخری زمانے کی بدعتوں میں سے ہے، اس لئے ہم اس کی طرف پلٹ کر آتے ہیں جو ہم نے جواب کے آغاز ہی میں پیش کیا تھا، تلاوت قرآن کے سوا جن زدگی کا کوئی علاج نہیں ہے، اور وہ بھی ایک ہی شخص کی جانب سے ہونی چاہیے، اور اگر صورت حال یہ ہو کہ کوئی شخص ایک ہاتھ پکڑتا ہے، دوسرا شخص دوسرا ہاتھ، تیسرا ایک پاؤں پکڑتا ہے تو چوتھا دوسرا، حقیقت میں یہ سب ڈرامے ہیں۔

مداخلت : اس ضمن میں مخصوص آیات کے سلسلے میں کیا فرماتے ہیں ؟

شیخ : نہیں۔

مداخلت : یعنی یہ وارد نہیں ہے ؟

شیخ : نہیں کوئی معین چیز وارد نہیں ہے۔

مداخلت : مثلاً آیۃ الکرسی یا اواخر سورہ بقرہ یا معوذات ؟

شیخ : نہیں اس خصوص میں کوئی معین آیت نہیں ہے...''۔ ①

● ایک صاحب نے حضرت ابی بن کعب کے حوالے سے جن اتارنے والی کچھ آیات پر مشتمل حدیث کے متعلق علامہ سے استفسار کیا جو عام طور پر راقیوں کی جانب سے آیات سحر کے ضمن میں پیش کی جاتی ہیں، سائل ایک راقی بھی ہے جو طویل مدت سے ان آیات کے ذریعہ رقیہ کرتا آیا ہے۔ وہ جنوں اور مریضوں کے ساتھ تجربے کا ایک طویل واقعہ پیش کرتا ہے جس میں جنوں سے اس کا مکالمہ ہوتا ہے، وہ جن کو اپنے خیال میں قتل بھی کر دیتا ہے، پھر وہ زندہ ہو کر آ جاتا ہے، اور اسی مریض پر دیگر جنات بھی آتے ہیں جن میں ایک خاتون جنیہ بھی ہوتی ہے۔ غرض وہ لمبی کہانی سناتا ہے...

شیخ یہ طویل کہانی سنتے ہیں اور درمیان میں کچھ سوال بھی کرتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں :

''تب اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے آپ اس شر سے دور اور اس سے مستغنی ہو جائیں، ان امور میں اپنا وقت مطلقاً ضائع نہ کریں، اور اس بات کو فراموش نہ کریں کہ قصے کے آغاز میں آپ نے جس حدیث یا رقیہ کا تذکرہ کیا تھا تو اس کا حال یہ ہے کہ موجودہ معروف کتب سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور اگر

① حوالہ مذکور : ۴۰۵۔

آپ بالضرور جن زدوں کا رقیہ کرنے پر مصر ہی ہیں تو جو کچھ قرآن میسر ہو پڑھ دیا کریں، بہت گہرائی میں نہ جائیں..اور جیسا کہ آپ نے اشارہ کیا کہ آپ اس سے قبل بات چیت کیا کرتے تھے، سوال کیا کرتے تھے، کہا کرتے تھے : تم مسلمان نہیں ہو.. إلی آخرہ..یہ سب ناجائز ہے، مطلقاً جائز نہیں ہے کہ آپ اس میں داخل ہوں، یا تو اپنے کام پر واپس چلے جائیں..اپنی ملازمت پر..پڑھائی پر..امامت پر...یا پھر جو حقیقی طور پر جن زدہ ہو اس پر صرف قرآن پڑھنے پر اکتفا کریں، مگر یہ کہ آپ ان ساری تفصیلات میں داخل ہوں تو مجھے آپ کے بارے میں اندیشہ ہے کہ کہیں دور دراز کی گمراہی میں نہ جا پڑیں..

اس لئے کہ اہل جاہلیت کی گمراہی کے اسباب میں سے یہ بھی تھا کہ شیطان ان کے بت کے اندر داخل ہوجاتا تھا اور بات چیت کرتا تھا، انہیں حکم دیتا تھا اور روکتا تھا اور کہتا تھا : رب نے ایسے ہی فرمایا ہے، اور معبود نے ایسا ہی کہا ہے..إلی آخرہ۔

اور اس وقت وہ واقعی آوازسن رہے ہوتے تھے ! ہم بھی اب آوازیں سننے لگے ہیں، یہ یہودی ہے مسلمان ہوگیا ہے..نصرانی ہے مسلمان ہوگیا ہے..یا مسلمان ہے مرتد ہوگیا ہے یا اسی سے ملتی جلتی باتیں ہوتی ہیں..یا یہ عاشق ہے یا یہ معشوقہ ہے..ہم ان سب پر صاد کرتے ہیں اور انہیں کلی طور پر تسلیم کر لیتے ہیں، اور یہ چیز ان غیبی امور میں جائز نہیں ہے جو ہم سے ماوراء ہیں..ہماری عقلوں سے ماوراء ہیں، ہم انہیں لے لیں اور مسلمہ امور کی طرح بیان کردیں کہ جیسے وہ مسلمہ غیبی امور ہیں..

ہمارے پاس کتاب آئی..رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث آئی تو ہم پر اسے تسلیم کرلینا واجب ہے ورنہ نہیں، اس لئے مطلق طور پر اس سے دور ہوجایئے یا صرف قرآن کی آیات پڑھنے پر اکتفا کیجیے، اگر اس سے فائدہ ملے بہت خوب ورنہ آپ ان کے نگہبان نہیں مقرر ہوئے ہیں، والسلام علیکم۔ ①

• ایک سائل عرض کرتا ہے :

''اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور ہمیں اور آپ کو اور حاضرین کو جنت میں رسول اللہ ﷺ کی مرافقت نصیب فرمائے، اور آپ کے والدین کی مغفرت فرمائے۔ کیا سنت صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ قرآن جن کو جلادیتا ہے ؟ ایسے ہی وہ جن جسے نکلنے کا حکم دیا گیا کہ وہ جن زدہ کو چھوڑ کر چلا جائے مگر وہ نہیں گیا تو کیا قرآن اسے جلادے گا ؟ اللہ آپ کو فائدے سے نوازے آپ ہمیں افادہ فرمائیں''۔

① موسوعة الألباني في العقيده : ۴۰۷۔

شیخ : مجھے تو سنت میں ایسی کوئی چیز نہیں ملی کہ قرآن کی تلاوت انسان کو لاحق جن کو جلا دیتی ہے...قرآن کی تلاوت تو اس سلسلے میں بیشک مفید ہے مگر یہ کہ قرآن جن کو جلا دیتا ہے تو یہ ایک ایسی چیز ہے جو نہ میں نے سنی نہ جانی اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا صحیح ہونا ممکن ہے۔①

● امام ابن تیمیہ کے ایک تجربے پر علامہ کا تبصرہ :

امام ابن تیمیہ اپنی کتاب ''**الکلم الطیب**'' میں **في الدابة الصعبة** کی فصل میں بیان کرتے ہیں کہ یونس بن عبید رحمہ اللہ نے فرمایا :

جو بھی شخص کسی دشوار (سرکش) چوپائے پر بیٹھا ہو اور وہ اس کے کان میں پڑھ دے :

﴿أَفَغَيْرَ دِينِ ٱللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُۥٓ أَسْلَمَ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾ [آل عمران: ۸۳]۔

''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے''۔

تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جائے گا۔

علامہ البانی فرماتے ہیں :

یہ روایت مقطوع ہے کیونکہ یہ یونس بن عبید کے اقوال میں سے ہے۔ اور وہ ایک ثقہ تابعی ہیں، جبکہ ان کی طرف سند بھی غیر صحیح ہے، اس لئے کہ اس میں منہال بن عیسی مجہول ہیں۔ پھر مقطوع تو بالاتفاق حجت نہیں ہوتا ہے، البتہ مولف رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ صرف اس لئے کیا ہے کہ انھوں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے جیسا کہ اس کے بعد ان کا قول :

''اور ہم نے اسے کیا...'' دلالت کرتا ہے، اور ابن قیم نے ''**الوابل الصیب**'' (ص ۱۷۱) میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ان کے شیخ کی باتوں میں سے ہے، مگر شریعت تجربے سے ثابت نہیں ہوتی ہے، پھر مجھے اسی کے معنی کی ایک مرفوع حدیث بھی ملی مگر اس میں متروک رواۃ تسلسل کے ساتھ آئے ہیں، اسی لئے میں نے اس کی تخریج ''**الضعیفة**'' (۵٦۰۱) میں کی ہے۔②

---

① موسوعة الالبانی في العقیده : ۴۰۹۔

② دیکھیے : تحقیق الکلم الطیب للالباني : ۱۴٦-۱۴۷۔

علامہ سے سوال ہوتا ہے کہ : ''یا کبیر کہہ کر رقیہ کرنے کا کیا حکم ہے ؟''۔

شیخ فرماتے ہیں :

غیر مفہوم کلام سے رقیہ کرنا جائز نہیں ہے، ممکن ہے اس میں شرک پایا جاتا ہو، یہاں پہلے پہل ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یا حرف ندا ہے ... کبیر ممکن ہے کسی شیطان مردود کا نام ہو، اور وہ اس سے استغاثہ کرتا ہو، اور بالفعل شیطان کا کام ہی یہی ہے کہ جو لوگ اس سے استغاثہ کریں وہ انہیں گمراہ کرے، اور دیمک کو باز رکھے، اور تجربے سے یہ چیز ثابت ہے، چنانچہ اس نے اس نام سے جس کا مقصود معلوم نہیں ہے بلکہ وہ مجہول ہے ان لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے، مثلاً وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہ چیز وراثت میں ملی ہے، یعنی ترکوں کو یہ چیز ورثے میں ملی ہے کہ وہ دیمک کے خلاف یہ تحریر لکھتے ہیں، جبکہ فقہ کی کتابیں کہتی ہیں کہ یہ استعمال جائز نہیں ہے، اور یہی حق ہے، مگر لوگ رسم ورواج اور عادتوں پر چلنے کے خوگر ہوتے ہیں، اور اہل علم بھی اسی روش پر گامزن ہیں، اب آپ ان کے متعلق کیا کہیں گے۔

شیخ علی حسن صاحب فرماتے ہیں :

جب میں ترکی گیا تو میں نے ترکی کے مخطوطات میں دیکھا تھا، یعنی بہت کم کتابیں آپ کے ہاتھ میں ایسی آئیں گی جن پر ''یا کبیر'' نہ لکھا ہو۔ وہ ان پر اسے لکھے رہتے ہیں، بڑے بڑے حروف میں اور اس کی صورت بہت ہی عجیب وغریب ہوتی ہے۔

شیخ : ہاں ہاں، ایسا ہی ہوتا ہے۔

مداخلت : یہ کبیر ہے کون ؟

شیخ : اللہ اسے تم سے دور ہی رکھے۔

مداخلت : یعنی ترکی زبان میں اس کا مطلب شیطان ہوتا ہے ؟

شیخ : ممکن ہے ایسا ہو۔[1]

- **سوال :** جسم پر درد کے مقام پر قرآن کی بعض آیات یا قرآن رکھنے کا کیا حکم ہے، جس کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ درد کے مقام پر قرآن سے رقیہ کرنا جائز ہے ؟

شیخ : نہیں یہ مشروع نہیں ہے، رقیہ یہ ہے کہ آپ قرآن کی کچھ آیات یا رسول علیہ السلام سے وارد بعض صحیح

---

[1] موسوعة الالبانی في العقيدة : ۳۷۵۔

دعاؤوں کی مرض کے مقام پر تلاوت کریں، مگر یہ کہ آپ تعویذ استعمال کرنے لگیں تو یہ بدعتوں میں سے ہے، اور بعض علمائے متقدمین اسے تمیمہ ہی گردانتے تھے، گو وہ اللہ عزوجل کے کلام ہی سے کیوں نہ ہو، جی ہاں ! جو بھی چیز لٹکائی جائے وہ تمیمہ (تعویذ) ہی ہے مگر فرق یہ ہے کہ قرآن یا رسول اللہ ﷺ کی دعا سے کوئی چیز لٹکائی جائے اور غیر مفہوم کلام سے کوئی چیز لٹکائی جائے تو اس آخر الذکر میں کوئی شرک یا ضلال ہوسکتا ہے، بس یہی فرق ہے، ورنہ نتیجے میں ہر ایک تمیمہ ہے، بس کچھ شر دیگر کے مقابلے میں ہلکے ہوتے ہیں۔ اس لئے جائز صرف رقیہ ہے، اور انسان یا گھر کے کسی مقام یا ایسے ہی کسی دوسرے مقام پر کسی آیت کا لٹکانا محدثات امور (یعنی بدعتوں) میں سے ہے۔

سائل : اپنے بیٹے پر ابن عمرو کا آیات لٹکانے والا اثر صحیح ہے ؟

شیخ : نہیں صحیح نہیں ہے۔ [1]

آخر میں ہم یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ علامہ البانی کے اس موضوع پر مختصر و مفصل بہت سارے فتاوے موجود ہیں جن میں وہ رقیہ کے باب میں سنت میں ثابت شدہ طریقے سے سرمو انحراف یا تجربات کے باب سے توسع کو قطعی درست قرار نہیں دیتے ہیں۔ درحقیقت ان کے یہاں رقیہ واقعی معنوں میں سراسر توقیفی ہے جس میں علاج، تجربے اور فائدے کے نام پر خوساختہ ایجادات کی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کی امام ابن تیمیہ کے حوالے سے ایک بصیرت افروز تحریر

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی غزارت علمی بالخصوص فن حدیث میں مہارت اور تبحر کے باوجود اپنی کتاب **''الکلم الطیب''** میں ضعیف بلکہ موضوع احادیث کیوں بیان کی ہیں اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں :

سوال اور اس کا جواب :

قارئین کرام دیکھیں گے کہ اس کتاب کی احادیث میں سے چالیس ضعیف الاسناد ہیں، ان میں سے بعض بعض کے مقابلے اپنے ضعف میں زیادہ شدید ہیں، اس کے باوجود وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ مصنف نے ان میں سے اکثر کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے، تو ان میں سے کوئی قاری یہ سوال کرسکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوا ؟

جبکہ مولف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہیں علوم شریعت میں جن کے رسوخ اور جامعیت جس میں علم حدیث بھی شامل

---

[1] موسوعۃ الالبانی : ۳/۷۶۔

ہے کا عالم یہ ہے کہ دوست اور فضیلت کا اعتراف کرنے والے تو ایک طرف رہے ان کے حریف بھی ان کا لوہا مانتے ہیں، یہاں تک کہ حافظ ذہبی نے تو ان کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ : ''ہر وہ حدیث جسے ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے''۔ ①

بلکہ ان کے کچھ حریف تو جرح وتضعیف احادیث میں ان کا شمار متعنتین ومتشددین میں کرتے ہیں۔ ②

تب اس رتبے اور ان حد درجہ کمزور اور ضعیف حدیثوں پر سکوت کے درمیان ہم آہنگی کیسے ہوسکتی ہے ؟

اس پر ہمارا جواب چند وجوہ پر ہے :

اول : مولف رحمہ اللہ نے ان میں سے بعض احادیث کے ضعف کی طرف ''بیان کیا جاتا ہے'' کہہ کر اشارہ کردیا ہے، کیونکہ یہ صیغہ جو مبنی للمجہول ہوتا ہے اسے آغاز میں لا کر اس سے اہل حدیث کی اصطلاح میں ضعیف حدیث کو بیان کیا جاتا ہے، البتہ کچھ تھوڑی سی حدیثوں میں اس صیغے سے آغاز اور ان کا بیان ہمارے نزدیک اس لئے قابل اعتراض ہے کہ وہ ہماری تنقید کے مطابق موضوع ہیں لہٰذا واجب تو یہی تھا کہ انہیں بیان ہی نہ کیا جاتا یا پھر صاف ان کا حال بیان کردیا جاتا، مگر اس سلسلے میں شیخ رحمہ اللہ کا عذر یہ ہوسکتا ہے کہ شاید ان حدیثوں کا موضوع ہونا ان پر واضح ہی نہ ہوسکا ہو، اس لئے انھوں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرلیا ہو، ایسی ہی دوسری حدیثوں کا بھی ضعف ممکن ہے ان پر واضح نہ ہوسکا ہو اس لئے انھوں نے محض ان کی تخریج کرنے والوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرلیا ہو تا کہ اس شخص کے لئے آسانی رہے جو ان کے متعلق تحقیق کرنا چاہتا ہو !

دوم : کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان حدیثوں میں سے بعض کا حال عالم پر مخفی رہ جاتا ہے، کیونکہ ان کی اسانید کی تحقیق کے لئے اسے فراغت نصیب نہیں ہو پاتی ہے، اور وہ دیکھتا ہے کہ کچھ پیشرو محدثین نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہے تو وہ اس سلسلے میں ان کی پیروی کرتے ہوئے انہیں کی تصحیح یا تحسین کا ذکر کر کے حدیث کو انہیں کی طرف منسوب کردینے پر اکتفا کرتا ہے، اور اس سلسلے میں وہ معذور ہوتا ہے؛ کیونکہ عادتاً یہ چیز محال ہے کہ ایک عالم بذات خود ہر حدیث کی صحت یا ضعف کی تحقیق کرسکے۔ بالخصوص ایسا شخص جو سارے علوم میں علامہ ہو ان میں سے کسی خاص چیز میں متخصص نہ ہو، جیسے ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں، تب ایسی صورت حال میں یہ لازم ہے کہ ایسا شخص اس مسئلے میں کسی

---

① دیکھیے : ''الرد الوافر'' الترجمة رقم ۴ طبع المكتب الإسلامی۔

② دیکھیے : مقدمہ : شرح العقيدة الطحاوية ، الطبعه الرابعة، اس میں حدیث کے متعلق ابن تیمیہ کے منہج کے بارے میں بہت سی مثالیں ہیں ۔

دوسرے پر اعتماد کرے، اور یہ عین ممکن ہے کہ وہ متبوع تصحیح یا تحسین میں متساہلین میں سے ہو، جیسے ابن حبان اور ترمذی وغیرہ ہیں۔ لہٰذا تابع بھی کچھ ایسی خطاؤں سے دوچار ہو جائے جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے محقق عالم کے شایان شان نہیں، اور درحقیقت معصوم وہی ہے جسے اللہ بچائے۔

سوم : اس کتاب کی فصلوں اور حدیثوں کے تتبع سے جو حقیقت مجھ پر عیاں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مولف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الاذکار'' سے اس کا اختصا کیا ہے اس لئے وہ احادیث کو نووی ہی کے صیغوں میں وارد کرنے میں، تخریج کی صورت میں، اور تضعیف میں اور ان پر سکوت میں بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں بہت کم ان کی مخالفت کرتے ہیں، اب مثلاً حدیث (۲۷) پر (ص ۷۹-۸۰ طبع الحلبی) نووی نے سکوت اختیار کیا ہے ایسے ہی حدیث (۲۸) وغیرہ پر بھی اور ان میں سے بہتوں پر ابن تیمیہ نے بھی اس سکوت پر ان کی پیروی کی ہے، جبکہ وہ ضعیف احادیث ہیں۔

اور بعض محدثین کے متعلق یہ حقیقت معلوم ہے کہ وہ فضائل، ترغیب اور مناقب کے متعلق ضعیف حدیثیں وارد کرنے میں متساہل ہیں۔

اور نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں اور انھوں نے اپنی کتاب ''الأذکار'' میں منعقد کردہ ایک فصل میں اس کی صراحت بھی فرمائی ہے، رقمطراز ہیں کہ :

> ''محدثین وفقہاء وغیرہ میں سے علماء نے فرمایا کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہوں... اور میں نے یہ فصل اس لئے بیان کی ہے کیونکہ اس کتاب میں ایسی حدیثیں آئیں گی جن کی صحت یا حسن یا ضعف کی میں صراحت کروں گا یا ان سے ذہول کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے سکوت اختیار کروں گا''۔

یقیناً امام نووی رحمہ اللہ نے یہ صاف کر دیا کہ بعض احادیث سے ان کے سکوت کی وجہ ذہول ہو سکتا ہے یعنی بھول چوک کی وجہ سے ایسا ہو سکتا ہے یا پھر کوئی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے، اور وہ دوسری وجہ میرے نزدیک یہ ہو سکتی ہے کہ اس ضمن میں تحقیق کی راہ انہیں میسر نہیں ہو سکی اور اس سلسلے میں ان کی سفارش کرنے والی یہ چیز ہے کہ اس کا تعلق فضائل سے ہے۔

اس لئے مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں بھی انہیں کی پیروی کی ہے۔

اور ہم تو ضعف کا بیان کئے بغیر احادیث ضعیفہ میں سے کسی کی بھی روایت میں تساہل کے قائل نہیں ہیں، اور

ہمارے نزدیک اس ضمن میں احادیث احکام اور احادیث فضائل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ ہر ایک شریعت ہے، اور یقیناً یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ مثلاً اس کتاب میں وارد ضعیف احادیث اپنی دلالت کے اعتبار سے جن دعاؤں اور اذکار پر مشتمل ہیں ان کے استحباب کا فائدہ دیتی ہیں، اور جس نے بھی انہیں وارد کیا ہے اسی لئے وارد بھی کیا ہے، اور یہ معلوم قاعدہ ہے کہ استحباب ایک شرعی حکم ہے جو متفقہ طور پر کسی ثابت شدہ نص کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا ہے، تب ہم جس مسئلے پر گفتگو کر رہے ہیں اس کا اثبات ضعیف حدیث سے کیونکر مقصود ہونے لگتا ہے؟

اور مولف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی رائے کے قائل ہیں، اور شاید اس کی طرف ہمارے متوجہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کے بعد پہلا فضل انہیں کا ہے، آنجناب ''القاعدة الجليلة'' (ص۹۷) میں فرماتے ہیں :

''شریعت میں ان ضعیف احادیث پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے جو نہ صحیح ہوتی ہیں نہ حسن، مگر احمد بن حنبل وغیرہ علماء نے یہ جائز بتایا ہے کہ فضائل اعمال میں وہ روایتیں بھی بیان کی جائیں جن کا ثابت ہونا معلوم نہ ہو بشرطیکہ ان کا جھوٹ ہونا واضح نہ ہو، اس لئے کہ اگر کسی عمل کے بارے میں معلوم ہوجائے کہ وہ کسی شرعی دلیل کی وجہ سے مشروع ہے اور اس کی فضیلت میں کوئی ایسی حدیث بیان کی جائے جس کا جھوٹ ہونا معلوم نہ ہو تو اس کے ثواب کا حق ہونا جائز ہوسکتا ہے، مگر کسی امام نے یہ بات نہیں کہی ہے کہ کسی چیز کو کسی ضعیف حدیث سے واجب یا مستحب ٹھہرانا جائز ہے، اور جو بھی اس کا قائل ہوگا وہ اجماع کا مخالف ٹھہرے گا، اور یہ بھی ویسے ہی ہے جیسے کسی بھی چیز کو کسی دلیل شرعی کے بغیر حرام ٹھہرانا جائز نہیں ہے، مگر جب اس کی حرمت کا علم ہوجائے اور اس کے فاعل کی وعید کسی حدیث میں بیان کی جائے اور اس کا جھوٹ ہونا معلوم نہ ہو، تو اس کی روایت جائز ہے، لہٰذا ترغیب وترہیب میں ان روایتوں کا بیان کرنا جائز ہے جن کا کذب معلوم نہ ہو، مگر انہیں کے متعلق ان کا بیان کرنا درست ہوگا جن کے بارے میں اس مجہول حدیث کے علاوہ کسی دوسری دلیل سے معلوم ہو چکا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب دی ہے یا اس سے ڈرایا ہے۔

شیخ علی بن عروہ ''الکواکب'' (۱/۷۸/۲) میں صلاۃ التسبیح سے متعلق علماء کا مسلک بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

''ابومحمد مقدسی نے فرمایا : ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ فضائل میں صحت خبر کی شرط نہیں لگائی جاتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ :

خبر ضعیف پر عمل کا معنی یہ ہے کہ نفس اس ثواب کا امیدوار یا اس عقاب سے خائف ہے۔ اور یہی معاملہ

اسرائیلیات ومنامات (خوابوں) اور انہیں جیسی دیگر چیزوں کے ذریعہ ترغیب وترہیب کا بھی ہے کہ محض انہیں کی وجہ سے کسی شرعی حکم کا اثبات نہیں ہوسکتا ہے، نہ استحباب کا نہ کسی اور چیز کا، مگر جن چیزوں کے حسن یا قبح کا علم شریعت کے دلائل سے معلوم ہو چکا ہو تو ترغیب وترہیب کے بیان میں ان کا ذکر کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے کچھ فائدہ یا نقصان ہونے والا نہیں ہے، اور ان کے ثواب وعقاب کی مقدار کے موجب کا اعتقاد دلیل شرعی پر موقوف ہے''۔

میں کہتا ہوں : مصنف رحمہ اللہ اپنے ان نصوص میں جس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ کسی شرعی حکم کا اثبات خواہ وہ مستحب ہو یا کچھ اور ضعیف حدیث سے جائز نہیں تو یہی وہ حق ہے جس کے سوا ہمارے نزدیک کچھ اور جائز نہیں ہے۔ اور اس کا نتیجہ احادیث فضائل اور احادیث احکام کے درمیان عدم تفریق ہی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے کہ ان کے ثبوت کا یقین حاصل کئے بغیر ان کی روایت میں تساہل سے کام نہ لیا جائے، یا پھر ان کے عدم ثبوت کی وضاحت کر دی جائے، گو اشارے ہی میں ایسا کر دیا جائے، جیسا کہ مولف نے کتاب کی بعض احادیث میں کیا ہے، اور حافظ ابن حجر، امام شوکانی، علامہ صدیق حسن خان اور شیخ احمد شاکر وغیرہ جیسے بہت سے علمائے محققین کا یہی مسلک ہے، مگر فی الحال ان کے اقوال کا تذکرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس کے لئے ان شاء اللہ ایک دوسرا مقام ہے [1] اور اس بحث کو میں شوکانی رحمہ اللہ کی ایک مختصر تحریر پر ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں :

''شرعی احکام وقعت میں یکساں ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے ان میں کسی بھی چیز کو ایسی دلیل کے بغیر نشر کرنا حلال نہیں جس سے حجت قائم ہو جاتی ہو، ورنہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرنے کے زمرے میں آئے گی جو اس نے نہیں فرمائی ہیں، اور اس کی جو سزا ہے وہ تو معروف ہی ہے''۔

نصیحت

سابقہ تفصیلات کی روشنی میں میں ہر اس شخص کو نصیحت کرتا ہوں جو اس کتاب پر یا دیگر کسی کتاب پر مطلع ہو کہ وہ ان میں موجود تمام احادیث پر عمل کرنے میں جلدی نہ کرے، بلکہ پہلے ان کے ثابت ہونے کی تحقیق کر لے، اور ہم نے اپنی تعلیقات (حاشیوں) سے اس کے لئے یہ راہ آسان کر دی ہے، لہٰذا جو اس میں سے ثابت ہے اس پر عمل کرے اور مضبوطی سے کاربند ہو جائے، ورنہ اسے ترک کر دے، کیونکہ ان میں سے جو ثابت ہے وہ عبادت گزار کے لئے کافی ہے، بلکہ میں تو یقین کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ جیسے رسول اللہ ﷺ سے ثابت تمام ادعیہ واذکار

[1] اس کی تفصیل میرے صحیح الترغیب : ۱/۱۵-۳۶ کے مقدمہ اور ضعیف الجامع الصغیر : ۱/۴۴-۵۲ میں دیکھیے۔

اور اوراد پر عمل میسر ہو جائے وہ بلا شک اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والوں اور ذکر کرنے والیوں میں سے ہے۔

اور سابقہ تفصیل سے وہ موقف اور لائحہ عمل بھی واضح ہو جاتا ہے جو ان اوراد و وظائف اور درودوں اور نمازوں کے متعلق ایک مسلمان کو بنانا چاہیے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطلق کوئی اصل نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ وہ محض بعد میں آنے والے کچھ مشائخ کی اختراعات اور ترتیبات کا حصہ ہیں !

آخری بات

ابھی ایک بات اور رہ جاتی ہے کہ کتاب میں ضعیف حدیثیں موجود ہیں اور مولف ان پر سکوت فرماتے ہیں حالانکہ ان میں کچھ ایسی حدیثیں بھی ہیں جو توحید کے منافی نظر آتی ہیں ۔جبکہ مولف تو توحید کے علمبرداروں میں سے ہیں۔ مثلاً (۲۳۶ نمبر) کی حدیث میں یا محمد کہہ کر پکارنا، تو بعض افاضل اس کی وجہ سے اس حد تک چونکے کہ انھوں نے مجھ سے تحریری طور پر استفسار کیا کہ کیا اس کتاب کی نسبت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف صحیح بھی ہے ؟

میں عرض کرتا ہوں : جی ہاں، علماء کے نزدیک یہی معروف ہے، اور کاتب چلپی نے ''**کشف الظنون**'' میں اسے انہیں کی طرف منسوب کیا ہے، اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ علامہ بدر الدین عینی حنفی نے اس کی شرح کی ہے، اور مولف کے محقق شاگرد ابن قیم الجوزیہ نے بھی اپنی کتاب ''**الوابل الصیب**'' میں۔

مگر ابن قیم کی کتاب پر لفظ شرح کا اطلاق بہت زیادہ محل نظر ہے بلکہ میرے نزدیک دو امور کی وجہ سے صحیح نہیں ہے :

اول : یہ کہ اس لفظ ''شرح'' سے جو چیز متبادر ہوتی ہے اور ذہن میں آتی ہے اس معنی میں یہ شرح نہیں ہے۔

دوم : یہ کہ یہ ایک مستقل کتاب ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ انھوں نے اپنے شیخ کی اس کتاب کی جملہ فصلوں کو اس میں داخل کر لیا ہے اور ان پر مزید فصلوں اور حدیثوں کا اضافہ کیا ہے، مثلاً تشہد کی احادیث، صلاۃ علی النبی کی احادیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامع دعاؤں کی احادیث، اور مثلاً اڑسٹھویں فصل انگلیوں پر تسبیح پڑھنے کے بیان میں اور اس بابت کہ وہ تسبیح (کی مالا) سے افضل ہے، اور کہیں انھوں نے اس کتاب کی فصلوں کو حذف کر دیا ہے اور انہیں سرے سے وارد ہی نہیں کیا ہے، مثلاً فصول (۵۳۔۵۵)، اور ایسا کر کے انھوں نے بہت ہی اچھا کیا ہے کیونکہ ان کی ساری احادیث ضعیف ہیں۔

یہ کتاب ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن قیم نے اپنی مذکورہ کتاب **الوابل الصیب** (ص ۱۱۵، ۱۶۴، ۱۸۳) میں ان سے تین جملے نقل کئے ہیں جو ہماری کتاب میں احادیث (۳۴،۱۱۶،۳۴،۱۴۷) کے بعد واقع ہوئے ہیں اور ہم نے ایک نقص کا استدراک ابن قیم کی کتاب سے کیا ہے جو اس کے جملہ وسطیٰ میں واقع ہوا تھا جیسا کہ ہم نے اس مقام پر اس سے آگاہ کیا ہے۔

اور خاتمہ بحث پر میں فاضل سائل کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ تیمی نہیں ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عصمت کسی کو حاصل نہیں ہے، اور عہد قدیم میں امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ ''اس صاحب قبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہم میں سے ہر شخص دوسرے کی تردید کرتا ہے اور اس کی بھی کچھ باتیں رد کر دی جاتی ہیں'' اور اس میں شیخ الاسلام کا کوئی نقصان نہیں کہ ہم جیسے لوگ ان کی کسی بات پر ان کا مواخذہ کریں کیونکہ بسا اوقات مفضول میں وہ چیزیں پائی جاتی ہیں جو فاضل میں نہیں ہوتی ہیں، اور پرانے زمانے ہی میں یہ بات کہی گئی ہے کہ : ''**کم ترک الأول للآخر**'' اگلے نے پچھلے کے لئے کتنی چیزیں چھوڑ رکھی ہیں ؟!

اور کیا ہی پیارے جملے ہیں جن پر حافظ ذہبی نے ''**تذکرہ الحفاظ**'' میں شیخ کا تذکرہ تمام کیا ہے (۲۷۹/۴) فرماتے ہیں :

''کچھ فتووں میں ان کے تفردات تھے جن کی وجہ سے ان کی آبرو کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ اور وہ سب ان کے بحر علم میں غائب اور مغمور ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور ان سے راضی ہو، میں نے تو ان جیسا کوئی اور نہیں دیکھا ہے، مگر ہر ایک کی کچھ باتیں قابل اخذ اور کچھ قابل ترک ہوتی ہیں، تب پھر کیا ہوا ؟؟''۔ ①

اسے تحریر کیا ہے
محمد ناصر الدین البانی نے

- **فضیلۃ الشیخ سلیم بن عید الہلالی رحفظہ اللہ :**

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''سلف کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مریض کے لئے قرآن کی آیات لکھی جائیں اور انہیں پی لیا جائے''۔

ہلالی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خیر البریہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی کوئی بھی چیز ثابت نہیں ہے، نہ آپ نے خود اپنے لئے ایسا کیا نہ دوسروں کے لئے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا طریقہ ہے۔ ②

① دیکھیے : الکلم الطیب : ۴۹-۵۷۔
② صحیح الطب البنوي : ۲۳۷۔

● علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے سورہ فاتحہ کے فوائد کے متعلق اپنے تجربات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ :

''...میں ایک پیالہ زمزم کا پانی لے لیتا تھا اور اس پر کئی بار سورہ فاتحہ پڑھتا تھا، اور مجھے اس سے ایسا فائدہ اور ایسی قوت ملتی تھی کہ میں نے اس جیسا اثر کسی اور دوا میں نہیں پایا...''۔

شیخ حامد فقہی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :

''...کیا رسول اللہ ﷺ سے اور ان کے خلفائے راشدین سے بھی ایسا کچھ کرنا ثابت ہے ؟ حالانکہ انہیں خندق کے دن اس طرح بھوک کا سامنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تک نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا، اور ان پر اس سے بھی زیادہ سخت حالات گزرے تھے''۔

ہلالی صاحب اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''میں کہتا ہوں : شریعت میں تجربوں کا دروازہ کھولنا ایک ہمہ گیر شر، شعبدے بازی، دجل وفریب اور اوہام کو رواج دینے کی طرف لے جائے گا''۔

پھر اس کے بعد انھوں نے تجربات کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک اقتباس پیش کیا ہے جو ہم نے دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور کہا ہے کہ لازمی طور پر اقتضاء الصراط المستقیم میں شیخ الاسلام کی تحریر ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ شرعی امور میں باب تجربات کا کوئی نام ونشان تک نہیں ہے۔ ①

● علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''میں نے اپنے شیخ کو دیکھا کہ وہ جن زدہ کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیج دیتے تھے جو اس کے اندر موجود روح کو خطاب کرتے ہوئے کہتا تھا : شیخ نے تجھ سے کہا کہ تو نکل جا؛ کیونکہ یہ تیرے لئے حلال نہیں ہے؛ اس سے جن زدہ کو افاقہ ہو جاتا تھا، اور بسا اوقات خود ہی اسے مخاطب فرماتے تھے، اور کبھی کبھی روح سرکش ہوتی تھی تو وہ اسے پیٹ کر نکالتے تھے، اس سے جن زدہ کو افاقہ ہو جاتا تھا اور اسے کسی درد کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا، اور ہم نے اور دیگر لوگوں نے بھی ان سے اس چیز کا مشاہدہ بارہا کیا ہے''۔

ہلالی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''جن زدہ کو مارنے پیٹنے کے متعلق نبی ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے، اس لئے شرعاً اور واقعتاً مارنے کا کام نہ کرنا ہی سلامتی کی راہ ہے، واللہ الموافق۔ ②

① صحیح الطب النبوي : ۲۴۳-۲۴۴۔

② صحیح الطب النبوي : ۱۱۹۔

● شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''**الجواب الصحیح**'' (۳۶/۴) میں جن زدہ کو مار کر جن بھگانے کا تذکرہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بے شمار لوگوں نے اس کا تجربہ کیا اور ہم نے تو اس قدر اس کا تجربہ کیا ہے کہ اس کا بیان طوالت کا متقاضی ہے۔

ہلالی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''میں کہتا ہوں : -اللہ آپ پر رحم فرمائے- یہ امر تجربے کے تحت نہیں آتا ہے، اور مارنے پیٹنے کے متعلق کچھ ثابت نہیں جیسا کہ پیشتر گزر چکا ہے''۔ ①

● امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا عبارت ہی کے ضمن میں جن زدہ کی زبان پر جن کے بولنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ہلالی صاحب اپنی تعلیق میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''کوئی شرعی دلیل ایسی نہیں پائی جاتی جو اس بات کو ثابت کرتی ہو کہ جن انسان کی زبان پر بولتا ہے، اور یہی ہمارے شیخ امام البانی رحمہ اللہ کا اختیار کردہ مسلک ہے۔

اور اگر ایسی کوئی چیز واقع بھی ہو تو اسے بلوانے، اس سے تفصیل پوچھنے، گفتگو اور مناظرہ کرنے، اور اس کے ساتھ پریس کانفرنس کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہونی چاہیے۔ ②

● **ہلالی صاحب علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب الطب النبوی پر مؤاخذات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

أ- ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنے علمی مصادر اور طبی موارد کی طرف اشارہ نہیں فرمایا ہے، شاید اس سلسلے میں ان کا عذر یہ ہو کہ یہ معلومات طب کی کتابوں میں شائع ہیں۔

ب- اس کتاب میں درجہ بیان کئے بغیر ضعیف بلکہ موضوع احادیث کا وجود، اور انہیں احادیث کو انھوں نے کچھ ابواب کی بنیاد بھی بنایا ہے اور انہیں سے کچھ احکام بھی مربوط کئے ہیں، مثلاً :

''فصل سن ہو جانے کے علاج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے بیان میں'' اور ''فصل آگ لگنے کی بیماری کے علاج اور اسے بجھانے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے بیان میں''

ہلالی صاحب کہتے ہیں میں نے ان ضعیف وموضوع احادیث کو حذف کر دیا ہے اور ان پر مبنی ابواب واحکام کو

---

① حوالہ مذکور : ۱۲۱۔ ② حوالہ مذکور۔

بھی۔ ①

● ہلالی صاحب کی اس کتاب سے ایک فائدہ بھی ملا جو پیش خدمت ہے : علامہ ابن قیم امام ابن تیمیہ کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ وہ جن زدہ کے کان میں بکثرت پڑھا کرتے تھے :

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾[المومنون:۱۱۵]۔

''کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمھیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے''۔

ہلالی صاحب نے حاشیے میں ایک حدیث بیان کی ہے جو حسب ذیل ہے :

''**عن عبدالله بن مسعود -رضى الله عنه- أنه قرأفي أذن مبتلى؛ فأفاق، فقال له رسول الله صلى الله عليه : ما قرأت في أذنه؟ فقال : (**أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ **) حتى فرغ من آخر السورة (المؤمنون: ١١٥) فقال رسول الله ﷺ :"لو أن رجلا موقنا قرأبها على جبل لزال**''

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک مبتلا کے کان میں پڑھا تو اسے افاقہ ہوگیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا ؟ تو انھوں نے کہا : میں نے پڑھا تھا (أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ) یہاں تک کہ سورہ کے آخر سے فارغ ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اگر کوئی یقین رکھنے والا شخص اسے کسی پہاڑ پر پڑھ دے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے''۔

میں (ہلالی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''**عجالة الراغب في تخريج كتاب "عمل اليوم والليلة" لابن السني(٦٣٢)**'' میں بیان کیا ہے۔ ②

● علامہ البانی کی ایک مجلس میں شیخ علی حسن صاحب نے بھی علامہ سیوطی کے حوالے سے اس حدیث کی تقویت کی طرف اشارہ کیا تھا، اس پر علامہ البانی نے فرمایا تھا کہ اس سلسلے میں مراجعہ کی ضرورت ہے۔ ③

مذکورہ اہل علم میں سے تقریباً سبھی کے اقوال اور فتاوے اس کتاب میں کہیں نہ کہیں آچکے ہیں اس لئے طوالت کے خوف سے انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

---

① دیکھیے : حوالہ مذکور : ۱۲-۱۳۔ ② صحیح الطب النبوي : ۱۲۰۔

③ دیکھیے : موسوعة الالبانی في العقيدة : ۴۰۴۔

چلتے چلتے ...

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور میں ان سے شر کے متعلق دریافت کیا کرتا تھا، اس ڈر سے کہ کہیں کوئی شر مجھے لاحق نہ ہو جائے۔ ①

یقیناً اس دنیا میں شرور و فتن کی مختلف شکلیں اور جداگانہ رنگتیں ہیں اور شیاطین انس و جن انہیں فروغ دینے اور ان کی نشر و اشاعت کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگائے رہتے ہیں، وہ اس کے لئے نئے نئے حیلے اور ترکیبیں سوچتے اور ایجاد کرتے رہتے ہیں، اور نہایت مخلصانہ و ناصحانہ اسلوبوں کے ساتھ لوگوں کو اپنے جال میں پھانستے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علم و بصیرت پر بڑا زور صرف فرمایا ہے اور شیطانی چالوں اور ہتھکنڈوں سے آگاہ اور چوکنا رہنے کی تعلیم دی ہے، اور رسول گرامی نے فرمایا کہ : ''**من يرد الله به خيرا يفقه في الدين**''

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ ②

اور فقہ کی بنیاد علم صحیح ہے جو کتاب و سنت صحیحہ میں موجود ہے۔ اس لئے اللہ سے جو شخص بھلائی کا طلبگار ہو اور سلامتی و نجات کا خواہاں ہو اسے علم سے اپنا رشتہ مضبوط کر لینا چاہیے اور قرآن و سنت میں مقررہ توحید و رسالت کے تقاضوں کو سمجھنے اور سنت و بدعت اور شرک و کفر کے اصولوں سے آگاہی پر بھرپور زور صرف کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں عقل سلیم کے عمل کو معطل کرنے اور اس کی صلاحیتوں کو زنگ آلود کرنے کے بجائے اور کسی کی اندھی تقلید اور بے ضابطہ پیروی کے بجائے تحقیق اور جستجو کی راہ اپنانی چاہیے اور حق کو شخصیتوں سے پہچاننے کے بجائے اصولوں اور دلائل سے جاننے کی کوشش کرنی چاہیے اس لئے کہ کوئی بھی انسان خطا و نسیان سے معصوم و محفوظ ہے نہ اس کے لئے سارے علم کا احاطہ کرنا ممکن ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ جہالت، شخصیتوں میں غلو، اندھی عقیدت اور تقلید جامد نے لوگوں کو بڑا نقصان پہنچایا ہے، اس سے اللہ کے بجائے بندوں کی بندگی کا رجحان کھڑا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص حقوق میں شرک کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے، اسی لئے قرآن کریم نے ان امور کی سخت مذمت فرمائی ہے اور ان ذرائع کو بروئے کار لانے کی ہدایت دی ہے جس سے دین میں فقاہت اور بصیرت پیدا ہوتی ہے اور اسی سے انسان کو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی اور فلاح و کامرانی کی ضمانت ملتی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل علم سے رابطہ توڑ لیا جائے بلکہ ضرورت معیاری شخصیات کے انتخاب کی ہے جس کے لئے قدرے ضرورت جد و جہد اور مخلصانہ دعاؤں کی ہے۔ **وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين.**

---

① بخاری : ۳۶۰۶۔ ② بخاری : ۷۱۔

ہماری اہم مطبوعات

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

Phone : 022-26520077 ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org